CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تاریخ شیعیان کشمیر

غلام محمد منتو گلزار

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

انتساب

چودہ صدیوں سے جس کی قبر نا معلوم ہے اس مظلومہ عالم، لخت جگر پیغمبرؐ، حضرت فاطمہ زہرا = کے نام
اور تلواروں کے سایہ میں پیغمبرؐ کے بستر پر چین وسکون کی نیند سونے والے اس سورما کے نام کہ جس کی پاکیزہ نسل نے تاریخ کی آغوش میں ایسے علما اور دانشور پیدا کئے کہ جنہوں نے شمشیر قلم سے جہاد کر کے اپنے مذہب کا دفاع کیا اور اپنی مظلوم قوم (شیعیت) کو یہ درس دیا

﴿ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين﴾

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تاریخ شیعیان کشمیر

غلام محمد متو

گلزار

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا تعارف

نام کتاب: تاریخ شیعیان کشمیر
مؤلف: غلام محمد متو گلزار
ناشر: ادارہ امام زمانؑ محلّہ مقدم پورہ شالنہ
پہلا ایڈیشن: ۱۴۳۱ھ مطابق: ۲۰۱۰ء، ۱۳۸۹ھ شمسی۔
تعداد: ۲۰۰۰
قیمت: ۹۵۰

ملنے کا ایڈرس:
ادارہ امام زمانؑ، محلّہ مقدم پورہ شالنہ، پانپورہ، سرینگر، کشمیر 192121
ٹیلیفون نمبر: 01933-223203 ,08803962874

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

عرض ناشر

بے جا تعصب اور جہالت کے تاریک پردے کو ہٹانے سے نور بصیرت اور حقائق سے آگاہی کی زمین ہموار ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کے رفتار و اعمال میں استقامت و استواری پیدا ہوتی ہے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ انسان نے ہمیشہ اپنے افکار اور اعتقادات کے سایہ میں زندگی گزاری ہے اور یہی وجہ ہے کہ دوسروں کے اعتقادات کے سلسلے میں ناواقفیت کی وجہ سے بہت ہی تلخ اور ناگوار حوادث رونما ہوئے ہیں۔

لہٰذا علماء اور دانشور طبقہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے مذہبی اعتقادات اور اپنی تاریخ اور ثقافت کو ہر ممکن واضح اور شفاف طریقہ سے دنیا والوں کے سامنے پیش کریں تا کہ اہل مذہب بھی تذبذب اور الجھن سے دوچار نہ ہوں اور دوسروں کے عمل و کردار پر بھی اس کا مثبت اثر پڑے۔

آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب فاضل ارجمند جناب غلام محمد متو (گلزار) صاحب کی بلند ہمتی کا نتیجہ ہے مذکورہ کتاب تاریخ شیعیان کشمیر کی وضاحت اور ان کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے۔ آپ نے اپنی انتھک کوششوں سے اور اہل سنت حضرات کے قدیمی منابع سے استفادہ کرتے ہوئے مذہب تشیع کے کشمیر میں داخل ہونے، مملکت کشمیر میں شیعہ علماء کی خدمات اور موجودہ دور تک کے تمام ادوار (چک، مغل، افغان، سکھ، ڈوگرہ، ہندوستان) میں شیعوں کی سیاسی، سماجی، تعلیمی، تربیتی دینی اور تہذیبی حالات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''ادارہ امام زمانؑ محلہ مقدم پورہ شالنہ'' نے محترم مؤلف کی زحمتوں کی قدردانی کرتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کی ہے۔امید ہے کہ مؤلف محترم کی یہ کاوش کشمیر کے اسلامی معاشرے اور عام مؤمنین کے حق میں ایک بڑی خدمت ثابت ہوگی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فہرست

عناوین **صفحات**

مقدمہ کتاب ۲۵

پہلی فصل: شیعہ مذہب کا آغاز اور پیدائش

لفظ ''شیعہ'' کے معنی ومفہوم ۳۵
لغت میں شیعہ کے معنی ۳۵
اصطلاح میں شیعہ کے معنی ۳۶
قرآن میں لفظ شیعہ کے معنی ۳۷
پیغمبر اکرمؐ کی احادیث میں شیعہ کے معنی ۳۸
شیعہ مذہب کا ظہور اور اس کے محرکات ۴۱
شیعوں کا اہل سنت سے اختلاف اور ان کے جدا ہونے کا سبب ۴۴
حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل پر دلالت کرنے والی احادیث ۴۶
بارہ اماموں کے نام قرآن میں کیوں نہیں ہیں؟ ۵۳
شیعوں کے اعتقادات ۵۵
امامت شیعوں کی نظر میں ۵۸
امامت جمہور اہل سنت کی نظر میں ۶۰
امام باقرؑ کی نظر میں شیعوں کے صفات ۶۱

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کے لئے سخت اور دشوار ترین دور ۶۱

مخالفوں کا اعتراف ۶۷

پیغمبر اکرمؐ کے بعض شیعہ اصحاب کا تعارف ۶۸

ابوذر غفاری ۶۸

عمار بن یاسر ۶۹

سلمان فارسی ۷۰

مقداد بن عمر ۷۱

خالد بن سعید بن العاص بن امیہ ۷۲

حذیفہ بن یمان ۷۳

بلال بن رباح ۷۴

اسامہ بن زید ۷۵

غرفۃ العھدی انصاری ۷۶

نعمان بن عجلان ۷۶

تابعین میں سے چند شیعہ بزرگوں کا تعارف ۷۷

محمد بن ابی بکر ۷۷

مالک بن حارث اشتر نخعی ۷۷

زید بن صوحان عبدی ۷۸

میثم تمار ۷۹

محمد بن ابی حذیفۃ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف (رضی اللہ تعالی عنہ) ۷۹

دوسری فصل : کشمیر تاریخ کے آئینہ میں

مقدمہ ۸۳

کشمیر کا جغرافیہ ۸۴

کشمیر کا آب و ہوا اور یہاں کے موسمی حالات ۸۵

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کے موسم ۸۵

سیاسی جغرافیہ ۸۶

ڈیموگرافی ۸۷

جموّں و کشمیر میں رائج مذاہب کا شرح فیصد ۸۷

وادی کشمیر میں مذاہب کا شرح فیصد ۸۷

آزاد کشمیر ۸۸

وجہ تسمیہ کشمیر (قدیم تاریخ) ۸۸

کشمیریوں کی زبان ۹۲

کشمیری اقوام اور ان میں رائج زبانیں ۹۳

قدیم تاریخ کا اجمالی تذکرہ ۹۳

اسلام کی اشاعت سے پہلے کشمیر کی داخلی صورت حال ۹۸

کشمیر میں اسلام کی ابتدائی کرنیں ۱۰۰

کشمیر میں پہلا اسلامی مبلغ (بلبل شاہ) ۱۰۲

بلبل شاہ کا مذہب ۱۰۴

کشمیر کا پہلا مسلمان حکمران ۱۰۵

رینچن کا اسلام قبول کرنا ۱۰۶

دور سلاطین (شاہ میری خاندان کی کشمیر پر حکومت) ۱۰۸

شاہ میر ۱۰۸

سلطان جمشید ۱۰۸

سلطان علاء الدین ۱۱۰

سلطان شہاب الدین ۱۱۰

سلطان قطب الدین ۱۱۰

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain: Digitized by eGangotri.

سلطان سکندر ۱۱۱

سلطان علی شاہ ۱۱۶

سلطان زین العابدین (بڈشاہ) ۱۱۶

بڈشاہ کی رواداری ۱۱۷

امیر کبیر حضرت میر سید علی ہمدانیؒ ۱۱۹

میر سید علی ہمدانیؒ اور کشمیر ۱۲۰

میر سید علی ہمدانیؒ کا خاندان ۱۲۰

ولادت، تعلیم و تربیت اور سیاحت ۱۲۱

کشمیر میں میر سید علی ہمدانیؒ کا ورود ۱۲۱

آثار شاہ ہمدانؒ ۱۲۵

اولاد و احفاد ۱۲۶

میر سید علی ہمدانیؒ کا مذہب/مسلک ۱۲۶

حضرت میر محمد ہمدانیؒ ۱۲۹

دعوت اور تبلیغ کے میدان میں ۱۲۹

شیخ نورالدین نورانی (شیخ العالمؒ) ۱۳۰

تیسری فصل : کشمیر میں شیعہ مذہب کا ورود

مقدمہ ۱۳۳

سید محمد مدنی ۱۳۴

سید حسین قمی (رضوی) ۱۳۸

ملّا عالم انصاری ۱۴۰

میر شمس الدین عراقی ۱۴۱

پیدائش اور تعلیم و تربیت ۱۴۳

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر شمس الدین عراقی منصب سفارت پر ۱۴۵
سفارت کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد آپ کے دینی خدمات ۱۴۶
میر شمس الدین عراقی کی دوبارہ تشریف آوری ۱۵۲
میر عراقی کے ورود کے وقت کشمیری مسلمانوں کے دینی، سماجی، اور تہذیبی حالات ۱۵۳
میر شمس الدین عراقی کی دینی خدمات ۱۵۴
میر شمس الدین عراقی کی تبلیغی خدمات ۱۵۵
میر شمس الدین عراقی کی تہذیبی اور ثقافتی خدمات ۱۵۶
میر شمس الدین عراقی کی علمی خدمات ۱۶۰
تبلیغی راہ میں میر شمس الدین عراقی کے موانع اور مشکلات ۱۶۸
لداخ میں میر شمس الدین عراقی کی تبلیغی سرگرمیاں ۱۷۲
میر شمس الدین عراقی کا مسلک ۱۷۵
میر شمس الدین عراقی کا سفر آخرت ۱۸۳
کتاب احوط یا فقہ الاحوط ۱۸۶
ملک موسیٰ رینہ ۲۰۰
میر عراقی کے بعد شیعوں کی رہبریت ۲۰۲
میر سید دانیال ۲۰۴
کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری کا حملہ ۲۰۵
مرزا حیدر کاشغری کی حکومت ۲۰۶
شیعیان کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری کے مظالم ۲۰۸
مرزا حیدر کاشغری کا عبرتناک انجام ۲۱۴
میر دانیال کی گرفتاری ۲۱۷
میر دانیال کی شہادت ۲۱۸

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چوتھی فصل : چک دور میں شیعوں کی صورت حال

مقدمہ ۲۱۹

چک خاندان ۲۲۱

کاجی چک ۲۲۳

کاجی چک کی وزارت ۲۲۴

کاجی چک کی رواداری ۲۲۵

کاجی چک کی وفات ۲۲۸

قبیلہ چک کا دوسرا جرنل (دولت چک) ۲۲۹

دولت چک کی مذہبی رواداری ۲۳۰

کشمیر میں چکوں کی بادشاہت ۲۳۲

غازی چک ۲۳۲

غازی چک کے اوصاف ۲۳۴

غازی چک کا عدل وانصاف ۲۳۵

سلطان حسین شاہ ۲۳۶

حسین شاہ کی مذہبی آزادی اور رواداری ۲۳۷

یوسف میر کا قتل اور اس کا پس منظر ۲۴۱

یوسف میر کا قصاص ۲۴۳

علی کوکہ کی سازش اور اکبر بادشاہ کا ارتکاب جرم ۲۴۵

حسین شاہ کے آخری ایام ۲۴۷

سلطان علی شاہ چک ۲۴۷

علی شاہ کی رعایا پروری ۲۴۸

علی شاہ چک کی مذہبی رواداری ۲۵۰

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بادشاہ کا سفر آخرت ۲۵۲

یوسف شاہ چک (پہلی بار) ۲۵۲

سید مبارک بیہقی ۲۵۵

لوہر چک ۲۵۷

یوسف شاہ چک (دوسری بار) ۲۶۰

کشمیری امور میں اکبر بادشاہ کی مداخلت ۲۶۳

شیخ یعقوب صرفیؒ کی سربراہی میں اکبر کا حملہ ۲۶۶

اکبر کی معاہدہ شکنی ۲۶۹

کشمیر پر اکبری حملے کی بنیادی وجہ ۲۷۰

یوسف شاہ کی رعایا پروری ۲۷۱

یوسف شاہ چک کا انتقال ۲۷۵

سلطان یعقوب شاہ چک ۲۷۶

یعقوب شاہ چک پر مخالفین کا الزام اور اس کا جواب ۲۸۲

معاہدہ الحاق ۲۸۴

شیعیان کشمیر کا خصوصی امتیاز ۲۸۶

شیخ یعقوب صرفیؒ کی سربراہی میں اکبر کا دوسرا حملہ ۲۸۷

قاسم خان کے ذریعہ شیعوں کا قتل عام ۲۸۹

شیعوں کی تاریخ کا ایک معروف باب ۲۹۱

چک حکومت کے زوال کے اسباب وعلل ۳۰۲

۱)۔اندرونی اسباب ۳۰۲

۲)۔بیرونی اسباب ۳۰۵

کشمیری ثقافت کے تئیں چک حکمرانوں کے خدمات ۳۰۵

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چک دور اور فن موسیقی ۳۰۹
چک دور اور فن خطاطی ۳۱۰
چک بادشاہوں کے ذریعہ تعمیر کئے گئے باغات ۳۱۱
چک بادشاہوں کی توہین ۳۱۲
چک دور میں شیعہ تہذیب وثقافت ۳۱۲
چک دور میں شیعہ علماء ۳۱۷
بابا خلیل ۳۱۶
شیخ حسن زڈی بلی ۳۱۸
بابا مہدی ۳۲۰
ملا عینی ۳۲۰
مولانا حافظ بصیر ۳۲۱
ملّا احسن اسود ۳۲۲
چک دور میں شیعوں کے شعراء اور علم وادب ۳۲۲
بابا طالب اصفہانی ۳۲۳
میر علی ۳۲۵
مولانا نامی اول ۳۲۶
شاہ فتح اللہ ۳۲۷
ملا نامی ثانی ۳۲۸
مولانا مہری ۳۲۹
ملّا محمد امین مستغنی ۳۳۰
مرزا علی خان (میر ابوالفتح) ۳۳۲
محمد ملک چوڈوری ۳۳۳

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

علی ملک ۳۳۳
ملکہ حبہ خاتون ۳۳۳
چک دور میں شیعوں کے سماجی حالات ۳۳۸
چک دور میں دیگر ہم وطنوں کے ساتھ شیعوں کے تعلقات ۳۴۰
چک دور میں شیعوں کی معاشی صورت حال ۳۴۴

پانچویں فصل : مغل دور لیکر ڈوگرہ دور تک شیعوں کے حالات

مقدمہ ۳۴۵
(الف) مغل دور میں شیعوں کی سیاسی صورت حال ۳۴۷
آزادی کے لیے آخری جدوجہد ۳۴۹
مجاہدین وطن پر مغلوں کے مظالم ۳۵۰
انتقام کا دھارا ۳۵۳
مغل دور میں شیعہ امراء اور صوبیدار ۳۵۴
ملک حیدر چاڈور ۳۵۴
ظفر خان ۳۶۰
علی مردان خان ۳۶۲
ابراہیم خان ۳۶۵
برہان الدین ملقب بہ فاضل خان ۳۶۹
مغل دور میں شیعوں کے سماجی حالات ۳۷۰
مغل دور میں دوسرے فرقوں سے شیعوں کے تعلقات ۳۷۴
مغل دور میں شیعوں کے ساتھ ظلم واستبداد اور ان کی نسل کشی ۳۷۶
پہلی تاراجی ۳۷۶
دوسری تاراجی ۳۷۷

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تیسری تاراجی ۳۷۹

چوتھی تاراجی ۳۸۰

پانچویں تاراجی ۳۸۳

چھٹی تاراجی ۳۸۷

مغل دور میں شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالت ۳۹۰

مغل دور میں شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی جمود کے اسباب ۳۹۱

مغل دور میں کشمیری ثقافت کو فروغ دینے میں شیعوں کا کردار ۳۹۲

ملک حیدر چاڈورہ کے ثقافتی کارنامے ۳۹۳

علی مردان خان کے تہذیبی و ثقافتی کارنامے ۳۹۴

ظفر خان احسن کے ثقافتی کارنامے ۳۹۶

ابراہیم خان کے تہذیبی کارنامے ۳۹۷

فاضل خان کے تہذیبی کارنامہ ۳۹۷

ملکہ نور جہان کے ثقافتی کارنامے ۳۹۹

مغل دور میں شیعوں کا ادبی سرمایہ ۴۰۳

مغل دور میں شیعوں کی مالی اور اقتصادی حالت ۴۲۶

شیعوں کی مالی بدحالی کے اسباب و علل ۴۲۶

مغل دور میں شیعوں کی علمی اور تربیتی حالت ۴۲۹

تعلیمی پس ماندگی اور ناخواندگی کے وجوہات ۴۴۰

مغل اور افغان دور میں شیعہ علماء ۴۳۲

ملاّ طالب اور ملاّ غالب ۴۳۲

ملاّ عبدالغنی ۴۳۳

ملاّ شیخ محمد رضا ۴۳۴

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملاّ احمد شہید ۴۳۴
ملاّ کلو آخون شہید ۴۳۴
ملاّ عبد العلی ۴۳۵
ملاّ محمد مہدی ۴۳۵
ملاّ محمد مقیم ۴۳۶
ملاّ شیخ جواد ۴۳۶
ملاّ شیخ قاسم ۴۳۶
مغلوں کا زوال ۴۳۷
(ب) کشمیر پر افغانوں کا قبضہ ۴۳۹
مقدمہ ۴۳۹
افغان عہد میں شیعوں کے سیاسی، سماجی، ثقافتی وغیر حالات ۴۴۰
افغان عہد میں شیعوں کی سیاسی صورت حال ۴۴۱
افغان عہد میں شیعہ صوبہ دار ۴۴۲
امیر خان جوان شیر ۴۴۲
کفایت خان ۴۴۳
افغان عہد میں شیعوں کی سماجی حالت ۴۴۳
افغان دور میں شیعوں کا قتل عام ۴۴۶
پہلی تاراجی ۴۴۶
دوسری تاراجی ۴۴۷
تیسری تاراجی ۴۴۸
چوتھی تاراجی ۴۴۸
پانچویں تاراجی ۴۵۰

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

افغان عہد میں شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالت ۴۵۰
ثقافتی پسماندگی کے وجوہات ۴۵۰
افغان عہد میں کشمیری ثقافتی کو عروج دینے میں شیعوں کا کردار ۴۵۲
امیر خان جوان شیر کے ثقافتی خدمات ۴۵۲
افغانوں کا زوال ۴۵۲
(ج) کشمیر پر سکھوں کی حکومت ۴۵۵
سکھ عہد میں شیعوں کی سیاسی، سماجی حالت ۴۵۶
سکھ دور میں شیعوں کا قتل عام اوران کی نسل کشی ۴۵۷
سکھوں کا زوال ۴۵۹
(د) ڈوگروں کا آغاز ۴۵۹
ڈوگرہ دور میں کشمیریوں کی حالت ۴۶۱
ڈوگر دور میں شیعوں کے حالات ۴۶۳
ڈوگرہ دور میں شیعوں کا قتل عام ۴۶۶
ڈوگرہ دور اور زمانہ متصل کے مشہور شیعہ علماء ۴۶۹
جناب ملا محمد جواد انصاری ۴۷۰
ملا عبداللہ انصاری ۴۷۰
مولوی حیدر علی انصاری ۴۷۱
آغا سید مہدی الموسوی ۴۷۱
آغا سید محمد موسوی ۴۷۲
آغا سید علی ۴۷۳
آغا سید احمد ۴۷۳
آقا شیخ علی اصغر ۴۷۳

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حاجی سید حسن رضوی ۴۷۴
ملا شیخ عبد العلی ۴۷۴
آغا سید عبد الرسول رضوی ۴۷۵
آغا سید محمد یوسف ۴۷۶
علامہ شیخ ہادی غروی ۴۷۷
آغا سید مصطفیٰ الموسوی صفوی ۴۷۹
مولانا مصطفیٰ حسین انصاری ۴۸۰
ڈوگرہ دور میں شیعہ شعراء ۴۸۱
سکھ دور اور ڈوگرہ دور میں مرثیہ نگاری کا عروج ۴۸۲
ڈوگرہ دور کے مرثیہ نگار ۴۸۴
ڈوگرہ دور کے شیعہ خوش نویس ۴۹۱
ڈوگرہ دور کے شیعہ حکما اور اطباء ۴۹۲
باغبان پورہ کے حکماء ۴۹۳
بابا پورہ کے حکماء ۴۹۳
خانقاہ سوختہ (نواکدل) کے حکماء ۴۹۳
جابک سواری ۴۹۴
پیپر ماشی ۴۹۴

چھٹی فصل : شیعیان کشمیر کی موجودہ صورت حال

مقدمہ ۴۹۵
ماضی قریب سے وابستہ بعض اصلاحی وفلاحی تحریکیں ۴۹۸
۱۔انجمن امامیہ کشمیر ۴۹۸
۲۔انجمن بہبودی شیعیان کشمیر ۴۹۹

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ انجمن کے بعض اغراض و مقاصد ۵۰۰
۴۔ شیعہ فیڈریشن ۵۰۱
موجودہ دور میں شیعوں کی سماجی حالت ۵۰۴
شیعوں کی گروہ بندی اور فرقہ سازی ۵۰۷
علماء ورہبرانِ شیعیان کشمیر کو متحد کرنے کی کوششیں ۵۱۰
رہبران قوم کے مابین تفرقہ اور انتشار کے اسباب و علل ۵۱۱
شیعوں میں اختلاف اور تفرقہ کے وجوہات ۵۱۴
خرافات ۵۱۸
خرافات اور توہمات کے وجوہات ۵۲۰
تعویذ نویسی ۵۲۲
دوسرے ہم وطنوں کے ساتھ شیعوں کے تعلقات ۵۲۳
الف: اہل سنت والجماعت کے ساتھ شیعوں کے تعلقات ۵۲۳
اتحاد اسلامی کی تحریک اور شیعیان کشمیر کا رول ۵۲۷
۱۔ تحریک بازیابی موئے مقدس ۵۲۸
۲۔ انجمن تحفظ اسلام، مجلس تحفظ شریعت اسلامی اور اس کی سرگرمیاں ۵۲۹
۳۔ موجودہ تحریک آزادی میں شیعوں کا کردار ۵۳۴
ب: غیر مسلموں کے ساتھ شیعوں کے تعلقات ۵۳۸
شیعوں کی معاشی صورت حال ۵۳۷
شیعوں کی معاشی بدحالی کے وجوہات ۵۳۷
شیعوں کے مشاغل ۵۳۹
روزگار فراہم ہونے کی راہیں ۵۴۲
شیعوں کی معیشت کو بہتر اور آسان بنانے کے وسائل ۵۴۹

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کے سیاسی حالات ۵۵۰

سیاسی پسماندگی کے علل واسباب ۵۵۱

شیعوں کی سیاست میں مشارکت کا آغاز ۵۵۴

شیعوں کے ووٹ مؤثر نہ ہونے کے وجوہات ۵۵۶

سیاسی قائدین سے ایک درخواست ۵۵۸

شیعوں میں سیاسی شعور پہنچانے کی راہیں ۵۶۰

شیعوں کی سیاسی تنظیمیں ۵۶۱

شیعوں کی عسکری تنظیمیں ۵۷۰

شیعوں کے سیاسی قائدین اوران کی شخصیتیں ۵۷۴

شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی صورت حال ۵۸۲

شیعوں کی ثقافتی صورت حال ۵۸۶

شیعوں کے تہذیبی اور رفاہی ادارے ۵۸۷

شیعوں کے تہذیبی وثقافتی مراکز ۶۰۰

۱۔مساجد ۶۰۱

مساجداور نماز جماعت میں مومنین کے شرکت نہ کرنے کے وجوہات ۶۰۱

۲۔امام باڑے ۶۰۴

شیعوں کے معروف اور بڑے امام باڑے ۶۰۵

۳۔زیارت گاہیں (آستانے) ۶۱۰

شیعوں کی معروف زیارت گاہیں (آستانے) ۶۱۲

۴۔کتابخانے (لائبریریاں) ۶۱۶

مطالعہ کا شوق نہ ہونے کے وجوہات ۶۱۷

مطالعہ کا شوق بڑھانے کی راہیں ۶۱۸

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کے معروف کتابخانے (قدیم و ماضی قریب میں قائم شدہ) ۶۱۹
شیعیان کشمیر کے معروف قلم کار اور مضمون نگار ۶۲۰
ادب اور شاعری ۶۲۲
شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی ضروریات ۶۲۴
شیعوں کی دینی صورت حال ۶۲۶
شیعوں کی دینی تنظمیں ۶۲۶
شیعیان کشمیر کے دینی مدارس (حوزہ علمیہ) ۶۳۸
جامعہ باب العلم بڈگام ۶۳۸
جامعہ علمیہ امام رضاؑ ۶۴۲
جامعۃ الزہراؑ ۶۴۲
مکتبۃ الزہراؑ ۶۴۳
کشمیر میں عزاداری کی تاریخ ۶۴۳
کشمیر میں مجالس حسینیؑ کا طریقہ کار ۶۴۹
مجالس سے صحیح مقصد حاصل کرنے کی راہیں ۶۴۷
کشمیر میں عزاداری کے جلوس ۶۴۹
علمائے شیعیان کشمیر ۶۵۳
شیعوں کے دینی واعتقادی مسائل اور ان کے مشکلات ۶۵۸
دینی مسائل اور مشکلات کو دور کرنے کے لئے راہ حل ۶۶۰
شیعوں کی دینی وتبلیغی ضروریات ۶۶۱
شیعوں کی تعلیمی صورت حال ۶۶۱
شیعوں کی تعلیمی پسماندگی کے وجوہات ۶۶۴
تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کی راہیں ۶۶۸

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کے تعلیمی ادارے ۶۷۰

شیعیان کشمیر کے آداب و رسومات

گھریلو زندگی ۶۷۹
عورت کی حیثیت ۶۷۹
جہیز ۶۷۹
ولیمہ کی تقریبات اور ان میں کھانے پینے کے اقسام ۶۸۱
بچوں کی ولادت ۶۸۱
بچوں کے عقیقہ اور ختنہ کرنے کی رسم ۶۸۲
موت اور اس کے بعد مراسم ۶۸۲
شیعوں کی عید ۶۸۳
عید نوروز ۶۸۴
ائمہ معصومینؑ کی ولادت و شہادت ۶۸۶
شیعیان کشمیر کے دینی جلوس ۶۸۶
ذوالجناح کا جلوس ۶۸۷
مجالس حسینیؑ ۶۸۷
آستانوں کی زیارت ۶۸۷
نماز جمعہ و جماعت ۶۸۸

شیعیان جموں پر ایک اجمالی نظر

۱۔ جموں ۶۸۹
۲۔ اودھم پور ۶۹۱
۳۔ راجوری ۶۹۱
۴۔ پونچھ ۶۹۱

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۵۔ڈوڈہ ۶۹۲

۶۔کٹھوعہ ۶۹۳

شیعیان لداخ پر ایک اجمالی نظر ۶۹۴

۱۔لیہہ ۶۹۵

۲۔کرگل ۶۹۶

شیعیان آزاد کشمیر پر اجمالی نظر ۶۹۷

۱۔مظفر آباد ۶۹۹

۲۔باغ ۷۰۰

۳۔پونچھ ۷۰۰

۴۔سدنتی ۷۰۱

۵۔کوٹلی ۷۰۱

۶۔نیلم ۷۰۲

۷۔بمبر ۷۰۳

۸۔میر پور ۷۰۳

خلاصہ کتاب ۷۰۵

فہرست منابع ۷۳۱

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مقدمہ کتاب

تاریخ نویسی ایک بے حد مشکل فن ہے۔ یہ اپنے برتنے والوں کے صبر و تحمل، حوصلے اور علم و آگاہی کو آزمانے والا فن ہے۔ اس سے عشق کرنا، جوئے شیر لانے کا متقاضی ہے اور اس عمل میں ناقدین اور خوشہ چینوں کی نکتہ چینی سے محفوظ رہ جانا تقریباً ناممکنات میں سے ہے۔

تاریخ نویسی کسی زمانے میں معمولی واقعات کو قلمبند کرنے کا ماجرا رہی ہوگی تب اس میں عافیت ہی عافیت تھی۔ موجودہ زمانے میں یہ "سیر چمن" کی نہیں بلکہ خاردار صحراؤں اور بے شجر اور دھول اڑاتی ہوئی راہوں میں سفر کرنے کے مترادف ہے۔ اس میں اب اہم اور مہم واقعات کی تحلیل کرنے کے ساتھ اس پر اس کے کوائف اور تناظر کے حوالے اور تبصرہ کرنے کا مشکل ترین بلکہ صبر آزما عمل شامل ہے چونکہ دنیا کے کسی فلسفے پر تمام انسانوں کا متفق الرائے ہونا ناممکن ہے۔

تاریخ کوئی قصہ گوئی بھی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ماضی کے نقوش اور مستقبل کے خدّوخال جھلکتے دکھائی دیتے ہیں یہ ایسا مؤثر علم ہے جس کا قوموں کے عروج و زوال، تمدن و معاشرت، اخلاق و عادات پر ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص قدیم زمانے کے واقعات پر غور کرے گا اس کی قوت تدبر اور شمشیر تفکر کو جلا ملتی جائے گی اور وہ زندگی میں بہت کم دھوکہ کھائے گا۔

یونانی مورخ پالبس (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو صدی پہلے گذرا ہے) کی نظر میں انسان اپنے ذاتی اور دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں اسے بہت ساری مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں جبکہ دوسری صورت میں بغیر کسی دشواری کے وہ نفع سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مشہور مورّخ ضیا برنی کا قول ہے کہ ''بے حسب ونسب اور پست انسانوں کو تاریخ اپنی طرف راغب اور متوجہ نہیں کرتی، جو شریف اور عالی نسب ہوتے ہیں وہ علم تاریخ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ ''لالہ لاجپت'' رائے کا ماننا ہے کہ ''کوئی شخص اس وقت تک تعلیم یافتہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ کم از کم اپنے ملک اور اپنی قوم کی تاریخ سے واقف نہ ہو''

اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو واضح ہے کہ تاریخ کے بغیر قرآن کی تفسیر اور فقہ کی تشریح ممکن نہیں ہے احادیث وسیرت (اخبار) نے کسی حد تک اس کام کو آسان بنا دیا ہے۔ المختصر یہ کہ تاریخ وہ علم ہے جس کی طرف پروردگار عالم نے اپنی کتابوں خصوصاً قرآن پاک میں گزشتہ امتوں اور قوموں کے حالات اور واقعات کو بیان کر کے اشارہ کیا ہے۔

جہاں تک کشمیر کی تاریخ نویسی کا تعلق ہے تو کشمیر دنیا کے ان معدودے چند ممالک میں سے ایک ہے جس کی ہزاروں سال پرانی تاریخ پوری تفصیل کے ساتھ آج بھی مکتوبی شکل میں موجود ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں کشمیر میں اسلام پہنچا ہے جس سے مقامی لوگوں کے آداب و رسوم تہذیب وتمدن، اخلاق وعادات میں تبدیلی واقع ہوئی۔ لیکن پھر بھی کشمیر کی تاریخ نویسی میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عہد اسلام شروع ہونے کے بعد کشمیر کی تاریخ نویسی نے اور زیادہ ترقی اور وسعت پائی ہے جس میں کشمیر کے شیعہ مسلمانوں نے ایک اہم اور شاندار کردار ادا کیا ہے۔ ان کی تحریر کردہ قیمتی کتابیں آج بھی تمام مورخوں اور تاریخ نویسوں کے لئے اہم دستاویز اور اصلی منابع کی حیثیت رکھتی ہیں جن سے کوئی مورّخ، کشمیر کی تاریخ لکھتے وقت غفلت کر ہی نہیں سکتا۔

لیکن جب مغلوں نے اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہاں کے بعض تنگ نظر اور کم ظرف افراد کو خرید کر کشمیر میں اپنی حکومت کا اعلان کیا تو انہوں نے شیعوں سے اپنے شاندار ماضی کے نشأۃ ثانیہ کے تمام وسائل اور تعمیر وترقی کے تمام امکانات چھین لئے۔ انہوں نے اپنی حکومت کی استحکام کے لئے یہاں جو نفرت اور مذہبی جنون کی آگ پھیلائی وہ صدیوں تک شعلہ ور ہوتی رہی، جس کی وجہ سے آئے دن شیعوں کا قتل عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔

ایسے پر آشوب حالات میں شیعوں کے وجود کا باقی رہنا کسی معجزے سے کم نہیں تھا، تاریخ نویسی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی بات ہی کیا ہے۔ ایک طرف ان سے تاریخ لکھنے کے مواقع چھین لئے گئے (جس کی وجہ سے شیعوں کی تاریخ نویسی میں ایک اجتماعی خلأ پیدا ہوگیا) دوسری طرف عام مورّخوں نے اگر اپنی تاریخی کتابوں میں کہیں کہیں اختصار کے ساتھ شیعوں کا تذکرہ کیا ہے تو وہ تعصب سے خالی نہیں ہے بلکہ اس سے تنفر کی بو آتی ہے۔

شیعوں کی سیاسی، سماجی، معاشی مجبوریوں سے بعض کوتاہ اندیش مورّخوں نے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کے اعلیٰ اصولوں کو پس پشت ڈال کر تنگ نظری کا ثبوت دیا ہے، جو بات دل میں آئی بغیر کسی ثبوت اور حوالہ کے لکھ دی۔ عصبیت کے جنون میں شیعوں کے عظیم مبلغوں اور ان کے نیک صفت امراء پر ایسی ایسی تہمتیں لگائی گئیں جن سے غیر تو غیر بلکہ خود شیعہ بھی متنفر ہو جائیں گے۔ اگر بعض انصاف پسند کارگزاروں، بعض غیر مسلم مورخین اور شیعہ علماء و مؤرخین کے مخطوطات نہ ہوتے تو قہراً اس کردارکشی کے دفاع میں کچھ بھی نہ رہا ہوتا۔

اسی تعصب کی رو میں بہہ کر کشمیر کے بعض مورّخوں نے تاریخ مرتب کرتے وقت دیدہ و دانستہ طور پر انصاف سے کام نہیں لیا۔ مذہبی جنون میں آکر انہوں نے شیعوں سے منسوب واقعات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا۔ جس کا ثبوت ان کی کتابوں کے ہر ہر ورق پر پایا جاتا ہے جس کی نشاندہی کے لئے مندرجہ ذیل واقعات ہی کافی ہوں گے۔

انہوں نے چک بادشاہوں کے شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے ان کے تعارف میں لکھا ہے کہ چک بادشاہ غیر کشمیری اور اجنبی تھے، جبکہ ان کا آبائی وطن ''داردو'' کشمیر کا جز رہا ہے اور برسر اقتدار آنے تک ان کو کشمیر میں آئے ہوئے تقریباً ڈھائی سو سال کا لمبا عرصہ بیت چکا تھا۔ لیکن ہم مسلک ''شاہ میر'' جو متفق الرائے ایک ''تُرک'' نسل تھا اور کشمیر میں آنے کے صرف بیس سال بعد حکومت پر قابض ہوا، کے بارے میں کسی مورخ نے اس کا تذکرہ تک نہ کیا۔

نیز بہرحال چک بادشاہ صلح آمیز اور پُرامن طور اقتدار پر آگئے تھے جس کے لئے کوئی خون خرابہ نہیں ہوا تھا، جبکہ شاہ میر کے تخت پر قبضہ کرنے کے لئے بہت سارے انسانوں کو موت کی بھینٹ چڑھنا پڑا تھا۔ خود کشمیری مورخین کی نگارشات سے یہ دونوں متضاد واقعات روشن ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مذکورہ مورخین کو جب عدالت پسند چک بادشاہوں کے عدل وانصاف سے انکار ممکن نہ ہوسکا تو عدالت پروری کو ان کی مجبوری اور ظاہری حسن سے تعبیر کرنے لگے، اب وہ مجبوریاں کیا تھیں ان جانبدار مورخین نے واضح نہیں کیا ہے۔ اگر ان کا نقطۂ نظر یہ ہوگا کہ عام مسلمانوں کو دکھانے کے لئے چک بادشاہوں نے سنیوں کے ساتھ ایسا نیک برتاؤ کیا ورنہ حالات بگڑ جانے کا خطرہ لاحق تھا۔ لیکن یہ خطرہ تو سکھ دور اور ڈوگرہ دور میں بھی تھا تو وہاں سکھوں اور ڈوگروں نے مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے وقت کیوں اس کا کوئی لحاظ نہ کیا؟ حالانکہ شیعہ بادشاہوں کے لئے اپنے حامیوں کی اچھی خاصی تعداد بھی ان کے ہمراہ تھی، جبکہ سکھ اور ڈوگرہ تو خالص اقلیت میں تھے۔ لہٰذا اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی مجبوری وغیرہ درکار نہیں تھی بلکہ یہ ان شرافت پسند چک بادشاہوں کی فراخدلی اور مذہبی رواداری کے ساتھ ساتھ اتحاد بین المسلمین کی اعلیٰ مثال تھی جس کی رو سے انہوں نے شیعہ مذہب کے پیرو ہونے کے باوجود اہل سنت بزرگوں کو ملک کے خاص عہدوں پر فائز کیا تھا۔

یہ شیعہ ہی ہیں جنہوں نے ہمیشہ ملک کی دوسری قوموں کے ساتھ صلح آمیز اور پُرامن زندگی گزاری ہے حالانکہ وہ خود بارہا ظلم وتشدد کے شکار ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی تعصب اور مذہبی جنون سے کام نہیں لیا، وہ جب ملک کے بادشاہ بھی بنے تو انہوں نے مرزا حیدر کاشغری یا کسی دیگر ظالم حکمرانوں کی روشوں کو نہیں اپنایا، نہ نہتے عوام سے اس ظلم وتشدد کا انتقام لیا۔ اگر وہ چاہتے تو اپنے مخالفوں کو وزارت کی کرسیوں پر بٹھانے کے بجائے مرزا حیدر کاشغری کی طرح ان سے انتقام لے سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، چونکہ ان کا مذہب ان کو ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے مذہب کے نام پر دوسرے مسلکوں کے ساتھ کوئی سختی اور زور زبردستی روا نہیں رکھی۔

یہ چک بادشاہ ہی تھے جو پابرہنہ اہل سنت صوفیوں کی خدمت میں حاضری دے کر ان کی عزت و احترام کرتے تھے جس کا اعتراف خود اُس زمانے کے ایک بڑے اہل سنت عالم اور صوفی نامدار جناب بابا داؤد خاکیؒ نے اپنے معروف قصیدہ بنام ''قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی'' میں کیا ہے۔ چک حکمرانوں نے ان کی معاشی ضروریات برطرف کرنے کے لئے اپنے خزانوں سے ان کے لئے وظیفے بھی معین

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گرر کھے تھے۔ تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ انہوں نے کسی مسجد، آستانہ، خانقاہ کو گرادیا ہو یا کسی دوسرے مسلک والوں کا قتل یا ان کے ساتھ لوٹ مار کا رویہ رکھا ہو، ان کا دامن تو ایسی پست حرکتوں سے پاک تھا حالانکہ اقتدار میں آنے کے صرف پانچ دس سال پہلے مرزا حیدر کاشغری نے ان کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک روا رکھا تھا جس کو بیان کرنے سے آج بھی قلم شرماتا ہے۔ چونکہ چک بادشاہ کشمیری تھے لہٰذا یہاں کے لوگوں اور اس مادری سرزمین سے پیار کرتے تھے اور یہ وطن دوستی اور حب الوطنی ہی ان کی سب سے بڑی کمزوری تھی جس کی وجہ سے وہ کسی غدار سے سمجھوتہ نہیں کر سکے۔

چک بادشاہوں کو اگر عام مورخوں نے کچھ ناروا تہمتیں لگائی ہیں تو وہ تاریخی اعتبار سے بے بنیاد اور دروغ محض ہیں۔ ان کا نہ کوئی ماٴخذ ہے نہ ہی کوئی حوالہ۔ اور یہ سب بعد میں آنے والے ان مورخوں کی مذہبی شرارت اور ذہنی اختراع ہے جو صرف چک بادشاہ کے شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے ان پر روا رکھی تھی۔

انہوں نے اگر کسی مجرم کو اس کے بد اعمالیوں اور سنگین جرائم کی سزا دی تو یہ عین عدالت ہے۔ چونکہ بہر حال ملک میں امن و امان بحال رکھنے کے لئے ایسے عناصر کو اپنے کئے کے انجام تک پہنچانا ایک لامحالہ امر ہوتا ہے۔ جس میں انہوں نے حتیٰ اپنے بیٹوں کو بھی نہیں بخشا بلکہ ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔

کشمیر کی تاریخ میں شیعہ مظلوم واقع ہونے کے باوجود ظالم کی شکل میں پیش کئے گئے، مغلوں نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے جو نفرت کشمیر کے دو بھائیوں میں پھیلادی اس کا سو فیصد خمیازہ بھی شیعوں ہی کو قتل عام، لوٹ مار اور آتش زنی کی صورت میں صدیوں تک بھگتنا پڑا۔ ان جانبدار اور کج فکر مورّخوں نے حقیقت پسندی کے اعلیٰ اصولوں کو پس پشت ڈال کر مظلوم کے دفاع کے بجائے ہمیشہ ان کو ظالم کے شکل و صورت میں پیش کیا۔

انہوں نے جب ہندوؤں کو سلطان سکندر کے ذریعہ زور زبردستی مسلمان بنانے نیز اس کے ذریعے گرائے گئے بے شمار مندروں کا تذکرہ کیا تو شاباشی دے کر سلطان کی جارحیت کو جہاد جیسا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مقدس اور پاکیزہ نام دینے کے علاوہ اسے ''بت شکن'' کے عظیم لقب سے نوازا۔ اس کے برعکس اپنے حریف کی منطقی تبلیغ کو برداشت نہ کر کے اس پر زور زبردستی بے بنیاد الزام عائد کیا۔

شیعہ حکمران یوسف شاہ چک کو صرف ناچنے اور گانے کا دلدادہ کہا جاتا ہے، لیکن وہیں بڈشاہ کے عیش ونوش اور رقص وسرور کی محفلوں کو تحفظ ادب اور کشمیری تہذیب وثقافت کے عروج کا نام دے کر اس پر فخر ومباہات کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مورخوں نے اپنے مخالفوں کو زیر کرنے کا منصوبہ تاریخ لکھنے سے پہلے ہی بنالیا تھا۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ چک بادشاہ ہر قسم کے عیوب اور نقائص سے بری تھے یا ان کے عیوب کو ظاہر نہیں کرنا چاہئے یہ تو انصاف پسند مورخ کا فرض ہے کہ وہ تحقیق کے ساتھ واقعات کو بیان کرے۔ میں نہ تو چک خاندان کا وکیل ہوں نہ ہی ان کو گناہوں سے بری جانتا ہوں، کون کہتا ہے کہ ان سے غلطیاں سرزد نہیں ہوئیں؟ لیکن ان کے ہر مثبت اور تعمیری کام کو بھی شکوک اور شبہات کی نظر سے دیکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ چک دور میں کشمیری امراء کے حصول اقتدار کی تحریکوں کو مذہبی لڑائیوں کا نام دینا کہاں تاریخی اصول سے میل کھاتا ہے؟

کیا شاہ میری بادشاہوں سے غلطیاں سرزد نہ ہوئیں؟ تو چک بادشاہوں کی معمولی غلطیوں کو اچھال کر ان کی بہت ساری اچھائیوں پر پردہ ڈالنا کیا جانبداری نہیں ہے؟ ان موّرخوں نے میر شمس الدین عراقی اور عدالت پسند حکمرانوں پر یہ بے بنیاد الزام عائد کیا ہے کہ ان کے دور سے کشمیریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ گویا میر عراقی اور چک دور سے پہلے کشمیریوں میں اختلاف اور تفرقہ نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔ حالانکہ کشمیر میں دورِ اسلام کے شروع ہی سے (رینچن شاہ المعروف صدر الدین کے انتقال کے بعد) کشمیری امراء جن میں خود ''شاہ میر'' بھی شامل تھا، حصول تخت کے لئے جنگیں ہوتی رہیں ہیں۔ ان جانبدار مورخوں کی نظروں میں شاہ میر، اس کے بعد ان کے بیٹوں جمشید اور سلطان علاء الدین، اسی طرح سلطان سکندر کے فرزندوں علی شاہ اور بڈشاہ، اس کے بعد پھر بڈشاہ کے آخری ایام ہی میں اس کے تین بیٹوں حاجی خان، بہرام خان اور ادھم خان کے مابین جنگیں اس لئے نظر نہیں آتی ہیں کہ آپسی جنگوں کا یہ طوفان برپا کرنے والے لوگ ان کے ہم مذہب تھے۔ اسی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لئے ان کو اپنے عیب کی پردہ پوشی کا خیال رہا۔

المختصر یہ ہے کہ تخت وتاج کے حصول کی لڑائیاں ہمیشہ دنیا کی تاریخ میں ہوتی رہی ہیں اور کشمیر میں بھی ہمیشہ سے تھیں، چاہے وہ شاہ میری دور تھا یا چک دور۔ لیکن شاہ میری دور میں ہوئی لڑائیوں سے انکار کر کے صرف چک دور کی لڑائیوں پر انگلی اٹھانا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

حالات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے عروج پانے اور شیعہ بادشاہت کے قیام کے بعد شیعوں کے سیاسی رقیبوں کو انہیں زیر کرنے کے لئے اُن کا شیعہ مذہب ہونا ان کے لئے ایک آلہ کار اور بہانہ تھا جس سے وہ عوام کو دھوکہ کر ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ تاریخ میں یہی ملتا ہے کہ چک حکمرانوں کے سیاسی مخالفین جب بھی شکست سے دوچار ہوتے تھے تو عوامی حمایت حاصل کرنے کے لئے اپنی سیاسی جنگوں کو مذہبی رنگ دیا کرتے تھے۔

راقم الحروف کا یہ تجزیہ ہے کہ چک دور یا اس سے پہلے کشمیر میں تمام لڑائیاں اور بغاوتیں حصول اقتدار کے لئے تھیں جن کا کسی بھی طرح دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مذہبی لڑائیوں کے بجائے سیاسی جنگیں ہونے کی وجہ سے ہی یہاں شیعہ، شیعہ کے خلاف، سنی سنی کے خلاف یا کبھی شیعہ سنی کے خلاف تو کبھی سنی شیعہ کے خلاف لڑتے تھے۔

یہاں شیعہ وسنی میں اصل نفرت اور ایک دوسرے سے دوریاں یقیناً مغل دور سے باضابطہ طور پر شروع ہوئی ہیں۔ ورنہ چک دور کے آواخر تک شیعہ وسنی دو بھائیوں کی طرح رہتے تھے اور آپس میں رشتے ناتے بھی ہوا کرتے تھے۔ جامع مسجد میں ائمہ معصومین (علیہم السلام) کے نام خطبہ پڑھا جاتا تھا، جس میں اعتقاد ومحبت کا عنصر غالب تھا۔ نماز جمعہ فریقین حنفی پیشواؤں کے پیچھے پڑھتے تھے اور قاضی بھی حنفی ہوتے تھے ارکان سلطنت بھی زیادہ تر سنیوں پر مشتمل تھے۔ شیعہ حکمران ہونے کے باوجود ملک میں حنفی قوانین رائج تھے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے ذمہ دار صرف مغل حکمران ہی رہے ہیں۔

بہر حال چک دور کے بعد شیعوں کو پھر کبھی سر اٹھانے نہیں دیا گیا۔ البتہ بیسویں صدی شروع ہونے کے بعد یہ امیدیں کی جارہی تھیں کہ دنیا میں رونما ہورہی روزانہ کی تبدیلیوں سے شیعوں کی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سابقہ زندگی میں بھی کچھ تبدیلی آئے گی جس کے لئے حالات بھی سازگار تھے لیکن یہ صدی شروع ہوتے ہی وہ عروج کے بجائے اندرونی تفرقہ اور گروہ بندی کی شکل میں زوال کی ایسی گہری وادی میں گرے جہاں سے نکلنے کے لئے عمر نوحؑ اور صبر ایوبؑ کے کم پڑنے کا اندیشہ ہے۔

اس صدی میں وہ اپنا ہدف ہی کھو بیٹھے۔ان کی ساری طاقت ایک دوسرے کو گرانے اور نیچا دکھانے میں صرف ہوئی۔آج ہماری قوم زندگی کے ہر میدان میں پسماندہ ہے۔ان کی مجموعی حالت کسی بھی لحاظ سے قابل اطمینان اور تسلی بخش نہیں ہے۔فرقہ پرستی اپنے عروج پر ہے اور اس ملّت کا استحصال بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

کشمیری شیعوں کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ان کی ماضی کی تاریخ کسی ایک کتاب میں تفصیلی طور پر موجود نہیں ہے اگرچہ مرحوم حکیم صفدر ہمدانی صاحب نے کافی زحمت کر کے ''تاریخ شیعیان کشمیر'' میں ان کی تاریخ قلمبند کی ہے جو یقیناً میرے لئے بہت معاون و مددگار ثابت ہوئی۔تاہم گزشتہ زمان کے ساتھ جدید تحقیق، تجزیہ اور تحلیل کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

راقم الحروف نے دو سال پہلے خداوند عالم کی مدد اور ائمہ معصومینؑ کی عنایت سے اس خلاً کو پُر کرنے کا ارادہ کیا اور دو سال کی دن رات کی محنت سے زیر نظر کتاب مرتب کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

مسودہ کی تیاری کے لئے متعدد کتب کی ورق گردانی، اہم شخصیات سے مذاکرات یا رابطہ کشمیر و بیرونی کشمیر (ایران میں رہتے ہوئے) حوالہ جات و مأخذ کی فراہمی، مطالعہ و تجزیہ و تحلیل اور پھر بے قراری و بے آرامی تب کہیں ایک جامع کتاب تیار ہوئی۔

میں نے کتاب کی چھٹی فصل میں شیعوں کے موجودہ حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، جن کے مطالعہ سے قوم کے ہر درد مند انسان کا دل درد کی کسک کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔اگر اس کتاب خصوصاً چھٹی فصل سے شیعوں کو موجودہ زبوں حالی اور اپنی پست حالت کا ذرہ برابر بھی احساس ہو جائے اور مرحوم حکیم صفدر ہمدانی کے بقول ان کے مردہ ضمیر میں حرارت اور زندگی کی لہر پھر دوڑنے لگے تو یقیناً میں اپنے آپ کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب شخص سمجھوں گا کہ میرے دنوں کا آرام اور بے شمار راتوں کا چین و سکون یوں ہی برباد نہ ہوا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نیز یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کتاب کے لکھنے کا میرا مقصد صرف لوگوں کی فکری و عملی اصلاح ہے کسی پر بھی طنز و طعن (چاہیے شیعہ ہو یا سنی) مقصود نہیں ہے۔ میرا نظریہ ہے کہ طنز و طعن وہی لوگ کرتے ہیں جن کی گفتگو حق و صداقت سے عاری ہوتی ہے۔

میں اس کتاب کے حوالے سے کسی قسم کے دعویٰ کی جسارت نہیں کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اس میں ابھی بہت ساری کمیاں اور خامیاں ہو سکتی ہیں، لہٰذا مجھے احساس ہے کہ یہ کتاب ''شاندار تاریخ شیعیان کشمیر'' کا ایک ابتدائی قدم ہے۔ انشا اللہ شیعہ محققین اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے، اس لئے میری قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کتاب میں کہیں کوئی کمی یا غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تا کہ معقول و مستند ہونے کی صورت میں طبع ثانی میں اس کمی اور غلطی کا ازالہ کیا جاسکے۔

آخر میں ان تمام احباب اور دوستوں خصوصاً مدرسہ امام خمینیؒ کے مسؤل حجۃ الاسلام والمسلمین جناب ہاشمیان صاحب، محترم اساتید ڈاکٹر نعمت اللہ صفری، ڈاکٹر اللہ اکبری نیز جناب سید محمد انیس کاظمی صاحب، جناب جسٹس حکیم امتیاز حسین صاحب، جناب علی محمد قاسمی، فدا حسین جو بالہامہ، برادر عزیز مولانا مسرور عباس انصاری صاحب اور مولانا مظفر حسین بٹ صاحب، نیز مولانا سید سجاد اور مولانا سید ظہیر صاحب پونچھ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس کتاب کے لکھنے پر میری حوصلہ افزائی کی ہے اور اپنے زرّین مشوروں اور معلومات سے مستفیض فرمایا، اس سلسلے میں راقم اپنے والدین کا بھی بے حد شکر گزار ہے کہ جنہوں نے بوڑھاپے میں زندگی کا بوجھ خود ہی اپنے کاندھوں پر لے کر مجھے علم دین حاصل کرنے اور اس کتاب کو لکھنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس کے بعد میں اپنے اہل و عیال خصوصاً اہلیہ محترمہ کا بھی نہایت ممنون ہوں جس نے دو سال تک کتاب کی تدوین کے دوران میری مشغولیت کی سبب بہت زحمتوں کا خندہ روئی سے استقبال کیا اور قدم قدم پر اس امر کی تکمیل میں میرا تعاون کیا، اپنے معصوم بچوں کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس طویل مدت میں کماحقہٗ شفقت پدری کی محرومی پر صبر کیا۔

یہ فہرست تشنہ طلب رہے گی اگر میں ''جناب غلام علی گلزار صاحب'' کا تذکرہ نہ کروں جنہوں نے چھٹی فصل کے مطالب جمع کرنے میں کافی تعاون دینے کے علاوہ اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود بڑی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فراخدلی سے اس کتاب پر نظر ثانی کر کے بہت سارے مفید مشورے دے کر معلومات میں اضافہ کیا۔

خوشبوئے از مشک عبیر آمد ز بستان کشمیر
با تاج جاہ و لطافت تاریخ گلزار کشمیر(۱۴۲۹ھ)

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نہ مانم این ماند یاد گار

غلام محمد گلزارؔ بن غلام حسن بن مرحوم محمد جعفر متو ، محلہ مقدم پورہ شالنہ پانپور

15.9.2009

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پہلی فصل

شیعہ مذہب کا آغاز اور پیدائش

لفظ ''شیعہ'' کے لغوی اور اصطلاحی معانی

جو کوئی عربی لغات اور قرآن مجید پر نظر ڈالے گا، اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ لفظ شیعہ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ شیعہ عموماً کبھی پیروکاران اور یاران تو کبھی مشایعت، یعنی اطاعت اور پیروی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن خصوصاً اس کا اطلاق بلکہ اکثر حضرت علیؑ اور آل محمدؐ کو دوست رکھنے والوں پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ نام ان کے ساتھ ہی مخصوص ہو کر رہ گیا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ فلاں شخص شیعہ ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ شخص حضرت علیؑ اور ان کے آلؑ کا ماننے والا ہے۔

لغت اور قرآن کی آیتوں میں لفظ شیعہ کے مذکورہ معنی میں استعمال ہونے کے سلسلے میں مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے ہم یہاں پر بعض اہل لغت کے اقوال کو نقل کرتے ہیں۔

لغت میں شیعہ کے معنی

ا۔ فیروز آبادی، قاموس اللغۃ میں لکھتے ہیں کہ '' شیعۃ الرجل ''یعنی کسی کے پیروکار اور دوست اور اس کا اطلاق مفرد، تثنیہ (یعنی دو افراد) جمع، مذکر و مونث پر یکساں ہوتا ہے یہ نام علیؑ اور اہلبیتؑ کو

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دوست رکھنے والوں پر اتنی کثرت سے استعمال ہوا کہ یہ نام ان ہی سے مخصوص ہو کر رہ گیا (۱)

۲۔ جوہری الصحاح میں لکھتے ہیں کہ:۔ کسی کے پیروکاروں اور دوستوں کو اس کا شیعہ کہا جاتا ہے (۲)

۳۔ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں کہ:۔ جو لوگ کسی کام یا کسی کی مدد کے لئے ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں اور اس کی طرفداری میں ایک گروہ کو تشکیل دیں (ان تمام افراد کو) تو ان کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ شیعہ کا لفظ اطاعت اور پیروی کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص شیعوں میں سے ہے، تو اس کی مراد اس سے اس شخص کا شیعہ مذہب پر ہونا ہے اور اگر کہا جائے کہ شیعہ مذہب ایسا ہے یعنی شیعوں کے نزدیک ایسا ہے (۳)

۴۔ ابن منظور ''لسان العرب'' میں تحریر کرتے ہیں جو لوگ کسی کام کے لئے جمع ہو جائیں وہ شیعہ کہلاتے ہیں اور ہر گروہ جو ایک خاص نظریہ کی پیروی کرے اسے شیعہ کہا جاتا ہے (۴)

۵۔ ابن خلدون مقدمہ ''العبر'' میں رقمطراز ہیں کہ شیعہ لغوی لحاظ سے دوستوں اور پیروکاروں کے معنی میں ہے اور فقہاء اور متکلمین کی اصطلاح میں اس کا اطلاق (حضرت) علیؑ اور ان کے فرزندوں کے پیروکاروں پر ہوتا ہے (۵)

اصطلاح میں شیعہ کے معنی

اصطلاح میں شیعہ ان مسلمانوں کو کہا جاتا ہے جو پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ کا برحق جانشین مانتے ہیں۔

۱۔ الملل والنحل کے مصنف شہرستانی لکھتے ہیں کہ شیعہ وہ لوگ ہیں جو (حضرت) علیؑ کی

۱۔ قاموس اللغۃ ج ۳ ص ۴۷۔

۲۔ صحاح اللغۃ ج ۱ ص ۶۳۔

۳۔ تاج العروس ج ۵ ص ۴۰۵۔

۴۔ لسان العرب ج ۱۰ ص ۵۵۔

۵۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پیروی کرتے ہیں اور ان کی امامت اور خلافت کو نص (۱) کے ذریعہ قبول کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ سوائے ظلم کے امامت آپؑ سے دور نہیں ہو سکتی (۲)

قرآن میں لفظ شیعہ کے معنی

قرآن میں بھی لفظ شیعہ پیروکار اور ساتھی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سورہ صافات کی آیت میں خداوند عالم حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ کے متعلق فرماتا ہے:۔

وانّ من شیعتہٖ لابراھیم(۳)

''اور یقیناً نوحؑ ہی کے پیروکاروں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے''

ایک اور جگہ جناب موسیٰ اور ان کے ایک ماننے والے کے متعلق آیا ہے کہ:۔

''فاستغاثہُ الذی من شیعتہٖ علی الذی من عدُوہٖ''(۴)

یعنی ''تو جو (شخص) ان کے (یعنی موسیٰؑ کے) پیروکاروں میں سے تھا۔ اس نے دشمن کے ظلم کی وجہ سے فریاد کی''

''زمخشری تفسیر کشاف کی دوسری جلد میں اس آیہ کی تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یعنی بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو حضرت موسیٰ کے دین کے پیروکار تھے (۵)

پس ہم خلاصہ کے طور پر یہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ لغت و قرآن میں شیعہ کے معانی پیروکار اور ساتھی کے ہیں اور اصطلاح میں شیعہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو پیغمبرؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں، اور ان کے بعد اُن کی نسل سے دیگر گیارہ اماموں کی اطاعت کرتے ہیں۔

۱۔ خدا اور رسول کے حکم سے۔

۲۔ الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۱۔

۳۔ صافات آیہ ۸۳۔

۴۔ قصص آیہ ۱۵۔

۵۔ تفسیر کشاف، جلد ۲ صفحہ ۳۷۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعہ، پیغمبر اکرمؐ کی احادیث میں

لغت میں انبیاء کے صحیح اور واقعی ماننے والوں کو "ان کے شیعہ اور پیروکار" کہا گیا ہے، خداوند عالم نے بھی انبیاء کے پیروکاروں کے لئے لفظ شیعہ استعمال کیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس عنوان (شیعہ) کو حضرت علیؑ کے پیروکاروں اور طرفداروں کے لئے انتخاب کیا ہے(۱) پس اسلام میں شیعہ یعنی اہل بیتؑ پیغمبرؐ کے چاہنے والے۔ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں اہل بیتؑ، اصحاب کساءؑ ان لوگوں کو کہا جاتا تھا، جنہیں پیغمبر اکرمؐ عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

ان کے بعد اہل بیتؑ کا دائرہ امام حسینؑ کی نسل سے ان کے نو معصوم فرزندوں تک جاتا ہے اور جو سب مل کر چودہ معصومین (علیہم السلام) کہلائے جاتے ہیں۔ اہل سنت کے ذریعہ وارد ہوئی روایت "اثنی عشر خلیفہ" کے مطابق پیغمبرؐ کے خلیفہ بارہ ہیں۔ جن کا اطلاق واضح طور پر اسی سلسلہ سے متعلق ہے اور شیعوں کے مطابق وہ بارہ امام ہیں۔ جن کے پیروکار شیعہ ہیں۔

اب ہم یہاں پر پیغمبر اکرمؐ کی ان بے شمار احادیث، جو آپؐ نے شیعیان علی کی فضیلت میں ارشاد فرمائی ہیں، میں سے چند احادیث کو اہل سنت برادران کی مستند اور صدیوں پرانی لکھی گئیں کتابوں سے نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ ابن حجر ھیثمی مکی اپنی مشہور اور معروف کتاب "الصواعق المحرقہ" میں لکھتے ہیں کہ حافظ الدین زرندی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب "اِنّ الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البرّیۃ"، یعنی "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے ہیں وہ بہترین مخلوق ہیں" (۲) کی آیت نازل ہوئی تو پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ سے فرمایا: ھو انت و شیعتک تاتی انت و شیعتک یومَ القیامةِ راضین مرضین، یعنی وہ (بہترین مخلوق) تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ تم اور

۱۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

۲۔ سورہ بیّنہ، آیہ ۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تمہارے شیعہ قیامت میں ایسی حالت میں وارد ہوں گے کہ تم خدا سے، اور خدا تم سے راضی وخوشنود ہوگا (۱) اس حدیث کو اہل سنت کے ایک اور بلند پایہ عالم دین ''ابن اثیر'' نے بھی اپنی کتاب ''نھایہ'' میں نقل کیا ہے (۲)

۲۔ جابر بن عبداللہ سے نقل ہوا ہے کہ

''کنا عند النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلّم فاقبل علی بن ابی طالب فقال رسول اللہ قد اتاکم اخی ثم التفت الی الکعبہ فضربھا بیدہِ ثم قال والذی نفسی بیدہ ان ھذا و شیعته ھم الفائزون یوم القیمة'' (۳)

یعنی ''ہم پیغمبرؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علیؑ آئے، تو رسول اللہؐ نے فرمایا: میرے بھائی آئے ہیں۔ پھر کعبہ کی طرف رخ کر کے علیؑ کے بازو پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کے دن علیؑ اور ان کے شیعہ کامیاب ہیں'' یہ حدیث بھی اہل سنت کی بہت ساری معتبر کتابوں میں نقل ہوئی ہے جن میں سے ہم نے صرف دو ہی کتابوں کا حوالہ نقل کیا ہے۔

۳. عن ام سلمه و عن علی :قال رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم لعلی (علیه السلام) انت و شیعتک فی الجنة (۴)

۴. عن علی بن ابیطالب قال :قال رسول الله یا علی اذا کان یوم القیمه یخرج قوم من قبورهم لباسهم من النور و.....فقال علی کرم الله وجهه :تبارک الله ما اکرم قوماً علی الله ؟قال رسول الله یا علی هم اهل ولایتک و شیعتک و محبوبک، یحبونک بحُبی و یحبونی بحبُ الله وهم الفائزون یوم القیمة(۵)

۱۔ الصواعق المحرقہ ۹۸و۹۹۔

۲۔ نھایہ ج ۳ صفحہ ۲۷۶۔

۳۔ مناقب خوارزمی ص ۶۲، تفسیر در المنثور ج ۶ ص ۳۷۹۔

۴۔ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۲۹۔۔ ام سلمہ اور علی (علیہ السلام) سے نقل ہے کہ رسول اللہ نے علیؑ سے فرمایا: تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہوں گے۔

۵۔ تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۴۶، احقاق الحق ج ۱۷ ص ۲۶۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یعنی ''علی بن ابی طالب، پیغمبر (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا ''قیامت کے دن کچھ لوگ ایسی حالت میں قبروں سے اُٹھیں گے کہ انہوں نے نور کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ علی (کرم اللہ وجہہ) نے عرض کیا، وہ کون سی قوم ہوگی جس پر پرودگار عالم اتنا مہربان ہوگا۔ تو رسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فرمایا وہ تمہارے شیعہ دوست اور تمہاری ولایت کے قائل ہوں گے۔ وہ تمہیں میری محبت کی خاطر اور مجھے خداوند عالم کی دوستی کی خاطر دوست رکھتے ہوں گے۔ وہ لوگ قیامت کے دن کامیاب ہیں''

۵. ان النبی قال لعلی، انت و شیعتک تردون علی الحوض رواً مرویین مبیضة و جوهکم وان عدوک یردون علّی لها مصمحین (۱)

یعنی'' نبی اکرمؐ نے علیؑ سے فرمایا: کہ تم اور تمہارے شیعہ سیرابی کی حالت میں حوض کوثر پر آؤ گے۔ تمہارے چہرے تابناک اور درخشان ہوں گے۔ درحالیکہ تمہارے دشمن وہاں سرگردان بھٹک رہے ہوں گے۔''

نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی فضیلت میں جتنی احادیث ارشاد فرمائی ہیں، مذکورہ احادیث ان کے برابر سمندر میں سے قطرہ کی مثال رکھتے ہیں۔

ان احادیث کو یہاں بیان کرنے سے میری غرض یہ نہیں تھی کہ کتاب کا مطالعہ کرنے والے کو ان احادیث (جن میں پیغمبر اکرمؐ نے شیعیان علیؑ کو بہشت اور حوض کوثر کی بشارت دی تھی اور جن پر شیعیان حیدر کرار تا روز قیامت فخر و مباہات کر سکتے ہیں) سے آگاہ کروں۔ بلکہ غرض وغایت صرف یہ بتانا تھا کہ شیعہ وہ لفظ ہے جس کا اطلاق حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اپنے خاندان سے محبت اور دوستی رکھنے والوں پر کیا ہے۔ اور یہ لفظ خود آنحضرتؐ کے زمانے سے ہی رائج چلا آرہا ہے۔ اور بسا اوقات ان نفوس کی نشاندہی فرمائی ہے کہ جن کو دوست رکھنا واجب ہے۔

۱۔ مناقب علامہ عینی ۹۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعہ مذہب کا ظہور اور اس کے محرکات

مورخین نے ''شیعہ مذہب'' کے وجود میں آنے کے بارے میں عمداً اور قصداً افراط اور تفریط سے کام لیا ہے۔ اور شیعہ مذہب کا آغاز پیغمبر اکرم کی وفات کے بعد قرار دے کر اس کی ابتدا اور آغاز کے بارے میں بہت سارے نظریے بیان کئے ہیں۔ جن میں سے ہم بعض کو یہاں نقل کر کے خود برادران اہل سنت کی کتابوں سے حوالہ دے کر غلط ثابت کریں گے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ''شیعہ مذہب'' پیغمبر کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو سقیفہ (۱) میں خلیفہ بنائے جانے کے بعد وجود میں آیا، چونکہ بعض اصحاب اور بنی ہاشم (۲) علیؑ کو حضرت ابوبکر پر ترجیح دیتے تھے، لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور مسلمانوں کی اکثریت سے جدا ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ ''شیعہ مذہب'' کا آغاز حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد سے ہوا ہے۔ چنانچہ ''ابن حزم'' کہتے ہیں ''رافضی (یعنی شیعہ) مسلمان نہیں ہیں اور پیغمبر کی وفات کے پچیس برس بعد وجود میں آئے'' (۳)

بعض کے نزدیک ''شیعہ مذہب'' جنگ جمل کے زمانے میں اس وقت وجود میں آیا، جب طلحہ اور زبیر نے قتل عثمانؓ کے قصاص کے بہانے سے علیؑ کی مخالفت کی، تو علیؑ نے خدا کے حکم کی روشنی میں ان سے جنگ کی، تو اس دوران (حضرت) علیؑ کے ماننے والوں نے خود کو ''شیعہ و شیعی'' کہا (۴)

بعض کہتے ہیں کہ شیعہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی لشکر سے خوارج کے جدا ہونے کے وقت، وجود میں آئے ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ ''مذہب شیعہ'' کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ حالانکہ تحقیقی کتب سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس شخص کا کہیں خارجی وجود ہی نہیں تھا۔ یا اسی طرح بعض کہتے ہیں کہ ''شیعہ مذہب

۱۔ وہ جگہ جہاں حضرت ابوبکر کو خلیفہ و جانشین پیغمبر بنایا گیا۔

۲۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان۔

۳۔ الفصل ج ۲ ص ۷۸۔

۴۔ الامام الصادق ج ۲ ص ۳۲۔ فہرست ابن ندیم طبع سوم امیر گرجی ۳۲۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''ایرانیوں کا بنایا ہوا''مذہب'' ہے۔جس کے وجود میں لانے کی کچھ سیاسی محرکات تھے، وہ یہ کہ ایرانیوں نے عربوں سے بدلہ لینے کے لئے اسلام کی نابودی کی خاطر ''شیعہ مذہب'' کو وجود بخشا!

اسی طرح کے اور بھی بہت سارے نظریے ہیں، جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔اس مقام پر اگر ہم شیعوں کی کتابوں سے یہ ثابت کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ''مذہب شیعہ'' کی بنیاد پیغمبر اکرمؐ کے مبعوث ہونے کے ساتھ ہی پڑی تھی، تو شاید اہل سنت برادران کو اطمینان نہ ہو، لہٰذا ذیل میں خود ان کی ہی کتابوں سے ثابت کیا جائے گا کہ شیعہ مذہب پیغمبرؐ کے زمانے میں ہی وجود میں آیا تھا۔

ا۔احمد امین لکھتے ہیں کہ مذہب تشیع کی داغ بیل اُن لوگوں نے ڈالی جن کا اعتقاد یہ تھا کہ پیغمبرؐ کے بعد ان کے اہل بیتؑ ہی اُن کی جانشینی اور خلافت کے مستحق ہیں۔اور شیعہ کا لفظ پہلی بار پیغمبرؐ کے زمانے میں ہی استعمال ہوا تھا اور حضرت سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار یاسر، اسی نام (شیعہ علی) سے شہرت رکھتے تھے (ا)

۲۔محمد عبداللہ عنان لکھتے ہیں کہ کلمہ ''شیعہ'' گفتگو اور محاورات میں علیؑ اور ان کے فرزندوں کے طرفداروں پر اطلاق ہوتا ہے۔اُنہیں ''شیعہ اہل بیت'' بھی کہا جاتا ہے۔اگر ہم یہ کہیں کہ شیعہ جنگ جمل کے زمانے سے وجود میں آئے ہیں تو یہ غلط ہے۔چونکہ شیعہ کا آغاز اور ظہور، پیغمبرؐ کے زمانہ سے ہوا تھا، جب پیغمبر اکرمؐ کو خدا کی طرف سے ''و أنذر عشیرتک الاقربین'' (۲) (یعنی اپنے رشتہ داروں کو دین کی طرف دعوت دو) کا حکم ملا، تو آپؐ نے اپنے رشتہ داروں کو دعوت دی۔دعوت دین کے بعد، آنحضرتؐ نے واضح طور پر مخاطبین سے فرمایا ''تم میں سے جو کوئی بھی میری دعوت قبول کرنے میں سبقت کرے گا، وہی میرے بعد میرا جانشین، میرا وصی و وزیر ہوگا'' علیؑ سب سے پہلے اُٹھے اور پیغمبر کی دعوت کو قبول کیا۔تو پیغمبرؐ نے (حضرت) علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ تمہارے درمیان میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں۔پس ان کی بات مانو اور ان کے فرمانبردار رہو (۳)

ا۔فجر الاسلام ص ۲۱۷۔حاضر العالم الاسلامی ج ا ص ۱۸۸۔
۲۔سورہ شعراء آیت ۲۱۴۔
۳۔روضات الجنات بہ نقل از تاریخ الجمعیات السریہ ص ۲۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ محمد علی کرد ''شیعہ مذہب'' کے وجود میں آنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے بزرگ اصحاب میں سے بعض آپ کے زمانے میں ہی علیؑ کی دوستی اور ولایت میں شہرت رکھتے تھے۔ مثلاً سلمان فارسی یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے پیغمبرؐ سے اس بنیاد پر بیعت کی کہ ہم لوگوں کو نصیحت وہدایت کرنے سے کوتاہی نہ کریں اور (حضرت) علیؑ کے محب اور پیروکار رہیں۔

یا جیسے ابو سعید خدری کہا کرتے تھے کہ ''لوگوں سے پانچ چیزوں پر عمل کرنے کے لئے کہا گیا تھا، لیکن انہوں نے چار چیزوں پر عمل کیا اور ایک کو چھوڑ دیا۔ جب پوچھا گیا وہ چار چیزیں کونسی ہیں (جس پر عمل کیا گیا) جواب دیا، نماز، روزہ، زکات، حج۔ پوچھا گیا وہ ایک چیز کونسی تھی (جس پر عمل نہیں کیا گیا) تو کہا ولایت (جانشینی وخلافت) علی ابن ابی طالبؑ۔ جب پوچھا گیا کہ کیا ولایت علیؑ بھی واجبات میں سے ہے؟ تو جواب دیا ہاں کیوں نہیں''

اس کے علاوہ ابوذر، عمار یاسر، حذیفہ بن یمان، خزیمہ بن ثابت، ذوالشہادتین (۱) ابوایوب انصاری، خالد بن سعید بن عاص اور قیس بن سعد بن عباد (۲) بھی ''شیعیان علیؑ'' کہلاتے تھے۔

۴۔ ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں بعض صحابہ، علیؑ کے شیعہ تھے۔ مثلاً ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، جابر بن عبداللہ، ابی بن کعب، ابوالطفیل عامر بن وائلہ، عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد۔ عمار یاسر اور ابوایوب انصاری (۳)

۵۔ ابوحاتم، احمد بن حمدان (متوفی ۳۲۲ہجری) لکھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ ''شیعہ'' ایک خاص گروہ کا لقب ہے، جو اسلام میں آشکار ہوا۔ اور یہ لقب چار صحابیوں ابوذر، سلمان، عمار یاسر اور مقداد بن اسود کا تھا۔ (پھر) جنگ صفین میں علیؑ کے پیروکاروں پر ''شیعہ علی'' (رضی اللہ عنہ) ہونے کا اور معاویہ کے طرفداروں پر ''سنی'' ہونے کا اطلاق ہوا ہے۔ (۴)

۱۔ ذوالشہادتین یعنی جس کی گواہی اور شہادت دو افراد کے مساوی تھی۔

۲۔ خطط الشام ج ۵ ص ۱۵۱۔

۳۔ النظم الاسلامیہ ص ۹۶۔

۴۔ الامام الصادق ج ۱ ص ۲۲ بہ نقل از روضات الجنات۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اب اگر یہ چاہیں کہ تمام ان روایات واحادیث کو یہاں بیان کریں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کا آغاز خود آنحضرتؐ کے زمانے ہی تھا، تو اس کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ اور اس صورت میں ہم اپنے اصل موضوع ''تاریخ شیعیان کشمیر'' سے دور ہو جائیں گے۔

لہٰذا بس انہی اخبار و روایات اور آخر میں ''ابوحاتم رازی'' کی ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

''روضات الجنات'' کے اٹھائیسویں صفحہ میں ''کتاب الزّینہ'' سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں جو نام سب سے پہلے ظاہر ہوا ہے وہ نام ''شیعہ'' ہے اور یہ نام چار صحابہ یعنی ابوذر، سلمان، مقداد اور عمار یاسر کا لقب تھا۔ یہاں تک کہ جنگ صفین میں یہ نام علیؑ کے دوستوں کے بارے میں مشہور ہوا ہے (۱)

اب جبکہ ہم پیغمبرؐ کے زمانے میں شیعوں کے وجود میں آنے کے بارے میں بیان کر چکے ہیں اور جان گئے ہیں کہ شیعہ مذہب کے منادی صحابہ کرام تھے اور انہوں نے پیغمبرؐ کے حکم کے مطابق ہی اس پودے کی آبیاری کی تھی۔ درحالیکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ پیغمبرؐ ہرگز اپنی مرضی سے کوئی کلام نہیں کرتے (۲) آپؐ نے ہی حضرت علیؑ کو اور ان کے دوستوں اور پیروکاروں کو رضائے الٰہی کی بشارت کے ساتھ ساتھ فرمایا تھا کہ شیعہ پیغمبر اسلامؐ کے دائیں اور بائیں جنت میں وارد ہوں گے۔

ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر ایسے افراد کا انحراف واضح ہو جاتا ہے جو ان احادیث کے باوجود مسلکی اختلاف کو بنیاد بنا کر آغازِ تشیع کو عبداللہ بن سبا یہودی یا دوسری چیزوں کی طرف ناروا نسبت دیتے ہیں جب کہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ ''عبداللہ بن سبا'' فرضی شخص ہے جس کا ڈھونگ کردار کشی کے لئے بنی امیہ کی سازش سے رچایا گیا تھا۔

شیعوں کا اہل سنت سے اختلاف اور جدا ہونے کا سبب

پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک حضرت علیؑ کی قدر و منزلت اور خاص مقام، نیز ان کی جانشینی اور خلافت بلافصل

۱۔ روضات الجنات ص ۸۰۔

۲۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ سورہ نجم آیہ ۳۔۴، یعنی ''اور وہ (پیغمبرؐ) اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ہیں اس کا کلام وحی الٰہی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پر آنحضورؐ کی بہت ساری احادیث کے پیش نظر، صحابہ کی ایک جماعت آنحضورؐ کے بعد حضرت علیؑ کو ہی ان کا خلیفہ اور جانشین تسلیم کرتی تھی، اور وقت احتضار نبی اکرمؐ کے ظاہری حالات نیز آپ کے اقدامات کی روشنی میں حضرت علیؑ کے خلیفہ منتخب ہونے کی منتظر تھی (۱)

لیکن ان احادیث واقدامات کے برخلاف نبی اکرمؐ نے جوں ہی رحلت فرمائی اور آپؐ کے اہل بیتؑ اور بعض صحابہ کرامؓ ابھی آپ کی تکفین وتدفین میں مشغول تھے کہ انہیں خبر ملی کہ بعض لوگوں نے کسی کو اطلاع دیئے بغیر مسلمانوں کے لئے (حضرت ابوبکر کو) خلیفہ معین کر دیا ہے (۲)

حضرت علیؑ اور ان کے بعض اصحاب مثلاً حضرت عباسؓ، ابوذرؓ، زبیر، سلمانؓ، عمارؓ، مقدادؓ نے ابوبکرؓ کی خلافت پر اعتراض کیا۔ تو خلافت اور حکومت کی جانب سے اس اقدام کے بارے میں کوئی معقول دلیل دینے کی بجائے ان کو یہ جواب دیا گیا کہ مسلمانوں کی بھلائی اسی کام کے انجام دینے میں تھی (۳)

یہیں سے اقلیت (حضرت علیؑ اور ان کے باوفا ساتھی جو پیغمبرؐ کے کفن ودفن میں ان کے ساتھ شریک تھے) اکثریت سے جدا ہوگئی۔ اکثریت بعد میں "اہل سنت" اور اقلیت "شیعہ علی" کہلانے لگی۔

۱۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسامہ بن زید کی سرداری میں ایک لشکر تشکیل دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ حضرت علیؑ کے سوا تمام صحابہ، اسامہ کی سرداری میں (روم کے خلاف) جنگ میں شرکت کرنے کی غرض سے مدینہ سے نکل جائیں۔ مگر بعض صحابہ نے جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے پیغمبرؐ کے حکم سے سرپیچی کی، جس سے پیغمبر شدت سے ناراض ہوئے (شرح ابن الحدید ج ۱ ص ۵۳)

اسی طرح نبی اکرمؐ نے وفات سے پہلے (مخاطبین سے) فرمایا قلم اور دوات لے آو، تاکہ ایک نامہ (یا داشت) تمہارے لئے لکھوں جو تمہاری ہدایت کا سبب بنے۔ تاکہ (میرے بعد) تم گمراہ نہ ہو، لیکن (حضرت) عمرؓ اس سے (قلم اور دوات دینے سے) مانع ہوئے، اور کہا پیغمبرؐ پر بیماری نے غلبہ کیا ہے اور یہ ہذیان بک رہے ہیں!!! تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۳۶۔ صحیح بخاری ج ۳ صحیح مسلم ج ۵ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۳۱۔

۲۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۴۵۔ ۴۶۰، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۳۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج 1 ص ۱۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر دلالت کرنے والی احادیث

اب ہم یہاں پر کثرت سے وارد احادیث کہ جو حضرت علیؑ کی خلافت اور بلافصل جانشینی پر دلالت کرتی ہیں اور جن کو بنیاد بنا کر متعدد صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ نیز جن کی بناء پر آج بھی دنیا بھر میں پھیلے کروڑوں کی تعداد میں شیعہ ''حضرت علیؑ'' کو ہی پیغمبرؐ کے بعد ان کا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں، میں سے چند ایک کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حدیث یوم الدار

نبی اکرمؐ نے پہلی بار دعوت ذی العشیرہ کے موقع پر حضرت علیؑ کی خلافت و جانشینی کی تصریح کی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ نبی اکرمؐ کے مبعوث ہونے کے تیسرے سال ان پر آیت ''**وانذر عشیرتک الاقربین**'' (۱) نازل ہوئی۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ پیغمبرؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ''میں خداوند عالم کی طرف سے اپنے رشتہ داروں کو دین کی طرف دعوت دینے پر مامور ہوا ہوں اور میں جانتا ہوں اگر اُن کو دعوت دوں تو وہ (قبول کرنے کے بجائے) مشکلات کھڑی کر دیں گے، اس لئے میں خاموش رہا۔ یہاں تک جبرئیلؑ دوبارہ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! اگر آپ نے یہ کام انجام نہیں دیا، تو خدا کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ پس اے علیؑ تم ایک صاع طعام (۲) اور گوسفند کی ایک ران اور دودھ کا ایک برتن تیار کرو اور عبد المطلب کے فرزندوں کو (ہمارے گھر) دعوت دو تا کہ میں ان سے گفتگو کروں''

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کیا اور چالیس آدمیوں کو دعوت دی۔ وہ لوگ آئے اور کھانا کھا کے سیر ہو گئے لیکن کھانا بالکل اتنا ہی تھا۔ (جتنا ہم نے پکایا تھا) اس سے پہلے کہ پیغمبر گفتگو اور بات کا آغاز کرتے، ابولہب نے آنحضرتؐ کے کھانے کی طرف اشارہ کر کے آپؐ کی طرف جادوگری کی نسبت دی۔ لہٰذا لوگ متفرق ہو کر چلے گئے رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا اے علیؑ! تم نے اس مرد کی باتوں کو سنا، کس طرح اس نے لوگوں کو متفرق اور پراکندہ کیا۔ اب ایک بار پھر تم کھانا تیار کرو اور اُن کو دعوت دو، اس دفعہ کھانا کھانے کے ساتھ ہی رسول اللہؐ نے فرمایا:۔

۱۔ سورۂ شعراء، آیت ۲۱۴ ''اور پیغمبر آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں''

۲۔ تین کلو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''اے عبد المطلب کے فرزندو! جان لو کہ میں خداوند عالم کی طرف سے تمہیں ڈرانے اور بشارت دینے والا ہوں۔ خدا کی قسم آج تک عرب میں کوئی جوان اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر چیز نہیں لایا ہوگا، جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں، پس میری دعوت قبول کرو اور میری اطاعت کرو، تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔ مجھے خداوند عالم نے تم پر اور تمام لوگوں پر مبعوث کیا ہے۔ پس اس معاملے میں تم میں سے کون میری بیعت کرے گا تاکہ میرا بھائی اور دوست بنے، وہ میرے بعد میرا وصی، میرا جانشین اور تمہارا رہبر ہوگا''

پیغمبر کا پیغام سن کر سب لوگ خاموش ہوگئے اور اپنے اپنے چہروں کو پھیر لیا۔ صرف حضرت علیؑ اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ میں آپ کی یاری اور مدد کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ(۱) پھر پیغمبرؐ نے تین مرتبہ اپنے پیغام کو دھرایا۔ لیکن جب تینوں بار حضرت علیؑ کے سوا کسی نے جواب نہیں دیا، پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اے عبد المطلب کے خاندان والو! یہ علیؑ میرا دوست، برادر، یاور، اور میرے بعد میرا وارث، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہوگا۔ یہی میرے قرض اور وعدوں کو پورا کرے گا۔ پس اس کی بات کو سنو اور اس کی اطاعت کرو'' (یہ سن کر) وہ لوگ ہنستے ہوئے اُٹھے اور حضرت ابوطالبؑ سے کہنے لگے آج کے بعد اپنے بیٹے کی اطاعت اور پیروی کرو جو تمہارا امیر بنادیا گیا ہے''(۲)

حدیث غدیر

حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر شیعہ، سب سے زیادہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، وہ ''حدیث غدیر'' ہے۔ جس کو تمام سرکردہ مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

۱۔ چونکہ حضرت علیؑ اس مجلس میں سب سے چھوٹے تھے اور اس وقت حضرت علیؑ کا سن مبارک چودہ سال تھا۔

۲۔ یوم الدار۔ المراجعات ۱۸۷۔ تتمہ المراجعات ۱۱۴ یہ حدیث اہل سنت کی ان کتابوں میں بھی نقل ہوئی ہے۔ تاریخ طبری جلد۲ صفحہ ۳۱۹۔ کامل ابن اثیر جلد۲ ص ۲۴ کنزل العمال ۱۵ ص ۱۱۵۔ تفسیر منیر ۲ ص ۱۱۸۔ تاریخ دمشق ج ۵ ص ۸۱ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۱۰،۰۔ سیرہ حلبی ۴۱ ص ۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حدیث غدیر کی تفصیل یوں ہے کہ نبی اکرمؐ دسویں ہجری کے آخر میں جب حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر غدیر خم (۱) کے مقام پر پہنچے، تو آیت ذیل نازل ہوئی :-

﴿یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک و اِن لم تفعل فما بلّغتَ رسالتہ واللہ یعصِمُک من الناس﴾ (۲)

یعنی ''اے پیغمبرؐ! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا آپ نے امر رسالت کو انجام نہیں دیا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''

جب یہ آیت نازل ہوئی، تو پیغمبر اکرمؐ نے لوگوں کو رکنے کا حکم دیا اور فرمایا جو لوگ آگے جا چکے ہیں وہ واپس آئیں اور جو لوگ پیچھے رہ گئے اُن کا انتظار کیا جائے، یہاں تک سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ پھر آنحضرتؐ نے منبر بنانے کا حکم دیا، صحابہ نے اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنایا۔ منبر تیار ہونے کے بعد آنحضرتؐ اس پر تشریف لے گئے اور ایک عظیم خطبہ دیا۔ خطبہ کے دوران آپؐ نے لوگوں سے سوال کیا **''الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم''** کیا مجھے مومنین (کے مال و جان) پر اُن سے زیادہ حق نہیں ہے؟ سب لوگوں (جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک مورخین نے لکھی ہے) نے با آواز بلند جواب دیا، ہاں یا رسول اللہؐ کیوں نہیں؟ تو اس کے بعد نبی اکرمؐ نے تین بار فرمایا **''من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ''** یعنی جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔ پھر آنحضرتؐ منبر سے تشریف لائے اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی بیعت کا حکم دیا ہے۔

آنحضرتؐ کے فرمان پر لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی۔ یہاں تک حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے حضرت علیؑ سے عرض کیا۔ **''بخ بخ لک یا بن ابی طالب! اصبحت مولایَ و مولا کل مومنٍ و مؤمنۃ''** یعنی اے ابی طالب کے بیٹے تجھے یہ مقام مبارک ہو۔ آج کے بعد تم میرے اور تمام مومنوں اور مومنات کے مولا بن گئے۔

ابھی لوگ حضرت علیؑ کو مبارک دینے میں مشغول ہی تھے کہ جبرئیلؑ ایک اور آیت (آیت زیر) لے کر نبی اکرمؐ پر نازل ہوئے۔

۱۔ غدیر خم وہ جگہ ہے جہاں مختلف جگہوں سے آئے ہوئے حاجیوں کے راستے الگ الگ ہو جاتے تھے۔
۲۔ سورہ مائدہ ۶۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (۱)

یعنی "آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے"

ان دونوں آیات مبارکہ کے بارے میں اہل سنت کے جید اور بزرگ علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ آیات حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

پہلی آیہ یعنی "**یا ایھا الرسول بلغ**" کے متعلق اہل سنت کے مشہور و معروف مفسر فخر رازی لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی ہے، تو پیغمبر اکرمؐ نے علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس کا میں مولا ہوں اُس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔ خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تم بھی اُسے دوست رکھو اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تم بھی اسے دشمن رکھو۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی اور کہا : اے ابو طالب کے بیٹے! تمہیں مبارک ہو آج تم میرے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے سرپرست بن گئے ہو (۲)

فخر رازی کے علاوہ اور دوسرے علمائے اہل سنت نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری آیہ " **الیوم اکملت**" کے بارے میں سبط بن جوزی لکھتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ہے (۳) اس آیت کے بارے میں بھی بہت سارے علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی ہے (۴)

حدیث غدیر، شیعہ و سنی کی مسلمہ احادیث میں سے ہے، علامہ امینیؒ نے کتاب "الغدیر" میں ایک سو دس صحابہ کے نام بیان کئے ہیں، جن سے اہل سنت علماء نے یہ حدیث نقل کی ہے اس کے علاوہ انہوں نے اہل سنت کے نو معتبر کتابوں کا بھی حوالہ دیا ہے، جو علمائے اہل سنت نے فقط غدیر کے عنوان پر لکھی ہیں۔

مزید برآن علامہ امینیؒ نے اہل سنت کی اسی (۸۰) کتابوں کے نام بیان کئے ہیں جن میں یہ

۱۔ سورہ مائدہ آیۃ ۳۔
۲۔ تفسیر کبیر صفحہ ۴۲۸۔
۳۔ تذکرہ، ابن جوزی صفحہ ۳۲۔
۴ (۱). حافظ محمد بن جریر طبری (۲) حافظ بن مردویہ (۳) حافظ ابونعیم اصفہانی (۴) حافظ خطیب بغدادی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حدیث ثقلین

پیغمبرؐ نے اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا:۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی انهما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض.

یعنی پیغمبر اکرمؐ نے امت سے مخاطب ہو کر فرمایا "میں تم میں دو عظیم گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں (ایک) خداوند عالم کی کتاب اور (دوسرے) اپنے اہل بیتؑ اگر ان دونوں کو اپناؤ گے اور ان سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں میرے پاس آئیں گے (۱)

یہ حدیث بھی اہل سنت کی صحاح اور سنن اور مسانید میں تقریباً پینتیس (۳۵) صحابہ سے نقل ہوئی ہے۔

حدیث سفینہ

"ان مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح ومن رکبها نجیٰ ومن تخلف عنها هلک" (۲)

یعنی بیشک میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے۔ جو اس میں سوار ہوا، نجات پا گیا جو رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔

نیز فرمایا:

"**علی مع الحق والحق مع علی**" یعنی "علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے"

حدیث امان

"النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لأمتی من الاختلاف فاذا خالفها قبیله اختلفو نصاروا حزب ابلیس" (۳) "یعنی ستارے اہل زمین کے لئے امان ہیں، میرے اہل بیتؑ اختلاف سے بچنے کے لئے میری امت کے لئے مایہ امن و امان ہے۔

۱۔ الصواعق المحرقہ۔

۲۔ الصواعق المحرقہ ۱۸۴، ۲۳۴، ینابیع المودۃ ۱۳، ۳۷۔ مسند احمد جلد ۴ ص ۳۷۔ جامع الاحادیث سیوطی جلد ۲، ص ۴۶۳۔

۳۔ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۴۹ معجم کبیر طبرانی جلد ۷، ۲۲، مسند زید ص ۴۶۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پس جو گروہ اُن کی مخالفت کرے گا وہ شیطان کا گروہ ہوگا''

ان تمام آیات اور احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اہل بیت پیغمبرؐ ہی آنحضرتؐ کی جانشینی اور خلافت کے حقدار ہیں اور وہی امت کی رہبریت کے لئے سزاوار ہیں۔

بارہ اماموں کے نام قرآن میں کیوں نہیں ہیں؟

یہاں پر انسان کے ذہن میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ جب مسئلہ امامت اتنی اہمیت کا حامل ہے، تو خداوند عالم نے قرآن میں کیوں صریحاً اور واضح طور پر اماموں کے نام ذکر نہیں کئے؟ تا کہ امت کے درمیان اختلاف پیدا نہ ہوتا؟ اس سوال کے متعدد جوابات ہو سکتے ہیں، لیکن اس کا واضح جواب خود امام باقرؑ نے فرمایا ہے:۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ سے عرض کیا، لوگ سوال کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت علی اور ان کے اہل بیت (علیہم السلام) کے نام قرآن میں کیوں بیان نہیں کیے ہیں؟

امام باقر (علیہ السلام) نے فرمایا ''لوگوں سے کہہ دو، خداوند عالم نے پیغمبرؐ پر نماز نازل کی ہے، لیکن نماز کی رکعتوں کی تعداد نہیں بتائی، اور رکعتوں کی تعداد بتانے کی ذمہ داری نبی اکرمؐ کو سونپی۔

حج کو پیغمبرؐ پر نازل کیا ہے، لیکن خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے کی تعداد نہیں بتائی ہے۔ اور اسے بتانے کی ذمہ داری پیغمبر اکرمؐ پر ہے۔

(خدانے) آیہ ''**أطیعوا اللہ وطیعوا الرّسول واولی الامر منکم**'' نازل فرمائی ہے۔ یہ آیہ حضرت علی، امام حسنؑ، امام حسینؑ، کی شان میں نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فرمایا ''**اوصیکم بکتاب اللہ واھل بیتی انی سالتُ اللہ ان لا یفترق بینھما حتیٰ یوردھما علی الحوض فاعطانی ذالک**'' (۱)

یعنی ''میں تمہیں کتاب خدا اور اپنے اہل بیت (علیہم السلام) کی وصیت کرتا ہوں۔ ان کے دامن کو تھامے رہو۔ میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ ان دونوں میں جدائی واقع نہ ہو، یہاں تک کہ (دونوں ایک ساتھ) حوض کوثر پر میرے پاس آجائیں اور خدا نے میری دعا قبول کی ہے''

۱۔ شواہد التنزیل جلد ۱ ص ۱۹۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پس اولاً :۔کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اسلام کی کلی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے اور امامت تنہا ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس کی جزئیات قرآن میں نہیں ہیں، بلکہ نماز، حج، اور بہت سارے احکام کے جزئیات بھی قرآن میں بیان نہیں ہوئے ہیں۔جبکہ امامت وولایت کا کلی تصور قران میں واضح ہے۔

ثانیاً:۔اگر اماموں کے نام قرآن میں آ بھی جاتے، تو بھی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ سب لوگ ان کو قبول کر لیتے بلکہ جولوگ اُن کی امامت کوتسلیم نہیں کرتے، ان کے لئے توجیہ اور دلیلیں لانے کے دروازے کھلے تھے جیسے کہ ''آیۃ اولی الامر''، ''حدیث غدیر'' اور ''حدیث یوم الدار'' کی مختلف توجیہیں کی گئیں ہیں۔

کیا تورات اور انجیل میں پیغمبر اسلامؐ کی بشارت، نہیں دی گئی تھی؟ کیا ان کتابوں کے ماننے والے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نبوّت پر ایمان لائے؟ نہیں، بلکہ بہت ساری دلیلیں تراش کر اس کی توجیہ پیش کرتے ہیں۔

ثالثاً:۔اگر خداوند عالم، قرآن میں اماموں کے نام کو ذکر کردیتا، تو عین ممکن تھا قرآن پر بھی وہ سب مصیبتیں آجاتیں جو ڈھائی صدیوں تک اماموں پر آئی تھیں۔کیا یہ وہی قرآن نہیں ہے جسے امیر شام، معاویہ نے عمرو عاص کے مشورے سے جنگ صفین میں نیزوں پر بلند کیا۔کیا یکے بعد دیگرے گیارہ اماموں کو شہید نہیں کردیا گیا؟ کیا ان کے فضائل بیان کرنے پر زبانیں نہیں کاٹی گئیں؟ کیا ان کے فضائل کی شہرت کو کم کے لئے کوششیں نہیں کی گئیں؟ اگر ان کے نام قرآن میں آجاتے تو عین ممکن تھا (نعوذ باللہ) قرآن کو تحریف کرکے ان کے نام کو اس کتاب سے حذف کردیا جاتا۔ایسی صورت میں قرآن میں تحریف ہوتی اور دین کے ستون اور مسلمانوں کے اعتقادات متزلزل ہوجاتے اور اس طرح دین اسلام ایسے خطرات سے دوچار ہوتا جن کا پھر ازالہ کیا ہی نہیں جاسکتا تھا؟ شاید یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے اماموں کے نام قرآن میں درج نہیں کئے اور صرف ''اولی الامر'' کے تحت ان کا ذکر کیا ہے تاکہ صاحبان عقل کے لئے امامت کا بھی ذکر ہوجائے اور قرآن بھی تحریف سے محفوظ رہے۔

مذکورہ مطلب خدا کی آیہ شریفہ'' **انا نحن نزّلنا الذکر و انا لہ لحافظون**'' (۱) سے منافات نہیں رکھتا ہے بلکہ اس آیہ سے ہمارے مطلب کی تائید ہوتی ہے۔چونکہ تحریف سے بچانے کے لئے خدا نے حکمت اور دانائی کا راستہ اختیار کیا۔لہٰذا حسّاس مسائل، مثلاً اماموں کے نام بیان نہ کرکے

۱۔حجر آیۃ ۹ یعنی ''ہم نے ہی اس قران کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مخالفین کے لئے تحریف کا دروازہ بند کر دیا۔

رابعاً: ۔اگر ایسا ہی ہے تو ایک شیعہ کو بھی ایک غیر شیعہ سے یہ کہنے کا حق ہے اور شیعہ بھی ان سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ ان کے بزرگوں کے نام قرآن میں کیوں نہیں ہیں؟

جب کہ مشترکہ تفسیروں کے مطابق قرآن مجید، اہل بیتؑ پیغمبر کی شان میں نازل ہونے والی آیتوں سے بھرا ہوا ہے مثلاً آیہ **تطہیر** (۱)، **آیت مباہلہ** (۲)، **آیہ ولایت** (۳)، **آیت ومن الناس** (۴)، **آیت تبلیغ** (۵)، **آیت اکمال** (۶) اور اسی طرح کی دسیوں آیات۔

مذکورہ نصوص وادلہ کے علاوہ اس حقیقت پر غور کرنا بھی ضروری ہے کہ "جب حضرت علیؑ (امام اول) سے لے کر حضرت امام حسن عسکریؑ تک، متعلقہ زمانوں کے جید علماء کو ہمارے ائمہ معصومینؑ کے اعلم واشرف ہونے کا اعتراف تھا۔ تو اس کے باوجود ان کی امامت کو، کیوں تسلیم نہ کیا گیا؟

شیعوں کے اعتقادات

تاریخ میں شیعہ نام سے اور کئی گروہ بھی نمودار ہوئے۔ لیکن شہرت وتواتر شیعہ امامیہ (اثناعشریہ) کو حاصل ہے جن کے عقائد کو یہاں اختصاراً قلمبند کیا جاتا ہے۔

شیعوں کے اعتقاد کے مطابق خدائے سبحان، احد، صمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفواً احد کے ساتھ ساتھ حیّ، قیوم، قدیم، ابدی، قادر، مختار، عالم، حکیم، عادل، غنی، سمیع، بصیر، غرض وہ تمام کمالات کا حامل ہے اور ہر طرح کے عیب اور نقص سے پاک ومنزہ ہے۔ ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات کی روشنی میں (اصول دین کی رو سے) شیعوں کا اعتقاد ہے کہ، خدا جسم نہیں رکھتا، مرئی (دکھائی دینے والا) نہیں، کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، محل حوادث نہیں ہے،۔ ہر جگہ موجود ہو کر لامکان ہے،۔ اس کی ذات وصفات الگ الگ نہیں ہیں۔

۱۔ سورہ احزب آیہ ۳۳۔
۲۔ سورہ آل عمران ۶۱۔
۳۔ سورہ مائدہ آیت ۵۵۔
۵۔ سورہ مائدہ آیت ۶۷۔
۶۔ سورہ مائدہ آیت ۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ خدا کے آخری پیغمبر ہیں ۔جو کوئی بھی ان کی نبوّت میں شک کرے یا آنحضرت ؐ کی پیغمبری اور نبوّت میں کسی کو شریک قرار دے، یا ان کے بعد کسی اور نبی کا قائل ہو۔وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہے اور مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔

جو کوئی اہل بیت پیغمبر (علیہم السلام) یا کسی اور کو ان کے مقام اور منزلت سے بڑھا کر خدا کی بندگی سے برتر یا اُنہیں پیغمبر یا نبوت میں شریک، یا اُن کو خدا کی صفات میں شریک جانے، شیعوں کے اعتقاد کے مطابق وہ بھی اسلام کے دائرے سے خارج اور کافر ہے۔

شیعہ خداوند عالم کے تمام انبیاء (جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے) اور اُن کی کتابوں پر جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہیں، ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔

شیعہ پیغمبر ؐ کی عزت و منزلت کے پیش نظر ان کے صحابہ کرام ؓ کا احترام ضروری سمجھتے ہیں۔سوائے یہ کہ شیعہ آنحضرت ؐ کے تمام صحابیوں کو عادل نہیں مانتے جس کی گواہی قرآن بھی دے رہا ہے۔

قرآن کے متعلق شیعوں کا اعتقاد ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو خدا کے حبیب ''حضرت محمد مصطفیٰ ؐ'' پر نازل ہوا ہے۔اس میں کسی بھی طرح کی کوئی کمی یا زیادتی واقع نہیں ہوئی ہے اور یہی وہ قرآن ہے جو حضرت محمد ؐ کا معجزہ ہے۔

شیعہ ان تمام چیزوں پر، جو قرآن اور سنت قطعیہ (۱) میں سے ہیں، اعتقاد رکھتے ہیں۔اس لئے جنت، جہنم، میزان، صراط، حساب، نامہ اعمال اور دیگر تمام ان چیزوں پر جو کتاب خدا اور سنت رسول سے ثابت ہیں، پر ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں۔

بعض لوگ شیعوں پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ، شیعوں کے نزدیک اہل بیت (علیہم السلام) ہی سب کچھ ہیں اور خدا نے اپنے جملہ امور اُن کو سپرد کر دئے ہیں۔شیعہ ان باتوں سے بیزار ہیں اور اس پر اعتقاد نہیں رکھتے، شیعہ اپنے اماموں کو صرف خداوند عالم کا خالص بندے جانتے ہیں، جو آیت کے مطابق صرف وہی عمل انجام دیتے ہیں جس میں پروردگار عالم کی مرضی ہوتی ہے (۲)

۱۔سنت قطعیہ یعنی وہ سنت جس پر یقین ہو کہ پیغمبر ؐ نے اس کا حکم دیا ہے یا خود اس پر عمل کیا ہے۔

۲۔سورہ دھر آیت ۳۰، ''وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تمام شیعہ امانت کی ادائیگی واجب جانتے ہیں۔ نیز زنا، شراب، تہمت، محارم (۱) سے شادی، جھوٹی گواہی، حرام کی کمائی، لوگوں کو اذیت پہنچانا، خدا کے حدود کی پامالی، مردار کا کھانا، خون، سور کے نجس ہونے کے علاوہ اس کے گوشت کا کھانا، والدین کی نافرمانی، صلہ رحم کا قطع کرنا، یتیم کا ناحق مال کھانا، لین دین میں فریب کاری اور خیانت، جھوٹ، ظلم وستم، رشوت، سود، دوسروں کی عیب جوئی، غیبت، اور کسی کو برے لقب یا نام سے یاد کرنے کی حرمت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ (یعنی یہ سب چیزیں ان کے نزدیک حرام ہیں) شیعہ ائمہ معصومینؑ کی سیرت کی رو سے سب وشتم کو جائز نہیں جانتے۔ (اگر چہ حضرت علیؑ اور آل علیؑ پر چالیس سال سے زائد تک بنی امیہ کے حکمرانوں کے حکم سے سب وشتم کا سلسلہ جاری رہا)

تمام شیعہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور نماز پنجگانہ اور اس کے سترہ (۱۷) رکعات کے واجب ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں، نماز کے لئے وضو، لیکن جنابت، مس میت، نفاس اور حیض کی حالت میں غسل ضروری جانتے ہیں، نیز پانی نہ ہونے یا مضر ہونے کی صورت میں غسل کی جگہ تیمم کو واجب جانتے ہیں

جس شخص کے پاس مکہ تک جانے کی مالی اور جانی اعتبار سے استطاعت اور قدرت ہو اس کے لئے (عمر میں ایک بار) حج واجب جانتے ہیں اور اسی طرح زکاۃ کو بھی شرائط ونصاب کے حساب سے گائے، گوسفند، اونٹ، سونا، چاندی، گندم، جو، خرما اور کشمش پر واجب جانتے ہیں۔

شیعہ زکات کے علاوہ سورہ انفال آیت ۴۱ "**انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل۔**" "اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ ورسولؐ، رسولؐ کے قرابتدار، ایتام، مساکین ومسافرین اور فقراء کے لئے ہے۔" کے پیش نظر اپنے مال سے خمس کی ادائیگی بھی واجب جانتے ہیں (۲)

۱۔ محارم جیسے ماں، بہن، دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، وغیرہ حسب نصوص قرآن وسنت۔

۲۔ شیعوں کے اعتقاد کے مطابق اگر کوئی انسان تجارت، صنعت یا کسی کاروبار سے کوئی مال حاصل کرے۔ اپنے اہل وعیال کے سالانہ اخراجات پر صرف کرنے کے بعد جو مال بچ جائے تو اس بچت میں سے اسے پانچواں حصہ مجتہد جامع شرائط (مرجع تقلید) کے پاس بطور خمس جمع کرنا واجب ہوتا ہے۔ مرجع تقلید کے مطابق خمس کا نصف حصہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعہ اسلام کی پاسداری کے لئے جہاد کے ساتھ ساتھ قرآن کی رو سے " **ولتکن منکم اُمّة یدعون الیٰ الخیر و یا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکرو اولئک ھم المفلحون** "، "اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہیے جو خیر کی دعوت دے اور نیکیوں کا حکم دے۔ برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں (۱) کی روشنی میں امر بالمعروف اور نھی از منکر کو شیعہ واجب جانتے ہیں۔

خدا، نبی، ختم نبوّت، قرآن، نماز، کعبہ، قبلہ، حج، روزہ، عقیدہ آخرت تمام مسلمانوں کے ایک ہی ہیں۔ شیعہ بھی ماہ مبارک رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور بغیر کسی شرعی وجہ کے روزہ نہ رکھنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

شیعہ احادیث پیغمبرؐ **لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی الناس اثنان** (۲) **یامن مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاھلیة** (۳) **یا من مات ولیس فی عنقہ بیعة مات میتة جاھلیة** (۴) کے پیش نظر اعتقاد رکھتے ہیں کہ دنیا کبھی بھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی ہے۔

امامت شیعوں کی نظر میں

امامت شیعوں کے نزدیک ایک الٰہی منصب ہے۔ اور ختم نبوت کے بعد تکملہ نبوت و رسالت کے عنوان سے حجت الٰہی کا ایک سلسلہ ہے۔ چونکہ امام نبی کا ہی جانشین اور ان کے بعد شریعت کی حفاظت

☜ اماموں کا ہوتا ہے اور دوسرا نصف حصہ اولادِ رسول (سیدوں) میں سے مستحق افراد کو دیا جاتا ہے۔ بارہواں امام پردہ غیب میں رہنے کی بنا پر ان کا حصہ فقہاء کی نگرانی میں ان امور میں خرچ کیا جاتا ہے جن میں ان (بارہویں امام) کی رضایت شامل ہو۔ مثلاً اس دور میں اسلامی درسگاہوں، تعلیمی منصوبوں، مساجد اور مدارس وغیرہ کے تعمیر و ترقی اور اسی طرح مفید کتب کی چھپائی پر خرچ کیا جاتا ہے۔

۱۔ سورہ آل عمران ۱۰۴۔

۲۔ صحیح بخاری، ج ۹ ص ۷۸۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۵۲۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹ یعنی یہ امر (خلافت) قریش میں ثابت رہے گا جب تک دو آدمی بھی باقی ہوں (یعنی اگر دنیا میں دو ہی آدمی رہیں گے تو ضرور اُن سے ایک قریشی اور خلیفہ ہوگا۔

۳۔ شرح المقاصد، تفتازانی جلد ۹، ۲۳۹ انتشار رضی، یعنی جو کوئی اپنے وقت کے امام کو پہچانے بغیر ہی مرجائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

۴۔ سنن بیہقی جلد ۸ ص ۱۵۶، مسند احمد جلد ۴ ص ۶۹، یعنی اگر کوئی اس حال میں مرجائے کہ کسی (امام) کی بیعت اس کے گردن میں نہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کرنے والا ہوتا ہے۔ نیز احادیث کی تفسیر کرنے والا اور نبی کی شریعت کا پاسبان ہوتا ہے، لہٰذا امام احکام لانے والا نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس پر وحی نازل ہوتی ہے، بلکہ وہ شریعت اور احکام لانے والے اور جس پر وحی نازل ہوئی ہے (یعنی نبی) کا نائب ہوتا ہے۔

شیعوں کے نزدیک ''امامت'' نص اور پیغمبرؐ کے ذریعہ افراد معین کئے بغیر، ممکن نہیں ہے، امام بھی پیغمبرؐ کی طرح گناہوں سے معصوم ہونا چاہیے۔ نیز ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ امام کا نبی کے بعد امت کے درمیان سب سے برتر، شجاع، نیک اور پرہیز گار ہونا ضروری ہے، تاکہ دین و شریعت کی حفاظت کر سکے اور احکام کی تشریح، صاحب شریعت کی طرح کر کے خدا کی راہ میں کسی نکتہ چینی سے نہ ڈرے، اور دین کے اجرا میں دوستی، رشتہ داری، خودخواہی اس پر اثر نہ کرے۔

عقل و نقل کی رو سے شیعہ ''امام کے تعین'' کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں امام، خدا یا پیغمبرؐ کی طرف سے منصوب ہوتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس بارے میں کوئی کوتاہی کئے بغیر بصراحت حضرت علیؑ اور ان کی نسل سے دیگر گیارہ اماموں کے نام بتائے ہیں (۱) شیعہ، اماموں کے بارے میں گناہوں سے پاکی اور دوری، نیز قضاوت میں سب سے برتر ہونے کو واجب جانتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ نبی اکرمؐ نے اس اُمر کے لئے جسے انتخاب اور معیّن کیا تھا، وہ حضرت علیؑ کے سوا کوئی اور نہ تھا، چونکہ عصمت کی صفت آپؑ کے علاوہ کسی اور میں نہ تھی، اور نہ ہی حضرت علیؑ کے سوا کوئی اور عصمت (یعنی گناہوں سے پاکی) کا مدعی تھا (۲) مزید برآں، امت میں حضرت علیؑ کی برتری بھی پیغمبرؐ کی صحیح اور متواتر احادیث کی رو سے ثابت ہو چکی ہے اور جس میں سے ہم نے صرف چند خاص موارد ہی ذکر کئے ہیں۔

نص پیغمبر، عصمت، افضلیت کے اعتبار سے شیعہ، جن اماموں کی امامت کے قائل ہیں، ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں (۱) حضرت علی بن ابی طالبؑ (۲) حسن بن علیؑ (۳) حسین بن علیؑ (۴) علی بن الحسینؑ (۵) محمد بن علیؑ (۶) جعفر بن محمدؑ (۷) موسیٰ ابن جعفرؑ (۸) علی بن موسیٰؑ

۱۔ جو اہل سنت کی بہت ساری کتابوں میں بھی درج ہیں۔
۲۔ اہل سنت بھی اسی لئے حضرت علی کے ساتھ ''کرم اللہ وجہہ'' لکھتے ہیں۔ یعنی خدا نے حضرت علیؑ کے چہرے پر کرم فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے سجدہ نہیں کیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

(۹) محمد بن علیؑ (۱۰) علی بن محمدؑ (۱۱) حسن بن علیؑ (۱۲) محمد بن حسن المہدیؑ ۔

البتہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ اماموں میں سے گیارہ شہید ہو چکے ہیں، بارہویں امام خدا کی مصلحت نیز کچھ دیگر وجوہات کی بنا پر بچپن ہی سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں لیکن زندہ ہیں اور جب خدا چاہے گا تو ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے ویسے بھر دیں گے جیسے کہ اس سے پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتر کر ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کی تائید کریں گے۔

بارہواں امام پردہ غیب میں رہنے کی وجہ سے شیعہ فروع دین میں ان کی حدیث پر عمل کر کے ایک جامع الشرائط مجتہد کی تقلید کرتے ہیں (۱)

اس کے علاوہ ''حلال محمد حلال الی یوم القیامة وحرام محمد حرام الی یوم القیامة'' پر بھی شیعوں کا اعتقاد ہے یعنی جو چیز پیغمبرؐ کے زمانے میں حلال تھی وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جو آنحضورؐ کے زمانے میں حرام تھی وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

امامت جمہور اہل سنت کی نظر میں

امامت جمہور اہل سنت کی نظر میں دنیا میں رائج حکومتوں کی طرح منصۂ شہود پر آتی ہے، جس میں امام کو معین کرنا لوگوں کی ذمہ داری ہے اور لوگوں کا ہر زمان میں شرعی وظیفہ ہے کہ اپنے ہی میں سے کسی کو بعنوان امام انتخاب کریں (یعنی ان کے نزدیک امام کے انتخاب کرنے میں خدا اور پیغمبرؐ کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے)

جرجانی امامت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

امامت اس شخص کا مقام ہے جس کے پاس دین و دنیا کی عام ریاست ہو (۲)

عبدالرحمان ایجی امامت کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ: امامت اقامہ دین اور شریعت کی حفاظت کے لئے رسول کی خلافت ہے، جس کی پیروی تمام امت پر واجب ہے (۳)

۱۔ ''فامامن کان من الفقهاء صائناً لنفسه، حافظاً لدينه، مخالفاً لهواه، مطيعاً لامر مولاه، فللعوام ان يقلدو'' مبانی فقہی حکومت اسلامی، جلد ۲۔

۲۔ التعریفات، سید شریف جرجانی ص ۱۶۔

۳۔ شرح المواقف۔ عبدالرحمن ایجی جلد ۸ ص ۳۴۵ بنقل از امام شناسی زینلی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

امام باقرؑ کی نظر میں شیعوں کی صفات

امام باقرؑ نے جابر بن یزید جعفی سے فرمایا کہ جو شخص ہمارا شیعہ ہونے کا دعوی کرتا ہے تو کیا ہماری محبت ہی اس کے لئے کافی ہے؟ خدا کی قسم ہمارے شیعہ پرہیز گار اور خدا کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ لوگ نہیں جانتے شیعہ کون ہیں؟ اے جابر خضوع وخشوع اور خدا کا ذکر زیادہ کیا کرو۔ نماز، روزہ، سچائی، ہمسایوں کے ساتھ ساتھ، فقرا، مساکین اور غریبوں کا خیال رکھا کرو۔ قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ زبان کو لوگوں کی اذیت رسانی سے دور رکھو۔ اگر کوئی پیغمبرؐ اور حضرت علیؑ کی دوستی کا دعوی کرتا ہے، مگر عمل میں ان کی پیروی نہیں کرتا تو اس عمل سے خالی دوستی سے اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

خدا کی معصیت اور گناہوں سے بچو، اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو۔ کیونکہ خدا کو کسی سے رشتہ داری نہیں ہے۔ خدا کے نزدیک محبوب شخص صرف وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار، فرمانبردار اور مطیع ہو، خداوند عالم کی معصیت کرنے کا کسی کے لئے کوئی جواز نہیں ہے، خدا پر کسی کا احسان نہیں ہے۔ جو کوئی خدا کا فرمانبردار ہوگا وہی ہمارا دوست ہے۔ اور خدا کا نافرمان ہمارا دشمن ہے،۔ پرہیز گاری اور نیک عمل کے بغیر کوئی ہماری ولایت کو نہیں پہنچے گا۔ (یعنی خالی ولایت اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گی بلکہ ان کی شفاعت کے لئے عمل صالح کا ہونا ضروری ہے (۱)

امام صادقؑ نے فرمایا: ہمارا شیعہ وہ نہیں ہے جس کی زبان ہمارے ساتھ ہو، لیکن اس کا عمل ہمارے خلاف ہو۔ بلکہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو دل اور زبان دونوں سے ہمارے ساتھ ہو اور ہمارے آثار اور احادیث کا پیرو کار ہو (۲)

شیعوں کے لئے سخت اور دشوار ترین دور

ویسے شیعہ وجود میں آنے کے ساتھ ہی ہمیشہ مخالفین کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ اگر ہم اُن تمام ادوار کا ذکر کرنا چاہیں تو اس کے لئے دسیوں کتابیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم اُن تمام ادوار میں سے

۱۔ امالی صدوق، بحار الانوار جلد ۹۱ ص ۵۵۹، روح تشیع ۱۱۰۔

۲۔ مشکاۃ الانوار ۶۶، روح تشیع ۱۰۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

صرف ایک دور کو یہاں ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ یہی وہ دور تھا جب شیعوں کی بیخ کنی کی بنیاد رکھی گئی تھی، اس کے بعد جو مظالم بھی ہوئے وہ اسی جڑ کی شاخیں اور فرعیں ہیں۔ شیعوں کے لئے یہ مشکل اور درد والم سے بھرا ہوا دور امیر شام یعنی معاویہ کی حکومت کے بیس سال ہیں، جس کی مختصر تفصیل ذیل کی عبارت میں بیان کی جاتی ہے۔

''معاویہ نے تخت حکومت پر براجمان ہوتے ہی یہ فرمان جاری کیا کہ، جو کوئی بھی علی اور اہل بیت پیغمبر (علیہم السلام) کے فضائل اور مناقب میں پیغمبرؐ کی کوئی حدیث بیان کرے گا، اس کی جان و مال، عزت اور آبرو کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی (۱) اس کے برعکس جو کوئی دیگر صحابہ کے فضائل کے بارے میں حدیث بیان کرے گا اُسے انعامات واکرامات سے نوازا جائے گا''۔ جس کے نتیجے میں بعض راویوں نے (پیسوں کی خاطر) بہت زیادہ احادیث جعل کی ہیں (۲)

مزید برآن، شیعہ وسنی تمام مورّخین کے مطابق معاویہ نے تمام اسلامی شہروں کے منبروں سے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ یہ منحوس رسم عید فطر اور عید قربان کی سنت بن گئی (۳) اس حکم کی تعمیل عمر بن عبدالعزیز (۹۹ سے ۱۰۱ھ) کے دور تک ہوتی رہی۔ اس نے اپنے زمانہ میں اس بری رسم کو بند کروایا۔

اس کے علاوہ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ کسی بھی شیعہ کی کوئی شہادت قبول نہیں کی جائے گی (۴) اُس کے علاوہ حضرت علیؑ کے بہت سارے صحابیوں اور خاص دوستوں کو تہہ تیغ کیا۔ وہ تمام شیعوں کو حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا کرتا تھا۔ جو کوئی بھی حضرت علیؑ کو ناسزا اور برا بھلا کہنے سے انکار کرتا تھا، اُسے وہیں قتل کردیا جاتا تھا (۵)

معاویہ نے منبروں سے حضرت علیؑ کو جو سبّ وشتم اور تبرا کرنے کی بری رسم جاری کی تھی، وہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت تک دنیائے اسلام کے منبروں سے جاری رہی۔

۱۔ الاحداث مدائنی۔ النصائح الکافیہ ص ۹۴، ۸۷۔

۲۔ النصائح۔ ۷۲، ۷۳۔

۳۔ عقد الفرید جلد ص ۳۶۶ شرح نہج البلاغہ حدیدی ۳۵۶۔

۴۔ تاریخ طبری۔

۵۔ النصائح جلد ۶ ص ۷۷، ۷۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جاحظ کا کہنا ہے ''بنی امیہ میں سے کسی (مغیرہ) نے معاویہ سے کہا کہ تم نے تو اب اپنی آرزو کو پالیا ہے (یعنی تمھیں حکومت مل گئی ہے) لہٰذا کیا اب بھی اس مرد پر لعنت بھیجنے کی ضرورت ہے؟ تو معاویہ نے جواب دیا، نہیں خدا کی قسم اس سنت (اہل بیتؑ پیغمبرؐ پر لعنت اور ناسزا کہنے) کو بچوں کے بوڑھاپے تک جاری رکھوں گا۔ یہاں تک پھر کوئی علیؑ کی کوئی فضیلت بیان نہ کر پائے۔

ابن عباس نے بھی جب معاویہ سے یہی مطالبہ کیا، تو اس نے وہی جواب دیا کہ حضرت علی اور اہل بیتؑ پر اس وقت تک لعنت بھیجتا رہوں گا، جب تک بچے جوان اور جوان بوڑھے نہ ہو جائیں (۱) یہی وجہ ہے کہ جب ۹۹ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز نے اپنی حکومت کے دوران اسے ممنوع قرار دیا، تو (چونکہ لوگوں کو اس کی عادت ہو چکی تھی تو بہت سارے لوگ منحرف اور مغالطہ میں پڑ گئے، چونکہ وہ اسے سنت اسلام و پیغمبرؐ سمجھتے تھے!) لہٰذا ''حرّان'' شہر کے لوگوں نے حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ پر عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے لعن کی ممانعت کا حکم سنا، تو وہ بہت ناراض ہوئے اور اعتراض کر کے کہا آج سنت ترک کر دی گئی، اور ''لا صلوۃ اِلا بلعن ابی تراب'' (یعنی جس نماز میں علیؑ پر لعنت نہ کی جائے وہ قبول ہی نہیں ہو گی) کا نعرہ بلند کرنے لگے۔

اس دور میں کوئی امام علیؑ کا نام لینے کی جرات ہی نہیں کرتا تھا۔ اگر کوئی اُن سے حدیث نقل کرنا چاہتا تھا تو قال علیؑ کے بجائے **''قال رجل من قریش''** (۲) **یا ''فعل رجل من قریش''** (۳) **یا ''عن ابی زینب''** (۴) کہہ کر حدیث نقل کرتے تھے۔ مخالفوں کو اس حد تک علیؑ کے نام سے نفرت تھی کہ جب موسیٰ بن ریاح نے اپنے فرزند کا نام علی رکھا تو اُسے اس کے باپ کے دامن میں ہی قتل کر دیا گیا (۵)

۱۔ شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۴ ص ۵۷۔
۲۔ یعنی قریش میں ایک شخص نے ایسا کہا۔
۳۔ یعنی قریش میں سے ایک شخص نے ایسا کیا۔
۴۔ زینب کے باپ سے، بحوالہ شرح نہج البلاغہ حدیدی ص ۲۱۹ اور جلد ۴ ص ۷۳۔
۵۔ روح التشیع ۱۲۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

عروہ بن زبیر، حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ کی دشمنی میں اتنا مشہور و معروف تھا کہ وہ حضرت علیؑ کا نام سننا بھی برداشت نہیں کرتا تھا بلکہ یہ نام سنتے ہی حضرت علیؑ اور آپ کی آلؑ پر سب وشتم کیا کرتا تھا۔

اہل سنت کے مشہور اور معروف مفسر، زمخشری، اسی عروۃ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ یہی عروہ کہا کرتا تھا کہ علی نے ہمارے لئے مشکلات پیدا کی ہیں اگر ان سے محبت کریں تو حکمرانوں کے ذریعہ قتل کر دئے جائیں گے اور اگر اُن سے دشمنی رکھیں پھر بھی ہلاک ہو جائیں گے (۱) (یعنی چونکہ خدا اور پیغمبرؐ نے اُن سے دوستی اور محبت کرنے کا حکم دیا ہے) ایسے فضائل کا کیا کہنا جن کا دشمن بھی معترف ہو۔ اسے کہتے ہیں **الفضل ما شهدت به الاعداء**۔

معاویہ نے امام حسن مجتبیٰؑ سے صلح کرنے کے بعد وعدہ کیا تھا کہ وہ شیعوں پر ظلم و جبر نہیں کرے گا۔ لیکن اُس نے صلح نامہ کی خلاف ورزی کر کے ایک شیعہ بزرگ عمرو بن حمق کو دربار میں پیش ہونے کا حکم دیا۔ وہ جب معاویہ کے خوف سے فرار ہوا تو معاویہ نے اس کی بیوی کو گرفتار کر لیا اور دو سال تک اُسے جیل میں رکھا، یہاں تک کہ عمرو کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا اور ان کے سر کو جدا کر کے نیزے پر بلند کیا گیا۔ یہ پہلا سر ہے کہ جو اسلام میں نیزے پر بلند کیا گیا۔ اس جدا کئے ہوئے سر کو پھر اُن کی بیوی کے پاس زندان میں لایا گیا۔ بنی امیہ کی طبیعی خباثت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی ایک واقعہ کافی ہے۔

معاویہ نے پھر حجر بن عدی، رشید حجری، میثم تمار، سعد بن جبیر، قنبر، کمیل بن زیاد، اور حضرت علیؑ کے بہت سارے خاص صحابیوں اور شیعوں کو، بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا۔ جن میں قتل سے پہلے بعض کی زبانیں کاٹ لی گئیں، اور بعض کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر اندھا بنا دیا گیا تھا۔ غرض یہ کہ اس دور میں ''کافر'' ہونا اتنا بڑا جرم نہیں تھا، جتنا بڑا جرم علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کا شیعہ ہونا تھا۔ کتابوں میں آیا ہے کہ اس دور میں اگر کسی کو ''کافر'' کا لقب دیا جاتا تھا، تو اس کی زندگی کو اتنا خطرہ لاحق نہیں رہتا تھا، جتنا خطرہ کسی کی زندگی کو شیعہ کہنے سے لاحق ہو جاتا تھا (۲)

۱۔ ربیع الابرار زمخشری۔

۲۔ تلخیص الریاض جلد ۱ ص ۱۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بنی امیہ اور بنی مروان نے اپنی تمام طاقت اور قدرت شیعوں کو نابود کرنے میں صرف کی۔ان کے بزرگوں کو بے دریغ قتل کر دیا گیا۔ان کے مال واسباب کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لیا گیا۔بنی امیہ کے دور میں شیعیان علیؑ کے خلاف جو احادیث گھڑ لیں، دور دور تک تاریخ میں اس کے منفی اثرات ابھرتے رہے۔اگر چہ اہل سنت کے متعدد علمائے حدیث نے اکثر کی تحلیل کر کے ان کو بے بنیاد و غیر مستند قرار دیا۔

مصر کے ایک بلند پایہ سنی عالم دین، ابن ابی الحدید حضرت علیؑ کے ساتھ بنی امیہ کی دشمنی کے بارے میں اپنی معروف شرح ''شرح نہج البلاغہ'' کے مقدمہ میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

''میں اس شخص (حضرت علیؑ) کے بارے میں کیا کہوں، جس کی فضیلتوں کا ان کے دوست و دشمن دونوں کو اعتراف ہے جن کے فضائل سے انکار ان کے مخالفین کو بھی ممکن نہ تھا۔آپ جانتے ہیں کہ بنی امیہ کی مشرق سے مغرب تک حکومت تھی، اُنہوں نے مختلف بہانوں سے کوششیں کیں کہ علیؑ کے نور کو خاموش کر کے ان کے لیے عیب اور برائیاں ٹھہرائیں، فضائل بیان کرنے والوں کو قتل کیا۔ان کے فضائل کو بیان کرنا یوں ممنوع قرار دیا گیا حتیٰ کوئی اپنے بچے کا نام علی رکھنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔لیکن بنی امیہ کی یہ تمام کوششیں عبث ہو کر رہ گئیں اور اس پروپیگنڈے نے ان کے نام کو مزید روشن اور معروف کر دیا۔بالکل مشک اور عطر کی طرح جتنا بھی مشک اور عطر کو چھپایا جائے لیکن پھر بھی اُن کی خوشبو باہر پھیل ہی جاتی ہے یا آفتاب کی طرح جو (ہمیشہ بادل کے پیچھے) غائب نہیں رہتا۔یا جیسے دن کی روشنی کے مانند اگر چہ بعض آنکھیں اُسے نہیں دیکھتیں، لیکن بہت ساری آنکھیں اُسے ملاحظہ کرتی ہیں''(۱)

اس کے بعد ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ:۔

'' بنی امیہ نے علیؑ اور ان کے فرزند کی یاد اور ذکر کو چھپانے کے ساتھ ساتھ ان کے نور کو بجھانے اور ان کے فضائل، مناقب اور درخشان ماضی (جو اسلام کی خدمات سے بھرا ہوا

۱۔شرح نہج البلاغہ، جلد ۱، ص ۱۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے) کو پوشیدہ رکھنے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ وہ حضرت (علی علیہ السلام) کو منبروں سے سب وشتم اور ناسزا کہتے رہے لیکن اس کے باوجود کہ آل علی (علیہم السلام) کی تعداد ان کے دشمنوں سے کم تھی پھر بھی وہ ہمیشہ قتل و غارت، اسیری و جلا وطنی، خوف و وحشت کی حالت میں زندگی گزارتے رہے۔ اور یہ خوف وحشت بھی ایسا تھا کہ فقہاء، محدثین، متکلمین ان کے فضائل بیان کرنے یا اُن میں سے کسی کے پاس جانے کی جرات نہیں کرتے تھے اور اس حد تک تقیہ کرتے تھے کہ اگر کوئی روایت علی (علیہ السلام) سے نقل کرنا چاہتے تھے تو علی (علیہ السلام) کے نام کے بجائے ''**قال رجل من قریش**'' (۲) کہہ کر نقل کیا کرتے تھے۔ معاویہ، یزید اور دیگر بنی امیہ نے علیؑ کو سب وشتم اور ناسزا کہنے اور ان کی ماضی میں اسلام اور پیغمبرؐ کی مثالی خدمات کو چھپانے کے لئے ۸۰ سال کوششیں کیں''

تاریخ میں نقل ہوا ہے کہ ''زید بن ثابت'' جو حضرت عثمان غنیؓ کے زبردست طرفداروں میں تھا، معاویہ کے زمانے میں شام کے دیہاتوں میں جا کر لوگوں کو جمع کر کے کہا کرتا تھا کہ:۔

''اے لوگو! علیؑ ایک منافق تھا، جس نے شب عقبہ پیغمبرؐ کو اذیت پہنچانی چاہی تھی'' پس لوگ حضرت علیؑ پر لعنت بھیجتے تھے، پھر دوسرے گاؤں میں جا کر اسی طرح حضرت علیؑ کے خلاف پروپیگنڈا کیا کرتا تھا (۲)

حضرت امام زین العابدینؑ نے ایک مرتبہ مروان سے کہا تم کیوں حضرت علیؑ کو منبروں سے گالیاں دیتے ہو؟ تو مروان نے جواب دیا اس لئے کہ حضرت علیؑ کو ناسزا اور سب وشتم کے بغیر ہماری حکومت باقی نہیں رہے گی۔

ابن ابی الحدید ''شرح نہج البلاغہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''ولید بن عبدالملک'' نے خلیفہ بننے کے وقت حضرت علیؑ کی ایسی توہین کی کہ جس کو قلم لکھنے سے شرماتا ہے (۳)

۲۔ پچھلے صفحات میں اس کے معنی بیان ہو چکے ہیں۔

۱۔ تشیع وشیعیان از دیدگاہ علماء واحادیث اہل سنت، ضیاء میر دیلمی ص ۱۹۶۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ، جلد ۴، ص ۶۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس دور میں حضرت علیؑ اور ان کے فرزندوں پر سب وشتم اور ناسزا کہنا اتنا عام اور رائج ہو چکا تھا کہ اگر بچے کھیل کود میں بازی ہار جاتے یا کوئی چیز ان کے مزاج کے خلاف واقع ہو جاتی، تو وہ فوراً علیؑ پر لعنت بھیجتے تھے(۱)

مخالفوں کا اعتراف

عمر بن عبدالعزیز (۲) کہتے ہیں'' ہم بچپنے میں عتبہ بن مسعود کے پاس قرآن پڑھنے جایا کرتے تھے ایک دن ہم کھیل کود میں مشغول تھے تو ہم نے کھیلتے کھیلتے کسی چیز پر حضرت علیؑ کو ناسزا کہا۔ استاد جو وہاں سے گزر رہے تھے، وہ ہماری اس حرکت پر بہت ناراض ہوئے اور غصہ میں وہاں سے چلے گئے۔ پھر جب میں ان کے پاس قرآن پڑھنے گیا، تو استاد (عتبہ بن مسعود) نے غصہ میں مجھ سے منھ پھیر لیا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ نماز کے بعد جب میں نے استاد سے ان کی ناراضگی کی علت پوچھی، تو استاد نے کہا: کیا تم نے کھیلتے وقت علی پر لعنت کی تھی؟ میں نے کہا ہاں، تو استاد نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہے کہ خدا ؛ جنگ بدر میں پیغمبرؐ کے رکاب میں لڑنے والوں سے ناراض ہے؟ (جو تم ان پر لعنت بھیجتے ہو) تو میں نے کہا استاد؛ کیا علیؑ بھی جنگ بدر میں موجود تھے؟ تو استاد نے کہا تم پر افسوس ہو ! جنگ بدر کے تمام افتخارات علیؑ کے نام ہیں۔ میں نے کہا آج کے بعد پھر کبھی ان پر لعنت نہیں بھیجوں گا۔ جس پر استاد نے مجھے قسم کھانے کے لئے کہا تو میں نے قسم کھائی کہ اب اس کے بعد میں دوبارہ کبھی بھی علیؑ پر لعنت نہیں بھیجوں گا''

عمر بن عبدالعزیز اس منحوس رسم کو ختم کرنے کے بارے میں مزید یوں کہتے ہیں کہ:۔

''میرا باپ مدینہ کے حاکم اور امیر تھے اور جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے۔ اکثر میں بھی مجلس میں بیٹھ کر ان کے خطبہ کو سنا کرتا تھا، میرے باپ بڑے جوش وخروش سے خطبہ دیا کرتے تھے، لیکن جوں ہی علیؑ پر سب وشتم اور ناسزا کہنے کی نوبت آتی، تو ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی تھی اور وہ صحیح سے الفاظ ادا نہیں کر پاتے تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا، بابا! آپ تو ایک اچھے اور نامور خطیب ہیں، لیکن آپ جب اس مرد (علیؑ) پر لعنت بھیجتے ہیں، تو آپ کی زبان

۱۔ جیسے کہ آجکل کے بچے کھیلتے کھیلتے کسی چیز پر کہا کرتے ہیں شیطان پر لعنت۔

۲۔ بنی امیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم اور جس کے حکم سے ہی یہ بدعت ختم ہوئی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں لکنت کیوں پیدا ہو جاتی ہے؟ تو انہوں یہ جواب دیا کہ علی (علیہ السلام) کے جتنے فضائل میں جانتا ہوں اگر اس کی اطلاع لوگوں کو ہو جائے، تو ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔اور سب اہل بیت (علیہم السلام) کے ساتھ ہو جائیں گے''

عمر بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی، اس کے ساتھ ساتھ استاد ''عتبہ بن مسعود'' کا واقعہ بھی میرے ذہن میں تھا، انہیں سب باتوں کی وجہ سے میں نے خدا سے یہ عہد کرلیا کہ اگر میں کبھی خلیفہ بنا تو اس بری رسم (لعن علی) کو ختم کردوں گا اور جب وہ خلیفہ بنے، تو اس نے لعن حضرت علیؑ کو ممنوع قرار دیا اور ان پر لعنت بھیجنے کے بجائے حکم دیا اس کی جگہ آیت ذیل پڑھی جائے:۔

''انّ اللہ یا مر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلّکم تذکرّون(۱)

پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب میں شیعہ صحابہ

پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں مذہب شیعیت کے ابھرنے اور آپؐ کے بعض صحابہ کے ''شیعہ علیؑ'' ہونے کی شہرت کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

اصحاب کی عزت واحترام کا معیار شیعوں کے نزدیک ان کے قبول اسلام، اسلامی تعلیمات کے مطابق جہاد میں شرکت، نبی پاکؐ کے مقصد میں ان کی جانفشانی کی وجہ ہے۔

چنانچہ مذکورہ اوصاف رکھنے کے ساتھ ساتھ پیغمبرؐ کے صحابیوں میں جو صحابہ کرام اہل بیتؑ کو دوست رکھتے تھے اور حضرت علیؑ کو آنحضورؐ کے بعد خلیفۃ المسلمین مانتے تھے، ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، جن میں سے قاضی نور اللہ شوستریؒ نے اپنی معروف کتاب ''مجالس المومنین'' میں ایک سو صحابہ کرام کے حالات زندگی لکھے ہیں۔جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

ابوذر غفاری

جناب ابوذر غفاریؓ اسلام سے پہلے بھی خدا کی وحدانیت اور یگانہ پرستی کی طرف رجحان رکھتے تھے۔

۱۔نحل۔۹۰

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نبی اکرمؐ کی طرف سے دعوت اسلام کا آغاز ہونے کے بعد حضرت علیؑ ان کو پیغمبرؐ کے پاس لے آئے۔ جہاں پیغمبرؐ کے دست مبارک پر حضرت ابوذرؓ ایمان لائے۔ابوذر، نبی اکرمؐ پر ایمان لانے والے چوتھے شخص تھے،اس کے بعد جناب ابوذرؓ نے اپنے قبیلہ کو مسلمان بنانے کے لئے بہت زیادہ زحمتیں و مشقتیں برداشت کئے۔

جناب ابوذرؓ کی دینداری، زہد و پرہیز گاری، نیز جہاد بالنفس کی وجہ سے وہ ہمیشہ پیغمبرؐ کے خاص محبوب تھے۔آنحضرتؐ جناب ابوذرؓ کا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ موازنہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے جناب ابوذر غفاریؓ کو، خلافت کے طریقہ کار پر تنقید کرنے کی وجہ سے شام کے مضافات کی طرف جلاوطن کردیا۔لیکن جناب ابوذر نے جب وہاں بھی اعتراض کا سلسلہ جاری رکھا،تو امیر شام نے خلیفہ سوم سے حضرت ابوذرؓ کے متعلق شکایت کی۔جس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے مجبوراً جناب ابوذر کو مدینہ واپس بلالیا۔

یہاں پر آکر خلیفہ ثالث نے، جناب ابوذر کو پھر ربذہ (مدینہ سے بہت دور ایک جگہ) کے صحراؤں کی طرف جلاوطن کردیا نیز یہ حکم دیا کہ کوئی ان کو رخصت اور خدا حافظی کرنے کے لئے نہ جائے، لیکن حضرت علی (علیہ السلام) نے خلیفہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے امام حسنؑ، امام حسینؑ، جناب عقیلؑ اور عبداللہ بن جعفر کے ہمراہ حضرت ابوذرؓ کو رخصت کیا۔آخر کار قرآن اور سنت کے آئین پر عمل کرنے والا پیغمبر اکرمؐ کا یہ صحابی اور اہل بیتؑ کا چاہنے والا انتہائی کسمپرسی کی حالت میں اس دار فانی سے رخصت ہوا۔

عمار بن یاسر

جناب عمار بن یاسر، جنوبی عربستان کے قبیلہ بنی مخزوم (جو اسلام سے پہلے قریش کا ہم پیمان قبیلہ تھا) میں سے تھے۔ جناب عمار یاسر پیغمبرؐ کے ان جوان سال اصحاب میں سے تھے،جنہوں نے دین اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔

جناب عمار کو کفار مکہ کی طرف سے بہت ساری سختیاں اور مشکلات جھیلنی پڑیں، وہ بھی ان محدود

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کے حکم سے حبشہ ہجرت کی تھی۔ مدینہ میں جب آنحضرتؐ نے اپنے صحابیوں کے درمیان رشتہ اخوت باندھا، تو آنحضورؐ نے ان کو حضرت حذیفہ بن یمان کا بھائی بنایا۔ پیغمبرؐ نے بارہا عمار یاسر کی صداقت اور پرہیز گاری کی تصریح فرمائی ہے۔ وہ قریش اور یہودیوں کے خلاف جنگوں میں بڑی شجاعت و دلیری کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے ہمرکاب لڑے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دوران انہیں کوفہ کا والی بنایا تھا، جسے انہوں نے بخوبی انجام دیا، حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران خلیفہ کے بعض اقدامات کی شدت سے مخالفت کی۔

جناب عمار کے متعلق پیغمبرؐ نے اپنے اصحاب سے یوں فرمایا تھا کہ عمار اسلام کا مجسم ہے۔ سنی عالم دین ''جلال الدین سیوطی'' ان کے بارے میں کہتے ہیں ''جنت علیؑ، سلمانؓ، مقدادؓ اور عمارؓ کی منتظر ہے''

آنحضرتؐ نے ان کی شہادت کے بارے میں فرمایا تھا کہ، عمار یاسرؓ ایک ظالم اور ستمگار اور باغی گروہ کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔ چنانچہ عمار یاسر کے متعلق آنحضرتؐ کی بشارت من و عن صحیح ثابت ہوئی اور عمار یاسر نے ''جنگ صفین'' میں حضرت علیؑ کے رکاب میں معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا، حضرت عمار یاسر کی شہادت اور آنحضرت کی پیشگوئی کی وجہ سے شام کے لشکر میں ایک زلزلہ آ گیا۔ لیکن امیر شام (معاویہ) نے یہ کہہ کر اپنی فوج کو خاموش کر دیا کہ عمار کو ہم نے نہیں، بلکہ علیؑ نے قتل کروایا، جو انہیں میدان جنگ میں لے کر آئے تھے۔

سلمان فارسی

جناب سلمان کا تعلق ایران کے شہر اصفہان سے تھا۔ وہ جوانی سے ہی ایک حقیقی اور اصلی دین کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے اپنے آبائی دین آتش پرستی سے ہاتھ اُٹھا کر یہودی اور عیسائی مذہب کی تحقیق کی۔ جس کے لئے وہ ایران سے بیت المقدس گئے۔ وہاں ایک راہب نے ان کو مکہ میں عنقریب آخری نبی کے ظاہر ہونے کی بشارت دی، جس کی بنا پر وہ فلسطین سے مکہ آئے۔ جونہی نبی اکرمؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا، جناب سلمان ان پر ایمان لے آئے اور آنحضرتؐ کے مورد وثوق ٹھہرے نیز ان کے گھر والوں کے نزدیک بھی محبوب شخصیت کے حامل ہو گئے۔ نبی اکرمؐ کے تمام صحابہ میں فقط جناب سلمان فارسیؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں کو آنحضرتؐ نے اپنے اہل بیتؑ (گھر والوں) میں شمار کیا ہے اور ان کے متعلق

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فرمایا ہے کہ" سلمان منّا اهل البيت" (۱)

جناب سلمان، حضرت علیؑ کے خاص دوستوں میں سے تھے اور حضرت علیؑ بھی جناب سلمان کی پرہیزگاری اور معنوی کمالات کے پیش نظر ان سے محبت کرتے تھے۔

جناب سلمان پیغمبرؐ کی تمام جنگوں میں ان کے ہمرکاب تھے اور جنگ احزاب یا خندق میں مدینہ کے اردگرد خندق یا کھائی ان کے مشورے سے ہی پیغمبر اکرمؐ نے کھدوائی تھی۔

شیخ طوسی "امالی" میں سلمان فارسیؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک صحابی منصور بن روح نے امام جعفر صادقؑ کو حضرت سلمان فارسیؓ کا بار بار ذکر کرنے کی وجہ پوچھی، تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:۔ سلمان فارسیؓ نہ کہو، بلکہ انہیں سلمان محمدی کہا کرو۔ میں تین دلیلوں سے ان کی ستائش اور تعریفیں کرتا ہوں۔

اول: اس لئے کہ انہوں نے اپنی چاہتوں کو علیؑ پر قربان کیا تھا۔ (یعنی حضرت علیؑ جو حکم بھی اُنہیں دیتے تھے وہ بغیر کسی چوں و چرا کے انجام دیتے تھے)

دوم:۔ اس لئے کہ وہ غریبوں اور فقیروں سے بہت پیار و محبت کرتے تھے اور امیروں سے غافل ہوجاتے تھے۔

سوم: اس لئے کہ وہ علم کو بہت دوست رکھتے تھے۔

تاریخ میں آیا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے جناب سلمان سے پوچھا بنی ہاشمؑ (۲) نے غرور اور نبیؐ کے ساتھ رشتہ داری کی خاطر ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کیا، کیونکہ وہ خود کو ان سے افضل جانتے تھے۔ لیکن تم نے ابوبکرؓ کی مخالفت کیوں کی؟ تو جناب سلمان نے جواب دیا: میں دنیا اور آخرت میں اہل بیتؑ کا شیعہ ہوں، لہٰذا جو کوئی بھی ان کی مخالفت کرے گا، میں اس کا مخالف ہوں اور ان کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کروں گا (۳) جناب سلمان آخری عمر تک "شیعہ علی" ہونے کی سند کی حفاظت کرتے ہوئے "مدائن" میں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے (۴)

۱۔ سلمان، ہم اہلبیتؑ میں سے ہے۔
۱۔ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاندان اور ان کے گھر والے۔
۳۔ شیعہ در ہند ص ۱۳۳۔
۴۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مقداد بن عمر

جناب ابوذر، جناب عمار اور جناب سلمان کی طرح جناب مقداد کا تعلق بھی عرب کے کسی بڑے قبیلہ سے نہ تھا۔ انہیں قبیلہ بنی مخزوم کے ایک فرد، اسود بن اسیوس نے بعنوان فرزند گود لیا تھا۔ مقداد کا شمار بھی ان سات آدمیوں میں ہوتا ہے، جو سب سے پہلے نبی اکرمؐ پر ایمان لائے تھے۔ جناب مقدادؓ بھی جناب ابوذرؓ، جناب عمارؓ، جناب سلمانؓ کی طرح حضرت علی (علیہ السلام) اور اہل بیت رسولؐ کے خاص طرفدار تھے۔ جناب مقدادؓ دین اسلام کی سربلندی کی خاطر ہمیشہ نبی اکرمؐ کے ساتھ ساتھ جنگوں میں شریک رہے اور نبی اکرمؐ کے عہد میں، کوئی سیاسی عہدہ یا کسی قسم کی ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذرت کر لی تھی، تاکہ انہیں زاہدانہ زندگی بسر کرنے کے لئے زیادہ فرصت ملے۔ جناب مقداد پیغمبر اکرمؐ کے بعد اہل بیتؑ پر پڑنے والے مصائب پر بہت افسوس کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے بعد بھی جب شوریٰ (۱) نے حضرت علیؑ کو خلیفہ نہیں چنا، تو مقدادؓ نے عمار یاسرؓ کے ساتھ حضرت علیؑ کو خلیفہ نہ چنے جانے پر شوریٰ کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ حضرت علی کو خلافت نہ دینے پر وہ ہمیشہ حضرت عثمانؓ سے کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے قدرت اور طاقت حاصل ہو جائے، تو قریش کے خلاف اسی شوق اور ولولہ سے جنگ کروں گا جیسے کہ جنگ بدر میں کفار سے کی تھی۔ آخرکار خاندان پیغمبرؐ کا یہ مدافع اور جانثار ۳۳ ہجری میں اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال سے پہلے، مسلمانوں کا خلیفہ بنانے کے لئے ایک چھ رکنی کمیٹی بنائی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ اسی کمیٹی کے ارکان میں سے کسی ایک کو میرے بعد خلیفہ منتخب کیا جائے۔ کمیٹی کے ارکان حسب ذیل تھے حضرت علیؑ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عثمانؓ، انہیں حکم دیا تھا اگر دو نمایندے ہوئے اور دونوں نمائندوں کو مساوی یعنی تین تین افراد کی حمایت حاصل ہو جائے، تو اس صورت میں جس کی طرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ (حضرت عثمانؓ کا بہنوئی) ہوں اس کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ تین دن کے بحث و مباحثہ کے بعد عبدالرحمٰن نے حضرت علیؑ سے پوچھا اگر آپ کو خلیفہ بنایا جائے تو کیا آپ سیرت شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) اور سنت پیغمبرؐ پر عمل کریں گے؟ حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا میں صرف قرآن اور نبی کی سنت کے مطابق عمل کروں گا۔ عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان الغنیؓ سے بھی وہی سوال پوچھا، تو انہوں نے ''سیرت شیخین'' پر عمل کرنے کے لئے اپنی آمادگی کا اظہار کیا لہٰذا عبدالرحمانؓ نے ہاتھ بڑھا کر ان کی بیعت کر کے کمیٹی کے دوسرے ارکان کو بھی ان کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خالد بن سعید بن العاص بن امیہ

خالد، ابوسعید کے نام سے معروف تھے اور بنی امیہ (۱) کے قبیلہ سے تھے، ان کا شمار بھی آنحضرتؐ کے اصحاب سابقین میں ہوتا تھا۔ ان کے ایمان لانے کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے خواب میں خود کو آگ کے شعلوں کے قریب پایا اور ان کا باپ انہیں آگ میں ڈالنے ہی والا تھا کہ آنحضرتؐ نے اشارہ کر کے انہیں اپنی طرف آنے کا حکم دیا تا کہ آگ کے شعلوں سے اسے نجات دیں۔ خالد جب نیند سے بیدار ہوئے، تو فوراً پیغمبرؐ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں اُنہیں حضرت ابوبکرؓ ملے تو ان کو بھی اپنے خواب اور ارادہ سے باخبر کیا۔ خواب سن کر حضرت ابوبکرؓ بھی ان کے ساتھ پیغمبرؐ کے گھر آئے اور دونوں ہی نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا۔

اسلام قبول کرنے کی پاداش میں خالد کو باپ نے گھر سے نکال دیا اور خالد کے بھائیوں کو بھی انہیں ستانے اور پریشان کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خالد اپنے ارادے پر ثابت قدم رہے، اور اپنے ایمان میں کسی قسم کی لغزش نہ آنے دی۔ پیغمبر اکرمؐ ان کے لئے کھانا بھیجتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حبشہ ہجرت کی۔ اس کے بعد پھر ان کے دیگر دو بھائی بھی ایمان لے آئے۔ خالد پیغمبرؐ اسلام کے ساتھ جنگ خیبر، حنین، تبوک اور فتح مکہ میں شریک تھے۔ پیغمبر اکرم نے اُنہیں زکات جمع کرنے کے لئے یمن بھیجا۔ خالدؓ نے پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اپنے عہدے سے استعفادے دیا اور مدینہ میں آ کر رہنے لگے۔ وہ کھلم کھلا کہا کرتے تھے۔ پیغمبر کے اصلی اور حقیقی وارث بس حضرت علی (علیہ السلام) ہیں۔ اپنے خاندان (بنی امیہ) میں سے وہ تنہا شخص تھے کہ جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ بننے کی شدت سے مخالفت کی، ۔ خالد بن سعید آخر کار اسی دور (حضرت ابوبکرؓ کے دور) میں اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔

حذیفہ بن یمان

اعلان نبوت کے بعد جلدی ہی اسلام لانے والوں میں سے ایک حذیفہ بن یمان ہیں۔ ان کی نظر میں

۱۔ ابوسفیان، معاویہ، یزید، مروان، وغیرہ کا خاندان۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسلام غلاموں، ضعیفوں اور بے کسوں کی پناہ گاہ ہے۔وہ بڑی شجاعت کے ساتھ جنگ احد اور احزاب (خندق) میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے۔حذیفہ پیغمبر اکرمؐ کے ''راز دار'' تھے اور نبی اکرمؐ نے منافقین کے نام ان کو پہلے سے بتادئے تھے۔جناب عمرؓ اور جناب عثمان غنیؓ نے بارہا اُن سے وہ نام پوچھنے کی کوشش کی۔اگر چہ حذیفہؓ منافقین کی تعداد اور ان کے دیگر تشخصات کو ان سے بتاتے تھے لیکن کبھی بھی ان کے نام ظاہر نہیں کرتے تھے۔پیغمبرؐ نے حذیفہ کو عرفان کی بھی کچھ تعلیم دی تھی جس کو انہوں نے پھر حضرت علی (علیہ السلام) کی راہنمائی سے مکمل کیا۔

جب جناب عثمانؓ کے بعد حضرت علی کو ظاہری خلافت ملی، تو جناب حذیفہؓ اُس وقت کوفہ میں سخت بیمار تھے۔جوں ہی اُنہیں حضرت علیؑ کی خلافت کی خبر ملی، تو فوراً اپنی جگہ سے اُٹھے اور نماز شکر ادا کی پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: بعض نے علیؑ کی بیعت سے انکار کیا ہے خدا سے ڈرو اور علیؑ کی حمایت کر کے ان کی تقویت کرو، خدا کی قسم علیؑ شروع سے لیکر آج تک حقانیت کے علمبردار اور عاشق وشیدائی رہے۔پیغمبرؐ کے بعد وہ امت میں سب سے افضل ہیں۔کوئی بھی شخص قیامت تک ان کے درجات اور کمالات تک نہیں پہنچ سکتا۔میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ خلیفہ بن گئے (۱)

حذیفہؓ نے دو بیٹوں ''صفوان اور سعد'' کو پیشگوئی کی تھی کہ عنقریب ہی علیؑ کو جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا ان سے درخواست کی کہ اس وقت علیؑ کا ساتھ دیں اور خدا کی قسم کھا کر کہا علیؑ حق کے راستے اور ان کے دشمن باطل کے راستہ پر ہوں گے۔پھر وقت آنے پر ان کے دونوں بیٹوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔آخر کار حذیفہ چھتیس (۳۶) ہجری میں مدینہ میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔

بلال بن ریاح

بلال بن ریاح، بلال حبشی کے نام سے مشہور ہیں۔ان کا اصلی وطن حبشہ تھا۔پیغمبر کی بعثت کے وقت وہ مکہ میں غلامی کے دن گزار رہے تھے۔ان کا شمار بھی نبی اکرمؐ کے سابقین اصحاب میں ہوتا ہے، بلال جب آنحضرتؐ پر ایمان لائے تو کفار قریش نے ان کو بری طرح اذیتیں دیں، تپتی دھوپ میں جلتی

۱۔شیعہ در ہند ص ۱۳۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

زمین پر عریان لٹا کر بدن پر گرم گرم پتھر رکھتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ابوبکرؓ کے ذریعہ ان کو خرید کر آزاد کروایا۔ مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال پیغمبر اکرمؐ نے بلال کو اذان دینے پر مامور فرمایا۔

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کے علاوہ، ابوبکرؓ کی بیعت کرنے سے بھی گریز کیا، جس پر عمرؓ نے بلال کا گریبان پکڑ کر ان سے کہا کہ تم کیوں ابوبکرؓ کی پیروی نہیں کرتے ہو؟ (حالانکہ انھوں نے تمہیں آزاد کر دیا تھا) تو بلال نے کہا ''اگر ابوبکرؓ نے اُنہیں خدا کے لئے آزاد کیا، تو میں بھی خدا کے لئے اُن کو اکیلا چھوڑتا ہوں'' مورخین کے بقول وہ دراصل ایسے خلیفہ کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے جس کا خدا اور پیغمبر کی طرف سے انتخاب نہ کیا گیا ہو(۱)

بلالؓ نے شام میں گوشہ نشینی اختیار کی اور وہیں دمشق میں طاعون کی بیماری سے اس دنیا سے کوچ کر گئے (۲)

اسامہ بن زید

اسامہ اور ان کی ماں ''ام ایمن'' بجا طور پر حضرت علیؑ کے حقیقی شیعہ تھے۔ اسامہ تقریباً بیس سال کے تھے جب آنحضرتؐ نے وفات فرمائی، لیکن وفات سے پہلے آنحضرتؐ نے انھیں حکم دیا تھا کہ ایک لشکر (جس میں بڑے بڑے صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ بھی شامل تھے) کو لے کر شام کی طرف حرکت کریں اور رومیوں کے ساتھ جہاد کریں، لیکن اسامہ کی کافی کوشش کے باوجود بھی وہ لوگ مدینہ سے نکلنے پر تیار نہیں ہوئے۔ جس سے پیغمبر اکرمؐ کے دل کو بہت ٹھیس پہنچی۔ لہٰذا حضرت علیؑ کے سوا، سب کو خود سے دور چلے جانے کا حکم دیا۔

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے، تو انھوں نے اسامہ کو شام کی طرف لشکر لے جانے کا حکم دیا۔ اسامہ نے پیغام بھیجا کہ پہلے ان تمام لوگوں۔ جو پیغمبر کی طرف سے میری رہبری میں جنگ کے لئے نکلنے پر مامور ہوئے تھے اور جس سے سرتابی کرنے والوں پر نبی نے ملامت کی تھی۔ سے کہا جائے کہ نبیؐ کے فرمان اور حکم کو جاری کریں، حتیٰ جناب ابوبکرؓ اور جناب عمرؓ بھی میری

۱۔ شیعہ در تاریخ ص ۱۳۵۔

۲۔ سیرہ ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۹۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سربراہی میں جنگ کے لئے نکلیں، یہ باتیں سن کر حضرت ابوبکرؓ اسامہ بن زید سے مایوس ہو گئے۔ اسامہ کو فرماندہی سے معزول کر کے ان کی جگہ ''خالد بن ولید'' کو لشکر کا کمانڈر اور سردار بنایا۔ آخرکار اسامہ معاویہ کی حکومت کے دوران اس دنیا سے انتقال کر گئے (۱)

غرفۃ العھدی انصاری

غرفۃ انصاری کا شمار پیغمبر اسلامؐ کے محبوب اصحاب میں ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے غرفہ کے تقویٰ اور ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے ان کے لئے دعا کی تھی۔ وہ ان اصحاب میں سے تھے جن کا مرغوب کام مدینہ کی مسجد کے صحن میں خداوند عالم کی عبادت تھی۔ غرفۃ کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی۔ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ، معاویہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی۔

نعمان بن عجلان

نعمان ایک برجستہ شاعر تھے۔ انہوں نے قریش کے خلاف حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم رکھنے پر بہت اشعار کہے، وہ حضرت علیؑ کی خلافت میں بحرین میں زکات جمع کرنے والوں میں سے تھے۔

ان کے علاوہ بہت سارے صحابہ پیغمبرؐ حضرت علیؑ کے شیعہ تھے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا، ان سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے خواہشمند حضرات تواریخ کی کتابوں خصوصاً مجالس المؤمنین کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ البتہ ان میں سے بعض مشہور اصحاب حسب ذیل تھے۔

عدی بن حاتم طائی، حجر بن عدی کندی کوفی، ابورافع ابراہیم، عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی، عمرو بن حمق خزاعی، برید بن حسیب اسلمی، مالک بن نویرہ جابر بن عبداللہ انصاری، سعد بن عبادہ انصاری، ابوایوب خالد بن زید کلیب انصاری، اُبی بن کعب، بسراء بن عازب انصاری، براء بن مالک، خزیمہ بن ثابت، عثمان بن حنیف، ابوالہیثم مالک انصاری۔

۱۔ شیعہ در ہند، بنقل از سیرۃ ابن ھشام، ج ۲، ص ۱۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تابعین میں سے چند شیعہ بزرگوں کا تعارف

محمد بن ابی بکرؓ

محمد بن ابو بکرؓ برجستہ تابعین میں سے تھے، جنہوں نے اپنے تمام وجود کو حضرت علیؑ ے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کی ماں ''اسماء بنت عمیس'' اور باپ ''حضرت ابو بکرؓ'' تھے۔ محمد دسویں ہجری میں پیدا ہوئے۔ جناب ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد جب اسماء بنت عمیس نے حضرت علیؑ سے شادی کی، تو محمد بن ابو بکر بھی اپنی ماں کے ساتھ حضرت علی کے گھر آئے، اور وہیں تربیت و پرورش پائی، مروان کی پالسیوں کے خلاف حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں میں محمد بن ابو بکرؓ بھی تھے۔ وہ حضرت علی کی خلافت کے دوران مصر کے حاکم مقرر ہوئے۔

محمد بن ابی بکرؓ حضرت علی کی خلافت کے آخری ایام میں معاویہ کے افراد کے ہاتھوں قتل کر دئے گئے۔

مالک بن حارث اشتر نخعی

مالک اشتر ایک دلیر اور بہادر جانباز ماہر جنگ افراد میں سے تھے۔ وہ اپنی پوری شجاعت اور دلیری کے ساتھ حضرت علیؑ کی حمایت کرتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے لئے لشکر کو جمع کرنے میں مالک نے بنیادی کردار ادا کیا تھا۔

حضرت علیؑ کے سفیر ''طرمّاح بن عدی'' نے جب معاویہ سے ملاقات کی تو معاویہ نے ان سے کہا کہ میں نے علیؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے ''کھیتوں میں دانوں کے مانند'' لشکر تیار کر رکھا ہے، تو طرماح نے جواب دیا کہ علیؑ کے لشکر میں ''مالک اشتر'' کے روپ میں ایک ایسا مرغا ہے، جو ان تمام دانوں کو اپنی چونچ سے چُگ لے گا (۱)

مالک فوج کو منظم کرنے میں بے نظیر صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت علیؑ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مالک اشتر کی میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک مجھے حاصل تھی۔ مالک اشتر صبر، زہد، نماز اور روزہ میں خلوص کی مثال نہیں رکھتے تھے۔ ان کو جب حضرت علیؑ کی

۱۔ شیعہ در ہند ۱۵۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طرف سے ایک شہر کا حاکم بنایا گیا، تو آپ بہت معمولی کپڑے پہن کر بازار میں گشت لگا کر بازار کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ جب بازار سے گزر رہے تھے، تو ایک شخص نے۔جو مالک اشتر کو نہیں پہچانتا تھا،۔ان کے سر پر کوڑا کرکٹ ڈال کر ان کی توہین کی۔ مالک اشتر کے جانے کے بعد جب اس سے کہا گیا کہ جس کی تم نے توہین کی، وہ علیؑ کے لشکر کا جرنیل ''مالک اشتر'' تھا، تو یہ سنتے ہی اس کا دم نکلنے لگا۔لہٰذا فوراً عذر خواہی کے لئے مالک اشتر کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگا، آگے چل کر اس نے دیکھا کہ مالک اشتر مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔نماز ختم ہونے کا انتظار کیا اور جوں ہی مالک کی نماز تمام ہوئی تو یہ شخص گڑگڑا کر رونے لگا اور مالک اشتر سے معذرت خواہی کرنے لگا۔ مالک اشتر انتقام گیری کے بجائے، بڑے اخلاق کے ساتھ ان کے ساتھ پیش آئے اور کہا، جو ہو گیا سو ہو گیا، اسے بھول جاؤ اور سنو در اصل میرا اس وقت مسجد آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، لیکن صرف تمہاری وجہ سے آیا ہوں تا کہ خدا سے تمہاری ہدایت اور بخشش کی دعا کروں، جس پر وہ شخص اپنے کیے پر شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

مالک اشتر، جب حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق، محمد بن ابی بکر کے بعد مصر کی فرمانروائی کے لئے جا رہے تھے، تو راستہ میں معاویہ کے جاسوسوں نے انہیں زہر دے کر قتل کر دیا۔

زید بن صوحان عبدی

یہ بھی حضرت علیؑ کے خاص دوستوں اور شیعوں میں سے تھے۔ام المومنین ''حضرت عائشہ'' نے جب خلیفہ مسلمین ''حضرت علیؑ'' کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جو جنگ ''جمل'' (۱) کے نام سے مشہور ہوئی، تو اس سے پہلے ''ام المومنین'' نے زید بن صوحان کو مندرجہ ذیل خط بھیجا۔

''یہ خط پیغمبرؐ کی اہلیہ، عائشہ کی طرف سے اپنے بیٹے ''زید بن صوحان'' کو ہے۔اس خط کے ملنے کے بعد کوفہ میں لوگوں کو علیؑ کے لشکر سے ملحق اور مدد پہنچانے سے باز رکھو۔اور اگلے احکامات کے منتظر رہو'' تو زید نے جواب دیا، مجھے خدا کے فرمان کے خلاف اقدام کرنے کا حکم دیتی ہو؟ اور خود آپ نے اپنی منفعت کی خاطر خدا کے فرامین کو پس پشت ڈال دیا ہے'' (۲)

۱۔جمل عربی میں اونٹ کو کہتے ہیں چونکہ ام المومنین اونٹ پر حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے آئی تھی، اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑا۔

۲۔شیعہ در ہند ۱۵۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پھر اسی جنگ جمل میں زید بہت مجروح ہوئے، حضرت علیؑ ان کے بارے میں جب دعا کرنے لگے۔ تو زید نے کہا اے حاکم عادل! خدا تجھے اجر دے،۔ خدا کی قسم! جس نے آپ کو نہیں پہچانا اس نے خدا کو بھی نہیں پہچانا ہے۔ خدا کی قسم میں بغیر کسی شک وشبہہ کے آپ کے دشمنوں سے لڑ اچکا ہوں چونکہ میں نے غدیر کی حدیث ''ام سلمہ'' (پیغمبرؐ کی ایک اہلیہ) سے سنی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں نے آپ کی ولایت کا انکار کر کے اپنی آخرت کو برباد کیا ہے۔ میں عذاب کے خوف سے آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ زید آخر کار زخموں کی تاب نہ لا کر شہدائے دین واسلام میں اپنا نام لکھوانے میں کامیاب ہو گئے۔

میثم تمار

میثم تمار کا تعلق ایک بڑے قبیلہ سے تھا۔ جس کے سب افراد شیعہ تھے۔ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ میثم سے پوچھا کہ اگر ابن زیاد تجھے، مجھ پر سب وشتم کرنے کا حکم دیدے، تو تم اس وقت کیا کرو گے؟ میثم نے جواب دیا، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت علیؑ نے جب میثم کا جواب سنا، تو آپؑ نے ان سے ان کے اوپر ہونے والے تمام ظلم وستم کو من وعن بتا دیا جو ''ابن زیاد'' ان کے حق میں انجام دینے والا تھا۔ نیز ان سے یہ بھی بتا دیا کہ ان کی زبان کاٹ دی جائے گی۔ پھر حضرت علیؑ نے وہ جگہ اور اس درخت کی میثم کو نشاندھی کی جہاں انہیں پھانسی دی جانے والی تھی۔ میثم آخری عمر تک اس گھڑی کے انتظار میں تھے۔ وہ اس درخت کے پاس جا کر اسے پانی دیا کرتا تھے اور مخاطب ہو کر اس سے کہتے تھے کہ ''میرے مولا نے خبر دے رکھی ہے کہ تم میرے لئے بنے ہو''

آخر کار حضرت علیؑ کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی اور میثم کو گرفتار کر کے علیؑ سے بیزاری اور ان پر سب وشتم کا تقاضا کیا گیا لیکن میثم سبّ وشتم کے بجائے علیؑ کے فضائل بیان کرنے لگے جس پر ''ابن زیاد'' نے غضبناک ہو کر ان کی زبان کاٹنے کا حکم دیا، زبان کاٹ دئے جانے کے بعد میثم کو اسی درخت پر سولی دی گئی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف

محمد بن ابی حذیفہ کا تعلق بنی امیہ (ا) کے قبیلہ سے تھا۔ وہ بھی مصر میں حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا ایک رہبر تھے۔ وہ جب معاویہ کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، تو معاویہ نے اپنے قبیلہ کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے انہیں قتل کرنے کے بجائے زندان میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد ایک دن معاویہ نے ان کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''ستمگاروں نے عثمانؓ کو بے گناہ قتل کر دیا ہے، اس لئے میں ان کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ لہٰذا علیؑ کی دوستی پر تجھے شرم آنی چاہیے۔ اس کے جواب میں محمد نے کہا چونکہ میں تمہارے رشتہ داروں میں سے ہوں اس لئے تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ خدا کی قسم! تم خود ہی عثمان کے قتل کے ذمہ دار ہو۔ عثمانؓ نے بھی تمہاری طرح غیر شائستہ افراد کو اسلامی شہروں کا والی وحاکم بنا دیا تھا، مہاجرین اور انصار نے تاکید کے ساتھ عثمانؓ سے کہا تھا کہ تم (معاویہ) اور تمہارے جیسے لوگوں کو اسلامی شہروں کی حکمرانی سے معزول کریں، لیکن انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ لہٰذا تمہاری سزا انہیں بھگتنی پڑی۔ طلحہ اور زبیر نے لوگوں کو ان کے گھر کا محاصرہ کرنے پر اُکسایا تھا۔ اس کے بعد معاویہ سے کہا، اے معاویہ! اسلام نے بھی تجھے نہیں بدلا ہے، تم غلطی سے مجھے علیؑ کی دوستی پر سرزنش کرتے ہو، اس کے برعکس ابوسفیان کے پیروکاروں اور منافقوں کہ جنہوں نے صرف اپنی جان کی حفاظت کی خاطر اسلام قبول کیا تھا اپنا ایمان تجھے بیچ دیا ہے اور وہ بدل گئے ہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی اپنے جرائم سے بے خبر نہیں ہیں۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں علیؑ سے محبت کرتا رہوں گا۔ چونکہ میں علیؑ کی دوستی کو! خدا سے نزدیک ہونے کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ معاویہ یہ سن کر صبر نہیں کر سکا، لہٰذا اسے پھر زندان بھیجنے کا حکم دیا۔ آخر کار محمد جیل میں ہی انتقال کر گئے۔

ا۔ یزید، معاویہ، مروان، ابوسفیان کا خاندان۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قاضی نور اللہ شوستری کہتے ہیں کہ:۔ ''میزان الاعتدال'' کے مصنف ذہبی نے چار سو شیعوں کو جو تابعین یا تبع تابعین میں سے تھے ''تفضیلہ'' (۱) کہا ہے۔ اور وہ معتقد ہیں کہ ان میں سے اکثر موثق اور قابل اعتماد ہیں۔ سمعانی نے بھی ''الاسناب'' میں لکھا ہے کہ تابعین میں بہت سارے علماء شیعہ تھے (۲) ذیل میں اختصار کے ساتھ معروف تابعین کا نام ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

جودہ بن جبیرہ، سعید بن قیس حمدانی، خواجہ ربیع بن ہیثم، عبدالرحمان بن صرد، سعید بن جبیر کوفی، اصبغ بن نباتہ، رشید ہجری، حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی، مخنّن بن ابی مخنن، جابر بن رشید ہجری، ابان بن تغلب بن ریاح بن سعید بکری حریری۔

ا۔ تفضیلہ اصطلاح میں ان سنیوں کو کہتے ہیں جو سنی مذہب پر ہونے کے باوجود اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کے قائل ہیں اور انہیں دوست رکھتے ہیں۔

۲۔ شیعہ در ھند ۱۶۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دوسری فصل

کشمیر تاریخ کے آئینہ میں

مقدمہ

وادی کشمیر کوہ ہمالیہ کا درمیانی علاقہ ہے جس کی کئی شاخیں ہیں۔ سطح سمندر سے بلندی کے اعتبار سے مختلف مقامات میں نمایاں طبیعی فرق ہے اس میں دریائے جہلم بہتا ہے۔ چاروں طرف سے بلند و بالا کوہستان ہیں، پنجاب سے جموں و کشمیر تک اونچے پہاڑوں کے سلسلے نے، اس کو ہندوستان سے الگ کیا ہے اور شمالی کوہستانی سلسلہ نے جو کہ تبت، لداخ، وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے نے کشمیر کو وسط ایشا سے جدا کر دیا ہے۔

کشمیر کو سارے ایشیا میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے۔ وادی کا علاقہ سطح سمندر سے دو ہزار سے چھ ہزار فٹ تک بلند ہے۔ اس کے مشرق کی سمت میں دریائے ''راوی'' اور مغرب میں دریائے ''جہلم'' بہتا ہے۔ ریاست جموں و کشمیر تقریباً اسی ہزار مربع میل کی حدود میں پھیلی ہوئی ہے۔ وادی ایک لمبی کھائی کی شکل میں موجود ہے جس کی لمبائی ۸۴ میل اور چوڑائی ۲۰ سے لے کر ۲۵ میل تک ہے۔

کشمیر جھیلوں، چشموں، دریاؤں، آبشاروں، کوہساروں اور باغوں کی سرزمین ہے۔ ولر، ڈل اور مانسبل یہاں کی مشہور جھیلیں۔ چشمہ ویری ناگ، چشمہ شاہی، اور چشمہ اچھ بل، اپنے میٹھے پانی کی وجہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔اسی طرح نشاط باغ، شالیمار باغ، اپنی معطر فضاؤں کی بدولت ساری دنیا کے سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔گلمرگ، یوس مرگ، سونہ مرگ، پہلگام، اور دیگر دسیوں مقامات ایسی صحت افزا جگہیں ہیں جو صرف کشمیر کے حصے میں خداوند عالم نے قرار دی ہیں۔

کشمیر کا جغرافیہ

ا۔البیرونی نے لکھا ہے کہ کشمیر کے جنوب اور مشرق کی طرف ہندوستان، مغرب کی طرف ملک بولر وسوہگنن شاہ اور دور دانہ چوٹیاں بدخشان سے واکھن شاہ تک ہیں۔شمال مشرق کی طرف سے ترکش کا کوٹان اور تبت ہے۔تبت کے راستے سے، بھوٹ شہر سے کشمیر تک ۹۰۰ میل ہے(۱)

۲۔علی اکبر دھخدا لکھتے ہیں کہ کشمیر شبہ جزیرہ ہندوستان میں کوہ ہمالیہ کے دامن میں ایک صوبہ ہے۔جس کے شمال مشرق کی طرف چین ہے شمال مغرب میں افغانستان، مغرب میں پاکستان اور اس کے جنوب میں ہندوستان واقع ہے(۲)

۳۔ملاّ نبی کے کہنے کے مطابق کشمیر کے مشرق میں۔تبت، لداخ اور قرا قرم پہاڑ یاں اور مغرب میں پکھلا افغانستان، جنوب میں پنجاب و ہندوستان اور اس کے شمال میں گلگت، چترال، یاسین، اسکردو اور بدخشان ہیں(۳)

ابوالفضل کشمیر کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ مشرق کی طرف دریائے چناب، جنوب مشرق کی طرف بانہال اور جموں کے پہاڑ، شمال کی طرف تبت کلان اور جنوب کی طرف پکلن اا ور کشن گنگا، جنوب مغرب میں گوکر اور شمال مغرب میں تبت خورد اور اس کے چاروں طرف ہمالیہ کے بلند و بالا پہاڑ ہیں(۴)

ا۔ الہند جلد اول ص ۲۰۔

۲۔لغت نامہ دہ خدا، علی اکبر، حرف ک ۱ ص.۵۵۶۔

۳۔تاریخ فرشتہ ص ۳۳۵۔

۴۔آئینہ اکبری جلد دوم ص ۳۴۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کی آب و ہوا اور یہاں کے موسمی حالات

کشمیر کے آب و ہوا کی صفائی کے شواہد میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں کے مناظر کی زیبائی اور اہل کشمیر کے حسین چہروں کی ملایمت قدیم فارسی شعراء کی زبان پر رہی ہے اس کے پہاڑوں اور میدانوں میں مختلف انواع و اقسام کے درخت پائے جاتے ہیں جن کے پھل انتہائی شیرین، ذائقہ دار اور لوگوں کے مزاج کے موافق ہیں۔ چونکہ یہاں کا موسم بہت زیادہ سرد ہے اور بہت برف باری ہوتی ہے۔ اس وجہ سے بعض میوے مثلاً نارنگی، لیموں، آم، نیشکر، کھجور، کیلا اور جامن نہیں پائے جاتے بلکہ انہیں ہندوستان کے مختلف شہروں سے منگایا جاتا ہے۔

مرزا حیدر کاشغری کا کہنا ہے کہ کشمیر میں موسم سرما میں بھی فضا معتدل ہوتی ہے۔ اس ریاست کے چاروں موسم خوشگوار ہیں (۱)

کشمیر کے موسم

کشمیر کے چار موسم ہیں:۔

۱۔ **موسم بہار**:۔ جو عیسوی مہینے کے ۲۱ مارچ سے شروع ہو کر ۲۰ جون تک رہتا ہے۔ یہ موسم بہت زیادہ خوشگوار ہوتا ہے اس موسم میں یہاں کی سرزمین سرسبز، شاداب اور ہرے بھرے درختوں سے مزّین ہو جاتی ہے۔ ہر طرف معطر ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔

۲۔ **موسم گرما**:۔ یہ موسم اکیس (۲۱) جون سے شروع ہو کر بائیس (۲۲) ستمبر تک رہتا ہے۔ اس موسم کے جوبن میں دن چودہ گھنٹے ساڑے اٹھارہ منٹ کا ہوتا ہے کبھی کبھی اس موسم میں بارش ہوتی ہے جس سے اگرچہ درجہ حرارت میں کسی حد تک کمی ضرور آجاتی ہے۔ مگر اس بارش سے بہت سارے علاقوں میں سیلاب بھی آجاتا ہے۔

۳۔ **موسم خزان**:۔ موسم خزان ۲۳ ستمبر سے شروع کر ۲۱ دسمبر کو اختتام پذیر ہوتا ہے۔ موسم خزان میں ہوا خشک ہوتی ہے۔ جس سے درختوں کے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں فصلیں بھی تیار ہو جاتی ہیں اور سردی

۱۔ تاریخ رشیدی ص ۴۲۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بھی آہستہ آہستہ شروع پڑنے لگتی ہے لہٰذا گرم کپڑے بھی استعمال کرنے پڑتے ہیں۔صبح وشام انگیٹھی (کانگڑی) کا استعمال بھی کرنا پڑتا ہے۔کبھی کبھی موسم خزان کے دوران برف باری یا بارش بھی ہوتی ہے۔

۴۔**موسم سرما** :۔موسم سرما ۲۲ ڈسمبر سے ۲۰ مارچ تک ہوتا ہے اس میں بہت ہی زیادہ سردی اور بارش کے ساتھ ساتھ شدید برف گرتی ہے۔شدت سرما میں تالابوں اور جھیلوں کے پانی کے علاوہ پرنالوں سے گرے ہوئے پانی کے قطرے بھی منجمد ہو جاتے ہیں۔درجہ حرارت صفر سے نیچے آجاتا ہے سردی اس حد تک ہوتی ہے کہ فضا میں خصوصاً صبح وشام دھند پھیل جاتی ہے۔وسط دسمبر سے وسط فروری تک بہت زیادہ سردی پڑتی ہے۔

سیاسی جغرافیہ

کشمیر جنوبی ایشیا میں ہندوستان کے شمال میں واقع ہے اور اس کی سرحدیں شمال اور مشرق کی طرف چین، شمال مغرب کی طرف افغانستان، مغرب میں پاکستان، اور جنوب میں ہماچل پردیش اور پنجاب سے جاملتی ہیں۔

اس طرح کشمیر مشرق کی طرف سے ''سین کیانگ'' (چین کا ایک شہر) اور مغرب کی طرف سے تاجکستان، ازبکستان کا ہمسایہ ہے۔

اس وقت کشمیر دو حصوں پر مشتمل ہے ایک جمّوں وکشمیر، جو ہندوستان کے زیر قبضہ ہے جس کی راجدھانی سرینگر ہے۔کشمیر کا دوسرا حصہ پاکستان کے قبضہ میں ہے جس کو عام طور ''**آزاد کشمیر**'' کہا جاتا ہے جس کی راجدھانی مظفر آباد ہے۔کشمیر کے دونوں حصے **LINE OF CONTROL** خط محاسبہ کے ذریعے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔جس کی لمبائی ۱۳۵۸ کلومیٹر ہے اور یہ خطہ محاسبہ ہندوستان اور پاکستان کی تیسری جنگ کے بعد اقوام متحدہ کے ذریعے متعین کیا گیا ہے۔

کشمیر کا کل زمینی رقبہ ۲۲۲۲۳۶ کلومیٹر مربع ہے۔جس میں سے ۸۱۱۴ے کلومیٹر مربع پاکستان کے زیر قبضہ آزاد کشمیر کی شکل میں ہے۔۳۷۵۵۵ کلومیٹر مربع پر چین نے ۱۹۶۲ عیسوی کے جنگ میں قبضہ کرلیا تھا۔اس کے علاوہ پھر پاکستان نے بھی ۵۱۸۰ کلومیٹر مربع کشمیر کی زمین چین کو دیدی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کے پورے رقبہ میں سے جموں اور کشمیر (ہندوستان کے زیرانتظام) تقریباً ۲/۳ پر مشتمل ہے۔

ڈیموگرافی

ہندوستان کے زیرانتظام جموں وکشمیر کی سال ۲۰۰۳ء میں مجموعی آبادی ۱۰۱،۴۳،۷۰۰ یعنی ایک کروڑ ایک لاکھ تینتالیس ہزار سات سو افراد تھی۔

چونکہ جموں وکشمیر کی زمین یکساں اور ہموار نہیں ہے لہٰذا لوگوں کی آبادی بھی ایک جیسی نہیں ہے۔ جس کا اندازہ آپ نیچے دئے گئے شرح فیصد سے لگا سکتے ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر کے ۵۸/۵۲ فیصد لوگ وادی میں آباد ہیں۔ جبکہ جموں وکشمیر کی کل زمین میں سے ''وادی کشمیر'' صرف سترہ فیصد ہے۔ جموں کی مجموعی زمین ۲۶۲۹۳sqkm ہے یعنی ۲۶ فیصد ہے اور لداخ کی مجموعی زمین ۵۹۱۴۶sqkm ہے یعنی ۵۹ فیصد ہے

جموں وکشمیر میں رائج مذاہب کا شرح فیصد

جموں وکشمیر کی مجموعی آبادی میں سے مذاہب کی شرح فیصد حسب ذیل ہے۔

مسلمان۔	۶۶/۹۷	فیصد
ہندو۔	۲۹/۶۳	فیصد
سکھ۔	۲/۰۴	فیصد
بودھ	۱/۱۲	فیصد

وادی کشمیر میں مذاہب کی شرح فیصد

مسلمان۔	۹۵	فیصد
ہندو۔	۴	فیصد
سیکھ وعیسائی۔	۱/۲	فیصد

اس نکتہ کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ پوری ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی مجموعی تعداد میں سے تقریباً پندرہ فیصد ''شیعہ فرقہ'' سے تعلق رکھتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آزاد کشمیر

آزاد کشمیر (شمالی علاقہ جات یعنی گلگت اور بلتستان کے بغیر (۱) کی مجموعی آبادی ۱۹۹۸ء میں ۲۹۷۲۵۹۱ افراد تھی۔ جس میں ۹۹ فیصد مسلمان ہیں۔ لیکن آزاد کشمیر کی حکومت کے تخمینے کے مطابق ۲۰۰۷ عیسوی میں آزاد کشمیر کی مجموعی آبادی چالیس لاکھ سرسٹھ ہزار آٹھ سو چھپن ۴۰۶۷۸۵۶ نفوس پر مشتمل ہے وہاں کی آبادی آٹھ ضلعوں میں بٹی ہوئی ہے (۲)

وجہ تسمیہ کشمیر (قدیم تاریخ)

کشمیر کو کشمیر کیوں کہا جاتا ہے؟ کیسے وجود میں آیا؟ یہاں کی سرزمین کس طرح بسنے کے قابل بنی؟ اور سب سے پہلے کون لوگ یہاں آباد ہوئے؟ ان سب سوالات کے جو جوابات تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں انہیں حتمی اور حرف آخر تسلیم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ روز بروز جدید تحقیق کے نتیجے اور نئے انکشافات سامنے آرہے ہیں۔ بہر حال ان سوالات کے جو جوابات کتابوں میں آئے ہیں ان میں سے بعض اس طرح ہیں۔

۱۔ ہندو دیومالائی نظریہ

قدیم ہندو مورخین کا خیال ہے کہ وادی کشمیر ہزاروں سال پہلے ایک وسیع وعریض جھیل تھی، جہاں جنات رہتے تھے اس جھیل میں ''شیو دیوتا'' کے مختلف مظاہروں میں سے ''ستی'' نامی ایک شکتی (قدرت) پانی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اسی مناسبت سے یہ جھیل ''ستی سر'' سے مشہور ہوئی۔ اس جھیل میں ایک بڑا دیو 'جلدیو' نامی آدم خور رہتا تھا۔ جس نے ظلم و جبر کی انتہا کر رکھی تھی۔ وہ اطراف وجوانب میں گھومتا پھرتا تھا اس دوران جو چیز اسے مل جاتی تھی اسے ہڑپ کر جاتا تھا۔ یہ حالت ایک مدت تک قائم رہی۔ ایک دن اتفاق سے برہما کا پوتا ''کشپ'' جنوب سے یاترا کے لئے شمال کی

۱۔ گلگت اور بلتستان پر پاکستان کا دعویٰ ہے کہ وہ پاکستان کا حصہ ہے۔ جبکہ ہندوستان کے زیر انتظام جموں و کشمیر اور آزاد کشمیر پاکستان کا اصرار ہے کہ گلگت اور بلتستان کشمیر کا جزء لاینفک ہے جو تاریخی حقائق سے بھی ہم آہنگ ہے۔

۲۔ یہ اطلاعات آزاد کشمیر کی حکومتی ویب سائٹ سے لی گئی ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طرف آیا، ستی سر کے ساحل شمال مغرب میں واقع بستیوں کو جب ویران پڑے دیکھا تو اس کی علت پوچھنے پر مجبور ہوا۔ دریافت کرنے پر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ ''جلد یوجن'' کی کارستانیاں ہیں۔ تو کشپ، لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر کافی متاثر ہوئے۔ وہیں خدا سے دعا مانگی اور خدا سے ''جلد یوجن'' کے شر کو مٹانے کی التجا کی۔ کہا جاتا ہے مہادیو نے (جن سے مراد ہندوؤں کی اصطلاح میں پروردگار کہلاتا ہے) کشپ کی دعا قبول کی اور بشن اور برہما کو جو مہادیو کے مقتدر کارکنوں میں سے تھے، ''جلد یوجن'' کو مٹا دینے کی غرض سے بھیجا۔ بشن نے ایک سو سال تک جلدیو کے ساتھ جنگ لڑی۔ لیکن پانی کی شدت اور سیلابوں کی کثرت کی وجہ سے وہ اس پر غالب نہ آپایا۔ آخر اسے ایک تدبیر سوجھی، جس کے مطابق ''بارہمولہ'' کے نواحی میں اس نے پہاڑ سے تھوڑا سا حصہ کاٹ دیا۔ اور اس طرح پانی کی نکاسی کی صورت پیدا ہوگئی زمین ہموار ہوگی۔ لیکن جلدیو پھر بھی ایک گہری جگہ (جہاں ابھی پانی موجود تھا) چھپنے میں کامیاب ہوگیا۔ کشپ رشی کی ریاضت اور عبادت کی بدولت مہادیو نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ جلدیو کا کام تمام کردے، چنانچہ اس نے مینا کی شکل اختیار کر کے اپنی چونچ میں کوہ سمیر کی ایک چوٹی ''کوہ ماران'' اٹھا کر اس گہری جگہ پر گرادیا، جہاں جلد یوجن اپنا قبضہ جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ کوہ ماران کے گرانے سے جلدیو اس کے نیچے دب کر ہلاک ہوگیا اور اس طرح سے ''جلد یوجن'' کا خاتمہ ہوگیا۔ زمین خشک ہوئی اور بود و باش کے قابل بنی۔ جس کا نام ''کشپ میر'' پڑ گیا۔ کیونکہ ''میر'' کشپ کی بیوی کا نام تھا اور پھر یہ نام زبان کے اختلاف کی وجہ سے ''کشمیر'' ہوگیا۔

۲۔ موسمیاتی تغیر کا نظریہ

ایک نظریہ یہ ہے کہ بہت عرصہ قبل (یعنی قبل از تاریخ) کشمیر کا پورا علاقہ ایک بڑی جھیل تھا۔ یہ جھیل چاروں جانب پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ صرف مغرب کی طرف چٹانوں کا ایک درّہ تھا۔ یہ چٹانیں زلزلوں اور طوفانوں کے دباو سے ٹوٹتی اور گرتی رہیں۔ اس طرح جھیل کا پانی خارج ہو کر کسی حد تک زمین خشک ہوئی۔ اس زمانے میں اس خطے کا موسم انتہائی سرد تھا۔ بھاری برف باری کی وجہ سے انسانوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ یہاں مستقل طور پر بستیاں تعمیر کر لیں۔ صرف جنوب کے خانہ بدوش موسم گرما میں یہاں کچھ وقت گزارتے تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پھر قدرت مہربان ہوئی آہستہ آہستہ درجہ حرارت میں اعتدال آتا گیا اور زمین رہائش اور زراعت کے قابل بننے لگی۔ چنانچہ یہاں لوگوں نے آباد ہونا شروع کر دیا مورخوں کے نزدیک کشمیر کی زمین مسیح (حضرت عیسیٰ) سے دو ہزار سال پہلے اس قابل بنی کہ یہاں انسان آباد ہو سکیں (۱)

اس دور سے پہلے اس خطے کو "ستی سر" کہا جاتا تھا آباد ہونے کے بعد اسے "کا سمیر" کا نام دیا گیا" کا سمیر" سنسکرت کا لفظ ہے۔ کا یعنی پانی اور سمیر وہ زمین جس سے (پانی) نکالا گیا ہو۔

۳۔ قبیلہ ''کاش'' کی آمد کا نظریہ

تیسرا نظریہ، یہ ہے کہ اس کا اصلی نام کاشیر ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسے ایک ایسے قبیلے نے آباد کیا تھا جس کا نام کاش تھا یہ قبیلہ پہلے ''کاشغر اور کاش'' میں آباد تھا اور ''کاش'' کے ساتھ ''میر'' بالکل اسی طرح سے ملایا گیا جیسے کہ ''کاش'' کے ساتھ ''گر'' اور ''ان'' مل گیا ہے اور کاشان اور کاش گر بنا۔

۴۔ قبیلہ ''ناگ'' کی آمد

ایک نظریہ، یہ ہے کہ یہاں کی قدیم قوم، ناگتھی اور آریاؤں کے آنے سے پہلے یہ ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ قوم پہلے کہاں تھی؟ اس سلسلے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ جب ہندوستان کے شمال کی طرف آریاؤں کی لہر آئی تو ناگ نسل کے لوگ بھی ملک کے دوسرے قدیم باشندوں کی طرح بے اقتدار ہو گئے، انھیں ذہن کے صفحوں سے مٹا کر صرف آریائی نسل پیش نظر باقی رہ گئی۔

۵۔ قوم اسرائیل سے کشمیروں کا نسلی تعلق

ایک نظریہ کے مطابق کشمیری اصل میں اسرائیلی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ جن مورخوں نے کشمیر کے سفر کے دوران یہاں کے لوگوں خاصکر دیہاتیوں کو نزدیک سے دیکھا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کشمیریوں اور اسرائیلیوں کے درمیان، رنگ، زبان، عادات اور خصوصیات کی بہت سی مشترکہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں سر والٹر آر۔ ایس اور سر فرانیس ینگ ہسبنڈ کا نام سر فہرست ہے۔ فرانیس کا کہنا ہے کہ یہاں کے مرد پرانے اسرائیلیوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

1.Islamic culture in Kashmir 59 .

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۶۔ کشمیر اسرائیل کی شاخ بریدہ

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کشمیر قوم اسرائیل کی گم شدہ ایک شاخ ہے اور یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے دیہاتوں میں چوپان بھیڑوں کی اسی طرح رکھوالی کرتے ہیں جس طرح بائبل میں اس کا ذکر ہوا ہے(۱)

برنیر Bernier کا کہنا ہے کہ جوں ہی انسان پیر پنچال سے گزر کر ریاست (کشمیر) میں داخل ہوتا ہے یہاں کے دیہات اسرائیلیوں کے جیسے لگتے ہیں (۲)

البیرونی نے کشمیر کے متعلق لکھا ہے ''کشمیر کے لوگ اپنے ملک کے ساتھ ملنے والے راستوں کی کڑی حفاظت کرتے ہیں اور اس طرح ان کے ساتھ تجارت کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ پرانے زمانے میں یہاں کے لوگ بہت چھان بین کے بعد مخصوص لوگوں بالخصوص یہودیوں کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت دیتے تھے(۳)

خلاصہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بات پر تمام مورخین کو اتفاق ہے کہ ''وادی کشمیر'' پہلے ایک وسیع جھیل تھی۔ لیکن اس جھیل کے خشک ہونے کے بارے میں اور وادی کشمیر کے آباد ہونے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ ہر مورخ و مفکر نے اپنے اندازِ فکر کے مطابق اس کے خشک ہونے اور آباد ہونے کے بارے میں مختلف نظریے بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ تمام نظریے حقیقت سے زیادہ توہمات یا اندازہ گیری پر مبنی ہیں۔

قرین حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کو وجود میں آنے کا راز زمین کی جغرافیائی تبدیلی میں مضمر ہے۔ کشمیر جو بلند و بالا کوہستان کے درمیان میں واقع ہے گھنے جنگلوں اور بلند پہاڑوں کی وجہ سے برف و بارش کا مرکز بنا تھا۔ بارش اور برف کا پانی جمع ہو کر وادی کوہسار وسیع اور عریض جھیل کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ہزاروں سال گزرنے کے بعد جغرافیائی تبدیلی (تغیر، طوفان، زلزلہ) سے کوہستان کا ایک حصہ ٹوٹ پھوٹ گیا وہاں سے پانی خارج ہونے کے بعد کشمیر میں زمین خشک ہو کر قابل بود و باش ہو گئی۔

1-Islamic culture in kashmirp60.
2-Travelsp43.

۳۔ تحقیق ماللھند محمد ابوریحان بیرونی ص ۱۴۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیریوں کی زبان

کشمیری لوگ اپنی کشمیری زبان میں اپنے وطن کو " کشیر" کہتے ہیں (۱) اسی طرح اپنی مادری زبان کشمیری کو "کاشُر" کہتے ہیں۔ کشمیر نام کی مناسبت سے زبان کا بھی نام رکھا گیا ہے "م" درمیان میں حذف کر دیا گیا ہے اور یہ لسانی عمل کا شاید نتیجہ ہے۔ کشمیریوں کی زبان کے بارے میں چند اہل قلم کی رائے کا لب لباب حسب ذیل ہے:۔

"کشمیر میں جب بنی نوع انسان نے بود و باش اختیار کی، اس زمانے میں یہاں کے لوگوں کی زبان سنسکرت تھی اور ہندوستان میں مختلف زبانیں رائج تھیں۔ مہابھارت کے زمانے میں ان زبانوں میں تغیّر و تبدل ہونے لگا۔ کشمیر میں بھی اس وقت کی مروّجہ زبان "سنسکرت" بھی تحولات کا شکار ہونے لگی اور سنسکرت کی کوئی بگڑی صورت استعمال ہونے لگی۔ جب سنسکرت زبان خالص نہ رہی تو اس کی نئی صورت کو پراکرت کا نام دیا گیا۔ بدھ ازم (بدھ مت) کے دور تک پراکرت ہی کشمیر میں مروّج رہی ہے۔ تب تک اس کے قواعد اور ضوابط بھی بن گئے تھے۔ لیکن نچلے درجے کے لوگوں نے اس کو خراب کرنا شروع کیا۔ اس بگڑی ہوئی زبان کو اب بھرمش بھاشہ کہتے تھے۔ یہ بھاشہ ہندی بھاشہ (زبان) سے مختلف تھی۔ یہاں اب بھرمش سنسکرت اور پراکرت سے بگڑ کر کشمیریوں کے بولنے کے ڈھانچے میں آ گئی تھی۔ اب بھرمش بھاشا کو کشمیری اپنے ڈھنگ سے بولنے لگے۔ قندہار، کابل، دردستان اور تبت سے کشمیریوں کے تعلقات اچھے تھے۔ ان کی زبان کے اثرات اس بھرمش زبان پر پڑے۔ یہ زمانہ تیسری صدی بکرمی کے قریب مانا جانا چاہیے اور اس وقت کے بعد کشمیری زبان (جو آجکل رائج ہے) وجود میں آئی۔ ابتداء میں کشمیری زبان سنسکرت سے ملتی جلتی تھی۔ بعد میں اس نئی زبان نے وسعت پکڑنی شروع کی۔ یہ ایک آسان زبان تھی تو عوام نے اس زبان کو پسند کیا۔ کلہن کے دور میں بھی کشمیری زبان ہی یہاں رائج تھی۔ جس کا ثبوت ان کی کتاب "راج ترنگی" سے ملتا ہے جس میں اس نے بہت سارے کشمیری الفاظ استعمال کئے ہیں (۲)

(میر سید علی ہمدانی کے ورود کشمیر کے بعد آٹھویں صدی ہجری سے کشمیری زبان میں فارسی کے متعدد اصطلاحات و محاورات رائج ہوتے گئے)

1.kasheer.

۲۔ آئینہ کشمیر ص ۶۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیریوں کی ذاتیں اور ان میں رائج زبانیں

آج جہاں تک ریاست کی آبادی کا تعلق ہے، جموں ضلع میں ڈوگروں کی اکثریت ہے اسی لئے اس علاقے کو ڈوگر دیس کہا جاتا ہے۔ ڈوگرے اگر چہ مسلمان بھی ہیں لیکن ان کی اکثریت ہندو ہے۔ مقامی زبان ڈوگری ہے جو سنسکرت، پنجابی، اور اردو کے الفاظ کی مرکب ہے۔ ویسے ریاست کی سرکاری زبان اردو ہے۔ جموں کے دور دراز علاقوں میں گوجر بھی رہتے ہیں اور وہ مقامی بولیاں بولتے ہیں، جن میں کشمیری زبان بھی شامل ہے۔

عموماً اہل وادی کی زبان کشمیری ہے لیکن سکھ پنجابی بولتے ہیں۔ اردو یہاں بھی سرکاری اور رسمی زبان ہے جس کا روزہ مرہ کی زندگی میں بڑا دخل ہے۔

یہاں کے پہاڑی علاقوں میں گوجر آباد ہیں، جن کی زبان گوجری ہے۔ ایک علاقے میں ''دردی زبان'' بھی بولی جاتی ہے۔ لداخ میں بدھ مذہب کے پیروکار اکثریت میں ہیں، وہ لداخی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں سے کم ہے۔ کرگل خطے میں شیعہ مسلم اکثریت ہے جو ''بلتی اور دردی'' بولتے ہیں

پرانی تاریخ کا اجمالی تذکرہ

کشمیر میں بود و باش شروع ہونے کے بارے میں قدیم مورخین کی رائے یہ ہے کہ جب یہ سرزمین خشک ہوئی اس سے سبزہ اُگ آیا تو ہمسایہ ملک کے لوگ موسم گرما میں اپنے مال مویشی لے کر یہاں آیا کرتے تھے اور موسم سرما کے شروع ہوتے ہی یہاں کی شدید برف باری کو مدنظر رکھتے ہوئے واپس چلے جاتے تھے۔ البتہ بعض کا کہنا ہے کہ جب کشمیر کی زمین ہموار نظر آنے لگی تو ہندوستان سے سادھو، سنت ریشی متی، ریاضت اور رہبانیت کی خاطر یہاں آئے تھے اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار کی۔

جب وادی انسانی بود باش کے قابل ہوئی اور آبادی میں اضافہ ہوا تو امن وامان قائم رکھنے کے لئے انتظامیہ کی ضرورت پڑی۔ قدیم مورّخین کا خیال ہے کہ لوگوں نے اس وقت نظام حکومت

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چلانے کے لئے جمّوں کے راجہ کی طرف رجوع کیا (۱) تو مذکورہ راجہ نے اپنے بیٹے کو کشمیر کے لئے مقرر کر کے اُسے وہاں کا مستقل راجہ بنا دیا (۲)

سورج بنسی خاندان

جمّوں کے اس راجہ کا نام وایا کرن یا بقول انگریزی مورخ پٹرس جیروس ''گونندا اول'' تھا۔ یہ کشمیر کا پہلا باضابطہ راجہ سمجھا جاتا ہے۔ گونندا کے بعد اسی خاندان کے پچپن (۵۵) راجاؤں نے یکے بعد دیگرے کشمیر پر حکومت کی۔ یہ خاندان ''سورج بنسی'' کہلاتا ہے۔

پانڈو خاندان

کلہن کے مطابق سورج بنسی خاندان کے بعد کشمیر پر پانڈو خاندان کا تسلط قائم ہو گیا اور اس خاندان کے یکے بعد دیگرے ۳۵ حکمرانوں نے کشمیر پر حکومت کی۔ تاریخ حسن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خاندان قریباً ایک ہزار سال تک کشمیر کا حکمران رہا۔

موریا خاندان

پانڈو خاندان کے بعد کشمیر پر موریا خاندان نے تسلط جما لیا اور اس خاندان کے بیس حکمرانوں نے کشمیر پر حکومت کی۔ اشوک اسی خاندان سے تھا، جس نے ۲۷۳ سے ۲۳۱ قبل مسیح تک زمام اقتدار سنبھالی۔ اشوک بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ اُسی نے پانڈرتھن (۳) میں قدیم سرینگر کی بنیاد رکھی تھی۔

کشن خاندان

موریا خاندان کے بعد کشمیر پر کشن خاندان حکمران ہوا مشہور راجہ کنشک اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ جو ۷۸ عیسوی تخت پر بیٹھا اس کا دار الحکومت پشاور تھا۔ کنشک بھی بدھ مذہب کا پیروکار تھا۔ اس کے

۱۔ واقعات کشمیر اردو ترجمہ ص ۲۴۔

۲۔ گویا کشمیر کی اس اولین برہمن آبادی نے ایک اجنبی اور غیر کشمیری راجہ کو ہی اپنا بادشاہ بنانے کی روایت قائم کی اور اپنی قوم میں سے کسی کو بھی بادشاہ بننے کا اہل نہیں پایا۔ کشمیری برہمنوں کی قائم کردہ یہ منحوس و بد طالع روایت مظلوم کشمیر میں اکثر و بیشتر جاری رہی۔

۳۔ موجودہ نام پاندرتھن۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دور اقتدار میں بدھ مذہب کی تیسری کانفرنس کشمیر میں ۱۰۰ء منعقد ہوئی۔ اس زمانہ میں ریاست کشمیر جغرافیائی طور پر وسیع علاقوں تک پھیل چکی تھی۔

گوستد خاندان

کشن خاندان کے بعد کشمیر پر گوستد خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس خاندان نے ہندومت یا برہمن ازم کے احیائے نو کے لئے منظم طور پر کام کیا۔ اس طرح بدھ مت کے خلاف ایک رد عمل ہوا جس کے نتیجے میں بدھ مت کے ہزاروں معبد جلا دیئے گئے اور کشمیر میں بدھ مت آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔(۱)

سفید ہن

ہنوں نے ۵۲۸ء میں کشمیر کا تخت حاصل کیا۔ مہراگل اس خاندان کا بدنام زمانہ بادشاہ تھا۔ ۵۲۸ عیسوی میں وہ کشمیر میں داخل ہوا اور اس وقت کے حکمران کو قتل کر کے خود تخت پر قابض ہوگیا۔ یہ شخص اتنا ظالم تھا کہ اپنے دور اقتدار کے دوران اس نے ایک بار ہندوستان بھر سے ہزاروں باعزت خواتین کو ایک جگہ جمع کر کے قتل کروادیا۔ مہرگل برہمنوں کی پشت پناہی کرتا تھا جبکہ بدھ مت کے لئے نفرت کی آگ اس کے دل و دماغ میں بھری ہوئی تھی۔

اس خاندان کے آخری بادشاہ کے خاتمے کے بعد چین کے راجہ ''ہرش'' نے تخت پر قبضہ کیا۔ پھر ہرش کی موت کے بعد ۵۸۰ء میں مالوہ کے ایک شہزادہ پرورسین نے کشمیر فتح کیا۔ جس نے موجودہ سرینگر کی بنیاد ڈالی تھی۔

کرکوٹا خاندان

ہنوں کے بعد کرکوٹا خاندان نے کشمیر پر قبضہ کیا۔ اس خاندان کی حکومت ۶۲۷ء سے ۷۹۵ء تک رہی ہے۔ چینی سیاح ''ہیون سانگ'' نے اسی دور ۶۳۱ء۔۶۳۳ء میں کشمیر کا سفر کیا۔ ''للتادیۃ مکتاپیڈ''

۱۔ تاریخ تحریک اسلامی ص بنقل از Islamicultureinkashmirp.20.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس خاندان کا مشہور حکمران گزرا ہے۔ اس کے دور میں یہاں بہت ترقی ہوئی، انتظامیہ میں بہتری اور سلطنت میں وسعت پیدا ہوئی۔ اس نے عوام کی رفاہ و بہبود کے لئے بہت سے نئے محکموں کا اضافہ کیا اور ہمسایہ ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے۔

اُتپالا خاندان

اس خاندان کا بانی ''اونتی ورمن'' تھا۔ اُس نے ۸۵۷ء سے ۸۸۳ء تک کشمیر پر حکومت کی۔ اس راجہ نے کشمیر کی اندرونی وحدت کے استحکام کی طرف پوری توجہ دی اور کشمیر کی زمین کو قابل کاشت بنانے میں بہتر اور ماہر انجینئروں کی خدمات حاصل کیں۔ انہی انجینئروں میں ایک انجینئر ''سویہ'' بھی تھا، جس نے ''سوپور'' کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان کے اٹھارہ حکمرانوں نے ۹۴۸ء تک کشمیر پر راج کیا۔

لوہر اوّل خاندان

اس خاندان کی رانی ویدا نے ۹۵۰ء سے پچاس برس (یعنی ۱۰۰۰ عیسوی) تک کشمیر پر حکومت کی۔ اس کے بعد سنگرام راجہ نے ۱۰۰۳ سے ۱۰۲۸ء تک کشمیر پر حکومت کی۔ یہ راجہ، رانی وید کا بھتیجا تھا۔ اسی کے دور اقتدار میں ''محمود غزنوی'' نے ۱۰۱۵ء میں کشمیر فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ کی فوج اگر چہ شکست کھا گئی، لیکن شدید سردی اور برف پوش پہاڑوں کی وجہ سے ''محمود غزنوی'' واپس چلا گیا۔ لوہر اول خاندان نے ۱۱۰۱ عیسوی تک (یعنی ۱۵۱ سال) حکومت کی۔

لوہر دوم خاندان

لوہر خاندان کے آخری حاکم کے بعد لوہرا خاندان دوم کے پہلے حکمران ''اکولا'' نے تخت پر قبضہ کرلیا۔

گیارہ سو گیارہ عیسوی (۱۱۱۱ء) میں اکولا کے خلاف بھی سازش ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کے بعد اُسکے بھائی سسولا نے ۱۱۲۰ء تک حکومت کی اور اس کے بعد کوئی ڈیڑھ سو برس تک کشمیریوں نے حکومت کے چھ دور دیکھے اور ایک طرح افراتفری کا عالم رہا۔ ہر جگہ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ''راجہ سہدیو'' ۱۳۰۵ عیسوی کے زمانے میں کشمیر شرابیوں، جواریوں اور عصمت

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فروشوں کی آماجگاہ بن چکا تھا(۱)

''سہدیو'' کے دور اقتدار میں ''زولچو نامی'' ایک ترُک نے ستر ہزار ترکوں کی لشکر کے ساتھ بارہمولہ کے راستے کشمیر پر حملہ کیا۔ راجہ کشتواڑ کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا(۲) زولچو نے بستیوں کو لوٹا، لوگوں کو غلام بنایا اور شہر سرینگر کو آگ کے شعلوں میں جھونک دیا گیا۔ لوگ گھر چھوڑ کر غاروں اور پہاڑوں میں پناہ لینے لگے۔ وہ آٹھ مہینے تک کشمیر میں قتل و غارت میں مصروف رہا، اس کے بعد پچاس ہزار کشمیریوں کو قیدی بنا کر واپس چلا گیا۔ اس سفاکی کی سزا قدرت نے اُسے یوں دی کہ راستے میں برفانی طوفان نے اسے آ گھیرا اور فوج اور قیدی سمیت برف کے نیچے دب کر ہلاک ہوگیا(۳)

زولچو کے کشمیر سے جانے کے بعد کشتواڑ کے رئیسوں نے کشمیر پر دھاوا بول دیا۔ لیکن سہدیو کے فوجی افسر ''رام چندر'' نے دیگر ساتھیوں ساتھ خاصکر ''شاہ میر اور رینچن شاہ'' نے دشمن کو شکست دی۔ اس فتح کے بعد ہی ''رینچن شاہ'' (جو دراصل لداخ کا ایک شہزادہ تھا) نے رام چندر کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کیا۔ اس کے بیٹے کو جیل بھیج دیا اور اس کی بیٹی ''کوتہ رانی'' سے شادی کر لی۔ علاوہ ازایں ''شاہ میر'' (۴) کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ رینچن شاہ نے کل ڈھائی سال تک حکومت کی۔ رینچن کے انتقال کے بعد سابقہ حکمراں "سہدیو" کے بھائی نے تخت پر قبضہ کر لیا اور رینچن کی بیوی سے شادی کر لی۔

اسی دوران ۱۳۳۱ء میں ایک ترُک نے پھر کشمیر پر حملہ کیا۔ راجہ نے اگرچہ شکست کھائی لیکن اس کے ''وزیر شاہ میر'' نے ثابت قدمی دکھا کر کامیابی کے ساتھ سلطنت کا دفاع کیا۔ جس سے سلطنت کے معاملات میں اس کا ایسا نفوذ ہوا کہ راجہ کی کوئی حیثیت ہی نہ رہی، عملی طور پر ''شاہ میر'' ہی ملک کو

۱۔ تاریخ تحریک اسلامی ص بنقل از Islamicultureinkashmirp30

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۴۷۔

۳۔ ص ۴۸ نیز وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۸۵۔

۴۔ شاہ میر پکھلی کے شاہ میری خاندان کا ایک ذہین اور بہادر شخص تھا، بطور ایک تاجر کے کشمیر آکر دربار تک پہنچ گیا تھا بعد میں شاہ میر کے نام سے مشہور ہوگیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چلاتا تھا۔لیکن راجہ کے مرنے کے دو ماہ بعد ''کوتہ رانی'' نے شاہ میر کو بے دخل کرنے کی کوشش کی، جس پر شاہ میر نے ''کوتہ رانی'' کو ہی تخت سے بے دخل کر کے حکومت پر قابض ہو گیا اور ''کوتہ رانی'' کو اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا جس پر ''کوتہ رانی'' نے خودکشی کر لی۔

اسلام کی اشاعت سے پہلے کشمیر کی داخلی صورت حال

اس سے پہلے کہ ہم یہ دیکھیں کہ کشمیر میں اسلام کی نشر واشاعت کب اور کیسے ہوئی ہے؟ اس کے لئے اسلام سے پہلے کشمیر کے داخلی حالات کی آگاہی ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کے تناظر میں کشمیر میں اسلام کی ایسی نشر واشاعت جس کی مثال دنیا کے دیگر اسلامی ملکوں میں بہت کم ملتی ہے۔کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں راجہ سنگرام کی حکومت ۱۰۰۳ء تا ۱۰۲۸ء کے بعد سے ہی کشمیر کے داخلی حالات افراتفری کے شکار ہوئے تھے۔اس کے بعد چودھویں صدی کے اوائل تک جو بھی حکمران آیا وہ لوگوں کی رفاہ، آرام و آسایش اور ملک کی ترقی کے بجائے اپنے عیش ونوش میں لگا ہوا تھا۔لوگوں سے پیسے جمع کرنے کے سوا اس کا کوئی اور ہدف نہیں تھا۔ برہمن (جو مذہبی لوگ ہونے کے سبب کشمیری معاشرہ میں ایک خاص امتیاز رکھتے تھے) بھی لوگوں کو ہندومت کی تبلیغ کے بجائے (اپنی جگہ اور مقام محفوظ رکھنے کے لئے) معاشرے میں خرافات اور توہمات کی ترویج کر رہے تھے۔

لوگوں میں افراتفری اور بے سروسامانی عروج پر تھی۔ ہر طرف لوٹ و مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔لوگ فقیری اور غریبی کی چکی میں پسے جا رہے تھے۔ ہر طرف من مانیاں ہو رہی تھیں تاج و تخت کے دعوداروں میں آئے دن جنگیں ہوا کرتی تھیں۔لہٰذا جو بھی انتظامیہ برسر کار آتی تھی وہ داخلی حالات کی وجہ سے آسودہ حال ملک کے امور کی بجا آوری اور اس کی خوشحالی اور ترقی کے بجائے اپنی حکومت مضبوط کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ کشمیر کے ایک قدیم وزیر اعظم ''آر سی کاک'' اس دور کے حکمرانوں میں تخت و تاج کی رقابت کے بارے میں لکھتے ہیں ''تخت و تاج کے حصول کے لئے بادشاہوں کے خزانے جب خالی ہوئے تو ان کی ملکہ اور بیویوں نے اپنی عزت و عفت کا سودا کرنا شروع کیا۔ بیٹے باپ کے خلاف بغاوت کر رہے تھے اور باپ بیٹوں کا قتل کیا کرتے تھے''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہر کوئی اس راہ میں اپنی شان، منزلت اور اصلیت کھو بیٹھا تھا۔ سب تخت و تاج کو اس کے خطرناک آثار کے باوجود چاہے کچھ ہی دنوں کے لئے صحیح مگر حاصل کرنا چاہتے تھے(۱)

قتل و غارت، لوٹ مار کا یہ سلسلہ چودھویں صدی عیسوی تک جاری رہا۔ اس عرصے میں لوگوں میں دیگر تمام برائیوں کے ساتھ ساتھ انتہائی اخلاقی گراوٹ آچکی تھی۔ یہاں تک کہ راجہ ''سہدیو'' ۱۳۰۵ء کے زمانے میں کشمیر شرابیوں، جواریوں اور عصمت فروشوں کا اڈہ بن چکا تھا(۲)

ان حالات میں جب لوگ پریشان اور سرگردان ہونے کے ساتھ ساتھ مایوسی کے شکار تھے، تو جو بھی تبدیلی معاشرہ میں ہوتی خصوصاً اگر وہ تبدیلی لوگوں کو اس مصیبت اور پریشانی سے نجات کا باعث بننے کا امکان رکھتی تو لوگ تہہ دل اور خوشی سے اس کا استقبال اور خوش آمدید کہنے کے لئے تیار رہتے۔

مذکورہ حالات کو بدلنے اور انقلاب لانے کے لئے اسلام سے بہتر دنیا میں کوئی اور نظام نہ تھا۔ جو اخوت و بھائی چارگی، عدل و انصاف، عزت و آبرو، شرف و انسانیت نیز ہندوؤں کے طبقاتی نظام کے برعکس مساوات اور برابری کی تعلیم کا حامل تھا۔

یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے باشندے دنیا کے بہت سارے اسلامی ممالک کے برعکس ہیبت، قدرت اور طاقت کے بل بوتے کے بجائے ظاہراً سادہ، دنیا سے بے تعلق، صوفی منش مبلغین اسلام کے پند و ارشاد سے دائرے اسلام میں شامل ہو گئے اور جنہوں نے محمد بن قاسم اور سلطان محمد غزنوی کے حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا اور ان کے سامنے گھٹنے نہ ٹیک کر انھیں واپس جانے پر مجبور کیا تھا۔ اُنہی کشمیری سورماؤں نے اسلام کے مبلغوں کے قدموں میں اپنا سب کچھ نثار کیا۔ یہ اسلام اور ان مبلغین کے صفات ہی کچھ ایسے تھے جس سے کشمیری قوم مسحور ہوگئی۔ بغیر کسی مزاحمت کے اس کی تعلیمات عام کرنے کے سلسلے میں یہ ان کی عظیم کوشش ہے۔

۱۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ ص. ۲۹۔

2.Islamicultureinkashmirp30۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر میں اسلام کی ابتدائی کرنیں

کشمیر میں ہندوؤں کا مذہب اسلام اختیار کرنا بہت سے اقوام کے مانند نہ کسی جنگ و جدال اور قتل و خون کا نتیجہ تھا۔ اور نہ ہی کسی مسلم حکمران نے تلوار کے بل پر لوگوں کو دیر سے نکال کر حرم کی طرف گامزن ہونے پر مجبور کیا۔ یہ تو سادگی پسند صوفیائے کرام کا کردار، مسلمان تاجروں اور سیاحوں کا دینی شعور اور علمائے اسلام کے فطری انداز کی تبلیغ ہی تھی، جس سے متاثر ہو کر یہاں کے مقامی لوگوں نے اسلام کو اپنے آبائی مذہب پر ترجیح دی۔

عرب آٹھویں صدی کے اوائل میں ہی سندھ اور جنوبی پنجاب کو فتح کرنے کے بعد کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن اس وقت کے کشمیری راجاؤں نے ان سے مقابلہ کر کے ان کے حملوں کو ناکام بنا دیا تھا (۱)

مورخین میں اس بات پر بے حد اختلاف پایا جاتا ہے کہ ابتدا میں کون مسلمان اور کب کشمیر کی سرزمین میں وارد ہوا؟ اور کب کشمیر کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے آشنا ہوئے ہیں؟ ہر کسی نے اپنی اپنی رائے دی ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے جن بادشاہوں کو اسلام کی طرف دعوت کی دینے خاطر خطوط بھیجے تھے، ان میں ایک کشمیر کا بادشاہ بھی تھا (۲)

لیکن یہ نظریہ کچھ زیادہ وزنی نہیں لگ رہا ہے، چونکہ اگر یہ حقیقت ہوتی تو یقیناً تاریخ اور سیرہ پیامبری کی قدیم کتابوں میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ ساتھ ہی ''مطالعہ کشمیر'' کے مصنّف نے بھی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی اس کتاب کے علاوہ راقم نے کہیں دیکھا ہے۔

بعض کا کہنا ہے ''محمد بن قاسم'' کے ''سندھ'' فتح کرنے اور پھر راجہ داہر کے بیٹے کی کشمیر کی طرف فرار کے وقت کشمیری لوگ اسلام و مسلمین سے آشنا ہوئے۔

بعض کا کہنا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے کشمیر پر حملے کے وقت لوگ آشنا ہوئے۔ سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۸ھ مطابق ۱۰۰۹ء میں لاہور پر حملہ کر کے وہاں کے راجہ کو شکست دی۔ لیکن راجہ ''تر ی

۱۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ ص ۳۹۔

۱۔ مطالعہ کشمیر ۲۲۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لوچن پال‘‘ جان بچانے کے لئے کشمیر کی طرف فرار کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور کشمیر کے راجہ سنگرامہ سے سلطان محمود کے خلاف جنگ کے لئے مدد اور کمک کی درخواست کی۔ ۱۰۱۴ء میں سلطان محمود نے اپنی فوج کو کشمیر پر حملہ کی ہدایت کی محمود غزنوی اپنی فوج کے ساتھ پونچھ کے راستے ''توسہ میدان'' تک آ گیا اور وہاں ایک مہینہ تک لوہر کوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن سردیاں شروع ہونے، راستے بند ہونے، برف گرنے اور نقل وحمل کے وسائل کے فقدان کی وجہ سے محاصرہ توڑنے پر مجبور ہوا۔ اور جاتے جاتے بھی برف وباران سے اس کے بہت سارے آدمی مارے گئے، نقل وحمل میں مشکلات کی خاطر وہ بہت سارا جنگی سامان بھی یہیں چھوڑ گیا (۱)

لیکن محمود غزنوی کا آتش انتقام اب بھی ختم نہیں ہوا تھا، لہٰذا ۱۰۱۲ عیسوی میں پھر بڑی تجہیزات اور زیادہ وسائل کے ساتھ کشمیر پر حملہ کرنے کی خاطر وہاں کی طرف چل پڑا۔ محمود غزنوی پھر گزشتہ راستے سے آیا۔ کشمیریوں نے بھی اپنے ملک کا دفاع کرنے کے لئے اسی جگہ قلعہ لوہر کوٹ کا انتخاب کیا تھا اور اپنی شجاعت اور پایداری سے سلطان کو آگے بڑھنے سے باز رکھا۔ سلطان محمود نے پھر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کا محاصرہ طول پکڑتا گیا یہاں تک کہ موسم سرما کی سردیاں دستک دینے لگیں۔ محمود کو پھر اُنھیں سابقہ مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ سلطان نے مجبور ہو کر پھر قلعہ لوہر کوٹ کے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھالیا اور واپس افغانستان چلا گیا (۲) اور اس کے بعد کبھی بھی سلطان محمود نے کشمیریوں سے انتقام لینے کی جرات نہیں کی۔ بلکہ اس ملک کے لق ودق اور ویران جنگلوں اور سر بفلک پہاڑوں میں اوقات

۱۔ کشمیر، گذشتہ، حال، آیندہ ۳۲۔

۲۔ مورخ حسن شاہ کا بیان ہے کہ سلطان محمود دوبار وارد کشمیر بھی ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ دونوں موقعوں پر ایک ایک مہینہ کشمیر کی سیر وتفریح میں مشغول رہا ہے، بلکہ مندر زرشتی شور واقع کوہ سلیمان میں اس نے نماز بھی ادا کی اور راجہ سنگرام عرصہ دراز تک سلطان کا ہمرکاب رہا۔ بعض اور مورخین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن کسی مستند تاریخ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ سلطان محمود دو مرتبہ کشمیر پر حملہ آور ہوا، لیکن ان دونوں موقوں پر اسے کامیابی نہ ہوئی اور بے نیل ومرام ہی واپس ہو گیا۔ یہ بھی کسی تاریخ میں درج نہیں ہے کہ سنگرام راج نے تحفہ وتحائف دے کر صلح کر لی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ضائع کرنے کے بجائے قنوج اور سومنات وغیرہ کے زر و جواہرات سے مالا مال ہونے کی طرف متوجہ ہوا اور ملک کشمیر اس کی شمشیر زنی سے بالکل بچ گیا (۱)

بعض مورخین کے کہنے کے مطابق رینچن کے زمانے میں ہی کشمیری اسلام اور مسلمین سے آشنا ہوئے۔ مگر یہ نظریہ بھی صحیح نہیں لگتا ہے چونکہ ''مارکوپولو'' (جو تیرھویں صدی کا ایک مشہور سیّاح گزرا ہے) لکھتے ہیں کہ اس وقت سرینگر میں مسلمانوں کی ایک بستی موجود ہے (۲) ایک اور جگہ پر تحریر کرتے ہیں کہ کشمیری لوگ پرندوں اور حیوانوں کو ذبح نہیں کرتے تھے اگر وہ گوشت کھانا چاہتے تھے تو ان مسلمانوں سے جو ان کے درمیان زندگی گزار رہے تھے ذبح کرواتے تھے (۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رینچن سے بہت پہلے کشمیر میں مسلمان آباد تھے۔ لیکن رینچن کے زمانے تک ان کی اہمیت انفرادی طور تھی اور اجتماعی معاملوں میں اُن کا کوئی خاص رول نہیں تھا اور ان کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں تھی۔

کشمیر میں پہلا اسلامی مبلغ (بلبل شاہ)

اگر چہ مورخین میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلا مسلمان کون اور کب وارد کشمیر ہوا۔ لیکن اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخصیت اور عظیم ہستی نے سب سے پہلے کشمیر کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف رسمی اور اعلانیہ دعوت دی، وہ عارف کامل حضرت ''سید شرف الدین موسوی'' تھے، جن کی شہرت یہاں کشمیر میں ''بلبل شاہ'' کے نام سے ہے۔

سید شرف الدین عرف ''بلبل شاہ'' ترکستان کے رہنے والے تھے۔ وہ امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے تھے (۴) اسی لئے موسوی سید کہلاتے ہیں۔ انہوں نے بچپنے سے ہی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا اور کمسنی میں ہی حافظ قرآن ہوئے تھے (۵)

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۲۴۱۔
۲۔ تاریخ تحریک اسلامی ص ۳۴۔
۳۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ ص ۴۰۔
۴۔ مقدمہ بہارستان شاہی. ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۲۹۔
۵۔ مطالعہ کشمیر ص ۱۱۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اپنی تعلیم اور تربیت کی تکمیل کے لئے بغداد کی روحانی اور علمی فضاؤں کی طرف سفر کیا اور وہاں حضرت ''شیخ شہاب الدین سہروردی'' اور ''شاہ نعمت اللہ ولی'' کے علمی اور معنوی محفلوں میں شامل ہو کر ان کی شاگردی اور ان کے جانشین ہونے کا شرف حاصل کیا۔

لیکن تاریخ اعظم کے مصنف ''خواجہ اعظم دِدّمری'' مذکورہ رائے قبول نہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''شیخ شہاب الدین'' کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی، جبکہ حضرت بلبل شاہ نے ۷۲۵ھ میں کشمیر کا دورہ فرمایا، چنانچہ اس زمانی تفاوت سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت بلبل شاہ بلاواسطہ اُن کے مرید نہ رہے ہوں گے بلکہ بالواسطہ شہاب الدین کے مرید رہے ہوں گے۔ یہی حال ''شاہ نعمت اللہ'' کے بارے میں بھی ہے۔ مورخین نے تقریباً یکساں طور پر ''شاہ نعمت اللہ'' کی تاریخ پیدائش ۷۳۰ھ لکھی ہے۔ جبکہ حضرت بلبل شاہ نے ۷۲۷ھ میں ہی وفات پائی ہے(۱)

یعنی شاہ نعمت اللہ کی ابھی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی اور حضرت بلبل شاہ کے وفات کے تین سال بعد وہ پیدا ہوئے، اس طرح حضرت بلبل شاہ کا جانشین اور شاگرد ہونے کا احتمال بھی بعید نظر آتا ہے۔

حضرت بلبل شاہ راجہ سہد یو (۱۳۰۱ تا ۱۳۲۰ عیسوی) کے زمانے میں مغلوں کے حملے کے خوف سے ایک ہزار پناہ گزینوں کے ساتھ ترکستان سے کشمیر آئے (۲) یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے جو سب سے بڑا کارنامہ اس مرد عارف و عالم کامل کے ہاتھوں انجام دلایا اور جس سے کشمیر میں تحریک اسلامی کی بنیاد استوار ہوئی وہ اس وقت کے بادشاہ رینچن شاہ کا مسلمان ہونا تھا۔

بادشاہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بلبل شاہ کے مشورے سے اپنا نام رینچن کے بجائے ''صدر الدین'' رکھا۔ اور سرکاری احکامات میں ہجری سنہ درج کرنے کا رواج جاری کیا۔ (۳) اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حکومت چلانے کی کوشش کی۔

حلقہ اسلام میں آنے کے بعد بادشاہ اور اس کے فرمانبرداروں نے دریا کے کنارے بلبل شاہ

۱۔ واقعات کشمیر ص ۵۵۔

۲۔ مقدمہ بہارستان شاہی ص ۲۹۔

۳۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۱۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے لئے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ پہلی خانقاہ ہے جو کشمیر میں بنی۔ خانقاہ کے متصل ایک مسافر خانہ اور مسجد بھی تیار ہوئی اور بلبل شاہ کا لنگر بھی جاری ہوگیا۔ جسے آج ''بلبل لنگر'' کہتے ہیں۔ صدرالدین نے لنگر کے مصارف کے لئے پرگنہ ناگام میں سے چند گاؤں اس کے لئے وقف کردئے (۱) بہت سے فقیر اور محتاج لوگ یہاں ہی کھانا کھاتے تھے۔ حضرت بلبل شاہ نے اسی خانقاہ میں سکونت اختیار کی اور یہیں پر بیٹھ کر لوگوں کو اسلام وایمان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اس خانقاہ سے متصل شمال کی جانب ''ملک صدر الدین'' نے اپنا محل بھی تیار کروایا تھا۔ بلبل شاہ کی وفات ۷۲۷ ہجری میں ہوئی (۲) ورانہیں بلبل لنگر مسجد کے نزدیک ہی سپرد خاک کیا گیا ہے۔

بادشاہ وقت کا اسلام میں داخل ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس کے مسلمان ہونے سے ساری سلطنت پر اسلامی اثرات مرتب ہوئے۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکے، اور دو سال چھ مہینے حکومت کر کے ۷۲۷ ہجری میں ان کی وفات ہوئی (۳)

اس کے بعد سیدوں، صوفیوں، مبلغوں، عالموں، فاضلوں، رشیوں اور درویشوں نے اس دین کے تبلیغ کا کام آگے بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ اسلام سارے ملک (کشمیر) میں پھیل گیا (۴)

بلبل شاہ کا مذہب

قرائن وشواہد کے مطابق بلبل شاہ مذہب اہامیہ (شیعہ) کے پابند تھے۔ چنانچہ مقدمہ بہارستان شاہی میں ''ڈاکٹر اکبر حیدری'' (۵) ور ''سید اعجاز حسین رضوی'' نے اپنے تحقیقی رسالہ ''کشمیر میں انقلاب اسلامی (ایران) کے اثرات'' میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے (۶) مورخوں نے بھی لکھا ہے کہ

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۰۶۔

۲۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۸۹۔

۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۴۸۔

۴۔ کشمیر، ڈاکٹر صوفی ص ۸۱۔

۵۔ مقدمہ بہارستان شاہی ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۲۸۔

۶۔ تاثیرات انقلاب اسلامی ایران در کشمیر۔ سید اعجاز رضوی، ص ۱۱ و ۱۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جب رینچن شاہ نے بلبل شاہ سے ان کے مذہب کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے حضرت رسول اکرم (ص) اور حضرت علی (ع) کے معجزات و مناقب بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

نعمت اللہ است پیر و ولی

یادگار محمد است و علی

کشمیر کی قدیم تاریخی کتاب "بہارستان شاہی" میں بھی آیا ہے کہ بلبل شاہ نے رینچن کو احکام شریعت مصطفوی اور اصول عقاید صحیحہ طریقت مرتضوی کی تعلیم دی ہے (۱)

اس کے علاوہ موجودہ شیعہ مورخین سید انیس کاظمی، مولانا سید باقر موسوی وغیرہ بھی بلبل شاہ کے شیعہ ہونے کے قائل ہیں۔ مولانا سید باقر موسوی، بلبل شاہ کے مذہب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بلبل شاہ کے مرقد کے کتبوں اور میر ہمدانی کی کتاب "مودۃ القربیٰ" کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ان دونوں بزرگوں کے شیعہ اثنا عشری ہونے کے بارے میں شک و شبہ نہیں رہتا۔ مگر جب ان کے تبلیغی کارناموں پر نگاہ کرتے تو وہاں اس مذہب کے بیرونی آثار نظر نہیں آتے (۲)

کشمیر کا پہلا مسلمان حکمران

رینچن شاہ لداخ کا ایک شہزادہ تھا، لداخیوں اور بلتیوں کے درمیان اکثر معرکے ہوا کرتے تھے۔ ان ہی معرکوں میں بلتیوں نے رینچن کے باپ کو ہلاک کر دیا تھا۔ اپنے باپ کا قصاص لینے کے لئے اس نے ان کے ساتھ جنگ کی اور بلتیوں کے اکثر سرداروں کو تہہ تیغ کر ڈالا اور وہاں سے فرار کر کے زوجیلا کے راستے وارد کشمیر ہو کر راجہ سہدیو کے سپہ سالار کی پناہ میں رہا۔ رینچن کے ساتھ ایک اچھی تعداد اپنے ساتھیوں کی بھی تھی جنہوں نے اس کی شخصیت بنانے میں یہاں ایک خاص کردار ادا کیا ہے۔ اور اس طرح روز بروز کشمیر میں رینچن کی مقبولیت بڑھنے لگی۔ بعد میں ہونے والے واقعات نے رینچن کو ایک مہاجر سے حکمران جیسی عظمت اور بلندیوں تک پہنچانے میں بڑی مدد دی۔

۱۔ بہارستان شاہی، مرتبہ اکبر حیدری ص ۲۸ اور ۲۶۰۔

۲۔ اختر درخشان، جناب سید باقر موسوی صاحب ص ۲۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن کشمیریوں پر رینچن کی حکومت کچھ آسان نہیں تھی چونکہ رینچن غیر کشمیری تھا اس لئے کبھی بھی اس کے خلاف بغاوت اُٹھ کھڑی ہو سکتی تھی اور شاید وہ خود بھی جان گیا تھا کہ ایک اجنبی ہونے کی وجہ سے کشمیر میں ہمیشہ اس کی حیثیت غیر محفوظ اور غیر یقینی رہے گی۔ اس لئے اس نے فوراً عملی کام انجام دیئے اور اولین قدم کے طور پر ''روان چندر'' (جو کہ رام چندر کا بیٹا تھا) کو قید سے رہا کر دیا اور اسے سپہ سالار بنایا۔ اس کے علاوہ اسے ''رینہ'' (مالک یا مختار) کا لقب دیا، اور ''لار'' پرگنہ بھی جاگیر میں دیدی۔ ساتھ ہی کشمیریوں کے جذبات اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ''کوٹہ رانی'' سے شادی بھی کی۔ دشمن کے دل کو جیتنے کے بعد رینچن اب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کے لئے ایک مستحکم اور قابل حکومت کا قیام وقت کی اہم ضرورت تھی اور یہ حکومت اس نے لوگوں کو شاہ میر کی اعانت سے بہم پہنچائی جسے اس نے حکومت کے انتظامی امور کا سردار بنایا تھا۔ رینچن نے لوگوں میں عدل و انصاف قائم کیا۔

رینچن کا قبول اسلام

مورخین نے رینچن کے زمانے تک راجاؤں کی حکومت کی مدت چار ہزار چار سو پینتالیس سال شمسی لکھی ہے (۱) اس عرصے میں یہاں ہندو مذہب رائج تھا۔ لیکن بہت کم حکام خالص اپنے مذہب پر قائم رہے۔ عموماً حکمرانوں کی رنگارنگی، طور طریقوں کی کثرت، اور مذہبی رسوم لاتعداد تھے۔ ان مسلکوں اور مذہبوں میں بدھ ازم نام کی کثرت پائی جاتی تھی اور بدھ مذہب کے لوگ جیسے کھتری (یعنی کھشتری) ویس کایت (یعنی کایست) یارہی (یعنی آگ کو پوجا کرنے والے) اور ناگر پرست (یعنی سانپوں کی پوجا کرنے والے) وغیرہ جیسے بہت فرقے پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ بدھ مت کی اصلی تعلیم ذات اور ایسی پرستشوں پر مبنی نہ تھی۔

رینچن ابتدا میں اپنے باپ، دادا کے مذہب بدھ مت کا حامی تھا۔ لیکن اس کا دل اس مذہب سے مطمئن نہ تھا بلکہ اس کے دل میں یہ خواہش موجزن تھی کہ کوئی ایسا دین اختیار کرے جو اس کے روح کو

۱۔ واقعات کشمیر اردو ترجمہ ص ۶۵۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سکون دے۔ کشمیر میں مروج مذاہب کے معتقدوں نے اسے اپنے مذہب کی طرف مائل کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ لیکن چونکہ یہاں کشمیر میں مختلف فرقے پائے جاتے تھے اور ہر فرقہ اپنے مذہب کو صحیح مانتا تھا، اس لئے اب بادشاہ بھی حیران تھا کہ کس کی بات مان لے اور کس مذہب کو قبول کرے؟

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے یہ حالت دیکھ کر آخر کار ایک دن یہ فیصلہ کرلیا کہ کل صبح جو شخص مجھے سب سے پہلے نظر آئے گا میں اسی کا مذہب قبول کروں گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو ان کی نظر سب سے پہلے ''سید شرف الدین الموسوی'' پر پڑی جو خداوند عالم کی عبادت میں مشغول تھے۔ چونکہ بادشاہ نے اس طرح کی عبادت کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی سے اس کا تذکرہ سنا تھا تو وہ متعجب ہوا اور جب ''سید شرف الدین عرف بلبل شاہ'' نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے دین کے بارے میں استفسار کیا۔ ''سید شرف الدین عرف بلبل شاہ'' نے بھی اسلام کی حقانیت بادشاہ پر واضح کردی۔ جس سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت دین اسلام سے شرف یاب ہوا۔

بادشاہ کے بعد سب سے پہلے ''راون چند'' نے اسلام قبول کیا(۱) پھر اسی طرح بادشاہ کے درباری اور اکثر فوجی بھی ان سے ملحق ہوئے جن کی تعداد دس ہزار تک بتائی جاتی ہے(۲)

لیکن رینچن شاہ کی ہوشمندی اور دور اندیشی کو مدنظر رکھ کر ان کا اس طرح اسلام قبول کرنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ درحالیکہ وہ ایک ایسے مذہب کی تلاش میں تھا جو اس کے دل وروح کے لئے سکون کا باعث بن سکے۔ لہٰذا بعید لگتا ہے کہ اتنی آسانی اور بغیر کسی تحقیق کے انہوں نے اسلام کو قبول کیا ہوگا۔

اس لئے ''کشمیر، گذشتہ، حال، آئندہ'' کے مصنف کے بیان میں کچھ وزن دکھائی دیتا ہے جو لکھتے ہیں کہ ''جب رینچن ہندو اور بودائی مذہب سے مطمئن نہیں ہوسکا، تو اس نے ملک کے تمام ادیان و مذاہب کے پیرو کاروں کو حکم دیا کہ ان کے دربار میں آکر دین و مذہب کے بارے میں

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۰۔

۲۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ وگزشتہ حوالہ کشمیر گذشتہ، حال آیندہ ۳۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بحث و مباحثہ کریں اور اس مناظرہ اور مباحثہ میں سید شرف الدین موسوی عرف بلبل شاہ کو بھی دعوت دی گئی تھی'' وہ آگے لکھتے ہیں کہ ''بادشاہ صرف سید شرف الدین کے دین سے مطمئن اور متاثر ہوا لہٰذا اسے ہی قبول کیا (۱) اور پھر رات کو ایسا محسوس کیا کہ گویا ایک فرشتہ ان کو اسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے لہٰذا صبح ہوتے ہی کچھ درباریوں کے ہمراہ حضرت بلبل شاہ کی خدمت میں پہنچا اور اسلام قبول کیا'' (۲)

دور سلاطین (شاہ میری خاندان کی کشمیر پر حکومت)

شاہ میر (مدت حکومت ۳ سال ۵ ماہ، ۷۴۳ھ تا ۷۴۸ھ)

کشمیر میں شاہ میری حکومت کے بانی ''شاہ میر یا شاہ مرزا'' ہیں۔ اس کے باپ کا نام ''طاہر'' تھا جو ''واقر شاہ'' کا بیٹا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ''واقر شاہ'' بڑا مذہبی شخص تھا (۳) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاہ میر ''راجہ سہدیو'' کے زمانے میں اسی کے کہنے پر وارد کشمیر ہوا۔ لیکن شاہ میر یا شاہ مرزا کی اصلیت اور یہ کہ وہ کہاں سے وارد کشمیر ہوا، اس میں مورخین کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

وجیز التواریخ میں آیا ہے کہ شاہ میر، شاہ طاہر بن واقر شاہ کا بیٹا تھا (جو غالباً ترک نسل سے تھا) اور کنر (۴) علاقہ سے وارد کشمیر ہوا (۵)

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ وہ پانڈوؤں کی نسل سے تھا۔ ڈاکٹر محبّ الحسن کی انگریزی کتاب kashmir under sultans کے اردو ترجمے ''کشمیر سلاطین کے عہد میں'' میں آیا ہے کہ شاہ میر کے حسب ونسب کے متعلق بے شمار اقوال ہیں کچھ اس کو مہابھارت کے ہیرو پانڈوؤں کے خاندان سے

۱۔ کشمیر، گذشتہ، حال، آیندہ ص ۳۴۔
۲۔ کشمیر، گذشتہ، حال، آیندہ ص ۳۵۔
۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۱۔ نیز مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۱۸۔
۴۔ یہ اصل میں سواد کنر یا کنر سواد ہے جو موجودہ سوات (پاکستان) کا ایک علاقہ یا ایک گاؤں تھا اور پکھلی (موجودہ ہزارہ ضلع پاکستان) کے علاقے میں شامل تھا۔ واقعات کشمیر اردو ترجمہ ص ۱۰۴۔
۵۔ وجیز التواریخ ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف ص ۸۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملاتے ہیں۔ کچھ اس کا سلسلہ نسب سوات کے حکمرانوں سے جوڑتے ہیں۔ لیکن شاہ میر اور اس کے جانشینوں کے کردار اور کارناموں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ غالباً ترک نژاد تھا۔ شاہ میر کے باپ کا نام طاہر تھا اور اس کے دادا کا نام ''وقور شاہ'' تھا اور بڑا ہی عبادت گزار اور مذہبی آدمی تھا۔ ترک روزگار کی تلاش میں قسمت آزمائی کرنے کی غرض سے گیارہویں صدی کے اخیر سے ہی کشمیر آنے لگے تھے۔ یہاں کے ہندو حکمران ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آتے تھے اور ان کو اپنی فوج میں ملازم رکھ لیتے تھے۔ اسی طرح ۱۳۱۳ء میں شاہ میر اپنے قبیلہ کے ساتھ شہرت اور دولت کی جستجو میں کشمیر آیا۔ ان دنوں کشمیر کا حکمران راجہ سہد یو تھا۔ اس نے شاہ میر کو ملازمت دی اور بارہمولہ کے پاس ایک گاؤں بھی اسے عطا کیا۔

شاہ میر نے اثر ورسوخ کے ذریعہ رینچن دور میں وزارت کا عہدہ بھی حاصل کیا۔ اس کے علاوہ رینچن نے اسے اپنے بیٹے حیدر شاہ کا اتالیق (معلم) مقرر کیا۔ رینچن شاہ کے انتقال کے بعد وہ اس قدر مضبوط اور مستحکم شخصیت کے طور پر اُبھرا، جس نے کوتہ رانی کی حکومت کو ختم کر کے اپنی سلطنت کی بنیاد ڈال کر شاہ میری حکومت قائم کی۔ حکومت پر بیٹھنے کے بعد شاہ میر نے یہاں رائج سنہ کو موقوف کر کے نیا سنہ جاری کیا جس کی ابتدا کشمیر میں دور اسلام کے آغاز سے (یعنی رینچن شاہ کی تاج پوشی سے) شروع کی۔ یہ سنہ شاہان چغتایہ کے زمانیہ تک کشمیری سنہ کے نام سے رائج رہا(۱)

شاہ میر نے ۷۴۳ھ ہجری میں بادشاہت پر بیٹھتے ہی عدل وانصاف کا نظام قائم کیا اور تمام سابقہ ٹیکسوں کو ختم کیا لنکر چک (چکوں کے جد اعلیٰ) کو سپہ سالار اور ماگرے خاندان کے سرداروں کو اہم عہدوں پر فائز کیا۔ شاہ میر نے تین سال پانچ ماہ حکومت کر کے دارِفانی سے کوچ کیا(۲)

شاہ میر کے بعد اس خاندان کے اکیس (۲۱) افراد نے دوسو سال سے زیادہ عرصہ تک کشمیر پر حکومت کی، جن کے حالات یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے موضوع ''تاریخ شیعیان کشمیر'' سے اس کا کوئی زیادہ موضوعی تعلق ہے۔ لہٰذا ان میں سے صرف چند ایک ہی کے مختصر حالات (جو خاص اہمیت کے حامل کے علاوہ ہمارے موضوع سے بالواسطہ ربط رکھتے ہیں) بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۱۵۔

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۱، نیز مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۱۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سلطان جمشید (مدت حکومت ۱سال ۲ ماہ، ۷۴۷ھ تا ۷۴۹ھ)

شاہ میر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان جمشید تخت پر بیٹھا۔ لیکن صرف ایک سال دو ماہ تک حکمرانی کر سکا (۱) چونکہ پھر اس کے بھائی علی شیر نے اس کے خلاف بغاوت کی (۲) جمشید نے بھائی کو سمجھانے بجھانے کی کافی کوشش کی لیکن وہ باز نہیں آیا اور سرینگر پر حملہ کیا۔ جس میں جمشید کو شکست ہوئی اور بھاگ جانے ہی میں اس نے اپنی عافیت جانی (۳) علی شیر نے سرینگر پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کا اعلان کیا۔

سلطان علاء الدین (مدت حکومت ۱۲سال ۲ ماہ، ۷۴۹ھ تا ۷۶۱ھ)

علی شیر سلطان علاء الدین کا لقب اختیار کر کے حکومت کرنے لگا۔ اپنے دورہ حکومت میں اس نے ''علاء الدین پورہ'' شہر کی بنیاد ڈالی۔ بارہ سال اور آٹھ ماہ حکومت کر کے فوت ہوا (۴)

سلطان شہاب الدین (مدت حکومت ۱۹سال ۳ ماہ، ۷۶۱ھ تا ۷۸۰ھ)

علاء الدین کے انتقال کے بعد سلطان شہاب الدین نے تخت سنبھالا۔ یہ ایک طاقت ور اور جرأت مند بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی طاقت اور ہوشمندی سے کابل، ملتان، غزنوی، قندھار کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ بدخشان، لداخ، بلتستان پر قبضہ کر کے ایک مضبوط سلطنت کی بنیاد ڈالی (۵) دہلی کا بادشاہ بھی کافی جنگ کرنے کے بعد کشمیر سے ''سرہند'' تک کا علاقہ اسے دینے پر مجبور ہو گیا اور سرہند سے کشمیر تک شہاب الدین کی حکومت تسلیم کی۔ کشمیر کے اس عظیم بادشاہ کو فن تعمیر سے بھی خاص دلچسپی

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۱۔

۲۔ واقعات کشمیر۔ اردو ترجمہ ص ۵۸۔

۳۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۱۹۔

۴۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۲۔

۵۔ آئینہ کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے ذوق کی وجہ سے ''شہاب الدین پورہ'' نامی شہر کو بڑے اہتمام سے آباد کیا(۱) جواب شادی پورہ کے نام سے مشہور ہے۔ آخر کار انیس سال حکومت کر کے اس دارفانی سے انتقال کر گیا(۲)

سلطان قطب الدین (مدت حکومت ۱۶ سال ۷ روز ۷۸۰ھ تا ۷۹۶ھ)

سلطان شہاب الدین کے بعد اس کا بھائی سلطان قطب الدین سریر سلطنت پر متمکن ہوا۔ اسی دور میں شیخ نور الدین ولی کی ولادت ہوئی نیز اسی دور میں للہعارفہ نے اپنی وجہ آفرین نغموں سے حق شناسی کا پرچار کیا۔ یہی دور کشمیر کے روحانی، علمی، ادبی، ثقافتی اور تہذیبی ارتقاء کا اولین دور ہے۔

اور اسی زمانے میں'' میر سید علی ہمدانی ایران کے شہر ہمدان سے پہلی بار وارد کشمیر ہوئے۔(۳) بادشاہ تعظیم و تکریم کی غرض سے خود اُن کے استقبال کے لئے نکلا(۴) قطب الدین نے سولہ سال تک کشمیر پر حکومت کر کے وفات پائی۔

سلطان سکندر المعروف ''بت شکن'' (مدت حکومت ۵ سال، ۷۹۶ھ تا ۸۲۱ھ)

قطب الدین کے انتقال کے بعد سلطان سکندر ماں کی سرپرستی میں تخت نشین ہوا۔ وہ ریاست میں اسلامی قانون نافذ کرنے کا خواہشمند تھا۔ لہٰذا ایک پکا اور سچا مسلمان ہونے کی وجہ سے ریاست سے غیر اسلامی اقدار کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ شراب کی خرید و فروخت، جوئے بازی اور قحبہ خانوں پر پابندی لگادی گئی، ہندوؤں میں مروج ظالمانہ رسم ''ستی'' کو ممنوع قرار دیا گیا(۵) اور ساز و سنگیت کی

۱۔ تاریخ حسن۔ و تاریخ تحریک اسلامی ص ۴۲۔

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۴۔

۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۴۔

۴۔ گزشتہ حوالہ۔

۵۔ اس رسم کے مطابق اگر شوہر بیوی سے پہلے مرجاتا تھا تو اس کی لاش کو جلانے کے وقت اس کی بیوی کو بھی اپنے شوہر سے وفاداری کا ثبوت دینے کے لئے زندہ جلنا پڑتا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

محفلیں بند کردی گئیں ۔اسلامی عدالتیں قائم کی گئیں اور اسلامی قانون سے پوری طرح واقف قاضی مقرر کیئے گئے ۔اس سلطان سکندر کو اسلامی علوم کے احیاء کا اتنا شوق تھا کہ اس نے جامع مسجد کے ساتھ اسلامی علوم کی ایک اعلیٰ درسگاہ تعمیر کرائی۔

سلطان کو یادگار عمارتیں خصوصاً مساجد اور خانقاہیں تعمیر کرنے کا بھی بڑا شوق تھا۔اس کے عہد میں بہت ساری مساجد تعمیر کی گئیں ۔خانقاہ میر سید علی ہمدانیؒ کو بھی اسی نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

علاوہ ازیں سرینگر کی مشہور جامع مسجد کو بھی پہلے پہل سلطان سکندر نے ہی تعمیر کروادیا تھا۔ سلطان سکندر کو کشمیر کی تعمیر وترقی کا بھی بہت احساس تھا،اس نے سیاحوں اور محققین کے لئے کئی گاؤں وقف کئے تھے اور اپنے نام پر ایک شہر ''سکندر پور'' (موجودہ نوہٹہ) کے علاوہ عیدگاہ کی بنیاد ڈالی ۔ سلطان کو لوگوں کے چین وسکون، آرام وآسایش کی بھی کافی فکر لاحق تھی ،لہٰذا انھوں نے کشمیر میں کچھ مدارس اور ہسپتال بھی بنائے ،جن میں بیماروں کو مفت علاج و معالجہ کے علاوہ دوائیاں بھی مفت دی جاتی تھیں(۱)

اس زمانے میں چونکہ کشمیر میں ہندوؤں کی خاصی تعداد باقی تھی اور بہت سارے بت خانے بھی تھے ۔سلطان نے اکثر بت خانے ویران کر ڈالے اور ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد کو اسلام میں داخل کردیا (۳) اور جس نے اسلام قبول نہ کیا اسے جزیہ دینے پر مجبور کیا (۳) پرامن رعایا ہونے کی صورت میں سکندر کی طرف سے مندروں کو توڑنے کی کاروائی اصول وسیرہ کی رُو سے ''بلا جواز'' مانی جاسکتی ہے اس لئے علماء اور مسلم مورخین کے درمیان مورد تنقید بن چکے ہیں (مؤلف)

سلطان سکندر علماء اور صوفیوں کا بھی بڑا حامی تھا۔اس کے دور میں ایران اور وسط ایشیا سے بہت سارے علماء وارد کشمیر ہوئے ۔اگر چہ ان کے کشمیر آنے کی اصلی علّت تیمور خان کے ظلم وستم کی وہ

۱۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ ،ص ۲۶۔

۲۔ واقعات کشمیر، اردو ترجمہ ۷۰۔

۳۔ واقعات کشمیر ص ۷۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

8

آندھی تھی جو وہ تمام ایرانیوں بالخصوص ''سادات کرام'' پر روا رکھے ہوئے تھا(۱)
وجیز التواریخ اور واقعات کشمیر کے مصنفوں نے بھی ان علما اور سادات کرام کے کشمیر آنے کی وجہ امیر تیمور کا (ایران اور وسط ایشیا پر) تسلط ہی لکھا ہے(۲)
سلطان سکندر ان تمام علماء کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آتے تھے اور ان کے لئے شائستہ خدمات انجام دیتے تھے اور ان کی سیادت اور فضیلت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔
امیر تیمور جو ایران اور توران کو فتح کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان نے اپنی ذہانت اور ذکاوت سے خطرہ بھانپ کر تیمور کے وحشیانہ حملے سے بچنے کے لئے اپنے بیٹے شاہی خان عرف

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر کے بیان کے مطابق امیر تیمور نے کسی سیدزادے پر برآشفتہ خاطر ہو کر تمام سادات کے قتل کا حکم دے دیا جو بچ گئے تھے، وہ شاہ ہمدان کے ہمراہ کشمیر چلے آئے۔ منجملہ ان سات سو سادات وغیرہ کے مشہور اور قابل ذکر اصحاب مندرجہ ذیل ہیں۔ میر سید حیدر، سید جمال الدین عطائی، سید کمال، سید کمال ثانی، سید جمال محمد شاہ، سید فیروز المعروف سید جلال الدین، سید محمد کاظم، میر سید رکن الدین، قطب امجد سید محمد قریشی، میر سید عزیز اللہ، سید محمد مراد، سید احمد قریشی، پیر محمد قاری، سید نعمت اللہ، وغیرہ۔ (تاریخ مکمل کشمیر ص، ۳۲۶، ۳۲۷)
۲۔ وجیز التواریخ، مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۹۶ واقعات کشمیر، اردو ترجمہ ص ۷۰۔ لیکن ڈاکٹر شمس الدین احمد جو نہایت ہی متعصب اور ایک جانبدار مورّخ ہے۔ اور جس نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ اپنے تعصب اور جانبدار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ لہٰذا اگر بعض قدیم مورخوں نے اپنی تصانیف میں شیعوں کے خلاف لکھنے اور تہمت لگانے میں کوئی کسر باقی چھوڑی تھی تو ڈاکٹر شمس الدین احمد نے وہ پوری کی ہے۔
شیعوں سے اس کا بے انتہائی تعصب کو بیان کرنے کے لئے یہاں اس کے ایک دو مورد کو نقل کیا جاتا ہے۔ شمس الدین واقعات کشمیر کے اردو ترجمہ کے ۴۹۳ صفحہ میں ایران کی توضیح میں لکھتے ہیں ...... اس بادشاہ (محمد رضا پہلوی) کے خلاف ایرانیوں نے اپنے مذہبی راہنما آیت اللہ خمینی کی ہدایت میں بغاوت کر دی، اسی جملے کو بجا طور یوں لکھ سکتے تھے ایرانیوں نے آیت اللہ خمینی (رح) کی رہبری میں ظالم اور فاسد نظام کے خلاف اسلامی انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے عمداً انقلاب اسلامی کو شاہ کے خلاف بغاوت سے تعبیر کیا!
پھر اس کے بجائے کہ یوں لکھتے ''اب ایران میں ''جمہوری اسلامی'' حکومت ہے۔ لکھا ہے کہ اب ایران میں ''جمہوری حکومت'' ہے اس طرح عمداً اور قصداً شیعوں سے تعصب کی وجہ سے۔ جمہوری سے اسلامی لفظ حذف کیا ہے، انہوں نے تعصب کا ثبوت مذکورہ واقعہ سے پہلے کے حوالوں میں بھی دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تعصب کو بنیاد بنا کر شیعوں بالخصوص سادات پیغمبرؐ پر امیر تیمور کے وحشی بربریت کو مورد سوال قرار دے کر اس سے کلی طور پر انکار کیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

زین العابدین کے ہاتھ اس کے لئے تحائف بھیجے (۱) اور ساتھ ہی کشمیر میں اس کے نام سے خطبہ پڑھوانے اور سکّے جاری کرنے کا وعدہ بھی کیا (۲)

بہر حال امیر تیمور نے سکندر کے تحائف قبول کر کے سکندر سے کسی طرح ہاتھ اُٹھایا (۳) اور سکندر کو حکم دیا کہ جب دہلی فتح کر کے پنجاب پہنچیں تو حاضر ہو، اس طرح سکندر کی عقلمندی اور تیز بینی سے کشمیر ایک ہولناک حملے سے نجات پا گیا۔

تواریخ کشمیر سے سلطان سکندر کے بارے میں بعض اور حوالے:۔

سلطان سکندر کے زمانے میں جو علماء اور سادات کرام ایران سے وارد کشمیر ہوئے ان میں ایک عظیم اور محبوب شخصیت ''میر سید محمد ہمدانی'' کی تھی (۴) جو تین سو سادات اور رفقاء کے ہمراہ وارد کشمیر ہوئے اور بائیس سال تک اس شہر میں قیام کیا۔ (۵) سلطان خود بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہو گئے۔ ریاست کشمیر کو مکمل طور پر اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے سلطان سکندر نے متعدد طریقے اختیار کئے (۶) سلطان نے اتنے بت خانوں کو مسمار کیا کہ سکندر ''بت شکن'' کا لقب اُنہیں ملا۔ جن میں مندر مارتنڈ شوربھی شامل ہے جو اس زمانہ سے ساڑھے چار ہزار سال بیشتر راجہ ''رام'' نے کریوہ مٹن پر تعمیر کروایا تھا۔ مکمل تاریخ کے مطابق اس مندر کی تخریب ایک سال تک جاری رہی۔ چونکہ اس مندر کی بنیادیں بڑی مضبوط تھیں اس لئے چند پتھروں کے نکلوانے کے بعد سلطان نے وہاں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگادی۔ جس سے تمام مورتیاں اور دیگر منقش و مطلا تصاویر جل کر راکھ ہو گئیں،۔ اس کے بعد سلطان نے بج بہاڑہ کے مندر (جو تعداد میں تین سو سے زیادہ تھے مسمار کئے)

۱۔ وجیز التواریخ، مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۹۹۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۷۰۔

۳۔ نگارستان کشمیر ص ۲۱۵۔

۴۔ تاریخ سید علی ص ۲۰، تاریخ ملک حیدر ص ۵۶ و نیز مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۳۰۔

۵۔ وجیز التواریخ، مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۹۹۔

6.Islamic culture in kashmir p49۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''مندر روزا یشری'' کے پتھروں سے ایک مسجد تعمیر کرائی گئی (۱)

غرض بہت کم مندر تھے جو سلطان اور اس کے نو مسلمان شدہ وزیر ''سیف الدین'' کی دست برد سے بچ گئے۔ مندروں کی جگہ مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کی گئیں۔ جب ملک میں مندروں کے خلاف یہ تحریک چل رہی تھی تو اکثر ہندو اپنی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے اور ہزاروں مسلمان ہو گئے، جزیہ کے اجرا نے غریب ہندوؤں کو مسلمان بننے پر مجبور کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب نو مسلمان کے زنّاروں کو وزن کیا گیا تو وہ تین خروار (یعنی سات من آٹھ سیر) انگریزی نکلے۔ سلطان کی یہ حالت دیکھ کر عام مسلمان بھی ہندوؤں پر دست تعدی دراز کرنے لگے (۲) بتایا جاتا ہے کہ جب ہندوؤں پر سلطان کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے تو میر سید محمد ہمدانیؒ نے سلطان سکندر کو دینی زور زبردستی کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی۔ اور اسے کہا کہ تلوار کو قابو میں رکھو اور تالیف قلوب کی حکمت عملی سے کام لو۔ یہ بے رحمی کسی دین اور کسی آئین میں جائز نہیں ہے (۳)

سلطان سکندر نے اسلام اور دین کی سربلندی کے لئے جو زحمتیں برداشت کیں اگر ان کاموں کے ساتھ ساتھ اس میں مذہبی تعصب نہ ہوتا تو یقیناً تا ابد قابل فخر شخصیت تھی۔ اور ان کا نام بھی ان کے بیٹے ''زین العابدین'' کی طرح جگہ جگہ آب زر سے لکھ کر جاویدان رہ جاتا۔

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۳۲، اسی کتاب میں آیا ہے کہ ان منادر میں ایک مندر ''روزا یشری'' تھا (جو رفعت و شان میں سب سے زیادہ بڑا اور مشہور مندر تھا) جب سلطان اس مندر کو مسمار کرنے لگے تو شعلہ ہائے آتشیں نمودار ہوئے۔ لوگ سخت ڈر گئے لیکن سلطان بغیر کسی وہم و گمان کے اپنی رائے پر بدستور قائم رہا۔ آخر کار جب یہ مندر گر گیا تو اس کے نیچے سے ایک پتھر نکلا جس پر سنسکرت زبان میں یوں حروف لکھے تھے ''بسم اللہ متیرینہ نشست وزیرا سیتری''، یعنی شخص بسم اللہ کی مدد سے اس مندر کو ویران کرے گا (تاریخ مکمل کشمیر ص ۳۳۲)

۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۳۳۳، حالانکہ اسلام کسی طرح کی دست درازی کو ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے اور نہ ہی کسی کو زور زبردستی مسلمان بنانے پر راضی ہے۔ اسلام مسلمانوں کو **"لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ"** کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کے بعض حکمرانوں کے انہی ناسنجیدہ اقدام سے اسلام اور مسلمان بدنام ہوئے، ورنہ شروع سے اسلام کی اشاعت خلق محبت اور نیک نمونوں سے ہوئی ہے اور اب بھی ہوتی رہتی ہے، اسلام کے پھیلاؤ میں یہ زور زبردستی بھی ایک رکاوٹ رہی ہے۔

۳۔ گزشتہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بہرحال کشمیر کا یہ عظیم بادشاہ ۲۵ سال حکومت کر کے ۸۲۱ھ میں آخرت کی طرف ہجرت کر گیا۔ لیکن مورخ سید علی نے اپنی کتاب ''تاریخ سید علی'' میں ان کا انتقال ۸۱۸ھ لکھا ہے (۱)

سلطان علی شاہ (ایام حکومت ۶ سال، ۹ ماہ ۸۲۱ھ تا ۸۲۸ھ)

سلطان سکندر کے بعد ان کا بیٹا ''علی شاہ'' تخت پر بیٹھا۔ گو کہ ملک سیف الدین (سلطان سکندر کے زمانے میں نومسلمان شدہ وزیر) کے انتقال کے بعد ''علی شاہ'' نے اپنے بھائی شاہی خان (سلطان زین العابدین) کو ہی منصب وزارت پر سرفراز کیا، لیکن جب وہ زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم سفر ہوا تو سلطنت چھوڑنے اور اسے ''شاہی خان'' کے سپرد کرنے پر اسے افسوس ہونے لگا۔ لہٰذا جموں کے راجہ سے فوج لے کر پکھلی کے راستے سے واپس آ گیا۔ جب اوڑی پہنچا تو شاہی خان بھی اپنی فواج آراستہ کر کے برسر مقابلہ ہوا۔ دونوں بھائیوں میں زبردست جنگ ہوئی، شاہی خان شکست کھا کر سیالکوٹ بھاگ گیا (۲)

کچھ عرصہ کے بعد ہی شاہی خان نے پنجاب کے راجہ 'جسرتھ خان'' سے مدد لے کر اپنے بھائی علی خان پر پھر حملہ کیا۔ دونوں بھائیوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ لیکن میدان شاہی خان کے نام رہا، علی خان جلد ہی مغلوب ہوکر ''جسرتھ خان'' کی قید میں آ گیا اور شاہی خان مظفر و منصور داخل کشمیر ہوا (۳) سلطان علی نے چھ سال نو ماہ تک حکومت کی (۴)

سلطان زین العابدین (بڈشاہ) (مدت حکومت ۵۲ سال، ۸۲۸ھ تا ۸۸۰ھ)

شاہی خان نے تخت نشین ہوکر ''زین العابدین'' اپنا نام رکھا، کشمیر کے لئے ان کی بے نظیر اور بے مثال خدمات کے پیش نظر کشمیر میں ان کو ''بڈشاہ'' یعنی بڑا بادشاہ کہتے ہیں۔ انھوں نے سلطنت کو اندرونی و

۱۔ تاریخ سید علی ص ۲۹۔
۲۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۳۹۔
۳۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۳۹۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر ص ۵۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بیرونی خطرات سے محفوظ کرر کھتے ہوئے ایک منظّم و مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی۔ان کے دورِ اقتدار میں ہر طرف فارغ البالی اور خوش حالی تھی۔سلطان خود علم دوست،اہل فن اور ادب کا قدر دان تھے۔اس لئے آپ نے اطراف و اکناف سے ارباب صنعت و حرفت، علماء و فضلاء، شعرا و ادباء کو اکٹھا کر کے کشمیر میں بسایا اور ان کے لئے جاگیریں مقرر کیں۔ان کے دور حکومت میں بھی کافی سادات اور دیگر صوفیائے کرام نے بیرون کشمیر سے آ کر سرزمین کشمیر میں سکونت اختیار کی۔جن میں ''سید محمد مدنی'' اور اغلب کشمیری سادات رضوی کے جداعلیٰ ''سید حسین قمی'' ہیں۔جن کا مقبرہ سوپور کے علاقہ زینہ گیر سے متصل ''سید پورہ'' میں ہے(۱)

سلطان کے دور میں فنون لطیفہ نے کافی ترقی پائی تھی۔بادشاہ خود موسیقی سے دلچسپی رکھتے تھے۔کشمیری زبان میں شاعری کرتے تھے، بیرون ممالک سے بھی شعراء کشمیر آ کر سلطان کے دربار میں جگہ پانے کی کوشش کرتے تھے۔

بڈشاہ اپنے زمانے کا بڑے مدّبر اور منظّم بادشاہ تھے،اس نے بہتر سلطنت چلانے،عدلیہ کا وقار قائم کرنے، تعلیمی ترقی کی طرف توجہ دینے، قحط و افلاس کو دور کرنے،صنعت و حرفت کو ترقی دینے،اور فوج کو بہتر انداز میں منظّم کرنے کے سلسلے میں حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

بڈشاہ کی رواداری

یہ بادشاہ کریم النفس، عادل اور عالم تھا۔تعصب، ریاکاری، جور و جفا اور دغا جیسے برے صفات اس کے پاس پھٹکنے بھی نہ پاتے تھے،۔سلطان زین العابدین مذہبی رواداری کے حامی تھے۔جن مندروں کو سلطان سکندر نے اپنے دور اقتدار میں مسمار کیا تھا انہوں نے ان میں سے اکثر مندروں کو دوبارہ تعمیر کرایا۔جو ہندو کشمیر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بڈشاہ کی مذہبی رواداری دیکھ کر وہ دوبارہ کشمیر لوٹ آئے اور بہت سارے ہندو، جو سلطان سکندر کے دور میں زبردستی مسلمان بنائے گئے تھے،یا خوف و ڈر کے مارے اسلام قبول کیا تھا، بڈشاہ کے دور میں دوبارہ اپنے اصلی مذہب (ہندو) کی طرف پلٹ

۱۔آپ کا تذکرہ اگلے صفحات میں تفصیل سے ہوگا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گئے۔بادشاہ نے کشمیر کے تمام مذاہب کے لئے چھوٹ دے رکھی تھی۔یہاں تک بادشاہ ہندوؤں کے دل راضی رکھنے کے لئے اُن کے مذہبی جشنوں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے (مذہب پر عمل کرنے کے بارے میں حد سے زیادہ) آزادی کی وجہ سے کشمیر میں غیر شرعی رسم ورواج،ساز وآہنگ،شراب و کباب کو پھر فروغ ملا۔نئے نئے اطوار ورسوم بھی رائج ہو گئے۔ہندوؤں کے طور طریقے مسلم معاشرہ میں بھی نفوذ کر گئے جس کی وجہ سے مسلمان بھی یہ غیر شرعی رسومات انجام دینے لگے (۱) یہاں تک کہ بہت سے مسلمان ختنہ سے بھی بے بہرہ رہنے کے عادی ہونے لگے تھے (۲)

سلطان ایک رحم دل اور مسکین نواز بادشاہ تھے۔اگر مسلمان مورخین ان میں کچھ کمی دیکھتے ہیں وہ یہی کہ سلطان دینی امور میں زیادہ سرگرم نہ تھے۔چنانچہ رقص وسرور اور دیگر غیر اسلامی مشاغل ان کے دور میں رائج ہوئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ بڈشاہ نے اپنی زندگی کو بہت سارے مکروہات اور مرغوبات سے بچایا۔کبھی بھی قومی خزانے سے تنخواہ نہیں لی،ساری عمر انتہائی سادہ لباس زیب تن کیا (۳) لیکن اس کے باوجود بڈشاہ کا وجود اسلام اور کشمیری مسلمانوں کے لئے اتنا بابرکت اور مفید ثابت نہ ہوسکا جتنا ہونا چاہیے تھا۔

سلطان زین العابدین آخر کار ۵۲ سال (۸۲۶ سے ۸۷۸ ھ) تک حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہوئے (۴) اور مزار سلاطین (موجودہ مہاراج گنج میں) میں سپرد خاک ہوئے۔

بڈشاہ کے بعد شاہ میری حکومت،قدرت اور سلطنت پر تسلط پانے کے لئے آپسی اختلافات کا شکار ہوئی جس کے آثار بڈشاہ کے آخری ایام میں ہی ظاہر ہو گئے تھے۔لہٰذا اس دور کے بعد سے ہی یہ حکومت تنزلی کی شکار ہوئی،اسی وجہ سے آپ کے دورہ سلطنت کو ''شاہ میری'' دور کا عروج جانا جاتا ہے۔اس کے بعد حکام کا زمانہ کمزوری کا آئینہ دار رہا۔

۱۔بہارستان شاہی،تہیہ و تنظیم،ڈاکٹر اکبر حیدری،ص ۲۹۹۔

۲۔آیئنہ کشمیر شفیق محمد یوسف۔

۳۔تاریخ تحریک اسلامی ص ۶۹۔

۴۔تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۶۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شاہ میری حکومت کا زوال

شاہ میری دور کے آخری بادشاہ کا نام ''حبیب شاہ'' تھا۔ واقعات کشمیر کے مصنّف کے بقول جب اس کام (حکومت چلانے) کی لیاقت اس میں جیسی ہونی چاہیے نہیں تھی (۱) تو ۹۶۲ھ میں ''غازی چک'' کے بھائی ''علی چک'' نے ''حبیب شاہ'' کے سر سے تاج اُٹھا کر اپنے بھائی کے سر پر رکھا اور بادشاہت ''غازی چک'' کے نام مقرر ہوگئی اور حکومت، دوسو بیس برسوں کے بعد ''شاہ میری'' کے خاندان سے نکل کر چک خاندان میں منتقل ہوگئی۔

امیر کبیر، حضرت میر سید علی ہمدانی

بلبل شاہ کی وفات کے بعد کشمیر میں دعوت اسلامی کا کام کسی حد تک رک گیا تھا۔ کیونکہ بادشاہوں کی طرف سے اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جارہی تھی۔ اس کی ایک وجہ تو ان حکمرانوں کا مخصوص مزاج بھی تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کا زیادہ تر وقت باہمی خانہ جنگیوں میں صرف ہوجاتا تھا۔ اس طرح کشمیر میں اسلام کی صحیح تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے میں بیشتر اولیائے کرام کا کردار ہی نمایاں رہا ہے۔

بلبل شاہ کے بعد جو دینی پیشوا کشمیر میں دعوت دین کے لیے تشریف لائے، ان میں جلال الدین بخاری، حضرت سید تاج الدین اور حضرت سید حسین سمنانی بہت مشہور ہیں۔

سید حسین اور سید تاج الدین آپس میں بھائی اور امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے چچیرے بھائی تھے (۲) ان کے والد کا نام سید حسن تھا۔ جو سید محمد کے فرزند تھے اور یہ دونوں میر سید علی ہمدانی کے حکم سے ہی کشمیر کے حالات جاننے کے لئے یہاں آئے تھے۔ ان کو میر سید علی ہمدانی کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ اگر کشمیر کو امیر تیمور (۳) کے تسلط سے خالی پایا تو حضرت امیر کی خدمت میں اس کی

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۳۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۳ فارسی ص ۹۔

۳۔ جو شیعہ اور خصوصاً پیغمبر کی ذریّت کا جانا پہچانا دشمن تھا اور جس نے ایران پر تسلط پاکر اصفہان میں ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر کے اُن کے کٹے ہوئے سروں کے مخروطی مینار بنائے۔ واقعات کشمیر ص ۶۷۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خبر دیں (۱) یہاں پہنچ کر جب انہوں نے کشمیر کو امیر تیمور کے اثر و رسوخ سے خالی پایا، تو کشمیر کے پورے حالات لکھ کر میر سید علی ہمدانی کی خدمت میں لکھ کر بھیج دیا جس کے بعد امیر کبیر بھی کشمیر تشریف لائے تھے (۲)

میر سید علی ہمدانی اور کشمیر

اس میں کوئی شک نہیں کہ میر سید علی ہمدانی کشمیر میں دعوت اسلامی کے بہت بڑے علمبر دار رہے۔ اسی اعتبار سے مسلمانان کشمیر کے بہت بڑے محسن سمجھے جاتے ہیں۔ جو چیز ان کے اسلوب دعوت کو ایک امتیازی حیثیت عطا کرتی ہے وہ یہ کہ میر سید علی ہمدانی اپنے دعوتی مشن پر تنہا نہیں تشریف لائے بلکہ اپنے ہمراہ سادات کرام اور علمائے دین کی ایک بڑی جماعت (۷۰۰) لے کر آئے۔ جن میں علماء و مبلغین کے علاوہ ماہرین حرفت بھی تھے۔ جنہوں نے آپ کی قیادت میں عظیم کارنامے انجام دیئے اور یوں اس اسلامی انقلاب کی تکمیل کی جس کی بنیاد جناب بلبل شاہ کی دعوت اسلام سے پڑی تھی۔

میر سید علی ہمدانی کا خاندان

آپ والد گرامی کی طرف سے حسینی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسنی سید تھے اور سلسلہ نسب چودھویں پشت میں حضرت امام حسینؑ سے جاملتا ہے (۳) آپ کے والد گرامی کا نام ''شہاب الدین'' اور والدہ ماجدہ کا نام ''سیدہ فاطمہ'' تھا۔ جو سید علاء الدولہ سمنانی (اپنے زمانے کے مشہور عارف اور مختلف کتابوں کے مصنف اور مؤلف) کی بہن تھیں۔ آپ کے والد ہمدان کے رؤسا اور بزرگان میں سے تھے اور اسی طرح آپ کے دیگر اعزاء واقارب بھی اپنے یہاں کی اہم شخصیتوں میں سمجھے جاتے تھے۔

۱۔ تاریخ سید علی ص ۶۔
۲۔ تاریخ سید علی ص ۹۔
۳۔ تاریخ حسن (فارسی) جلد ۳ ص ۱۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ولادت، تعلیم و تربیت اور سیاحت

آپ کی ولادت ۱۲ رجب المرجب ۷۱۴ھ ہجری کو ایران کے مردم خیز شہر ہمدان میں ہوئی۔ جو ایران کے دارالخلافہ ''تہران'' سے دو سو میل دور مغرب کی طرف واقع ہے۔ ابتدا میں آپ کی تربیت علاء الدولہ سمنانی کے ہاتھوں ہوئی۔ بچپن میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد فقہ، حدیث اور دیگر علوم و فنون کی تحصیل کی طرف توجہ کی اور شیخ سمنانی سے علوم ظاہری و باطنی کا درس لیتے رہے پھر شیخ نے فقر و سلوک کی تربیت کے لئے اپنے ہونہار بھانجے کو شیخ تقی الدین علی دشتی سمنانی کے سپرد کیا(۱)

جناب دشتی نے امیر کبیر کو روحانی کمال کے اعلیٰ منازل طے کرائے، ان کے انتقال کے بعد آپ نے شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کی طرف رجوع فرمایا اور علوم ظاہری اور باطن کی تکمیل فرمائی۔ اس روحانی درسگاہ میں آپ نے چھ سال گزارے۔ پھر شیخ محمود مزدقانی کی ہدایت کے تحت آپ سیاحت عالم کے لئے نکل پڑے اور دم واپسین تک سیر و سیاحت اور جہان گردی اور صحرانوردی میں بسر کیے۔

اس دوران آپ مزدقان، ختلان، بلخ، بدخشان، یزد، شام، عراق، حجاز، روم، ماوراءالنہرین، سری لنکا، ہندوستان، چین اور کشمیر پہنچے اور لاکھوں بندگان خدا کو فیض پہنچایا۔

کشمیر میں میر سید علی ہمدانی کا ورود

شب و روز کی ریاضت و مجاہدت سے جب آپ ایک باکمال اور جامع شخصیت کے مالک بن گئے اور تحصیل علم، تربیت روحانی اور دنیا کی سیر نے آپ کی سیرت میں علم و بصیرت اور صبر و استقامت کا حسین امتزاج پیدا کر دیا اور آپ کی شخصیت تمام جہات میں جامع صفات بن گئی۔ تو ۱۳۷۲ء مطابق ۷۷۳ھ ہجری (۲) میں حضرت میر سید علی ہمدانی نے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے ایران سے نکل کر کشمیر

۱۔ تاریخ بلتستان ص .۱۶۵۔

۲۔ آپ کے کشمیر آنے کی تاریخ میں مورخوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، بہارستان شاہی کے مطابق آپ ۷۸۳ھ اور واقعات کشمیر کے مطابق ۷۸۱ھ میں پہلی بار کشمیر آئے۔ درحالیکہ تاریخ حسن میں ۷۷۴ بتایا گیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کارخ کیا (۱) اور سلطان قطب الدین کے عہد میں کشمیر پہنچے۔ آپ نے اپنے نصائح اور کردار سے بادشاہ کو بہت متاثر کیا، بادشاہ نے بھی آپکا والہانہ استقبال کیا اور عزت واحترام کے ساتھ علاء الدین پورہ میں ٹھہرایا۔ چار ماہ وعظ ونصیحت، پند وارشاد فرمانے کے بعد حج بیت اللہ کو انجام دینے کی غرض سے کشمیر کو ترک کیا۔

آپ کی دوبارہ کشمیر آمد، پورے سات سال بعد یعنی ۱۳۷۹ء عیسوی مطابق ۷۸۱ ہجری میں ہوئی (۲) اس بار بھی چھ مہینے تک تبلیغ اور ارشاد دین اسلام میں مصروف رہ کر واپس تشریف لے گئے۔

پھر تیسری بار آپ کی ۷۸۵ھ میں اس وقت کشمیر میں تشریف آوری ہوئی جب امیر تیمور نے تیسری بار ایران پر حملہ کیا اور سادات کے خاندانوں کو (جو اپنے اپنے علاقوں میں کافی اثر ورسوخ رکھتے تھے) قتل عام کرنے کا ارادہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۳۷۴ء اور ۷۸۱ھ میں جب آپ اس جلاد (تیمور) کے ارادے سے باخبر ہوئے تو سات سو سادات کرام کے ہمراہ کشمیر کا رخ کیا۔

عموی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ دوسری بار سات سو سادات کرام کے ہمراہ کشمیر وارد ہوئے لیکن بیرونی شواہد کے اعتبار سے اس کا صحیح ثابت ہونا کافی مشکل نظر آیا ہے بلکہ تیسری بار ہی میر سید علی ہمدانی کے ساتھ ان کی ہمراہی صحیح معلوم لگتی ہے۔

حضرت امیر کبیر کے ساتھ آئے ہوئے سادات کرام، تبلیغ اسلام کے لئے ریاست کے طول وعرض میں پھیل گئے اور ان کی کوششوں اور محنتوں سے کشمیریوں کی بھاری تعداد آغوش اسلام میں پناہ لی،

۱۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی یہ بتایا جاچکا ہے کہ شاہ ہمدان کی کشمیر تشریف آوری کی ایک اہم علت تیمور لنگ کی سادات دشمنی تھی۔ جس کے متعلق کتابوں میں آیا ہے کہ اس نے سیاسی اغراض کے پیش نظر اور سادات کے بڑھتے ہوئے رسوخ کو ختم کرنے کے لئے ایران کے اس عربی خاندان کو ہی نیست ونابود کرنے کی ٹھان لی تھی۔ مگر اس کی ایک بڑی اکثریت بھاگ کر وارد کشمیر ہوئی۔ جن کی قیادت میر سید علی ہمدانی نے کی، مرزا اکمل الدین کامل بیگ خان بدخشی نے اسی واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

گر نہ تیمور شور و شر کردے
کے امیر ایں طرف گذر کردے

۲۔ تاریخ حسن جلد ۳ ص ۱۵، ونیز تاریخ مکمل کشمیر ص ۳۳۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بہر حال آپ نے تیسری بار بھی کشمیر میں زیادہ دیر تک قیام نہیں کیا بلکہ تقریباً ایک سال کی اقامت کے بعد ہی بارہ مولا اور ترکستان کے راستے حج بیت اللہ بجالانے کا ارادہ کر کے کشمیر سے چلے گئے۔ جب ۷۸۶ھ کو ضلع ہزارہ کے مقام ''پکھلی'' پہنچے تو چھ ذی الحجہ کو انتقال کیا۔ آپ کا جنازہ وہاں سے شہر ''کولاب'' (۱) لایا گیا اور وہیں جمادی الاخر کی پانچ تاریخ (۷۸۷ھ) کو سپرد خاک کیا گیا (۲)

معروف قدیم کشمیری مورخ ''ملک حیدر چاڈورہ'' نے شاہ ہمدان کی آخری بار کشمیر چھوڑنے کی علت، سلطان قطب الدین سے ان کی ناراضگی بتائی ہے ان کا بیان ہے کہ:۔

''چونکہ سلطان قطب الدین نے میر ہمدانی کے ساتھ ان کی خاص عقیدت کے باوجود، ملک میں احکام شریعت وسنت کو جاری کرنے میں ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا، تو میر ہمدانی نے ملک سے جانے کا ارادہ کیا ہے۔ وعظ اور دین کے ارشاد کے (مقررہ مسؤلین) سلطان اور مولانا محمد بلخی کے اصرار و استدعا کے باوجود بھی وہ کشمیر چھوڑنے کے ارادے سے باز نہیں آئے (۳)

میر سید علی ہمدانی کی کشمیر میں تشریف آوری تک اسلام کو یہاں کی اجتماعی زندگی میں بھرپور نفوذ حاصل نہیں تھا۔ حکمران اگر چہ مسلمان تھے لیکن ہندوؤں کی تہذیبی بالادستی (خصوصاً بڈشاہ کے دور میں) پوری طرح قائم ہو چکی تھی۔ یہاں تک مسلمان بھی اپنے لباس، عادات، رسم ورسومات کے اعتبار سے ہندوؤں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے۔ مسلمان ہندوؤں کے مندروں میں حاضری دیا کرتے تھے،۔ خود بادشاہ نے اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دو سگی بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں لے رکھا تھا (۴) لیکن میر سید علی نے ان ساری غیر اسلامی رسم ورسومات کی نشاندہی کر کے مسلمانوں کو ان کاموں سے باز رہنے کی ہدایت کی اور بادشاہ کو بھی دو سگی بہنوں میں سے ایک سے دست بردار ہونے کا حکم دیا جس پر سلطان نے عمل کیا۔

۱۔ کولاب آج تاجکستان میں واقع ہے۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۶۳۔
۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۵۶۔
۴۔ تاریخ سید علی ص ۱۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بلاشبہ یہ حضرت میر ہمدانی کی دعوت اور تبلیغ کا نتیجہ ہی تھا کہ کشمیر میں اسلام کو خوب فروغ حاصل ہوا اور کثیر تعداد میں لوگ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے تبلیغ دین سے یہاں ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا(۱)

سید علی ہمدانی کے ساتھیوں نے بھی کشمیر کے گوشہ گوشہ میں دین اسلام کی تبلیغ کی۔ میر ہمدانی نے انہیں مختلف علاقوں میں تبلیغ کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان میں بہت سارے انہیں علاقوں میں بسنے لگے تھے اور وہیں پر انتقال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے تمام علاقوں میں ان اولیائے کرام کی قبریں اور آستانے پائے جاتے ہیں۔

میر سید علی ہمدانی نے تبلیغی کاموں کے ساتھ ساتھ کشمیر مسلمانوں کی اقتصادی بہبودی کی خاطر یہاں ان صنعتوں کی تعلیم بھی دی، جو ایران میں رائج تھیں جن سے کشمیر میں اقتصادی اور معاشی خوش حالی کے امکانات روشن ہوئے اور لوگوں کو حصول رزق کے حلال ذرائع میسر ہوئے چنانچہ قالین بافی، پشمینہ سازی کی صنعتوں کو اس علاقے میں آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے فروغ حاصل ہوا(۲)

ڈاکٹر صوفی نے بھی اپنی کتاب ''کشیر'' میں لکھا ہے کہ شالبافی کو میر سید علی ہمدانی نے ہی کشمیر میں رواج دیا ہے(۳) اس کے علاوہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں بہت سارے معمار اور صنعت گر بھی تھے(۴) جنہوں نے یہاں آکر کشمیر کے تعمیراتی کاموں میں کافی اور بہترین رول ادا کیا۔ اس کے علاوہ سید علی ہمدانی نے اس حد تک ایرانی تہذیب و ثقافت کو فروغ دیا کہ کشمیر ''ایران صغیر'' یعنی چھوٹے ایران کے نام سے مشہور ہوا(۵) اور اسی زمانے سے کشمیریوں کے دلوں میں ایران کے تئیں محبت اور دوستی پائی جاتی ہے۔

۱۔ تاریخ بلتستان ص ۱۶۶، نیز تاریخ تحریک اسلامی ص ۵۲۔
۲۔ تاریخ تحریک اسلامی ص ۵۷۔
۳۔ کشیر جلد دوص ۵۶۳۔
۴۔ کشمیر میں انقلاب اسلامی (ایران) کے تاثیرات ص ۴۷۔
۵۔ کشمیر، گذشتہ، حال، آیندہ ص ۳۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

علامہ اقبالؔ نے کیا خوب آپ کے متعلق فرمایا:۔

سید سادات سالار عجم	دست او معمار تقدیر امم
از غزالی درس اللہ ہو گرفت	ذکر و فکر از دود مان او گرفت
مرشد آن خطۂ مینو نظیر	میرو درویش وسلاطین رامشیر
جملہ را آن شاہ دریا آستین	داد علم و صنعت و تہذیب دین
آفرید آن مرد ایران صغیر	باھنرھای غریب و دلپذیر (۱)

حضرت میر سید علی ہمدانی نے عام لوگوں کی ہدایت کے ساتھ ساتھ حکمران طبقہ کی ہدایت کی طرف بھی خاص توجہ دی تھی۔ وہ جانتے تھے لوگ اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں لہٰذا بادشاہ جتنا ایمان دار ہوگا رعیت بھی ویسی ہی ہوگی۔ آپ نے حکمران طبقہ کی اصلاح کے لئے صرف دعوت وتبلیغ، وعظ اور ارشاد پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کی مستقل راہنمائی کے لئے اسلام کی روشنی میں امور جہانی سے متعلق ایک گران قدر کتاب بھی لکھی جس کا نام ''ذخیرہ الملوک'' ہے۔

آثار شاہ ہمدان

میر سید علی ہمدانی کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جو تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں اور آپ نے علم کے ہر میدان میں قدم جمائے اور ہر موضوع پر کتابیں تحریر فرمائیں۔ آپ کی تصانیف میں سے کچھ امتداد زمان سے تلف ہوئیں اور کچھ باقی ہیں۔ ''تحائف الابرار'' میں آپ کے رشحات قلم کا شمار ایک سو ستر مرقوم ہے (۲)

آپ کی بعض کتابوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں ہوئے ہیں۔ ان میں کشمیری، اردو، پشتو، جرمن، انگریزی، فرانسی، عربی، اور فارسی زبانیں شامل ہیں۔ بعض کتابوں کے خلاصے اور شرحیں بھی شایع ہو چکی ہیں۔

۱۔ کلیات اقبال۔ احمد سروش، تہران ص ۳۵۸۔

۲۔ تاریخ بلتستان ص ۱۷۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ کی بعض اہم تصانیف کچھ اس طرح ہیں:

(۱) مودۃ القربیٰ۔ (۲) السبعین فی فضائل امیر المؤمنین (علیہ السلام) (۳) چہل اسرار۔

(۴) اوراد فتحیہ۔ (۵) ذخیرہ الملوک۔ (۶) مکتوبات امیریہ۔ (۷) منہاج العارفین۔

(۸) کتاب ذکریہ۔ (۹) کتاب الاورادیہ۔ (۱۰) آداب سفرہ۔

اولاد واحفاد

میر سید علی ہمدانی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ریاضت اور مجاہدت بجالانے، سیر و سیاحت، دین اسلام پھیلانے اور کتب و رسائل لکھنے میں گزارا ہے لہٰذا آپ نے چالیس سال کی عمر میں شادی کی (۱) خداوند عالم نے آپ کو ایک بیٹا اور بیٹی عطا کی۔ بیٹا مشہور مبلغ اسلام "میر سید محمد ہمدانی" تھے۔ اور بیٹی آپ کے مشہور مرید اور خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی کے عقد میں آئیں۔ ان دونوں کے مزار سید علی ہمدانی کے مزار کے احاطے میں واقع ہیں۔ سید محمد ہمدانی کے توسط سے یہاں آپ کی نسل بڑھی اور اب بھی ہندو پاک میں آپ کی اولاد سادات ہمدانی کے نام سے موجود ہے۔

میر سید علی ہمدانی کا مذہب/ مسلک

میر سید علی ہمدانی کے مذہب کے بارے میں علماء اور مورّخین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ دسویں صدی ہجری کی معروف شخصیت قاضی نوراللہ شوستری معروف بہ "شہید ثالث" (۲) مجالس المومنین کی جلد۲ ص ۱۱۸ میں، ڈاکٹر محمد معین نے حافظ شیرین سخن میں، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفاء نے تاریخ ادبیات ایران اور علی حسین رضوی نے تاریخ شیعیان علی میں، اور آقا بزرگ تہرانی نے اپنی معروف کتاب الذریعہ میں میر سید علی ہمدانی کو شیعہ امامیہ قرار دیا ہے۔ لیکن جعفر بدرخشی نے خلاصۃ المناقب میں، ڈاکٹر محی الدین نے کشمیر (انگریزی) میں، ڈاکٹر محمد ریاض نے کتاب سید علی ہمدانی میں، ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر نے کتاب سید علی ہمدانی میں، پیر حسام الدین راشدی نے تذکرہ شعرائے کشمیر میں آپ کو سنی شافعی قرار دیا ہے۔

۱۔ تاریخ گلستان ص ۱۷۰۔

۲۔ ان کا مقبرہ ہندوستان کی ریاست اتر پردیش کے مشہور شہر آگرہ میں واقع ہے۔ آپ کا مقبرہ قاضی صاحب کی درگاہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے آپ اکبر بادشاہ کی حکومت میں اس کی طرف سے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدہ پر فائز تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر سید علی ہمدانی نے اپنی کتابوں میں کسی مذہب کا ذکر نہیں کیا ہے۔لیکن مکتوبات امیریہ کے بعض مضامین سے آپ شیعہ اثنا عشری لگتے ہیں۔اسی طرح مودۃ القربیٰ کتاب کے مطالعہ سے بھی آپ کے شیعہ ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔یا اسی طرح اگر ہم السبعین فی فضائل امیر المومنین دیکھتے ہیں تو اور بھی آپ کے شیعہ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔جس میں بیشتر احادیث منقولہ صراحت کے ساتھ حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر دلالت کرتی ہیں جو آپ کے شیعہ ہونے کی اصل دلیل بن سکتی ہے، کیونکہ شیعہ (اثنا عشری) ہونے کا لازمہ یہی ہے کہ حضرت علی کو پیغمبر کا خلیفہ بلافصل مانا جائے، کتاب مذکور میں موجود احادیث میں سے ہم چند احادیث کو یہاں پر ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں

پہلی حدیث :

عن بریدہ:قال رسول اللہ لکل نبی وصی و وارث وان علیاً وصی و وارثی(۱)

دوسری حدیث :

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال :قلنا لسلمان سل النبی من وصیّة فسالہ یا سلمان وصیی و وارثی و مقضی دینی و منجز و عدی علی ابن ابی طالب (۲)

تیسری حدیث :

عنھا (ام سلمہ)قالت:قال رسول اللہ علی و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامة (۳)

چوتھی حدیث :

عن بریدہ عن عمران ابن الحصین قال :قال رسول اللہ علی منی و انا منہ وھو ولی کل مؤمن و مومنة بعدی (۴)

۱۔مجموعہ رسائل ترجمہ اعجاز حسین غربی ،ص ۴۲ یعنی بریدہ سے نقل ہوا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا:۔ہر نبی کے لئے ایک وصی اور وارث ہوتا ہے میرا وصی اور وارث علی (ع) ہے۔

۲۔ایضاً ص ۴۷، یعنی انس بن مالک نقل کرتے ہیں کہ : ہم نے سلمان سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے وصی کے متعلق سوال کرنے کے لئے کہا۔تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سلمان کے سوال کے جواب میں فرمایا:۔میرا وصی، وارث، میرا قرض چکانے والا اور وعدوں کو پورا کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔

۳۔گزشتہ حوالہ ص ۸۷، یعنی ام سلمہ سے نقل ہوا ہے (کہ) پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:۔علی اور ان کے شیعہ قیامت میں رستگار و کامیاب ہیں۔

۴۔نیز: ص ۵۲ ،یعنی عمران بن الحصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:۔علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔وہ میرے بعد ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یا اسی طرح کے بے شمار احادیث جو میر سید علی ہمدانی نے حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب میں بیان کی ہیں ،کو مدنظر رکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ آپ ان احادیث پر ایمان قلبی رکھتے تھے اور عملاً شیعہ اثنا عشری تھے۔ ان احادیث کے علاوہ ''اوراد خمسہ'' (پانچ درود) جو ہر نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان پانچوں اوراد میں، نیز کتاب دعوت صوفیہ جو سید علی ہمدانی سے منسوب ہے میں بھی ''**لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' کے بعد ''**علی ولی اللہ و فاطمہ امۃ اللہ و الحسن و الحسین صفوۃ اللہ علی محبیھم رحمۃ اللہ وعلی مبغضھم لعنۃ اللہ**'' کا ذکر آیا ہے (۱) یہ سب شیعہ ہونے کی علامات اور نشانیاں ہیں۔

اسی طرح اور بھی بہت سارے قرائن و شواہد پائے جاتے ہیں جو آپ کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں جن میں ایک اپنی بیٹی کو خواجہ اسحاق ختلانی کے نکاح میں دینا ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ خواجہ اسحاق ایک بڑے شیعہ عالم دین اور برجستہ صوفی تھے۔

ایسا بھی ممکن ہے کہ کشمیر کے حکمران اہل سنت ہونے کی بنا پر آپ نے تقیہ کیا ہو اور علناً اپنے مذہب کا اظہار نہ کیا ہو بلکہ مذہب ظاہر کرنے کے بجائے جہان خصوصاً کشمیر سے مشرکانہ عقائد و رسوم کے ازالہ کرنے، دعوت عمومی اسلام اور فلاحی و اصلاحی و عرفانی سرگرمیوں پر اکتفا کیا ہو، بہر حال اس پر شیعہ و سنی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ آپ نے کبھی دعوت و تبلیغ میں مسلک کو نہیں چھیڑا۔

متضاد نظریے پائے جانے کی وجہ سے ہم آپ کے بارے میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ ہر لحاظ سے آپ صوفی المشرب تھے۔ حضرت علیؑ اور پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ سے غیر معمولی محبت و مودۃ رکھتے تھے۔ عملی لحاظ سے آپ ایک عظیم الشان صوفی، کامیاب مبلغ، بے مثال سیاح اور مجاہد تھے۔ آپ کے مذہب و مسلک کے بارے میں ہم ایران کے مشہور و معروف عارف ''آیۃ اللہ صابر ہمدانی'' کی رائے کو بہتر سمجھتے ہیں اور اُسی ایک جملہ پر اس بحث کو خلاصہ کرتے ہیں۔ صابر ہمدانی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اہل سنت میر سید علی ہمدانی کو سنی، اہل تشیع ان کو شیعہ مانتے ہیں، لیکن میں ان کو اہل حق جانتا ہوں جو حق کہہ سکا اور حق لکھ سکا۔ ان پر خدا کی رحمت ہو'' (۱)

۱۔ دعوات صوفیہ امامیہ، سید علی ہمدانی، مترجم خورشید عالم ص. اگرچہ گزشتہ زمانے کے ساتھ اب مذکورہ جملے اوراد خمسہ سے حذف کئے گئے ہیں۔

۲۔ کتاب سبعین فی فضائل امیر المومنین، تحقیق و ترجمہ صابر ہمدانی، قم ۲۰۰۲ء ص ۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حضرت میر محمد ہمدانی

میر سید محمد ہمدانی شاہ ہمدان کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی ولادت ۷۲ ۱۳ء میں ہوئی تھی اور شاہ ہمدان کے انتقال کے وقت آپ کی عمر فقط ۱۴ برس تھی۔

آپ نے اپنے والد گرامی کے انتقال کے بعد تعلیم و تربیت کے لئے ان کے خلفاء و جانشینوں کی طرف مراجعہ کیا۔ جن میں خواجہ اسحاق ختلانی اور مولانا نورالدین بدخشانی قابل ذکر ہیں اپنی ذہانت اور ذکاوت سے آپ زمانہ شباب ہی میں ایک بلند پایہ کے عالم اور عارف بن گئے اور بائیس سال کی عمر میں آپ تین سو داعیان حق (مبلغین) اور راہیان نور کے ہمراہ سلطان سکندر کے دور میں ۷۹۵ھ میں وارد کشمیر ہوئے۔ سلطان سکندر نے گرم جوشی سے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا استقبال کیا۔ سلطان سکندر کے وزیر اعظم سہہ بٹ پر آپ کے تبلیغ کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ اس نے اپنے خاندان کے تمام افراد سمیت اسلام قبول کیا اپنا نام بھی بدل کر سیف الدین رکھا اور اپنی بیٹی کا عقد آپ سے کیا۔

دعوت اور تبلیغ کے میدان میں

میر سید محمد ہمدانی کی ہدایت پر ساری ریاست میں شراب کی خرید و فروخت اور اس کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا، بت پرستی ممنوع کردی گئی اور جُوے پر قانونی پابندی لگادی گئی۔

آپ نے تقریباً بائیس (۲۲) سال کشمیر میں قیام فرمایا اس دوران بہت سارے ہندوؤں کو تبلیغ کے ذریعہ اسلام کے پر فیض دائرے میں شامل کیا۔ آپ نے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مدارس کھلوائے اور بڑوں کی تربیت اور انہیں اسلامی تعلیمات سے اچھی طرح واقف کرانے کی خاطر خانقاہیں تعمیر کرائیں اور ہمیشہ حکمرانوں کو عدل و انصاف اور ایمانداری سے حکومت کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے، آپ کے توجہ دلانے سے جگہ جگہ مساجد، مکتب، لنگر خانے، مسافر خانے تعمیر کئے گئے، یتیموں کی پرورش کے انتظامات کئے جانے لگے آپ کے ہمراہ جو تین سو سادات کرام تھے وہ تحریک اسلامی کی دعوت لے کر ایک ایک گاؤں اور ایک ایک قریہ پہنچے اور اپنی سیرت و کردار سے عوام کے دل جیت لئے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ ۸۱۷ھ ہجری تک کشمیر میں تھے پھر حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے واپسی پر ختلان تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور وہیں ۷ اربیع الاول ۸۵۴ھ میں وفات پائی اور اپنے والد محترم کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے ہیں۔

شیخ نورالدین نورانی (شیخ العالم)

جناب شیخ نور الدین نورانی عرف "نندہ ریشی" کولگام کے ایک گاؤں قیموہ میں بقرہ عید کے روز ۷۷۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام شیخ سالارالدین اور والدہ کا نام صدرہ تھا۔

جس وقت شاہ ہمدان آخری بار کشمیر سے تشریف لے گئے تو شیخ نورالدین کی عمر آٹھ نو سال تھی۔ کہتے ہیں للہعارفہ نے اُنہیں شاہ ہمدان کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے بچے کے نیک اور سعادت مند ہونے کی بشارت دی۔

شیخ نورالدین بڑے ہوئے تو ان کے سوتیلے بھائیوں نے انہیں تکلیف پہنچانی شروع کی۔ بتایا جاتا ہے آپ کے بھائی چوری کیا کرتے تھے اور آپ کو بھی ساتھ چلنے پر مجبور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ان سے نبھاہ نہ ہوسکا۔ جب آپ کام کاج کی عمر کو پہنچے تو تجارت کرنی شروع کی لیکن اس میں بھی ایمانداری نہ پاکر اس سے بھی دل پھیر دیا آخر تنگ آکر سچائی کی تلاش اور جستجو میں گھر ہی کو الوداع کہا۔

آپ نے برابر تیس سال کش مکش اور اضطراب میں گزارے۔ آخر کار دعوت دین کے کام کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر خود کو اس کے لئے وقف کر دیا اور اپنی سیرت اور کردار سے نہ فقط عوام الناس کو متاثر کیا بلکہ حکمران طبقے پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔

زندگی کے ابتدائی تیس برسوں میں آپ نے تنہائی، غارنشینی، فاقہ کشی اور اہل وعیال سے بے نیازی کی جو لمبی مدت گزاری، اس سے آپ کی زندگی میں صبر واستقامت اور تحمل و تدبیر کی ایک بے مثال قوت پیدا ہوگئی جب آپ دین اسلام کی راہ میں جدو جہد کے لئے میدان میں آئے تو صبر و توکل کے ساتھ ساتھ عزیمت واستقامت میں اور اضافہ ہو گیا۔ اگرچہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرفان اور ادراک کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔ قرآن وسنت کی تشریح آپ نے اپنے اشعار میں کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علم وآگاہی میں بڑا درجہ رکھتے تھے آپ کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن وسنت پر آپ کی نظر بڑی گہری تھی۔ جو اشعار بھی آپ نے کہے ہیں وہ سب اسی تناظر میں کہے۔ ان کے اشعار میں قرآن اور حدیث کی کوئی نہ کوئی حکمت بہر حال موجود ہے۔

شیخ العالم دین اسلام کی تبلیغ، وعظ ونصائح، الوہیت، اصول وفروع، سنت رسول، پیغام آخرت، خلوص، اخوت، انسانیت جیسے بے شمار موضوعات کو اشعار کا جامہ پہنا کر کج قلوب کو درست کرتے رہے۔ کشمیر کا چپہ چپہ، شیعہ وسنی ان کی بزرگی اور روحانیت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو بادشاہ وقت زین العابدین نے خود نفس نفیس آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ اور بڑے عزت وحترام کے ساتھ چرار شریف میں دفن کیے گئے۔ زمانہ قدیم سے آپ کے مقبرے پر ایک عالیشان اور قدیم دست کاری سے مزین اور فن معماری کی ایک عظیم شاہکار بارگاہ بنی ہوئی تھی جو آخروٹ اور بادام کی تراشیدہ لکڑی سے بے انتہا خوبصورت انداز میں بنائی گئی تھی اور مرجع خلائق عام وخاص تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بے مثال روضہ مبارک ۱۹۸۹ عیسوی میں شروع ہونے والی تحریک آزادی میں مشکوکانہ طور پر نذر آتش ہوا جس سے یہ قومی اور ملی سرمایہ تباہ وبرباد ہوگیا۔ اگر چہ روضہ کی جگہ نئی عمارت بنائی گئی ہے لیکن یادگار اور فن تعمیر کے لحاظ سے پرانی درگاہ مثالی تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تیسری فصل

کشمیر میں شیعہ مذہب کا ورود

اور اس کو ترویج دینے میں میر شمس الدین عراقی کا کردار

مقدمہ

قرائن وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب تشیع کشمیر میں اسلام کے ورود کے ساتھ ہی وارد ہوا تھا اور کشمیر میں اسلام کے پہلے (۱) دوسرے (۲) اور تیسرے (۳) مبلغ دین اصل میں شیعہ مذہب ہی سے وابستہ تھے۔ لیکن انقلاب زمانہ میں شیعہ تہذیبی اور ثقافتی ورثہ من جملہ شیعی تاریخ تلف ہونے کی وجہ سے شیعہ ان بزرگواروں کو شیعہ شخصیتوں کے عنوان سے دنیا کے سامنے نہیں پہچانوا سکے۔ جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں نے اسلام اور تشیع کے ان عظیم مناروں کو اپنے مذہب سے نسبت دی۔

لیکن سید محمد مدنی کے متعلق کوئی شک وابہام نہیں پایا جاتا ہے کہ آپ شیعہ تھے اور آخر عمر تک انہوں نے اعلانیہ اسی مذہب کی تبلیغ کی۔ اگرچہ شیعہ مخالفین نے ان کو بھی اپنا ہم مذہب منوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر آپ کے شیعہ مسلمان ہونے پر اتنے شواہد وقرائن پائے جاتے تھے کہ ان سے انکار گویا روز روشن میں سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا سید محمد مدنی کو شیعہ تسلیم نہ کرنے میں کوئی چارہ نظر نہیں آیا۔ اسی لئے (شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے) حکومت بھی موجودہ دور تک ان کی خانقاہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی تھی۔

۱۔ سید شرف الدین عرف بلبل شاہ۔
۲۔ میر سید علی ہمدانی۔
۳۔ میر سید محمد ہمدانی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سید محمد مدنی

سید محمد مدنی مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اسی مناسبت سے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔سادات میں آپ کا شجرہ نسب زید شہید کے توسط سے حضرت امام زین العابدین (علیہ السلام) تک پہنچتا ہے۔آپ نے اپنی عمر گرامی مجاہدہ نفس اور مشاہد الٰہی میں بسر کی۔آپ دو بار کشمیر تشریف لائے ہیں پہلی بار آپ سلطان سکندر کے عہد میں ۷۹۵ھ ہجری میں تشریف لائے۔لیکن کچھ عرصہ بعد بعض امور کی انجام دہی کے لئے ماوراء النہر (۱) چلے گئے۔

پھر سلطان زین العابدین کے عہد میں دوبارہ کشمیر کو رونق بخش کر پرگنہ بانگل کے ایک گاؤں مالہ موہ میں سکونت اختیار کی (۲)

آپ کی محنت سے مذکورہ علاقہ میں شیعہ مسلک کو کافی ترقی ہوئی۔آپ نہ صرف علم وفضل میں ممتاز تھے بلکہ آپ روحانی کمالات کے بھی حامل تھے۔جب سلطان زین العابدین کو آپ کے باطنی اور معنوی کمالات کا پتہ چل گیا تو اس نے بہت منت سماجت کر کے آپ کو اپنی ہمسائیگی میں رہنے پر راضی کیا۔اس طرح آپ مالہ موہ سے سرینگر منتقل ہو کر نوشہرہ میں مقیم ہو گئے۔سلطان نے یہاں آپ کے لئے مکان کے علاوہ مریدوں اور خادموں کے لئے بھی ایک خانقاہ تعمیر کروائی۔آپ نے خود بھی ایک مسجد جس کی لمبائی اور چوڑائی خانہ کعبہ کے اندازے کے برابر تھی یہاں بنائی۔

آپ کا انتقال سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے دور ۸۴۹ھ میں ہوا ہے۔مدفن کی جگہ کو آپ کے نام "مدنی" کی مناسب سے مدین صاحب کہا جاتا ہے آپ کی قبر پر سلطان زین العابدین (بڈشاہ) نے ایک روضہ اور اس کے ساتھ ایک مسجد اور حمام بھی تعمیر کروایا۔شیعہ حاکم علی مردان خان کے دور میں اس زیارت اور مسجد کی پھر سے مرمت کی گئی ہے۔

۱۔ماوراء النہر دریائی جیحون کے شمال میں دو دریاؤں سیحون اور جیحون کے درمیان واقع ایک ملک ہے جس میں بخارا، سمرقند اور ترمذ وغیرہ آتے ہیں ماوراء النہر پانچ صدیوں تک ایران کے اسلامی علوم وفنون کا بزرگترین مرکز رہا ہے۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۷۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ کے روضہ کو ۲۷ ۱۸ء مطابق ۱۲۸۹ھ میں شیعہ وسنی فساد میں کافی نقصان پہنچا تھا جس کے بعد حکومت نے مسجد اور روضہ کو مقفل کیا۔ چند سال قبل تک اس روضہ کی حالت خستہ تھی درو دیوار تباہ ہو گئے تھے دیواروں پر لگے منقش ٹائلوں تک کو بھی حق ناشناس لٹیروں نے کلکتہ لے جا کر فروخت کیا۔ چند ضمیر فروشوں نے اس ملی ورثہ کو بڑی بے دردی سے لوٹا۔ محکمہ آثار قدیمہ سے وابستہ ذمہ داروں نے بھی اپنے منصبی فرائض سے چشم پوشی کر کے اس انتہائی شرمناک سرقت پر خاموش تماشائی بنے رہے۔ اس طرح محکمہ آثار قدیمہ کی غفلت شعاری اور ان چوروں کی دیدہ دلیری سے بہت سے آثار بیش بہا تلف ہو گئے۔ پھر آخر کار محکمہ آثار قدیمہ کو اس روضہ کے خستہ حال درو دیواروں پر رحم اور انصاف آ ہی گیا اور اسے اپنے قومی اثاثے میں لے کر کسی حد تک اس کی مرمت کی۔ اب یہ زیارت گاہ پہلے کی بنسبت اچھی حالت میں ہے۔ اگر چہ چند سال پہلے ہی کچھ بدچلن انسانوں نے محرم میں یہاں معجزہ ظاہر ہونے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ انہوں نے دراصل لوگوں کو بے وقوف بنا کر اصل میں اس زیارت گاہ کو بدنام اور تباہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا جس سے فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھنے کے اندیشے پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ فتنہ جلدی ہی دفع ہوا اور امت مسلمہ ان اسلام دشمن عناصر (معجزہ کا ڈھونگ رچانے والوں) کی سازشوں سے محفوظ رہی۔

جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سید محمد مدنی کو غیر شیعوں نے اپنے مسلک سے نسبت دینے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ آپ کو غیر شیعہ ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی دلیل:۔ اگر آپ شیعہ ہوتے تو سلطان زین العابدین (بڈشاہ) آپ کی عزت نہیں کرتے اور نہ ہی سرینگر آنے کی دعوت دیتے (۱)

دوسری دلیل:۔ اگر آپ شیعہ ہوتے تو اعظم دڈمری اور مورّخ حسن شاہ آپ کو اپنی کتابوں میں اولیائے خدا کے زمرے میں شمار نہ کرتے (۲)

۱۔ واقعات کشمیر، حاشیہ ۲۲۴، مرتبہ شمس الدین احمد۔ ص ۲۹۷۔

۲۔ ایضاً۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تیسری دلیل :۔ آپ کا مقبرہ علی مردان خان کے زمانے تک مرجع ہر خاص وعام تھا (لہٰذا سنی تھے) لیکن مغل دور میں علی مردان خان نے آپ کے مقبرے کی مرمت کے دوران زیارت کے اصلی دروازے پر "علی ولی اللہ" (یعنی علی خدا کے دوست ہیں) لکھوایا۔ جس سے لوگوں کو یہ احساس دلوایا کہ وہ شیعہ تھے پھر جس کی وجہ سے شیعوں نے زیارت گاہ پر قبضہ کرلیا (۱)

لیکن کیا کوئی عاقل انسان ان غیر عقلی اور غیر منطقی دلائل سے مذکورہ دعوی پر قانع ہوسکتا ہے؟ اور کیا ان ناقص دلائل کی بنا پر کوئی سید محمد مدنی کے غیر شیعہ ہونے پر یقین کرسکتا ہے؟ اگر چہ مذکورہ دلائل کا ناقص ہونا واضحات میں سے ہے۔ لیکن پھر بھی ہم مسئلے کو مزید واضح وروشن کرنے کے لئے اس کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔

جہاں تک سلطان بڈشاہ کے احترام کی بات ہے تو یہ **اظہر من الشمس** ہے کہ سلطان زین العابدین المعروف ''بڈشاہ'' مذہبی رواداری کے حامی تھے۔ لہٰذا تاریخ سے ثابت ہے کہ جن مندروں کو سکندر بت شکن نے اپنے دور میں مسمار کیا تھا۔ بڈشاہ نے ان کو دوبارہ تعمیر کروایا اور جو ہندو سکندر کے وقت کشمیر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انہوں نے ان کو دوبارہ کشمیر لاکر بسایا۔ اس طرح کی بہت ساری مراعات دیں۔ جو بادشاہ ہندوؤں کے حق میں اس قدر مہربان ہو وہ ایک عالم دین اور روحانی کمالات کے عابد وزاہد مسلمان کے حق میں مہربان کیوں نہیں ہوسکتا تھا؟ اگر چہ وہ شیعہ ہی کیوں نہیں تھا۔ مزید برآن یہ کہ سلطان زین العابدین نے اسی زمانہ میں قم سے آئے عالم ومبلغ شیعہ سید حسین قمی رضوی کی بھی بڑی قدر ومنزلت کی تھی پھر اس بناء پر ان کے روضہ کے بارے میں بھی دعوی کیوں نہیں کیا گیا؟

یا یہ کہنا کہ علی مردان خان نے اپنی حکومت ۱۰۵۲ء کے دوران آپ کے صدر دروازہ پر "علی ولی اللہ" لکھوا کر اس سے عوام الناس کو یہ تأثر دلایا کہ آستان عالیہ میں مدفون بزرگ مذہب تشیع سے تعلق رکھتا تھا اسی لئے پھر شیعہ اسے اپنے مسلک سے منسوب کرنے لگے (۲) چنانچہ اس وقت

۱۔ گزشتہ حوالہ۔

۲۔ واقعات کشمیر، ص ۶۹۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مغلوں کا دورِ حکومت تھا جس میں اس طرح کا واقعہ ہونا خارج از امکان ہے۔لہٰذا یہ دلیل بھی کمزور بنیاد پر صاحب فہم افراد کے نزدیک قابل قبول نہیں۔مزید برآں حضرت علیؑ کو شاہ ولایت ماننے والے متعدد سنی علماء و عارفین اور عوام بھی قائل ہیں۔

پھر برائے بحث اگر ہم یہ تسلیم بھی کریں گے کہ علی مردان خان نے شیعہ ہونے کی بنیاد پر مرمت کے دوران علی ولی اللہ کندہ کروایا ہوگا تو اس میں بھی یہی عوامل کارفرما ہے ہوں گے کہ عوام کے نزدیک آپ کا شیعہ ہونا ثابت تھا۔نہ کہ ایک سنی مسلک بزرگ دین کو بطور شیعہ متعارف کرانا مقصود تھا۔

دوم:۔علی مردان خان ۱۰۵۲ھ میں کشمیر کے حکمران مقرر کئے گئے اور سید محمد مدنی کا انتقال ۸۴۹ھ میں ہوا تھا اس وقت تک آپ کو فوت ہوئے دوسو سال ہوئے تھے تو کیا دوسو سال کی حقیقت فقط ایک حاکم کے کہنے اور تختی لگانے سے بدل سکتی ہے؟ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی۔

سوم:۔کیا شیعہ ایسے حالات میں (جن میں اعظم دڈمری کے بقول شیعوں کو چاول کے انبار سے شالی کے دانوں کی طرح الگ نکال کر قتل کر دیا جاتا تھا) ایسا کر سکتے تھے اور کیا یہ ممکن تھا؟ نیز کیا پھر اہل سنت حضرات اتنی آسانی سے اسے قبول کر لیتے؟ اگر سید محمد مدنی سنی عالم ہوتے تو کیا ایسا کرنے پر اہل سنت اعتراض نہ کرتے؟ جبکہ تاریخ کی کسی کتاب میں اعتراض کرنے کی کوئی بات درج نہیں ہوئی ہے۔یا اس کی شکایت مرکز (دہلی) میں نہیں کرتے؟ اور آروٹ کے جناب سید جمال کے روضہ اور مسجد کی طرح زبردستی شیعوں سے نہ چھینتے؟(۱)

۱۔علی مردان کے بیٹے ابراہیم خان کے زمانے میں سید جمال کے روضہ اور مسجد پر شیعہ اور سنیوں میں اختلاف ہوا اور ہر کوئی انہیں اپنے مسلک سے نسبت دیا کرتا تھا۔جب معاملہ حل نہیں ہوا تو قضیہ کشمیر کے حاکم ابراہیم خان کے دربار میں پیش ہوا۔انہوں نے طرفین کے دلائل کو سنکر حق و انصاف سے کام لے کر شیعوں کے حق میں فیصلہ سنا دیا اور مسجد و سید جمال کے روضہ کو شیعوں کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔لیکن اہل سنت نے حاکم کے حکم کی خلاف ورزی کر کے بادشاہ اورنگ زیب کے پاس ان کی شکایت کی۔بادشاہ نے عدل و انصاف کے اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کسی تحقیق کے بغیر روضہ اور مسجد کو اپنے ہم مسلک قوم کو دینے کا حکم دیا۔بادشاہ کے دل کو اسی سے تشفی نہیں ہوئی بلکہ ساتھ ساتھ ابراہیم خان کو بھی کشمیر کی حکمرانی سے برطرف کر دیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چہارم:۔ اگر شیعہ حاکم کے زمانے میں سنی واپس نہیں لے سکے تو بعد میں آنے والے سنی حکمرانوں کے دور میں واپس لے لیتے! یا کم از کم مطالبہ ہی کرتے۔لیکن ایسا کسی بھی ضعیف سے ضعیف تاریخ کی کتابوں میں نہیں آیا ہے۔

سید محمد مدنی جو ایک وارستہ اور عظیم ولی خدا ہیں، کو اہل سنت قرار دینے کی سبب سے زیادہ کوشش ڈاکٹر شمس الدین احمد نے کی ہے جو شیعہ دشمنی اور واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے میں یگانہ روزگار ہے۔جس نے اپنی کتابوں میں شیعوں پر جگہ جگہ بے جا تہمتیں لگا کر ان کی بے احترامی کے ساتھ ساتھ انہیں بدنام کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔خلاصہ کے طور پر ہم یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ سید محمد مدنی ایک بلند پایہ شیعہ عالم دین تھے اور اسی مذہب کی ترویج میں اپنی قیمتی عمر بسر کی۔

سید حسین قمی (رضوی)

سید حسین قمی ایران کے شہر قم کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد بزرگوار کا نام گرامی سید محمد قمی تھا جو ایک علمی اور روحانی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔سلطان زین العابدین بڈشاہ بادشاہ کے عہد میں ایران کے شہر قم سے کشمیر تشریف لائے۔بادشاہ مردم شناس تھا اس نے اس جوہر گرانمایہ کو سر آنکھوں پر جگہ دی اور اپنے آباد کردہ علاقہ ''زینہ گیر'' میں جو عالیشان باغ بنایا تھا ان کو رہنے کے لئے عطا کیا(۱)

سید موصوف علم قرآن و حدیث، فلسفہ و منطق، فقہ و رجال اور دیگر علوم میں کامل تھے اور روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامات بھی تھے۔کتابوں میں ان کی بہت سی کرامات کا ذکر ہوا ہے جن میں سے ہم آپ کا مقام صحیح درک کرنے کے لئے ایک ہی واقعہ اور کرامت کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔چنانچہ بیان ہوا ہے کہ آپ کے ایران سے کشمیر تشریف لانے کے وقت جب آپ اچھ بل (بارہ مولہ) کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ایک اپاہج لڑکے کو (جو شالی کے کھیت کی چڑیوں کے کھانے اور نقصان پہنچانے سے حفاظت کر رہا تھا) پانی لانے کے لئے کہا۔لڑکے نے جواب میں اپنے پیروں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ میں نہیں چل سکتا

۱۔تاریخ اقوام کشمیر جلد اص ۱۶۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہوں۔ سید حسین نے ایک اور بار فرمایا تم اٹھو اور میرے لئے پانی لے آو۔ اس پر اپاہج لڑکا پیروں پر کھڑا ہوا اور پانی لانے کے لئے گھر کی طرف دوڑا۔ بچے کے والدین اس کی یہ حالت دیکھ کر حیران ہو گئے اور تھوڑی دیر میں ہی لڑکے نے تمام ماجرا سنایا۔ اب وہ خود ہی سید حسین کے لئے پانی کے علاوہ اور بھی بہت سارے تحائف لیکر آئے مگر آپ نے کچھ لینے سے انکار کیا۔ آخر کار انھوں نے اس شفا یافتہ لڑکے کو ہی آپ کی خدمت پر مأمور کر دیا۔

پھر جب سید حسین قمی کا انتقال ہوا تو یہی لڑکا آپ کی وفات پر آپ کے مرقد کا مجاور بنا۔ جو ریشی سید پورہ زینہ گیر میں رہتے ہیں وہ اسی لڑکے کی اولاد سے ہیں۔ سید حسین نے زینہ گیر پہنچ کر سید پورہ میں قیام فرمایا اور وہیں پر شیعہ مسلک کی تبلیغ اور اشاعت کا کام انجام دیتے رہے اور وہیں ۷ رشعبان ۱۷۸ہجری میں انتقال فرما کر سپرد خاک کئے گئے (۱)

کشمیر میں سید حسین قمی سادات رضویہ کے جد اعلیٰ مانے جاتے ہیں (۲) آپ کے دو فرزند تھے بڑے بیٹے کا نام حاجی محمد سعید تھا۔ جو یہاں سے احمد پورہ (ماگام) ہجرت کر گئے تھے ان کا روضہ وہیں احمد پورہ میں مرجع خلائق ہے روضہ کے ساتھ ساتھ ایک امام باڑہ بھی ہے۔ آپ کی زیادہ تر اولاد اسی علاقے میں آباد ہے اور یہ سب لوگ سادات احمد پورہ کہلاتے ہیں۔ شمس العلماء مولانا سید علی الحائری مجتہد العصر جو پنجاب میں رہتے تھے ان کی ہی نسل سے تھے (۳)

آپ کے دوسرے بیٹے کا نام آقا سید احمد تھا ان کی اولاد کشمیر کے علاوہ مرشد آباد، پٹنہ، پشاور وغیرہ بلکہ عراق تک کے علاقوں میں موجود ہے۔ عراق میں آقا سید حسن کشمیری جو مجتہد عراق کے نام سے مشہور تھے وہ بھی اسی شاخ سے تھے (۴)

کشمیر میں سید حسین قمی کے فرزند دوم کی ذریت سے اپنے جد اعلیٰ کے ہمنام سید حسین رضوی قمی

۱۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ا ص ۱۶۹۔
۲۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ا ص ۱۶۹۔
۳۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ا ص ۱۷۰۔
۴۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ا ص ۱۷۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نے ڈوگرہ حکومت کے عہد میں جو اعزاز و مرتبہ حاصل کیا ہے تاریخ اقوام کشمیر کے مصنف محمد الدین فوق کے بقول ان کے زمانے تک کسی کشمیری کو نصیب نہیں ہو سکا۔

آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے علوم عربی و فارسی کے بعد کشمیر میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور صرف ۲۵ سال کی عمر ہی میں آپ نائب مہتمم بندوبست ہو گئے تھے۔ لداخ کا سب سے پہلا بندوبست آپ ہی کے ہاتھوں انجام کو پہنچا ہے۔ تحصیلداری، ڈپٹی کمشنری، اسٹیٹ گورنری، مہتمم بندوبستی ہائی کورٹ کی ججی کے منازل و مراحل طے کر کے آخر گورنمنٹ جموں کشمیر کے ہوم منسٹر اور لا ممبر مقرر ہوئے تھے (۱)

بہر حال سادات رضوی سے آج تک بہت سارے علماء و فضلاء کا ظہور ہوا ہے۔ جنہوں نے طول تاریخ میں شیعہ مذہب کی ترویج و تبلیغ میں بے بہا خدمات کشمیر اور بیرون کشمیر میں انجام دئے ہیں۔ عارف نامدار جیسے آیۃ اللہ سید مرتضی کشمیری، آیۃ اللہ سید عبد الکریم کشمیری، آیۃ اللہ سید احمد کشمیری، آیۃ اللہ سید عبد الرّسول، حاجی سید حسن رضوی، حجۃ الاسلام والمسلمین سید صادق حسین رضوی رکھ شالنہ ٹینگن پانپورہ سادات کرام کی اسی شاخ رضوی سے تعلق رکھتے ہیں۔

سید حسین قمی کے قبر پر آج بھی ایک روضہ بنا ہوا ہے۔ یہاں گرمیوں میں ایک بڑی مجلس عزا مولانا محمد عباس انصاری کی سرپرستی میں ہوتی ہے جس میں ہزاروں لوگ دور دور سے شرکت کرنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔

ملاّ عالم انصاری

ملاّ عالم انصاری سید حسین قمی رضوی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اور سید حسین قمی کے ہمراہ وارد کشمیر ہوئے۔ اور ان کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔ یہاں شیعہ مسلک کی تبلیغ اور ترویج میں ملاّ عالم انصاری کا کافی دخل اور اثر رہا ہے۔ آپ نے موضع براٹھ علاقہ سوپور میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کی جد و جہد اور سعی و تلاش سے مذہب شیعہ نے اس علاقہ میں کافی وسعت پائی تھی اور ۱۸۷۲ء تک شیعوں کی جمع کثیر یہاں آباد تھی جو سب ملاّ عالم کی محنت کا ہی نتیجہ تھا۔ لیکن بد قسمتی سے

۱۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد اص ۱۷۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۸۷۲ء میں کشمیر میں فرقہ وارانہ فساد کی ایسی آگ بھڑک اٹھی جس نے کشمیر کے ہر خشک وتر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگرچہ کچھ دنوں بعد فسادات ختم ہوئے لیکن ہر علاقہ میں اپنے اثرات چھوڑ گئے۔ اس لوٹ و مار، قتل و غارت، کشت وکشتار کا مرکز سید محمد مدنی کی خانقاہ تھی (۱) لیکن یہ لڑائی جنگل کی آگ کی طرح پوری وادی میں پھیلی۔ شیعوں پر یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ براٹھ کی طرح بہت سارے علاقوں میں شیعہ تقیہ کرنے یاحتی مذہب بدلنے پر مجبور ہوئے۔

براٹھ میں بھی اب کوئی شیعہ نہیں ہے یہاں تمام علاقہ میں اہل سنت آباد ہیں۔ ملاّ عالم انصاری کے ایک فرزند ملاّ محمد نے وہاں سے ہجرت کر کے تانترے پورہ میں سکونت اختیار کی تھی اور وہیں درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے۔

میر شمس الدین عراقی

کشمیر میں اسلامی تبلیغ کے سلسلے میں تین زبردست تحریکیں اُبھریں ہیں جن میں پہلی تحریک کے قائد جناب سید شرف الدین موسوی عرف بلبل شاہ تھے اور دوسری تحریک کے امیر کبیر جناب شاہ ہمدان رہبر تھے لیکن تیسری تحریک جو سب سے پائدار اور بقول استاد علامہ سید باقر موسوی نتائج کے اعتبار سے ان دونوں سے ہمہ گیر تھی، اس کے سردار اور علمبردار میر شمس الدین عراقی تھے۔

آپ کی پرخلوص دینی خدمات اور جہاد فی سبیل اللہ سے دین اسلام کو آپ کے دور میں جو وسعت ملی یقیناً آپ سے پہلے اس قدر وسعت نہ ملی تھی۔ آپ کی شب وروز کی مجاہدت اور سعی وتلاش سے فقط موسیٰ رینہ جو آپ کے مرید اور شیعہ تھے، کے عہد حکومت کے نو سال میں چوبیس ہزار خاندان مسلمان (شیعہ) ہوئے (۲) لیکن بعض مقامی جانبدار مورخوں نے شیعہ مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ کی بے بہا اور بے مثال خدمات کو عمداً اور قصداً نظر انداز کر دیا ہے۔ انہوں نے حقائق کو بیان اور منعکس کرنے کے بجائے آپ کو بدنام کرنے کے لئے بہت سی تہمتیں اور بے بنیاد الزام آپ پر لگائے ہیں۔

۱۔ آگے تفصیل سے اس حملہ کی توضیح موجود ہے۔

۲۔ بہارستان شاہی ۔ مرتبہ اکبر حیدری ص، ۴۷، ۳۲۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جس کے باعث کشمیری مسلمانوں کے لئے اتنی بے مثال خدمات انجام دینے کے باوجود میر شمس الدین عراقی، بلبل شاہ اور میر سید علی ہمدانی کے برعکس گویا اجنبی اور بیگانہ سے لگتے ہیں۔

غیر تو غیر، شیعوں کی آپ کے متعلق غفلت اور بے خبری کا عالم دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل و دماغ پر اب بھی مرزا حیدر کاشغری اور ظفر چک کپواری (۱) کی چھاپ قائم ہے۔ میر شمس الدین عراقی کی اسی مظلومیت اور مہجوریت کو دیکھ کر شیعیان کشمیر کے معروف تاریخ نگار ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب بہارستان شاہی کے مقدمہ میں فریاد کر کے یقیناً بجا طور پر فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر میر عراقی کسی دوسری قوم میں پیدا ہوتے تو ان کے کارناموں پر ان کے ماننے والے ہمیشہ فخر کرتے اور تاریخوں میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا جاتا، ان کے نام کی بڑی بڑی یادگاریں جیسے یتیم خانہ، مسافر خانہ، کتب خانہ، لنگر خانہ، سرائیں اور مدرسے قائم ہوتے۔ ان کے یوم ولادت پر ہر سال مجالس مذاکرات کا انعقاد ہوتا، ان میں مضامین پڑھے جاتے، کتابیں لکھی جاتیں، تحقیقی کاموں کی اشاعت ہوتی اور ان کے تئیں شاندار خراج تحسین پیش کیا جاتا" (۲)

لیکن ہم نے آج تک آپ کے لئے کیا کیا؟ ہم تو بس آپ کے روضہ کو بھی صحیح انداز میں نہیں بنا سکے۔ اگر آپ دوسری قوموں میں ہوتے تو آپ کا مقبرہ سنگ مرمر اور مختلف نوع کی کاشیوں سے مزین ہو کر بنا ہوتا (۳)

۱۔ یہ دونوں شیعہ دشمنی اور ان سے تعصب رکھنے میں بے مثال تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے وقت میں خانقاہ جڈی بل کو نذر آتش کیا اور آپ کی قبر اطہر کی بے حرمتی کی۔ دونوں کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲۔ مقدمہ بہارستان شاہی، مرتبہ اکبر حیدری ص ۹۰۔

۳۔ اگر چہ انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر کے صدر آغا سید حسن صاحب بڈگام نے حال ہی میں ایک بہت اچھا اور بڑا روضہ آپ کی قبر مبارک پر تعمیر کروایا ہے، جو شاید عوامی لحاظ سے نہایت مطلوب اور مقبول بھی ہو لیکن جہاں تک میر شمس الدین عراقی کی شخصیت اور منزلت اور شیعوں پر آپ کے احسانات کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے موجودہ روضہ بھی پہاڑ کے برابر ٹیلہ کے مانند ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پیدائش اور تعلیم وتربیت

میر شمس الدین عراقی ایران کے سولغان قصبہ کے موضع ''کن'' میں پیدا ہوئے۔آپ کا اصلی نام سید محمد اور آپ کے والد بزرگوار کا نام درویش ابراہیم تھا والدہ سادات قزوین سے تھیں۔آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں ارباب تاریخ میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔کوئی آپ کی تاریخ ولادت ۸۳۳ھ ہجری بتاتا ہے تو کوئی ۸۴۵ھ ہجری پر دلیلیں دیتا ہے۔

ڈاکٹر اکبر حیدری نے بہارستان شاہی میں، سید حسن معرکہ دار (زڈی بل) نے اپنے قلمی نسخہ بیاض حسن میں، نیز سید باقر معرکہ دار نے نسخۃ الصفویہ میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۳ رجب ۸۶۹ھ ہجری لکھی ہے (۱) لیکن کئی وجوہات کی بنا پر مذکورہ تاریخ غلط اور مشتبہ لگ رہی ہے۔

چونکہ کتابوں میں آپ کے والد درویش ابراہیم کا انتقال ۸۵۱ھ ہجری بیان ہوا ہے اور بقول ''مآثر الاشراف'' اُس وقت آپ کی عمر صرف چھ سال تھی اس حساب سے آپ کی ولادت ۸۴۵ھ ہجری ہی بنتی ہے۔اگر ہم ان کے باپ کی وفات کی تاریخ ۸۵۱ھ ہجری کو قبول کریں تو اس اعتبار سے آپ کی ولادت ۸۶۹ھ ہجری (ٹھیک اٹھارہ سال باپ کے وفات کے بعد) قرار دینا تعجب انگیز ہے۔

۸۶۹ھ ہجری کی تاریخ ولادت اس لئے بھی بعید لگتی ہے کہ اکثر مورخوں نے کشمیر میں نے آپ کی پہلی بار (بعنوان سفیر حاکم خراسان) تشریف آوری ۸۸۲ھ کو لکھا ہے۔سفارت کی نزاکت اور اس کے لئے درکار ہوشمندی اور عقلمندی اور وسعت علمی کے ساتھ ساتھ مخصوص مہارت کو مدنظر رکھ کر فقط ۱۳ سالہ بچے کو سفیر بنا کر بھیجنا عقلاً اور عرفاً بعید نظر آتا ہے۔اس لئے ۸۴۵ھ ہجری ہی آپ کی تاریخ ولادت صحیح دکھائی دیتی ہے۔لیکن اسے حرف آخر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے بلکہ محققین اس میں مزید تحقیق کر سکتے ہیں۔

آپ کا گھرانہ ایک علمی گھرانہ تھا۔لیکن آپ کے والد کی پیری (عمر رسیدہ ہونے) کے سبب سارے گھر والوں کا معاشی بوجھ آپ کو بچپن ہی میں اٹھانا پڑا۔لیکن اس کے باوجود آپ اپنا زیادہ تر وقت اپنے وقت کے نیک اور صاحب فضل وکمال لوگوں کی صحبت وہم نشینی میں گزارنے لگے (۲)

۱۔نسخۃ الصفویہ۔ص ۲۔

۲۔تاریخ بلتستان، غلام حسین سہروردی، ص ۸۸ مطبوعہ ۱۹۹۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ نے اپنی ابتدائی زندگی کے کچھ ایام سید محمد نور بخش کی خدمت میں گزارے۔ سید محمد نور بخش کی وفات کے بعد آپ نے ان کے نامور خلفاء اور مریدوں کے پاس کافی وقت گزارا۔ جن میں شیخ محمود بحر آبادی، حسین کوئی، شیخ محمود سفلی، برہان الدین بغدادی، شمس الدین لاہیجی اور شاہ قاسم بخش وغیرہ شامل ہیں (۱)

آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت مذکورہ علماء اور درویشوں کی صحبت اور تربیت میں بسر کیا۔ جس کی بدولت آپ صوری اور معنوی کمالات سے آراستہ ہوئے۔ آپ نے مشاہیر عالم کی صف میں جو مقام حاصل کیا اس کے علل و اسباب اور نتائج کو سامنے رکھ کر اس چیز کا اقرار کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے کہ آپ نے اس زمانے میں مروجہ علوم کی تحصیل اچھی طرح کر لی تھی۔ جتنے درجے علم و فضل کے متداول تھے ان سب پر فائز ہو گئے تھے۔ ظاہری علوم کے علاوہ سلوک و عرفان کے مدارج اولیائے وقت کی تعلیم و تربیت میں طے کر لئے تھے۔ ایک طرف علم ظاہری و باطنی کے فیوض و برکات، دوسری طرف خداداد ذہانت، فکری بلوغیت اور قوت ادراک، ان سب کے حسین امتزاج کی بدولت آپ کی ذات مثالی بن گئی تھی۔

شیعہ مورّخین کے علاوہ، دوسرے مذاہب کے مورّخین بھی آپ کے علمی مراتب، عقلی پختگی، فکری آراستگی، برمحل معاملہ فہمی، سوجھ بوجھ اور دوسرے فضائل کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے، مورخ حسن جیسے جانبدار تاریخ نگار نے بھی "عالم اجل و دانائے بے بدل بود" نیز "بعض علوم غریبہ می دانستہ، زبان و حسن بیانی داشت" اس قسم کے توصیفی الفاظ سے میر عراقی کے علم و کمال کا اعتراف کیا۔ مورخ اعظم دِدّمری جس نے آپ کے خلاف کچھ نہ لکھنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ لیکن میر عراقی کے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہونے پر وہ بھی لب بہ اعتراف ہیں اور تاریخ حسن کی طرح ملے جلے الفاظ میں آپ کی صلاحیت علمی کی داد دی ہے (۲)

۲۔ گزشتہ حوالہ۔

۴۔ واقعات کشمیر، ترجمہ شمس الدین احمد ص ۱۲۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر شمس الدین عراقی منصب سفارت پر

مورّخ حسن کے نقل کے مطابق ۸۹۲ ہجری میں میر شمس الدین عراقی، سلطان حسین مرزا والی خرسان کی طرف سے کشمیر کے بادشاہ سلطان حسن شاہ کے عہد حکومت میں سفیر ہو کر کشمیر آئے۔

لیکن قرائن وشواہد سے میر شمس الدین عراقی کی کشمیر تشریف آوری کی یہ تاریخ صحیح نظر نہیں آ رہی ہے۔ بلکہ میر شمس الدین عراقی ۸۸۲ ہجری میں پہلی مرتبہ بطور سفیر کشمیر آئے۔

منصب سفارت پر فائز ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لئے علم وکمال، فہم وفراست کے علاوہ تجربہ اور سخن پردازی میں کامل ہونا بھی ایک شرط ہے۔ میر شمس الدین عراقی کے فضل ومجد، فہم وفراست، ذہن وذکا، شیرین زبانی اور بحر بیانی کے سامنے ان کے دشمنوں تک کے سرخم ہو جاتے تھے۔ جس کا سب نے اپنی اپنی جگہ پر اعتراف کیا ہے میر موصوف کی اسی قابلیت اور انفرادی استعداد کو پرکھ کر والی خراسان نے انہیں بحیثیت سفیر کشمیر انتخاب کیا۔

میر شمس الدین عراقی نے سفارت کے بنیادی مقاصد کو اپنی قابلیت سے پورا کر دیا اور اس فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی سستی اور غیر سنجیدگی سے کام نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ نے آپ کو ایک مستعد، پرمغز اور ہوشیار سفیر کی حیثیت سے پیش کیا ہے (۱)

میر شمس الدین عراقی نے اپنے ذمہ دار منصب کی رعایت کرتے ہوئے مذہب شیعہ کی اشاعت اور گسترش کی خاطر تگ ودو شروع کر دی۔ اگر چہ کشمیر میں شیعہ مذہب کا رواج ان سے بہت پہلے ہو چکا تھا اور یہاں اسلام کا پہلا مبلغ آل محمدؐ کا ہی پیروکار تھا۔ مگر سلاطین شاہ میری مذہباً حنفی مسلک تھے۔ چونکہ اسلام تازہ تازہ ہی کشمیر میں رواج پا رہا تھا اس لئے شیعی مسلک کے مبلغین نے نہایت ہوشمندی سے کام لیا تھا (۲) چنانچہ کشمیر کے مشہور اور معروف مورّخ، شاعر اور ذاکر حسینؑ جناب سید انیس کاظمی صاحب مرحوم منشی محمد جعفر کی تنبیہ العباد سے نقل کرتے ہیں کہ سید سلطان قلندر

۱۔ اختر درخشان ص ۱۲۔

۲۔ تذکرہ العارفین، قاضی محمد شریف۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

موسوی، جدامجد سادات پتلی پورہ، سید تاج الدین، سید قاضی حسین شیرازی، سید حسن وسید حسین قمی، سید حسین اسکندر پورہ، سید محمد مدنی صاحب، سید محمد کاظم پانپور (۱) سید علی اکبر تاشوان، سید باقر مولہ شل، سید محمد اصفہانی (جانباز ولی) بارہمولہ، سید ذوالفقار، سید جعفر، سید یعقوب سونہ واری، سید ابراہیم، سید شہواز، سید فیروز نور باغ، سید قاسم بیرو وغیرہ ان سادات ذوی الاحترام میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو ۶۲ ہ سے لے کر ۸۹۰ ہ ہجری تک کشمیر کی سرزمین میں آ کر بسے تھے اور جنہوں نے کافی زحمتوں اور مشکلات کو برداشت کر کے گمراہی اور ظلمت کے قلعے مسمار کر کے کفر والحاد کے بت توڑ کر لوگوں کے دلوں کو دین مبین کی سنہری تعلیمات سے آشنا کر دیا۔ وہ آگے لکھتے ہیں کہ:۔ چونکہ سلاطین شاہ میری سنی مسلک سے وابستہ تھے اور کشمیر میں اسلام تازہ تازہ پھیلا ہوا تھا۔ ان حالات میں مسلکی اختلاف پیدا کرنا سم قاتل سے کچھ کم نہ تھا۔ اس لئے ان علماء نے (جن کا ذکر اوپر ہوا) تبلیغ دین کے فریضہ کو موافق فضا میں جاری رکھنا مناسب سمجھا (۲)

سفارت پر فائز آپ کی دینی خدمات

میر شمس الدین عراقی نے سفارت کے عہدے پر سرفراز ہو کر جو عظیم کارنامہ انجام دیئے اس سے یہ حقیقت پوری طرح ثابت ہوتی ہے کہ تبلیغ اسلام ہی آپ کا بنیادی مقصد تھا۔ سفارت کا منصب اور مقام بس اپنے پاکیزہ اور نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے دینی مقاصد کو پھیلانے کے لئے قبول کیا تھا۔ گویا آپ نے اپنی خاندانی وجاہت (ایران کے صفوی خاندان جنہوں نے کئی سو سال

۱۔ راقم الحروف چونکہ خود شالنہ پانپور کا ساکن ہے، نے آپ کی قبر وہاں ڈھونڈنے کی بہت جدوجہد اور کوشش کی لیکن حتمی طور پر آپ کی قبر کی نشان دہی ممکن نہ ہو سکی۔ لیکن بزرگوں کی سینہ بہ سینہ اطلاع کے مطابق یہ قبر کدل بل سے پانپورہ کے معروف آستانہ کو جانے والی سڑک کے درمیان، کدل بل چوک سے کچھ دور فاصلے پر سڑک کے بالکل ساتھ دائیں طرف ''سید صاحب'' کے نام سے مشہور ہے۔ قبر پر کوئی روضہ وغیرہ نہیں ہے۔ لیکن بہت پہلے زمانے سے اینٹوں سے تقریباً ایک گز لمبائی کی دیوار اس کے ارد گرد ہے بعض لوگ اپنی منتیں پوری ہونے کے لئے آپ کی قبر اور اس کی دیواروں پر جانوروں کے لئے چاول یا دوسری چیزوں کے صورت میں دانہ ڈالتے ہیں۔

۲۔ نسخہ قلمی۔ سید انیس کاظمی۔ حضرت میر شمس الدین العراقی بت شکن کے عنوان سے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تک ایران میں شیعہ اقتدار کی ترجمان حکومت تشکیل دی تھی اور حکومت، جاہ و جلال، مادی وسائل پر اختیار رکھنے کے باوجود اکثر زاہدانہ زندگی بسر کر کے دین اسلام کی تبلیغ اور ترویج کو اپنا شعار بنایا تھا اور دیگر بادشاہوں کی طرح دنیا کی زرق و برق پر فدا ہونے کے بجائے اسے اصلی ہدف تک پہنچنے کے لئے وسیلہ قرار دیا تھا) کی طرح دنیوی اقتدار کو دینی مقاصد کی اشاعت کا وسیلہ بنا دیا۔

بعض مورّخین آپ کے ورود دوم کو زیادہ تابناک اور موافقت آمیز قرار دیتے ہیں جو سراسران کی کوتاہ اندیشی ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پہلی بار تشریف آوری بھی نہایت ہی کامیاب و سازگار رہی ہے آپ کا یہ ورود بھی عہد ساز کے ساتھ ساتھ تاریخ آفرین بھی رہا۔

چونکہ میر شمس الدین عراقی نے اس دفعہ کسی معمولی آدمی کو اپنا ہم خیال اور ہم مذہب نہیں بنایا جو کوئی قدر و قیمت نہ رکھتا ہو بلکہ بابا علی جیسے اہل فضل، دانشمند، عارف نامدار اور مقتدر شخص کو اپنے مذہب کی طرف مائل کر دیا۔ اس سے آپ پر مخالفوں کے اس الزام کی قلعی بھی کھل جاتی ہے کہ آپ نے جبر و اکراہ سے یہاں تبلیغ کی ہے۔

میر عراقی کی تبلیغ و ارشاد کی اساس فقط دعوت فکر اور استدلال پر تھی۔ ظاہر ہے کہ جاہل اور نافہم لوگوں کو عام طور پر طمع و لالچ یا جبر و اکراہ سے ہی دین و مذہب بدلنے پر تیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن علماء اور اہل رای اور ذی شعور افراد ان جیسی چیزوں سے متأثر اور مجذوب نہیں ہوا کرتے وہ اگر اپنا عقیدہ اور مذہب جیسی انمول اور بے بہا چیز بدل دیں گے تو عموماً صرف اس دعوت فکر کی بدولت جس سے ان کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ان کا پرانا عقیدہ باطل اور دنیا اور آخرت میں مشکل پیدا کرنے والا ہے اور نئے عقائد کی حقانیت ان کے لئے آفتاب کی طرح روشن ہو۔

لیکن یہاں اکثر جانبدار اور متعصب مورخوں نے میر شمس الدین عراقی کی تبلیغی کاموں کو ناکام پیش کرنے کے لئے میر عراقی کے مریدوں کو سادہ لوح اور نادان قرار دیا(۱)

اعظم دِدّمری اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔ میر عراقی نے سلطان[illegible] کے ملازموں سے بھی ارتباط پیدا کیا نیز لوگوں کے ساتھ کرامتیں ظاہر کرنے او[illegible] [illegible]لی حوادث وجود میں لانے کے بہت

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۲۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وعدے کیئے۔جن کی وجہ سے اکثر سادہ لوگ اس کے بہکاوے میں آ گئے (۱) اسلام کے ایک مبلغ کے بارے میں ''بہکاوے'' جیسا لفظ صرف تعصب کی علامت ہو سکتی ہے۔

وہ آگے لکھتے ہیں کہ:۔ سلطان محمد شاہ کو میر شمس الدین عراقی کے دین پھیلانے میں فکر مندی ہوئی۔اس لئے بابا اسماعیل کے مخلصوں کو ساتھ رکھ کر شہر و دیہات میں جہاں کہیں بھی پہنچ جاتا تھا وہاں دین سے انحراف کے بارے میں حتی المقدور کوشش کرتا تھا اور خود پانی کے جزیروں میں جاکر سادہ دل اور نادان لوگوں کو تعلیم دیتا تھا (۲)

لیکن شاہ میری بادشاہوں کو اپنی فقید المثال خانہ جنگیوں اور پھر اقتدار کی حصول کے بعد اپنے مخصوص مشاغل سے کب فرصت تھی کہ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے مشغول ہو جاتے؟ یہ سب اعظم دڈمری صاحب ہی جانتے اور بتا سکتے ہیں۔لیکن یہ امر مسلم ہے کہ بڈشاہ زین العابدین کے بعد ان کے فرزندوں، پوتوں، پرپوتوں میں قدرت طلبی کی صورت میں جو مہلک طوفان آیا اس کی موجوں نے تو پھر تھمنے کا نام ہی نہ لیا۔جس کے سبب بادشاہت ایک مضحکہ بن گئی تھی اور بڈشاہ کے بعض وارث پانچ پانچ بار بادشاہ بنے، لہٰذا ان کا اکثر وقت ان ہی داخلی جنگوں میں بسر ہوتا تھا۔

میر شمس الدین عراقی کی خراسان واپسی

بہرحال میر شمس الدین عراقی آٹھ سال کے بعد، کشمیر میں مذہب تشیع کے آشکار نقوش چھوڑ کر ۸۹۰ھ میں واپس خراسان چلے گئے۔خراسان پہنچ کر دینی اور الٰہی کاموں میں اپنا تمام وقت صرف کرنے کی غرض سے سلطان حسین بایقرا کی ملازمت کو خیر آباد کہا اور شاہ قاسم نوربخشی کے پاس رہنے لگے۔

مخالف مورخوں کا بیان ہے کہ جب سلطان حسین بایقرا ''حاکم خرسان'' کو میر عراقی کے باطن (شیعہ ہونے) کا علم ہوا تو آپ کو ملازمت سے معزول کر دیا ہے (۳) جبکہ یہ سراسر غلط اور ان پر ایک

۱۔واقعات کشمیر ص ۱۲۳۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۱۲۳۔

۳۔تاریخ سید علی ص ۴۲، نگارستان کشمیر ص ۲۴۰، واقعات کشمیر ص، تاریخ حسن جلد حصہ ص ۱۲۲۔وجیز التواریخ۔مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۱۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تہمت ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے دینی کاموں میں زیادہ وقت صرف کرنے کے پیش نظر اپنی مرضی سے سلطان حسین کی ملازمت ترک کی۔

یہاں یہ اہم انکشاف بھی نہایت ہی ضروری ہے کہ سلطان خراسان میرزا حسین مذکور اصل میں شیعی مسلک اور امامی مشرب تھے۔جیسے کہ جناب سید انیس کاظمی صاحب،ان کے قریب العہد، مجتہد جامع الشرائط، محقق کبیر شیخ بہاء الدین عاملی کی کتاب (توضیح المقاصد) سے حسین بایقرا کے متعلق یوں نقل کرتے ہیں کہ:۔

السادس عشر (من شهر ذی الحجه) فيه توفیٰ السلطان العادل سلطان حسين مرزا بايقرا احدى عشر وتسع ماة و كان له ميل تام الى التشيع ولم يتمكن من اظهارہٖ و كانت ولادته فى محرم تسع و سبعين و سبع ماةِ

یعنی ۱۶ ذی الحجہ ۹۱۱ھ کو سلطان عادل سلطان حسین مرزا وفات پا گئے انہیں تشیع کی طرف پوری رغبت اور کامل میل تھا، مگر سلطنت کے زوال کے خوف سے وہ مذہب تشیع کا اظہار نہ کر سکے اور ان کی ولادت ۹۷۹ ہجری میں واقع ہوئی ہے (۱)

ثانیاً بعض روایتوں میں آیا ہے کہ میر شمس الدین عراقی جب خرسان لوٹ آئے تو اس وقت سلطان حسین بایقرا انتقال کر چکا تھا (۲) تو اس صورت میں بھی میر شمس الدین عراقی کو ملازمت سے نکالنا مضحکہ خیز اور تعجب انگیز لگتا ہے۔

ثالثاً:۔جیسا کہ تحفۃ الاحباب میں بھی آیا ہے کہ سلطان حسین بایقرا (حاکم خراسان) اور شاہ قاسم فیض بخش کے درمیان بہت ہی نزدیکی اور نہایت ہی دوستانہ تعلقات تھے لہٰذا سلطان شاہ قاسم ان کے مذہب اور ان کے مشرب سے بالکل باخبر تھے (۳) اور میر شمس الدین کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کے لئے خود سلطان نے ہی شاہ قاسم سے درخواست کی تھی اس سے بخوبی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ میر شمس الدین کے متعلق کافی آشنائی رکھتے تھے اور اگر قبول بھی کر لیا جائے کہ سلطان ان

۱۔نسخہ دستی۔سید انیس کاظمی، حضرت میر شمس الدین محمد العراقی (اراکی) بت شکن کے عنوان سے۔

۲۔تاریخ بلتستان ص ۱۹۲۔

۳۔تحفۃ الاحباب۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے مذہب کے متعلق آگاہ نہیں تھا پھر بھی جب اسے معلوم ہے کہ شاہ قاسم شیعہ اور نوربخشی مشرب سے ہیں تو یقیناً ان کو شاہ قاسم کے شاگردوں کے متعلق بھی خبر رہی ہوگی کہ ان کے شاگرد بھی ان کے ہم مذہب ہوں گے لہٰذا یہ کہنا کہ سلطان کو خبر نہیں تھی کہ میر شمس الدین شیعہ ہیں اور جب پتہ چلا تو ملازمت سے برطرف کردیا یہ سراسر جھوٹ ہے جو متعصب مورخین کی ذہنی اختراع کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ مزید برآن یہ کیسے ممکن تھا کہ کشمیر میں برسوں تک شیعہ مذہب کا پرچار کرنے پر بھی ''والی خراسان'' کو اس کی خبر نہ ہوتی!

آخر میں اگر یہ بھی قبول کرلیا جائے کہ ''والی خراسان'' خود شیعہ بھی نہیں تھا اور میر عراقی کے مذہب سے بھی بے خبر تھا نیز میر عراقی کے آنے سے پہلے فوت بھی نہیں ہوا تھا، پھر بھی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک ناصبی اور متعصب سنی نہیں تھا جو شیعہ اہل بیتؑ ہونے کی خاطر میر شمس الدین عراقی کو معزول کرتا۔ پس حقیقت یہی ہے کہ میر عراقی نے خود ہی ملازمت سے استعفادیا تھا۔

ارباب تاریخ کا کہنا ہے کہ جب میر شمس الدین نے سلطان حسین بایقرا کی ملازمت کو خیرآباد کہا تو بارہ سال شاہ قاسم فیض بخش فرزند سید محمد نوربخشی کے پاس رہے (۱) اور جب بغداد میں نوربخشی مبلغ برہان الدین فوت ہوا تو آپ ان کی جگہ وہاں کے لوگوں کی پند و نصیحت، وعظ وارشاد کی خاطر بغداد جانا چاہتے تھے۔ لیکن خداوند عالم کو یہ منظور نہ تھا بلکہ جس سرزمین کی نہال ملت کی خاطر ان کا مقدس خون سازگار تھا اسی سرزمین کے آب ودانہ نے انہیں یہاں کھینچ کر پہنچادیا۔

میر شمس الدین عراقی کی دوبارہ کشمیر آنے کی علت

چنانچہ جوں ہی آپ بغداد جانے کا پروگرام بنارہے تھے تو اسی اثنا میں کشمیر کے ایک شخص شیخ محمد حج پر جانے کے سلسلے میں جب شہرری (موجودہ تہران ایران کا ایک حصہ) پہنچے تو انہیں شاہ قاسم کی زیارت اور ملاقات کا شوق ہوا لہٰذا رشت میں ان سے ملاقات کی۔ ملاقات کے دوران ہی شاہ قاسم نے جب کشمیر کے مسلمانوں کے حالات پوچھے تو حاجی محمد نے کشمیری مسلمانوں کے تمام حالات سے

۱۔ شاہ قاسم فیض بخش سید محمد نوربخشی کے جانشین تھے میر شمس الدین عراقی ان کے مرید خاص تھے اور انہی کے حکم کے مطابق دین اسلام کی اشاعت کے لیے کشمیر آئے تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شاہ قاسم کو باخبر کیا۔شاہ قاسم نے جب کشمیری مسلمانوں کے دردناک حالات سنے تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔خصوصاً وہ ملاّ اسماعیل (جو کشمیر میں موجود صوفیوں کے پیر مانے جاتے تھے) کے طرز عمل سے دلگیر اور خفا ہوئے (۱)

انہوں نے اسی وقت ان حالات کو سدھارنے اور اس (دینی ناآشنائی کی) خلأ کو پُر کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اس کے لئے میر شمس الدین عراقی کو طلب کیا اور انہیں کشمیری مسلمانوں کے متعلق بیان شدہ حالات سے آگاہ کر کے کہا شیخ شمس الدین محمد میں آپ کو دوبارہ کشمیر بھیجنا چاہتا ہوں تا کہ وہاں وعظ و نصیحت سے لوگوں کی رہبری اور راہنمائی کر کے ان کی اصلاح کریں (۲)

اس پر میر شمس الدین خاموش رہے کیونکہ وہ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ برہان الدین کی جگہ بغداد جانا چاہتے تھے (۳) شاہ قاسم نے دوبارہ میر شمس الدین کو کشمیر جانے کی تاکید کی۔آخر کار میر عراقی شاہ قاسم کی مزید تاکید اور گفتگو سے متاثر ہوئے اور سفر کے لئے روانہ ہوئے اور روانگی سے پہلے شاہ قاسم فیض بخش نے کشمیریوں کی رشد و ہدایت کے لیے ان کے ہاتھ ایک خط بھی دیا تھا (۴)

ڈاکٹر اکبر حیدری کے بیان کے مطابق حضرت میر شمس الدین عراقی بڑے جاہ و جلال اور شاہانہ طمطراق اور نہایت تزک و احتشام سے درویشوں کے ایک بڑے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ان کے ساتھ مخدرات، اطفال، اولاد اور خاندان کے دوسرے لوگ محملوں او عماریوں میں سوار تھے (۵) علامہ آغا سید محمد باقر بیاض حسن سے نقل کرتے ہیں کہ میر کے ساتھ دو سو علماء اور دو ہزار بزرگ مرتبہ سادات تھے (۶)

راستے میں چلتے چلتے میر شمس الدین عراقی کو اپنے ہدف اور زندگی کے بارے میں طرح طرح

۱۔بہارستان شاہی ص ۳۹۔

۲۔بہارستان شاہی ص ۴۱۔

۳۔تحفۃ الاحباب ص ۳۶۴، اختر درخشان ص ۱۵۔

۴۔مقدمہ اول بہارستان شاہی، ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۴۲۔

۵۔گزشتہ حوالہ ۴۲۔

۶۔اختر درخشان ۱۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے سوالات اُٹھنے لگے۔ میر عراقی خود نقل کرتے ہیں کہ جب ہم خراسان پہنچے تو کچھ وقت یہاں گزارنے کے لئے جب خیمے نصب کیے تو میدان میں جنوب کی طرف ایک بڑا صحرا نظر آیا۔ میں تھوڑی دور تک آگے بڑھا تو سامنے سے ایک نورانی محاسن والے مرد خدا کو دیکھا جو جوانی کی ہیبت میں پوری صباحت و ملایمت (نرمی) کے ساتھ مجھ سے ملے۔ میں نے ان کو سلام کیا تو اس جوان نے جواب سلام دے کر مجھ سے میرے ہدف کے بارے میں سوال کیا۔ جب میں نے اپنا عزم بیان کیا تو اس نے کہا کہ خدا تم کو اپنے مقصد میں ضرور کامیاب کرے گا اور تمہاری کوششوں سے اسلام کی ترویج و اشاعت ہوگی (۱)

میر شمس الدین عراقی کی دوبارہ تشریف آوری

بہر حال میر شمس الدین عراقی اور ان کے ساتھ آئے ہوئے سادات کرام مشہد ایران میں حضرت امام رضا (ع) کی زیارت کرنے کے بعد قندہار، ملتان کے راستے سے آگے بڑھے اور ۹۰۲ھ ہجری میں پونچھ کے راستے سے وارد بارہ مولا ہوئے (۲)

مورخ حسن کے مطابق میر عراقی بارہ سال ایران میں رہ کر فتح شاہ کے عہد حکومت میں دوبارہ کشمیر آئے۔ اپنی آمد کی اطلاع دینے کے سلسلے میں آپ نے اپنے مرید بابا علی نجار کو آنے سے پہلے مطلع کیا تھا (۳) اس کی اطلاع پاتے ہی انہوں نے میر عراقی کے استقبال کی تیاریاں شروع کیں اور جب حضرت میر عراقی پہنچے تو بابا اسماعیل اور دوسرے صوفیوں نے آپ کا شایان شان اور پر تپاک والہانہ استقبال کیا (۴)

واقعات کشمیر کے مطابق بابا علی نے آپ کو پورے اعتقاد و اہتمام کے ساتھ اپنی خانقاہ میں اتارا اور اپنے مریدوں کو بھی آپ کے حوالہ کرتا رہا (۵)

۱۔ بہارستان شاہی۔ مرتبہ اکبر حیدری ص ۴۳۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر تا پایان عصر مغول کبیر ص ۲۴۔
۳ تاریخ حسن، نیز واقعات کشمیر ص ۱۲۲۔
۴۔ تحفۃ الصفویہ ۱۳، تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۹، نیز بہارستان شاہی مقدمہ اول، اکبر حیدری ص ۴۴۔
۵۔ واقعات کشمیر، ترجمہ اردو شمس الدین احمد ص ۱۲۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی کے ورود کے وقت کشمیری مسلمانوں کے دینی، سماجی، اور تہذیبی حالات

میر شمس الدین عراقی کے تبلیغی اور دینی امور کو سمجھنے اور درک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اس دور میں کشمیر کے دینی، سماجی، تہذیبی اور ثقافتی حالات پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالیں۔

اگر چہ شاہ میر کے برسر حکومت آنے کے بعد سے ہی یہاں کشمیر میں مسلم حکمرانوں کا دور شروع ہوا تھا، لیکن ۹۶ے ہجری تک مسلمان حکومت ہونے کے باوجود ملک میں تمام مذاہب و ادیان کے پیرو کاروں کے لئے آزادی تھی۔ ہر کوئی پوری آزادی اور بغیر کسی مزاحمت کے اپنے مذہبی رسومات کو عمومی اور خصوصی جگہوں پر انجام دیتا تھا حتی لوگ ایک دوسرے کی مذہبی مناسبتوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ خصوصاً سلطان زین العابدین المعروف بڈشاہ (تاریخ فوت ۸۲۰ ہجری) مذہبی رواداری میں دیگر شاہ میری حکمرانوں کی بنسبت کچھ زیادہ ہی اعتقاد رکھتے تھے۔ انہوں نے سلطان سکندر بت شکن کی روش حکومت میں نظر ثانی کر کے ہندوؤں کو (جن کو سلطان سکندر کے زمانے میں کافی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا) کچھ خصوصی مراعات دی تھیں۔

ہندوؤں نے بھی سلطان زین العابدین کی مذہبی رواداری سے بھرپور فایدہ اُٹھا کر پھر اپنی الحادی روش پر پلٹ آئے۔ جو ہندو کشمیر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ پھر واپس لوٹ آئے۔ ان کے مذہبی رسومات کو پھر سے ترقی اور رونق ملی۔ جو مندر سلطان سکندر کے زمانے میں گرادئے گئے تھے۔ بڈشاہ نے پھر سے ان کی مرمت اور تعمیر نو کے ساتھ ساتھ نئے مندر اور معابد بھی ان کے لئے تعمیر کروائے۔ شہروں، گاؤں اور قصبوں میں خاص تقاریب پر ہندوؤں کی دیویوں کے جشن منائے جانے لگے، جن میں آہستہ آہستہ مسلمان بھی شامل ہونے لگے۔

ہندوؤں کے رسم و رواج اتنے عام ہوئے کہ یہاں کے علماء اور سادات و قاضی بھی ان مشرکانہ رسومات کو انجام دینے لگے۔ انہیں ان غیر اسلامی اور غیر شرعی کاموں کو انجام دینے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ مسلمان عورتیں وہی کیا کرتی تھیں جو برہمن کہہ دیتے تھے۔ ہندو منجموں کے مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیا جاتا تھا۔ علماء اور سادات بھی اپنی عورتوں کو ان غیر مشروع

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حرکتوں سے منع نہیں کرتے تھے یہاں کے مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ یہ غیر اسلامی رسم ورسومات، تہذیب وثقافت میر شمس الدین عراقی کے ورود دوّم کے وقت اپنے عروج پر تھے۔

ان حالات کو مدنظر رکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ میر عراقی کتنے سخت اور دشوار کام پر مأمور ہوئے تھے۔ ایسے حالات کو بدلنا اوران کی اصلاح کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ان کی اصلاح کے لئے تو ایک عام آدمی کے لئے عمر نوح (ع) کی ضرورت ہے۔ مگر میر عراقی نے اپنی خداداد صلاحیت اور اپنے بے مثال تدبر اور رہبریت سے بہت کم عرصہ میں ان حالات پر قابو پالیا اور یکے بعد دیگر ان فرسودہ خرافات وقبیحہ رسومات کا قلع قمع کر کے ان کی جگہ اسلامی رسم ورسومات کو جاگزین کیا۔

میر شمس الدین عراقی کی دینی خدمات

میر عراقی نے سرینگر میں قیام کرنے کے ساتھ ہی تبلیغی کاموں کا آغاز کیا۔ یقیناً جو شخص جس قسم کا نظریہ پھیلانے کا ارادہ کر لیتا ہے وہ اسی طرح کا ماحول اپنے لئے تیار کرتا ہے۔ ظالم کا ماحول ظلم آگیں ہوتا ہے۔ اہل علم، دانشمند اور عقلاء وحکماء کے گرد وپیش بھی ان ہی اوصاف کے حامل افراد ہوتے ہیں۔ میر عراقی جب دوسری بار یہاں آئے تو ان کے ہمراہ دوسو علماء کے ساتھ ساتھ دو ہزار بزرگ مرتبہ سادات بھی کشمیر تشریف لائے تھے (۱) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ تبلیغی فرائض، دعوتِ فکر کی اساس پر انجام دینے کا ارادہ رکھتے تھے اور افہام وتفہیم کے ذریعے، کشمیر میں اسلامی بنیادوں پر شیعہ مکتب فکر کی آبیاری کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ورنہ اتنے سارے علماء اور سادات کرام کو ساتھ لانے سے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے؟۔

کشمیر میں میر عراقی کے دینی خدمات کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر کے بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ تبلیغی خدمات۔

۲۔ تہذیبی اور ثقافتی خدمات۔

۳۔ علمی وفکری خدمات۔

۱۔ اختر درخشان ص ۱۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تبلیغی خدمات

میر شمس الدین عراقی نے اپنی تبلیغی تحریک چلانے کے لئے ایک محتاط رویہ اختیار کیا اور کسی قسم کا کوئی فتنہ نہ اُٹھنے دیا۔ اسی سلامت روی کا نتیجہ ہے کہ میر عراقی نے پہلے خفیہ طور پر (۱) دعوت الی الحق کا راستہ اختیار کیا۔ پھر علم وتدبر سے کام لے کر اپنی مراد پوری کر لی اور مذہب شیعہ کو استحکام بخشا۔

کوئی بھی مورّخ مقامی ہو یا بیرونی، ثقہ و معتبر ذرایع سے یہ ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ آپ نے کسی قسم کی افراتفری یا کسی شاخسانے کی یہاں تخم ریزی کی ہو۔ حتیٰ کہ جانبدار اور تنگ نظر مورّخوں نے بھی دبے الفاظ میں میر عراقی کی سلامت روی، رواداری اور جزم و احتیاط کا اعتراف کیا ہے۔

اعظم دِدّمری نے لکھا ہے کہ اکثر لوگوں سے میل جول اور رابطہ رکھا (۲) اس کے معنی اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتے ہیں کہ میر عراقی نے اپنے لئے خوشگوار فضا تیار کر لی تھی جو صرف تدبیر، دوراندیشی اور اخلاقی تال میل سے پیدا ہوتی ہے جبر و تشدد سے نہیں۔ آپ نے اگر کسی قسم کی فتنہ انگیزی کی ہوتی تو یہ امور کبھی دیکھنے میں نہ آتے۔ مختصر یہ کہ شیعہ و سنی کے درمیان بعد میں جو کشمکش دکھائی دی، میر عراقی کی ذات اس کے پیدا کرنے سے کہیں ارفع ہے۔

میر عراقی چونکہ پہلے آٹھ سال کشمیر میں گزار چکے تھے لہٰذا وہ مقامی لوگوں کے تمام آداب و رسومات، تہذیب و تمدن، زندگی گزارنے کے طور طریقوں وغیرہ سے بالکل آشنا تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کشمیر کے لوگوں کی زندگی میں قبیلہ کے رئیس اور سردار کا فیصلہ بہت اہمیت اور ارزش کا حامل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کشمیر عرفان اور تصوف کی سرزمین رہی ہے اور یہ ابتدا سے ہی تصوّف و عرفان کا گہوارہ ثابت ہوا ہے (اگرچہ اسلام سے پہلے تصوف کے بجائے برہمنوں کی ریاضت اور رہبانیت یہاں رائج تھی اور اسی رہبانیت کی خاطر ہندوستان کے مختلف اطراف سے

۱۔ تبلیغ دین کے لئے خفیہ طرز عمل اس لئے اپنایا تھا چونکہ آپ اپنے مقصد کو پھیلانے سے پہلے اس کیلئے درکار ماحول اور فضا سازگار بنانا چاہتے تھے تاکہ ملک کا خرمن امن کسی طرح سلگنے نہ پائے اور فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہ رہے۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے اس طریقہ کار سے تو میر عراقی کی حیرت انگیز قوت فکر کا پتہ چلتا ہے۔

۲۔ واقعات کشمیر، ترجمہ اردو شمس الدین، ص ۱۲۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

برہمن لوگ یہاں آتے تھے اور دسیوں صدیوں تک حکومت پر ان کا ہی غلبہ رہا تھا) لہٰذا یہاں کے لوگ بھی عرفان اور تصوّف سے بہت مانوس ہیں اور لوگ صوفیوں اور درویشوں کی عزت کرتے ہیں۔

آپ نے جب لوگوں کا یہ رنگ دیکھا تو اسی رنگ میں دین کی تبلیغ انجام دینے کا فیصلہ کیا لہٰذا آپ تصوّف کے رنگ میں رنگ گئے۔ جب نیت میں خلوص تھا تو قدرت بھی مہربان ہوئی اور زبان میں ایسی تاثیر عطا کردی کہ کشمیر کے بڑے بڑے مشائخ کو اپنا ہمنوا بنایا یہ لوگ بلا جبر و اکراہ ان کی تحریک میں شامل ہو گئے اور انہی کا مذہب قبول کیا۔

میر عراقی نے کشمیریوں کی قبائلی زندگی کو مدنظر رکھ کر ایک ایک شخص کو دعوت دینے کے بجائے بااثر افراد اور قبیلہ کے رؤساء اور سرداروں کو دعوت دینے میں ترجیح دی۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی میں آپ کے اکثر مرید اور پیروکار معمولی اور بے اہمیت افراد نہیں تھے بلکہ ان میں بابا علی نجار، ملک موسیٰ رینہ، کاجی چک اور غازی چک جیسے بااثر اور مقتدر افراد تھے۔ یہ افراد قبیلہ کے بزرگ ہونے کی حیثیت رکھتے تھے ان لوگوں نے پس پردہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے رکھی تھی۔

پسماندہ اور دور افتادہ علاقوں میں مبلغین کا اعزام

چونکہ میر عراقی تبلیغی فرائض کو دعوت فکر کی اساس پر انجام دینا چاہتے تھے اور درس و تدریس، افہام و تفہیم کے ذریعہ ہی مکتب تشیع کی آبیاری کرنا چاہتے تھے۔ اس نظریہ کے تحت آپ اپنے مریدوں اور علمائے کرام کو کشمیر کے مختلف علاقوں میں دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے بھیجتے تھے اور جہاں کہیں بھی لوگ اسلام اور ایمان لے آتے تھے تو آپ اپنے مریدوں کو وہی مقرر کر دیتے تھے۔ تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ نو آموز مسلمانوں کو اسلام اور قرآن کی تعلیم دیں (۱)

آپ کے ایسے ہی علمی اور منطقی اصولوں کو مدنظر رکھ کر اگر ہم تاریخ میں یہ دیکھتے ہیں کہ فقط موسیٰ رینہ کی نو سالہ حکومت میں ۲۴ ہزار ہندو خاندان مسلمان ہوئے تو کچھ مبالغہ آرائی کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔

۱۔ بہارستان شاہی۔ مرتبہ اکبر حیدری ص ۴۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی کی تبلیغ کے دوران مسلمان ہونے والوں کے بارے میں مورخین کا بیان ہے کہ ایک دن میں ہزاروں افراد اسلام قبول کیا کرتے تھے۔ان کا معمول تھا کہ وہ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کے بعد ختنہ کروانے کا حکم دیا کرتے تھے اور اس کے لئے مخصوص حجام مقرر کر رکھے تھے۔تحفۃ الاحباب میں بیان ہوا کہ ایک دفعہ شام کو جب حجاموں نے دن میں ختنہ کئے گئے آدمیوں کا حساب لگایا تو دیکھا کہ صبح سے شام تک انہوں نے ایک ہزار افراد کا ختنہ کیا تھا(۱) اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ میر عراقی کے دور میں شیعہ مذہب نے کتنی ترقی اور وسعت پائی تھی۔

بت خانوں کا انہدام

اگر چہ سکندر بت شکن کے عہد (۷۹۶ھ) میں یہاں کے اکثر و بیشتر مندروں کو منہدم کیا گیا تھا اور یہاں اسلامی قوانین اجرا کئے گئے تھے اور ملک میں ایک طرح کا اسلامی ماحول اور معنوی فضا پیدا ہوئی تھی۔لیکن سکندر بت شکن جتنا اعتقاد ان قوانین کو اجرا کرنے میں رکھتا تھا۔اس کے مقابلے میں بڈ شاہ کے دور میں حالات کچھ الٹا اثر ہی دکھا چکے تھے۔جیسا کہ ان کے دور کے دینی، سیاسی، سماجی، تہذیبی، اقتصادی حالات میں بیان کیا گیا ہے تو جب میر عراقی نے دیکھا کہ جو لوگ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے وہ بڈ شاہ کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب پر آ کر بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اور یہ ملحدانہ اور مرتدانہ اثرات اب تک قائم ہیں تو انہوں نے ان تمام بت خانوں کو زمین بوس کیا جو ان کے زمانے میں پھر سے بنائے گئے تھے (۲)

سلطان سکندر بت شکن کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اعظم نے اس زمانے کے رواج کے مطابق کشمیر کے ذرہ ذرہ کو اسلام کے روشن نور سے منور کیا وہ میر شمس الدین عراقی تھے اسی لئے مکسر الاصنام (بت توڑنے والے) بھی کہلاتے ہیں (۳)

۱۔تحفۃ الاحباب ص ۴۶۔
۲۔بہارستان شاہی ص ۴۶۔
۳۔گزشتہ حوالہ ۴۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تاریخی اعتبار سے مسلمانوں کی تاریخ میں اس قسم کے بت شکن دنیائے اسلام میں بہت کم پیدا ہوئے ہیں اتنے سارے بتوں کو توڑ کر میر عراقی نے صدر اسلام اور عہد پیغمبرؐ کی یاد تازہ کر دی تھی۔ڈاکٹر اکبر حیدری کے بقول مورّخین کشمیر نے پرہاسپور (موجودہ بجبہاڑہ) میں للتادت کے تعمیر کردہ پرہامہ کیشو عظیم بت خانے کے انہدام کے واقعہ کو سکندر کی طرف منسوب کیا ہے۔لیکن قدیم تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی میر شمس الدین عراقی کے ہاتھوں مسمار ہوا تھا (۱) ملک حیدر چاڈورہ نے بھی اس کے انہدام کا سہرا میر شمس الدین عراقی کے سر باندھا ہے۔

اس مندر کی تفصیل بہارستان شاہی اور دیگر کشمیر کی کتابوں میں موجود ہے میں تذکرۃ العارفین کے حوالے سے جس کو سید انیس حسین کاظمی صاحب نے اپنے قلمی نسخہ میں درج کیا بطور اختصار نقل کر رہا ہوں کہ ''پری ہاس پورہ میں واقعہ مندر کو (راجہ للتادت نے ظہور اسلام سے پہلے پرہاس پورہ میں ایک مستحکم مندر بنایا تھا جس کی تاریخ میں نجومیوں نے خبر دی تھی کہ گیارہ سو سال بعد یہ تعمیر، خراب و مسمار کیا جائے گا) مسمار ہونے کے دوران سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ایک چاندی کی تختی نمودار ہوئی جس پر لکھا تھا کہ فارس سے سید محمد نامی (۲) ایک بت شکن آئے گا جو بسم اللہ کی مدد سے اس مندر کو زمین بوس کرے گا اور خدائے واحد کی عبادت کے لئے یہاں ایک معبد بنائے گا۔چنانچہ میر عراقی نے اسے مسمار کر کے وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی''

یا اسی طرح ذال ڈگر کا مشہور معروف بتخانہ جس کے درشن کے لئے بیرون کشمیر سے لوگ آتے تھے اور یہ مقام کافروں اور مرتدوں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔سال میں کئی مرتبہ یہاں میلہ بھی لگتا تھا اور لوگوں کا عظیم اجتماع بھی ہوتا تھا۔ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب کے بقول یہاں رنڈیوں اور کسبیوں کا ناچ گانا بھی رہتا تھا۔رقص و سرود اور زناکاری کے بعد ڈھیروں شراب پی جاتی تھی جس کی وجہ سے یہ مندر فساد و فجور کے مرکز میں تبدیل ہو گیا تھا۔

میر عراقی کو جب ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔انھوں نے اسی وقت اس بت خانہ کو مسمار کرنے کے لئے کوچ کیا اگرچہ کچھ لوگوں نے اس مندر کو بچانے کے لئے بہت دیر

۱۔بہارستان شاہی ص ۵۳۔

۲۔میر عراقی کا اصلی نام ''سید محمد'' ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تک استقامت دکھائی لیکن آخر کار میر عراقی، موسیٰ رینہ کی کمک اور اعانت سے اسے نابود کرنے میں کامیاب ہوئے اور ذال ڈگر کا نام بھی بدل کر ''اسلام پور'' رکھا۔

میر عراقی نے گزشتہ بت خانوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے بت خانوں کو تباہ و ویران کیا ہے۔ یہاں تک سید انیس صاحب کے بقول میر شمس الدین عراقی نے کشمیر اور تبت (لداخ) میں تین ہزار نو سو تنتالیس بت کدوں کو مسمار کر کے ان کی اکثر جگہوں پر مسجدیں اور عبادت گاہیں تعمیر کروائیں۔ ذیل میں آپ کے ہاتھ سے مسمار ہوئے بعض اہم بت خانوں کے بہ اختصار نام دیئے جارہے ہیں۔ جن میں اکثر اس سے پہلے رنگ رلیوں کے اڈوں میں تبدیل ہو چکے تھے اس لئے اُن کا انہدام ناگزیر بن گیا تھا۔

۱۔ بت خانہ باخی رینو۔	۲۔ بت خانہ مہاسن
۳۔ بت خانہ جانک رینو۔	۴۔ بت خانہ اچھ ول
۵۔ بت خانہ زڈی بل	۶۔ بت خانہ نندراز
۷۔ بت خانہ ناشوان	۸۔ بت خانہ خربوشنا
۹۔ بت خانہ پرزدن	۱۰۔ بت خانہ کالاپور
۱۱۔ بت خانہ ویچہ ناٹ	۱۲۔ بت خانہ اودران
۱۳۔ بت خانہ سدس ملو۔	۱۴۔ بت خانہ کوہ ماران۔
۱۵۔ بت خانہ وینہ رینو۔	۱۶۔ بت خانہ پنہ رینہ
۱۷۔ بت خانہ بومر	۱۸۔ واربلارو
۱۹۔ چامہ کیندوی	۲۰۔ خدہ رینو
۲۱۔ نروالہ موخ	۲۲۔ پرزبار
۲۳۔ بت خانہ کوتھبر (۱)	

۱۔ تاریخ نوربخشیہ در کشمیر و بلتستان، ص ۸۳ تا ۸۵۔ میر عراقی جہاں بھی مندروں کے انہدام کے لئے جاتے تھے پہلے ان کو اسلام کی دعوت اور مشرکانہ رسم و رسومات سے دور رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی کی تہذیبی اور ثقافتی خدمات

لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ میر عراقی میں تہذیب و ثقافت کے کاموں کی طرف بھی کافی رجحان پایا جاتا تھا۔ اسی لئے کشمیر کے پر تناؤ حالات میں بھی میر عراقی نے بہت سارے تہذیبی اور ثقافتی کاموں کو انجام دیا ہے۔ ذیل میں میر عراقی کے ایسے کاموں پر مختصر روشنی ڈالی جائے گی۔

خانقاہ زڈی بل کی تعمیر

میر شمس الدین عراقی جب پہلی بار بعنوان سفیر کشمیر آئے تو زڈی بل کو اس کی شادابی اور آب و ہوا کی تروتازگی کی وجہ سے پسند فرمایا تھا لہٰذا قیام کشمیر کے دوران وہ وقتاً فوقتاً وہاں جایا کرتے تھے اور وہاں کسی مسجد یا خانقاہ کے ہونے کی آرزو کیا کرتے تھے لیکن چونکہ اُس وقت میر عراقی کشمیر میں مستقل طور پر رہنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے لہٰذا انھوں نے مسجد یا خانقاہ کی تعمیر کے لئے بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

لیکن میر عراقی جب بارہ سال کے بعد دوبارہ کشمیر آئے تو ان کے آنے سے پہلے ہی سلطان فتح شاہ نے یہ زمین ملک موسیٰ رینہ کو ہدیہ میں دی تھی اور وہ مکان بنوا کر وہیں رہنے لگے تھے۔ میر عراقی کے آنے کے بعد جب موسیٰ رینہ کو آپ کی گزشتہ آرزو کی خبر ہوئی تو انھوں نے مکان کے علاوہ وہ تمام زمین میر عراقی کو بخش دی۔ جس کی پوری تفصیل تحفۃ الاحباب میں موجود ہے۔

میر عراقی نے جلدی ہی یہاں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جس کے لئے بارہ مولہ کے کامراج علاقہ سے صنوبر اور دیودار کی لکڑی لے آئے۔ درمیان میں میر عراقی کے لداخ چلے جانے سے خانقاہ کی تعمیر متوقف ہوگئی لیکن وہاں سے واپسی کے ساتھ ہی میر عراقی نے خانقاہ کی تعمیر پھر شروع کر دی اور ایسی پر شکوہ اور وسیع خانقاہ تعمیر کی جس کی مثال دنیا میں بہت کم ملتی تھی۔

یہ خانقاہ خطہ کشمیر میں فنکاری کا اعلیٰ نمونہ تصور کی جاتی تھی اس خانقاہ کا طول و عرض ۲۷ گز تھا۔ یہ دو منزلوں پر مشتمل تھی پہلی منزل کی اونچائی دس گز اور دوسری منزل کی آٹھ گز تھی۔ خانقاہ کے چاروں طرف بڑے بڑے دروازے تھے۔ جن میں ہر ایک کے لئے مخصوص نام مشخص اور معین کئے گئے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تھے۔ یہ خانقاہ دل کش، آرائش، زیبائش، مضبوطی اور استحکام کی بدولت عجوبہ روزگار میں شمار کی جاتی تھی (۱) جو اتنی بڑی اور بلند و بالا عمارت کے باوجود بغیر ستون کے کھڑی تھی (۲)

اس خانقاہ کو میر عراقی نے خانقاہ ''نور بخشیہ'' نام رکھا تھا اور اس کے صدر دروازے پر ذیل میں دی گئی عبارت تحریر کی گئی تھی:۔

بُنیت هذه البقعة الموسومة المتبركة الشريفة الشمسيّه النّور بخشيّه فی التاریخ سنة تسعة من الهجرة النبوية عليه الصلواة والتحية (۳)

اس خانقاہ کی تعمیر ۹۰۹ھ ہجری میں شروع ہوئی اور ۹۱۰ھ ہجری میں مکمل ہوئی۔ جیسے کہ مولانا کمال الدین گنائی (جو اپنے زمانے کے ایک مشہور منجم تھے) نے بھی خانقاہ کی تاریخ لفظ ''شیخ'' کہی ہے، جس سے ۹۱۰ھ ہجری کا سال برآمد ہوتا ہے (۴)

ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب نے خانقاہ کی بنیاد کی تاریخ موسم بہار ۹۰۲ھ ہجری بتایا ہے (۵) لیکن قرائن و شواہد کو مدنظر رکھ کر اسے قبول کرنا مشکل نظر آتا ہے ان کے اندازے کے مطابق اس خانقاہ کو بنانے میں ۸ سال کا عرصہ لگا ہے جو عقلی اور نقلی اعتبار سے بعید نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے خود بھی (۹۱۰ھ-۹۰۹) ہجری میں خانقاہ کی تکمیل کا اعتراف کیا ہے اس لئے خانقاہ کی بنیاد کی تاریخ ۹۰۲ھ ہجری قرار دینے میں کچھ وزن دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حکیم صفدر ہمدانی نے خانقاہ کی بنیاد ۹۰۹ھ اور سال تکمیل ۹۱۰ھ ہجری قرار دیا ہے جس کی تائید تاریخ اقوام کشمیر کی دوسری جلد سے بھی ہوتی ہے (۶)

خانقاہ میر سید علی ہمدانی کی تعمیر نو

میر عراقی نے زڈی بل کی خانقاہ کی تعمیر کے علاوہ میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ کی بھی تعمیر نو کی ہے جس کی تولیت بھی پھر آپ کے ہی دست مبارک میں رہی۔

۱۔ اختر درخشاں ص ۲۸ بنقل از بیاض حسن، نیز تحفۃ الاحباب ص ۳۶۵۔
۲۔ بہارستان شاہی مقدمہ اول، مرتبہ ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۷۵، تحفۃ الاحباب ۳۶۵۔ نسخۃ الصفویہ، ص ۲۵۔
۳۔ تحفۃ الاحباب ص ۳۹۶ تا ۳۹۷۔
۴۔ نسخۃ الصفویہ، سید باقر معرکہ دار۔ ص ۲۶۔
۵۔ مقدمہ اول بہارستان شاہی ص ۶۵۔
۶۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس بارے میں کچھ تفصیل بیان کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ تاریخ کشمیر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ نگاہ غلط انداز مؤرخین نے حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کے اعلیٰ اصولوں کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ تنگ نظری اور عصبیت کے جنون میں تاریخیں اختراع کیں جو بات دل میں آئی بغیر کسی حوالے سے لکھ ڈالی اور تاریخیں مرتب کرتے وقت دیدہ و دانستہ شیعیان کشمیر کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ ان مؤرخین میں، میر عراقی یا شیعہ چکوں کے کسی بھی مثبت اور تعمیری کام کو دیکھنے کی سکت ہی نہیں ہے ان کی تحریروں سے تعصب کی اس قدر عفونت آتی ہے کہ ان کی تنگ نظری اور کم ظرفی پر حیرت اور افسوس ہو رہا ہے۔

میر عراقی کے ہاتھوں خانقاہ معلیٰ کی تعمیر نو کے واقعات کو بھی توڑ مروڑ کر کے یوں نقل کیا ہے کہ:۔

''میر عراقی نے کاجی چک اور غازی چک کو خانقاہ معلیٰ (جو ایک منزلہ تھی) کو دو منزلہ بنانے کے بہانے اس کے ڈھانے پر اُکسایا۔ جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ خانقاہ ڈھائے جانے کے بعد اس کی دوبارہ تعمیر کی اجازت نہ دے تاکہ زڈی بل میں ان کی خانقاہ ہی لوگوں کی مرجع بنے۔ لہٰذا ان دونوں نے (کاجی چک اور غازی چک) بادشاہ کو دو منزلہ بنانے کے بہانے خانقاہ کو منہدم کرنے پر راضی کیا اور اُسے منہدم کیا(۱)

خانقاہ کی توسیع اور وسعت دینے سے ان متعصب مؤرخوں نے کیا خوب اور اچھا استنتاج کیا!!! قدیم تاریخ کشمیر کی کسی کتاب میں اس کا کوئی نام ونشان تک نہیں ہے۔ مصنف بہارستان شاہی (جو اُس صدی کے حالات کا چشم دید گواہ ہے) پہلا مورخ ہے جس نے میر عراقی کے ہاتھوں خانقاہ ہمدانیہ کی تعمیر نو کے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اس قدیمی اور موثق تاریخی کتاب میں بھی اس طرح کی کسی بات کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔

اس واقعہ کی اصل تفصیل یوں ہے کہ میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ جس کی بنیاد سکندر بت شکن نے میر سید محمد ہمدانی کے ہاتھوں رکھوائی تھی بہت ہی چھوٹی تھی اس کے اردگرد لکڑیوں کے بہت سارے

۱۔ تاریخ سید علی ص ۴۲، تاریخ حسن، جلد دوم ص ۳۲۵، واقعات کشمیر ص ۱۲۳ اردو ترجمہ۔ نیز مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۲۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مکانات تھے۔ماضی میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اگر ان لکڑیوں کے قریبی مکانوں (۱) میں سے کسی ایک میں آگ لگ جاتی تھی تو ان تمام مکانوں کے ساتھ ساتھ یہ خانقاہ بھی نذر آتش ہوتی تھی۔بار بار ایسا اتفاق پڑ جانے کی وجہ سے میر عراقی نے زر کثیر کے عوض ملحقہ و متصل مکانات کو خرید کر خانقاہ میں شامل کیا حتی اس کے لئے اپنے معروف مریدوں قاضی محمد قدسی اور ملا بابا علی کے فرزندوں کے مکانات بھی ہٹوائے۔پھر سابقہ خانقاہ کو از سر نو تعمیر کر کے اسے کافی وسعت بخشی۔

تعمیر کے بعد اس خانقاہ کا سارا انتظام میر عراقی کے ہاتھوں میں تھا۔مجاوروں کا تقرر، انتظام اور اہتمام سے متعلق تمام امور انہیں کے اختیار میں تھے اور وہ ہی اس کے ''تام الاختیارات'' تھے۔سلطان محمد شاہ نے ایک فرمان کے تحت میر عراقی کو خانقاہ کی تولیت اور تمام انتظامات چلانے کے لیے مقرر کیا تھا (۲) چنانچہ اس ضمن میں ایک شاہی فرمان جاری کیا گیا جس کا مختصر ترجمہ حسب ذیل ہے۔

حکم نامہ

''حسب فرمان ہمایوں اعلی و بحکم جناب امیر الامراء سید محمد حسینی بمشافہ ملک ابراہیم ماگرے، ملک شمس چک، ملک عیدی رینہ اور تمام اعیان و ارکان حکومت کی جانب سے اجرا کیا جاتا ہے کہ خانقاہ ہمدانیہ امیر سید محمد ہمدانیؒ کی تولیت حضرت شیخ شمس الدین محمد عراقی کو بخشی گئی اور آپ کو خانقاہ ہمدانیہ پر مطلق العنان اختیارات عطا کئے گئے تا کہ آپ میر سید علی ہمدانی کے مراسم کا احیا کر کے لوگوں کو ارشاد و رہنمائی فرمائیں۔پس جو شخص اس حکم کو سننے کے بعد حکم عدولی کرے گا تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو کہ اس حکم کو تبدیل کریں گے اور سلام ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ لوگوں کے لئے زیبا ہے کہ ان کے حکم عالی کے بموجب رفتار کریں خدا ان کی شان کو بلند کرے۔انتہی (نظم)

چراغی را که ایزد برفروزد کسے که تف زند ریش بسوزد(۳)

۱۔قدیم سرینگر میں ابھی بھی آبادی کی گنجان و گھنی کی وجہ سے مکانات ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہیں دیہاتوں میں بھی ویسے ہی تھے لیکن اب کافی تبدیلی آئی ہے۔

۲۔بہارستان شاہی ۶۲۔

۳۔نسخۃ الصفویہ، ص ۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی کے بعد بھی اس خانقاہ کے منتظم آپ کے بیٹے میر دانیال تھے۔ اس بحث نیز میر عراقی کی تولیت خانقاہ کے بارے میں سلطان محمد شاہ کے حکم نامہ سے مذکورہ دعوے کی بنیاد باطل ہو جاتی ہے۔ متعصب مؤرخوں نے میر عراقی کے بارے میں یہ جھوٹ اس لئے گڑھ لیا ہے تاکہ اس واقعہ (تعمیر و تولیت خانقاہ ہمدانی) سے میر سید علی ہمدانی کے بارے میں شیعہ المسلک ہونے کا تأثر نہ ملے۔

مساجد کی تعمیر

میر عراقی کا معمول تھا آپ جہاں کہیں بھی تبلیغ دین کے لئے جاتے تھے تو مقامی لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے لئے مسجد کا اہتمام کیا کرتے تھے اور ان کو اسلامی تعلیم و تربیت دینے کے لئے اکثر جگہوں پر اپنے کسی مرید اور شاگرد کو وہاں متعین کیا کرتے تھے۔ جس کی تاریخ میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔ جیسے کہ آگے بیان ہوگا کہ جب آپ لداخ سے واپس آئے تو اپنے ایک خاص مرید ''ملک حیدر'' کو تبلیغ دین کے لئے وہیں متعین کیا تھا (۱) میر عراقی کے ذریعہ تعمیر کرائے گئے مساجد کی تعداد یقیناً بہت زیادہ رہی ہوگی لیکن دستبرد زمانہ میں ان کی تفصیل ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

دارالطعام یا لنگر خانے کی تشکیل

میر عراقی کی نظر میں خداوند عالم کے بندوں میں کوئی تفاوت اور امتیاز نہیں تھا۔ امیری و غریبی آپ کی نظروں میں کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

آپ یتیموں اور غریبوں کے بے نہایت ہمدرد تھے۔ آپ کو ان کے نان و طعام کی فکر ہمیشہ لاحق رہتی تھی اسی لئے آپ نے خانقاہ میر سید علی ہمدانی کی تعمیر نو کے ساتھ ہی اس کے اطراف میں ایک بہت بڑا لنگر خانہ، آش خانہ اور گودام بھی تعمیر کروایا۔ اس لنگر خانہ میں روزانہ صبح و شام غریبوں اور مسافروں کے لیے کئی خروار چاول پکتا تھا اور بہارستان شاہی کے مصنف کے بقول بہت کم ایسا ہوتا تھا جب اس لنگر خانے میں گوشت نہ پکتا ہو (۲)

۱۔ تحفۃ الاحباب ص ۴۱۰۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۶۲ و ۲۷۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تعمیر حمام

میر شمس الدین عراقی کے کارناموں کو دیکھ کر اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ میر عراقی کو تبلیغی کاموں کے ساتھ ساتھ فرہنگ وتمدن، تہذیب وثقافتی کاموں سے بھی خاصی دلچسپی تھی۔ تاریخ میں نقل ہوا ہے کہ آپ نے خانقاہ زڈی بل کے متصل ایک ایسا حمام بنوایا جو کہ تمام سال طلسم سے گرم رہتا تھا جسے فن تعمیر کا ایک عجوبہ قرار دیا جاتا تھا اس حمام کی خاص اہمیت یہ تھی کہ یہ لکڑی جلائے بغیر (بہت دنوں) گرم رہتا تھا(۱)

ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب تحفۃ الزائر سے اس حمام کے متعلق اس طرح نقل کرتے ہیں "گرد زدی بل حصن حصین بنا فرمودند و حمامی که در تمام سال گرم می شد احتیاج به هیزم نداشت" (یعنی زڈی بل کے اردگرد دیواریں لگادیں اور ایسا حمام بنایا جسے تمام سال لکڑی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی)

اس حمام کے بارے میں اشعار قرائت کئے ہیں:

چه خوش سیدی بود عالی تبار — از آباء و اجداد خود یادگار
زائران بکشمیر آورد رو — هزار آفرین باد بر خلق او
بسے بود دروے علوم غریب — نموده از آن کارهای عجیب
حمامی بحکمت نموده بناز — وے سوئے هیزم نبودش نیاز
شده گرم بے هیزم از حکمتش — شنیدم که سازد خدا رحمتش
بگرد زڈی بل نموده حصار — در آن دژ دو دژ ساخته استوار(۲)

جہادی ثقافت کی احیاء نو

میر عراقی جہاں مومنوں کیلئے دوست ورفیق، غمخوار ودلدار، رازدان وقدردان، شفیق ومہربان تھے وہیں خدا وپیغمبرؐ کے دشمنوں کے لئے برقِ سوزان بھی تھے۔ آپ بذات خود جہاد میں شرکت کیا کرتے تھے

۱۔ بہارستان شاہی ص۷۲، نیز نسخۃ الصفویہ ص۷۲۔
۲۔ بہارستان شاہی ص ۷۳ بنقل از تحفۃ الزائر، ایضاً نسخۃ الصفویہ ص۷۲، سید باقر معرکہ دار ص۷۲/۷۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن آپ کا یہ اصول اور مطمع نظر تھا کہ جہاد سے پہلے مخالفین کو خدا اور رسولؐ کے سامنے تسلیم ہونے کے لئے حتی المقدور کوشش کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر جنگ ناگزیر ہی ہو جاتی تھی تو آپ ایک بڑے بہادر، باہمت اور میدان جنگ کے بہترین سپاہی کی شکل میں رونما ہوتے تھے۔ کسی کو یہ یقین ہی نہیں ہوتا کہ کیا یہ وہی شخص ہے جو پوری پوری رات درود واذکار پڑھتے ہوئے نالہ وگریہ میں بسر کرتا ہے اور خدا کے سامنے بید کے درخت کے مانند لرزتا اور تڑپتا رہتا ہے۔

آپ جنگ وحرب کے فنون میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے آپ جب لڑتے تھے تو دشمنوں پر بنیان مرصوص کی طرح قدم جماتے تھے۔ آپ کے اس جوش وولولہ کو دیکھ کر آپ کے مریدوں میں جذبہ شہادت اور بڑھ جاتا تھا وہ جان کی بازی لگا کر پروانوں کے مانند آپ کے گرد چکر لگاتے رہتے تھے خود زخم تیر وتفنگ کھاتے تھے مگر میر عراقی پر آنچ نہیں آنے دیتے تھے۔ میر عراقی کرار غیر فرار کے مانند میدان جنگ میں مقصد حاصل کئے بغیر لوٹ جانے کو اپنے لئے عار محسوس کرتے تھے۔ میر عراقی کی سب سے بڑی لڑائی اور جنگ ۹۱۳ھ ہجری میں ذال ڈگر سرینگر میں واقع ہوئی لڑائی میں دشمن کو شکست دینے کے بعد ذال ڈگر کا نام ''اسلام پور'' رکھا (۱)

جامع مسجد میں بارہ اماموں کے نام خطبہ

میر عراقی کے تبلیغی اور دینی کاموں میں کامیابی اور موفقیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے وعظ ونصیحت سے قلیل مدت میں ہی کشمیر کی اتنی آبادی نے شیعہ مذہب کو قبول کیا کہ یہاں سرینگر کی جامع مسجد اور ملک کی دیگر مسجدوں میں بارہ اماموں کے نام خطبے پڑھے جانے لگے (۲)

اگر چہ اس میں شک نہیں کہ آپ سے پہلے بھی بہت سارے شیعہ علما اور اولیاء کشمیر آئے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مختلف علتوں کی بنا پر میر شمس الدین عراقی کی تشریف آوری تک شیعہ یہاں اقلیت میں ہی تھے۔ مگر قرائن وشواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ میر عراقی کے شب وروز کی محنت اور کوششوں سے اس

۱۔ بہارستان شاہی ص ۵۷ و تحفۃ الاحباب، تاریخ نور بخشی در کشمیر و بلتستان ص ۷۹۔

۲۔ بہارستان شاہی ۳۵۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دور میں یہاں شیعوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔ ورنہ بادشاہ خود اہل سنت تھا تو اگر شیعہ گزشتہ کے مانند اقلیت میں ہوتے تو نہ بادشاہ اور نہ ہی کشمیر کی سنی اکثریت بارہ اماموں کے نام خطبہ دینے کی اجازت دیتی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سرینگر شہر کی اکثریت شیعہ امامیہ ہوگئی تھی۔

میر عراقی کی علمی خدمات

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ میر عراقی کشمیر میں نویں صدی ہجری کے اواخر اور دسویں صدی ہجری کے اوائل میں تشریف لائے۔ آپ نے یہاں شیعہ مذہب کی استواری اور بقا کے لیے وسیع پیمانے پر جدوجہد کی۔ جہاں بھی تبلیغ کی آواز پہنچائی وہاں لوگوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دینے کے لئے دینی درسگاہیں اور مدارس کھولے۔

لیکن شیعہ تاریخ، تاریخی حقائق دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ان مدارس کی نوعیت، طور طریقہ، تعلیم وتعلّم وغیرہ سے بے خبر ہے۔ البتہ یہ اندازہ کر سکتے ہیں جس مرد بزرگ نے تبلیغ دین کو اپنی زندگی کا ہدف بنایا ہو اور اپنے ساتھ بہت سارے جیّد علماء کے علاوہ ارباب کمال اور صاحبان ریاضت کا بڑا گروہ ساتھ لایا ہو۔ پھر یہاں تبلیغ کے طریقہ میں جبر وستم کے بجائے، محض افہام وتفہیم اور استدلال کی حکمت اپنائی ہوگی، اس نے مدارس کی تشکیل کے ذریعہ کیا نہ کیا ہوگا۔

علامہ سید باقر الموسوی میر عراقی کے دینی مراکز کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ بعض تذکروں میں خانقاہ (زڈی بل) کا تذکرہ مفصل طور پر مل جاتا ہے اس میں دار العلوم کا بھی پتہ چلتا ہے جو میر نے وہاں نفس خانقاہ میں کھولا تھا (١)

چونکہ افہام وتفہیم، وعظ ونصیحت، پند وارشاد اور منظّم تعلیم اور تعلّم کا تعلق علمی مراکز سے ہے اس لئے میر عراقی نے مدرسوں کی طرف خاص توجہ دی تھی۔ جن میں خانقاہ زڈی بل کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں میر عراقی اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ چلے میں بیٹھنے کے علاوہ سالکوں، شاگردوں اور مریدوں کو تربیت دیتے تھے۔

١۔ اختر درخشاں ص ١٤٠۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی اپنے شاگردوں اور مریدوں کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب وقواعد بھی سختی سے سکھاتے تھے۔ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب تحفۃ الاحباب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کے مطبخ (باورچی خانہ) میں تاج الدین نام کا ایک صوفی بیس سال سے خادم تھا۔لیکن ان بیس سال میں اس نے کبھی بھی بغیر وضو کے کسی برتن یا کھانے پینے کی چیز حتی کہ لکڑی کو بھی نہیں چھویا تھا بلکہ ہمیشہ باوضو رہا کرتا تھا اور باوضو ہی کھانا بنایا کرتا تھا(۱)

جہاں تک میر عراقی کے آثار یا تصانیف کا تعلق ہے تاریخ میں کسی اثر یا آثار کی نسبت آپ کی طرف نہیں دی گئی ہے۔تحفۃ الاحباب میں آپ کی تمام سرگرمیوں اور اقوال وفرامین کا ذکر موجود ہے۔لیکن کسی بھی تصنیف کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کسی موضوع پر قلم فرسائی نہیں کی ہے۔

لیکن جہاں تک میر عراقی کے شاگردوں کا تعلق ہے تاریخ میں آپ کے بہت سارے شاگردوں کا ذکر ملتا ہے مگر ان کی شرح حال زندگی اور دیگر فعالیت کی کوئی اطلاع دستیاب نہیں ہے بلکہ صرف ان کے نام میر عراقی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں جن میں بعض مندرجہ ذیل تھے۔مولانا جنید، مولانا کمال، مولانا زیرک، مولانا سیف، مولانا بایزید بسطامی، مولانا خلیل اللہ، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا میر حسین، ملاّ بابا علی، بابا علی نجار، ملاّ جوھر، ملاّ محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، حافظ محمد کیانی، ملاّ حسن اعود، ملاّ درویش، محمد قاضی، محمد قدسی، مولانا احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، دلو صوفی، مولانا حاجی علی، صوفی جمال، تاج الدین خادم، مولانا محمد گنائی، مولانا ناصر، مولانا حفظ بصیر، مولانا امیر سید بلا، مولانا نصرت (۲)

تبلیغی راہ میں میر شمس الدین عراقی کے موانع اور مشکلات

دنیا کی تمام اصلاحی تحریکیں وجود میں آنے کے ساتھ ہی مختلف قسم کے خطرات اور موانع سے دوچار ہوتی ہیں۔اس میں تحریک کے ارکان کی کوئی خطا وتقصیر نہیں ہوتی ہے۔اصلاحی تحریکیں گزشتہ نظام کے فاسد اور ناعادلانہ ہونے کی وجہ سے ہی وجود میں آتی ہیں۔حقانیت پر مبنی تحریکوں میں استحصال

۱۔بہارستان شاہی ص.۷۹۔

۲۔بہارستان شاہی ص.۸۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور استثمار کے ایسے عناصر داخل ہو جاتے ہیں جو ہمیشہ مفاد پرستی کی خاطر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے منافع اور مادّی اغراض کو خطرہ میں پاتے ہیں تو فوراً ردِّ عمل کے لئے میدان میں آجاتے ہیں اور اس اصلاحی تحریک و نہضت کو ثمر بخش ہونے سے پہلے ہی ختم کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

میر عراقی کی اصلاحی اور تعمیری تحریک بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھی۔ جوں ہی آپ کی یہ اصلاحی تحریک روز بروز شگفتہ ہونے لگی تو میر عراقی کے آنے سے جن لوگوں کے مفادات خطرے میں پڑے تھے ان سے میر عراقی کی یہ روز افزوں پیشرفت دیکھی نہ گئی لہٰذا وہ مخالفت اور دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔ جس کی وجہ سے میر عراقی کو اپنی تبلیغی کارروائیوں میں کئی طرح کے موانع اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور مجبوراً کچھ عرصہ کے لئے تبت کی راہ لینی پڑی۔ میر عراقی کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سے بعض حسب ذیل تھے۔

الف۔ درباری علماء اور ملاّؤں کی مخالفت (۱)

یہ بات عیاں ہے کہ کشمیر میں اسلام کے ورود کے ساتھ ہی علماء خصوصاً صوفیائے کرام نے سلاطین کشمیر کے درباروں میں کافی اثر ورسوخ پیدا کیا تھا۔ بادشاہ ملک کے اہم فیصلوں میں ان کی مرضی کا خیال رکھا کرتے تھے۔ ان کو دربار سے باضابطہ وظیفوں کے علاوہ باقاعدہ جائدادیں بخشی جاتی تھیں۔ مزید برآن دربار سے ان کے لئے زندگی کی ہر سہولت دستیاب تھی۔ غرض یہ کہ وہ حکومت کے تمام امکانات اور سہولیات سے بہرہ مند تھے۔ لیکن جب سے میر شمس الدین عراقی کشمیر آئے تو چونکہ وہ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مبلّغ اور دنیوی علوم غریبہ (جو علوم اس وقت تک کشمیر میں رائج نہیں تھے) سے بھی آراستہ تھے۔ اس لئے عام لوگوں کے علاوہ امراء اور وزراء کو بھی ان سے خاص عقیدت پیدا ہو گئی اور وہ بھی آپ کے مریدوں میں شامل ہونے لگے۔ میر عراقی کی یہ محبوبیت بعض علماء اور صوفیوں سے دیکھی نہ گئی۔ ان کو موجودہ صورت حال جاری رہنے کی صورت میں بادشاہ کے دربار میں اپنی موجودیت ہی خطرے میں نظر آنے لگی۔

۱۔ شیعہ در ہند، سید اطہر عباس رضوی جلد ۱ ص ۲۷۔ ۲۷، ایضاً تحفۃ الصفویہ ص ۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لہٰذا میر عراقی کے خلاف غلط پروپیگنڈا کر کے سید محمد بیہقی (موجودہ وزیر اعظم) کو آپ کے خلاف اکسانے میں اپنی پوری طاقت صرف کی۔ جس کے نتیجے میں سید محمد بیہقی میر عراقی کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے مدمقابل آ گیا۔

ب۔ سید محمد بیہقی (وزیر اعظم وقت) سے رنجش

ملک موسیٰ رینہ کے بعد سید محمد بیہقی نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا۔ اگرچہ اس کے آباء واجداد سبزوار ایران کے شیعہ علاقہ سے تھے (۱) مگر سیاسی مفادات نے اسے میر عراقی کے مدمقابل لا کر کھڑا کر دیا جس کی وجہ سے اس نے میر شمس الدین عراقی کی سختی سے مخالفت کی (۲)

سید محمد بیہقی اور میر عراقی کی آپسی مخاصمت کی وجوہات

ا۔ ملک موسیٰ رینہ سے سیاسی رقابت

سید محمد بیہقی کو میر عراقی کے خاص مرید ''ملک موسیٰ رینہ'' کے ساتھ وزارت عظمیٰ حاصل کرنے کے سلسلے میں شدید سیاسی رقابت تھی۔ یہ دونوں ''وزارت عظمیٰ'' کے دعویدار تھے۔ لہٰذا ہر آن ایک دوسرے کو زیر کرنے پر تلے ہوئے رہتے تھے۔ سید محمد بیہقی یہ احساس کر رہا تھا کہ موسیٰ رینہ کی مقبولیت اور کامیابی کے پیچھے میر شمس الدین عراقی کا ہاتھ ہے۔ اسی لئے شدت سے ان کی مخالفت کر رہا تھا۔

۲۔ میر عراقی کے دشمنوں کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر

اس کے علاوہ سید محمد بیہقی کی میر عراقی کے ساتھ مخاصمت کی ایک علّت یہ بھی تھی کہ وہ میر عراقی کی مخالفت کر کے ان کے مخالفین خصوصاً درباری علماء اور صوفیوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جن کی حمایت سے وہ ''وزارت عظمیٰ'' کی کرسی حاصل کر سکتا تھا۔

۱۔ شیعہ در ہند، ص ۲۷۷۔

۲۔ شیعہ در ہند، ص ۲۷۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ میر عراقی کا سید محمد کو اپنی بیٹی کی خواستگاری سے انکار

بتایا جاتا ہے کہ شروع شروع میں سید محمد بیہقی بھی میر شمس الدین عراقی کے دوستوں کے حلقۂ میں آ گئے تھے یہاں تک کہ سید محمد بیہقی نے میر عراقی سے آپ کی اپنی بیٹی کا ہاتھ مانگا جس کی میر عراقی نے دو ٹوک الفاظ میں مخالفت کی۔ سید محمد کے دل میں میر عراقی کے متعلق جو کدورت پہلے سے تھی اس انکار نے اُس خفتہ اور خوابیدہ کدورت کی چنگاری کو خوفناک انتقام کے شعلوں میں تبدیل کر دیا۔ خصوصاً فتنہ پردازوں نے اپنی شیطنت اور مکّاری سے اس گھریلو مسئلہ کو سیاسی رنگت دے کر میر عراقی کے انکار کو سید محمد بیہقی کی کھلی توہین قرار دیا۔ میر عراقی سے انتقام لینے کے لئے انہوں نے اس انکار سے میر عراقی کے خلاف سید محمد بیہقی کے احساسات اُبھارنے میں بھرپور فائدہ اُٹھایا۔

جب میر عراقی کے بعض مخلصوں نے ان افراد کی نیتوں کو بھانپ لیا کہ وہ بات کا بتنگڑ بنانا چاہتے ہیں تو انہوں نے میر عراقی کو رشتہ دینے اور قبول کرنے کی تجویز دی۔ مگر میر عراقی نے اپنے اصول سے سودا بازی نہیں کی بلکہ سید محمد کو ایک فاسق و فاجر قلمداد کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ جو کوئی بھی (گناہان) کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہوگا اور فسق و فجور اور شرب خمر کی ترویج کر رہا ہوگا میرا دل کبھی بھی اس کی طرف راغب اور مایل نہیں ہوگا اگرچہ وہ رضوی سید ہی کیوں نہ ہو (۱) اس کے علاوہ میں سلاطین اور دنیوی حکمران، نیز حکومت کے وزرا اور سفراء سے مواصلت کرنے سے بہت متنفر ہوں لہٰذا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا (۲)

لہٰذا سید محمد بیہقی خواستگاری کے رد کرنے نیز دوسروں کے اکسانے سے میر عراقی کا اور زیادہ مخالف ہو گیا۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ (دوسروں کے پروپیگنڈہ سے) اس انکار کو اپنی توہین سمجھتا تھا۔

۴۔ میر کے ہاتھوں سید محمد کے دیوان کی زدوکوب

میر عراقی اور سید محمد بیہقی میں دشمنی چل ہی رہی تھی کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس سے اس آپسی

۱۔ تحفۃ الاحباب ترجمہ آخوندزادہ ص ۱۰۴۔ ایضاً نسخۃ الصفویہ ص ۲۹۔

۲۔ تحفۃ الاحباب ص ۱۰۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

رنجش میں مزید اضافہ ہو گیا اور جس نے دونوں کو ایک دوسرے کے مدّ مقابل قرار دیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ:۔

''ایک دن میر عراقی کی سید محمد کے دیوان (ملازم خاص) سے (جو غیر مسلم میں سے تھا) کچھ بحث ہوئی جس پر میر عراقی نے اسے سزا دی۔ سید محمد بیہقی جو ابھی خواستگاری کے انکار کو نہیں بھولا تھا، اس پیش آئے ہوئے واقعہ سے اور زیادہ خشمگین ہوا۔ لہٰذا اس بار اس نے انتقام کی ٹھان ہی لی۔ میر عراقی سے انتقام لینے کے لئے اس نے میر عراقی کے گھر اور خانقاہ پر دھاوا بول دیا اور وہاں موجود ان کے تمام مریدوں اور شاگردوں کو گرفتار کر کے ان کے زدوکوب سے اپنے دل کی پیاس بجھائی''۔ نسخۃ الصفویہ کے مطابق اس قدر جور و جفا کو روبہ کار لایا گیا کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں (۱)

اس واقعہ پر دونوں (میر عراقی اور سید محمد بیہقی) میں کافی جرح و بحث ہوئی۔ سید محمد کے طرز عمل سے میر عراقی اس قدر ناراض ہوئے کہ وہ کشمیر چھوڑ کر تبت (لداخ) چلے گئے (۲)

لداخ میں میر عراقی کی تبلیغی سرگرمیاں

اگرچہ میر عراقی اسکردو اور لداخ (جہاں کی اکثریت آبادی ابھی بھی غیر مسلم تھی ''۳'') کی طرف تبلیغ دین کے لئے ضرور جلد یا بدیر جاتے، لیکن گذشتہ عوامل نے اس سفر میں سرعت بخشی۔

میر عراقی نے جب سید محمد بیہقی کے ہاتھوں اپنے مریدوں اور شاگردوں کی بے حرمتی اور زدوکوب کو دیکھا تو آپ نے کشمیر چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ ملک موسیٰ رینہ نے میر عراقی کو اس ارادے پر نظر ثانی کرنے کے لئے بے حد اصرار کیا۔ لیکن میر عراقی نے صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک یہاں سید محمد بیہقی کی حکومت ہے میں ہرگز یہاں نہیں رہوں گا۔ اس طرح میر عراقی ۵۰ سے ۶۰ شاگردوں اور مریدوں کے ہمراہ اسکردو اور لداخ کی طرف چل پڑے (۴)

۱۔ نسخۃ الصفویہ، ص ۳۳۔

۲۔ نسخۃ الصفویہ، ص ۳۳۔

۳۔ قدیم لداخ، خان کاچو سکندر ص ۵۴۷ تا ۵۵۸۔

۴۔ تحفۃ الاحباب ص ۴۰۵۔ ایضاً نسخۃ الصفویہ، ص ۳۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی نے لداخ پہنچنے کے ساتھ ہی وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا عمل شروع کیا اور اس راہ میں ہر طرح کی فرصت سے صحیح استفادہ کرتے ہوئے کوئی دقیقہ فروگزار نہیں کیا۔آپ کی بے انتہا کوششوں سے وہاں کے راجہ، امراء اور عوام الناس کی کثیر تعداد اسلام کے آغوش میں آ گئی۔

تذکرۃ العارفین کے مصنّف کا کہنا ہے کہ وہاں کے راجہ کو ایک لاعلاج مرض لاحق ہوا تھا۔ خداوند عالم نے میر عراقی کے ہاتھوں سے راجہ کو اس مرض سے عافیت بخشی جس کی بدولت راجہ حلقہ بگوش اسلام ہوا(۱) اور اسلام گشائی میں میر عراقی کا معاون اور مددگار ثابت ہوا۔

راجہ کے اسلام قبول کرنے سے بہت ساری رعیت بھی مسلمان ہوئی اور اس طرح تبلیغ اور ترویج دین اسلام کے لیے فضا مزید سازگار بنادی میر عراقی نے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو موافق ماحول اور مناسب فرصت سے زیادہ سے زیادہ دینی استفادہ کرنے کی تاکید کی۔میر عراقی کے شاگردان کے حکم سے ہر روز فردی اور گروہی شکل میں وہاں کے مختلف علاقوں میں جا کر تبلیغ دین کیا کرتے تھے۔

آپ کی منظّم تبلیغی تحریک سے وہاں لوگ جوق در جوق اسلام کے دائرے میں شامل ہونے لگے اور آپ کی تعلیمات کے سایہ میں اپنی ہندو اور بودھ رسومات سے بیزار ہو کر معاشرہ میں اسلامی تہذیب اور ثقافت کو ترویج دینے لگے۔

ایک طرف میر عراقی لداخ خورد (اسکردو و کرگل) میں دن رات اسلام کی تبلیغ میں مشغول تھے دوسری طرف وادی میں موسیٰ رینہ اور میر عراقی کے دیگر مرید و احباب آپ کے کشمیر سے چلے جانے سے بہت ہی غمگین اور افسردہ تھے اور ہر لحظہ آپ کی واپسی کی تمنا اور آرزو کیا کرتے تھے۔اسی بنا پر سید محمد بیہقی سے ان کی نفرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔(چونکہ یہ سید محمد بیہقی ہی تھے جس کے اقدام سے ان کے محبوب پیر اور مرشد کو کشمیر سے جانا پڑا تھا) خصوصاً سید محمد بیہقی کی حکومت تک میر عراقی کے واپس نہ آنے کا فیصلہ انہیں اور بھی زیادہ پریشان کیے جا رہا تھا۔لہٰذا ان کو میر عراقی کی واپسی کے لئے سید محمد بیہقی کی حکومت کی نابودی اور زوالی کے سوا کوئی اور چارہ ہی نظر نہیں آ رہا تھا۔

۱۔نسخہ قلمی، سید انیس کاظمی، بعنوان، حضرت میر شمس الدین محمد عراقی بت شکن۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسی فکر و اندیشہ کے تحت موسیٰ رینہ نے سید محمد بیہقی کے خلاف بغاوت کر کے اُسے قتل کر دیا اگر چہ سید محمد بیہقی کے بعد شمس چک کپوارہ نے حکومت سنبھالی اور وزیر اعظم بن گیا تھا لیکن جلدی ہی اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے سید محمد بیہقی کا ہوا تھا۔ اس طرح ملک موسیٰ رینہ ۹۰۷ھ ہجری میں خود ملک کے وزیر اعظم ہوئے۔ اُنھوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی میر عراقی کے خلیفہ بابا علی سے درخواست کی کہ دو تین تیز گام صوفیوں کو فوراً اسکردو روانہ کر کے میر عراقی کو کشمیر کے موجودہ حالات سے آگاہ کریں۔ بابا علی نے میر عراقی کو سید محمد کے قتل کی خبر دینے کے لئے ملّا جوہر کو چند صوفیوں کے ہمراہ لداخ روانہ کیا۔ آپ نے جب سید محمد کی ہلاکت کی خبر سنی تو یہ شعر پڑھا:۔

او نیز گذشت از ین گذر گاہ

آن کیست کہ نگذرد ازاین راہ (۱)

اس خبر کو سننے سے پہلے میر عراقی نے "تبت خورد" سے "تبت کلان" جانے کا ارادہ کیا تھا۔ جہاں ابھی غیر مسلم آبادی تھی۔ لیکن اس خبر کو سنتے ہی میر عراقی نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کیا اور کشمیر (وادی) کی طرف لوٹ آئے۔

میر عراقی نے جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو "چپلو" کے راجہ "بہرام" نے میر عراقی سے لوگوں کے درس و تدریس اور قرآن و احکام کی تعلیم کے لئے کسی شاگرد کو وہاں متعیّن اور مقرر کرنے کی درخواست کی۔ میر عراقی نے ان کی درخواست کو قبول کر کے اپنے ایک مرید ملک حیدر کو تبلیغی امور کے لئے وہیں مقرر کیا (۲)

میرِ عراقی کے بلتستان میں اقامت (ٹھہرنے) کی مدت میں بھی مورّخین کے درمیان اختلاف ہے۔ لیکن ہماری تحقیق کے مطابق تحفۃ الاحباب سب سے زیادہ مسند کتاب ہے جو میر عراقی کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اس میں مدت قیام چھ ماہ لکھی گئی ہے (۳)

۱۔ بہارستان شاہی۔ مقدمہ اول۔ اکبر حیدری ص ۷۲ و ۳۱۹۔
۲۔ تحفۃ الاحباب، مترجم آخوندزادہ ص ۴۱۰۔ ایضاً نسخۃ الصفویہ، ص ۳۷۔
۳۔ گزشتہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بہر حال میر عراقی کا یہ تبلیغی دورہ بھی بہت کامیاب رہا۔لداخ خورد سے واپس آنے کے بعد میر عراقی کے دوبارہ تبلیغی کاموں کو ہم اس سے پہلے ان کے تبلیغی، تہذیبی وثقافتی اور دینی خدمات کے عناوین کے تحت بیان کر چکے ہیں محققین گزشتہ اوراق کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

میر شمس الدین عراقی کا مسلک

میر شمس الدین عراقی کے مذہب کے بارے میں مورّخین میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔آپ کے مذہب کے بارے میں مورخوں نے تین طرح کے نظریات بیان کئے ہیں۔

۱۔ پہلا گروہ انہیں خالص نور بخشی بتاتا ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ شیعہ اُنھیں امامیہ قرار دیتا ہے۔

۳۔ تیسرا گروہ نور بخشی اور شیعہ دونوں کا قائل ہے۔

نور بخشی اور بعض شیعہ مورّخین من جملہ حکیم صفدر ہمدانی نے یقین کے ساتھ آپ کو نور بخشیہ بتایا ہے(۱)

مرزا حیدر کاشغری کے بغیر تقریباً تمام سنی اور شیعہ مورّخین منجملہ علامہ سید محمد باقر موسوی اور سید انیس کاظمی، سید حسن معرکہ دار، سید باقر معرکہ دار قطعیت کے ساتھ آپ کو شیعہ قرار دیتے ہی(۲)

لیکن اس سے پہلے کہ ہم میر عراقی کے مذہب کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کریں، کشمیر کے آب و ہوا، سیاسی، سماجی، انسانی وطبیعی ونفسیاتی جغرافیہ پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ جو ہمیں میر عراقی کے مذہب کو جاننے میں کافی مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کشمیر وہ جگہ ہے جہاں ہندوؤں کے روحانی طبقہ یعنی برہمن زمانہ قدیم سے ریاضت اور رہبانیت کی غرض سے آتے تھے۔حتیٰ کہ تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے کہ یہاں کی نسل انہیں برہمنوں کی اولاد ہے۔لہٰذا اسی زمانے سے اس ریاضت اور مشقت کے آثار لوگوں کی زندگیوں میں سرایت کر گئے تھے۔

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۲، ونیز تاریخ بلتستان ص ۱۴۳۔
۲۔اختر درخشان ص ۱۴۱۔بیاض حسن، گزشتہ حوالہ نسخۃ الصفویہ، ص ۷۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہ برہمن طبقے ہمیشہ کشمیر میں ایک خاص مقام ومنزلت رکھنے کے ساتھ ساتھ دربار میں بھی نفوذ رکھتے تھے حتیٰ ان کی مرضی سے بادشاہ بھی ردّ وبدل ہوتے تھے۔ اس لئے فطری طور پر حاکم بھی ہمیشہ ان کو خوش اور خود سے راضی رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لوگ بھی اس ریاضت اور مشقت کو دوست رکھنے کے ساتھ ساتھ ان برہموں کو بھی دوست رکھتے تھے۔

اگرچہ رنچن کے اسلام قبول کرنے کے بعد سے ہندو مذہب رسمی طور پر ختم ہوگیا تھا لیکن اس ریاضت اور مشقت کے آثار لوگوں کی زندگیوں میں باقی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب میر سید علی ہمدانی یہاں آئے تو آپ نے بھی اسی روش اور طریقہ سے لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کی کہ جسے وہ پسند کرتے تھے۔ نماز صبح کے بعد ایک ساتھ اوراد فتحیہ کا بلند آواز میں پڑھنا بھی اسی تصوّف کی عکاسی کرتا ہے اور پرانی عادت کے روح و پیام کو بدل کر پورا کرنے کی علامت ہے۔

کشمیر میں جتنے بھی علماء اور بزرگ شخصیتوں نے اسلام کی تبلیغ کے لئے معمول اور مرسوم طریقے (غیر صوفی طریقہ) اختیار کئے ان علماء اور بزرگان دین کی شب و روز کی جدوجہد کے باوجود ان کی تبلیغ کا اثر بہت محدود رہا ہے۔ جیسے کہ جناب سید حسین قمی، ملاّ انصاری، سید محمد خاوری، مولانا سعید الدین وغیرہ جیسے بزرگ ہستیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

میر عراقی ۸۸۲ھ ہجری میں بطور سفیر کشمیر آئے اور آٹھ سال تک یہاں مقیم رہے۔ اس دوران وہ یہاں کشمیر کے لوگوں کے آداب و رسوم، تہذیب و تمدن، فرہنگ و ثقافت سے پوری طرح آشنا اور باخبر ہوئے۔ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ایک کامیاب مبلّغ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے جس کے ساتھ یہاں کے لوگ مانوس ہونے کے ساتھ ساتھ محبت و پسند بھی کرتے ہوں۔ آپ بھانپ گئے تھے کہ تبلیغ دین موثر واقعہ ہونے کے لئے کسی صوفی فرقہ سے منسلک ہوجانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ لہٰذا خدا کے بندوں کو صحیح اور مستقیم راستہ دکھانے کے لئے آپ مشرب نوربخشیہ (جو شیعہ امامیہ کا ہی ایک صوفی فرقہ تھا) میں شامل ہوئے۔ اس طرح نوربخشی صوفیانہ روش کو ذریعہ بنا کر مسلک شیعہ امامیہ کے طریقہ سے آشنا کرنا ان کا مقصد تھا۔

مذکورہ بیان کی تائید جناب ڈاکٹر اکبر حیدری کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کہ میر شمس الدین عراقی بنیادی طور پر موسوی سید تھے۔اور وہ خالص امامیہ مذہب کو کشمیر میں تصوف کے پردہ میں پھیلانا چاہتے تھے۔اس کے لیے انہوں نے تقیہ کا راستہ اختیار کیا۔اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوتے۔چونکہ اس زمانے میں یہاں کے لوگ تازہ مسلمان ہوئے تھے اور وہ صوفیوں اور درویشوں کی عزت کرتے تھے۔جب میر عراقی نے مسلمانوں کا یہ رنگ دیکھا تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گئے اور بڑے بڑے مشائخ کو اپنا ہمنوا بنایا۔یہ لوگ بلا جبر واکراہ ان کی تحریک میں شامل ہو گئے اور پھر انہی کا مذہب قبول کیا (۱)

راقم الحروف کو ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب کے تجزیے سے بالکل اتفاق ہے کہ میر عراقی (بیان کئے گئے دلائل کی بنا بر) ظاہری طور پر نور بخشیہ تھے لیکن حقیقت میں وہ امامیہ مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے۔اگر وہ لوگوں کے مزاج کے مطابق تصوّف اختیار نہ کرتے تو ان کی تبلیغ بھی دوسرے علماء کی طرح محدود رہتی۔لہٰذا انہوں نے صوفیت کے لباس میں یہاں امامیہ مذہب کے لئے وہی کام کیا جو ان کے جدامجد نے ایران میں کیا تھا۔

علاوہ ازایں نور بخشی اس وقت کوئی مسلک نہیں تھا البتہ سلسلہ مشائخ ضرور تھا اور بقول جناب انیس کاظمی صاحب اگر نور بخشی سلسلہ کو مسلک قبول کر بھی لیا جائے تو ایسی صورت میں اسلامی مسالک کی تعداد ہزاروں تک پھیل سکتی ہے (۲) وہ اپنی الگ شناخت اور حیثیت اور پہچان نہیں رکھتے تھے، نہ ہی نور بخشیہ ایک مکتب فکر تھا۔بلکہ وہ عرفان وعقائد میں بجز چند ایک مختصر تفاوت کے شیعہ اثناعشری کا اعتقاد رکھتے تھے اور ائمہ معصومین (علیہم السلام) کے تابع تھے۔جن پر سید محمد نور بخش کے آثار و تصنیفات صاف گواہی دیتے ہیں۔لیکن صرف فقہی مسائل میں وہ شیعوں سے کچھ مختلف تھے اور سید محمد نور بخش کی کتاب فقہ احوط پر عمل کرتے تھے (۳)

ہاں مرور زمانہ کے بعد آجکل نور بخشیوں میں جو کچھ اس قسم کا طرز عمل دیکھا جاتا ہے جو شیعہ مذہب کے اصول سے ٹکراتا ہے۔وہ اس لئے کہ طول زمان کے ساتھ ساتھ اس کے

۱۔مقدمہ اول بہارستان شاہی، مرتبہ ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۴۴۔

۲۔نسخہ قلمی بعنوان میر محمد عراقی بت شکن۔سید محمد انیس کاظمی۔

۳۔تاریخ نور بخشیہ در کشمیر و دربلتستان، غلام حسین جوہری، ص ۵۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خدوخال بھی بدل گئے۔ لہٰذا اس سے حضرت میر عراقی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے یہ تو ان لوگوں کی تبلیغ کا نتیجہ ہے جو بعد میں آئے۔ خود سلسلہ نوربخشیہ کے بزرگوں کے دامن جن میں میر عراقی بھی ہیں اس قسم کی داغ دھبوں سے پاک ہیں۔ اس بارے میں وہ ذمہ دار نہیں ہیں۔

میر عراقی کو نوربخشی قرار دینے میں مورخین نے جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان میں تحفۃ الاحباب اور تاریخ رشیدی سرفہرست ہے۔ بعد میں آنے والے مورخوں نے ان ہی دو کتابوں کو سند بنا کر میر عراقی کو نوربخشی قرار دیا ہے یہاں تک کہ جناب حکیم صفدر ہمدانی نے بھی اس بارے میں مزید تحقیق سے کام نہ لینے میں جلد بازی کی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اولاً تحفۃ الاحباب میں فقہ احوط اور سید محمد نوربخش کی تعلیمات کو مذہب ائمہ کا آئینہ دار قرار دیا گیا ہے جس سے شیعہ امامیہ کو اخذ کیا جا سکتا ہے ایسی صورت میں نوربخشی کو شیعہ سے جدا اور الگ مسلک قرار دینا سراسر غلطی ہے۔

ثانیاً: تحفۃ الاحباب سے میر عراقی کے عدم تشیع پر ہرگز استدلال نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب میں میر عراقی کو اول سے لے کر آخر تک شیعہ امامیہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور آپ کو کشمیر میں اسی مذہب کا مبلّغ بتلایا گیا ہے اس کتاب میں سلسلہ نوربخشیہ کی بے حد توصیف کی گئی ہے۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوئی مستقل مذہب ہے، بلکہ اس لحاظ سے کہ وہ سلوک و عرفان کے ایک سلسلہ کا نام ہے۔ چونکہ میر عراقی سیر و سلوک میں اسی راستہ پر گامزن تھے اسی لئے مذکورہ کتاب میں اسی رنگ میں آپ پیش ہوئے ہیں ورنہ اصول و عقائد کے اعتبار سے وہاں میر عراقی بحیثیت شیعہ نظر آتے ہیں۔ ان حقائق کے باوجود یہ کتاب میر عراقی کے شیعہ نہ ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

رہی بات مرزا حیدر کاشغری کی کتاب تاریخ رشیدی کی،

۹۴۷ ہجری میں کشمیر پر حملہ کر کے دس سال تک اس نے جو شیعوں کی لوٹ مار، قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

دنیا کا دستور رہا ہے کہ ظالم اور ستمگر کسی مظلوم پر ظلم کرنے کے بعد لوگوں کی نظروں میں اس کا عمل مستحسن قرار پانے اور اپنے عمل کے جواز میں طرح طرح کی دلیلیں تراشتا ہے اور مظلوم کو اس رنگ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں پیش کرتا ہے جسے دیکھ کر سادہ لوح افراد کو یہ دھوکہ ہونے لگتا ہے اور وہ یہ تصور کرتا ہے کہ جو کچھ اس کے حق میں روا رکھا گیا ہے وہ یقیناً اس کا مستحق تھا۔ جیسے کہ یزید نے بھی اپنے سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت امام حسینؑ پر حاکم وقت کے خلاف بغاوت اور شورش کا نام دے کر سادہ لوح اور نادان لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کی تھی۔

بالکل یہی طریقہ مرزا حیدر کاشغری نے یہاں اپنایا۔اس نے جو ہزاروں انسانیت سوز مظالم شیعوں کے حق میں روا رکھے، اس وجہ سے کشمیر کے تمام لوگوں (شیعہ وسنی) کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ لہٰذا اس نے شیعہ خصوصاً میر عراقی کو اپنی زبان اور قلم کے سہارے شیعہ وسنی مذاہب کے بالمقابل کسی تیسرے مذہب کے ماننے والوں کی حیثیت سے پیش کردیا۔ جو اس کے زعم میں ان کے اعمال وعقائد کی وجہ سے ان تمام سزاؤں کا استحقاق رکھتے تھے۔ جو مرزا حیدر نے انہیں دی تھی تاکہ ایک طرف سنی عقیدہ رکھنے والے، دوسری طرف خود شیعہ چاہے بیرون کشمیر کے ہی سہی، اس کے کردار کو جائز تصور کریں کہ یقیناً وہ گروہ گردن زدنی کے لائق تھا۔ تاکہ اس طرح یہ مزاج پیدا کیا جائے کہ مرزا حیدر کاشغری کا ظالمانہ رویہ یہاں موقع ومحل کے لحاظ سے مستحسن تھا۔

اس شعبدہ باز حکمران نے مختلف حربوں سے عوام کے سوجھ بوجھ اور سوچ سمجھ کی صلاّحیت کو گویا سلب کرلیا تھا۔ وہ ہر واقعہ کو مرزا حیدر کی نظر سے دیکھنے لگے فکری غلامی میں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے کہ افراد تو افراد، اقوام کا ضمیر بھی مرجاتا ہے اور وہ مظلوم کی حمایت کے بجائے مخالفت پر اتر آتے ہیں بقول علاّمہ ڈاکٹر اقبال:۔

تھا جو ناخوب وہی بتدریج خوب ہوگیا — کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

ان حقایق کو مدنظر رکھ کر کیا درایت اس بات کو تسلیم کرسکتی ہے کہ میر عراقی اور کشمیر کے شیعہ فرقہ کے بارے میں جو کچھ مرزا کاشغری نے لکھا ہے، اس نے اس کی صحیح عکاسی کی ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ پھر ایسی صورت میں بقول علاّمہ سید باقر موسوی کے کہ جو کوئی میر عراقی کے شیعہ مسلک نہ ہونے پر مرزا حیدر کاشغری کی تاریخ رشیدی سے استدلال کرے تو اس کا بے بنیاد اور بے اصل ہونا واضحات میں سے ہے۔

بعض حضرات میر عراقی کو نوربخشیہ ثابت کرنے کے لئے تاریخ فرشتہ کا حوالہ دیتے ہیں لیکن وہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حضرات اس سے غافل ہیں کہ خود محمد قاسم نے ''تاریخ فرشتہ'' میں میر عراقی سے متعلق جو اطلاع اور معلومات نقل کیں ہیں وہ اسی مذکورہ ''تاریخ رشیدی'' کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ جب خود تاریخ رشیدی کی اصلیت ہمیں معلوم ہو چکی ہے تو اس کے حوالہ جات کی وقعت اور ارزش ہی کیا رہ جاتی ہے؟

میر عراقی کے شیعہ مذہب ہونے پر دلائل

میر عراقی کا تشیع اور شیعہ ہونا تاریخ کے بنیادی عناصر یعنی آثار قدیمہ، آثار منقولہ اور آثار مضبوطہ سے بھی بطور حتمی ثابت کیا جا سکتا ہے (ا) میر عراقی کے شیعہ امامیہ ہونے پر بیک وقت مذکورہ تینوں چیزیں شہادت دیتی ہیں۔ ان پر گردش ایام کا کبھی اثر نہ پڑ سکا۔ لہٰذا آج بھی محققین اور مورخین ان اسباب کی مدد سے میر عراقی کے مسلک کی نوعیت معلوم کر سکتے ہیں۔

ا۔ آثار قدیمہ کی گواہی

میر عراقی کی خانقاہ زڈی بل سے متعلق غم بھری داستان اور تاریخ کس سے پوشیدہ ہے؟ کتنی بار میر عراقی کے دشمنوں نے اسے نذر آتش کیا۔ ان آتش زنی کے متعدد حادثوں میں میر عراقی اور ان کے دیگر اعزا و اقارب کی قبروں پر جو تاریخی لوح تھے وہ بھی آگ سے متاثر ہوئے اور ان کے بھی خدوخال پر اثر پڑا اور کئی پراکندہ ہو گئے اس کے باوجود میر عراقی کی قبر اور آپ کے اعزا کی قبروں پر جو تعویز بقول علامہ سید باقر موسوی صاحب کے نظر آتے ہیں ان پر آیات قرانی اور اسماء ائمہ معصومین علیہم السلام کندہ ہیں۔ جو ان کے بقول اچھی طرح سے پڑھے جا سکتے ہیں میر عراقی کے مزار پر جو لوح نصب ہے اس کی عبارت یوں ہے:۔

"اللّٰھم صل علی محمد المصطفیٰ وعلی علی المرتضیٰ وعلی فاطمة الزهرا وعلى الامام الحسن المجتبیٰ وعلى الامام الحسين الشهيد بكربلا و على الامام زين العابدين وعلى الامام باقر وعلى الامام جعفر الصادق و على الامام موسیٰ الكاظم وعلى الامام على الرضا وعلى الامام محمد التقى وعلى الامام على النقى وعلى الامام الحسن العسكرى وعلى الامام محمد المهدى عليهم السلام" (۲)

ا۔ اس بارے میں علامہ سید باقر موسوی صاحب نے ایک مفصل اور نہایت ہی مفید بحث اختر درخشان میں کی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اختر درخشان ص ۷۸۔ ایضاً نسخۃ الصفویہ، ص ۹۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس سے مرزا حیدر کاشغری کے اس قول کی قلعی کھل جاتی ہے جس میں اس نے بتایا کہ نور بخشی سید محمد نور بخشی کو امام مہدی (علیہ السلام) مانتے ہیں۔ کیا میر عراقی کے لوح مزار کا آخری جملہ "و علی الامام محمد المھدی" مرزا حیدر کاشغری اور اس کے ہم خیال اشخاص کی بہتان تراشی کو رد نہیں کرتا؟

۲۔ آثار منقولہ کا تواتر

میر عراقی کے مسلک کی تشریح اور وضاحت کے سلسلے میں آثار قدیمہ کے ساتھ ساتھ آثار منقولہ کے تواتر کا ایک اہم حصہ ہے۔ تواتر بھی ایسا کہ زمانے نے اس عہد سے لے کر اس دور تک ہزاروں گردشیں کیں، بہت ساری حکومتیں وجود میں آکر فنا ہوئیں۔ لوگوں کے مزاج بدل گئے مگر اس کے باوجود میر عراقی کے بارے میں جو اس وقت منقول تواتر کی شہرت تھی آج بھی ویسی ہی پائی جاتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آج بھی شیعہ عزت واحترام سے ان کا نام لیتے ہیں اور جوق در جوق آپ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ خدا سے اپنی حاجتیں پوری ہونے کے لئے آپ سے توسل کرتے ہیں اور خدا کو اپنی مشکلیں آسان ہونے کے لئے آپ کا واسطہ دیتے ہیں۔ آپ کے تبلیغی کارنامے آج بھی شیعوں کے زبان زد ہیں۔ اس نوع کا تواتر میر عراقی کے شیعہ امامیہ ہونے پر قوی دلیل ہے۔

۳۔ آثار مضبوطہ کی شہادت

کشمیر کے شیعہ مورخین (۱) سے قطع نظر، سنی تاریخ نگاروں نے میر عراقی کے مذہب اور عقیدہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہی بجائے خود ان کے مسلک کی تعین کے لئے کافی ہے۔

اس میں دو رائے نہیں ہے کہ کشمیر کے بیشتر مورخوں نے (چاہے قدیم ہوں یا جدید) کسی نہ کسی رنگ میں میر عراقی کی ذات سے وابستہ تعصّب کو ظاہر کیا ہے بعض اوقات انہوں نے تمام اخلاقی اور علمی بالخصوص علم تاریخ کے اصول وضوابط بھی بالائے طاق رکھ کر اس عظیم شخصیت کی تاریخی شبیہ کو مسخ کرنے کے لئے صفحوں کے صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ان تعصب پرور مورخوں میں اعظم دڈمری، سید علی،

۱۔ البتہ صفدر ہمدانی صاحب نے تاریخ شیعیان کشمیر میں آپ کو نور بخشی لکھا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حاجی محی الدین مسکین، ملاّ عبدالقادر بدیوانی، احمد بلخی کشمیری، اور ڈاکٹر شمس الدین پیش پیش ہیں۔

لیکن یہ مورخ بھی اپنی کینہ پروری کے باوجود اس حقیقت پر پردہ نہ ڈال سکے کہ میر عراقی شیعہ مذہب کے مبلّغ تھے۔ تفصیلی واقعات کے لئے اعظم دِدّمری کی ''واقعات کشمیر''، حسن شاہ کی ''تاریخ حسن''، محمد قاسم کی ''تاریخ فرشتہ''، محمد دین فوق کی ''تاریخ اقوام کشمیر'' عبدالقادر بدیوانی کی ''تاریخ حشمت کشمیر'' ملاحظہ ہو۔ میر عراقی کے تشیع کے بارے میں اعتماد کے لئے مذکورہ مورخین کا اجماع کافی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ میر عراقی کی ذات مجموعہ کمالات ہونے کے باوجود بھی اسی لئے موردالزام ٹھہری کہ انھوں نے ہر حال میں مذہب تشیع کی ترویج واشاعت کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کردیں تھیں۔ عیش وآرام کوترک کردیا، وقت کے ظالم حکمرانوں کی دشمنی مول لی اور یوں تاریخ کشمیر کے حوالے سے ''مظلومِ تاریخ'' قرار پائے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سارے قرائن اور شواہد پائے جاتے ہیں جن سے میر عراقی کا تشیع ہونا اظهر من الشمس نظر آتا ہے جن میں بعض کو نہایت اختصار کے ساتھ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ اگر آپ نوربخشیہ تھے تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر شیعہ مذہب نے کب اور کیسے اور کس کے ذریعے یہاں کشمیر میں اس قدر رواج پایا؟ چونکہ آپ کے بعد تاریخ نے کسی ایسی شیعہ شخصیت کا نام نہیں لیا ہے اور اگر کہا جائے سلاطین صفویہ کے دوران وہ شیعہ ہوئے، تو تاریخ کی کسی کتاب میں یہ بات درج نہیں ہوئی ہے نہ ایسے کسی رابطہ کا کہیں ذکر ہے، اور یہ بات منطقی اعتبار سے بھی بے بنیاد نظر آتی ہے۔ (چونکہ دال کے بغیر ہی مدلول کو ثابت کیا جاتا ہے)

۲۔ آپ کے ہاتھوں مسلمان ہونے والوں کی کم سے کم تعداد ۲۴ ہزار گھر بتائے جاتے ہیں پس اگر ہر گھر چار، پانچ ہی افراد پر مشتمل رہا ہوگا تو بھی کم از کم آپ کے زمانے میں نوربخشیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہونی چاہیے تھی تو ان کم از کم ایک لاکھ نوربخشیوں کا کیا ہوا؟

کیا یہ امکان ہے کہ ایک لاکھ نے اپنے مذہب سے منہ پھیر کر دفعتاً مذہب امامیہ قبول کیا ہوگا؟ کم از کم ایک مختصر اقلیت ہی صحیح آپ کے مذہب پر باقی رہتی۔ حالانکہ آج کشمیر (وادی) میں ایک آدمی بھی نوربخشیہ نہیں پایا جاتا ہے۔

۳۔ اگر آپ نوربخشیہ ہوتے، عام لوگ تو درکنار کم از کم آپ کی خود اپنی ہی نسل میں کوئی ایک

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس پر باقی ہوتا۔ درحالیکہ وہ سب شیعہ امامیہ ہیں۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ شیعہ اثنا عشری تھے۔ ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اس حقیقت میں شک وشبہہ کرے یا سادہ لوح افراد کے ذہنوں میں اس سلسلہ میں تشکیک پیدا کرے تو اس سے نفس حقیقت میں رخنہ نہیں پڑتا۔ بلکہ اس شخص کی خیانت اور حق پوشی ثابت ہوتی ہے اور اس قسم کا رویہ عقل وانصاف اور انسانی ضمیر کے نزدیک قابل مذمت ہے۔

میر عراقی کا سفر آخرت

میر عراقی کی وفات کی تاریخ کے بارے میں مورخوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض میر عراقی کی تاریخ وفات کو اول ربیع الاول سال ۹۳۲ھ قرار دیتے ہیں (۱) تو بعض ۳ رمضان المبارک ۹۳۲ھ کے قائل ہیں (۲) آپ کی تاریخ وفات بیان کرنے میں بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر اور تقریباً تحفۃ الاحباب خاموش ہے۔

اسی طرح آپ کے نوع وفات پر بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مورخین کے مطابق آپ آخر عمر میں شہید کر دئے گئے تھے (۳) جبکہ بعض کی نظر میں آپ اپنی قضا سے فوت ہوئے ہیں (۴)

ڈاکٹر اکبر حیدری، بیاض حسن کے بیان نیز میر عراقی کی وفات پر کہے گئے ملاّ سعید اشرف کے مرثیے جن سے بعض لوگ میر عراقی کی شہادت ثابت کرتے ہیں۔ کو نقلی اور تاریخی اعتبار سے غلط ٹھہرا کر لکھتے ہیں کہ راقم الحروف (ڈاکٹر اکبر حیدری) کو میر شمس الدین عراقی کی شہادت کا واقعہ کسی تاریخ میں نظروں سے نہیں گزرا ہے (۵)

۱۔ اختر درخشان، علامہ سید باقر موسوی، قلمی نسخہ سید انیس کاظمی، کحل الجواھر علامہ ابن رضا، نسخۃ الصفویہ، ص ۱۰۲۔

۲۔ مقدمہ بہارستان شاہی، اکبر حیدری، تاریخ بلتستان، غلام حسین سہروری۔

۳۔ اختر درخشان ص ۱۷، قلمی نسخہ سید انیس کاظمی، کحل الجواھر علامہ ابن رضا۔

۴۔ مقدمہ اول بہارستان شاہی ص ۸۶، تاریخ شیعیان کشمیر، ہمدانی تاریخ بلتستان ۱۹۶۔

۵۔ بہارستان شاہی مقدمہ اول ص ۸۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن علامہ سید باقر موسوی نے یقین کے ساتھ آپ کی موت کوشہادت قرار دیا ہے۔ جس کے اثبات کے لئے انہوں نے آیت اللہ سید مہدی الموسوی کی کتاب ''مضاریب المشککین'' کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اسی طرح سید انیس کاظمی صاحب بھی آپ کوشہید قرار دیتے ہیں اور اپنے بیان کی تائید میں تحل الجواہر کا حوالہ دیتے ہیں۔

لیکن راقم الحروف کا بیان ہے کہ جہاں تک ''مضاریب المشککین'' کا تعلق ہے کافی تلاش کرنے کے بعد بھی میری اس کتاب تک رسائی ممکن نہ ہوسکی تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ سرکار علامہ نے کس حوالے سے میر عراقی کے ساتھ شہادت کی نسبت دی ہے۔

لیکن تحل الجواہر کو میں نے ملاحظہ کیا ہے وہ قریباً ایک سو سال (۱۹۰۷ء میں) پہلے لاہور میں چھپی ہے یہ مختصر لیکن مفید کتاب ہے۔ اس میں یقیناً میر عراقی کی شہادت کی خبر دی گئی ہے لیکن جہاں تک ہم نے اس میں غور وخوص کیا ہے، علامہ ابن رضا صاحب نے بھی میر عراقی کی شہادت کے بارے میں کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ وہ اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

''درین اوان و دعوای داران تخت تاج محمد شاه و فتح شاه وادی امن و سلامتی رامعرکه فتنه و فساد و جنگ و عناد ساخته مردمان بعضی طرفداران محمد شاه و بعض هوا داران فتح شاه گردیده بودند. کاجی چک وزیر که از ارادت مندان قطب عالم میر شمس الدین (قدس سره) بود. جهانگیر پدرو و شنکور رینه از هواخواهان فتح شاه بودند. امراءِ عصر و کبراء دهر درحق وزیر کاجی چک سعایت نمودند از مساعدت او انحراف واز طریق ایتلاف اختلاف ورزیدند. کاجی وزیر خود را از فتنه و آشوب باز داشته از ارض کشمیر حینیت عن التزدیر رفت سفر بسته بطرف دیگر مسافرت نمود. محمد شاه از اعیان شهر استصواب نمود چون اغلب مردمان با حضرت میر عرش پیما ومتبعینش شرارت مذهی داشتند. همگی اشارت قتل ایشان دادند گروهی از قبیله ماگریان را بسر کردگی علی رینه بشبخون خانقاه آنحضرت دلیرومتحد نمودند آنحضرت با متبعینش مشغول تهجّد بودند. آه از ظلم نواصب ومروانیان که آن

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اهل کین برسید صالحین و دیگر سادات و مؤمنین در سحر جمعة المبارک تاختہ قریب بہ سی نفر را بجنّت عرضھا السموٰت والارض فرستادندو کان ذٰلک فی اول ربیع المولود اثناہ ثلٰثین وتسع مائتہ (از جملہ ایشان کہ بآنحضرت شهادت نوشیدند میر سید عبد النبی المذکور بود)
علی الصباح معتقد ان اهل دین و صلاح برین واقعه مضجعه اطلاع یافتند گریه کنان و نوحه خوانان بعضی سینه تراشیده و کسی روی تراشیده بخانقاه آنحضرت آمدند. جمله شهدای دین را محول بزمین در خانقاه میر شمش الدین نمودند. دشمنان اهل ایمان وورثان آل ابی سفیان علیهم اللعنته والخذلان واکبهم فی النیران در آن روز جگر سوز متبعین آنحضرت را یک یک گرفته بمالک حقیقی سپردند"(۱)

ایک طرف اگر یہ نقل ہے تو دوسری طرف بہت ساری تاریخ کی کتابوں میں آپ کی وفات کو عادی اور طبیعی موت بتایا گیا ہے۔ اگر چہ بعض خود خواہ افراد کی وجہ سے کبھی اس دور کے سیاسی و مذہبی حالات ایسے کشیدہ ہوئے ہوں گے جن میں کوئی بھی حادثہ رونما ہوسکتا تھا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر آپ شہید کئے جاتے تو جس طرح آپ کے دونوں بار کشمیر آنے کے واقعات کو مصنفوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے یقیناً اس جیسے اہم واقعہ کی نشاندھی بھی ضرور کرتے۔ جس کو چھپانے کی کوئی غرض بظاہر موجود نہیں تھی۔

علاوہ ازاین یہ کہ اگر ایسا اتفاق ہوا ہوتا تو یقیناً میر عراقی کے طرفدار بھی اس حادثہ کے جواب میں ایسا ردعمل دکھاتے جس کے نتیجہ میں بہت سارے حوادثات وجود میں آتے اور کتابوں میں بھی ان حوادث کا ذکر ہوتا۔ لیکن اس طرح کا بھی کوئی واقعہ کتابوں میں ذکر نہیں ہوا ہے۔

ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھ کر میر عراقی کی شہادت بعید نظر آتی ہے۔ بلکہ آپ اپنی طبیعی اور عادی موت سے اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف ہجرت کر گئے اور "من مات علی حبّ آل محمد مات شهيداً" کے مصداق اس راہ میں سخت مصائب اٹھائے جانے کی بنا پر شہید بھی کہلائے گئے ہوں گے۔

۱۔ تحل الجواہر صفحہ ۷ طبع لاہور۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کتاب احوط یا فقہ الاحوط

فرقہ نوربخشی (۱) کے بانی سید محمد نوربخشی کے دعویٰ کے مطابق خداوند عالم نے کشف وشہود کے ذریعے اسے حکم دیا ہے کہ اس امت سے اولاً فروع (دین) میں پایا جانے والا اختلاف دور کروں۔اور شریعت محمدیہ کو بعینہ ویسا ہی بیان کروں، جیسے کہ پیغمبر (ص) کے زمانے میں تھا۔

۱۔نوربخشیہ ایک صوفی فرقہ ہے جس کے بانی سید محمد نوربخش ہیں،۔یہ فرقہ (جو مذہب شیعہ کی ایک صوفی شاخ ہے) ایران میں وجود میں آیا ہے۔اس فرقہ کے بانی سید محمد نوربخش مشہد خراسان کے شہر قائن میں ۱۵ شعبان ۷۹۵ھ ہجری کو پیدا ہوئے اور وہیں ۱۴ ربیع الاول ۸۶۹ھ ہجری کو انتقال کر گئے اور ایران کے شہر سولغان میں دفن ہیں۔

(تاریخ نوربخشیہ در کشمیر و در بلتستان ص ۱۳ و تاریخ بلتستان ص ۱۸۰، اور سید محمد نوربخش کا آثار واحوال، کراچی ۱۹۹۷ ص ۸ و نیز مجالس المؤمنین جلد ۲ ص ۱۴۳)

سید محمد کے والد عربی الاصل ہیں اور جو قطیف میں پیدا ہوئے اور ان کے جد کی لحسا میں ولادت ہوئی تھی۔سید محمد کے والد امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرنے کے لئے طوس (موجودہ مشہد) آئے تھے تو قائن قصبہ میں رہ کر یہاں ہی کے رہ گئے۔سید محمد کی ولادت ۷۹۵ھ ہجری میں یہیں پر ہوئی۔

میر سید محمد نوربخش نے سات سال کی عمر میں ہی قرآن حفظ کیا اور ایک مختصر مدت میں علوم متداولہ میں کمال پیدا کیا۔ سترہ سال کی عمر میں روحانی علوم کی تحصیل میں معروف ہوگئے اور زمانے کے قطب خواجہ اسحاق ختلانی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔اپنی خداداد صلاحیت کے بل بوتے پر بڑی تیزی کے ساتھ طریقت کے منازل طے کرنے لگے اور بہت جلد عرفان کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔ چنانچہ خواجہ اسحاق ختلانی، میر سید محمد کے طریقت سے بہت متاثر ہوئے تو آپ کو نوربخش کا لقب عطا کیا گیا اور میر سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان کا خرقہ مبارک آپ کو عطا کیا اور اپنے مریدوں کو آپ کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔

فرقہ نوربخشیہ کا آغاز تقریباً ۸۲۶ھ ہجری میں ہوا چونکہ اسی سال میر سید محمد نوربخش خواجہ اسحاق ختلانی اور دوسرے مریدوں کے ساتھ ختلان کے قلعہ کوہ تیری چلے گئے اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے لگے۔اس طرح فرقہ نوربخشیہ کا قیام عمل میں آیا۔میر سید محمد نوربخش کے بعد شاہ قاسم فیض بخش، فرزند سید محمد نوربخش اس فرقہ کا رئیس بنا، جس کے حکم سے میر عراقی کشمیر آئے تھے۔(مجالس المؤمنین ص ۱۴۳، ۱۴۴ اور تاریخ بلتستان ص ۷۵ انیز تاریخ نوربخشیہ در کشمیر و بلتستان ص ۱۴)

نوربخشی عرفان اور عقاید میں سوائے چند جزوی چیزوں کے تمام امور میں شیعہ اثنا عشری کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے تابع ہیں۔جس پر میر سید محمد نوربخش کے آثار وتصنیفات صاف گواہی اور شہادت دیتے ہیں لیکن کیا فقہی مسائل میں میر سید محمد نوربخش اہل بیت اطہار (ع) کے پیرو اور تابع تھے،اس میں کچھ تامل نظر آتا ہے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ثانیاً:۔امت اور جہان اسلام سے اصول دین میں پائے جانے والے اختلاف کو دور کروں (۱) اسی بات کو مبنا بنا کر سید محمد نور بخش نے ایک فقہی اور احکام کی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جس میں ان کے

ہے .اگر چہ وہ (نور بخشیہ) بھی فقہی مسائل میں اجتہاد کو جائز قرار دیتے ہیں، لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ سید محمد نور بخش کے بعد ان کے مانند مجتہد ہی پیدا نہیں ہوا ہے .اسلئے وہ فقہ میں ان ہی کے بتائے گئے احکام کی پیروی کرتے ہیں .اسی وجہ سے فقہ میں نور بخشیوں کی صرف ایک ہی کتاب ''فقہ الاحوط'' ہے اس لئے ان کی فقہ اور احکام میں جمود اور ٹھہراؤ پایا جاتا ہے اور موجودہ دور کے بہت سارے مسائل نور بخشیوں کے پاس لاجواب پڑے ہوئے ہیں .(تاریخ نور بخشیہ در کشمیر وبلتستان ص ۴۹)

نور بخشیوں کی ایک اور کتاب ہے جس میں بعض فقہی مسائل بھی درج ہیں اس کتاب کے مؤلف میر سید علی ہمدانی، المعروف شاہ ہمدان ہیں جس کو سید خورشید عالم نے اردو میں ترجمہ کیا ہے کتاب کا نام دعوات صوفیہ ہے .اسی دعوات صوفیہ میں نور بخشیوں کے اعتقادات کچھ اس طرح بیان کئے گئے ہیں .الـلـه ربی، والاسلام دینی، والقرآن کتابی، والکعبة قبلتی و محمد نبی، العلی امامی، وبعده سید اولاده حسن بن علی، ثم السبط التابع لمرضات الله الحسین، ثم العابد علی، ثم الباقر محمد، ثم الصادق جعفر، ثم الکاظم موسیٰ، ثم الرضا علی، ثم التقی محمد، ثم النقی علی، ثم الزکی العسکری، ثم محمد بن المهدی صاحب الزمان صلوات الله وسلامه علیه اجمعین هم سادتی وائمتی وائمتی بهم أتولی و من أعدائهم أتبریٔ۔

(دعوات صوفیہ، میر سید علی ہمدانی،ص ۲۲۸ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲)

نور بخشیوں کی اذان واقامت شیعوں جیسی ہے البتہ وہ لوگ اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ محمدؐ وعلیؑ خیر البشر اضافہ کرتے ہیں۔اقامت میں اللہ اکبر اور صرف ''قدقامت الصلواة'' دو مرتبہ پڑھتے ہیں بقیہ کلمات ایک ہی بار پڑھتے ہیں۔

نماز میں شیعوں کے ساتھ بہت ہی مختصر اختلاف رکھتے ہیں۔یعنی وہ تین اور چار رکعتی نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعت میں تسبیحات اربعہ کے بجائے سورہ حمد ہی پڑھتے ہیں اور قنوت کے لئے بھی ہاتھ بلند نہیں کرتے اور ہر نماز کے بعد سب ملکر بہ آواز بلند ایک مخصوص و معین درود پڑھتے ہیں۔جس کے شروع کے کلمات کچھ اسطرح ہیں: لااله الاالله محمد رسول الله علی ولی الله و فاطمة امة الله والحسن والحسین صفوة الله علی محبیهم رحمة الله وعلی مبغضیهم لعنة الله....

(دعوات صوفیہ، میر سید علی ہمدانی،ص ۹۰،۹۷ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲)

۱۔ تاریخ نور بخشیہ در کشمیر و بلتستان ص ۵۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بقول مسائل اور احکام کو کشف وشہود کی مدد سے بغیر کمی وزیادتی ایسے ہی لکھا ہے کہ جیسے کہ وہ احکام ومسائل پیغمبرؐ کے زمانے میں رائج ومرسوم تھے۔ اسی ہدف کو پورا کرتے ہوئے انہوں نے ایک فقہی کتاب ''کتاب الاحوط'' یا ''فقہ احوط'' کے نام سے لکھی جو آج تک فرقہ نوربخشیہ کا تنہا ماخذ ومرجع فقہی ہے۔

اس کتاب کے ۵۳ باب فقہی ہیں ''باب الطھارہ'' اس کا پہلا، اور ''باب الحجب عن الارث'' اس کا آخری باب ہے یہ کتاب عربی میں ہے۔

اس کتاب کو پہلی بار خود سید محمد کے شاگرد مولانا حسین کوئی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ میر مختار نے ''سراج اسلام'' نام سے اس کا ایک اور ترجمہ اور شرح لکھی جو ہندوستان ہی سے چھپی تھی۔ علامہ محمد بشیر نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا جو کراچی میں چھپا (۱)

جب میر عراقی دوسری بار کشمیر آئے تو وہ بہت سارے رسالے اور کتابوں کے علاوہ سید محمد نور بخش کی یہ کتاب بنام فقہ الاحوط بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔

تمام شیعہ اور نوربخشیہ مورخین کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ ''فقہ احوط'' سید محمد نوربخش کی کتاب ہے۔ لیکن بعض کوتاہ اندیش اور خود غرض افراد نے دیدہ ودانستہ اس کتاب کو میر شمس عراقی سے نسبت دے کر ہزاروں بے گناہوں کے خون کا سامان کیا۔ چونکہ اسی کتاب کو بہانہ بنا کر بعض ملک دشمن عناصر نے میرزا حیدر کاشغری کے پاس جا کر اپنے ہی ملک اور وطن عزیز کا سودا کیا ہے مرزا حیدر کاشغری (۲) نے اس کتاب کی بنیاد پر کشمیر پر حملہ کر کے حریت اور آزادی پسندوں کا قتل عام کر کے ان کی نسل کشی کی ہے۔ (۳)

مرزا حیدر کاشغری اس کتاب کے بارے میں اپنی کتاب ''تاریخ رشیدی'' میں لکھتا ہے کہ ''میں نے کتاب فقہ الاحوط نام کی بابت جو کشمیر میں مشہور تھی علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا۔ تمام علمائے کرام نے اس کتاب سے نفرت کا اظہار کیا اور کتاب کے متعلق یہ عبارت تحریر فرمائی کہ مؤلف کتاب زندیق محض اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جو شخص اس کتاب کو معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا

۱۔ تاریخ نوربخشیہ در کشمیر وبلتستان ص ۵۰۔
۲۔ میرزا حیدر کاشغر کا رہنے والا تھا جو سنٹرل ایشیا میں ہے۔
۳۔ اس کی پوری تفصیل آگے کتاب میں درج ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فرض ہے کہ جیسے بھی اسے ممکن ہو اسے نابود کرے اور اس مذہب کے پیروکاروں کو نصیحت کریں اگر وہ اپنے عقائد سے پھر گئے اور سراج الامت امام ابو حنیفہ کی تقلید کریں تو ٹھیک، ورنہ ان گمراہوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ یہ نوشتہ میرے پاس آیا اور میں نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد پر مائل تھے گروہ اہل حق میں داخل کیا اور بہتوں کو تہ تیغ اور قتل کیا (۱)

بعد میں آنے والے مورخوں نے بھی اس کتاب کو مرزا حیدر کاشغری کی پیروی کرتے ہوئے میر عراقی کی طرف ہی نسبت دی ہے۔ مؤرخ سید علی اپنی کتاب "تاریخ سید علی" میں اس کتاب کے متعلق یوں لکھتا ہے کہ:۔ "(سلطان) اسماعیل شاہ کے زمانے میں (میر عراقی نے) اپنا مذہب ظاہر کیا اور "احوط" نامی کتاب لکھی جس میں اپنے رافضی عقیدوں کو بیان کیا" (۲)

اعظم دِدّ مری اپنی کتاب واقعات کشمیر میں اس بارے میں لکھتا ہے کہ:۔

"کشمیر میں مرزا حیدر کے آنے کا سبب پوشیدہ نہ رہے کہ ملک ابدال ماگرے اور ریگی چک نے جو اپنے آباء واجداد کی طرح بدستور اہل سنت والجماعت کے مذہب پر قائم ودائم تھے اور شیعہ مذہب کی طرف ان کی مطلق کوئی رغبت نہیں تھی اپنے بیٹوں کو ہمایوں بادشاہ کے پاس لاہور بھیجا اور میر شمس الدین عراقی اور اس کے پیروؤں کے تسلط اور شیعہ مذہب کی ترویج کئے جانے کی حکایت عرض کی۔ بلکہ "کتاب احوط" بھی جسے میر شمس الدین نے تألیف کیا تھا ہمراہ دیگر عقائد کے اصل صورت میں پیش کی اور اصلاح فرمانے نیز کشمیر فوج بھیج دینے کے لئے التماس کی۔ چونکہ ہندوستان میں ہمایوں بادشاہ کی شکست اور شیر خان کا غلبہ ان ہی ایام میں ہوا تھا اور ہندوستان میں ابدال ملک اور مرزا حیدر ہمایوں بادشاہ کے ملازمین میں سے تھے ہمایوں بادشاہ مرزا حیدر کے کشمیر کی طرف عزم کرنے کی بات کو سمجھ نہ پایا تھا اور اس نے ٹھٹھ اور بھکر (سندھ کے دو مشہور قصبے) کی راہ سے ایران کا رخ کیا۔ مرزا حیدر خود اپنی ہی کوشش سے لاہور سے رخصت ہو کر چیرہ ہار کی راہ سے کشمیر آگیا اور کشمیر پر مسلط ہوا" (۳)

۱۔تاریخ رشیدی ۶۷۰۔
۲۔تاریخ سید علی ص ۴۵۔
۳۔واقعات کشمیر ص ۱۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر عراقی پر مخالفین کے بعض الزامات اور ان کا جواب

کشمیر کے جانبدار مورّخین نے میر عراقی کی ذات سے متعلق بہت سی بے بنیاد باتوں کو منسوب کر دیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم میر عراقی کی طرف دئے گئے کذب وافتراء کا ذکر اور جواب پیش کریں، علامہ شبلی کی ایک رقم کردہ روایت کو پیش کرنا برمحل ہوگا۔ جس میں شبلی صاحب نے حضرت عمرؓ فاروق کے بارے میں رائے زنی فرمائی ہے۔ دراصل واقعہ یوں ہے کہ جنگ احد (جو پیغمبرؐ اور کفار قریش کے مابین دوسری جنگ تھی) کا ذکر کرتے ہوئے راویان حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں کفار کے ہاتھوں جب مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی تو چند خاص اصحاب کے علاوہ سارے مسلمانوں نے آنحضرتؐ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر فرار کی راہ لی اور ان فرار کرنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ جن راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے ان میں ایک راوی اسحاق بھی ہے جن کو شبلی صاحب شیعہ مسلک سے وابستہ کرتے ہیں۔ تو اسی ضمن میں علامہ شبلی صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ شیعوں کی روایت غیر معتبر نہیں ہے۔ لیکن جب اس میں حضرت عمرؓ فاروق کے فرار کا ذکر ہو تو اس روایت کا وزن ہی کیا رہ جاتا ہے (۱)

پس شبلی صاحب کے اس معیار کے مطابق جس سنی کتاب اور جس سنی کی روایت میں شیعہ مبلغ، شیعہ حکمران اور شیعوں کی دیگر شخصیتوں کے معایب ہی بیان کئے گئے ہوں تو اس کتاب اور راوی کا وزن ہی کیا رہ جاتا ہے؟ چاہے وہ اعظم دِدّ مری، سید علی وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں؟

اسی طرح اگر ایک شیعہ اپنے مخالفین کے صرف عیوب ہی کا ذکر کرے تو اس روایت کی بھی کوئی قدر نہیں رہ سکتی ہے۔ البتہ اگر رقیب یا حریف اپنے رقیب یا حریف کے مناقب اور فضائل کو بیان کرے تو "**والفضل ماشهدت به الاعداء** " کے کھلے مصداق کے طور پر سر آنکھوں قبول کئے جائیں گے۔ لیکن جہاں تک میر عراقی پر لگائے گئے الزامات کا تعلق ہے۔ ان میں سے ہم صرف دو تین ہی کا ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔ جب ان کی بے بنیادی اور بے اساسی ثابت ہو جائے گی تو دوسرے الزامات کا کھوکھلا پن بھی خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ پھر دوسرے الزامات کا جواب دینا خواہ مخواہ کی وقت تلفی ہوگی۔

۱۔ سیرت النبی، علامہ شبلی نعمانی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ پر لگائے گئے بعض الزام کچھ اس طرح سے ہیں

۱۔ آپ نے یہاں کے سادہ لوح اور نادان انسانوں کو شیعہ بنایا۔

۲۔ آپ نے یہاں مذہبی جھگڑوں کی بنیاد ڈالی اور کشمیریوں میں نفاق کا بیج بویا۔

۳۔ آپ نے یہاں جبر و اکراہ سے لوگوں کو شیعہ بنایا۔

۴۔ آپ نے اپنی خانقاہ کو مقبول بنانے کے لیے شاہ ہمدان کی خانقاہ کو کاجی چک اور غازی سے گروادیا اور اسی طرح کے کچھ دوسرے من گھڑت اور بے بنیاد الزامات۔

چوتھے الزام کی بے بنیادی اور بے اساسی ہم ''شاہ ہمدان کی خانقاہ کی تعمیر نو کے ضمن'' میں بیان کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ جگہ کی محدودیت اور خانقاہ کو روز روز کے آگ کی وارداتوں سے بچانے کے لئے ہی میر عراقی نے اسے کافی وسعت دے کر از سر نو تعمیر کروایا تھا۔ بقیہ الزامات کا یہاں جواب دیا جا رہا ہے:۔

پہلے الزام کا جواب

جہاں تک آپ کے مریدوں کی سادہ لوحی اور نادانی کے الزام کا تعلق ہے تو اس بارے میں مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ نے یہاں آ کر ابتدائی مرحلہ میں چک، سادات ہمدانیہ اور مَلِک خاندان اور بہت سارے صوفیوں خصوصاً بابا علی نجار کو شیعہ بنایا ہے۔ کاش مورخین حضرات تعصب کی عینک اپنی آنکھوں سے اتارتے تو اصل حقیقت ان کو خود بخود نظر آ جاتی۔

مورخین کا اجماع اور تواتر اس بات پر ہے کہ یہ خاندان کشمیر کے مقتدر اور باوقار خاندان تھے۔ جن کے پاس قوت، شہرت و ثروت کے علاوہ علم و فضل اور فکری پختگی کی دولت بھی تھی۔ انہوں نے میر عراقی کی تبلیغ کا اثر قبول کیا اور خندہ پیشانی سے آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا افتخار حاصل کیا۔ یہ لوگ اپنی قابلیت کی بدولت مادرِ کشمیر کے بہترین سپوت تھے۔ ان کا شمار کشمیر کے بہترین عقلاء اور فضلاء میں ہوتا تھا۔ یہی حال ''بابا علی'' کا تھا جن کے نفوذ کا ڈنکا تمام کشمیر میں بج رہا تھا۔

یہ لوگ یوں ہی اپنا عقیدہ اور اپنی رائے بدلنے پر راضی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ایسا اس وقت کیا ہے جب ان کے سامنے دعوت فکر اور استدلال کے ذریعے نئے عقیدہ و مذہب کو پیش کیا گیا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے۔ان قبائل اور اشخاص کا ''سابقہ مذہب'' ترک کر کے شیعہ مذہب کو اختیار کرنا اور پھر اس مذہب پر نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے باقی رہنا ہی اس امر کی ناقابل انکار دلیل ہے کہ ان کا شیعہ مذہب اختیار کرنا از روئے نادانی اور سادہ لوحی نہیں تھا۔ بلکہ اس کے برعکس اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اپنے پرانے عقیدہ کو باطل ہونے کے ساتھ ساتھ نئے مذہب (شیعہ) کی حقانیت پر غیر متزلزل یقین پیدا ہو گیا تھا۔ پس وہ نادان و سادہ لوح نہیں تھے بلکہ وہ عقل و منطق کے پرستار تھے۔

ایسے افراد فہم و فراست، علم و منطق، عقل و ذکاوت کے انمول سرمایہ کے ہوتے ہوئے بس اس لئے نادان اور سادہ لوح ٹھہرے کیونکہ انہوں نے اپنے سابقہ مذہب (اہل سنت) سے ہاتھ اُٹھا کر شیعہ مذہب اختیار کیا تھا۔ شیعہ مذہب قبول کرنا ہی تنگ نظر مورخوں کی آنکھوں میں ان کی نابخشودنی غلطی ہے۔ جس کی وجہ سے ہر طرح کی تہمت، کذب و افتراء کی نسبت ان کی طرف جایز اور شاید باعث ثواب سمجھی گئی۔

دوسرے الزام کا جواب

اب رہا سوال میر عراقی کے ذریعہ کشمیر میں مذہبی جھگڑوں کی بنیاد ڈالنے اور کشمیریوں میں نفاق کا بیج بونے کا۔ مورخین کے بیان سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا میر عراقی سے پہلے کشمیر میں فتنہ و فساد کا کوئی نام ونشان ہی نہیں تھا۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ میر عراقی کے زمانے میں یا اس کے بعد جو فتنے برپا ہوئے یا امراء کشمیر دست و گریبان نظر آئے میر عراقی بالکل اس کے سبب نہیں تھے۔ بلکہ اس کی بنیاد آپ کے آنے سے سالوں سال پہلے بڈشاہ کے عہد میں پڑ گئی تھی۔ آگے چل کے فسادات نے جو مختلف شکلیں اختیار کر لیں اس کا اصل الاصول بڈشاہ کے بیٹوں کی خانہ جنگی تھا۔ جس نے آخر میں اس گھرانے کو تخت و تاج سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔

اگر کشمیر میں فتنوں کے محرک اور بنیاد میر عراقی ہیں؟ تو مورخین حضرات تاریخ کی اس حقیقت کا کیا جواب دے سکتے ہیں کہ جب بڈشاہ کے تین فرزند (حاجی خان، بہرام خان، اور آدم خان) اپنے باپ (بڈشاہ) کی بے بسی اور ضعیفی (وقت احتضار) کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنی قسمت آزمائی کے لئے جنگ و جدل، کشت و کشتار کا چوگان کھیل رہے تھے۔ اس واقعہ کا تو خود انہوں نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کیا ان کی نظروں میں یہ فساد کے مصادیق میں سے نہیں ہے؟

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کیا بہرام خان ولد بڈشاہ اور حسن خان ولد حیدر شاہ ولد بڈشاہ معرکہ میں نہیں پڑ گئے؟ اور چچا بھتیجے کی آمیزشیں لوگوں کو دعوت عبرت نہیں دینے لگیں؟ اور کیا حسن خان نے بہرام خان کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں گرم سلائی نہیں پھروا دی؟ کہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی۔ کیا یہ سب کارنامے ان کی نظروں میں فسادات نہیں تھے؟

کیا فتح شاہ (بڈشاہ کا پوتا) نے ہندوستان سے کمک لے کر چار بار کشمیر پر لشکرکشی کر کے ہزاروں افراد کی جانیں تلف ہونے کا سامان فراہم نہیں کیا؟ کیا وہ بھی ان جانبدار مورخوں کی نظروں سے اوجھل رہ گیا؟

کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ روز روز بادشاہوں کی منصوبی اور معزولی کیوں ہو رہی تھی؟ اپنے درخشان سابق کے برعکس جس میں بڈشاہ نے پچاس سال تک اکیلے حکومت کی، آئے دن بادشاہوں کا ردو بدل، منصوبی و معزولی کیوں ہو رہی تھی؟ اس کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے؟ کیوں کوئی دو مرتبہ تو کوئی فتح شاہ کی طرح تین مرتبہ اور کوئی محمد شاہ کی طرح پانچ دفعہ بادشاہت کے لئے منصوب اور پھر معزول ہوا؟ کیا یہ لوگ مجسّم تفرقہ اور فسادات کے شاخسانے نہیں تھے؟ جو صرف اس وجہ سے مورخوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ گئے چونکہ یہ تمام فتنے وفسادات ان کے ہم عقیدہ لوگوں سے متعلق تھے، اس لئے ان کی پردہ داری ضروری سمجھی گئی؟

بڈشاہ کے فرزندوں سے لے کر حبیب شاہ تک جو زمانہ گزرا ہے وہ چین اور آرام کا زمانہ نہ تھا۔ ہر طرف فتنہ وفساد کی تیز آندھیاں اس طویل عرصہ میں اٹھیں۔ میدان پیکار ہمہ وقت گرم رہا، سلطنت کی جدو جہد نے کشمیر کی فضا مکدر بنا دی گئی تھی جس کی وجہ سے جھگڑوں کا یہ سلسلہ سالہائے سال تک ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

شہزادوں کی اس قدر بے راہ روی اور نااتفاقی کے میدان میں، ان کو کشمیر کے مقتدر اور نوخیز گھرانوں کے افراد کی پشت پناہی حاصل تھی۔ وہ ابن الوقت کے مانند کبھی ایک بادشاہ، تو کبھی دوسرے بادشاہ کا ساتھ دے رہے تھے۔ خود کشمیر کے امراء گھرانوں میں بھی آپس میں سیاسی رقابت جاری تھی۔ ہر خاندان بادشاہ کا عزیز بن کر اپنے لئے مقام و منزلت کا طالب تھا۔ دوسرے بہت سارے خاندانوں کے ساتھ ساتھ ان میں چک خاندان اور مَلِک خاندان بھی تھے۔ یہ دونوں خاندان حکومت میں خاصا مقام رکھتے تھے۔ حالات کی رفتار بتلاتی ہے کہ میر عراقی کے آنے سے سالہا سال

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قبل انہوں نے سلطان شمس الدین شاہ میری کے عہد سے شاہی خاندان کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کردی تھی اور اسی زمانے سے ان کے عروج کے اسباب پیدا ہو گئے تھے۔ امراء کے آپسی نزاعات میں ان گھرانوں کا نام بھی تھا۔

میر عراقی کے آنے کے بعد ان گھرانوں نے شیعہ مذہب قبول کیا اب بیچ میں جو اُن لوگوں نے شیعہ مذہب اختیار کیا تو اس سے وہ دیرینہ جھگڑے کیونکر ختم ہو جاتے؟ پس شیعہ مذہب اختیار کرنے سے نہ تو پرانے فتنے ختم ہوئے اور نہ ہی اس کی بنیاد پر نئے فسادات ابھرے۔ امرا کے مابین جو کشمکش تھی وہ پرانی تھی بقول علامہ سید باقر موسوی گرچہ مذہب نیا تھا لیکن جھگڑے تو قدیمی تھے (۱) اب جب کہ یہ خاندان دوسرے امراء کے ساتھ سیاسی رقابت رکھتے تھے تو ان کا باہمی جھگڑنا کوئی تعجب انگیز بات نہیں تھی، چونکہ رقابت پرانی تھی۔

اس کے بعد مرزا حیدر کاشغری آیا۔ اس نے پرانے فسادات کو نئی ہوا دی، سیاسی چپقلشوں کو مذہبی رنگ دے کر اقتدار اور سیاست کے ان جھگڑوں کو شیعہ وسنی کا نام دیا۔ اس نے سیاسی جنگوں کو مذہبی رنگ دے کر لوگوں کو ابھارنے میں حد سے زیادہ حصہ لیا۔ اس نے اپنے سیاسی اغراض پورا کرنے کے لیے ان کشمیری امراء کی سیاسی جنگ کو دو مذہبوں کا نام دے کر شیعہ وسنی خلش کو اور زیادہ مضبوط بنا دیا۔

بعد کے مورخوں نے تعصب کی بنا پر ان تمام فتنہ وفساد کہ جن کی جڑیں میر عراقی کی تشریف آوری سے بہت پہلے مضبوط و مستحکم ہو چکی تھی، کو اندھا دھند میر عراقی جیسے مصلح اور اتحاد المسلمین کے داعی کی طرف نسبت دے کر آپ کو کشمیر کے تمام فتنوں کا ''اصل الاصول'' قرار دیا۔ ہم اپنی بحث کو مختصر کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ:۔

''بادشاہت کے حصول کی جنگوں نے ہی کشمیر کے خرمن امن کو محشرستان بنا دیا تھا اور یہ خود بڈشاہ کے بیٹے، پوتے، پرپوتے ہی تھے جنہوں نے نتائج کی طرف سے آنکھ بند کر کے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کی شان وشوکت اور عزت کو خاک میں ملا دیا اور شاہ میری اعزاز کے قصر کی اینٹ سے اینٹ

۱۔ اختر درخشان ۱۸۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے اینٹ بجادی۔ ان سیاسی جنگوں کا نہ میر شمس الدین عراقی اور نہ شیعہ چک خاندان یا ملک خاندان اصل الاصول تھے نہ ہی ان کے وسط اور نہ ہی آخر۔ بلکہ میر عراقی وصل کے لئے آئے تھے فصل کے لئے نہیں۔ لہٰذا آپ ہمیشہ امن و امان اور رواداری کے علمبردار تھے اور صلح و آشتی آپ کا بنیادی مقصد تھا"

تیسرے الزام کا جواب

میر عراقی پر اجباری تبلیغ کے ضمن، میں مورخ حسن نے "تاریخ حسن" میں لکھا ہے کہ چنانچہ اس کی (کاجی چک کی) متابعت اور پیروی میں شمس الدین عراقی نے خانقاہ زڈی بل پر مکمل طور سے قبضہ کر کے ہندوؤں اور سنی مسلمانوں کو جبری طور اپنے مذہب میں داخل کر کے مذہب امامیہ کی ترویج و اشاعت کی (۱)

اس سے پہلے کہ ہم اس بے جا تہمت کا جواب دیں، میر عراقی کی نسبت کشمیر کے بعض مورخین کے تعصّب کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جب یہی مورخین سلطان سکندر کے ہاتھوں زور زبردستی سے بنائے گئے مسلمانوں کی بات کرتے ہیں تو سکندر کی جارحیت کو جہاد جیسا مقدس نام دے کر اس کی غیر شرعی کارکردگیوں کا جواز پیش کیا جاتا ہے اور اس کے اس اقدام کو جائز اور مشروع قرار دینے کے لئے مورخوں نے بڑی بڑی دلیلیں بیان کی ہیں۔ یا اسی طرح ان کے ہاتھوں مندروں کی ویرانی کے طرز عمل کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں اور اسے "بت شکن" کا شاندار لقب دیا گیا ہے۔ لیکن میر عراقی کے شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے یہ مورخین ان کی پر امن تبلیغ کو بھی برداشت نہ کر پائے بلکہ اسے جبری تبلیغ کا نام دے کر ان کو بدنام کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔ کیا یہ سب دُہرے معیار کی عکاسی نہیں کرتے؟ اور کیا یہ سب کچھ جانبداری کے جذبے کا ثمرہ نہیں ہے؟

اب ہم مذکورہ الزام کی طرف آتے ہیں۔ جبری تبلیغ پر بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم جبر کے معنی و مفہوم کو جان لیں۔

۱۔ تاریخ حسن۔ جلد ۱، حصہ ۱۔ ص ۵۲۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جبر کے معنی زور اور دباؤ ڈالنے کے ہیں۔یعنی کسی چیز کو اپنی طبیعی حالت سے غیر طبیعی حالت کی طرف لے جانا۔اس کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب اس چیز سے زور اور دباؤ ہٹ جاتا ہے تو وہ پھر سے اپنی فطری حالت اور طبیعی خصوصیت کی طرف لوٹ آتی ہے۔

عام طور پر جبر کا ردعمل مشاہدہ میں آتا رہتا ہے غیر جاندار چیزوں کا جبری ردعمل تو واضح ہے لیکن انسانی تاریخ میں بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کسی نظریہ اور عقیدہ کو جبر واکراہ سے پھیلایا گیا تو جبر اور دباؤ کے ہٹنے کے ساتھ ہی وہ لوگ پھر اپنے چھوڑے ہوئے مسلک کی طرف لوٹتے ہوئے نظر آئے۔

پہلی مثال

جس کی پہلی مثال سلطان سکندر کے ہاتھوں سے زور وزبردستی بنائے گئے مسلمانوں کی ہے۔سکندر کے متعلق کشمیر کے مورخوں نے بتایا کہ اس نے ہزاروں ہندوؤں کو تلوار کی طاقت سے مسلمان بنادیا۔جب تک سکندر زندہ تھا یہ لوگ ظاہری طور پر مسلمان تھے اور کسی میں دم مارنے کی ہمت نہیں تھی (۱) لیکن کسی اچھے موقع کے وہ منتظر تھے کہ جب ان کے اُوپر سے دباؤ اور رعب ختم ہو تو وہ پھر سے اپنے سابق مذہب کی طرف پلٹ سکیں۔تو عملاً ایسا ہی ہوا، جب زین العابدین المعروف بڈشاہ بادشاہ بنا اور تسامح وتساہل کی سیاست اپنا کر سب کو مذہبی آزادی دی۔تو سلطان سکندر کے عہد میں زور زبردستی سے بنائے گئے مسلمان جوق در جوق اپنے مشرکانہ عقائد کی طرف لوٹ گئے اور اعلانیہ طور پر اپنے ترک کردہ مذہب پر کاربند ہوگئے۔اسی کو کہتے ہیں جبر کا ردعمل جو کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

خود یہی مورخ اپنی کتاب ''تاریخ حسن'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''کچھ ہندو جو سلطان سکندر بت شکن کے زمانے میں مسلمان ہوئے تھے سلطان زین العابدین کے دور میں اپنے مذہب کی طرف لوٹ گئے'' (۲)

۱۔تاریخ مکمل کشمیر ص ۳۲۳۔

۲۔تاریخ حسن۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مورخ فوق صاحب اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

''سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں ایک جماعت ایسی بھی تھی جس نے خوف یا طمع کی وجہ سے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔بڈشاہ نے جب مذہبی آزادی کا اعلان کیا اور اعلان کروایا اسلام لا اکراہ فی الدین کی تعلیم دیتا ہے اور مذہب کے معاملے میں جبر وتشدد سے منع کرتا ہے۔کئی پنڈت جو سابقہ سلاطین کے عہد میں ملک سیف الدین کے جبر واکراہ سے مسلمان ہو گئے تھے پھر اپنے سابقہ دین کی طرف آ گئے''(۱)

دوسری مثال

یہ تو صدیوں پہلے کی مثال تھی لیکن موجودہ دور میں بھی ایسا ہوا ہے ۱۹۹۲ء میں طالبان نے افغانستان میں کابل پر حملہ کر کے بقول خود ان کے اپنی اسلامی حکومت کا اعلان کیا۔اس اعلان کے ساتھ ہی اپنے خشک اور بے لچک افکار ونظریات ملک میں اسلامی قوانین کے نام سے جاری کروانے شروع کئے۔

ان کے غیر انسانی اور اسلام کے لبادے میں غیر اسلامی قوانین کا ہدف افغانی باشندوں کا ہر طبقہ بنا،خصوصاً خواتین کی تعلیم پر پابندی لگادی گئی اور تعلیم نسواں کو''شجر ممنوعہ'' قرار دیا گیا۔ٹیلی ویژن اور کیمرے بھی میوزیموں کے زینت بنے۔لوگوں کی شلوار چھوٹی تو داڑھی بڑھنے لگی،عورتوں کے مختصر اور تنگ لباس کی جگہ کشادہ اور سر سے پاؤں تک لپٹے لباس نے لی، یا اس کے علاوہ بہت ساری عجیب و غریب چیزوں کو وجود میں لایا گیا۔

لیکن سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب ۲۰۰۲ء میں امریکہ نے افغانستان پر طالبان کا قبضہ اور ان کی حکومت ختم کر دی تو دوسرے ہی دن طالبان دور میں رائج ومرسوم چیزیں اپنی عادی اور طبیعی حالت کی طرف لوٹ آئیں۔لڑکیوں نے پھر مدرسہ جانا شروع کر دیا۔کل تک لمبی داڑھی رکھنے والوں نے آج ''CLEEN SHIVE'' کر کے داڑھی منڈ وائی۔عورتوں نے چادروں کو صندوقوں میں مقفل کر کے اسکرٹ اور بغیر آستینوں بلیزیں پہنی شروع کیں۔بڑے کرتہ اور چھوٹے شلوار کی جگہ کوٹ و

۱۔تاریخ مکمل کشمیر ص ۳۵۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پینٹ نے لے لی۔ یہ جبر اور اس کے ردعمل کی دوسری مثال تھی۔ اب ہم میر عراقی کی طرف آتے ہیں۔

اگر کشمیر میں شیعیت کا فروغ واقعی میر عراقی کے دباؤ اور ان کی دھونس کا نتیجہ ہوتا تو کچھ عرصہ بعد ہی شیعیت کے نقوش ہی ارض کشمیر سے معدوم ہو جانے چاہیے تھے کیونکہ میر عراقی کی وفات کے محض پندرہ سال بعد ہی مرزا حیدر کاشغری جیسا سفّاک انسان کشمیر پر حملہ آور ہوا اور یہاں شیعہ مخالف حکومت قائم کی۔ پھر یہاں کے اہل تشیّع پر گونا گوں مظالم و مصائب ڈھائے گئے۔ مرزا حیدر کاشغری کی قتل و غارت سے شیعہ کٹتے رہے لیکن کسی نے اپنے عقیدہ اور ایمان کو ترک نہ کیا۔

المختصر فطرت کے لا استثنا (غیر مبدّل) قانون کے مطابق اس دور میں جہاں شیعہ ہونے کی سزا موت اور سنی مذہب اختیار کرنے کی صورت میں الطافات و انعامات اس کے انتظار میں تھے۔ لہٰذا جبر و اکراہ کا کسی نہ کسی رنگ میں ردعمل سامنے آجانا چاہیے تھا۔ اب وہ لوگ کہ جنہوں نے (ان متعصب مورخوں کے بقول) تلواروں کے سائے میں اپنا مذہب ترک کیا تھا، بڈشاہ کے زمانے کی طرح جوق در جوق اصلی مذہب میں پھر شامل ہو جانے چاہیے تھا۔ لیکن تاریخ کی ضعیف سے ضعیف اور غیر معتبر کتاب نے بھی اس بات کا اشارہ تک نہیں کیا ہے کہ کسی شیعہ نے شیعہ مذہب چھوڑ کر ہندو یا اہل سنت مذہب دوبارہ اپنایا ہے۔ انہوں نے قتل و غارت اور لوٹ مار کو برداشت کیا لیکن جو عقیدہ انہوں نے دل و جان سے اپنایا تھا اس سے کسی بھی صورت میں دست برداری پر راضی نہ ہوئے۔

"پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

الزام لگانے والوں کا خود اپنا قصور

نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جن مورخوں نے میر عراقی پر اجباری تبلیغ کا الزام لگایا ہے لیکن وہ اس کے ثبوت کے لئے حتیٰ ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکے۔ اس کے برعکس ان ہی مورخین نے اپنی کتابوں میں کئی سنی حکمرانوں کے ظلم و جبر، قتل و غارت، کشت و کشتار کی داستانیں جو انھوں نے شیعوں پر روا رکھی تھیں، بڑے فخر و مباہات کے ساتھ نہایت ہی جوش و جذبات میں لکھیں ہیں۔ جن کے روایتی ورود کے ساتھ خارجی آثار و شواہد بھی موجود ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیجئے تاریخ حسن، تاریخ مکمل کشمیر اور نگارستان کشمیر سے پہلا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

''میر عراقی بارہ سال کے بعد ملک کی طرف دوبارہ لوٹا اور یہاں مذہب امامیہ کی ترویج میں منہمک ہو گیا اس کے نتیجہ میں ملک موسیٰ رینہ، کاجی چک اور غازی چک کو اپنا مرید اور پیرو بنایا۔ میر سید محمد بیہقی کو اس کی یہ حرکتیں ناگوار گزریں اور اسے جبراً اسکردو کی طرف نکال دیا'' (۱)

حسن شاہ آگے لکھتے ہیں کہ:۔

شمس عراقی کا بڑا بیٹا میر دانیال اسکردو میں اپنے مذہب کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ مرزا حیدر کاشغری نے اسے انتہائی سرزنش اور لعن وطعن کے بعد کشمیر بلوایا اور ایک سال تک جبس میں رکھ کر اسے بھی قاضی عبدالغفور اور قاضی ابراہیم کے فتوے پر ہلاک کر دیا (۲)

ایک اور نمونہ :۔

خود مرزا حیدر کاشغری کی کتاب ''تاریخ رشیدی'' سے۔ وہ شیعوں پر کی گئی اپنی زور زبردستی اور سخت جانی کے بارے میں یوں فخر و مباہات کرتا نظر آرہا ہے **''خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کشمیر میں کوئی شخص علانیہ نوربخشی (شیعہ) مسلک کا اظہار نہیں کرتا ہے اور تمام لوگ اپنے آپ کو سنی مسلک کے مسلمان ظاہر کرتے ہیں کیونکہ وہ میری سنگدلی اور سخت جانی سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر انھوں نے کوئی دوسرا مسلک اختیار کیا تو ان کو قتل کیا جائے گا'' (۳)**

مرزا حیدر کاشغری ہو یا بعد میں آنے والے مغل اور افغان حکمران، سب نے ظلم و بربریت کا کوئی ایسا حربہ نہیں چھوڑا جو انہوں نے شیعوں کو مٹانے، ڈرانے دھمکانے اور ان کو نیست نابود کرنے کے لئے استعمال نہ کیا ہو۔ شیعوں کو جلاوطن کر دیا گیا، ان کا مال و متاع لوٹ لیا گیا، ان کے گھر اور ان کی جائدادیں جلائی گئیں۔ ان کے سروں کو تلواروں کی زد پر رکھا گیا، ان کے مذہبی علماء اور راہنماؤں کو قتل کر کے ریزہ ریزہ کیا گیا، زڈی بل میں شیعوں کی عصمت مآب خواتین کے مشترکہ مقبرے ''بی بی

۱۔ نگارستان کشمیر ص ۲۴۲ مکمل تاریخ کشمیر ص ۳۹۰، تاریخ حسن۔
۲۔ تاریخ سید علی، ص ۷۴، مکمل تاریخ کشمیر ص ۴۲۱، تاریخ حسن۔
۳۔ تاریخ رشیدی. مرزا حیدر، تصحیح عباس قلی غفاری فرد ص ۶۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مزار'' کا ذرہ ذرہ، ظلم وستم کی تاریخ دہرا رہا ہے اور تاریخ کے اوراق جن حادثات کا تذکرہ کرتے ہوئے خون چکاں نظر آتے ہیں۔ یہ سب مظالم شیعوں پر صرف اہل بیتؑ پیغمبرؐ سے محبت کرنے کے جرم میں روا رکھے گئے۔ میر عراقی پر جبری تبلیغ کا الزام لگانے والے کیا یہ نہیں جانتے تھے کہ جس الزام کو وہ میر عراقی پر عاید کرتے ہیں اس کے ارتکاب کے وہ خود ہی قصوروار ہیں۔

میر عراقی پر لگائے گئے الزامات کی بحث کو ہم اس امید کے ساتھ کہ اہل انصاف اور صاحبان بصیرت پر ان بیہودہ الزامات کی حقیقت سے پوری طرح واضح ہوئی ہوگی۔ یہیں تمام کرتے ہیں۔

ان تمام الزامات تہمتوں کا صرف یہ ہدف تھا کہ میر عراقی کی ذات کو مخدوش بنا کر اصل حقیقت پر پردہ ڈالا جائے یا بقول علامہ سید باقر موسوی صاحب ''اس قسم کی خامہ فرسائی سے یہ لوگ شاید یہ گمان کرتے تھے کہ وہ کشمیر کی اسلامی تاریخ کی مکمل ترجمانی کرتے ہیں اور آیندہ نسل کے سامنے تاریخ امت کی تصویر کے سارے نقوش پیش کر کے علم کے فرض کی انجام دہی سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ان کی نظروں سے پوشیدہ رہی کہ ان خرافاتی افسانوں اور بے بنیاد الزام تراشیوں سے وہ کشمیر کی اسلامی تاریخ، اسلامی ثقافت اور اسلامی ملت کے ساتھ ظلم وستم کر رہے ہیں۔ انھوں نے تاریخ اسلام کا صرف ادھورا باب تالیف کر کے سادہ لوح افراد کے سامنے اپنی تاریخ دانی، علمی امانت داری کی ادائیگی کا ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ مگر کیا اس سے دنیا دھوکہ کھا سکتی ہے؟'' دیانت دار مسلم دانشمندوں کا دینی فریضہ ہے کہ ایسے مورّخوں کی نگارشات کا تنقیدی جائزہ لیں۔

ملک موسیٰ رینہ

میر شمس الدین عراقی کی اسلامی تحریک کو کامیاب اور باثمر بنانے میں صوفیائے کرام کے علاوہ جن بلند ہستیوں نے کلیدی رول ادا کیا ان میں ملک موسیٰ رینہ، ملک کاجی چک، ملک دولت چک (۱) اور ملک محمد ناجی (۲) سرفہرست نمایاں ہیں۔

۱۔ ملک کاجی چک اور دولت چک کا ذکر چکوں کے دور میں تفصیل سے ذکر ہے۔

۲۔ ملک محمد ناجی اپنے زمانے کے بانفوذ سیاست مدار کے علاوہ ایک بے نظیر سپاہی تھے جنہوں نے بڑے معرکوں میں داد شجاعت حاصل کی ہے حسین شاہ اور یوسف چک کے دور میں وزارت کے منصب پر بھی فائز رہے ہیں، ۹۸۸ھ میں انتقال کیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملک موسیٰ رینہ کا شاہ میری حکومت میں کافی نفوذ تھا اور اپنے زمانے کے نامور وزراء، امراء، اور سیاست مداروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ جب میر شمس الدین عراقی سنہ ۹۰۲ ہجری میں دوسری بار کشمیر تشریف لائے تو (تحفۃ الاحباب کے مطابق) امراء میں سب سے پہلے ملک موسیٰ رینہ نے ہی میر عراقی کی صدائے تبلیغ پر لبیک کہا۔ انھوں نے تن من، دھن کی قربانی دے کر میر عراقی کی تحریک کو کامیاب بنادیا۔ موسیٰ رینہ کو جب پتہ چلا کہ ان کے محبوب (میر عراقی) کو زڈی بل کی زمین پسند ہے۔ تو انھوں نے زڈی بل میں اپنی تمام زمین کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال اور خادموں اور نوکروں کے سارے زیور وکپڑے، ہتھیار وگھوڑے میر عراقی کو بخش دیئے اور خود وہاں سے نقل مکانی کر کے محلہ آروٹ میں رہنے لگے (١)

ملک موسیٰ نے زڈی بل میں خانقاہ بنانے میں بھی کھل کر میر عراقی کی مالی معاونت اور حمایت کی۔ جب یہاں کے بعض علماء خانقاہ کی تعمیر رکوانے کے لئے سید محمد بیہقی کے پاس وفد لے کر گئے اور سید محمد بیہقی کو خانقاہ کا کام رکوانے پر تیار کیا تو یہ موسیٰ رینہ کا اثر ورسوخ ہی تھا جس نے بادشاہ کے دربار میر شمس الدین عراقی کی کھل کر حمایت کر کے ان کے مخالفوں کی آرزو کو متحقق ہونے نہیں دیا۔ اور اس کے علاوہ میر عراقی کو خانقاہ تعمیر کروانے میں مزید مالی تعاون فراہم کیا (٢)

میر عراقی کی پرکشش شخصیت نے ملک موسیٰ رینہ کو آپ کا ایسا گرویدہ بنادیا تھا کہ انہوں نے میر عراقی کے مقاصد کی تکمیلی کے لئے اپنی تمام جمع پونجی، طاقت وصلاحیت یہاں تک اپنی جان تک میر عراقی کی خدمت میں حاضر رکھی تھی۔ موسیٰ رینہ میر عراقی کے ساتھ جنگ میں خود بھی شرکت کرتے تھے اس کے علاوہ اپنے بیٹے کو بھی جنگ کے لئے میر عراقی کے سپرد کر دیا تھا۔ جنہوں نے ذال ڈگر کی جنگ میں اسلام مخالف طاقتوں کو بچھاڑنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔

موسیٰ رینہ سنہ ۹۰۷ ہجری میں کشمیر کے وزیر اعظم بنے اور پورے نو سال تک اس مقتدر منصب پر فائز رہے۔ لیکن وزیر اعظم ہونے کے باوجود عام حکمرانوں کی طرح دنیا کی چکا چوندی سے مرعوب نہ

١۔ تحفۃ الاحباب ونیز بہارستان شاہی مقدمہ اول ص ۶۴، ۶۵۔

٢۔ نسخۃ الصفویہ ص ۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہوئے بلکہ اس دور میں بھی ترویج اسلام اور تبلیغ دین محمدیؐ میں ہر طرح سے کوشاں رہے جس کے باعث ان کی نو سالہ حکومت میں چوبیس ہزار گھرانے نور اسلام سے منور ہوئے۔ حکیم صفدر ہمدانی صاحب نے تاریخ ملک حیدر چاڈورہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سلطان سکندر کے بعد کسی مسلمان بادشاہ نے اشاعت اسلام کے لئے اتنی کوششیں نہیں کیں جتنی کہ ملک موسیٰ رینہ نے اپنے دور حکومت میں کیں (۱)

ملک موسیٰ رینہ کا یہ دستور تھا کہ جہاں بھی لوگ اسلام کے دائرے میں شامل ہو جاتے تھے تو وہ وہاں ان کے مندروں کو مسجدوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ ان کے دور حکومت میں سلطان فتح شاہ تخت سے معزول ہو کر ہندوستان میں در در کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا۔ اس نے ملک موسیٰ رینہ کو اپنے ایک پیغام کے ذریعہ اپنی بے بسی سے مطلع کیا۔ ملک موسیٰ رینہ نے رحم کھا کر اس کو واپس آنے کی اجازت دے دی۔ لیکن اس نے یہاں آ کر ابراہیم ماگرے کے بیٹوں کو ساتھ ملکر ملک موسیٰ رینہ کے خلاف سازش و بغاوت کی۔ طرفین میں جب آمنے سامنے جنگ ہوئی تو موسیٰ رینہ کو شکست ہوئی اور خود بھی جنگ میں جان بحق ہوا۔ پھر اپنے آبائی مقبرہ میں جو جامع مسجد کے سامنے تھا دفن کر دیا گیا۔ (۲)

میر عراقی کے بعد شیعوں کی رہبریت

جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میر عراقی دو بار کشمیر تشریف لائے ہیں۔ پہلی بار آپ آٹھ سال یہاں قیام کر کے چلے گئے تھے۔ اتنے سالوں میں یقیناً کشمیر کی مقامی تہذیب اور ثقافت کے علاوہ یہاں کے سابقہ علمائے دین بالخصوص جناب بلبل شاہ اور شاہ ہمدان کی تبلیغی روش اور طور طریقے سے بھی آشنا ہو گئے تھے۔ جب ۱۲ سال بعد ۹۱۲ھ میں دوبارہ تشریف لائے تو آپ نے ان دونوں بزرگوں (بلبل شاہ اور شاہ ہمدان) کی تبلیغی روشوں سے استفادہ کر کے زیادہ سے زیادہ دین اسلام کی خدمات انجام دینے کا انتظام کیا۔ جناب بلبل شاہ کی پیروی کرتے ہوئے آپ نے بھی یہاں آ کر عوام الناس کے بجائے سب سے پہلے ذی علم اور مؤثر شخصیتوں کو اپنا گرویدہ بنایا اور ان کی

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۷ بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۱۷۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۱۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طرح اس راہ میں بہت تیزی سے کامیابی حاصل کی۔ یہی ان کی ارشادی اور صلح آمیزی کے ساتھ ساتھ مصالحت آمیز تبلیغ کی روشن دلیل ہے۔ اس طرز تبلیغ میں میر عراقی اور بلبل شاہ باہمی مشابہت رکھتے تھے۔

میر سید علی ہمدانی کی پیروی کرتے ہوئے جب میر عراقی دوسری بار وارد کشمیر ہوئے تو ان کی طرح اپنے ہمراہ سینکڑوں برگزیدہ علماء وسادات لے کر آئے۔ چونکہ آپ (میر عراقی) وعظ ونصیحت کی بنیاد پر مذہب تشیع کی اشاعت کا ارادہ رکھتے تھے تو میر ہمدانی کی طرح ان کو مختلف گاؤں اور شہروں میں تقرر فرمایا۔

آپ کے حکیمانہ عمل نے کشمیر میں ایک ایسا علمی گروہ پیدا کیا جس نے میر عراقی کی استدلالی تبلیغ کے سبب پہلے تو خود ہی اس مذہب کی حقانیت جان لی۔ پھر دوسروں کو بھی اسی ڈھنگ پر اپنے مذہب کے اصول سے متاثر بنایا۔ میر عراقی نے جس مکتب فکر کی آبیاری کی، اس کی برگزیدہ علمی شخصیتیں سرزمین کشمیر میں خاصی عظمت رکھتی تھیں اور یہی وہ بزرگ تھے جنھوں نے میر عراقی کے بعد اس کشتی کی ملاّحی اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے کسی جنبش کے بغیر ساحل امن تک لے آئے۔

میر عراقی کے بعد ان کے شاگردوں اور خاص مریدوں نے تبلیغی فرائض انجام دینے کی ذمہ داری سنبھالی اور اپنے وجود پر فیض سے شیعیان اہل بیتؑ کو مستفیض کرتے رہے۔ اگر چہ تحفۃ الاحباب اور بہارستان شاہی کی رو سے آپ کے ہزاروں شاگرد اور مرید تھے۔ جن میں بعض کے نام پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں۔ لیکن بعض شاگرد اور مرید میر عراقی کے پاس کچھ زیادہ ہی مقام ومنزلت رکھتے تھے۔ یہ وہ شاگرد تھے جنھوں نے آپ کے بعد تشیع کی ترویج کے لئے بے انتہا خدمات انجام دیں۔ ان میں بابا طالب، بابا علی نجار، شیخ حسن زڈی بلی کی مشہور ومعروف شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔

عبدالقادر اپنی تاریخ ''حشمت کشمیر'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

"بابا خلیل، و بابا طالب و شیخ حسن زڈی بلی مجتهد این مذهب مشهور شدند" یعنی بابا خلیل، بابا طالب، شیخ حسن زڈی بلی شیعہ مذہب کے مجتہد مشہور ہوئے۔

ان شخصیات کے علاوہ ایک اور جانی پہچانی شخصیت تھی جس نے کشمیر میں مذہب تشیع کو اپنے خون

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے سیراب کیا وہ میر عراقی کے فرزند جناب دانیال کی ذات گرامی تھی۔ جس نے دن رات تبلیغ دین میں بسر کر کے مرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں سے جام شہادت نوش کیا۔ میر عراقی کے بعد جناب دانیال ہی شیعوں کے مذہبی راہنما اور مرکز وحدت تھے۔

جناب میر سید دانیال

کشمیر میں شیعہ مذہب کی تبلیغ و ترویج کے سلسلے میں جن بزرگ تاریخ ساز شخصیتوں نے عظیم قربانیاں دی ہیں ان میں جناب میر سید دانیال شہید ایک امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔

سید دانیال میر عراقی کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی ولادت کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تحفۃ الصفویہ میں میر دانیال کی ولادت ۹۰۱ھ بتائی گئی ہے (۱) جبکہ تحفۃ الاحباب میں آپ کی ولادت کے بارے میں کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں کی گئی ہے۔ البتہ اتنا ضرور درج ہے کہ جب سید محمد بیہقی کے بعد موسیٰ رینہ حاکم بنے تو اس وقت آپ کا سن بارہ سال تھا۔ جس کا اعتراف نسخۃ الصفویہ کے مصنف نے بھی کیا ہے (۲) چونکہ موسیٰ رینہ ۹۰۷ھ ہجری میں وزیر اعظم بنے۔ اس اعتبار سے آپ کی ولادت ۹۰۱ھ کے بجائے ۸۹۵ھ ہجری معلوم ہوتی ہے۔

میر دانیال نے اپنے پدر بزرگوار کے سایہ میں ہی تعلیم و تربیت پائی اور باپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت، علمی مدارج اور سلوک و عرفان کے مراتب طے کر کے باپ کی جیتی جاگتی تصویر بنے۔ اور لڑکپن ہی سے آپ کی پیشانی پر ذہانت، شرافت اور بزرگی اور نبوغ کے آثار کی جھلک ہویدا تھی۔

میر دانیال ۱۲ برس کے سن میں چلے میں بیٹھے تھے اور شمعیں روشن کر کے درویشوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ آداب اور قواعد جو چلہ نشینی کے لئے ضروری ہوتے تھے کمسنی میں ہی سیکھے تھے ۹۲۸ھ ہجری میں جب میر عراقی نے سید دانیال کو اپنا خلیفہ و جانشین قرار دیا تو تمام صوفیائے اکابرین نے ان کی بیعت کی۔ اگرچہ باپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف ۳۷ سال تھی مگر باپ کی طرح مستعدی سے تبلیغ دین کا فرض انجام دینے لگے اور مذہب شیعہ کی بقا و تحفظ کے سلسلہ میں اپنے مساعی جمیلہ کو صرف کیا۔

۱۔ نسخۃ الصفویہ، ص ۱۰۴۔

۲۔ نسخۃ الصفویہ، ص ۳۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری کا حملہ

مقدمہ

اس سے پہلے اس بات کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ میر عراقی کی تبلیغ سے کشمیر میں مذہب تشیع نے بہت زیادہ وسعت پائی تھی۔ ملک کے امیر اور با اثر خاندان آپ کے مرید اور پیرو کار بننے سے حکومت کا نظم ونسق عملاً شیعوں کے ہی ہاتھوں میں آیا تھا۔ اگر چہ بادشاہ بھی برائے نام کشمیر میں موجود تھا۔

لیکن ہر حکومت کا لازمہ ہے کہ ملک میں موجود امراء اور اشراف اسے اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے قسمت آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں ہمیشہ شدید رقابت ہوتی ہے۔ اپنے رقیب کو شکست دینے کے لئے وہ ہر ممکن چیز کی تلاش میں رہتے ہیں۔

کشمیر بھی اس صورت حال سے مستثنیٰ نہیں تھا اور یہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ میر عراقی کے کشمیر آنے سے بہت پہلے یہاں امراء میں شدید رقابت جاری تھی۔ اب جبکہ حکومت کاجی چک (جو شیعہ مذہب تھا) کے ہاتھوں میں تھی، تو امراء نے شورشوں اور بغاوتوں کے ذریعہ ان (کاجی چک) کو شکست دینے کی پوری کوششیں کیں۔ لیکن ان شورشوں اور بغاوتوں میں جب ان کو شکست اور ناکامیوں کے سوا کچھ اور ہاتھ نہیں آیا تو وہ داخلی شورشوں سے ناامید ہوئے، لہٰذا بیرونی امداد (مغلوں کی امداد) کے سوا کوئی اور چارہ کار نظر نہیں آیا۔ بیرونی امداد حاصل کرنے کے لئے یہاں کشمیر کے موجودہ حکمران (کاجی چک) کا شیعہ ہونا نیز شیعیت کا روز بروز بڑھتا ہوا اقتدار، ان کے لئے ایک اچھا بہانہ تھا۔ جس سے وہ بیرونی حکمرانوں کو کشمیر پر حملے کرنے کے لئے اکسا سکتے تھے۔

ظاہری طور پر شیعہ حکومت گرانے اور ان کی بے پناہ مقبولیت کو ختم کرنے کے عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے، کشمیر کے یہ لوگ ایک وفد کی صورت میں ہمایوں کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اگر چہ شیر شاہ سوری سے شکست کھانے کی وجہ سے وہ لوگ ہمایوں کو کشمیر پر حملے کے لئے راضی نہیں کر سکے، لیکن حسب ذیل بیان کئے گئے اسباب کی بنیاد پر مرزا حیدر کاشغری کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے راضی ہوا۔

الف۔ کشمیریوں خصوصاً شیعوں سے ۹۳۹ ہجری میں اپنی شرمناک شکست کا بدلہ لینا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ب۔ کشمیر کو اپنی سلطنت کے ساتھ ملانا۔

ج۔ کشمیر کو مذہب تشیع اور اس کے ماننے والوں سے بزعم خود آزاد کرانا (۱)

مرزا حیدر کاشغری کی حکومت

غالباً مذکورہ مقاصد کی بجا آوری کے لئے مرزا حیدر کاشغری ۹۴۷ھ ہجری میں ابدال ماگرے اور ریگی چک (۲) کی دعوت پر کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ (۳) کشمیر کا حاکم کاجی چک بھی مقابلہ کے لئے نکلا، لیکن بدقسمتی سے بعض عام امراء اور سردار، حملہ آوروں کا مقابلہ اور ملک کا دفاع کرنے کے بجائے اپنے تمام فوجی اور دیگر وسائل کے ساتھ دشمن کی فوج سے ملحق ہو گئے۔ اس طرح مرزا حیدر کاشغری کشمیر پر مسلط ہو گیا اور ابراہیم شاہ کو تخت سے اتار کر فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کو تخت نشین کیا۔ لیکن ملک کے تمام امور اپنے ہی ہاتھ میں رکھے اور بادشاہ صرف برائے نام تھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری کا یہ دوسرا حملہ تھا۔ اس سے پہلے بھی ۹۳۹ھ ہجری میں انہوں نے ''سلطان سعید خان'' والی کاشغر کی طرف سے چودہ ہزار سوار کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا تھا۔ لیکن چونکہ اس حملہ کا تعلق "تاریخ شیعیان کشمیر" کے بجائے عمومی تاریخ کشمیر سے ہے۔ اسلئے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے یہاں موقع کی مناسبت سے صرف اس حملے کے دوران کشمیریوں کے ساتھ اس کے روا رکھے گئے مظالم کی داستان اختصار کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔

مرزا حیدر کاشغری جب سرینگر میں وارد ہوا تھا تو اہل شہر کثیر تعداد میں کاشغریوں کی سفا کی اور غارت گری سے عاجز آکر جزیروں، جنگلوں، اور پہاڑی غاروں میں پناہ گزین ہوئے (۴) مرزا حیدر کاشغری جہاں جہاں بھی جاتا تھا وہاں دست ظلم دراز کر کے تباہی اور بربادی مچاتے ہوئے لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت شروع کرتا تھا (۵)

۱۔ اس کی وضاحت آگے آرہی ہے اور اس کے منفی کردار سے یہ صاف ظاہر ہوا تھا۔

۲۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں داخلی شورشوں میں شکست کھانے کے بعد ہندوستان بھاگ گئے تھے اور وہیں دربدر پھرتے رہے۔

۳۔ تاریخ سید علی ص ۴۵، ۴۶۔

۴۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۱۹، تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ص ۳۳۲۔

۵۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۱۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مورخ حسن کے بقول وہ مردوں کو قتل کیا کرتا تھا اور عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے غلام بنایا کرتا تھا (۱) مختصر یہ کہ مرزا حیدر کاشغری نے قتل و غارت گری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی جس کی وجہ سے لوگوں نے سردی کے دنوں کو سخت مشکل، ذلت و خواری، رنج و تعب اور مصیبت میں گزارا (۲) لیکن موسم بہار میں شیعوں خصوصاً کاجی چک، ملک محمد ناجی چاڈورہ، ملک موسیٰ رینہ وغیرہ نے بعض سنی سرداروں کے ساتھ ترک فوجوں پر حملہ کیا۔ ترک سپاہی لڑتے لڑتے عاجز آگئے۔ بہارستان شاہی کے مطابق مرزا حیدر کاشغری صلح پر مجبور ہوا (۳) وراپنے بچے کھچے سپاہی ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔

اس طرح کشمیریوں نے اپنے اتحاد اور یکجہتی سے ملک کو ترک حملہ آوروں سے نجات دلائی، لیکن دوسری طرف مرزا حیدر کو یہ شرمناک شکست اندر ہی اندر دل میں کھٹکتی رہی۔ وہ موقع کے انتظار میں تھا تاکہ وہ مزاحمت کرنے والوں سے انتقام لے۔ اب جبکہ کشمیر میں بعض خود خواہ اور خود غرض افراد نے اپنے اقتدار کی جنگ کو مذہبی جنگ کے لباس میں پیش کیا اور ملک کے خرمن امن میں آگ لگا کر کشمیریوں میں نفاق اور اختلاف کے بیج بوئے۔ اور کشمیری امراء ملک کا سودا کرنے کے لئے اس کے پاس پہنچے ہوں گے تو یقیناً مرزا حیدر کاشغری کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہی ہوگی، لہٰذا وہ ہمایوں بادشاہ کے بغیر ہی کشمیر پر حملہ آور ہوا۔

جب مرزا حیدر کاشغری نے کشمیر پر قبضہ کرلیا تو دوبارہ پھر ظلم کرنا شروع کیا۔ اگرچہ یہاں کے سبھی لوگ اس کی ستم شعاری اور سفاکی سے پہلے ہی واقف تھے۔ لیکن پھر بھی بعض لوگوں کی ناعاقبت اندیشی کے سبب اس نے دوبارہ کشمیر میں اپنی جارحیت کا تسلط جمایا۔ چنانچہ جب وہ پہلی مرتبہ ۹۳۹ ہجری میں کشمیر میں حملہ آور ہوا تھا، تو چھ ماہ تک یہاں قتل عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اس قتل عام کے پیش نظر یہاں کے علماء اور بزرگان دین نے اس کے خلاف جہاد کا حکم دیا تھا (۴) جس کے نتیجے میں کشمیریوں نے متحد ہو کر اس کے خلاف جہاد کر کے اسے واپس ڈھکیل دیا تھا۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۲ ص ۳۳۲۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۲۷۔
۳۔ بہارستان شاہی ص ۳۴۱۔
۴۔ بہارستان شاہی ص ۱۲۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مگر چونکہ اس دفعہ اسے خود بعض کشمیریوں کی حمایت حاصل تھی لہٰذا جن لوگوں نے اس کے تسلط اور بربریت کے خلاف آواز اٹھائی ان کا قلع قمع کر دیا۔ خصوصاً شیعوں کے سردار ''کاجی چک'' کے انتقال کے بعد اس نے میدان خالی پاکر اپنے پوشیدہ اور دیرینہ مقاصد کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا۔ چونکہ امامیہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ، شافعی مسلک کے علماء نے ہی ۹۳۹ ہجری میں مرزا حیدر کاشغری کے خلاف حکم جہاد دیا تھا لہٰذا وہ ان مسلک کے لوگوں کو اپنی حکومت کا خیر خواہ نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے حنفیوں کے سوا باقی تمام لوگوں سے متنفر ہو گیا تھا۔ اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ ان لوگوں کے قتل عام کے بعد ہی اس کی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو سکتی ہیں، اسی لیے اس نے حاجی پانڈے، عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے باہمی تعاون سے یہاں کے بڑے بڑے علماء، فضلاء، عابد شب زندہ دار اور صاحبان تقویٰ (جن کی زندگی محراب عبادت میں گزری تھی) کو بڑے پیمانے پر تہہ تیغ کیا۔ ان کی لاشوں سے نازیبا و ناقابل بیان بدتمیزیاں کیں، ان کے اعضا قطع و برید کیے گئے۔ بعضوں کے سر کو ''اوکھلی'' میں ڈال کر کوٹا گیا اور بعضوں کو جلایا گیا (۱) مورخ خواجہ سیف الدین پنڈت اپنی کتاب "تاریخ جدولی کشمیر" میں مرزا حیدر کاشغری کی حکومت میں شیعوں کی حالت کے بارے میں یوں رقمطراز ہے ''اس (مرزا حیدر کاشغری) کے قیام کے دوران ۹۵۵ ہجری کو شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کو ختم کیا گیا'' (۲)

شیعیان کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری کے دردناک مظالم

مرزا حیدر کاشغری نے جو دردناک اور الم ناک مصائب شیعوں پر ڈھائے ہیں ان کی پوری تفصیل بیان کرنے سے قلم قاصر اور زبان عاجز ہے۔ تاریخ محفوظ رہنے کی غایت سے ہم اس کے، بے انتہا ظلم کی داستان سے بھری کتاب میں، صرف ایک صفحہ پر اجمالی نظر ڈالتے ہیں، جو یقیناً مشتے نمونہ از خروارے کے مترادف ہوگا۔ جس سے بخوبی مرزا حیدر کی شیعیان علیؑ کے ساتھ اس کی دشمنی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ مقدمہ بہارستان شاہی، ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۱۲۱۔
۲۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر، ص ۱۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

الف۔ شیعوں کا قتل عام

ملک کاجی چک (۱) کے انتقال کے بعد چک خاندان اور شیعوں کے حوصلے اور ولولے ختم ہو گئے اور یہ لوگ پریشان اور زبوں حالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ کیونکہ اب ان کی رہبری اور راہنمائی کے لئے کاجی چک جیسا قائد موجود نہ تھا۔

شیعوں کی بد حالی کا فائدہ اٹھا کر مرزا حیدر نے دیگر امراء کے ساتھ عوام اور سپاہیوں کو شیعہ مسلمانوں کے قتل عام کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی وہ سپاہی اور وہاں کے لوگ مور وملخ کے مانند شیعوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے۔

ب۔ شیعوں کے گھروں کا لوٹ و مار اور آتش زنی

مورخ حسن کے بقول مرزا حیدر کاشغری نے لوگوں کو شیعوں کے گھر لوٹنے اور غارت کرنے پر اکسایا پھر اس کے کہنے پر دیکھتے ہی دیکھتے چاروں اطراف سے لوگ شیعوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے گھروں کو لوٹ مار کر کے نذر آتش کیا (۲) تاریخ ملک حیدر کے مطابق قاضی میر علی کو جلاوطن کر کے اس کے گھر بار کو لوٹ لیا (۳)

ج۔ دینی پیشواؤں کا قتل کر کے ان کے جنازوں کی بے حرمتی

مرزا حیدر کاشغری نے پہلے شیعوں کو قتل عام اور لوٹ مار کرنے کا عمومی اعلان کیا تھا، ان حملوں میں جو شیعہ جان بچانے میں کامیاب ہوئے تو مرزا حیدر نے چ ن کر انہیں گرفتار کر کے قتل کیا۔ جن میں میر عراقی کے فرزند میر دانیال (۴) کے علاوہ ایک عظیم شخصیت نگلی ریشی کی تھی، جو میر عراقی کے فرزند شیخ دانیال کے جانشین میں سے تھا، ان کو بھی ۸ ذی الحجہ ۹۵۵ھ قتل کیا یہ قتل کرنے کے بعد ان کے جسم کے اعضاء کاٹ کر، ان کے سر کو شالی کوب (کشمیری مُوہل) سے کوٹا۔ پھر بڑی ذلت کے ساتھ ان کے جسم کو جلا دیا (۵)

۱۔ جو ملک کا دفاع کرتے کرتے موضع تھنہ (پونچھ) کے مقام پر بعارضہ بخار ۹۵۱ھ میں انتقال کر گیا۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۲ ص ۳۴۶۔

۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۲۔

۴۔ ان کی شہادت کی تفصیل موقع کی مناسبت سے آگے درج ہے۔

۵۔ تاریخ ملک حیدر ص ۷۲ و نیز واقعات کشمیر ص ۱۳۰۔، گزشتہ حوالہ نسخہ الصفویہ، ص ۱۰۶، ۱۳۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسی طرح مرزا حیدر کاشغری نے میر شمس الدین عراقی کے ایک مشہور و معروف اور بزرگ دین صوفی اور درویش بابا داؤد کو سخت اذیتیں دے کر قتل کیا (۱) پھر ان کی لاش کتّوں کے سامنے ڈال دی (۲)

بابا علی نجار (جو ابتداء میں شیخ الاسلام بابا اسماعیل کے سب سے بڑے قابل احترام مرید تھے اور جنہوں نے میر عراقی کے آنے کے بعد مذہب تشیع قبول کیا تھا۔ درآن حالیکہ ان کی عمر سو سال سے تجاوز کر گئی تھی) کو مرزا حیدر نے قتل کرنے کے ارادے سے اپنے پاس بلایا، بابا علی نجار نہایت ہی کمزور اور نحیف ہونے کی وجہ سے کچھ آدمیوں کے سہارے مرزا حیدر کاشغری کے دربار میں حاضر ہوئے۔ جب ملک محمد ناجی نے بابا علی کی حالت دیکھی تو ان کی رگ حمیت بھڑک اٹھی اور مرزا حیدر کو ان کے قتل سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اور اسے باور کرایا کہ ان کی موت سے حالات خراب ہو سکتے ہیں۔

ملک محمد ناجی کی بات مرزا حیدر کے ذہن میں بیٹھ گئی اور بابا علی کے قتل سے باز آیا۔ لیکن بابا علی کو روحی اور جسمانی اذیت پہنچانے کے لئے اس نے ایک غیر انسانی حرکت انجام دیتے ہوئے بابا علی کی داڑھی منڈوا کر ان کے چہرے کو سیاہ کیا، پھر گدھے پر سوار کر کے واپس بھیج دیا (۳)

مرزا حیدر کاشغری نے نہ فقط نامور شیعوں کو ہی موت کے گھاٹ اتارا، بلکہ عام کشمیریوں حتی اہل سنت میں سے بھی اگر کسی کو شیعہ ہونے کی تہمت دی جاتی تھی، تو اس کی جان بھی نہیں بخشتا تھا۔ تاریخ ملک حیدر میں بھی آیا ہے کہ "وصل حاجی خطیب را کہ اہل سنت و جماعت بود بہ تہمت تشیع کشت" (۴) یعنی مرزا حیدر کاشغری نے ملا حاجی، جو اہل سنت و جماعت سے تھا، کو شیعہ کی تہمت میں قتل کیا۔ مورخ اعظم دِدّمری نے اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب میں یوں کیا ہے کہ "مرزا حیدر نے رفض کی شہرت کی وجہ سے اہل خدمات (یعنی حکومت کے ملازم لوگ) اور سرکردہ لوگوں کی ایک جماعت کو بھی قتل کیا' (۵) مولوی حاجی خطیب کو بھی جو ایک نامور سنی عالم و فاضل تھے۔ شیعہ ہونے کی تہمت لگا کر قتل کیا (۶)

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۲۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۴۴۔
۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۴۴ و نیز بہارستان شاہی مقدمہ دوم ص ۱۲۲۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۲۔
۵۔ واقعات کشمیر ص ۱۳۰۔
۶۔ بہارستان شاہی مقدمہ دوم، اکبر حیدری ص ۱۲۲ و نیز تاریخ شیعیان کشمیر ص ۴۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

د۔عبادت گاہوں اور مساجد کی آتش زنی

مرزا حیدر کاشغری نے لوگوں کو شیعوں کے قتل عام، لوٹ مار کے ساتھ ساتھ شیعوں کے مذہبی مقامات کو بھی نذر آتش کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجے میں لوگوں نے شیعوں کی مساجد، دینی اور تبلیغی مراکز کو بھی جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کیا۔جن میں میر عراقی کی شاندار اور بے نظیر تاریخی خانقاہ، زڈی بل سرفہرست ہے۔اس بارے میں مورخ حسن کے الفاظ یوں ہیں۔

''۹۵۵ ہجری میں مرزا حیدر کاشغری نے تعصب اور تنگ نظری کا جھنڈا بلند کر کے اعیان شہر کے مشورے سے عامۃ الناس کو شیعوں کی لوٹ مار پر بے باک بنا دیا۔جس کے نتیجے میں شیعوں کے گھروں کو آگ لگا دی گئی، شمس الدین عراقی کی زڈی بل والی خانقاہ بھی نذر آتش کی (۱)

ہ۔میر عراقی کے مرقد (آستانہ) سے ناقابل بیان بے حرمتی

مرزا حیدر کاشغری بڑا متعصب اور آل رسولؐ کے دشمنوں کا سرغنہ تھا۔اس کو حضرت علی (ع) کی ذات مقدس سے بہت زیادہ بغض و حسد تھا (۲) جس کی وجہ سے وہ حضرت علیؑ کے نام لیواؤں سے

۱۔تاریخ حسن جلد ۲ حصہ دوم ص ۳۴۶۔ترجمہ کشمیری۔

۲۔یہ بھی ایک تعجب خیز اتفاق ہے کہ مذکورہ ظالم حکمران کو جس ذات گرامی کے اسم مبارک پر نام رکھا گیا تھا، اسی ذات اقدس کے ساتھ اسے بغض و عداوت تھی اور اس کے نام لیوا اس حکمران کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔
تاریخ میں ایسے ظالموں کی کمی نظر نہیں آتی جن کا کام ان کے نام سے بالکل متصادم تھا، مثلاً عراق کے سابق صدر ''صدام حسین''، جس نے جہاں ہزاروں عام انسانوں کو تہہ تیغ کیا، وہیں اس نے کئی عظیم علماء کو بھی شہید کر ڈالا۔اس کی ظلم و بربریت کی کتاب کا ایک سیاہ ترین ورق اس کی حسین (ع) دشمنی کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔جس کے ایک صفحے پر شہید باقر الصدر اور دوسرے صفحے پر شہیدہ بنت الہدی کی دردانگیز داستان رقم ہے۔
ان دو ظالم (مرزا حیدر کاشغری اور صدام) حکمرانوں کی حق سے عداوت کے باوجود بھی علی و حسینؑ کے نام نامی سے منسوب ہونا اس حقیقت کا کھلا اعتراف ہے کہ دشمنان اہل بیت لاکھ چاہیں کہ علویؑ و حسینیؑ مشن کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈا کرتے رہیں، یہ مشن ہرگز ہرگز مٹنے والا نہیں ہے، جس کی جیتی جاگتی مثال ان دو عظیم شخصیات کے عظیم کارناموں کی شہرت و تشہیر ہے۔
دراصل حق میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شدید مخالفوں کو بھی کسی نہ کسی لحاظ سے مرعوب کر ہی لیتا ہے۔اور کسی نہ کسی رنگ میں مخالفین حق بھی شعوری یا غیر شعوری طور اہل حق کی عظمت کا اعتراف کر ہی لیتے ہیں۔شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

انقلاب کربلا کی تاثیر تو دیکھئے　　یزید وقت نے بھی حسین نام رکھا ہے (صدام کی طرف اشارہ ہے)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کینہ وعناد رکھتا تھا (۱) اس کی شقاوت اور سفاکی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے حتی میر شمس الدین عراقی کی قبر تک کھود کر اس میں آگ لگا دی اور کئی روز تک اس میں ہزار عدد حطب لکڑی جلائی جاتی تھی۔ پھر اس قبر کو کوڑا دان بنایا (۲) مورّخ حسن نے بھی اس بارے میں اسی طرح کا حوالہ دیا ہے (۳)

و۔ حنفی مذہب کے سوا تمام مذاہب پر پابندی

شیعوں کے قتل عام کے بعد اس نے تمام ملک میں یہ اعلان کروایا کہ جو کوئی شیعہ یا نوربخشیہ مسلک اختیار کرے گا، یا میر عراقی کی پیروی کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

شیعہ مذہب کے علاوہ اس نے ہمدانیہ اور شافعی مسلک کے لوگوں کا بھی بہت حد تک صفایا کر دیا (۴) مرزا حیدر کاشغری کی یہ دہشت گردی اور یہ چنگیزیت آٹھ سال تک کشمیر میں قائم رہی۔ اسے اس بات پر فخر تھا کہ اس نے سنی (حنفی) مسلک کے سوا باقی تمام مسالک کے لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہے جس کا اعتراف وہ خود اپنی کتاب ''تاریخ رشیدی'' میں یوں کرتا ہے۔

"الحمد الله الذی علی هذا التوفیق حلیا کسی ز این مزخرفات (تشیع) را آشکار نمی تواند کرد. همه منکر مطلق اند و خود را ز اهل سنت و جماعت می نمایند، و شدت بنده پیش اینان معلوم شده است که اگر ظاهر شود به غیر قتل معامله دیگر نخواهد رفت" (۵)

۱۔ بہارستان شاہی، مقدمہ دوم ص ۱۲۱۔

۲۔ تاریخ سید علی ص ۴۷، تاریخ شیعیان کشمیر ص ۴۴۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ دوم ص ۳۴۶۔ ترجمہ کشمیری۔ لیکن عملی طور سے مرزا میر عراقی کی لاش کے ساتھ ایسا نہیں کر سکا۔ بلکہ ابھی وہ اس انسانیت سوز جرم کی ارتکاب کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ چاڈورہ کے بعض مخلص شیعوں نے میر عراقی کا جسد زیر زمین سرنگ کھود کر خفیہ طور برآمد کر کے اپنے گاؤں چاڈورہ کی طرف منتقل کر دیا اور وہیں دفنا دیا میر عراقی کی قبر آج بھی چاڈورہ میں ہی معروف ہے اور زیارت گاہ مومنین ہے اسی احاطہ میں ان کے خاص مرید ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم کی قبر بھی موجود ہے۔

۴۔ بہارستان شاہی، مقدمہ دوم ص ۱۲۴۔

۵۔ تاریخ رشیدی ص ۶۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یعنی ''خدا شکر ہے کہ اس وقت کشمیر میں کوئی شخص اعلانیہ طور نوربخشی (شیعہ) مسلک کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ بلکہ تمام لوگ اپنے آپ کو سنی مسلک کے مسلمان تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ میری سنگدلی اور سخت جانی سے واقف ہیں انھیں بخوبی معلوم ہے کہ اگر کوئی دوسرا مسلک اختیار کریں گے تو موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے''

ایک طرف اگر مرزا حیدر کاشغری نے شیعوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا اور ان پر انسانیت سوز جرائم روا رکھے، جن سے شیعوں کا زندہ بچ جانا کسی معجزہ الٰہی سے کم نہیں ہے۔ لیکن دوسری طرف یہی مرزا حیدر، خدا، رسول، قرآن، کتاب، کعبہ وقبلہ، دین ومذہب کا انکار کرنے والے مشرکوں اور کافروں کے ساتھ بڑی عزت واحترام کے ساتھ پیش آتا تھا۔ خود سے راضی رکھنے کے لئے ان کو خصوصی مراعات اور سہولتیں دے رکھی تھیں جس کا اعتراف تمام مورّخوں من جملہ مؤرّخ غلام محمد نبی شاہ، حسن شاہ، محمد الدین فوق، قاضی ظہور الحسن ناظم، خواجہ سیف الدین پنڈت نے بھی کیا ہے۔

مورخ حسن نے مرزا کی ہندونوازی کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ:۔

''مرزا حیدر نے اہل سنت وجماعت کے علاوہ ہندوؤں کو بھی چین وسکون پہنچانے کے ساتھ ساتھ انہیں آسودہ حال بنا کر ان کے دلوں کو خوش کیا ہے۔ اور وہ بڑی محبت سے ان کے ساتھ پیش آتا تھا''(۱)

وجیز التواریخ کا بیان ہے کہ:۔

''مرزا اہل اسلام کی امداد اور رعایا کی شفقت کی طرف خوب مائل ہوا اور ہندوؤں کو نہایت رحم وکرم سے نوازا'' یا اسی طرح ہندوؤں نے عدل وانصاف پروری کا سہارا پایا(۲)

محمد الدین فوق مرزا کی ہندونوازی میں یوں رقمطراز ہے:۔

''جس طرح مسلمانان اہل سنت اس کی حمایت وسرپرستی میں شاداں تھے، اسی طرح اہل ہنود بھی اس کی بے تعصّبانہ کاروائیوں اور دیگر عنایتوں سے مسرور تھے(۳) خواجہ سیف الدین پنڈت لکھتے ہیں کہ'' وہ شیعوں کی بے قدری کرتا تھا''(۴)

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۲۴۳۔
۲۔ وجیز التواریخ، ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف۔ ص ۱۲۲، ۱۲۳۔
۳۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۱۷۱۔
۴۔ مختصر تاریخ کشمیر ترجمہ، تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۲۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مرزا حیدر کاشغری کے بیان کی تائید بہارستان شاہی ڈاکٹر اکبر حیدری نے تاریخ فرشتہ سے بھی نقل کر کے لکھا ہے کہ تاریخ فرشتہ میں بھی مرزا حیدر کاشغری کی زبان کے حوالہ سے درج ہے کہ میں (مرزا حیدر) نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد (مذہب شیعہ) پر مائل تھے، گروہ اہل حق (اہل سنت) میں داخل کیا اور بہتوں کو تہ تیغ کیا۔ یہ لوگ زندیق اور ملحد ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے(۱) ہی سے بھی ہوتی ہے اس میں درج ہے کہ۔

"مرزا حیدر کاشغری نے شیعہ، نور بخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مذہب کے لوگوں پر پابندی لگادی تھی اور انھیں مذہب بدلنے کا حکم دیا تھا جس کی وجہ سے کوئی بھی مذکورہ مذاہب کا نام لینے کی جرات نہیں کرتا تھا" (۲)

مرزا حیدر کاشغری کی اس وحشت ناک سخت گیری سے مذہب تشیع بہت حد تک متاثر ہوا چنانچہ اس مسلک کا ملک میں بہت کم اثر باقی رہا اور آٹھ سال تک کوئی شخص شیعہ کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔

میر عراقی پر جبریہ تبلیغ کا بے بنیاد الزام لگانے والے کیا مرزا حیدر کے ان وحشیانہ اور دہشتگردانہ کاروائیوں خصوصاً زور زبردستی سنی بنانے کا عمل کو کوئی شرعی جواز بتا سکتے ہیں؟ اور کیا اب تک لا اکراہ فی الدین" کی آیت نعوذ باللہ منسوخ ہو چکی تھی؟ کیا ان مورخوں کو معلوم نہیں ہے کہ جس جبر و اکراہ کا الزام وہ شیعوں پر عائد کرتے ہیں اس کے ارتکاب کے وہ خود ہی قصوروار ہیں؟

مرزا حیدر کاشغری کا عبرتناک انجام

میر سید دانیال اور دیگر بے گناہ قتل کیے گئے کشمیریوں خصوصاً شیعوں کا خون ضائع نہیں ہوا بلکہ جلدی ہی رنگ لایا۔ جس مقصد کے لئے اس نے شیعوں اور میر دانیال کو قتل کیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔ خون ناحق مرزا حیدر کے زوال کا باعث بنا۔ جس سے اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس نے شیعوں بالخصوص میر دانیال کو اپنی مملکت کے لیے سنگ راہ سمجھا تھا، اس لئے انہیں اس راستے سے ہٹایا تھا تا کہ اس کی حکومت پائدار اور مستحکم ہو جائے۔ لیکن یہ یاد نہیں تھا کہ خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر

۱۔ بہارستان شاہی مقدمہ دوم ص ۱۲۴۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۳۵۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نہیں۔ اور جب خدائے بزرگ و برتر کا عقاب نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہنشاہوں کو سلطنت سمیت نیست ونابود ہو جاتی ہے۔ یہی حال مرزا حیدر کاشغری کا بھی ہوا۔ بہارستان شاہی کے مصنّف نے بھی مرزا حیدر کاشغری کے تکبر، ناخدا ترسی اور اس کی بوالہوسی کا انجام بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ دنیا کی بے وفائی کو دیکھو ! مرزا حیدر خدا ناترس نے شیخ دانیال کو دو جھوٹے گواہوں کی گواہی سے شہید کیا تھا اور ان کے خون کو عمداً اپنی گردن پر لیا تھا تاکہ اس کی حکومت مضبوط اور مستحکم رہے۔ لیکن میر دانیال کی شہادت کے بعد خدا کی مشیت سے وہ نو ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکا (۱)

اعظم دِدّمری جو خود بھی ایک متعصب اور جانبدار مورّخ ہے، مرزا حیدر کے زوال کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان اقدامات (شیعوں پر روا رکھے گئے مظالم) سے لوگوں کے دلوں میں مرزا حیدر کاشغری کے خلاف کدورت اور ایک خوف سا پیدا ہو گیا اور اکثر شیعوں نے اس کی مخالفت اور اس سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور حسین ماگرے اور خواجہ بانڈے کے ساتھ عہد و پیمان باندھ لیا کہ کشمیر کے نواحی اور پہاڑوں میں جا کر لشکر کشی کریں گے (۲)

وجیز التواریخ نے بھی لکھا ہے کہ "عیدی رینہ اور حاجی پانڈے اور نازک شاہ نے ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق کیا اور مرزا حیدر کی بربادی اور تباہی کے لئے تیار ہوئے" (۳)

ملک عیدی رینہ، حسین ماگرے اور خواجہ بانڈے کی مرزا کے خلاف بغاوت سے ہمارے اس بیان کی تائید ہوتی ہے، جس میں راقم الحروف نے دعوی کیا ہے کہ کشمیر میں موجود لڑائیاں مذہبی نوعیت کے بجائے سیاسی تھیں۔ چونکہ یہی وہ افراد تھے جن کی دعوت پر مرزا حیدر کاشغری کشمیر آیا تھا۔ اب اگر ان کو واقعاً مذہب کی فکر تھی تو مرزا حیدر کاشغری جیسا شدت پسند کے علاوہ انھیں اور کیا چاہیے تھا؟ جس میں وہ دونوں صفتیں (شیعہ دشمنی اور سنی مذہب کی تبلیغ و ترویج) بطور کامل پائی جاتی تھیں، جن کے وہ خواہاں تھے۔

۱۔ بہارستان شاہی، ۱۲۵۔ (میر دانیال کی گرفتاری اور شہادت کی تفصیل آگے آرہی ہے)
۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۳۰۔
۳۔ وجیز التواریخ۔ ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف۔ ص ۱۲۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اوّل یہ کہ وہ کٹر سنی تھا اور اپنے ہم مذہب افراد کی ہمیشہ دستگیری کرتا تھا، بقول مورخ حسن وہ بہت اچھی طرح سنیوں کی مدد کرنے لگا (۱) دوسری طرف شیعوں کی ایسی تباہی اور بربادی مچائی کہ دوسری قوموں میں شاید ہی اس کی مثال مل سکے، مذکورہ افراد جنھوں نے اس کے سامنے شیعہ مذہب کے عروج کا رونا رویا تھا۔ اس کے آنے کے بعد تو شیعہ جنگلوں اور جزیروں میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ان کا نفوذ بھی سو فیصد ختم ہو چکا تھا اگر یہ سب واقعاً مذہبی معاملہ ہوتا تو اس وقت ان کے دونوں مقاصد (سنیوں کا اقتدار، شیعوں کی تباہی) پورے ہو گئے تھے۔ایسے میں ان کو مرزا حیدر کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا نہ کہ اس سے بغاوت کرتے۔مزید برآن یہ کہ وہ اسی کٹر اور متعصب سنی کو قتل کرنے کے لیے شیعوں کے سرداروں مثلاً دولت چک اور غازی چک کے ساتھ مل گئے۔امید ہے کہ صاحبان بصیرت اور اہل انصاف پر اس مختصر بیان سے یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہو گی کہ موجودہ لڑائیاں سیاسی تھیں، نہ کہ مذہبی۔ کشمیری سرداروں کے ذریعہ ان سیاسی جنگوں کو مذہبی نام دینا صرف سادہ لوح افراد کی آنکھوں میں دھول جھونکنا تھا، تا کہ اپنے سیاسی مفاد کے لئے ان کو استعمال کیا جا سکے۔

بہر حال عیدی رینہ، خواجہ بانڈے، حسین ماگرے نے مرزا کے قتل کا منصوبہ بنایا، منصوبہ ساز خود عیدی رینہ تھے کہ جنھوں نے شیعہ، دولت چک، غازی چک اور سید ابراہیم خان بیہقی کو اپنے ارادوں سے باخبر کیا اور ان کو کشمیر آنے کی دعوت دی۔

چنانچہ وہ عہد و پیمان کرنے کے بعد ہیرہ پور کے راستے ان کے ساتھ یہاں آئے۔بالآخر تمام کشمیریوں نے ایک جان دو قالب ہو کر اس وطن دشمن بیرونی حاکم (مرزا حیدر) پر، خامپورہ کے قریب ''مانز'' کے قلعے میں شبخون مارا اور خود مرزا حیدر کاشغری، کمال دونی کے ہاتھ سے شب ہشتم ذی قعدہ ۹۵۷ھ مارا گیا (۲) مرزا حیدر نے دس سال تک کشمیر پر حکومت کی (۳)

۱۔تاریخ حسن جلد اول حصہ دوم ص ۲۴۴۔

۲۔بہارستان شاہی ص ۲۵۲۔

۳۔بہارستان شاہی ص ۳۵۲ نیز واقعات کشمیر ص ۱۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر دانیال کی گرفتاری

مرزا حیدر کاشغری جب کشمیر کی مہم سے فارغ ہوا تو اس کو میر دانیال کی فکر ہوئی۔ جو مرزا حیدر کاشغری کے مظالم دیکھ کر تبّت چلے گئے تھے، اگر چہ میر دانیال سیاسی اعتبار سے الگ تھلگ تھے اور کسی سیاستمدار کا ساتھ بھی نہیں دیتے تھے۔لیکن مرزا حیدر کاشغری بس میر دانیال ہی کو اپنی حکومت کا سب سے بڑا خطرہ تصور کرتا تھا اور یقیناً اگر میر دانیال چاہتے تو اچھی طرح مرزا حیدر کا مقابلہ کر سکتے تھے۔جس کی وہ مکمل طاقت بھی رکھتے تھے، چونکہ ملک کے بااقتدار قبیلے اور بااثر شخصیتیں میر دانیال کی ہر طرح کی مدد کرنے پر تیار ہو سکتی تھیں۔لیکن انہوں نے صرف کشمیر کے امن و امان کے بقا کی کوشش کی۔اور بے گناہوں کی خونریزی کے دھبّوں سے اپنے پاک دامن کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے تبّت (لداخ) چلے گئے۔

مرزا حیدر کاشغری نے میر دانیال کو اسکردو میں گرفتار کر کے بامشقّت کشمیر آنے پر مجبور کیا جس کے بارے میں مورّخ حسن لکھتے ہیں کہ ''مرزا حیدر نے میر دانیال کو انتہائی سرزنش اور لعن وطعن کے بعد کشمیر بلوایا'' (۱) یہاں پہنچ کر مرزا حیدر نے آپ کو ایک سال تک قید بامشقّت رکھا۔قید خانہ کے لیل ونہار میں سید دانیال نے مرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں جن مصائب کا سامنا کیا ہوگا۔اس کا اندازہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ کشمیر کی شیعہ تاریخ میں میر دانیال ہی وہ منفرد شخص ہیں جن کو مذہب تشیع کے جرم میں قید کی سختیاں بھی جھیلنی پڑیں اور جام شہادت بھی پینا پڑا۔

مرزا حیدر کاشغری نے قید کے دوران میر دانیال کو ختم کرنے کے لئے جو مصائب کے پہاڑ ڈھائے تھے جب ان سے میر دانیال کا خاتمہ نہ ہوا تو مرزا حیدر کاشغری نے آپ کے قتل کے لئے ایک اور سازش رچی، چونکہ ان کا قتل اتنا آسان بھی نہیں تھا اور عین ممکن تھا مرزا حیدر کی حکومت کے پایہ ہی متزلزل ہو جائیں۔اسی لئے میر دانیال کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لئے مرزا حیدر کاشغری نے دو جھوٹے گواہوں کو پیسے دے کر چند مولویوں کے پاس سبّ صحابہ کرام کی جھوٹی گواہی دلا کر حاصل کیا جس کی بنیاد ہی کذب وافترا پر تھی اور جس کا جواز نہ اسلامی شریعت کے ہاں موجود تھا اور نہ انسانی رحم وکرم اور انصاف کی عدالت میں۔

۱۔تاریخ حسن جلد ۱ حصہ دوم ص ۲۴۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر دانیال شہادت

تاریخ حسن اور واقعات کشمیر میں میر دانیال کے قتل کی تفصیل نہیں ہے، تاریخ حسن میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ میر دانیال جب مقید ہو گئے تو اس کے بعد مرزا حیدر کاشغری نے چند گواہوں کے ذریعے ان پر سبّ صحابہ ''ثابت کر کے'' قاضی عبدالغفور اور قاضی ابراہیم کے فتوؤں سے قتل کرا دیا۔ تاریخ میں لفظ ''ثابت ہونے'' کے بجائے ''ثابت کر کے'' موجود ہونے سے ہی اس الزام کی حقیقت کھل جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا حیدر کاشغری ہر بہانہ سے آپ کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔ اس طرح اس نے مذکورہ بے بنیاد الزام اور تہمت سے میر دانیال کے قتل کا سامان فراہم کیا تھا۔

مرزا حیدر کاشغری نے، قتل کا جواز لینے کے بعد ''اشم'' (اندر کوٹ سنمبل) نامی میدان میں میر سید دانیال کو شیعہ فضلاء اور جلیل القدر سادات کی ایک جماعت کے ساتھ حب آل محمدؐ کی پاداش میں مار ڈالا (۱)

چونکہ موضع ''اشم'' اور آس پاس کا علاقہ خطرہ سے خالی نہیں تھا۔ اور اگر شیعہ میر دانیال کو وہیں دفن کرتے، تو عین ممکن تھا کہ مرزا حیدر کاشغری آپ کے جنازے کے ساتھ بھی، میر عراقی کے جسد کی طرح بے احترامی کرتا۔ اس لئے انہوں نے رات کی تاریکی میں ان کا جسد اور سر بریدہ موضع مذکور سے اٹھا کر کریوہ شہاب پورہ (موجودہ ڈب شادی پورہ) کی طرف منتقل کیا اور وہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا (۲)

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ۲۷ نیز نسخۃ الصفویہ، ص ۱۰۹۔ (واضح رہے آل رسولؐ کے ساتھ محبت اور مودّت، پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ کئے گئے اس عہد کا تقاضا ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً مسلمانوں سے لیا تھا۔ قرانی تعلیمات، روایات واحادیث اور سیرت پیغمبرؐ میں محبت اہل بیتؑ کے متعلق بے انتہا تاکید ملتی ہے۔ قابل غور بات ہے کہ آخر ان شخصیات سے انس رکھنے پر اتنا زور کیوں؟ جو بذات خود ہر انسان باضمیر (بلالحاظ مذہب وملت) کو دعوت محبت دیتی ہیں۔

۲۔ نسخۃ الصفویہ ص ۱۱۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چوتھی فصل

چک دور میں شیعوں کی صورت حال

مقدمہ

ہر انسان فطری اور بشری تقاضا کی رو سے اپنے مذہب اور مسلک کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر یہ سعی و تلاش حدود انسانیت میں ہو تو ممدوح ہے، لیکن اگر اپنے حدود کو پار کر جائے تو مذموم ہونے کے ساتھ ساتھ منفور بھی ہے۔ ایک مورخ اور تاریخ نویس کی قانونی اور شرعی ذمہ داری ہے کہ تاریخی واقعات قلمبند کرتے وقت اپنے دینی اور مذہبی جذبات کو کنٹرول میں رکھے تا کہ تاریخی واقعات لکھنے میں مذہبی رجحانات کی کسی بھی طرح کی دخل اندازی کے بغیر حقیقی تاریخ نویسی کا حق ادا کرے۔

ایک تاریخ نویس کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ وہ تاریخ نویسی کا فرض ادا کرتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ وہ پہلے ایک مورّخ ہے پھر وہ شیعہ، سنی، مسلم یا غیر مسلم ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے کشمیر میں بالکل اس کے برعکس ہوا۔ شیعوں میں تو مختلف وجوہات کی بنا پر تاریخیں لکھی نہیں گئیں اور اگر کچھ لکھی بھی گئیں ان کو یا نذر آتش کیا گیا یا شیعوں سے تعصّب کی وجہ سے ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔ البتہ وقتاً فوقتاً کے لوٹ مار اور آتش زنی سے جو چند نادر مخطوطات کہیں بچے ان سے بعض اہم واقعات کی عکاسی میں مدد ملتی ہے۔

لہٰذا آج جو تاریخی کتابیں یہاں مشہور اور عام لوگوں کی دسترس میں ہیں، وہ سب غیر شیعوں کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہیں، جن میں تاریخ نگاری کے بنیادی اصولوں کو عمداً نظر انداز کیا گیا ہے۔ ان

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جانبدار موّرخوں نے اپنے موقف و مسلک کو سامنے رکھ کر تاریخ مرتب کی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایک طرف مختلف طریقوں اور بہانوں سے اپنے ہم مسلکوں کا دفاع کیا دوسری طرف جہاں تک ممکن ہوسکا اپنے مخالفوں کو زیر کرنے کے لئے طرح طرح کی عجیب و غریب باتوں کو ان سے منسوب کر دیا۔ ان کی تاریخ نویسی کے دوہرے معیار کی اس سے زیادہ بڑی اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ جب سکندر بت شکن کے کارناموں میں ہندوؤں پر ان کے جبر و اکراہ کا ذکر کرتے ہیں تو شاباشی دے کر اس کی جارحیت کو جہاد جیسا مقدس اور پاکیزہ نام دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ان کے مذہب سے الگ کوئی شخص وعظ و ارشاد سے بھی لوگوں کو دین خدا کی طرف دعوت دے تو اسے اجباری تبلیغ کا سنگین الزام دیا جاتا ہے۔

یوسف شاہ چک کو صرف گانے اور ناچنے کا دلدادہ کہا جاتا ہے اور اُس پر مسخرہ پن کا الزام لگا کر اس کی نااہلی ثابت کی جاتی ہے، لیکن دور بڈشاہ کے ننگ و ناچ، رقص و سرور کی محفلوں پر ان کی نظر پڑتی ہے، تو اسے تحفظ ادب اور کشمیری تہذیب و ثقافت کا مقدّس نام دے کر اس پر فخر و مباہات کیا جاتا ہے۔

کشمیر میں موجود تاریخ کی کتابوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مورخوں نے اپنے مخالفوں کے خلاف زہر افشانی کرنے کی پہلے ہی سے ٹھان لی تھی، اگر چہ اس کے لئے بے شمار کذب و افترا سے ہی کیوں نہ کام لینا پڑے۔

اس منطقی تفاوت کے پیش نظر یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ شیعہ بزرگوں اور ان کے رعایا پرور اور عدل و انصاف پسند حکمرانوں کے ساتھ انصاف کے بجائے تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ میں نہ چک خاندان کا وکیل ہوں اور نہ ہی ان کو گناہوں سے معصوم جانتا ہوں۔ کون کہتا ہے کہ انہوں نے غلطیاں نہ کی ہوں گی؟ یا حکومت کی آڑ میں ذاتی مفادات کی آبیاری نہ کی ہوگی، لیکن ان کے خلاف ہر شورش یا ان کی ہر جنگ جو صد فیصد سیاسی مقاصد اور حصول تخت و تاج کے لئے ہوتی تھی، کو مذہبی مہم جوئی کا نام دینا کہاں کا انصاف ہے؟

کیا شاہ میری بادشاہوں کے دور حکومت میں جنگیں نہیں ہوتی تھیں؟ کیا وہ غلطیوں سے کلی طور پر مبرّا تھے؟ اگر شاہ میری بادشاہ معصوم عن الخطا نہیں تھے، تو چک حاکموں سے یہ توقع رکھنا کہ ان سے کوئی خطا سرزد نہ ہو غیر انسانی طرز فکر ہے۔ اور صرف انہی کو قابل مواخذہ سمجھنا یا ان کی سیاست پر مذہب کا لیبل چڑھانا مسلکی تعصب کی علامت ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تعجب کا مقام یہ ہے کہ شیعہ مخالف مورخین نے مرزا حیدر کاشغری اور شمس چک کے بیٹے ظفر چک یا ان کے بعد مغل اور افغان حکمرانوں کے، ان سیاہ کارناموں اور درندگیوں کو نظر انداز کیا ہے جو انہوں نے شیعوں کے ساتھ روا رکھے ہیں لیکن اس کے برعکس چک حکمرانوں نے اگر کسی شخص کو ملک سے غدّاری اور بغاوت کے سنگین جرائم کے لئے موت کی سزا دی، تو اس واقعہ کو مذہبی رنگت دے کر ملک گیر انتشار کا شاخسانہ قرار دیا۔

ان کی تاریخ نگاری کے اصول کسی کروٹ بیٹھتے نظر نہیں آتے۔ ایک طرف چک حکمرانوں کو متعصب پیش کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، تو دوسری طرف ان کی عدل پروری اور انصاف پسندی کی تعریفوں کے پل باندھے۔ اور ان کا تذکرہ کرتے وقت کچھ اس طرح کے تعریفی جملے رقم کئے۔ ''کمال انصاف سے کام لیا'' اور ''احسان و رعایا پروری کی طرف مائل تھا'' یا ''عدل و احسان اور رعایا پروری کے حق میں بے نہایت کوشش کی اور اکثر اہل شہر کی تکریم کی طرف توجہ کی'' نیز ''بندگان خدا کو عدل و انصاف اور رفاہ و خوشحالی سے خوش رکھا'' اور ''عدل و احسان اور رعایا پروری کو اس طرح اپنا شعار بنایا کہ عدل نوشیروان کی یاد تازہ کر دی'' (۱) اور ایسے ہی بے شمار تعریفی الفاظ سے ان کی عدل پروری کی داد دی۔

چک خاندان

چک حکمرانوں کا شیعہ مذہب ہونا اس امر کا باعث بنا کہ مورخوں نے ان کے سلسلہ نسب کے بارے میں عجیب و غریب اور نا قابل یقین روایتیں بیان کیں۔ جو بقول خود اہل سنت مورخین کے بھی قابل اعتماد نہیں ہیں (۲) چونکہ وہ روایتیں عقل انسانی سے مطابقت نہیں رکھتیں، لہٰذا ان کے نزدیک بھی افسانے ہیں (۳) جن کو اختراع کرنے میں محرک صرف چک حکمرانوں سے مذہبی تعصب اور ان افراد کی شرارت تھی، ہم نے ان کے مہمل اور بیہودہ ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر باعث طوالت اور خستگی سمجھا۔ لہٰذا ان جھوٹے اور بے بنیاد دعوؤں کے ذکر کرنے سے گریز کیا۔

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۵ سے ۱۵۱۔
۲۔ گزشتہ حوالہ۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر، ص، نیز تاریخ حسن ج ا حصہ دوم ص ۱۳۰۹۔
۳۔ تاریخ حسن ج ا حصہ دوم ۱۳۰۹۔ نیز مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر، ص۔ ۱۳۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ اس خاندان کا مورث اعلیٰ لنگر چک تھے (۱) جو راجہ سہدیو کے دور میں ''داردو'' سے وارد کشمیر ہوئے، اور اوتر مچھی پورہ میں سکونت اختیار کی۔ انیس کاظمی صاحب کے مطابق یہ علاقہ انھیں رنچن شاہ کی طرف سے بطور جاگیر ملا تھا، اور اس سے قبل وہ علاقہ بیروہ اور ''تھرے کھون'' کے درمیان ایک گاؤں میں سکونت پذیر تھے۔ جو آج تک ''چانتھن چک پورہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

چک خاندان ذہانت و فطانت، عقل و تدبیر، لیاقت و دانائی اور انفرادی شجاعت میں بے نظیر تھے۔ ان کی شجاعت کی داستانیں آج بھی کشمیر کی وادیوں میں بیان کی جاتی ہیں۔ ان کی تلواروں کی کاٹ کا لوہا اکبر بادشاہ کے دربار میں بھی مانا گیا۔ ان کی شجاعت کی داد نہ صرف ان کے دوستوں نے دی بلکہ وہاں ان کے سخت ترین دشمنوں نے بھی ان کی بہادری کا اعتراف کیا۔ اعظم دِدّمری اس خاندان کے وارث اعلیٰ لنگر چک کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

''اس کی (لنگر چک) ساری ذریات قوت اور توانائی اور زور بازو میں مشہور اور ملک کی زبان پر مشتہر ہے'' (۲)

مورخ حسن نے چک خاندان کی شجاعت و شہامت کے بارے میں یوں لکھا:۔

"بہر حال دلاوری، بہادری، طاقت، قوت، حشمت و جلالت، سپاہ سالاری اور جنگی مہارتیں چکوں کی ذات میں فطرتی اور قدرتی تھیں'' (۳)

اس خاندان کی ایک اور شاخ نے گلگت سے آ کر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ اس شاخ کا مورث اعلیٰ ہلمت چک تھے، جو یہاں آ کر کپوارہ میں مقیم ہوئے (۴ کپوارہ کے چک متعصب سنی تھے اور ہر وقت شیعہ چکوں کی نابودی کی فکر میں رہتے تھے اور ان کے استحصال کے لئے کوئی لمحہ ترک نہیں کرتے تھے۔ اقتدار اور حکومت کی ہوس نے اس قبیلہ کو کبھی بھی چین و آرام سے بیٹھنے نہیں دیا، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مغل بادشاہ کبھی بھی کشمیر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۱، نیز تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۲ ص ۱۳۰۹۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۲۔
۳۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ۱ ص ۳۰۶۔
۴۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ۱ ص ۳۰۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ترہگام کے چک (شیعہ) خاندان ۹۹۴ھ سال تک کشمیر کے تخت وتاج کا مالک رہے، اس قبیلہ کے افراد جذبہ حب الوطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ملک کی سالمیت اور دشمنوں سے اس کا تحفظ کرنا ان کا بلند نصب العین تھا۔ انہوں نے ہمیشہ بیرونی حملہ آوروں سے ملک عزیز کو بچانے کی خاطر اپنی جانوں تک کو قربان کیا۔ جب کبھی بھی کپواری چک یا دیگر نا عاقبت اندیش، کشمیر کو مغل کے ہاتھوں فروخت کر کے ان کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دیتے تھے، تو ترہگام کے یہی غیور اور بے باک چک انہیں شکست دے کر ان کے سروں کا بلند و بالا منارہ بنا دیتے تھے۔ یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کشمیر میں یہ خاندان نہ ہوتا، تو مغل بادشاہ بہت پہلے شاہ میری حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔

غرض کہ تاریخ کشمیر چکوں کی حب الوطنی، حریت و آزادی اور بے مثال بہادری کے کارناموں سے لبریز ہے۔ انھوں نے ۳۲ سال عدل و انصاف سے حکومت کی۔ یہ صحیح ہے کہ ان کے زمانے میں شیعہ مذہب کو کافی عروج ملا، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انہوں نے دوسروں کی طرح کسی مسلک پر پابندی لگادی ہو، یا کسی دوسرے فرقے کو ناحق تکالیف پہنچائی ہوں جیسے کہ مرزا حیدر، سیف خان، اورنگ زیب اور حاجی کریم خان نے اپنے مسلک کے علاوہ بقیہ تمام مذاہب اور مشائخ پر پابندی عائد کی تھی اور ان مسالک کے پیروکاروں کو چن چن کر قتل بھی کیا تھا۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر چہ چک خاندان کی حکومت ۹۶۲ ہجری میں غازی چک سے شروع ہوئی، لیکن ان سے پہلے بھی اس شیعہ خاندان کی دو مقتدر اور عظیم شخصیتوں نے وزیر اعظم کے عنوان سے کئی سالوں تک حکومت کی اور انہوں نے ہی چک حکومت کی راہ ہموار کی تھی، لہٰذا ہم غازی شاہ چک (چک دورہ کے پہلے بادشاہ) کے بجائے، کاجی چک (اس خاندان کے پہلے وزیر اعظم) سے اپنی بحث کو شروع کرتے ہیں۔

کاجی چک

کاجی چک کو تاریخ کشمیر میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کاجی چک نہ فقط چک قبیلہ کے سردار تھے۔ بلکہ وہ قوم و وطن کے محافظ، نگہبان اور سپاہ سالار تھے متعصب اور جانبدار مورّخ بھی کاجی چک کی وطن دوستی کو چھپا نہ سکے اور مندرجہ ذیل جملہ لکھنے پر مجبور ہوئے:۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''کاجی چک نامور دلاوروں میں سے تھا ہندوستان سے آنے والے سرکشوں کو پسپا کرنے کے لئے بیشتر اوقات ''کاجی داردو'' کی سرحد جو پہاڑوں میں ایک دشوار اور کٹھن جگہ ہے میں بسر کرتا تھا(۱) اس کے وہاں پر (دشمنوں کے حملے روکنے کے لئے) قیام کرنے کی وجہ سے ہی وہ جگہ ان کے نام سے منسوب ہے'' (۲)

مذکورہ جملہ سے ہی کاجی چک کی دلاوری اور بہادری کا پتہ چلتا ہے۔ کاجی چک کی غیر معمولی شجاعت کے کارنامہ سے مغل فوج کے ناپاک عزائم نیست و نابود ہوتے گئے۔ ان کی شجاعت اور بہادری کے کارنامے، نیز ملک کے لئے بے بہا قربانیاں تاریخ کشمیر میں محفوظ ہیں اور وہ ہماری کشمیری تہذیب و ثقافت کا ایک حصہ ہیں۔

ان کی بہادری کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ سوپور میں انہوں نے باغیوں اور سرکشوں کے ساتھ جنگ میں ایسی پامردی دکھائی کہ تاریخ کشمیر جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اعظم دڈمری نے اس جنگ میں کاجی چک کی شجاعت کے بارے میں یوں لکھا کہ:۔

''اگر رستم کاجی چک کی شجاعت اور اس کا مقابلہ دیکھتا تو کاجی چک کے ستر پشتوں تک اس کی تحسین اور شاباشی دیتا'' (۳) کاجی چک کی شجاعت اور بہادری کے کارنامہ کتابوں میں تفصیل سے درج ہیں''

کاجی چک کی وزارت

کاجی چک اپنی زندگی میں تین بار کشمیر کے وزیر اعظم بنے ہیں، لیکن تینوں بار کشمیر کے اقتدار پرست امراء کی سازشوں کے شکار ہوئے اس کے سبب ان کو وزارت سے معزول ہونا پڑا۔ کاجی چک کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے ان کے تن و من میں آگ بھڑک اٹھتی تھی۔ جہاں تک ہوسکتا تھا کاجی چک کے خلاف بغاوتیں اور شورشیں کیں، لیکن ہر دفعہ ناکامی کے سوا جب کچھ اور ہاتھ نہیں آیا، متواتر شکست سے حوصلے پست ہوگئے۔ لہٰذا پھر مغلوں کے ہاتھوں کشمیر کی سودابازی جیسی مذموم حرکت سے

۱۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۲۰۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۲۸۔

۳۔ بہارستان شاہی ص ۱۷ اور ۳۱۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

باز نہیں آئے۔ چونکہ بے بس تھے اس لیے مذہب کی آڑ لے کر مغل بادشاہوں کے پاس شیعہ مذہب کی ترقی اور ترویج کا رونا بھی رویا اور اس طرح وطن عزیز کا سودا کیا۔

مختصر یہ کہ کاجی چک کو تینوں بار کشمیر کے امراء کی سازشوں اور بغاوتوں یا ان کے ہندوستانی حکام سے بھیک مانگ کر امدادی فوج کے حملوں سے وزارت عظمیٰ سے بے دخل ہونا پڑا۔

کاجی چک کی حب الوطنی

اگر یوں کہا جائے کہ کاجی چک جیسا محبّ الوطن کشمیر میں پیدا ہی نہیں ہوا تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ کشمیر کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات، کاجی چک کی وطن دوستی سے بخوبی واقف ہیں۔ کاجی چک کی حب الوطنی ہی کو دیکھ کر کشمیر کے ایک معروف عالم اور مفکر جناب پروفیسر محی الدین حاجنی صاحب نے کہا ''حقیقت میں کشمیر کے تمام امراء و وزرا میں سے صرف کاجی چک تھا جو اعلیٰ پایہ کا مدبر اور لامثال محبّ وطن تھا جس کی رگ رگ میں کشمیریت اور قومیت موجود تھی'' (۱)

اعظم دِدّمری کے مطابق بھی کاجی چک نے زندگی کا بیشتر حصہ دشمنوں، اور کشمیر پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کے خلاف وطن کی آزادی اور قومی دفاع کے لئے کوہستانوں اور ویرانوں میں گزارا۔ چنانچہ ایک خطرناک پہاڑی علاقے میں ایک پہاڑ اس کی طرف منسوب ہے جہاں اس نے ملک کے دفاع کے لئے زندگی گزاری (۲)

وطن دوستی اور حمیت قومی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ کاجی چک کی پہلی مرتبہ وزارت کے وقت جب ان کے دشمنوں کو ان کی کامیابی اور خوشحالی دیکھنے کی ایک آنکھ نہ بھائی اور سلطان محمد شاہ کو بھی ان کے اقتدار کا خوف دلا کر ان کی معزولی کا حکم صادر کروایا حتی حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے قتل کا بھی منصوبہ بنایا تھا۔ جس کی وجہ سے کاجی چک نے وادی میں خود کو خطرہ میں پا کر اپنے بیٹوں غازی چک اور حسین چک کے ساتھ نوشہرہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

ابھی وہ نوشہرہ ہی پہنچے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ مغلوں کی فوج شیخ علی بیگ کی سرکردگی میں کشمیر پر حملہ

۱۔ مقالات حاجنی۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۲۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کرنے کے لئے آ رہی ہے، کوئی اور وطن فروش وزیر ہوتا تو وہ سلطان کے خلاف شیخ علی بیگ کے ہمراہ لڑنے کے علاوہ امن و امان بھی درہم برہم کرتا، لیکن مبارک ہو ایسی شخصیتوں اور ہستیوں پر جو ذاتی مفادات کو لات مار کر قومی مفاد کی حفاظت کرتے ہیں۔

کاجی چک کو محمد شاہ نے وزارت سے معزول کیا تھا، اس لئے وہ سلطان سے رنجیدہ خاطر بھی تھے، لیکن اس کے باوجود اس کی حمیت قومی اور جذبہ حب الوطنی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ دشمن کی فوج اس کے وطن عزیز کو پامال کرے۔ اس نے آس پاس کے لوگوں کو جمع کر کے تمام راستوں پر پہرہ لگا دیا (۱) اور اپنے دو کم سن بیٹوں غازی خان اور حسین خان، جن کا سن بیس برس سے بھی کم تھا، کے ہمراہ حب الوطنی میں دشمن کے لشکر پر شبخون مارا۔ اس کا بیٹا حسین خان شیخ علی بیگ سردار کے خیمے میں گھس گیا اور پے در پے تلوار کے تین وار کئے شیخ نے مجبور ہو کر حسین خان سے رحم کی بھیک مانگی تو حسین نے اس کی جان بخش دی (۲) مگر اندھیرے میں باقی لشکر کا صفایا کر دیا اور کچھ کو قید کر دیا اور باقی سارے دم دبا کر بھاگ گئے (۳) اس طرح ان محب الوطن فرزندان کشمیر نے اپنے جان و مال سے اپنے وطن کی لاج رکھی پروانوں کی طرح خود جلے لیکن فانوس پر آنچ آنے نہیں دی۔

کاجی چک کا جب الوطنی میں اس سے بھی بڑھ کر ایک اور واقعہ تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے۔ ذکر ہوا ہے کہ کاجی چک کی دوسری بار وزارت میں علی رینہ اور ریگی چک ماگریوں کی جماعت کے ساتھ شامل ہو کر ملک کاجی چک کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ پھر ابراہیم ماگرے کی قیادت میں باہر سے (مغلوں سے) فوجی امداد کی درخواست کی۔ بابر نے شیخ علی بیگ کی سربراہی میں بیس ہزار سپاہی کاجی چک کی حکومت ختم کرنے کے لئے ان کے ہمراہ روانہ کئے۔ کشمیر آ کر طرفین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر کاجی چک کو ہزیمت اٹھانی پڑی، فاتحین نے سرینگر میں داخل ہو کر اپنا اپنا حصہ تقسیم کر کے ملک کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جس کی رو سے ملک ابدال، لوہر

۱۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف ص نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ اول ص ۳۲۵۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۲۵۔ نیز تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۰۴۔
۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ ص ۳۳۵۔ نیز تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۰۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ما گرے، ریگی چک، اور علی رینہ ایک ایک حصے پر قابض ہو گئے۔

جب کشمیر چار خود خواہ اور اقتدار پرست امراء کی ملکیت میں بٹ گیا، تو انتظامی امور میں خلل پڑنے لگا۔ اس نا اتفاقی اور افراتفری کا فائدہ مغلوں نے اٹھایا اور ۳۸ سے ۸۳۷ ہجری میں مرزا کامران تیس ہزار فوجیوں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کر کے سرینگر میں داخل ہوا (۱) شہر پر قبضہ کر کے وہاں آگ لگادی اور لوگوں کا قتل عام کیا، کشمیر کے چاروں امراء کو دن میں ہی تارے نظر آنے لگے۔ ہر ترکیب بیکار ثابت ہو رہی تھی۔ ان کے حوصلے پست ہو چکے تھے جب نجات کی کوئی امید دکھائی نہ دی، تو متفقہ طور پر کاجی چک کے دامن کو تھامنے میں امید کی کرن نظر آنے لگی، لہٰذا سب نے ملک کاجی چک کے پاس تیز رفتار قاصد کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ ''یہ ملک آپ کا ہے اور اس کو اغیار کے حملوں سے بچانا آپ کا فرض ہے آپ آئیے اور ہم سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں (۲)

کشمیر کا یہ عظیم سپوت حب الوطنی میں یہ بھول گیا یہ کون لوگ ہیں؟ جب کہ انھوں نے ان کی شخصیت اور حکومت کو گرانے کے لئے کیسے کیسے حربے استعمال کئے تھے؟ یہ پیغام سنتے ہی اس نے ان امراء کی گذشتہ سازشوں اور فتنہ وفسادوں کو بھلا دیا کیونکہ وطن عزیز کی آزادی خطرہ میں تھی۔ کاجی چک ''اتھواجن'' میں کشمیری امراء کے ساتھ ملحق ہو گیا اور پہلی ہی لڑائی میں دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے جس کی وجہ سے دشمن صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہوا، اور پھر اپنی بچی کھچی مغل فوج لیکر بارہمولہ کے راستے سے واپس چلا گیا۔

چنانچہ اسی طرح جب مرزا حیدر کاشغری نے ۹۳۹ ہجری میں کشمیر پر حملہ کیا تھا اور مورخ حسن کے مطابق جہاں جہاں پہنچا، وہاں ہر طرف تباہی اور بربادی مچادی۔ مردوں کو قتل کرنے کے بعد معصوم بچوں کو غلام اور عورتوں کو کنیز بنالیتا تھا (اور آیہ کریمہ ''یذبحون ابنائکم و یستحیون نسائکم'' کے مصداق کشمیریوں کو فرعون کی یاد تازہ کرائی تھی) کشمیریوں نے مرزا حیدر کو کشمیر سے نکالنے کی بہت کوشش کی اور اعلیٰ پیمانے پر جوہر شجاعت اور مردانگی دکھائی اور ایک ساتھ ۱۶ سو سپاہیوں کی قربانی دی لیکن ہر دفعہ مغلوب ہوئے جب یہ حال ملک کاجی چک نے دیکھا، تو فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور دفاعی حالت سے نکل کر ترک

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۲۹۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۳۴ و نیز مقدمہ بہارستان شاہی ص ۱۱۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فوجوں پر مہاجم وار ایسے حملے کیئے کہ وہ لڑتے لڑتے عاجز آ گئے اور ان کے درمیان آپس میں پھوٹ پڑنے لگی اور بعض نے ہتھیار ڈال دیئے، تو کچھ ''لار'' کے راستے سے دم دبا کر واپس بھاگ گئے۔

کاجی چک کی رواداری

کاجی چک بڑا رواداراور انصاف پرور شخص تھا۔ کبھی بھی اعتدال کے رویہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا، اگر چہ خود شیعہ تھا لیکن اس کے باوجود ملک میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کا خاص خیال رکھتا تھا۔ ہر کوئی اپنے مذہب اور مسلک پر عمل کرنے میں آزاد تھا۔ کاجی چک کے نزدیک مذہب کے بجائے وطن دوستی معیار تھی۔ وہ کسی بھی صورت میں وطن پر آنچ نہیں آنے دیتا تھا۔ وہ اس معاملہ میں ہر حملہ آور سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار رہتا تھا۔ میدان جنگ سے لاتعلق عام لوگوں کا قتل، کاجی چک کے جنگی اصولوں کے منافی تھا، نہ ہی وہ میدان جنگ میں پیٹھ دکھانے والوں کا پیچھا کرتا تھا۔ وہ اپنے دشمنوں سے بھی اچھا اور نیک برتاؤ کرتا تھا۔ بہارستان شاہی کے مطابق دشمنوں کے جرائم سے بھی درگزر کر کے ان کے مراتب اور مناصب میں اضافہ کرتا تھا اور واجب القتل افراد کی جان بخشی اس کی رحم دلی کی واضح دلیل تھی۔

غرض یہ کہ کاجی چک میں وہ بیشتر خوبیاں اور خصلتیں موجود تھیں جو کسی قوم اور ملک کے سرداراور رئیس میں ہونی چاہیے۔

کاجی چک کی وفات

جیسا کہ بیان کیا چکا ہے کہ جب کشمیری امراء مقامی بغاوتوں اور شورشوں سے کاجی چک کو زیر نہیں کر سکے، تو (وجیز التواریخ کے مطابق) ریگی چک اور ملک ابدال ماگرے نے اپنے بیٹوں کو ہمایوں بادشاہ کے حضور میں مدد کی امید سے روانہ کیا، اس جگہ مرزا حیدر کاشغری اور خواجہ حاجی پانڈے کی وساطت سے پادشاہ دین پناہ سے میر شمس عراقی کے تابعین کے غلبہ کی حقیقت اور مذہب تشیع کے غلبہ کے متعلق حال سنایا اور کتاب احوط کو مکمل صورت میں پیش کیا، اور مذہب کی درستی کے لئے فوج بھیجنے کی درخواست کی (۱)

۱۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۲۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مرزا حیدر کاشغری (جو اپنی نہایت سنگدلی اور قسی القلبی کا خود ہی معترف ہے)(۱) ان کی ہمراہی میں ایک بڑی لشکر کے ساتھ وارد کشمیر ہوا۔ کاجی چک نے جب مرزا حیدر کاشغری کے آنے کی خبر سنی، تو وہ وطن کے دفاع کے لیے درہ کندل پر آ گیا، لیکن جب اسے دوسرے کشمیری امراء سے کوئی مدد و تعاون نہیں ملا، جس کی وجہ سے اس صورت میں دشمن سے مقابلہ محض ایک احمقانہ اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا لہٰذا وہ نوشہرہ کی طرف چلا گیا۔

ملک کی آزادی اور استقلال بحال کرنے کے لئے انہوں نے دو بار مرزا حیدر کاشغری پر حملہ کیا۔ لیکن دونوں مرتبہ شجاعت کے نمایاں جوہر دکھانے کے باوجود ان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

دوسری ہزیمت کے بعد کاجی چک کو پونچھ کے علاقہ موضع تھنہ (منڈی) میں بخار عارض ہوا اور وہیں کشمیر کے اس عظیم مجاہد نے وطن کا دفاع کرتے کرتے آخرت کی طرف سفر کیا۔ ''فوت سردار'' تاریخ وفات ہے۔ جس سے ۹۵۲ھ کے اعداد نکلتے ہیں (۲) اس کی وفات سے پورا کشمیر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ گیا۔ افسوس کہ اس بے مثال اور بے نظیر ''عظیم مجاہد'' کی قبر آج تک کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس کے برعکس ایسی مثالیں بھی ہیں کہ جن لوگوں نے ملک کی بے وفائی میں نام کمایا ان کی قبروں پر آج بھی بجلی کے قمقمے جگمگاتے ہیں۔

کاجی چک کی چند یادگاریں آج تک ان کے عقیدت مندوں کے لئے باعث تسکین بنی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ''کاجی ناگ'' علاقہ کرناہ میں اور ''امام باڑہ زڈی بل'' سرینگر اس عظیم مجاہد کی یاد تازہ کر کے اس کے تئیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

قبیلہ چک کا دوسرا جنرل (دولت چک)

مرزا حیدر کے ظلم وستم سے جب کشمیری تنگ آ گئے، تو انہوں نے اس کے ظلم و جارحیت سے چھٹکارا پانے کے لئے مرزا کے خلاف بغاوت کر کے اسے مار ڈالا۔ مرزا حیدر کے قتل کے بعد اس کی جگہ

۱۔ اس کی سخت جانی کی تفصیل تیسری فصل کے آخر میں گزر چکی ہے۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ اص ۲۴۴ و نیز تاریخ شیعیان کشمیر ص ۴۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

عیدی رینہ وزیر اعظم بنا، چونکہ مرزا حیدر کاشغری کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کاجی چک کے بیٹے اور پوتے پیش پیش تھے، اس کی ہلاکت کے بعد وہ مختلف اعلی عہدوں پر فائز ہوئے۔ انہی ایام میں ہیبت خان نیازی نے سلیم شاہ سوری کے حکم سے کشمیر پر حملہ کیا، دولت چک نے اپنے چچا ''کاجی چک'' کے نمائندہ کی حیثیت سے اپنے لشکر کے ساتھ، ملکی دفاع کی خاطر بانہال کی طرف پیش قدمی کی۔ وزیر اعظم عیدی رینہ اور حسین ماگرے بھی ان کے پیچھے اپنی فوجیں لے کر چلے، یہ دونوں دولت چک کے شکست کے خواہاں تھے تاکہ اس کے مارے جانے کی صورت میں ان کا کوئی رقیب باقی نہ رہے (۱) لیکن دولت چک نے اپنی زیرکی اور ہوشمندی سے دشمن پر ایسے تابڑتوڑ اور دندان شکن حملے کئے کہ صرف دو آدمی بمشکل بچ کر فرار کرنے میں کامیاب ہوئے (۲)

اس فتح سے جہاں سارے ملک میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، وہیں دوسری طرف عیدی رینہ حسد اور عداوت میں جل بھن کر کباب ہو گیا۔ لہٰذا کئی سرداروں کو ملا کر علم بغاوت بلند کر دیا دولت چک نے باغیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ جس کی وجہ سے عیدی رینہ ہزیمت سے دو چار ہوا اور میدان جنگ سے بھاگتے بھاگتے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہوا۔ اس طرح دولت چک خود کشمیر کا وزیر اعظم بنا۔

دولت چک کی مذہبی رواداری

دولت چک ایک منصف مزاج حکمران تھا۔ اس نے اپنی رعایا کے ہر طبقے کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی (۳) ڈاکٹر محبّ الحسن صاحب نے بھی " کشمیر انڈر سلطانز" میں دولت چک کی مذہبی رواداری کو مثالی بتایا ہے (۴) دولت چک نے ہی کشمیر میں مرزا حیدر کاشغری کے اندھے اور وحشی قانون جس

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۵۶۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۵۵۔

۳۔ کشمیر عہد بہ عہد ص ۲۲۵۔

4.kashmir under sultans p 474.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی رو سے ''کشمیر کا کوئی باشندہ شیعہ یا شافعی مسلک اختیار نہیں کرسکتا تھا، بلکہ سب حنفی مسلک اختیار کرنے پر مجبور تھے'' کی منسوخی کا اعلان کیا۔ بلکہ غیر مسلموں کو بھی مذہبی آزادی دے دی، دولت چک نے وزیر بنتے ہی شیعہ ہمدانیہ (صوفیہ) اور شافعی مذہب سے پابندی ہٹائی اور مرزا حیدر کاشغری کے سابقہ حکم کو کالعدم قرار دیا اور فرمان جاری کیا کہ لوگ اپنے اپنے مذہب پر پھر سے قائم رہیں اور یوں حکم نامہ صادر کیا کہ

"هر کس از اهالی و موالی هر مذهب که خواهند باشند و هیچ کس بر دیگر تحکم و تکلیف نه کنند و مزاحم با یکدیگر نشوند.(۱)

یعنی ''اس ملک کے باشندے جس مذہب کو چاہیں اختیار کریں۔ کوئی کسی پر مذہب تھوپنے کی کوشش نہ کرے اور اس بارے میں ایک دوسرے کے مزاحم نہ ہو جائیں''

دولت چک کا غیر مسلموں کے ساتھ بھی منصفانہ سلوک تھا۔ غیر مسلم رعیت پر وہ بہت مہربان تھا اور وہ بھی اس سے خوش تھے اس نے مختلف مقامات پر رفاہ عامہ کے لئے اچھے اچھے کام مثلاً ہسپتال، شفاخانے اور مدرسے تعمیر کئے۔ اس دور میں کشمیری زبان نے بھی خاصی ترقی کی۔ علاوہ ازایں اس دور میں بہت سی دینی کتابوں کا کشمیری میں ترجمہ کروایا گیا اور کچھ مذہبی رسائل بھی تصنیف کرائے گئے (۲)

اگرچہ دولت چک نے تین سال چند ماہ امن وامان سے حکومت کی، لیکن اس دوران ہمیشہ اپنوں اور غیروں کی سازش کا شکار بنے رہے۔ گوکہ ان تین سالوں میں کئی بار اسے اپنے چچیرے بھائیوں غازی چک اور حسین چک کے ساتھ اختلاف اور ناسازگاری کا سامنا کرنا پڑا، لیکن پھر جلد ہی صلح و آشتی بھی ہو جاتی تھی۔ مگر آخر کار فتنہ پردازوں نے غازی چک اور حسین چک کو دولت چک کے خلاف ایسے اکسایا کہ وہ دولت چک کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ دولت چک کو جب ان دو بھائیوں کی سازش کا پتہ چلا، تو اس نے فرار کی کوشش کی، لیکن آخر کار گرفتار ہو کر غازی چک نے اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر کر اس کو اندھا کر دیا (۳)

۱۔ بہارستان شاہی ص ۱۲۹ و ۳۵۷۔
۲۔ گلستان کشمیر۔
۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۶۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر پر چکوں کی بادشاہت

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ کشمیر میں چکوں کی بادشاہت ۹۶۲ھ ہجری میں غازی چک سے شروع ہوئی۔ اس دور سے پہلے جو چک خاندان کے افراد حکومت کرتے تھے وہ بحیثیت ''وزیر اعظم'' حکومت کرتے تھے۔

غازی چک

۹۶۲ھ ہجری میں غازی چک جب دولت چک کو وزارت عظمیٰ سے معزول کر کے خود وزارت کی کرسی پر بیٹھا، اس وقت کشمیر کا بادشاہ سلطان حبیب شاہ تھا۔ جو رشتہ میں غازی خان کا بھانجا بھی لگتا تھا، لیکن اس میں بادشاہوں والی صلاحیت نہیں تھی، جس کی وجہ سے ایک روز غازی چک کے بھائی ''علی چک'' نے تمام کشمیری سرداروں کی موجودگی میں سلطان حبیب شاہ کے سر سے تاج شاہی اتار کر اپنے بھائی غازی چک (وزیر اعظم) کے سر پر سجایا۔(۱) غازی چک کی استعداد اور صلاحیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دربار میں سارے امراء اور بزرگوں نے اس کی تائید کی اور غازی چک کو کشمیر کا سلطان قبول کیا۔

غازی شاہ ایک منصف مزاج، عادل، منتظم اور شجاع بادشاہ تھا۔(۲) ان میں وہ تمام صفات موجود تھے جو ایک بادشاہ میں ہونا چاہیے تھے۔ اسی لئے اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں کشمیر کے مستقل، مگر کٹے ہوئے علاقے مثلاً لداخ، اسکردو، پکھلی، گلگت، کشتواڑ، بھمبر وغیرہ کو دوبارہ کشمیر سے ملایا(۳) اور روز بروز اپنی حکومت کو مستحکم کرتا گیا۔

اس کا بڑھتا ہوا اقتدار دیکھ کر چند امراء کے تن و بدن میں آگ بھڑک اٹھی، اس لئے بادشاہ کے خلاف سازشیں اور بغاوت کرنے لگے، مگر غازی خان نے ان تمام شورشوں اور بغاوتوں کو کچل دیا۔

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۷، واقعات کشمیر ص ۱۴۳، کشمیر عہد بہ عہد ص ۲۲۷، تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۶۵، مکمل تاریخ کشمیر ص ۴۳۵۔

۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۴۱۔

۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۷، واقعات کشمیر ص ۱۴۴ و نیز بہارستان شاہی ص ۱۳۴ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۵۲ و تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۶۵۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۴۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جب باغیوں کو ہر دفعہ ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، تو بابر کے پاس جا کر اس سے مدد مانگی (۱) جس کے جواب میں ہندوستان سے ابوالمعالی نام کا ایک شخص ایک لشکر جرار کے ساتھ کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ غازی چک بھی ملک کا دفاع کرنے کے لئے دشمن کے انتظار میں رہا۔ دشمن کے آنے پر ''ہانجی ویرہ پٹن'' میں گھمسان کی جنگ ہوئی، لیکن میدان غازی نے ہی مارا، اس نے مغل سپاہیوں کے سروں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر اس سے کئی مینار بنائے۔ اس کے علاوہ سترہ سو سپاہیوں کو قیدی بنایا گیا (۲) اور مغلوں کو ایسا سبق سکھایا کہ کئی سال تک کشمیر کا نام ہی بھلا بیٹھے اور دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔

۹۶۷ ہجری میں پھر بیگانوں سے کشمیر کا سودا کیا گیا۔ اس دفعہ مرزا حیدر کاشغری کا بھتیجا قرا بہادر، بارہ ہزار لشکر کے ساتھ کشمیری امراء کی ہمراہی میں کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ غازی چک بھی سید ابراہیم کے ساتھ ملک کا دفاع کرنے کے لئے ہیرہ پوری کی طرف نکلا۔ غازی چک نے اپنی عقلمندی اور زیرکی سے کام لیتے ہوئے وہاں ''ڈوم قبیلے'' کے مقامی لوگوں میں اعلان کروایا کہ جو کوئی مغل سپاہی کا سر کاٹ کر لائے گا، اس کو ایک اشرفی کے انعام سے نوازا جائے گا (۳) لوگوں کو ان ملک دشمن حملہ آوروں سے نفرت تو تھی ہی، لیکن انعام کے وعدے سے مغلوں کے خلاف لڑنے میں ان کے شوق اور ولولہ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ لہٰذا انہوں نے صرف ایک دن میں صبح سے لے کر ظہر تک سات ہزار مغلوں کا کام تمام کیا۔ وہ دامن بھر بھر کران کے سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس لاتے رہے اور وعدہ کی رقم سے زیادہ انعام پاتے رہے (۴) لہٰذا اس دفعہ غازی کے سپاہیوں کو لڑنے کی نوبت ہی نہ آئی (۴) تاریخ ملک حیدر کے مطابق ڈوم قبیلہ کے لوگ سات ہزار مغلوں کے سروں کو کاٹ کر غازی چک کے پاس لائے۔ غازی چک کی یہی کوشش رہتی تھی کہ ملک کا امن وامان اور نظم ونسق بحال رہے اور سرحدوں

۱۔ کشمیر عہد بہ عہد ۲۳۱۔
۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۷۔
۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۹، نیز وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۳۰۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر ص ۷۹، نیز واقعات کشمیر ص ۱۴۵، نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۷۰۔
۵۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پر حالات قابو میں رہیں (۱) اسی لئے اس نے اپنے دور میں باغیوں، سرکشوں اور خیانت کاروں کا قلع وقمع کر کے کشمیر میں امن وامان قائم کیا تھا۔ اس نے مغلوں کو ایسا سبق سکھایا کہ پھر انہیں بہت عرصہ تک کشمیر پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

غازی چک کے اوصاف

غازی چک ایک مہذب اور شایستہ بادشاہ تھا۔ اسے کشمیر کی تہذیب وتمدن سے خاصا لگاؤ تھا، خود بھی ایک شاعر اور ادیب تھا۔ لہٰذا دوسرے علماء اور ادباء کی بھی عزت وتوقیر کرتا تھا۔ انہیں اپنے دربار میں دعوت دے کر ان پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اس کی علم دوستی، ادب نوازی اور قدر دانی کا شہرہ سنکر عراق وایران سے علماء وفضلاء اور شعراء وادباء کشمیر آ کر متوطن ہوئے۔ اس کے یہ دو شعر آج بھی کشمیر کی فضا میں طنین انداز ہیں

گھہ دشمنان به رفض مرا نام برده اند — گھه دوستان موالی حیدر نوشته اند
شکر خدا که دوست و دشمن با اتفاق — نام مرا بنام او در نوشته اند (۲)

غازی چک کے دور میں کشمیر میں بڑا امن وامان رہا وہ بہادر اور انصاف پسند تھا (۳) کسی مظلوم کی حفاظت اپنا فرض جانتا تھا۔ اس کے برعکس مخالفوں، ظالموں اور باغیوں کا بہت بڑا دشمن تھا۔ چاہے وہ اس کے خاص رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ خود بہادر تھا تو بہادروں کی قدر دانی اس کی سرشت میں شامل تھی۔ جنگ وجدال کے میدان میں نمایاں کارنامہ دکھانے والوں کو ترقی وانعامات سے نوازتا تھا۔ نو سال تک پورے عدل وانصاف سے حکومت کی۔ اگرچہ خود شیعہ تھا اور حسب فطرت اس کی ترویج واشاعت میں کچھ خدمات بھی انجام دئیں لیکن ملکی معاملات کو تمام امور سے مقدم سمجھتا تھا۔ اس میں مذہبی اختلاف سے بلندرہ کر حکومت کی۔

مسلمانوں میں اتحاد وبھائی چارگی کو مستحکم ہونے کے لئے ''گھگر'' قبیلہ کے سنی سردار کمال خان کی

۱۔ کشمیر عہد بہ عہد ۲۳۰۔
۲۔ شیعیان کشمیر آغاز سے دور مغلوں تک، ص ۶۶۔
۳۔ تاریخ شیعیان علی ص ۳۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بیٹی سے عقد کیا۔ اسی طرح رشتہ اتحاد کو مستحکم اور قوی بنانے کے لئے اپنی صاحبزادی کی شادی مشہور سنی سردار سید ابراہیم خان بیہقی کے ساتھ کی۔ نیز اپنے بیٹے سے شمس رینہ ولد عیدی رینہ ایک سنی بزرگ کی لڑکی منسوب کی (۱)

غازی چک کو آخری عمر میں جزام کی بیماری عارض ہوئی۔ دوسری طرف بیٹے کی موت نے اس بیماری میں مزید اضافہ کیا۔ لہٰذا نو سال دو ماہ حکومت کر کے ۹۷۱ھ میں اپنے بھائی حسین چک کے حق میں تاج و تخت سے دستبردار ہوا (۲)

غازی چک کا عدل وانصاف

غازی چک عدل وانصاف اور رعایا پروری میں ممتاز تھا۔ عدل وانصاف میں وہ نوشیروان کشمیر تھا۔ اگر چہ خود شیعہ تھا لیکن تمام مذہبی اعتقادات کی آزادی دے رکھی تھی۔ (۳) بادشاہ نے عدل و معدلت کے بلند اصولوں کی خاطر اپنے جوان بیٹے کو بھی نہیں بخشا (۴) جس کی تفصیل کشمیر کی تاریخ میں موجود ہے۔ ہم اس کی طرف صرف ایک مختصر اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

''ایک دن غازی چک کے بیٹے کے نوکر نے ایک میوہ فروش سے زبردستی کچھ میوے لئے، غازی چک کے پاس جب اس کی شکایت ہوئی، شکایت ثابت ہونے پر انہوں نے نوکر کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر کیا، شہزادہ حیدر خان اس واقعہ سے ناراض ہو کر باپ سے الگ ہو گیا۔ غازی چک کی طرف سے ملک محمد نے شہزادہ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی، مگر حیدر چک نے غرور اور شرارت میں آ کر ملک محمد کو قتل کر دیا، اس واقعہ سے غازی شاہ غضبناک ہوا اور اس نے عیدگاہ کے راستے پر اپنے بیٹے کو پھانسی پر لٹکا دیا'' (۵) غازی خان ہمیشہ رعیت کے ساتھ عدل وانصاف برتنے میں مشغول رہتا تھا (۶)

۱۔ بہارستان شاہی مقدمہ دوم ص ۱۴۲۔
۲۔ تاریخ فرشتہ، واقعات کشمیر ص ۱۴۶۔
۳۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں، محبّ الحسن۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۹۔
۵۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں محبّ الحسن، نیز وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۳۱۔
۶۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۲۶، واقعات کشمیر ۱۴۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

البتہ بعض مورخین نے آنکھوں پر عداوت کی عینک لگا کر اسے بدنام کرنے کے لیے کئی بے جا تہمتیں لگائی ہیں۔ لیکن ان روایات میں اتنا تضاد پایا جاتا ہے کہ وہ روایتیں قابل اعتماد نہیں رہ جاتی ہیں، ایک جگہ اس کے عدل وانصاف کی داد وتحسین دے کر لکھتے ہیں کہ ''عدل وانصاف برتنے میں بے نظیر تھا'' پھر شیعہ ہونے کی بنیاد پر اس کو بدنام کرنے کے لئے مختلف تہمتیں لگائی جاتی ہیں۔ نمونہ کے لئے تاریخ حسن، واقعات کشمیر، باغ سلیمان وغیرہ کی طرف مراجعہ کیا جاسکتا ہے۔

سلطان حسین شاہ

سلطان حسین شاہ ۹۷۱ھ ہجری مطابق ۱۵۶۳ء عیسوی میں ''نوشیروان عادل'' کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ مورخین نے ان کے عدل وانصاف اور رعایا پروری کی بنا پر ان کی تخت نشینی کی تاریخ ''خسرو عادل'' لکھی ہے(۱) معروف مورخ ''ملک حیدر چاڈورہ'' سلطان حسین شاہ کی عدل پروری اور احسان نوازی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:۔

"(حسین شاہ) در عدل و داد و احسان و رعیت پروری دقیقه فرو گذاشت نه کرد "(۲)

حسین شاہ ایک بہت ہی جفاکش آدمی تھا۔ وہ کشمیر کا واحد سلطان ہے جس نے مناسب طریقے سے اپنی مصروفیات کی منصوبہ بندی کی تھی۔ وہ ریاست کے تمام سرکاری اور غیر سرکاری کاموں میں باقاعدگی کے ساتھ شمولیت کرتا تھا۔ اس طرح تمام کشمیریوں کا ہردل عزیز بنا (۳) حسن شاہ نے حسین چک کی رعایا پروری کے بارے میں لکھا ہے کہ ''حسین شاہ رعایا پروری اور عدل وانصاف میں اپنے دوسرے بھائیوں سے زیادہ مشہور تھا'' (۴)

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۶۔ ونیز تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ا ص ۲۷۲۔

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۹۔

۳۔ تاریخ کشمیر، اسلامی عہد میں، ص ۱۴۳۔

۴۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۲۷۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ڈاکٹر شمس الدین احمد (کٹر شیعہ مخالف) حسین شاہ کی عدل پروری دیکھ کر، نہ چاہتے ہوئے بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوا ہے کہ حسین خان چک رعایا پروری اور انصاف گستری میں اپنے بھائیوں سے آگے تھا (۱) مورخ حسن شاہ نے بھی ایک اور جگہ حسین شاہ کے عدل وانصاف اور رعایا پروری کے جذبے کو شاندار الفاظ میں سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ ''حسین شاہ نے اپنی رعایا کو عدل واحسان سے راضی کیا'' (۲)

حسین شاہ نے ملک کا انتظام چلانے کے لئے ملک محمد ناجی (جو ایک تجربہ کار اور باصلاحیت و بااستعداد شخص تھا) کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ حسین شاہ کو تخت پر بیٹھتے ہی بہت ساری سازشوں اور بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن حسین شاہ نے اپنی عقلمندی اور توانائی کے ساتھ ساتھ اپنی فولادی قدرت سے تمام سازشوں اور بغاوتوں کا قلع قمع کیا۔

حسین شاہ کی مذہبی آزادی اور رواداری

حسین شاہ مذہبی معاملات میں بڑے روادار اور آزاد خیال تھے۔ وہ کسی پر اپنا مذہب یا عقیدہ تھوپنے کا قائل اور معتقد نہیں تھے۔ وہ اگرچہ خود شیعہ مذہب کا پیرو تھے، لیکن ملکی معاملات کو تمام امور پر مقدم رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہندو اور مسلمان دونوں کو انصاف کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جس کی تائید وجیز التواریخ سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہے کہ ''شیعہ غلبہ کے باوجود اہل سنت و جماعت کی شرعی خدمت کو کام میں لایا تھا، اس وقت قاضی حبیب اللہ مسجد جامع کا واعظ تھا'' (۳)

بعض لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ حسین شاہ ایک متعصب حاکم تھا۔ اس الزام کے پیچھے مذہبی منافرت کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ جن مورّخوں نے حسین شاہ کی طرف تعصب کی نسبت دی ہے انہوں نے مذکورہ دعوے کی کوئی دلیل بیان نہیں کی ہے۔ ان تہمتوں کے پیچھے صرف شیعوں سے تعصّب اور نفرت کی بو آتی ہے اور ان الزامات سے وہ مرزا حیدر کاشغری جیسے جابر حکمران کے کالے کرتوتوں کی

۱۔ واقعات کشمیر، حاشیہ ۶۹۵ ص ۷۴۵۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۷۲۔

۳۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۳۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

توجیہیں پیش کرتے ہیں۔ نیز شیعوں پر اس کے وحشیانہ سلوک کے لئے جواز ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ تضاد بیانی کا ہنر کوئی ''اعظم دیدّ مری'' اور ''حسن شاہ'' اور اسی قبیل کے مورخوں سے سیکھے، جو کبھی حسین شاہ چک کی عدل پروری اور مذہبی رواداری پر رطب اللسان ہے تو کبھی انہیں ظالم و جابر اور مذہبی شدت پسند ثابت کرنے پر بضد نظر آتے ہیں۔ اس طرح کی تضاد بیانی ان کی تاریخ میں جا بجا دیکھنے کو ملتی ہے۔ ذیل میں چند ایک مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے

واقعات کشمیر کے مصنف ''حسین شاہ چک'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ حسین چک نے اپنے مادری بھائی کی وفات کے بعد کشمیر کی سلطنت استقلال کے ساتھ پائی۔ تخت نشینی کی تاریخ ''خسرو عادل'' ہے۔ احسان اور رعایا پروری کی طرف مائل تھا (۱) آگے لکھتے ہیں ''شیعہ لوگوں کے غلبہ کے باوجود حسین شاہ کے دور میں شرعی امور میں اہل سنت والجماعت ہی کارفرما تھے اس زمانے میں مولوی حبیب اللہ شہر کے قاضی اور جامع مسجد کے خطیب تھے'' (۲)

حسین شاہ کی رعایا پروری اور مذہبی آزادی کے مطالعہ اور تحریری ذوق کا اعتراف کرنے کے باوجود لوگوں کو فی سبیل اللہ فریب دینے کے لئے اس جملہ بلا دلیل کا اضافہ کیا'' (حسین چک نے) تمام تر توجہ مذہبی تعصب اور قید و بند کی طرف مبذول کردی'' (۳)

مورخ حسن، حسین شاہ چک کی رعایا پروری اور عدل گستری کی تعریف کرتے ہوئے (۴) شیعوں نفرت ہونے کی وجہ سے اپنی طرف سے اس جملہ کا اضافہ کیا ہے کہ ''مذہبی تعصب اور شیعہ مذہب رواج دینے اور اس کے طور طریقے عام کر۔نے کی خاطر سنیوں اور ہندوؤں سے دشمنی کر کے انہیں سختیاں پہنچاتا تھا'' (۵) یہ تضاد بیانی خود جانبدار مورخوں کی کتب سے ظاہر ہے۔

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۶۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۶۔

۳۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۶۔

۴۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۲۷۴۔

۵۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۲۷۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن اس کے باوجود مؤرخ حسن شاہ، حسین چک کی طرف سے اہل سنت کو دیئے گئے ملک کے اہم اور کلیدی عہدوں سے انکار اور چشم پوشی نہیں کر سکا (جو خود بخود حسن شاہ کے ان بے بنیاد الزاموں کو بے وقعت ثابت کرتے ہیں) تو حسن شاہ کو ان کی تاویل اور توجیہ پیش کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نظر نہیں آیا۔ اور یوں لکھتا ہے کہ ''حسین شاہ ظاہری طور سے سنیوں کا لحاظ کرتا تھا اور شرعی امور کے پابند حنفی عالموں کی عزت وتکریم کرتا تھا (۱) لیکن درحقیقت اندرونی تعصب کی آگ کی وجہ سے سنیوں کے بڑے بڑے عالموں کو قتل کیا'' (۲) لیکن حسن شاہ نے اس واقعہ کا ایک ہی رخ پیش کیا ہے، حسن شاہ نے قتل کا تو تذکرہ کیا لیکن مقتولین کے جرم پر خاموشی کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اس کی تفصیل کو چھپایا ہے۔

جبکہ اصل واقعہ یوں تھا کہ:۔ دو فتوی ساز ملاؤں نے ایک بے قصور شخص یوسف میر پر بے جا (حتی کہ اہل سنت علماء کی نظر میں بھی) واجب القتل ہونے کا فتوی صادر کیا تھا، جس کے نتیجے میں وہ مارا بھی گیا۔ اس واقعہ کے مستزاد ''چک خاندان'' کے خلاف پروپیگنڈا کے لئے حسن شاہ کے پاس اور رہ بھی کیا جاتا ہے؟

ڈاکٹر شمس الدین احمد کے بیان کا بھی یہی حال ہے وہ بھی حسین چک کے کردار اور رفتار کی تعریفیں کرتا ہے۔ لیکن پھر شیعہ دشمنی میں نام کمانے کے لئے اس میں اپنی طرف سے ایک دو جملوں کا اضافہ کیا ہے مثلاً ایک جگہ وہ یوں رقمطراز ہیں ''رعایا پروری اور انصاف گستری میں (حسین چک) اپنے بھائیوں سے آگے تھا'' (۳)

لیکن اسی کے ساتھ وہ مورخ حسن شاہ کی طرح بے دلیل دعویٰ کر کے اس جملہ کا اضافہ کرتا ہے کہ ''مذہبی تعصب اور شیعہ مذہب اور ان کے رسومات کو پھیلانے میں ہندوؤں اور اہل سنت والجماعت پر ستم ڈھانے اور ان کی مخالفت کرنے میں بے دریغ تھا۔ اگرچہ ظاہری ساخت برقرار رکھنے کے لئے حنفی مذہب کے علمائے شریعت کی خدمات کی قدر کرتا تھا لیکن علمائے اہل سنت کے بہت سے بزرگان دین کو ذاتی بدباطنی کی وجہ سے قتل کیا'' (۴) اس نے بھی تفصیل اور اصل واقعہ بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۴۷۳۔
۲۔ ایضاً۔
۳۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۶۹۵ ص ۷۴۵۔
۴۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۶۹۵، ص ۷۴۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پتہ نہیں ان مورخین کے نزدیک یہ کونسا اصول اور قانون ہے جس میں ظالم و مظلوم دونوں مقدس ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا اگر حسین چک نے سنی مسلمانوں سے زیادتی کی، تو وہ کیونکر عادل اور انصاف پرور تھے؟ اب اگر انہوں نے ملک میں امن وامان برقرار کرنے کے لئے مجرموں کو سزا دی تو اس سے حسین چک کیسے ظالم ٹھہرے اور وہ مجرمین مظلوم و مقدس بن گئے؟

حقیقت یہ ہے کہ حسین شاہ جہاں ہندوؤں کے مذہب کا احترام کرتے تھے حتیٰ کہ کبھی کبھی ان کے تہواروں میں شرکت کرتا تھا۔ وہاں دین اسلام کی ترویج کے لئے بھی کوشاں تھے۔ حسین شاہ کی رواداری کے بارے میں معروف مورّخ ڈاکٹر محبّ الحسن صاحب لکھتے ہیں ''خاندان چک میں حسین شاہ ہر لحاظ سے سب سے بہتر حکمران تھا۔ اس کی حکومت مضبوط ہونے کے علاوہ معتدل اور انصاف پسند بھی تھی اور اس کی رعایا ایران کے عظیم ساسانی شہنشاہ کے نام پر اس کو نوشیروان عادل کہتی تھی۔ وہ ان کی شکایتیں سنتا تھا، ڈاکوؤں اور لالچی عمال سے ان کو بچاتا تھا اور ان کی خوشحالی کے لیے کوشش کرتا تھا، وہ بہت سخی بھی تھا اور فجر کی نماز کے بعد روزانہ غریبوں اور حاجت مندوں میں روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ اگرچہ خود شیعہ تھا لیکن سرکاری سطح پر حنفی قانون پر عمل درآمد کیا اور خوارزم کے ایک سنی فقیہ سید حبیب کو سرینگر کا قاضی اور مسجد جامع کا امام مقرر کیا۔ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی اس کا برتاؤ نہایت ہی اچھا تھا۔ اس نے ان کو اپنے مذہبی رسوم کو ماننے اور انھیں تہوار منانے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ کچھ تہواروں میں مثلاً بسنت اور شرعی پنچھی میں وہ خود بھی شرکت کرتا تھا۔ وہ علم وادب اور موسیقی کا شائق تھا فارسی میں شاعری کرتا تھا اور فنکاروں اور اہل علم کی صحبت کو پسند کرتا تھا'' (۱)

تقسیم اوقات

حسین شاہ نے ملک کے امور کے بہتر طریقہ سے چلانے اور ان میں نظم و نسق برقرار رہنے کے لئے ایک شاندار اقدام کیا۔ جو شاید اس زمانے تک ہی نہیں بلکہ شاید آج کے ترقی یافتہ متمدن دور میں بھی کم نظیر ہی نہیں بلکہ بے نظیر ہوگا۔ جس کے تحت انھوں نے اپنے اوقات وایام کو اپنے معاشرہ کے

۱۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۲۴۴۔۲۴۳۔ بنقل از مقدمہ ۲ بہارستان شاہی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مختلف طبقوں کے لئے تقسیم کر رکھا تھا اور ہر طبقے سے عزت واحترام کے ساتھ ساتھ با اخلاص پیش آتا تھا۔ یہ بے مثال قدم جہاں حسین شاہ کی حسن تدبیر پر دلالت کرتا ہے وہیں اس کی مذہبی آزادی اور رواداری کا بھی ٹھوس ثبوت ہے۔ اس نے اپنے اعتقاد کی بنا پر عمر کے ایام کو تقسیم کر دیا تھا۔ وہ سات دنوں میں سات طابقہ اور گروہ کے لوگوں سے ملتا تھا۔ جمعہ کے روز علماء اہل اسلام کے ساتھ، سنیچر کے دن برہمنوں اور پنڈتوں کے ساتھ، اتوار کے دن مشائخ اور درویشوں کے ساتھ، پیر کو قاضی اور مفتیوں کے ساتھ، منگل وار کو سیر وشکار، بدھ وار کو سپاہیوں اور تیر اندازوں کے ساتھ اور جمعرات کے دن اہل طرب اور محل کے لوگوں کے ساتھ اس کی صحبت رہتی تھی، ہر ایک طائفہ کے لئے خزانہ سے نقد و جنس کا انعام مقرر کر رکھا تھا اور ہنر مندوں اور دانش مندوں کی پوری حوصلہ افزائی کرتا تھا (۱)

یوسف میر کا قتل اور اس کا پس منظر

مغل بادشاہوں کی نظریں عرصہ دراز سے کشمیر پر لگی ہوئی تھیں اور اسے قبضہ کرنے کے لیے بہت سارے حملے بھی کر چکے تھے۔ لیکن اہل کشمیر کے قومی اور ملی اتحاد اور جذبہ حب الوطنی (جس کے آگے مقامی غدّاری اور ریشہ دوانی بھی ماند پڑ گئی تھی) نے انہیں قبضہ کی جرأت نہیں ہونے دی خصوصاً ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۸ء اور ۹۶۷ھ مطابق ۱۵۵۹ء کے دو حملوں میں کشمیریوں خصوصاً غازی چک کے ہاتھوں مغلوں کے کٹے ہوئے سروں کے مناروں نے انہیں حواس باختہ کر دیا تھا، جس کی وجہ سے کشمیر پر طاقت کے بل پر قبضہ کرنے سے انہیں مکمل ناامیدی ہو چکی تھی۔ لہٰذا کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے طاقت و قدرت کے بجائے کچھ دوسرے طور طریقے پر سوچنا شروع کیا۔ غور وخوض کے بعد انہیں یہی سوجھی کہ اگر کشمیر کو فتح کرنا ہے تو سب سے پہلے ان کے اتحاد و بھائی چارگی (جو ان کی سب سے بڑی طاقت ہے) کو فرقہ واریت کے ہتھے چڑھانا ہوگا۔ اس منحوس ہدف کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے کشمیر کے بعض ضمیر فروش اور بے غیرت افراد جو ہر سماج اور معاشرہ میں پائے جاتے ہیں کو خرید کر اپنی کٹھ پتلی بنا لیا ہے اور انہی زر خرید افراد نے چند سالوں میں کشمیریوں کی یک جہتی کو ایسا پارہ پارہ کیا کہ وہ

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورا ص ۸۰، وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۳۳، و نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۲۷۳ و نیز کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۴۴، تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۵۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پھر صدیوں تک سنبھل نہ سکے۔ اسی پالسی کے تحت، خود فروختہ افراد کے ذریعہ سے ۹۷۶ھ ۱۵۶۸ء میں (حسین شاہ چک کے دور میں) ایک ایسا افسوس ناک واقعہ پیش آیا، جس نے آئندہ کشمیر میں طویل مدت تک کے لئے شیعہ سنی فسادات کی داغ بیل ڈال دی اور کشمیر کی تاریخ کو ہمیشہ کے لیے داغدار بنا دیا اور ہزاروں افراد اس پر قربان ہوتے رہے ہیں۔ اگر چہ اس فتنہ میں بہت سارے افراد ملوث تھے لیکن اصلی روح روان علی کوکہ اور قاضی موسیٰ اور قاضی حبیب تھے۔ ان کی سازشوں سے ہی یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا ''علی کوکہ'' جو شیعہ مسلمانوں کے خلاف متعصّبانہ اور مخاصمانہ کاروائیوں میں سرگرم عمل رہتا تھا۔ حسین چک کی مذہبی آزادی اور رواداری سے غلط فائدہ اٹھا کر اس وقت ملک کے وزیر اعظم کے عہدے پر فائز تھا۔ کشمیر کے بعض متعصب اور جانبدار مورخین نے اس (علی کوکہ) کو اور اس کے ہمفکروں کو بچانے کے لئے تہذیب وشائستگی کے دامن کو تار تار کر کے شیعہ حکمرانوں کو بدنام کرنے کے لئے بے سروپا باتیں لکھیں، جن کو عقل سلیم قبول کرنے سے قاصر ہے۔

اس واقعہ کو تمام مورّخوں نے اپنی اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے پوری تفصیل جاننے کے لئے محققین کو بہارستان شاہی دیکھنے کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ یہاں پر صرف بہارستان شاہی سے اس واقعہ کو نقل کر کے بحث کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے، لیکن یہاں پر اس نکتہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بہت سارے مورخوں نے اس واقعہ کو بہارستان شاہی سے ہی اخذ کیا ہے مگر صد افسوس کہ انہوں نے واقعات بیان کرنے میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا بلکہ نگاہ غلط انداز مورخوں کی طرح واقعات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے، جبکہ بہارستان شاہی میں اصل میں یہ واقعہ یوں درج ہے:۔

''حسین شاہ نے ملک محمد ناجی کو ہٹا کر ''علی کوکہ'' کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ وہ بڑا متعصب اور شر پسند تھا، اس کے عہد حکومت میں ایک مشہور ومعروف دوستدار یوسف میر کے نام کا شخص تھا، ایک دن راستے میں قاضی حبیب سے (جو اہل بیتؑ سے تعصّب رکھنے میں مشہور تھا) دوچار ہوا، قاضی حبیب نے تعصب سے شیعوں کو برا بھلا کہنے کے علاوہ یوسف میر کی طرف تھوک دیا اور غصے میں یوسف کے سر پر کوڑے مارے۔ یوسف میر، چونکہ غیرت مند سپاہی تھا، اس نے تلوار کھینچی اور قاضی حبیب پر ایک دو وار کئے۔ قاضی حبیب مجروح ہو کر گھوڑے سے گر پڑا اور یوسف چلا گیا ''علی کوکہ''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور ''دتی کوکہ'' نے آپس میں یہ سازش کر کے کسی طرح بادشاہ حسین شاہ سے اجازت حاصل کی کہ جو فیصلہ مفتیان دین اس معاملہ میں صادر کریں گے، اس پر عمل کرنا چاہیے۔ انہوں نے قاضی موسیٰ، ملاّ یوسف الماس، اور ملاّ فیروز گنائی کو بلایا اور ان سے یوسف میر کے قتل کا حکم جاری کرایا(۱)

اس فتویٰ کے جاری ہوتے ہی شہر کے لوگوں نے اس فقیر بے گناہ (یوسف) کو اس تعصب کے ساتھ قتل کیا۔ کہ (کچھ متعصب افراد) اس کے خون کو شربت کی طرح پی گئے اور اس کے گوشت کے ٹکڑوں کو اپنے دوست واحباب کے لئے تحفہ کے عنوان لے گئے (۱) اور اس کا قتل بہت بڑے فتنے کا باعث بنا۔ یوسف کے قتل کے بعد علی کوکہ اور دتی کوکہ نے مفتیوں اور ملاّؤں کے تعاون سے ایک عظیم فتنے کی بنیاد ڈالی۔ یوسف کے قتل کے باعث مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہوگئی اور دونوں طرف سے بہت سارے لوگ مارے گئے، لیکن حسین شاہ کو ان واقعات سے بے خبر رکھا گیا۔

یوسف میر کا قصاص

اس پر آشوب ماحول میں بھی بہت سارے انسان پائے جاتے تھے، جو اُن واقعات سے قطعاً ناراض تھے۔ جن کے دل میں اس آپسی لڑائی سے درد اٹھا اور جن کے ضمیر زندہ تھے اور جو شخصی مفاد کے بجائے قومی مفادات پر یقین رکھتے تھے اور مسلمانوں کی اس آپسی چپقلش کو زہر ہلاہل سمجھتے تھے۔ بہارستان شاہی کے بقول ''یوسف کے قتل کے بعد اہل سنت والجماعت کے ملاّ غیرت میں آگئے، انہوں نے زین الدین اور ملاّ رضی ولد سلیمان مفتی کو یہ کہہ کر اپنا ہمنوا بنایا کہ ہم ان ملاّؤں کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں گے، جنہوں نے مذہب اسلام کے نام پر یوسف میر کو واجب القتل قرار دیا ہے ان کا قتل کسی بھی مذہب میں جائز نہیں تھا (کیونکہ مضروب مرا نہیں بلکہ زندہ تھا) ان ملاّؤں نے محض تعصب اور دشمنی کی بنا پر یوسف کے قتل کا فتویٰ جاری کیا اور اس طرح ان کو انہوں نے بغیر کسی وجہ کے قتل کیا'' (۲)

۱۔ بہارستان شاہی ص ۲۶۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۳۷۶۔
۲۔ گزشتہ حوالہ ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قاضی زین الدین اور ملاّ رضی تمام امراء خواص اور حسین شاہ کے مقربین کو ساتھ لے کر لوگوں کے گھر گھر گئے اور ان کو یوسف کے قتل کی اصل صورت حال سے آگاہ کیا۔ پھر ان امراء اور مقربین نے اپنا موقف بادشاہ کو گوش گزار کیا۔

اس کے بعد مرزا مقیم اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر کی حیثیت سے کشمیر آیا تھا۔ اتفاقاً انہی دنوں بادشاہ حسین چک کے حسین و جمیل شہزادہ کا انتقال بھی ہوا تھا۔ حسین شاہ تو پہلے سے ہی یوسف کے قتل سے پریشان تھا اب شہزادے کی موت نے اور زیادہ پریشان کر دیا۔ آخر کار انہوں نے قتل یوسف کا مقدمہ بغرض عدل و انصاف مرزا مقیم کے سپرد کیا۔

مرزا مقیم نے بادشاہ کی یہ تجویز قبول کی اور انہوں نے مباحثہ کے لیے عدالت قائم کی۔ جب اہل سنت و جماعت کے ملاّ حاضر ہوئے تو اس جماعت میں سے، جس نے یوسف میر کے قتل کا حکم دیا تھا صرف دو آدمی یعنی ملاّ بچہ گنائی اور ملاّ یوس الماس عدالت میں موجود تھے۔ باقی قضاۃ اور مفتی فرار ہو کر روپوش ہو گئے تھے۔

جب قاضی زین الدین اور ملاّ رضی نے مرزا مقیم اور علماء اور فضلاء و اعیان مملکت و امراء اور معزز شہریوں کی موجودگی میں ملاّ یوسف بچہ گنائی اور ملاّ الماس سے دریافت کیا کہ تم نے یوسف میر کے قتل کا فتویٰ کس مذہب اور کس کتاب سے جاری کیا؟ جب کہ یوسف میر نے قاضی حبیب کو صرف دو تین ضربوں سے مجروح کیا تھا اور وہ زخم جان لیوا ثابت نہیں ہوئے۔ اگر تم نے اس بیچارے کو حنفی مذہب کی رو سے قتل کا حکم دیا، تو یہ حنفی مذہب کی کتابیں حاضر ہیں۔ اگر شافعی کے تحت فتویٰ جاری کیا تو یہ شافعی مذہب کی کتابیں سامنے ہیں۔ پھر کس مذہب کی بنا پر ان کے قتل کا فتویٰ جاری کیا ہے امت محمدیہ، شریعت نبویہؐ، ارباب اجتہاد، مجتہدین عصر اور علمائے دہر نے ہر جراحت اور ہر زخم کے لیے قصاص مقرر کیا ہے یہ قصاص ہر مکتب خیال اور ہر عالم دین کی کتابوں میں درج ہے، بتائیے کہ کس مذہب کے تحت اس فقیر کے قتل کرنے کے احکام صادر کیے ہیں؟

دونوں مفتی ان سوالوں کے جواب دینے سے قاصر رہے۔ آخر کار انہوں نے کہا کہ ہمیں علی کوکہ سے پیغام ملا تھا کہ بادشاہ یوسف میر کو از روئے سیاست قتل کرنا چاہتا ہے، تم بھی ان کے قتل کا فتویٰ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جاری کرو۔ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ دراصل بادشاہ نے ان کو سیاسی مقصد کی بنیاد پر قتل کیا۔

جب بادشاہ حسین شاہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے قسمیں کھائیں کہ مجھے یوسف کو قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے تو ان کا مقدمہ قاضیوں اور علماء کے سپرد کیا تھا تاکہ وہ محفوظ رہے اور ان کو کوئی قتل نہ کر سکے۔ جب بادشاہ کا جواب عدالت میں پہنچا تو پھر دونوں مفتی ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر لا جواب ہو گئے اس کے بعد جو سنی علماء عدالت میں موجود تھے انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ ان مفتیوں نے غلط فتویٰ جاری کر کے ایک بے گناہ کا خون بہایا ہے۔ قاضی عبد الغفور حنفی المذہب اور قاضی زین الدین شافعی المذہب نے پھر تمام علمائے اہل سنت و جماعت کے فیصلے سے اتفاق کر کے دونوں مفتیوں کے خلاف قصاص کا حکم دیا۔ حسین شاہ نے قضاۃ اور فقہاء کے حکم کے مطابق ان دو عالموں کو یوسف میر کے وارثوں کے حوالے کر دیا جنھوں نے یوسف میر کے قصاص میں ان دونوں کو قتل کیا (۱)

علی کوکہ کی سازش اور اکبر بادشاہ کا ارتکاب جرم

اس واقعہ کے بعد علی کوکہ اور دتی کوکہ (جو مغل بادشاہ کے ایجنٹ تھے) پھر خونریز سازشوں میں مصروف رہے، یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طریقے سے فتنے کی چنگاری بھڑک اٹھے۔ انہوں نے سازشیں کر کے بہت سارے لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے لیکن پھر بھی ان کی شمشیر خون آشام کی پیاس نہ بجھی تھی۔ جب حسین شاہ نے اکبر بادشاہ کے لیے مرزا مقیم کو تحائف دے کر روانہ کیا اور ان کے ہمراہ یعقوب میر کو اپنا سفیر مقرر کر کے رخصت کیا، تو علی کوکہ اور دتی کوکہ پھر سازشیں کرنے لگے۔ ان دونوں فتنہ پردازوں نے بادشاہ کو فریب دے کر اس بات پر تیار کر لیا کہ خواجہ گانی (ایک مغل ایجنٹ) بھی مرزا مقیم کے ساتھ دار الخلافہ جائے۔ تاکہ وہ لاہور سے ان کو کچھ تحائف دے دیں۔

علی کوکہ اور دتی کوکہ نے مرزا مقیم کے پیچھے ایک وفد مرزا مقیم کی شکایت کے لیے اکبر بادشاہ کے پاس بھیجا۔ اور ان سے (مرزا مقیم سے) غلط اور بے بنیاد الزامات لگا کر مولوی الماس اور ملا فیروز کے قتل کرنے کی شکایت کی۔ اکبر کے سامنے جب یہ بے بنیاد اور دور از حقیقت غلط مقدمہ پیش ہوا، تو وہ

۱۔ بہارستان شاہی ص ۳۶۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چراغ پا ہوا۔اس نے ارکان وفد اور متعصب علماء کے ساتھ ملاّ عبداللہ اور شیخ عبدالنبی (۱) کو آگرہ جانے کا حکم دیا تھا۔ان لوگوں نے گواہوں کو جھوٹی تعلیم سے آراستہ کیا۔آگرہ میں شیخ عبدالنبی اور دوسرے علمائے نے جھوٹے گواہوں کے سہارے ایک ایسے فساد کے شعلے بلند کیے،جن کے تحت مرزا مقیم،یعقوب میر وغیرہ کو قتل کردیا گیا۔

اکبر نے اپنے سیاسی ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانے کے لئے یک طرفہ مرزا مقیم اور دوسرے لوگوں کے قتل کا فتوی شیخ عبدالنبی سے جاری کرادیا،اکبر بادشاہ کے ارادے کشمیر کے بارے میں کبھی اچھے نہیں تھے۔وہ ہمیشہ کشمیر کو اپنی وراثت سمجھتا تھا اسی لئے اسے ''**باغ خاصہ**'' کہتا تھا۔انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے سفارتی آئین کے اصولوں کو پامال کرکے حسین شاہ کے سفیر یعقوب کو بھی عبدالنبی کے فتوے سے قتل کیا۔اس طرح اکبر بادشاہ ایک سیاسی جرم کا مرتکب ہوا اور دوسرے یہ کہ کشمیری عوام میں مذہبی پھوٹ ڈالنے کا بھی ذمہ دار بنا۔انہوں نے مرزا مقیم اور یعقوب کو محض رافضی ہونے کے جرم میں قتل کروایا (۲)

۱۔شیخ عبدالنبی کی زندگی پر ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب نے مختلف منابع اور کتب سے ایک اچھی اور مناسب تحقیق کی ہے وہ بہارستان شاہی کے دوسرے مقدمے میں شیخ عبدالنبی کے متعلق لکھتے ہیں:۔
"شیخ عبدالنبی اکبر کے دین الٰہی کے نہ صرف حامی تھے بلکہ دین الٰہی پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت کی تھی۔وہ بڑے جعلی شخص تھے جھوٹی شہادتوں پر لوگوں کے قتل کے لیے فتوے دیتے تھے۔چنانچہ جھوٹی شہادت پر ایک برہمن کو بھی قتل کردیا،جس قتل پر شہنشاہ اکبر ان سے خفا ہوگئے اور یہی قتل ان کے لیے زوال کا باعث بنا (بنقل از منتخب التواریخ ص ۶۰۷) شیخ صاحب بڑے مغرور اور متکبر اور جاہل تھے ''ح۔خ'' اور ''ر۔ز'' کی تمیز نہ تھی (منتخب التواریخ ص ۶۳۶ھ) آخرکار اکبر ان کے نامعقول طرز عمل سے آزردہ ہوئے اور ان کے منہ پر زوردار گھونسہ مارا۔انہوں نے مکہ معظمہ جاتے وقت ستر ہزار روپیہ کا غبن بھی کیا تھا۔عرصہ تک حوالات میں رہا آخرکار ایک رات گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا قتل کے دوسرے دن ظہر تک ان کی لاش بے گوروکفن پڑی رہی یہ واقعہ ۹۹۳ ہجری میں رونما ہوا اسی لیے تاریخ وفات شیخ کنبوہ نکالی گئی (منتخب التواریخ ص ۵۰۳) جب اکبر کو ان ملاؤں کے کردار کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ان میں بعض کو قتل کیا اور بعضوں کو گجرات بھیجا۔ملاّ عبداللہ کو بھی گجرات کی طرف ڈھکیل دیا (بہارستان شاہی ۳۶۶۔

۲۔بہارستان شاہی ص ۱۵۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حسین شاہ کے آخری ایام

جوانی میں بیٹے کی موت نے حسین شاہ کی صحت نڈھال کردی، وہ ہمیشہ اپنے لخت جگر کے غم واندوہ میں محزون رہتا تھا، اس کے علاوہ اکبر بادشاہ کی تنگ نظری اور بے انصافی سے بھی دلبرداشتہ ہوگیا تھا۔ لہٰذا دنیا و مافیہا سے اسے نفرت ہونے لگی۔ جس کے سبب وہ تخت سے اپنے بھائی ''علی شاہ'' کے حق میں دستبردار ہوا۔ معزولی کے بعد وہ زینہ پور میں زندگی کے باقی دن یادالٰہی میں گزارنے کے لیے گیا (۱) اور ایک سال کے بعد اس کا انتقال ہوا اور وہیں سپرد خاک کیا گیا۔

سلطان علی شاہ چک

علی شاہ نے ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۷۰ء میں سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی عدل واحسان کے دروازے کھول دئے (۲) انہوں نے وزارت کا عہدہ اپنے ایک خاص اور بااستعداد دوست، سید مبارک کو عطا کیا۔ سید مبارک علی شاہ کے وفادار اور جان نثار دوستوں میں سے تھے۔ وہ بہادری اور دانشمندی میں بے مثال شخصیت تھے۔ عقیدہ کے اعتبار سے علی شاہ خود شیعہ مذہب تھے، لیکن وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہونے والا سید مبارک بیہقی سنی مسلک تھا۔ سید محمد مبارک نے حکومت کے سیاسی اور مذہبی معاملات میں اپنی دانشمندانہ حکمت سے نپٹانے کی کوشش کی اور سب سے زیادہ توجہ امن وامان کی بحالی پر صرف کی۔ بعض موقعوں پر تو اس نے بصارت کے بجائے بصیرت سے کام لیا۔

علی شاہ نے شیعہ وسنی میں قومی اور ملی اتحاد مستحکم کرنے کے لئے نہ فقط سنی وزیر اعظم کو منتخب کیا۔ بلکہ اپنی بیٹی بھی ایک سنی ''سید ابوالمعالی'' کے نکاح میں دے دی (۳)

ملک میں کوئی دو سال تک امن وامان رہا۔ لیکن دو سال کے بعد ۹۷۹ھ میں ''علی خان ولد نوروز چک'' اور دوسرے امراء نے گٹھ جوڑ کر کے بادشاہ کے خلاف عہد پیمان کیساتھ بغاوت کرنا شروع

۱۔ بہارستان شاہی مرتبہ اکبر حیدری ص ۱۵۸۔
۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۵۵۔
۳۔ کشمیر عہد بہ عہد ص ۲۴۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی، لیکن یہ بغاوت اور سازش کچل دی گئی۔ اس کے علاوہ شہزادہ یوسف کے تعلقات بھی اپنے باپ ''علی چک'' سے کشیدہ ہوئے تھے۔ جس نے سوپور جا کر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تھا لیکن سید مبارک نے لڑائی کے بغیر ہی باپ بیٹے میں صلح وصفائی کرائی۔

اس شورش کے بعد ''علی شاہ'' کو حیدر خان اور سلیم خان (جو سلاطین شاہ میری کی اولاد سے تھے اور ابھی بھی تخت و تاج کے دعویدار تھے اور اس کی حصولی کے لئے بعض کشمیر امراء کو اپنے ساتھ ملا کر قسمت آزمائی کر رہے تھے) کی شورش سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ مگر علی شاہ نے اس شورش کو بھی لوہر خان اور محمد چک کی تدبر و دانائی سے فروکش کیا۔

اس کے بعد بھی مزید شورشیں اور بغاوتیں اٹھیں، لیکن سب ناکام بنادی گئیں۔ ان شورشوں کا اثر یہ ہوا کہ علی شاہ ان بغاوتوں کا مقابلہ کرنے میں اتنا مشغول رہا کہ اسے اپنی خواہش کے مطابق کشمیر کو فلاحی ریاست بنانے کا موقع ہی میسر نہ آسکا۔ اس آپسی کشمکش کے علاوہ خداوند عالم نے بھی اسی دور میں کشمیریوں کو آزمانے کا ارادہ کیا۔ جس کے سبب تین سال تک ایسی خشک سالی ہوئی کہ بتایا جاتا ہے کہ جب کھانے کے لئے کوئی چیز دستیاب نہ رہی تو آدمی کے گوشت کو حلال جان لیا گیا اور لوگ قحط زدہ مردوں کو بے دھڑک کھانے لگے (۱)

ان دونوں علتوں کی وجہ سے علی شاہ چک کے عہد میں کشمیر رفاہی اور فلاحی اعتبار سے کچھ زیادہ ترقی نہ کر سکا۔

علی شاہ کی رعایا پروری

علی شاہ چک ایک عادل، سخی اور رحم دل بادشاہ تھا۔ لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آتا تھا اپنی رعایا کی بھلائی اور بہبودی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزار نہیں کیا۔ خصوصاً ۱۵۷۸ء میں جب کشمیر میں شدید برف باری سے فصلیں تباہ ہوئیں تو علی شاہ چک نے قحط کے آثار نمایاں دیکھ کر اپنے خزانوں کے منہ محتاجوں اور نیازمندوں کے لیے کھول دیئے (۲) اور شب وروز ان کی دیکھ بھال کر کے ان کی

۱۔ واقعات کشمیر، مرتبہ شمس الدین احمد، ص ۱۴۹۔
۲۔ واقعات کشمیر مرتبہ شمس الدین ص ۱۴۸ و نیز کشمیر عہد بہ عہد ص ۲۴۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مصیبتوں میں شریک حال رہے تا کہ کسی کو بھوک کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

علی شاہ چک نے انیسویں صدی کی ''تحریک اصلاح مجرمان'' کے پیشرو کی حیثیت سے وہ تمام ظالمانہ سزائیں جیسے آنکھیں نکلوانا، بدن کے عضو کٹوانا، جو سابقہ فرمانرواؤں کے دور میں مجرموں کو سزا دینے کے لئے رائج تھیں، کو کالعدم قرار دیا۔

دوستوں کے علاوہ مخالف اور شیعہ دشمن مورخین نے بھی علی شاہ چک کی رعایا پروری اور عدل و انصاف کو سراہا ہے۔ ذیل کی عبارت میں چند مورخین کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

اعظم ددّمری ''واقعات کشمیر'' میں لکھتا ہے:۔

''علی شاہ نے عدل واحسان اور رعایا پروری کے حق میں بے انتہا کوشش کی اور اکثر اہل شہر کو خوش رکھا" (۱)

حسن شاہ ''تاریخ حسن'' میں یوں لکھتے ہیں:۔

''عدل وانصاف سے حکومت کر کے خدا کے بندوں کو بہت آرام پہنچایا" (۲)

ڈاکٹر شمس الدین احمد واقعات کشمیر کے ترجمہ میں ۶۹۸ حاشیہ کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں کہ:۔

''علی شاہ نے رعایا کی بہبودی، فضلا کی قدر، علماء کا احترام اور مشائخ وفقراء کی تکریم کی طرف توجہ کی''۔ وہ آگے لکھتے ہیں ''بندگان خدا کو عدل واحسان اور رفاہ وخوشحالی سے خوش رکھا'' (۳)

ملک حیدر تاریخ ملک حیدر چاڈورہ میں یوں لکھتا ہے کہ:۔

''علی شاہ نے اپنی حکومت کے دوران ہمیشہ رعیت میں عدل وانصاف اور احسان کو برقرار رکھنے کی کوشش کی'' (۴)

اسی طرح دیگر مورخوں (اعم از شیعہ وسنی) نے بھی علی شاہ کی عدل پروری کی داددی ہے۔ علی شاہ کو چوگان کھیلنے کا بڑا شوق تھا، جس کے لئے وہ عیدگاہ جایا کرتے تھے۔ رعایا پروری اور ان کے دکھ اور غم

۱۔ واقعات کشمیر مرتبہ شمس الدین ص ۱۴۸۔
۲۔ تاریخ حسن ج ۲ حصہ اص ۳۸۰۔
۳۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۶۹۸ ص ۷۴۵۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر ص ۸۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں شرکت کا انھیں اتنا خیال تھا کہ کشمیر میں جن تین سالوں میں خشک سالی ہوئی تو بادشاہ نے قحط زدوں کے لئے خزائن معمورہ کے دروازے کھول دئے جس کی وجہ سے دو سال کے اندر تمام خزانے خالی ہوگئے۔ علی شاہ کی رعایا پروری کے متعلق ایک غیر مسلم مورخ نے یوں اپنی رائے ظاہر کی ہے:۔

''علی شاہ نے (لوگوں میں مفت راشن تقسیم کرنے) میں اپنے بھرے خزانے خالی کردئے'' (۱)

علی شاہ کی فیاضی اور وسعت قلبی اتنی مشہور تھی کہ کوئی بھی قصوروار اس سے خائف نہ ہوتا، بلکہ بادشاہ کے پاس لے جانے کی التماس کرتا تھا تا کہ اس کے قصور اور غلطی کو معاف کرے۔ یہی نہیں بلکہ علی شاہ نے ان تمام دشمنوں کو بھی معاف کیا جو اس کے خلاف بغاوت کر چکے تھے (۲)

علی شاہ چک کی مذہبی رواداری

علی شاہ ایک محبّ الوطن شخص تھے اور وطن ہی کو آباد کرنے میں اپنی خوش بختی سمجھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی رعایا کی کسی مذہبی لحاظ کے بغیر، خدمات رسانی کو بھی اپنی سعادت تصور کرتے تھے۔ کشمیر کے جانبدار مورّخ بھی ان کی مذہبی رواداری دیکھ کر خاموش ہوئے اور کسی طرح کی بہانہ تراشی نہ کر سکے۔

علی شاہ چک کے بارے میں تاریخی کتابوں میں آیا ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اس نے کشمیر کی جامع مسجد میں ہر خاص و عام صغیر و کبیر، زن و مرد کے سامنے یہ اعلان کیا کہ وہ ایک محبّ الوطن بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کرے گا اور کوئی مذہبی تعصب اس کے حکومتی فرائض میں رکاوٹ نہیں بنے گا (۳)

علی شاہ چک نے مسلمانوں میں اتحاد اور بھائی چارگی کا رواج عام کرنے کے لئے مسلمانوں کے درمیان بین المسالک رشتے کرائے اور یہ سلسلہ اپنی بیٹی سید ابوالمعالی فرزند مبارک خان جو ایک سنی مسلمان تھا کے رشتہ میں دے کر خود سے شروع کیا۔

اس سے بڑھ کر اس کی مذہبی رواداری اور کیا ہوسکتی ہے کہ شیعہ مسلمان ہونے کے باوجود وہ سلطان العارفین اور بابا ہردی ریشی کی خدمت میں ادنی غلاموں کی طرح حاضر رہتے تھے (۴)

۱۔ گلدستہ کشمیر ۱۳۰۔
۲۔ گلستان کشمیر ص ۱۴۹۔
۳۔ کشمیر بھشت زخم خوردہ ص ۶۲ ونیز تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں ص ۱۴۵۔
۴۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۴۵۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فیض یاب ہونے اور عقیدت باطنی کا اظہار کرنے کے عمل کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ چنانچہ بابا داؤد خاکی (سلطان العارفین شیخ حمزہ کے مرید خاص) (۱) اپنے قصیدہ لامیہ میں علی شاہ چک اور ان کے فرزند یوسف شاہ چک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

والئے دوران علی شاہ دوستدار صالحان
پسر او شهزاده یوسف شاه باجاه وجلال
هر دو ایشان صحبت این پیر را دریافتند
هردو کر دندے دعای خیر خود ازوی سوال
او دعا گفتی و ایشان را مبارکه آمدی
هم درین اشفاق کرد از ینجا ارتحال (۲)

یعنی صالحین سے محبت کرنے والا بادشاہ زمان علی شاہ اور صاحب جاہ وجلال اس کا فرزند شہزادہ یوسف شاہ دونوں اس مرشد کی صحبت میں حاضر ہو جاتے تھے اور دونوں ان سے دعائے خیر کرنے کی التجا کیا کرتے تھے۔ وہ ان کے حق میں دعا فرماتے، جو ان کے لئے مبارک بن جاتی اور شفقتوں سے معمور ہو کر ان کی خدمت سے واپس چلے جاتے تھے۔

اگر چہ بابا داؤد خاکی کے قصیدہ میں فقط علی شاہ چک اور یوسف شاہ چک کی مذہبی رواداری کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمام شیعہ حکمران مشائخ اور علماء وفضلاء کی بڑی عزت کرتے تھے،۔ یہاں تک کہ حسین شاہ چک نے اپنا ایک پورا دن ان کی ہی صحبت میں گزارنے اور ان سے کسب فیض کرنے کے لئے معین کیا تھا۔ شیعہ بادشاہوں کو مذہبی تعصب کی تہمت صرف ان کے شیعہ مسلمان ہونے کی وجہ سے دی گئی ہے۔

لیکن آج تک کسی بھی غیر جانبدار روایت یا تاریخ کی کسی ایسی کتاب میں جسے فریقین قبول کرتے ہوں یہ نہیں آیا ہے کہ شیعہ حکمرانوں نے اپنی حکومت کے دوران کسی قسم کے تعصب سے کام لیا ہو۔ بلکہ بہت ساری غیر جانبدار اور مورد قبول فریقین کی روایتیں پائی جاتی ہیں جن میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ شیعہ حکمرانوں نے شیعہ مذہب ہونے کے باوجود عدل وانصاف سے کام لیا اور حکومت چلانے میں مذہب کا کوئی دخل نہیں دیا۔

۱۔ اکبر بادشاہ کو کشمیر پر حملہ اور قبضہ کرنے کی دعوت دینے والوں میں ایک شخص بابا داؤد خاکی بھی تھا۔
۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۵۶، نیز واقعات کشمیر ص ۷۴۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بادشاہ کا سفر آخرت

یہ بتایا جاچکا ہے کہ علی شاہ چک کو چوگان کھیلنے کا بڑا شوق تھا جس کے لئے وہ روزانہ صبح وشام عید گاہ کے میدان میں جایا کرتے تھے لیکن قحط کے تین سالوں میں لوگوں کی دیکھ بھال اوران کے دردوغم میں شریک ہونے کی وجہ سے نہیں گئے۔ لیکن جب قحط کی شدت میں کمی واقع ہونے لگی تو ایک دن چوگان کھیلنے کی غرض سے عید گاہ گئے۔ چوگان کھیلنے میں مشغول ہی تھے کہ یک بیک ان کی آنتوں میں خلل پڑ گیا اور چوگان بھی ان کے ہاتھ سے گر پڑی۔ تیزی سے گھر کی طرف واپس لوٹے اور وہاں پہنچ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔

یوسف شاہ چک (پہلی بار)

علی شاہ چک کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کے بیٹے یوسف شاہ چک کو ان کا جانشین منتخب کیا گیا۔ لیکن دوسری طرف چونکہ امراء اور رؤساء کشمیر کے درمیان شدید سیاسی رقابت تھی اور ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ اس کا پسندیدہ شخص ہی بادشاہ بنے، جس کے لئے وہ ذات پات، حسب ونسب، دین ومذہب، اپنا اور اجنبی، شیعہ وسنی وغیرہ کسی چیز کے قائل نہیں تھے۔

ایک طرف یوسف شاہ چک حاکم بنا اور باپ کے کفن و دفن میں مشغول ہی تھا کہ دوسری طرف بعض خودغرض اور شر پسند افراد نے علی شاہ کے بھائی ابدال خان کو تخت وتاج حاصل کرنے پر اکسایا۔ اگرچہ پہلے وہ بھتیجے کے خلاف لڑنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا اور کہتا تھا کہ میں اکثر خدا سے دعا مانگتا تھا کہ بھائی (علی شاہ چک) سے پہلے میری موت واقع ہو، لیکن اس کے ساتھیوں اور بیٹے نے اسے ڈرپوک وغیرہ کے طعنے دے کر آخر کار جنگ کے لئے تیار کیا۔ یوسف شاہ چک نے علماء کرام خصوصاً بابا خلیل کے ذریعے صلح وآشتی کرنے کی بہت کوشش کی، یہاں تک کہ تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف حکیم صفدر ہمدانی کے بقول ابدال خان نے یوسف شاہ چک کے پاس جانے کی رضامندی ظاہر کی۔ لیکن سید مبارک کا دل ابدال خان کی طرف سے صاف نہ تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ معاملہ صلح وآشتی سے انجام پذیر ہو(۱) لہٰذا یوسف شاہ چک کو لڑنے پر آمادہ کیا۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۶۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آخر کار معاملہ نے لڑائی کی صورت اختیار کی اور نوہٹہ کے مقام پر فریقین میں لڑائی ہوئی۔ ابدال خان مارا گیا اور اس کے ساتھی فرار ہو گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یوسف شاہ چک نے جب ابدال بٹ کی لاش کو خون میں لت پت دیکھا تو اپنے باپ کی تکفین و تدفین تک ابدال چک (چچا) کی تجہیز و تکفین کو ممنوع قرار کر دیا۔ لیکن قاضی موسیٰ (جو حسین شاہ کے دور میں بھی یوسف میر کے قتل میں ملوث تھا) نے یوسف شاہ چک کے حکم کی خلاف ورزی کی اور بادشاہ وقت کے سب سے بڑے باغی اور دشمن کی لاش کو بادشاہ مرحوم (علی شاہ چک) سے پہلے ہی شاہی مقبرہ میں دفن کیا۔

ملک حیدر قاضی موسیٰ کی خلاف ورزی کے بارے میں یوں لکھتا ہے کہ:۔ "موسیٰ قاضی او را از جنگ گاہ برداشت برد و مدفون ساخت" (۱)

پھر دوسرے دن بادشاہ مرحوم علی چک کو بھی دفن کیا گیا (۲)

اس طرح یوسف شاہ چک ۹۸۷ھ میں تخت نشین ہوا اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا اور محمد بٹ کو وزارت کا منصب عطا کیا۔

چچا بھتیجے کی آپس میں اس شدید لڑائی اور کشت و کشتار سے یہ بات بھی واضح اور روشن ہوتی ہے کہ کشمیر میں مغل دور سے پہلے کی لڑائیاں سیاسی نوعیت کی تھیں دین و مذہب سے ان لڑائیوں کا کوئی تعلق نہیں تھا وہ صرف تخت و تاج کے حصول کے لئے لڑی جاتی تھیں۔ ان میں شیعہ و سنی برابر کے شریک تھے۔ اگر یہ سیاسی جنگوں کے بجائے (بقول بعض متعصب مورخوں کے) مذہبی لڑائیاں ہوتیں تو کبھی چچا بھتیجے نہ لڑتے، لیکن اکثر شیعوں کے خلاف ان سیاسی لڑائیوں کو مذہبی رنگ دیا گیا۔

اگر یہ مذہبی کشیدگیاں ہوتیں تو شیعہ بادشاہ کبھی سنی علماء و فضلاء کو بڑے بڑے عہدوں پر نہ بٹھاتے، اور نہ ہی ملک میں سنی عالم دین کو جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا جاتا اور نہ ہی سنی عالم دین قاضی حبیب کو خطیب کے ساتھ ساتھ کشمیر کا قاضی مقرر کیا جاتا، بلکہ اس صورت میں شیعہ علماء اور فضلاء کو سنی علماء پر ترجیح دی جاتی۔ پس میں یہ کہنے میں صد فیصد حق بجانب ہوں کہ کشمیر میں حکمرانوں اور

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۸۳۔
۲۔ بہارستان شاہی ص ۱۶۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سیاستدانوں میں تمام جنگیں اور لڑائیاں سیاسی اور حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے تھیں۔ جس کی دوڑ دھوپ میں شیعہ وسنی تمام کشمیری امراء و بزرگ جی جان سے لگے ہوئے تھے۔ البتہ یہاں قوی امکان ہے کہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے اور جنگوں میں شرکت کی غرض سے یہ شیعہ وسنی کشمیری امراء اور رہنما ان سیاسی لڑائیوں کو مذہبی لڑائیوں کے قالب میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے ہوں گے (یعنی کشمیر میں مذہبی منافرت پھیلانے والے مغل بادشاہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لیے یہاں مذہبی جنگوں کو ہوا دی اور یہ بد اور منحوس رسم صدیوں تک قائم رہی، جس سے کشمیریوں کا اتحاد اور ان کی بھائی چارگی بکھر کر رہ گئی۔ پھر جس منافرت کے نتیجہ میں ہزاروں شیعوں کی جان گئی) (۱)

اندرونی خلفشار (جس کا کبھی حل نکل سکتا تھا) کے علاوہ بعض مفاد پرستوں نے نہ مذہب کا خیال کیا نہ وطن عزیز سے وفاداری کا!! بلکہ اپنے مفادات کے لئے مذہبی تعصب کو ڈھال بنا کر بیرونی حملہ آوروں کے ذریعہ کشمیر پر حملہ کروا کر اسے کمزور اور آخر کار غلام بنوا دیا۔ لیکن یہ بات بڑے فخر کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس انتہائی (کوتاہ اندیش) اقدام میں کوئی شیعہ حاکم یا عالم ملوث نہ رہا۔

بہرحال یوسف شاہ چک اپنے باپ کے انتقال کے بعد کشمیر کا بادشاہ بنا اور محمد بٹ کو اپنا وزیر اعظم منتخب کیا۔ مگر یوسف شاہ کو تخت نشین ہوئے ابھی مشکل سے دو مہینے ہی گزرے تھے کہ اس کو ایک خطرناک شورش اور بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ اس بغاوت کا لیڈر ابدال بٹ تھا۔ جو وزارت کے عہدہ کا متمنی تھا لیکن جب وہ عہدہ محمد بٹ کو تفویض ہوا، تو ابدال بٹ یوسف شاہ چک سے منحرف ہوا اور اس کی نابودی و بربادی کے لئے کمر بستہ ہوگیا۔ ریاست کے امراء اور بزرگان نے یوسف شاہ چک کو حالات قابو کرنے کے لئے کچھ تجویزیں بھی دیں۔ مگر یوسف شاہ چک نے ان پر عمل کرنے سے انکار کیا آخر کار عیدگاہ کے مقام پر طرفین میں ایک زبردست جنگ ہوئی جس میں یوسف شاہ چک کا کمانڈر مارا گیا، جس سے فوج بد دل ہو کر بھاگ گئی اور جنگ کا نتیجہ یوسف شاہ چک کی شکست میں سامنے آیا نیز اسے خود ''تھنہ پونچھ'' کی راہ لینی پڑی (۲)

۱۔ اس بارے میں مزید تفصیل آگے درج ہے۔

۲۔ کشمیر عہد بہ عہد۔ ۲۴۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ابدال بٹ نے بعض ان سرداروں کو، جو یوسف شاہ چک سے ناراض تھے جنگ سے پہلے اپنے ساتھ ملایا تھا۔جن میں ایک اس (یوسف شاہ چک) کے والد علی شاہ کا دیرینہ دوست اور وزیر اعظم سید مبارک بیہقی بھی تھا۔ابدال بٹ نے یوسف شاہ چک کے بدلے سید مبارک کو تخت نشین کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا لہٰذا یوسف شاہ چک جب جنگ میں شکست کے بعد تھنہ چلا گیا تو ابدال بٹ نے دوسرے کشمیری امراء کے ساتھ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنایا اور اتفاق کے ساتھ سید مبارک بیہقی کو کشمیر کا بادشاہ انتخاب کیا(۱)

سید مبارک بیہقی

سید مبارک بیہقی ۹۸۸ھ ہجری میں کشمیر کے تخت وتاج کا مالک بنا۔تاریخ میں آیا ہے کہ وہ ایک نیک صفت انسان تھا اور تخت پر بیٹھتے ہی چتر شاہی میں جو ہیرے لگے تھے، ان کو عارفوں، عابدوں اور سپاہیوں میں تقسیم کردیا۔مگر سید مبارک کی حکومت بھی زیادہ دیر نہیں چل سکی اور زیادہ سے زیادہ اس کی چھ ماہ حکومت کے بعد کشمیری امراء اس سے بھی بددل ہوگئے اور اسے تخت وتاج سے دستبردار ہونے پر مجبور کردیا۔

ملک حیدر نے سید مبارک کی حکومت کی مدت صرف دو ماہ لکھی ہے(۲)

سید مبارک کو تخت سے دستبردار ہونے کے مختلف عوامل بتائے جاتے ہیں۔تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف حکیم صفدر ہمدانی، تاریخ ملک حیدر چاڈورہ سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ اسی کم وقت میں سید مبارک سے تنگ آگئے تھے اور اپنے کئے پر نادم تھے۔اس لئے انہوں نے یوسف شاہ چک کو واپس آنے کی دعوت دی (۳)

تاریخ ملک حید چاڈورہ کی تائید اعظم دڈمری کی واقعات کشمیر سے بھی ہوتی ہے وہ اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''سید مبارک خان نے بھی چونکہ بدسلوکی اور بے اعتدالی کا رویہ اختیار کیا تو شنکر چک، حیدر چک اور شمسی چک کپوارہ اور ایسے ہی دیگر اشخاص نے (سازشی اندازہ میں) سید مبارک کے خلاف لڑنے کا

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۷۰۔
۲۔تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۔
۳۔تاریخ شیعیان کشمیر بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مشورہ کرنے کے بعد عہد و پیمان کو مستحکم کیا(۱) اگرچہ ظاہری حالات مذکورہ علت کی تائید نہیں کرتے ہیں مخصوصاً تاریخ نے سید مبارک بیہقی کی شخصیت کو بالکل مثبت اور اچھے انداز میں بیان کیا ہے اور اس کی سادگی، عدل و انصاف پر ان کی تعریف کی ہے(۲) لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کبھی کبھی حد سے زیادہ سادگی، دینداری، سخت گیری و درویشی اور اسلام پسندی دوسروں کے لئے مزاحمت اور مشکلات پیدا کردیتی ہیں۔ ممکن ہے کہ سید مبارک کا مسئلہ بھی ایسا ہی رہا ہوگا۔ لیکن عمومی طور پر مورخین نے سید مبارک کی معزولی کی علت یوں بیان کی ہے کہ سید مبارک کو تخت پر بٹھانے سے کشمیری امراء کی یہ غرض تھی کہ ان کی درویشی اور سادگی سے جی بھر کر فائدہ اٹھاسکیں گے۔ ان کے ذہن میں یہ تھا کہ سید مبارک صرف برائے نام بادشاہ رہے گا اور سلطنت کا نظم و نسق عملاً ان کے ہی ہاتھوں میں رہے گا۔ اس طرح وہ ملک کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے۔

لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی، کیونکہ سید مبارک نے ان کے اشاروں پر چلنے سے انکار کیا اور ملک کے امور خود چلانے لگا۔ اسلئے کشمیری امراء پھر اسی ابدال بٹ کی سربراہی میں سید مبارک کی بغاوت پر تل گئے اور یوسف شاہ چک کو اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر واپس بلایا۔ یوسف امراء کے وعدوں اور قسموں پر یقین کر بیٹھا اور کشمیر کی راہ لی۔ یوسف شاہ کے آنے کی خبر سن کر سید مبارک بھی مقابلہ کے لئے نکلا، لیکن جنگ سے پہلے صلح و آشتی کرنے کی بہت کوشش کی۔ فریقین میں صلح و صفا ہونے والی ہی تھی کہ ابدال بٹ نے یوسف شاہ چک کو سید مبارک کی باتوں پر یقین نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ یوسف نے ابدال بٹ جو ایک بڑا عیار سیاست دان تھا، کی باتوں پر عمل کر کے سید مبارک پر اعتماد نہیں کیا(۳) دونوں میں زبردست جنگ ہوئی مگر جن کے کہنے پر یوسف شاہ کشمیر آیا تھا وہ لڑائی میں الگ رہے اور یوسف شاہ کو کسی طرح کی مدد نہیں کی۔ جنگ کا نتیجہ یوسف شاہ کی شکست میں ظاہر ہوا اور یوسف شکست کھا کر دوبارہ تھنہ چلا گیا۔

۱۔ واقعات کشمیر، مرتب شمس الدین ص ۱۵۱۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۱۶۸۔۳۸۵۔ نیز کشمیر بھشت زخم خوردہ ص ۶۴۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۳۹۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس جنگ کے بعد بھی امراء کی تشفی دل نہ ہوئی، بلکہ برابر سید مبارک کے خلاف بغاوتیں کرتے رہے۔جس کا روح رواں خود ابدال بٹ تھا۔یہ وہی شخص تھا جس نے خود ہی سید مبارک کو تخت پر بٹھایا تھا۔

ان شورشوں اور سازشوں کی وجہ سے سید مبارک بیہقی نے محسوس کر لیا کہ امراء کے لئے وہ قابل قبول حکمران نہیں ہے۔لہٰذا حالات کے پیش نظر بابا خلیل کی خانقاہ میں چک سرداروں سے مذاکرات کئے اور ان کے مطالبے پر حکومت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

اس طرح سید مبارک بیہقی کی حکومت صرف چھ ماہ اور دو دن تک باقی رہی ہے۔اعظم دڈمری کے مطابق ۸ ماہ اور ۱۵ روز ان کی حکومت تھی۔لیکن ملک حیدر چاڈورہ اور خلیل مرجانپوری نے یہ مدت کم کر کے ۲ ماہ ۱۵ دن لکھی ہے۔

کشمیری امراء کا سید مبارک کو حکومت پر بٹھانے اور پھر دستبرداری کے لئے مجبور کرنے سے پھر ہمارے گذشتہ بیان کی تائید ہوتی ہے جس میں اس راقم الحروف نے بتایا تھا کہ کشمیر میں اس وقت جو بھی لڑائیاں اور جنگیں، شورشیں اور سازشیں ایک دوسرے کے خلاف ہوتی تھیں، وہ صد فیصد سیاسی نوعیت کی ہوتی تھیں دین و مذہب سے ان شورشوں اور جنگوں کا کوئی تعلق نہیں رہتا تھا۔

یہاں پر بھی یہ بات بالکل واضح اور روشن تھی کہ یوسف شاہ چک کو تخت سے دستبردار کرنے کی سازش ابدال بٹ نے کی تھی اور اسے ''تھنہ'' فرار کرنے پر مجبور کیا تھا۔پھر اس کی جگہ ایک سنی شخص کو کشمیر کا حاکم بنایا، لیکن جب اس سے نہیں بنی تو خود ہی سید مبارک کی بربادی کے سامان تیار کرنے لگا اور دوبارہ یوسف شاہ چک کو کشمیر آنے اور حکومت پر بیٹھنے کی دعوت دی۔جس کے لئے سید مبارک کے مدمقابل آ گیا۔

لوہر چک

سید مبارک کی معزولی اور حکومت سے دستبرداری کے بعد چکوں کے اتفاق سے اس کی جگہ لوہر خان چک کشمیر کا بادشاہ مقرر ہوا۔لوہر خان نے اپنی حکومت مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے ابدال بٹ کو مسند وزارت عطا کی۔جس کا وہ عرصہ دراز سے متمنی تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لوہر شاہ بہت بڑا فیاض، رحمدل اور رعایا پرور تھا۔ عادل و منصف ایسا تھا کہ لوگ نوشیروان کے عہد کو بھول گئے (۱)

اعظم دِدّمری ان کے عدل وانصاف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

"لوہر چک کی حکومت کی مدت ایک سال تھی۔ اس نے عدل واحسان اور رعایا پروری کو اس طرح سے اپنا شعار بنایا کہ عدل نوشیروان کی یاد تازہ کردی (۲)

حسن شاہ اس بارے میں لکھتے ہیں:۔

''لوہر شاہ رعایا کے ساتھ عدل واحسان سے پیش آیا اور نوشیروان کے عدل وانصاف کو لوگ بھول گئے'' (۳)

ڈاکٹر شمس الدین احمد (جس نے شیعہ حکمرانوں کے عیوب نکالنے میں سب پر سبقت لی ہے) نے بھی مذکورہ الفاظ میں لوہر خان کے عدل وانصاف کی تعریف کی ہے۔

لوہر خان (جو یوسف شاہ چک کا چچازاد بھائی تھا) بھی یوسف چک کی جنگ اور حملے کی وجہ سے صرف ایک سال حکومت کرسکا۔ لیکن اس مختصر مدت میں بھی اس نے اپنے دور کو اقتصادی لحاظ سے سلاطین کشمیر کی تاریخ میں ''خوش حال ترین'' دور بنالیا تھا۔ اس نے کھانے پینے کی اشیاء وافر اور ارزاں نرخوں پر مہیا کردی تھیں۔ شالی کی قیمت اس قدر گرگئی کہ ایک خروار ڈیڑھ تولہ وزن کے تانبے کے پیسے سے خریدا جاتا تھا (۴)

اعظم دِدّمری کا بیان ہے کہ:۔

''غلہ اس قدر سستا ہوگیا کہ ایک خروار کو جوڈھائی من شاہجانی کے برابر تھی، دو فلوس میں بیچتے تھے اور شہر کے لوگ خوشحالی اور فارغ البالی میں بسر کرتے تھے۔ اسی کے عہد میں لہر منڈو، جو ابھی بھی جاری ہے، رائج ہوگئی یعنی ایک بڑی سی روٹی جسے چند کوڑیوں کے عوض فروخت کرتے تھے'' (۵)

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۸۶۔
۲۔ واقعات کشمیر مرتبہ شمس الدین احمد ص ۱۵۱۔
۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۹۹۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر ص۔
۵۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یوسف شاہ چک جب کشمیری امرا کے وعدوں پر سید مبارک کے خلاف تھنہ سے یہاں لڑنے اور حکومت کرنے کے لئے آیا تھا۔ عین وقت پر کشمیری امراء خصوصاً ابدال بٹ کی بے وفائی سے دلبر داشتہ ہو کر پھر اکبر بادشاہ کے پاس آگرہ چلا گیا تھا۔

اکبر نے یوسف شاہ چک کی بڑی عزت وتوقیر کی وہ ایک سال تک اکبر کے پاس رہا۔ اکبر نے اس دوران اس کی خوب آؤ بھگت کی اکبر اسے اپنی مجالس رقص وسرور میں خصوصی طور پر دعوت دیتا تھا۔ کیونکہ یوسف شاہ چک فن موسیقی کا ماہر اور استاد تھا۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد یوسف شاہ چک نے اکبر بادشاہ سے فوجی امداد کے لئے درخواست کی۔ اکبر (جو مدت سے ایسے موقع کی تلاش میں تھا، اور بقول تاریخ فرشتہ ہمیشہ کشمیر فتح کرنے کا خواہش مند تھا (۱) نے یوسف شاہ کی درخواست سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس کی تعمیل کے لئے راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف خان رضوی کو یوسف شاہ چک کے ساتھ ان کو حکومت دلانے پر مقرر کیا۔ (۲) یوسف شاہ چک مغل فوج کو لے کر لاہور پہنچا۔ ادھر جب یوسف چک کے ساتھ مغل فوج کے آنے کی خبر ابدال بٹ کو ہوئی تو انہوں نے یوسف شاہ کو خفیہ پیغامات بھیجنے شروع کیے اور بتایا آپ آئیے یہ ملک آپ کا ہی ہے۔ اسے سنبھالیے ہم آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ خدارا! ہماری گذشتہ خطاؤں کو آپ درگزر کریں۔ شہنشاہ اکبر کے لشکر پر بھروسہ نہ کریں وہ کشمیر فتح کرنے کے بعد حکومت کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے کر یہاں مغل قوانین نافذ کرے گا (۳) اب یوسف شاہ کی یہ حالت تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟ آیا وہ مغلوں کی مدد سے کشمیر پر حملہ آور ہو جائے اور ملک کے استقلال اور خود مختاری کو خطرہ میں ڈالے؟ یا پھر وہ کشمیری راہنماؤں کے وعدوں پر اعتماد کرے اور رعایا کو کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر حکومت پر قبضہ کرے۔ (لیکن اعتماد کرنے کی صورت میں کشمیریوں کی حسب معمول بے وفائی کا بھی پورا پورا احتمال تھا)

بہر حال اس نے یہاں ایک محبّ الوطن ہونے کا ثبوت دیا اور مغل فوج کی امداد کے بغیر ہی کشمیر

۱۔ تاریخ فرشتہ ص ۸۲۹۔

۲۔ بہارستان شاہی مرتبہ اکبر حیدری ص ۳۹۴۔

۳۔ بہارستان شاہی مرتبہ اکبر حیدری ص ۱۷۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جانے کا ارادہ کیا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے لاہور کے تاجروں سے زر کثیر بطور قرض لے کر آٹھ نو سو پیدل اور سوار فوج کو مہیا کر کے راجہ مان سنگھ کی اجازت لیے بغیر ہی کشمیر کی طرف کوچ کرنے کے لئے رخت سفر باندھا (۱) جب اکبر بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف سے برہم ہو گیا۔ بے وفائی اور سازشیں کشمیریوں کا خاصہ مزاج بن چکی تھیں، لہٰذا ریاستی حدود میں قدم رکھتے ہی یوسف شاہ چک کو ابدال بٹ اور لوہر شاہ کی بدقولی کا احساس ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ابدال بٹ اور لوہر خان نے کئے گئے وعدوں کے برعکس راستوں کو بند کر کھا ہے اور متعدد جگہوں کی مضبوط مورچوں کے ذریعے حفاظت کر رہے ہیں۔ یوسف شاہ کسی رکاوٹ کے بغیر سوپور پہنچ گیا (۲) یہاں لوہر خان چک نے اس کا مقابلہ کیا، لیکن وہ میدان ہار گیا۔ ابدال بٹ یوسف شاہ چک کے ہاتھوں مارا گیا لیکن اس کا ساتھی لوہر شاہ ہزیمت پا کر بھاگ نکلا۔ یوں یوسف شاہ ایک بار پھر کشمیر کے تخت سلطنت پر رونق افروز ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد اکبر بادشاہ کے دل میں یوسف شاہ کی طرف سے بے عزّت ہو جانے کا کینہ رہا۔

یوسف شاہ چک (دوسری بار)

یوسف شاہ چک جو پہلی بار اپنے باپ علی شاہ چک کے بعد دو تین مہینے سے زیادہ حکومت نہیں کر سکا تھا۔ لیکن تقریباً پونے دو سال بعد ۹۸۹ھ ہجری مطابق ۱۵۸۱ء عیسوی بڑی شان و شوکت کے ساتھ دوسری بار تخت نشین ہوا۔

یوسف چک کی ہر دلعزیزی اور کشمیریوں میں محبوبیت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب لوہر چک پر فتح پا کر اس کے شہر میں آنے کی خبر پھیل گئی، تو سرینگر کے تمام لوگ جوق در جوق چھوٹے، بڑے، زن و مرد، امیر و غریب، بچے اور بوڑھے جوش محبت سے خود بخود یوسف شاہ کے استقبال کے لئے برتھنہ گاؤں تک آ گئے (۳) جو سرینگر سے کوئی تین میل دور ہے (۴) اور

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۱۔
۲۔ یوسف شاہ کے کشمیر آنے کی تفصیل تمام تاریخی کتابوں میں موجود ہے بحث طویل ہونے کے خوف سے ہم نے راستہ میں پیش آئے حادثات و واقعات سے صرف نظر کی ہے۔
۳۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۲، نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۴۰۴۔
۴۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۶۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لوگوں نے مبارکباد اور مسرت کے فلک شگاف نعرے بلند کئے۔ کشمیر کی تاریخ میں کسی بادشاہ کا آج تک ایسا پر خلوص اور پر جوش استقبال نہیں ہوا۔ یوسف شاہ نے ہر ایک کو مناسب حال سے انواع انعام اور مختلف قسم کی نعمتوں سے نوازا۔ پھر محمد بٹ کو وزارت کا عہدہ عطا کیا۔

اندرونی استحکام

یوں لگتا ہے کہ جلاوطنی کے دوران یوسف شاہ چک نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اس نے جب دوبارہ تخت پر قبضہ کرلیا تو پھر امن کے ساتھ حکومت کرنے کو اپنا مقصد بنالیا تھا۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک اس کے دشمن کھلے اور آزاد رہتے۔ اس نے اپنی حالت اچھی طرح مستحکم کی اور پھر دشمنوں کو ڈرایا دھمکایا اور سیاسی طریقہ سے ان کو بے اثر بنا دیا۔ اس کی حکمت عملی یہ تھی کہ درخت کے تنے کو گرا کر کاٹا جائے تو شاخیں خود بخود گر جائیں گی، لہٰذا تخت پر بیٹھتے ہی اس نے لوہر چک اور دوسرے امراء کی سرکوبی اور گرفتاری کے احکام صادر کئے۔ لوھر چک سوپور کی جنگ میں شکست کھا کر فرار ہوا تھا اور سرینگر میں کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ ایک دن محمد بٹ نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ لوہر قاضی موسیٰ کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ بادشاہ نے قاضی کی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے فوج کو اس کے گھر میں تلاشی کے لیے نہیں بھیجا بلکہ خواجہ ملک کو حکم دیا کہ وہ قاضی موسیٰ کے گھر جا کر تلاشی لے۔ تلاشی لینے پر یوسف شاہ کا سب سے بڑا حریف (لوہر چک) قاضی موسیٰ کے گھر کے تہہ خانے سے برآمد کر کے گرفتار کیا گیا (۱)

پھر اسی طرح دوسرے سرکردہ باغیوں کو بھی گرفتار کیا گیا کہ جنہوں نے اس کا تختہ پلٹا تھا۔ بادشاہ نے ان کے خلاف چار نکات پر مشتمل فرد جرم عائد کر کے ان کو سخت سزائیں دیں۔

لوہر چک کی آنکھوں میں سلائی پھرادی گئی (۲) نیز محمد چک، حسی چک، بچہ گنائی اور حسین خان کے ہاتھ کاٹ دئے گئے (۳) پھر ملک کے نظم ونسق کی طرف متوجہ ہوا، پرانے جور و بدعت کا قلع قمع

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈوراص ۸۶، ۸۸، تاریخ مکمل کشمیر ص ۴۷۶۔
۲۔ تاریخ ملک حیدر ص ۸۷، نیز ۸۸ واقعات کشمیر ص۔ ۱۵۳۔
۳۔ بہارستان شاہی ص ۱۷۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کر کے عدل وانصاف اور رعیت پروری اور عدالت گستری سے جہاں بانی کرنے لگا۔ خانقاہوں کی پرستش اور صوفیوں کی خدمت خلوص دل سے کرتا تھا اور عموماً حضرت ہروی رشی کی خدمت میں پابرہنہ جاتا تھا (۱)

یوسف شاہ چک کے تخت پر آنے کے بعد ہی سے سابق حکمرانوں کی طرح اس کے خلاف بغاوتیں اور شورشیں اٹھنے لگیں۔ جن کو وہ سرکوب کرنے اور ناکام بنانے میں کامیاب ہوا۔ ان شورشوں میں ایک شورش، اس کے وزیر اعظم ''محمد بٹ'' کی، اس کے خلاف شورش تھی۔

محمد بٹ کے بعد یوسف شاہ چک نے اپنے بیٹے یعقوب خان چک کو وزیر اعظم بنایا۔ دوسری طرف یوسف شاہ کے مخالفین کشمیر سے فرار کر کے حیدر چک (جو سابقہ بادشاہ لوہر چک کا فوجی کمانڈر تھا اور اس کی شکست کے بعد ہندوستان چلا گیا تھا) کے ساتھ مل جاتے تھے۔ اور ان کو وہاں اکبر بادشاہ کے کمانڈر (راجہ مان سنگھ جو اس وقت لاہور کا صوبیدار تھا) کی حمایت حاصل تھی۔ یہ سلسلہ مدّت تک جاری رہا۔

اگرچہ یوسف شاہ چک نے خواجہ قاسم نیز خواجہ حاجی بانڈے کے ذریعہ راجہ مان سنگھ کے لئے بہت سارے تحائف بھیج کر باغیوں کی حمایت ختم کرنے کی کوششیں کیں۔ لیکن راجہ نے خواجہ قاسم کی باتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا اور باغیوں کی حمایت جاری رکھی۔ لیکن خواجہ قاسم نے واپس آ کر من گھڑت اور فرضی باتیں بادشاہ کو سنا دیں۔ جن سے وہ اتنا خوش ہوا کہ اس نے خواجہ قاسم کو مرزا کا خطاب دیا اور یعقوب شاہ کو معزول کر کے اُسے ہی وزارت کے عہدے پر منصوب کیا۔

کشمیری امراء کی آپس میں کشمکش اور اقتدار کی جنگ نے مغل بادشاہ کو کشمیر کی اندرونی معاملات میں زیادہ سے زیادہ مداخلت دینے کی جرات پیدا کر دی۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ بعض کشمیری امراء مغلوں کے ہی ایجنٹ تھے۔ اور مغلوں کے ایماء پر ہی شورش اور بغاوتیں کرتے تھے تاکہ مغلوں کو زیادہ دخل اندازی کا موقع ملے۔

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۴۷۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیری امور میں اکبر بادشاہ کی مداخلت

مغلوں نے کشمیریوں میں جو تفرقہ کا بیج بویا تھا وہ ایک تناور درخت بن کر اب اس کے پھل دینے کا وقت آ پہنچا تھا وہ کشمیر میں اپنے ایجنٹوں کے ہوتے ہوئے اب ملک کو اپنی جاگیر سمجھنے لگے اور وہاں کے بادشاہ کو اپنا زرخرید غلام تصور کرنے لگے مذکورہ دعوے کی تائید اکبر بادشاہ کے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔

۹۸۹ھ ہجری کے ایام میں اکبر بادشاہ نے اپنے دو سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کو کشمیر میں سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لئے یوسف شاہ کے نام ایک فرمان دے کر روانہ کیا شاہی قاصد جب بارہمولہ پہنچا تو یوسف نے خود اس کا استقبال کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ:

"یوسف شاہ نے کشمیر جانے کے بعد مغل دربار کو وہاں کے حالات سے آگاہ نہیں کیا اور اگر وہاں کوئی شورش نہیں ہے تو فوراً شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت گذاری کا ثبوت دے" (۱)

اس عجیب و غریب اور غیر متوقع اور فرمان کے بموجب یوسف شاہ پر سخت خوف و ہراس چھا گیا اس سے وہ اور کشمیر کے مدّبر لوگ جان گئے کہ اکبر بادشاہ کا اس ملک کو تسخیر اور قبضہ کرنے کا ارادہ ہے اگرچہ وزیروں اور مشیروں نے اس کو صبر و حوصلہ رکھنے اور استقامت کرنے کے ساتھ ساتھ دشمن سے نہ ڈرنے کا مشورہ دیا لیکن یوسف شاہ نے ان لوگوں کے کہنے پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس اس نے ناامید ہو کر اپنے چھوٹے بیٹے مرزا حیدر کو قیمتی تحائف دے کر اکبر کے دربار میں بھیجا۔ جب یہ تحائف اکبر بادشاہ کی نظر سے گزرے تو اس کے دل میں کشمیر کا اور بھی شوق بڑھا شیخ یعقوب صرفی جو یوسف شاہ کی طرف سے بطور سفیر شہزادہ حیدر چک کے ساتھ اکبر کے دربار میں گیا تھا (۲) وہاں ایک سال گزار کر ۹۹۰ھ ہجری میں اکبر بادشاہ کا یہ فرمان لے کر آیا کہ اکبر شاہ چاہتا ہے کہ وہ بہ نفس نفیس فتح پور سیکری حاضر ہو ورنہ اس کے خلاف کاروائی کی جائے گی۔

۱۔ بہارستان شاہی ص ۱۷۵۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۱۷۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

انہی دنوں راجہ مان سنگھ نے بھی اپنی طرف سے ایسے ہی شاہی فرمان کے ساتھ تیمور بیگ کو سفیر بنا کر یوسف شاہ کے پاس بھیجا اور اسے حاضری کی تاکید کی ان پیغامات سے یوسف شاہ کو سخت تشویش ہوئی۔

پھر سے عذر خواہی کر کے سابقہ پیشکش میں چند اور اشیاء کا اضافہ کر کے اپنے بڑے بیٹے یعقوب چک کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا۔ یوسف شاہ چک کے ساتھ اکبر بادشاہ کا ایسا برتاؤ اور رفتار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اکبر بادشاہ کو یوسف شاہ چک اور کشمیر کے استقلال اور آزادی کا کوئی خیال نہیں تھا اور وہ یوسف شاہ کو اپنا باج گیر اور کشمیر کو اپنی جاگیر سمجھتا تھا۔

جبکہ یوسف شاہ چک مذکورہ طریقے سے پیش آ کر شاید اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں تمہارا غلام نہیں ہوں اور نہ ہی کشمیر تمہاری جاگیر ہے۔ بہر حال جب یعقوب چک دربار میں حاضر ہوا تو اکبر بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خفا ہوا اور برہم ہو کر یعقوب کو دو سال تک حراست میں رکھا۔

اسی دوران ایک روز یعقوب چک کی موجودگی میں اکبر بادشاہ نے اپنے خاص امراء سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ یوسف خان ہماری درگاہ سے سرفراز ہو کر عیش کر رہا ہے ہمارا فرمان مکرّر اس کے پاس گیا لیکن دربار میں حاضر ہو کر اس نے اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت نہیں دیا اب حکیم علی کو حکم ہوا ہے کہ وہ ہماری فوج لاہور پہنچ جانے تک یوسف خان کو کشمیر سے لے آئے اور اگر اس بار بھی یوسف شاہ نے آنے میں تاخیر کی تو اس کا علاج کیا جائے۔

کشمیر کے غیرت دار بیٹے یعقوب شاہ نے جب یہ خبر بلاواسطہ اکبر کے دربار میں سنی تو اس کے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ کوئی اجنبی ان کے ملک اور وطن کی پائمالی کرے، وہ موقع کی تلاش میں تھا تاکہ دربار سے فرار کر کے وطن عزیز کا دفاع کر سکے لیکن موقع آنے سے پہلے ہی اس نے اس کی پوری اطلاع اپنے باپ یوسف شاہ کو دی (۱) اور اسے بتایا اکبر کشمیر کی تباہی پر تلا ہوا ہے۔

یوسف شاہ نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور مایوسی کی حالت میں کہا کہ ''اگر اکبر بادشاہ کی فوج یہاں آ گئی تو اس شہر میں دانہ پانی تک نہ رہے گا بہتر یہی ہے کہ میں (اس کے پاس)

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چلا جاؤں (۱) یہ کلام سن کر اشراف وخیر اندیش لوگ چھوٹے بڑے، پیر و جوان آ کر یوسف شاہ سے کہنے لگے کہ "ذولچوا کے حادثے سے لے کر آج تک شہر کی آبادی کی اچھی طرح سے ترقی نہیں ہو پائی ہے اب اگر بادشاہ شہر سے چلے جائیں گے تو بیگانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ملک پھر ویران ہو جائے گا اور قیامت برپا ہونے تک سنبھل نہیں پائے گا" (۲) جس پر یوسف نے انہیں تسلی دی۔

اسی اثنا میں یہ خبر پہنچی کہ اکبر بادشاہ لاہور سے کابل چلا گیا یعقوب چک جو مدت سے موقع پانے کے انتظار میں تھا موقع کو غنیمت جان کر اکبر کے دربار سے فرار ہو کر سرینگر پہنچ گیا۔

ادھر اکبر بادشاہ کا سفیر بھی پھر کشمیر آ پہنچا تو یوسف نے اس کا پرتپاک استقبال کیا اور اسے اپنے محل کے قریب ہی جگہ دے دی یوسف شاہ نے شاہی سفیروں سے وعدہ کیا کہ وہ شہزادہ یعقوب کو دست بستہ دربار اکبری میں بھیجیں گے، شاہی قاصدوں نے یوسف شاہ پر زور دیا کہ وہ دربار اکبری میں حاضر ہو جائے۔ اس پر عوام نے بادشاہ کی سخت مخالفت کی بابا خلیل، بابا مہدی اور دوسرے مشیروں نے یوسف شاہ پر واضح کر دیا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم تم کو قتل کر کے یعقوب شاہ چک کو ہی تخت نشین کریں گے اس وقت یوسف شاہ نے امیروں اور مشیروں کے خوف سے دربار اکبری میں حاضری کو ملتوی کر دیا۔

اکبر بادشاہ کے قاصدوں نے کشمیر کے اندرونی حالات لکھ کر بادشاہ کے حضور میں عرضداشت بھیجی کہ یوسف شاہ چک کا ان کے سپاہیوں سے اختلاف ہو گیا ہے اس لئے اسے لانا ناممکن ہے نیز تمام کشمیری اس کے ملک سے باہر جانے کے سخت مخالف ہیں اس صورت حال سے آگاہی پا کر اکبر بادشاہ کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی تعمیل حکم میں دیر پیدا کرنے والے یوسف شاہ چک کے داؤ پیچ کو اکبر شاہ نے اپنی بادشاہت کے لیے ایک چیلنج سمجھا اکبر نے مشتعل ہو کر فوراً راجہ بھگوان داس اور مرزا شاہ قلی خان اور دیگر افسروں کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر کشمیر پر حملہ اور قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۴۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیخ یعقوب صرفیؒ کی سربراہی میں اکبر کا حملہ

اکبر بادشاہ کے درباری مورخ ابوالفضل کے کہنے کے مطابق اکبر نے ۲۰ دسمبر ۱۵۸۵ عیسوی کو شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک کی سربراہی اور راہنمائی میں اپنی فوج کشمیر پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجی۔ یعقوب صرفی جس کو یوسف شاہ نے اکبر بادشاہ کے پاس تحائف وہدایا سمیت بطور سفیر بھیجا تھا۔ انہوں نے اکبر کے ساتھ ساز باز کر کے حملہ آوروں کو کامیابی اور آسانی کے پہاڑی راستہ دکھانے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ بہرحال مغل فوج شیخ یعقوب صرفی کی راہنمائی میں دریائے کشن گنگا عبور کر کے داخل کشمیر ہوئی (۱)

جب یوسف شاہ کو مغل حملہ آوروں کی اطلاع ہوئی تو بظاہر دو علتوں کی باعث اس نے خود کو مغلوں کے حوالے کر کے بادشاہ کے دربار میں جانے کا فیصلہ کیا۔

اولاً۔ اکبر کے دربار میں حاضر ہو کر کشمیر کو مغلوں کی ہولناک تباہی سے بچائے۔

ثانیاً۔ یہ کہ اپنی فوج کو مدنظر رکھ کر اکبر کی مورو ملخ یا بقول اعظم دِدّمری کے پچاس ہزار فوج گراں سے مقابلہ کرنا بیکار سمجھتے تھے۔ اور جنگ سے پہلے ہی اسے اپنی شکست کے آثار نظر آتے تھے۔ لہٰذا خود کو مغلوں کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا۔

جب عوام یوسف شاہ کے اس فیصلے (خود کو حوالے کرنے) سے باخبر ہوئی تو وہ جمع ہو کر یوسف شاہ کے پاس آئے اور کشمیریوں پر مغلوں کی ماضی کی چیرہ دستیوں کی ہولناک داستانیں سنا کر اس کی حمیت کو بیدار کرنے کی کوشش کی، اعظم دِدّمری اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

"کشمیر کے لوگ، علماء، فضلاء، خاص وعام نے آ کر پھر التجا کی اور یوسف شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مغلوں کو نہیں آنے دیں گے وہ بیشک ہماری لاشیں اٹھا کر لے جائیں گے۔ ذولجو (ایک مغل حملہ آور) کی خراب کاری سے ہم نے آپ کے باپ دادا کی توجہ سے خلاصی پائی اور ملک کی عمرانی و آبادی دیکھی اب اسے پھر سے ویران کر دینا انصاف سے دور ہے۔

۱۔ بہارستان شاہی، مقدمہ، مرتبہ اکبر حیدری ص ۱۷۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہماری صلاح یہ ہے کہ پہاڑوں میں جا کر استقامت کر کے مغل فوج کی لگام کو موڑ دیا جائے (۱)

یوسف شاہ نے عوام کے اصرار کے پیش نظر اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور اپنے مخالف سردار عالم شیر ماگرے اور محمد بٹ وغیرہ کو رہا کرنے کے بعد انعام و اکرام سے نواز کر دونوں کو اپنے ساتھ شامل کیا اس طرح تمام کشمیری اپنے ذاتی مفادات کو لات مار کر قومی اور ملی مفاد کی خاطر اکائی بن کر مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس دور کے چشم دید مورّخ حیدر ملک اس وقت کے حالات کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

''بارہمولہ میں یوسف شاہ نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ہراول دستے کو حسن ملک اور عالم شیر ماگرے کی قیادت میں دے دیا۔ دوسرے دستے کی نگرانی یعقوب چک اور ابوالمعالی کے سپرد کی اور تیرا دستہ بابا طالب اصفہانی اور حسن بٹ کی کمان میں دے کر خود ''کوہِ راست'' کی طرف نکل گیا'' (۲)

جب مغل فوج درّہ (وادی) بولیاسہ میں پہنچی تو یہاں طرفین میں گھمسان کا رن پڑا اور مغلوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے سر کاٹ کر یوسف شاہ کے سامنے لائے گئے جاڑے کے دنوں کی سخت سردی اور غلے کی گرانی کے باوجود دلیری و شجاعت کے پاؤں کشمیریوں نے ایسے جما دیئے کہ مغلیہ اور راجپوتی لشکر کو کثرت میں ہونے کے باوجود انھیں عبرت ناک شکست ہوئی اور موسم کی خرابی کی وجہ سے ان کو اور بھی جان کے لالے پڑ گئے۔ جب راجہ بھگوان داس نے اکبر بادشاہ کی فوج کی ابتری اور انتشار کا یہ حال دیکھا تو اسے صلح کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا نیز صلح کی درخواست قبول کرنے کے لئے ایک تہدید نامہ (دھمکی آمیز خط) یوسف شاہ کو بھیجا۔

بھگوان داس نے یوسف شاہ سے کہا کہ ''اگر آپ اکبر کے پاس آ وَ گے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا ملک آپ کے پاس ہی رہے گا اور آپ کے ملک اور حکومت میں کسی قسم کی مداخلت یا مزاحمت

۱۔ واقعات کشمیر اردو ص ۱۵۵۔

۲۔ تاریخ ملک چاڈورہ ص ۱۸۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نہیں کی جائے گی لیکن اگر آپ نے نہیں مانا تو اگرچہ اس وقت شہنشاہ اکبر کی فوج سردیوں، بارش و بارانوں اور قہر الٰہی کی وجہ سے تباہ ہوگئی ہے لیکن دوسری مرتبہ بادشاہ کی طرف سے ایک لاکھ سپاہی مقرر ہوں گے اور اس سرزمین کا چپہ چپہ ہاتھیوں سے روندا جائے گا بہتر یہی ہوگا کہ آپ اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو جائیں'' (۱)

یوسف شاہ چک کا صلح نامہ قبول کرنا

یوسف نے اپنے وزیر مرزا قاسم سے مشورہ کیا اس نے بھی راجہ بھگوان داس کے اعتماد پر اکبر کے پاس جانے کا مشورہ دیا یوسف کو جانے کے لئے تیار کر کے مرزا قاسم خیانت اور غداری کر کے راجہ بھگوان داس کے پاس گیا اور اس سے کہا اگر میں یوسف شاہ کو اکبر کے دربار میں جانے پر راضی کروں گا تو مجھے کیا انعام دیا جائے گا؟ اس پر راجہ نے مرزا قاسم کو حسب منشا دستاویز لکھ کر دے دی یوسف پوری رات راجہ کی بات اور صلح نامہ پر سوچتا رہا۔ وہ پوری رات مغل افواج کی تباہی سے ملک اور قوم کو بچانے کے لیے بے چین تھا۔ صبح پھر مرزا قاسم نے بھی سبز باغ دکھا کر جب دشمن کے پاس جانے کے لیے زور دیا اور ڈرایا کہ وہ مغل فوج کے ساتھ ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ اس پر آخر کار یوسف شاہ، اس خائن اور وطن فروش کی باتوں میں آ ہی گیا اور اس کے ساتھ اپنی فوج کا جائزہ لینے کے بہانے سے نکلا اور چار پانچ سواروں کے ہمراہ بولیاس وادی میں ۱۴ فروری ۱۵۸۶ء عیسوی کو مغل فوج سے جاملا (۲)

یوسف شاہ کے بعد کشمیریوں کی رہبری

یوسف شاہ کے مغلوں کے پاس چلے جانے کے بعد بھی کشمیریوں کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے اسی وقت یعقوب خان کو یوسف شاہ کے بجائے تخت نشین کیا۔ وہ اپنے استاد اور پیر بابا طالب کے ساتھ جو ایک صاحب تدبیر آدمی تھا حوصلہ نہ ہارتے ہوئے مغلوں کے خلاف صف

۱۔ بہارستان شاہی ص ۱۸۱۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۱۸۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حرب میں کوہ پیکر کی طرح ڈٹا رہا اور مغلوں کا قافیہ حیات یوں تنگ کر دیا کہ وہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے (۱) انہوں نے دو پہر تک شہنشاہ اکبر کے تین ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا (۲)

راجہ بھگوان داس نے جب فوج کی یہ شکستہ حالی اور تباہی دیکھی تو اس نے مرزا علی اکبر کو بطور شاہی سفیر یعقوب شاہ کے پاس تسلی و تشفی کے لئے بھیجا اور مجبور ہو کر ان کو صلح کی پیشکش کرنے کے بعد راہِ فرار اختیار کی اور لوٹ جانے کا نقارہ بجایا یوں یہ جنگ ختم ہوئی۔

اکبر کی معاہدہ شکنی

راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ کو قیدی بنا کر اٹک کے مقام پر اکبر بادشاہ کے سامنے پیش کیا (۳) لیکن تمام توقعات کے برعکس اس نے صلح نامہ یا معاہدہ کو رد کر کے یوسف شاہ کو قید کیا اور اسے راجہ رام داس کی نگرانی اور حراست میں رکھا۔

اکبر کا یہ طرز عمل دنیا میں رائج تمام اصول اور قوانین کی کھلی خلاف ورزی تھا۔ چونکہ دنیا میں تمام انسان بغیر کسی مذہبی لحاظ کے آپس میں کیے گئے عہد و پیمان کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں معاہدہ کی خلاف ورزی بادشاہ کے لئے قطعاً مناسب نہیں تھی۔ اسی لئے دربار شاہی کے جو امراء یوسف شاہ کے ساتھ تھے اکبر کے اس طرز رفتار سے ان کی پیشانیاں عرق شرم سے تر ہو گئیں اور وہ منہ چھپائے بیٹھے رہے اس دھوکہ بازی، فریب کاری کا داغ ہمیشہ اکبر کی پیشانی پر لگا رہے گا۔

اکبر کے اس ناجائز اور ظالمانہ کاروائی سے حتی غیر مسلم راجہ بھگوان داس (جو ایک راجپوت تھا) کی غیرت اور حمیت جاگ اٹھی اسے یہ خلاف وعدہ اور خلاف عرف و اخلاق کام دیکھ کر اتنا صدمہ ہوا کہ اس نے اپنے پیٹ میں تیز خنجر بھونک کر خودکشی کرنے کی کوشش کی (۴) مگر اسے فوراً بچا لیا گیا۔

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۶۔

۲۔ بہارستان شاہی مقدمہ دوم مرتب اکبر حیدری ص ۱۸۲۔

۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۱۔

۴۔ بہارستان شاہی ص ۲۱۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لاہور پہنچ کر اکبر نے یوسف شاہ چک کو راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں قید رکھا اور سخت تکلیفیں اور اذیتیں دلائیں اب اس کا لباس ٹاٹ اور بستر راکھ تھی (۱)

یوسف شاہ کی نظر بندی اس عہد میں رائج انصاف وحکمت عملی کے برعکس ظلم کی بدترین مثال ہے اس معاہدہ سے انحراف جو آج ہمیں بے تکا معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت کے لحاظ سے غیر معمولی بات نہ تھی معاہدہ میں کوئی بھی چیز غیر معمولی نہیں تھی مگر جو چیز اسے غیر معمولی بنا دیتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کی پابندی اکبر جیسے شخص نے نہ کی حالانکہ شرائط کا تعین خود اسی نے کیا تھا۔

یوسف شاہ تقریباً دو سال تک سیاسی قیدی رہا لیکن جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آیا تو اس کی سفارش پر اکبر نے اسے قید وبند سے آزاد کیا اور ان کے لیے نہایت ہی قلیل یومیہ مقرر کر کے انہیں پھر صوبہ بنگال بھیجا جہاں ان کی خوشحالی، مفلسی میں اور عشرت، عسرت میں بدل گئی (۲)

کشمیر پر اکبری حملے کی بنیادی وجہ

کشمیر پر اکبر کے حملہ کی علت بظاہر تمام مورّخوں نے یہی لکھی ہے کہ چونکہ یوسف شاہ چک نے اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضری اور قدمبوسی میں تاخیر کی لہٰذا یوسف شاہ کے ڈانواں ڈول طرز عمل سے وہ غضبناک ہوگیا اور اپنے فوجی سرداروں کو کشمیر پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔

لیکن جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے اکبر کے ارادوں اور مقاصد کے پیش نظر تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آتا ہے۔ طویل تجسس اور تشویش کا مارا ہوا اکبر بات کا بتنگڑ بناتا دکھائی دیتا ہے اور دربار میں یوسف شاہ کی حاضری بس ایک بہانہ تھا۔ مگر کیا یوسف شاہ اکبر کا زرخرید غلام تھا جو وہ ان سے اس طرح بے جا توقع رکھتا تھا؟ دراصل مغل عہد کے مورّخین نے کشمیر کی آزادی کے خلاف پہلے ہی توہین آمیز پروپیگنڈا شروع کر رکھا تھا۔ مثال کے طور پر وہ یوسف شاہ چک کو صرف یوسف خان لکھتے تھے تاکہ یہ دکھایا جائے کہ وہ آزاد اور خودمختار سلطان نہیں بلکہ فقط ایک زمین دار ہے مورّخین اکبر کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ وہ یوسف کو بادشاہ کا درجہ دینے سے کتراتے تھے۔

۱۔ اکبر نامہ ص ۲۴۷۔

۲۔ بہارستان شاہی مقدمہ ص ۱۸۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اکبر کے کشمیر پر ناجائز قبضہ کرنے کے دو مقاصد تھے۔

(الف) یہ کہ کشمیر پر تسلط، اکبر کی نظر میں بابر اور ہمایوں کے خوابوں کی تعبیر تھا۔

(ب) کشمیر پر قبضہ اور اس کے الحاق کا خاص سیاسی مقصد اکبر کے پیش نظر یہ تھا کہ اس طرح اسے افغانستان اور مرکزی ایشیا تک راستہ مل جائے گا ۹۹۴ھ ہجری مطابق ۱۵۸۶ء عیسوی میں وہ کشمیر فتح کرنے کے لئے کچھ زیادہ ہی بے تاب نظر آیا تا کہ وہ اپنی سلطنت کی وسعت اور فوجی طاقت سب کو اور خاص طور سے تورانی بادشاہ ''عبداللہ خان ازبک'' کے سفیر میر قریش کو دکھا سکے۔ کیونکہ بادشاہ مذکور کے مکروہ عزائم ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ آخر کار یہ ساری کاروائی اکبر کی حکمت عملی کی کامیابی کا ذریعہ بنی۔ (۱)

یوسف شاہ کی رعایا پروری

یوسف شاہ نے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کر کے لوگوں کے دلوں میں وہ مقام حاصل کیا جو شاید کشمیر کے کسی دوسرے بادشاہ کو حاصل نہیں ہوا ہوگا۔ اس نے ان تمام بدعتوں اور مظالم کو مٹایا جو زمانہ قدیم سے کشمیر میں رائج تھے اور جن سے عوام الناس کو سختیاں اور مشکلات جھیلنا پڑتی تھیں۔ اس نے ہانجیوں سے بیگار اور نیز ہندوؤں سے جزیہ بالکل معاف کیا ان نیک اقدامات سے رعایہ خوشحال اور فارغ البال ہوئی اور رعایا میں یوسف کی مقبولیت اور محبوبیت اس حد تک بڑھ گئی کہ جب وہ دوسری بار بادشاہ بن کر آیا تو کشمیر کی پوری عوام فوجوں کی تعداد میں اور مختلف گروہوں کی بھیڑ کے ساتھ ہر چھوٹے بڑے، جوان اور بوڑھے کو ہمراہ لے کر خوشیاں مناتے اور شادمانیاں کرتے ہوئے استقبال کرنے کے لئے (بغیر کسی ذات وپات، شیعہ وسنی) آ گئے (۲)

ا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ تاریخ یوسف شاہ کے دفاع میں کوئی قابل قبول دلیل پیش نہیں کرتی۔ گویا وہ بزدل ہونے کی سبب اپنا مقدمہ ہار بیٹھا اور اکبر کی بے جا توقعات کو بھی پورا کرنا اپنی مجبوری سمجھنے لگا۔

ا۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یوسف شاہ چک جب دوسری بار کشمیر کا حاکم بنا تو اس نے اپنے بہت سارے دشمنوں سے درگزر کر کے ان کی جان بخشی۔ اس کے علاوہ ہر ایک کو مناسب حال انواع انعام اور اقسام اکرام سے نوازا۔ فیاض اور سخی ہونے کی وجہ سے ان کا دست سخاوت ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور نقد و جنس لوگوں میں تقسیم کیا کرتا تھا اس کی فیاضی اور دادگستری کتب تواریخ میں شاندار الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔ حسن شاہ "یوسف شاہ چک" کے عدل وانصاف کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ :۔

"یوسف شاہ چک عدل وانصاف کرنے میں مشغول ہوا لوگوں کو جنس و نقد انعامات بخشنے میں اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور ان بدعتوں کو جو پہلے سے موجود تھیں ختم کرنے میں بہت کوششیں کیں" (۲)

تاریخ شیعیان کشمیر کے مورّخ یوسف شاہ کی فیاضی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"جود وسخاوت سے یوسف شاہ کی عشرت، عسرت میں مبدل ہوئی اس کے پاس نقدی زیور اور سونا و چاندی تھا اس نے وہ سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا وہ لوگ جو یوسف شاہ کی فیاضی سے ناواقف تھے، یوسف کی سخاوت کو اس کا دماغی فتور تصور کرنے لگے ان اجنبیوں اور اغیار کو کیا معلوم تھا کہ یوسف شاہ اپنے دور حکومت میں غریبوں اور محتاجوں کو کس قدر امداد کرتا تھا۔ وہ کسی بھی وقت خیرات اور بخشش کرنے سے غافل نہیں رہتا تھا" (۳)

یوسف شاہ رعایا کی فلاح و بہبودی پر جتنی توجہ دیتا تھا اگر اسی طرح ملک کے دفاعی امور کی طرف بھی دلچسپی دیتا، نیز بزدلی کے بجائے جرات سے کام لیتا تو بیشک کشمیر کے لوگوں کو دلی اطمینان اور خوشحالی کے اور دن نصیب ہوتے۔

یوسف شاہ کی بربادی اور تباہی کا ذمہ دار بہت حد تک اس کا وزیر مرزا قاسم بھی ہے۔ جس نے اپنے ناپاک دنیوی اغراض کے لئے اکبر کے ایجنٹوں سے سازباز کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی چاپلوسی اور چرب زبانی سے یوسف شاہ پر پورا تسلط قائم کر رکھا تھا۔ یوسف شاہ میں بھی یہ عیب تھا کہ وہ مرزا

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ ص ۴۰۷۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۸۷ بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۹۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قاسم کو اپنا حقیقی معاون و مددگار سمجھتا تھا وہ اس کی باطنی خباثت سے بے خبر اس کی تمام باتوں اور مشوروں کو ملک میں بغیر چوں وچرا جاری کرتا تھا۔ مرزا قاسم نے ہی یوسف شاہ کو اکبر کے حملے کا تاب نہ لانے کے احساس کمتری میں مبتلا کر دیا اور اکبر کی اطاعت ہی میں اسے ملک وحکومت باقی رہنے کے سبز باغ دکھائے ورنہ یوسف شاہ چک بزدل کے بجائے ذاتاً شجاع و دلاور تھا۔

اچھا کہا جس کسی نے یہ کہا کہ:۔

به وعده های تو دل بسته ام چه ساده دلم
که آب خضر طمع دارم از سرابِ غلط

''یعنی میں کس قدر سادہ ہوں کہ تیرے وعدوں پر دل دیا گویا سراب سے آب حیات کی توقع کر بیٹھا''

اکبر کے وعدوں پر بھروسہ یوسف شاہ کی بھول تھی لہٰذا جب وہ کشمیریوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اس کے دربار میں گیا تو اکبر نے کمال بے مروتی اور بے حیائی سے ان وعدوں کو پس پشت ڈال کر انہیں قید کر دیا اور سخت تکالیف دے کر ان کی زندگی اجیرن بنادی جس کی وجہ سے وہ تنگدستی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوا۔

یہ صلہ ملا اسے مرزا قاسم کی باتوں پر بدون چوں وچرا عمل کرنے کا۔ یقیناً اگر وہ مرزا قاسم کی باتوں پر اعتبار نہ کرتے تو ملک اور حکومت اس کے ہاتھ سے نہ جاتی۔

یوسف شاہ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ وسعت دل رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑا روشن فکر تھا وہ علماء، فضلاء، شعرا اور بزرگان دین کی بہت زیادہ تعظیم وتکریم کرتا تھا اس کے دماغ میں مذہبی تعصّب کی کوئی جگہ نہ تھی جس کا اس کے دوستوں اور دشمنوں دونوں کو اعتراف ہے۔

مورّخ حسن، یوسف شاہ کے مشائخ کشمیر کی عزت اور ان کے احترام کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

''یوسف شاہ اولیاء کے مقبروں کی زیارت کرتے تھے اور مشائخ و بزرگان کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرتے تھے۔ بابا ہردی ریشی کی خدمت میں احتراماً پابرہنہ حاضر ہوتے تھے'' (۱)

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ص ۴۰۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یوسف شاہ شیخ مخدوم صاحب کو بھی خصوصی طور عزت واحترام کرتے تھے۔انہوں نے ان کے آستانہ شریفہ کی تولیت کے لیے اپنے فرمان کے ذریعہ سے شیخ علی کو متولی مقرر کیا تھا(۱) اس فرمان سے ان لوگوں کے خیالات کی تردید بھی ہوتی ہے جو سلاطین چک کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ وہ بزرگان دین کا احترام نہیں کرتے تھے۔ بحث کی طوالت کے خوف سے ہم نے فرمان نامہ یہاں سے حذف کیا ہے لیکن محققین اس کا مطالعہ کرنے کے لئے بہارستان شاہی مرتبہ اکبر حیدری صفحہ ۱۸۷ کی طرف مراجعہ کرسکتے ہیں۔

علماء اور بزرگان دین کی عزت واحترام کی وجہ سے ہی یوسف شاہ نے قاضی موسیٰ (جو حسین شاہ چک کے زمانے میں بھی یوسف میر شیعہ کے قتل میں ملوث تھا) کے دو سنگین جرائم سے چشم پوشی کی (۲) حالانکہ یوسف شاہ، اخلاقی اور آئینی طور پر اسے سزا دینے کا پورا پورا حق رکھتا تھا۔

یوسف شاہ کے حسن اخلاقی، عدل وانصاف، شعر وشاعری، علماء پروری اور فنون لطیفہ، سے نہ فقط کشمیری عوام متاثر ہوئی تھی بلکہ وقت کے بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین یوسف شاہ کے مذکورہ صفات دیکھ کر اس کے بے حد مداح بن گئے تھے کشمیر کے ایک ممتاز عالم دین اور بزرگ صوفی اور مشہور شاعر بابا داؤد خاکی یوسف شاہ کے مذکورہ صفات کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

''یوسف شاہ، اللہ کے رسولؐ، آل رسولؐ اور اصحابؓ کے عاشق ہیں۔گھر میں نماز جماعت کی امامت کے فرائض خود ہی انجام دیتے ہیں۔بعد از نماز قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، شعر گوئی، صرف ونحو، صنف معما، علم تصوّف، فن خوشنویسی، لغات فارسی اور سخن فہمی میں بے نظیر ہیں، فن موسیقی میں مقام حسینی وغزال کو نقطہ عروج تک پہنچایا ہے۔وہ لوگوں سے جبراً غلہ وصول کرنے کے خلاف ہیں. اہل زہاد وتقوی، قاضیان ومفتیان شہر اور خطیبان مساجد کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ برسر منبر درود وظائف کے بعد ان کے حق میں دعا کریں. لوگ انہیں ظلّ الٰہی سمجھتے ہیں، ان اوصاف کے علاوہ ان کی شہسواری اور تیر اندازی کا یہ عالم ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر عین نشانے پر تیر مارتے ہیں'' (۳)

۱۔ بہارستان شاہی مقدمہ ۲ مرتب اکبر حیدری ص ۱۸۷۔
۲۔ ان دونوں جرموں کی تفصیل آگے درج ہے۔
۳۔ قصیدہ غسلیہ، یوسف شاہی، شائع کردہ لائبریز ریسرچ و پبلی کیشنز جموں وکشمیر سرینگر ۲۰۰۲ء ص ۱۱، نیز بہارستان شاہی مقدمہ مرتب اکبر حیدری ص ۱۸۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کے یہ اوصاف حمیدہ ''قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی'' میں بیان کیے ہیں، یہ قصیدہ یوسف کے عہد حکومت میں ۹۸۸ھ میں تصنیف کیا گیا تھا جناب ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب کے بیان کے مطابق ان کے ذریعہ بہارستان شاہی مرتب کرنے تک یہ قصیدہ غیر مطبوعہ تھا وہ آگے لکھتے ہیں کہ:۔

> ''قصیدہ غسلیہ کے دو مخطوطات حیرت کشمیری اور مہجور کشمیری کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں اور جس نسخہ سے خود ڈاکٹر صاحب نے استفادہ کیا ہے وہ محکمہ ریسرچ سرینگر میں زیر نمبر ۱۹۱۴ موجود ہے''(۱)

قصیدہ غسلیہ میں کل ۲۱۲ شعر ہیں۔ ان میں ۶۰ شعر یوسف شاہ چک کے لیے مخصوص ہیں، بقیہ اشعار میں فقہ سے متعلق بعض اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

قصیدہ میں بابا داؤد خاکی کا اپنے ہاتھوں سے ''در دور مبارک سلطنت سلطان محمد یوسف اسعدہ تعالیٰ'' جیسے الفاظ لکھنا ہی اس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ یوسف شاہ اپنے عہد حکومت میں علماء اور بزرگان دین کی نظروں میں صاحب عزت وتوقیر اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔

نیز اس قصیدہ غسلیہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بابا داؤد خاکی یوسف شاہ کی ذات کو اس قدر مقدس سمجھتا تھا کہ جو انہوں نے ایک مذہبی رسالے میں ان کی مدح کرنا اپنے لئے ایک اہم فریضہ سمجھا۔ بابا داؤد نے یوسف کی اہمیت کے پیش نظر قصیدے کا نام ہی "قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی" رکھا اس قصیدہ کا ایک ایک شعر یوسف شاہ کے کردار اور سیرت اور ان کے کمالات کا آئینہ دار ہے۔

یوسف شاہ چک کا انتقال

جنت بے نظیر کا یہ خود دار اور مظلوم بادشاہ اکبر کے دام فریب اور عہد شکنی کا شکار ہو کر بہار جیسے دور دراز گرم علاقے میں ۸ ذی الحجہ ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۵۹۲ عیسوی کو منگل کے دن بیمار ہوا پھر چھ دن کی مختصر علالت کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۰۰ ہجری کو بے کسی کے عالم میں موضع ''جگر ناتھ'' میں اس کا

ا۔ محکمہ ریسرچ و پبلیکیشن ہی نے پھر ۲۰۰۲ء میں اُسے شائع کیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

انتقال ہوگیا اس کی میت کو حریت آزادی کشمیر کے حامی سید ابوالمعالی بیہقی نے وہاں سے لاکر صوبہ بہار میں بسوک کے پرگنے میں سپرد خاک کیا۔ ان کے مقبرے کے اردگرد ایک وسیع باغ بنایا گیا تھا جس میں ایک پختہ کنواں بھی تھا۔

سلطان یعقوب شاہ چک

سلطان یعقوب شاہ، چک فرمانرواؤں کا آخری چراغ اور حکمران تھا۔ وہ ۹۹۴ھ ہجری (مطابق ۱۵۸۶ء عیسوی) کو تخت کشمیر پر رونق افروز ہوا اور ایک سال چھ ماہ تک حکومت کی (۱)

یعقوب شاہ نے چک خاندان کے اقتدار کو زوال سے بچانے اور سلطنت کشمیر کو مغلوں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ اس نے راجہ بھگوان داس اور یوسف شاہ کے مابین طے پاجانے والے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ دیا اور کشمیر کی خودمختاری کو قائم رکھنے کی خاطر اپنے نام کے سکے ڈھلوائے اور خطبہ پڑھوایا۔

یعقوب شاہ نے یوں تو ناگفتہ بہ حالات میں کشمیریوں کی عزت وتوقیر بڑھانے کی کوشش کی تاہم اب تک اکبر بادشاہ کے ایجنٹوں کا جال پوری طرح کشمیر میں پھیل چکا تھا اور وہ ہر آن حکومت وقت کو گرانے کے درپے رہتے تھے۔ آہستہ آہستہ مغل ایجنٹوں کی سازشوں سے بغاوتیں اٹھنے لگی۔ یعقوب شاہ نے ملک میں امن وامان باقی رکھنے اور اسے بیرونی دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے ملی اتحاد کا بے مثال مظاہرہ کرکے باباخلیل اللہ اور شیخ حسن زڈی بل کی مصلحت سے سوپور سے کامراج تک کا علاقہ شورشیوں کے حوالے کردینے پر اتفاق کیا اسی فیصلہ کو عملی کرنے کے لئے باباخلیل اور شیخ زڈی بلی سرینگر سے نکل کر سوپور روانہ بھی ہوگئے۔

لیکن حالات بتاتے ہیں کہ ان کو سوپور سے کامراج تک کے علاقے پر حکومت کرنے سے کوئی غرض وغایت نہیں تھی اور نہ ہی وہ شاید ان کے ہاتھ میں تھا وہ تو بس مغلوں اور ملک دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونے اور ان کے مہرے تھے لہٰذا خود سے کوئی حق واختیار نہیں رکھتے تھے وہ صرف مغلوں کے ناپاک عزائم کو جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ ان کا ہدف صرف ملک میں افراتفری اور مذہبی اختلاف کو ہوا

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دینا تھا۔ جس کے نتیجے ہی میں مغل حکمرانوں کے خوابوں کی تعبیر ممکن تھی ۔ وہ یعقوب شاہ چک کے شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے مخالف نہیں تھے بلکہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی سنی حاکم بھی یعقوب شاہ چک کی جگہ ہوتا تو وہ اس کے خلاف بھی شورش و بغاوت کرتے ۔ ہاں یعقوب چک کے شیعہ ہونے کی وجہ سے ان کے ناپاک اور ناجائز ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں مذہبی منافرت پھیلانے کی وجہ سے آسانی ہوئی ۔ ورنہ وہ کسی کے خیر خواہ نہیں تھے یعقوب چک کے شیعہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے سادہ دل لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اپنے مکروہ ارادوں کی تعمیل کے لئے اپنی سیاسی جنگوں کو مذہبی رنگ دیا۔

اگر بغاوت کرنے والے مستقل اور آزاد ہوتے اور کسی کے ہاتھوں فروخت نہ ہوئے ہوتے تو یقیناً وہ سوپور سے کامراج تک کے علاقے پر حکومت سے قانع ہو کر ملک میں امن و امان بحال کرنے کی کوشش کرتے ۔ لہٰذا جب ان کے اصلی آقاؤں نے دیکھا کہ یعقوب شاہ چک کی زیرکی اور دوراندیشی سے (یعنی ملک کا ایک قیمتی حصہ ان کو دیکر) تو کشمیر میں امن و امان قائم ہونے والا ہے تو انہوں نے ایک نہایت ہی گری ہوئی اور پست حرکت انجام دینے کا ارادہ کر کے شیعوں کے دو جید اور بزرگ علماء بابا خلیل اور بابا حسن زڈی بلی کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ جانتے تھے شیعہ اپنے بزرگوں کے قتل پر آرام سے نہیں بیٹھیں گے ۔ جس کے نتیجے میں مذہبی فسادات رونما ہوں گے اور کشمیر کا خرمن امن برباد و تباہ ہو جائے گا۔ جو ان کا اصلی ہدف بھی تھا چونکہ اس طرح کی صورت میں مغلوں کو کشمیر پر قبضہ کرنے کی راہ ہموار ہو جاتی۔

جب بابا خلیل اور شیخ حسن زڈی بلی کو قتل کرنے کی سازش کی خبر ملک حسین چاڈورہ کو ملی تو وہ باغیوں کے اقدامِ قتل سے مانع ہوئے اور دونوں بزرگوں کو بحفاظت سرینگر پہنچایا (ا) اگر یعقوب شاہ کے زمانے کے حالات کا صحیح سے تجزیہ اور تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں تمام فتنہ و فساد کے اصلی بانی اور روح رواں قاضی موسیٰ تھا اور دیگر باغی افراد خاص کر شمسی چک کپواری، علم شیر خان ماگرے اور علی ڈار قاضی موسیٰ کے ہی مرید و معتقد تھے ۔ جن کو شورش اور بغاوت کرنے میں قاضی موسیٰ کی پوری حمایت حاصل تھی۔

قاضی موسیٰ حسین شاہ کے زمانے سے ہی مغلوں سے ساز باز کئے ہوئے تھا لہٰذا ہمیشہ شاہی

ا۔ بہارستان شاہی ص نیز واقعات کشمیر ص ۱۵۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خاندان کو مٹانے پر تلا ہوا تھا کیونکہ یہ خاندان شیعہ مسلک کا پیرو تھا۔ قاضی موسیٰ شاہی خاندان کے دشمنوں کی کھلم کھلا حمایت کرتا تھا۔ تاریخ میں ایسے اہل سنت علمائے کرام اور مفتیان کی کمی نہیں جو ظلم سہہ کر بھی ظالم حکمرانوں کے جھانسے میں نہ آئے لیکن ایسے مفتیان بھی منصۂ شہود پر آچکے ہیں جنہوں نے بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے شیعوں کے خلاف قتل و غارت کے فتوے بھی دیئے ہیں۔

جانبدار موؔرخوں نے قاضی موسیٰ کی تخریبی کاروائیوں سے عمداً چشم پوشی کر کے اس کے قتل کو مذہبی رنگت دے کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ اس کا قتل ہی ملک میں انتشار کا باعث بنا۔ جس کے باعث سنی علماء کا ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس گیا اور اسے کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دے دی۔ ان مورخوں نے قاضی موسیٰ کے قتل کو یوں پیش کیا کہ جیسے وہ ایک معصوم اور نہایت ہی مظلوم انسان تھا حالانکہ ایسا نہیں تھا اور نہ ہی اس کو کسی مذہبی تعصب کی بنا پر قتل کیا گیا۔ قاضی موسیٰ کے قتل کو واضح کرنے کے لئے ہم ذیل میں حکومت کے خلاف اس کی بہت ساری تخریبی کاروائیوں میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہے۔

(الف) قاضی موسیٰ حسین شاہ چک کے زمانے میں بھی ایک سنگین جرم میں شریک پایا گیا تھا۔ اور یوسف میر کے قتل کا فتویٰ جن مفتیوں نے دیا تھا ان میں ایک قاضی موسیٰ بھی تھا (۱) حقیقت سامنے آنے کے بعد خود شافعی اور حنفی مفتیوں نے اس حکم کو ناجائز اور خلاف شرع قرار دیا اور مقتول کے وارثوں کو مفتیوں سے قصاص لینے کے لئے کہا تو قاضی موسیٰ فرار ہو کر روپوش ہوا پھر چند امراء کے اثر و رسوخ سے خلاصی پائی (۲)

(ب)۔ قاضی موسیٰ یوسف شاہ چک کے خلاف ابدال چک کی سازش میں بھی شریک تھا۔ ابدال چک نے علی شاہ کے بعد اقتدار کی حصول کی خاطر جب یوسف شاہ چک کے خلاف بغاوت کی تو ابدال خان چک لڑائی میں مارا گیا۔ یوسف شاہ چک نے عوام و خواص کو متنبہ کیا کہ علی شاہ (یوسف شاہ کے والد) کی میت سے پہلے ابدال چک کی لاش اٹھا کر دفن کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں ہے لیکن قاضی موسیٰ نے فتنے کی آنچ کو ہوا دینے کے لئے شاہی فرمان ٹھکرایا اور ابدال خان کی لاش اٹھوا کر علی شاہ کی میت سے پہلے ہی شاہی مقبرہ میں دفن کرائی (۳)

۱۔ بہارستان شاہی ص ۲۰۷۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۲۰۷ و نیز تاریخ شیعیان کشمیر ص ۹۱ نیز واقعات کشمیر ص ۱۵۷۔

۳۔ ایضاً، و نیز، وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۴۰۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

(ج) لوہر چک نے یوسف شاہ چک کے خلاف بغاوت کر کے یوسف شاہ چک کو کشمیر چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اس کی پیٹھ پر بھی قاضی موسیٰ ہی سوار تھا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد یوسف شاہ دوبارہ کشمیر کا حاکم بنا تو لوہر چک فرار ہو کر روپوش ہوا۔ لیکن کمال تعجب سے قاضی موسیٰ نے اس کو اپنے گھر میں پناہ دے کر پوشیدہ رکھا تھا۔ بادشاہ کے دشمن کو پناہ دینا ایک ایسا سنگین جرم تھا کہ اگر اس کی اِس ایک خیانت سے قاضی موسیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تو یقیناً وہ اس کا مستحق تھا۔ لیکن یوسف شاہ نے بڑی فیاضی سے کام لے کر دوبارہ اس کے اس سنگین خیانت سے چشم پوشی کی۔

جانبدار مورخوں کے لئے قاضی موسیٰ کی اس خیانت سے جب انکار ناممکن تھا تو اس کا عذر تراشنے لگے اور کہا کہ قاضی موسیٰ کو اس کی (قاضی موسیٰ کے گھر میں لوہر چک کے پوشیدہ ہونے کی) خبر نہ تھی (۱)

(د) ۹۹۳ھ ہجری میں جب راجہ بھگون داس نے پچاس ہزار مغل فوج سے کشمیر پر حملہ کیا تو یعقوب چک نے ایک فرمان کے ذریعہ سے دشمن کے خلاف ملک کی سالمیت اور اس کے دفاع مستحکم کرنے کے لئے سامان جنگ اور گھوڑے طلب کئے۔ قاضی موسیٰ نے اس بار بھی شاہی فرمان کو ٹھکرا کر خواجگان کو یہ چیزیں حکومت کو دینے سے روک دیا (۲) تا کہ ملک کا دفاع کمزور ہو جائے اور اکبر بادشاہ کی فوجیں ملک کو فتح کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

(ہ)۔ خود یعقوب چک کے زمانے میں جو شورشیں اور بغاوتیں شمس چک کپواری نے انجام دیں قاضی موسیٰ اعلانیہ شمسی چک کپواری کی مدد اور حمایت کرتا رہا (۳)

قاضی موسیٰ کی مذکورہ تخریبی اور باغیانہ کاروائیوں کی بنا پر کوئی بھی خود مختار اور ذمہ دار بادشاہ جس کو اپنی آزادی عزیز ہو، کسی بھی شخص کی ان تخریبی کاروائیوں کو دیکھ کر ایک تماشائی کی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتا ہے۔ اس لئے دراصل یعقوب شاہ چک نے قاضی موسیٰ کو غداری اور شمس چک کپوراری کے

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۶ نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۴۰۵۔
۲۔ بہارستان شاہی ص ۲۱۷۔
۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۹۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ساتھ بغاوت میں ملوث ہونے کے ثبوت میں اسے موت کی سزادی۔ پھر ذی غرض اشخاص نے اس واقعہ کواتنی مذہبی رنگت اوراہمیت دی جس سے ملک بھر میں انتشاراورتفرقہ پیدا ہوا۔ جواُن کی دلی خواہش تھی۔ اسلام دوہرے معیار کادین نہیں ہے عالم، مفتی ہویاعادی، قانون سب کے لئے ہے۔

ان جانبدار مورخوں نے قاضی موسیٰ کے حق میں ایسے من گھڑت واقعات نقل کیے ہیں کہ عقل ان کوتسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ اعظم دڈمری قاضی موسیٰ کے قتل کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

''جس روز قاضی شہید کا یہ واقعہ پیش آیا اسی روز ایسی کڑک گرج اٹھی اور بجلی چمکی کہ اس کے خوف سے اکثر لوگ بے جان ہوگئے خاص کر بادشاہ کا وزیر علی ڈار تین چار مردوں اور عورتوں سمیت یعقوب شاہ کے گھر میں بجلی کی آگ سے جل گیا''(۱)

مورخ محمد الدین فوق لکھتا ہے'' کہ بے گناہ قاضی موسیٰ کی شہادت کے دن غروب آفتاب سے پہلے آسمان پر ہی سیاہ ابر چھا گیا اور آندھی وطوفان چلنے لگا، رعد اس زور سے کڑکنے لگا کہ تمام ملک چلا اٹھا۔ عورتوں کے حمل اسقاط ہوئے اور کئی خوردسال بچے دہشت سے ہلاک ہوگئے''(۲) گویا یہ لوگ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ واقعات قاضی موسیٰ کے قتل کی وجہ سے ہی کشمیر میں رونما ہوئے ہیں، ۔یہ لوگ یہ بھول رہے ہیں کہ دنیا کا اپنا ایک نظام ہے اور کسی کے جینے اور مرنے سے اس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر اتفاقاً اسی اثنا میں یہ واقعہ پیش آیا ہوتو اس کو ایسے شخص کی طرف نسبت دینا جس نے واضح طور پر غلط کا ساتھ دیا ہو اور خلاف شرع فتوی صادر کیا ہو، کہاں درست ہے؟ جبکہ وہی مورخین خود ان غلطیوں کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

ویسے اعظم دڈمری صاحب کی عادت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ اپنے ہم مسلکوں کی برتری ثابت کرنے کے لئے ان سے محیّر العقول واقعات کی نسبت دینے کے عادی ہیں۔ ایسے (عجیب غریب)واقعات سے ان کی کتاب ''واقعات کشمیر'' بھری پڑی ہے۔

۱۔ واقعات کشمیر ص کشمیر ص ۱۵۸۔
۲۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۴۸۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ایک طرف جہاں وہ اپنے ہم مسلکوں کی طرف معجزات اور کرامات کی نسبتیں دیتا ہے وہیں اپنے مخالفین کو زیر کرنے کے لئے ان واقعات سے متضاد، خرافات اور عجیب وغریب واقعات کی نسبت دیتا ہے جیسا کہ وہ چکوں کے حسب ونسب کے بارے میں طویل داستان بیان کر کے ان کی بہادری کی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ (شیعہ) چک خاندان انسانوں کے بجائے جنوں کے نسل سے تھا جس کا جدّ اعلیٰ انسان کے بجائے ایک جن تھا جس نے ایک عورت سے مباشرت کی تھی اور یہ عورت اس سے حاملہ ہوئی اور پھر ایک قوی ہیکل لڑکا جنا۔ جس کے بعد اسی بچے سے چکوں کی نسل جاری ہوئی (۱)

یا پھر شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے لکھا ہے کہ جب شاہ میری حکومت کشمیر میں ختم ہوئی اور حکومت شیعہ چکوں کی طرف منتقل ہوئی۔ اس وقت شہر میں ایک بہت بڑا اور شدید قسم کا بھونچال متواتر آیا جو گویا قیامت کا زلزلہ تھا۔ لوگوں کے مکان، مکین سمیت زمین میں دھنس گئے۔ قلیل تعداد کھڑکیوں سے کود کر بچ گئے۔ یہ ہلاکت خیز حادثہ ایک ہفتہ تک جاری رہا اور اس دوران عجیب وغریب واقعات رونما ہوئے جن میں کہا جاتا ہے کہ مراج پرگنہ میں بیج بہاڑہ سے نیچے نندی مرگ کے پاس حسن پورہ اور حسین پورہ نامی دو گاؤں دریائے بہت (جہلم) کے آمنے سامنے ایک دوسرے کے مقابل میں واقع تھے۔ نصف رات کو دونوں گاؤں کی آبادی زمین میں دھنس گئی اور حسن پورہ کی جگہ پر حسین پورہ آ گیا اور حسین پورہ کی جگہ پر حسن پورہ آ گیا (۲)

گویا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سب شیعوں کے ہاتھ حکومت آنے کی وجہ سے ہوا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ شیعوں کو تو بہر حال آپ بھی مسلمان مانتے ہیں اور ان کے حکمرانوں کے عدل وانصاف کا اعتراف آپ نے خود بھی کیا ہے۔ اب اگر شیعہ مسلمانوں کی حکومت کی وجہ سے ایسے واقعات رونما ہوئے، تو یہی حکومت جب مسلمانوں سے نکل کر سکھوں اور پھر ڈوگروں جو غیر مسلم ہونے کے علاوہ مصدر ظلم بھی تھے، کے ہاتھ لگی اس وقت تو اس سے بھی بڑے واقعات پیش آنے چاہیے تھے۔ لیکن کسی نے کوئی واقعہ نقل نہیں لکھا ہے اور نہ ہی حقیقت میں کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔ لہٰذا ہم اپنا یہ نظریہ ایک بار پھر دہرانا چاہیں گے کہ دنیا کا اپنا ایک نظام اور قانون ہے کسی حکومت کے جانے اور آنے سے

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۲۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۴۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔اور ہاں اگر مذکورہ واقعات بھی رونما ہوئے ہوں گے تو وہ دنیا کے اپنے نظام کے اعتبار سے رونما ہوئے ہوں گے کشمیر میں سیاسی حالات سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

مذکورہ تین چار واقعات سے ہی اعظم دڈمری کا شیعہ مسلمانوں کے ساتھ بیجا تعصب اور نفرت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ایسے موّرخوں سے انصاف اور غیر جانبدار تاریخ مرتّب کرنے کی توقع کیسے رکھی جاسکتی ہے؟اس لئے اگر وہ حقائق سے آنکھیں بند کر کے شیعہ بزرگوں اور ان کے حکمرانوں کے عیوب اور نقائص ہی لکھیں تو شیعوں کے لئے یہ بالکل خلاف توقع نہیں ہے۔

یعقوب شاہ چک پر مخالفین کا الزام اور اس کا جواب

بعض شیعہ مخالف مورخوں نے قاضی موسیٰ کی خیانتوں کو چھپانے کی کوشش کر کے یعقوب شاہ چک پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے قاضی موسیٰ پر اذان میں علی ولی اللہ کہنے پر دباؤ ڈالا تھا(۱) اور وہ ان سے مذہبی باتیں چھیڑتے تھے۔نیز قاضی موسیٰ کے اذان میں علی ولی اللہ کہنے کے انکار پر ہی یعقوب شاہ چک نے ان کو قتل کر دیا۔

لیکن تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ یعقوب شاہ چک پر یہ الزام صرف قاضی موسیٰ کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے لگایا گیا ہے۔

مختلف وجوہات کی بنا پر یہ الزام جھوٹ اور بہتان کے سوا کچھ اور دکھائی نہیں دیتا ہے جس کا حقیقت اور صداقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ان وجوہات میں بعض حسب ذیل ہیں:۔

(الف)۔یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خود شیعہ بھی مذکورہ جملہ کو اذان کا جز اور واجب نہیں جانتے ہیں بلکہ مستحب کے طور پر اسے اذان میں پڑھتے ہیں۔اس لئے بعید لگتا ہے کہ یعقوب شاہ چک نے ملک کے سیاسی بحرانی حالات سے توجہ ہٹا کر ایک مستحبی کام کے لئے اپنی حکومت اور ملک کو خطرے میں ڈالا ہو۔

(ب)۔کشمیر کی قدیم ترین اسلامی تاریخی کتابیں ''بہارستان شاہی'' اور ''تاریخ ملک حیدر'' چاڈورہ ہیں۔بہارستان شاہی تمام کتب تواریخ میں ایک ایسی کتاب ہے جس کے مصنف نے ایک

۱۔واقعات کشمیر ص ۱۵۷ و نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۴۲۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سچے وطن دوست اور حقیقت پسند مبصّر کی طرح یوسف شاہ اور یعقوب شاہ کے زمانے کے حالات و واقعات کا عینی مشاہدہ کیا ہے۔ وہ دوسرے مورّخین (ابوالفضل اور محمد قاسم فرشتہ) کی طرح چکوں یا مغلوں کا وظیفہ خوار یا اور کسی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ جس میں کسی کو شک وشبہ نہیں ہے اسی وجہ (چکوں کا وظیفہ خوار نہ ہونے) سے بہارستان شاہی کے مصنف نے بعض جگہوں پر یعقوب چک کی کھل کر تنقید کی ہے۔ اس کے علاوہ ''تاریخ ملک چاڈورہ'' کا مصنف بھی اس دور کے تمام واقعات کا خود چشم دید گواہ ہے لیکن مذکورہ الزام کی تائید بہارستان شاہی یا تاریخ ملک حیدر کے کسی مستند نسخے سے نہیں ہوتی ہے۔

ڈاکٹر اکبر صاحب کا دعوی ہے کہ انہوں نے محکمہ ریسرچ جموں وکشمیر کے کتاب خانے میں خود مذکورہ کتابوں کے قلمی نسخوں سے استفادہ کیا لیکن وہاں دونوں نسخوں میں مذکورہ الزام کا ذکر کہیں نہیں پایا ہے۔ اور نہ ہی بازار میں رائج ان کتابوں کے عام نسخوں میں اس الزام کا کوئی ذکر ہے۔

(ج)۔ جن ناگفتہ بہ حالات میں یعقوب شاہ کشمیر کے حاکم بنے ان حالات کو مدنظر رکھ کر بھی یہ بعید لگتا ہے کہ یعقوب چک نے قاضی موسیٰ کے ساتھ مذہبی باتیں چھیڑیں ہوں یا ان کو اذان میں علی ولی اللہ کہنے پر زور ڈالا ہو۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اکبر بادشاہ عرصہ دراز سے کشمیر پر قبضہ کرنے کے درپے ہے جس کے لئے اس نے کشمیر پر کئی حملے بھی کئے ہیں اور اب بھی کسی بہانے کی تلاش میں ہے نیز یہ وہی اکبر بادشاہ ہے جس نے حسین شاہ کے زمانے میں مرزا مقیم اور یعقوب میر کو آگرے میں بیدردی سے قتل کر کے کشمیر میں مذہبی منافرت کا بیج بویا ہے دوسری طرف خود کشمیر میں بھی داخلی شورشوں اور بغاوتوں کا ماحول بنا ہوا تھا۔ ان حالات میں کیسے وہ لوگوں پر مذہبی دباؤ ڈال سکتا تھا؟

ان حالات کے پیش نظر اس الزام کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کے مخالفین جن کے سرگروہ قاضی موسیٰ تھے بادشاہ کی سیاسی مجبوریوں سے غلط فائدہ اٹھا کر اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے بادشاہ سے مذہبی باتیں چھیڑتے رہے ہوں گے یا مذہبی رنگت دے کر پروپیگنڈا کیا ہوگا۔ پھر ''علی ولی اللہ'' (یعنی حضرت علیؑ خدا کے ولی ہیں) کہنے پر اگر بالفرض زور بھی دیا گیا ہوتا تو متفق علیہ احادیث کی رو سے اس کا کہنے والا بے دینی کا مرتکب بھی تو نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کے لئے ملّت اور

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وطن سے بے وفائی کا جواز بن جائے۔ بہر حال اسلامی اُپروچ ان باتوں پر جبر سے گریز کرتا ہے جو چکوں سے یہ سرزد ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

لہٰذا ''علی ولی اللہ'' کا فقرہ یعقوب چک کی طرف سے داخل اذان کرانے کا الزام محض ایک افسانہ ہے اور صرف شیعہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈا ہے۔ ان حربوں کا استعمال قرون اولی سے ہی نہیں بلکہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج کل کی متمدن دنیا میں بھی شیعوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔

معاہدہ الحاق

تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ کشمیر کے بعض امراء محض اپنی بالا دستی اور ذاتی اقتدار کے لیے ہمیشہ مغلوں کے ساتھ ساز باز کر کے چک سلاطین کا تختہ الٹ دینے کی فکر میں رہتے تھے۔ لیکن سلاطین چک کی صحیح اور بروقت تدابیر سے وہ کبھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئے تھے لہٰذا وہ مغلوں کے ساتھ رابطے رکھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ دوسری طرف مغل بادشاہ اپنی دیرینہ آرزو کو جامہ عمل پہنانے کے لئے ہر ممکن کشمیر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

بدقسمتی سے یعقوب چک کے دور میں کچھ ملک دشمن عناصر نے فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دینا شروع کیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اکبر بادشاہ جس کی نظریں عرصہ دراز سے کشمیر پر لگی ہوئی تھیں اور اس سے قبل کشمیر پر تقریباً آٹھ ناکام حملے بھی کر چکا تھا (۱) لیکن اہل کشمیر کے قومی اتحاد اور جذبہ حب الوطنی نے اس کو قبضہ کرنے کی جرأت نہ ہونی دی تھی۔ کچھ اس قسم کے علماء کو خرید کر اپنی کٹھ پتلی بنا لیا تھا۔ لہٰذا اکبر کو یہ سوجھی کہ سب سے پہلے فرقہ واریت کو ہوا دے کر کشمیریوں کے اتحاد اور وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے جسے سابقہ حکمرانوں نے اپنی بے مثال دوراندیشی سے قائم کر رکھا تھا۔ یہ بعض افراد آسانی سے اکبر کا مہرہ بن گئے اور انہوں نے بہت جلد کشمیریوں کی یکجہتی اور بھائی چارگی کو پارہ پارہ کر دیا۔

۱۔ عالمی سامراج اور کشمیر ص ۱۰۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہر چند کہ چک حکمران یعقوب شاہ چک نے اعلی بصیرت اور تدبر کے ساتھ حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کو اس وبا سے بچانے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کی تمام تدبیریں ان ناعاقبت اندیش افراد کے سامنے ناکام رہیں جنہوں نے مل کر کشمیری امراء کا ایک وفد یعقوب صرفی کی قیادت میں اکبر بادشاہ کے پاس بھیج دیا (۱) تاریخ حسن کے بموجب شیخ بابا داؤد خاکی بھی اس وفد کے ہمراہ تھا (۲) انہوں نے اکبر کو کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت عام دی۔ اور اسے اپنی پوری حمایت اور تعاون کا یقین دلایا اور اعظم دڈمری کے بقول (جس پر وہ ظاہراً خوش نظر آتے ہیں) اکبر بادشاہ کی حکومت کے ارکان کو کشمیر کی تسخیر و تصرف کی بشارت دی اور عہد و پیمان کیے (۳)

اکبر بادشاہ کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دینے والوں کی پوری حقیقت جاننے کے لئے یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ اس وفد کے سربراہ جناب شیخ یعقوب صرفی وہی شخص ہیں جس کو یوسف شاہ چک نے تحائف اور ہدایا کے ہمراہ دربار اکبری میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا لیکن وہ اپنے سفارتی ذمہ داریوں کو بھول کر اکبر بادشاہ کے دربار کا گرویدہ بن گیا تھا اور پھر جب اکبر بادشاہ نے راجہ بھگوان داس کی قیادت میں کشمیر پر حملہ کے لئے پچاس ہزار کا لشکر روانہ کیا تو شیخ یعقوب صرفی ان کی کامیابی کے لیے مغلوں کو آسان پہاڑی راستہ دکھانے پر مامور ہوا۔ شیخ یعقوب صرفی نے اکبر بادشاہ کا حکم بدون چوں و چرا قبول کیا اور لشکر کی ہمراہی کر کے عملاً اسے انجام دیا!!

لیکن داد دینی چاہیے یعقوب چک کے عدل و انصاف کی، جس نے شیخ یعقوب صرفی کے اتنے سنگین جرم (دشمن کے لشکر کی ہمراہی) سے چشم پوشی کر کے اسے پھر کشمیر آنے دیا۔ لیکن شیخ صاحب کو ان کا یہ احسان زیادہ دن یاد نہیں رہا بلکہ بہت جلد فراموش کر کے ایک وفد لے کر اکبر بادشاہ کے پاس گیا اور اسے یعقوب چک کا ہی تختہ الٹنے کے لیے پھر کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔

۱۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص، واقعات کشمیر ص ۱۵۸۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۴۲۱۔
۳۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیخ یعقوب صرفی اور بابا داؤد خاکی نے کشمیر کو مغل حکومت کے ساتھ ملانے کا جو معاہدہ الحاق کیا اس کی بعض شرطیں حسب ذیل تھیں۔

(۱)۔ ملک پر قبضہ کرنے کے بعد کشمیریوں کو کسی بھی اعلیٰ اور ذمہ دار عہدے پر تعینات نہیں کیا جائے گا(۱)

(۲)۔ شیعہ چک خاندان میں سے کسی ایک فرد کو بھی کشمیر میں رہنے نہ دیا جائے گا(۲)

(۳)۔ سلطنت کے نظم ونسق میں چک خاندان کو کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

(۴)۔ کشمیریوں میں سے کوئی ہتھیار استعمال نہیں کرے گا اور نہ ہی سپاہی گری کا پیشہ اختیار کرے گا(۳)

یہ وہ معاہدہ ہے جو کشمیری علماء کی سربراہی میں مغل حکمران ''اکبر بادشاہ'' کے ساتھ ہوا۔ جس کے آگے مارے شرم کے اہل کشمیر کی غیرت احساس کمتری کی شکار اور نگاہیں جھکی رہے گیں۔

شیعیان کشمیر کا خصوصی امتیاز

حکیم صفدر ہمدانی نے بعض افراد کے ہاتھوں کشمیر کی بار بار خرید وفروخت پر تبصرہ کر کے ایک خوبصورت اور مستند نتیجہ اخذ کیا ہے۔ جس کا ذکر یہاں نہایت مناسب نظر آتا ہے۔ وہ بار بار وطن کی آزادی کے ساتھ سودے بازی کرنے والے ناعاقبت اندیش لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

''شیعیان کشمیر کو ہی یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے کبھی بھی وطن کی آزادی کے ساتھ سودے بازی نہیں کی۔ مرزا حیدر نے اپنے عہد حکومت میں شیعیان کشمیر پر مصائب اور مظالم کے پہاڑ ڈھائے ان کا قتل عام کرایا ان کے مکانات اور خانقاہیں جلائی گئیں مذہبی راہنماؤں اور بزرگوں کا قتل عام کرایا۔ لیکن ان بے پناہ اور انسانیت سوز مظالم کے باجود شیعہ مسلمانوں

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۹۵ بنقل از تاریخ حسن ص ۳۳۲۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۹۵ بنقل از تاریخ مرجان پوری ص ۱۱۸۔
۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۹۵ بنقل از گوہر عالم۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نے کبھی بھی وطن سے غداری نہیں کی۔ جس وقت مرزا حیدر کاشغری یہاں کے شیعوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا اس وقت ایران کا تاجدار شاہ طہماسب تھا جس کے پاس اکبر کا باپ ہمایوں بادشاہ بحیثیت پناہ گزین تھا۔ اگر شیعہ اس وقت ایران کے تاجدار (جو خود شیعہ تھا) سے رجوع کرتے اور اس کو اپنی بربادی اور تباہی کی داستان سناتے تو نہ ہمایوں کو ہی مدد ملتی اور نہ مغل سلطنت ہندوستان میں قائم ہو پاتی۔ اس وقت خود ہندوستان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ ایران کا بادشاہ آسانی سے اس ملک کو فتح کرتا اور کشمیر کو بھی اپنے زیرنگین لاسکتا تھا مگر شیعوں نے سختیاں جھیلیں اور گونا گون مصائب برداشت کئے لیکن وطن کا سودا نہیں کیا اور نہ ملک سے غدّاری کی''

خیر اکبر بادشاہ موقع کی تلاش میں تو تھا ہی۔ اب اس سے اچھا موقع کب آتا؟ اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً مرزا قاسم خان کی سربراہی میں ایک بڑا لشکر بغیر کسی اعلان کے بڑے بڑے فوجی افسروں جیسے فتح خان، گوجر خان، مرزا علی اکبر شاہی، شیخ دولت خنجری، شیخ سکندر، رفیق شاہ محمد، میر عبد الرزاق، یادگار حسین، لعل دیوسنار چند، خواجہ ظہیر، ولی بیگ اور ہزارہ بیگ وغیرہ کے ساتھ کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا (۱)

شیخ یعقوب صرفیؒ کی سربراہی میں اکبر کا دوسرا حملہ

شیخ یعقوب صرفیؒ کے سپرد مغل فوج کو آسان راستہ دکھانے نیز کشمیریوں کو یعقوب شاہ کے خلاف اکسانے کا کام تفویض کیا گیا تھا۔

یعقوب چک کو جب شیخ یعقوب صرفی کی راہنمائی میں دشمن کی فوج کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ سرینگر سے راجوری تک وطن کا دفاع کرنے کے لئے نکلا لیکن ابھی ہیرہ پورہ بھی نہیں پہنچا پایا تھا کہ اس کے فوجی دستوں کے افسر غدّاری کر کے دشمن کی فوج سے مل گئے (۲)

دوسری طرف ملک دشمن عناصر نے سرینگر میں بادشاہ کو نہ پا کر بغاوت و شورش برپا کی۔ ظفر چک فرزند شمس چک کپواری نے علم شیر ماگرے اور دوسرے سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر سرینگر پر حملہ کیا اور

۱۔ بہارستان شاہی، ص ۲۱۱۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۴۲۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تمام شہر میں تعصّب اور فتنہ کی آگ بھڑکا دی۔ اس نے عوام کو شیعوں کے خلاف اُکسا کران کے روحانی پیشوا میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ کو آگ لگادی۔ اس طرح مرزا حیدر کاشغری کے بعد اس خانقاہ کی تاراجی کا دوسرا واقعہ تھا۔ پھر تین دنوں تک شیعہ مخالفوں کے ساتھ ان کا قتل عام اور لوٹ مار کرتا رہا۔ یہ سب اسی سازش کا نتیجہ تھا جو بہت پہلے چک بادشاہوں کا تختہ الٹنے کے لئے رچی گئی تھی جس کو عمل میں لانے کے لئے وہ صرف موقع کے تلاش میں تھے۔ اب چونکہ اکثر شیعہ بادشاہ کے ساتھ ملک کا دفاع کرنے کے لئے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے تو ان کو شیعوں کی تاراجی کا بہت اچھا موقع نصیب ہوا۔ شیعوں کے قتل عام کے علاوہ اس شورش سے ان کا یہ ہدف بھی تھا کہ اندرونی انتشار اور فسادات سے ملک کا دفاع کمزور کردیا جائے تا کہ مغل فوج آسانی کے ساتھ ملک پر قبضہ کر سکے۔ لہٰذا تاریخ حسن کے مطابق تین دن تک شیعوں کا قتل عام کرنے کے ساتھ ہی وہ پونچھ فرار کر کے اکبری فوج سے جا ملے (۱)

جب مغل فوج کو یعقوب شاہ کے سپاہیوں کی ملک سے بے وفائی کا حال معلوم ہوا تو قاسم خان نے شیخ یعقوب صرفی کو پیش قدمی کا حکم دیا اور جب یعقوب صرفی دشمن کی فوج لے کر ''ہستی ونج'' پہنچا تو یہاں محبّ الوطن کشمیری اور یعقوب صرفی کی راہنمائی میں حملہ آور مغل فوج کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا۔ اور مغل فوج کے اس دستہ کے بہت سارے لوگ مارے جانے کے علاوہ شیخ یعقوب صرفی کو گرفتار کیا گیا اور مغلوں کو شکست دے دی گئی (۲)

بہارستان شاہی کے مطابق شیخ یعقوب صرفی کو گرفتار کیا گیا لیکن بزرگی وفضیلت کے سبب اسے پناہ دے دی گئی (۳)

یعقوب چک اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ ''ہیرہ پورہ'' پہنچا اور دشمن کے روکنے کی تدابیر پر غور کرنے لگا۔ ادھر اکبری فوج نے بھی پیر پنچال کو عبور کر کے یعقوب شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف کے مطابق جنگ کے دوران یعقوب شاہ گھوڑے سے نیچے اترا اور اس کی

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۴۲۳۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۴۱۹ نیز تاریخ ملک حیدر ص ۸۱۔

۳۔ بہارستان شاہی ص ۴۱۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لگام ہاتھ میں لی، اسی دوران ان کا گھوڑا بھڑک گیا اور دوڑتا ہوا یعقوب چک کے سپاہیوں کی طرف چلا گیا۔ جب سپاہیوں نے گھوڑے کو بغیر سوار (یعقوب چک کے) دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ یعقوب چک جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس سے فوج کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ بھاگنے لگے۔ مرزا قاسم آگے بڑھا اور شوپیان میں ڈیرہ ڈالا۔ دوسرے دن ۱۷ ذی قعدہ ۹۹۴ھ مطابق ۱۲۰ اکتوبر ۱۵۸۶ عیسوی کو دشمن کی یہ فوج سرینگر میں داخل ہوئی۔ اہل سنت مورّخوں نے مغل فوج کے آنے کی تاریخ ''خیر مقدم'' سے نکالی ہے۔ جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ لیکن شیعوں نے مغل فوج کو سرینگر آنے کی تاریخ ''ظلم بے حد'' سے نکالی ہے جس سے بھی ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔

دوسری طرف شیعہ مخالفوں نے اکبر بادشاہ کو کشمیر پر حملے کی دعوت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جب اکبر کی فوجیں اہل کشمیر کو اپنے قدموں تلے روندتی ہوئی کشمیر میں داخل ہو رہی تھیں تو ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اکبر کے سپاہیوں کے گلوں میں ہار ڈالے اور گھوڑوں کی مالش کی۔ اس طرح گھناونی سازش کے ذریعہ ۹۹۴ ہجری میں کشمیر اپنی طویل ترین تاریخ میں پہلی بار اپنی خودمختاری سے محروم ہوا۔ جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے حالانکہ اس سے قبل محمود غزنوی اور سکندر اعظم جیسے لوگوں نے حتیٰ کہ اکبر بادشاہ اور اس کے آباء واجداد نے بھی کئی بار کشمیر میں بُری طرح شکست کھائی تھی۔

قاسم خان کے ذریعہ شیعوں کا قتل عام

مغلوں کو تو کشمیر کی سرزمین سے واسطہ تھا لوگوں سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا۔ کشمیریوں سے تو وہ ہمیشہ نفرت کرتے تھے اور سرعام کہا کرتے تھے **''کشمیر جنت ہے لیکن یہاں کے لوگ جہنمی ہیں''** (۱) لہٰذا انہوں نے یہاں آتے ہی مظلوم کشمیریوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ جس کا خود سنی مورخ اعظم دڈمری کو بھی اعتراف ہے وہ لکھتے ہے کہ مغل فوجیوں نے قوت پا کر ہر جگہ جہاں انہیں کشمیری بہادروں کی جماعت نظر آئی وہاں قتل عام کیا (۲) لیکن تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ مغلوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کی اکثریت شیعوں کی ہی تھی۔ چونکہ غیر شیعہ مغلوں کے آنے کے ساتھ ہی ان سے ملحق ہو گئے۔

۱۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۶۲۔
۳ جو ایک کٹر شیعہ مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ مغل نواز مورّخ تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تھے اور ان کے آنے کی تاریخ ''خیر مقدم'' سے نکالی تھی۔ اب یہ زیادہ تر شیعہ ہی تھے جو کشمیر پر مغلوں کی حکومت اور تسلط کے سخت مخالف تھے۔ اسی وجہ سے انہیں مغلوں کا وحشیانہ سلوک دیکھنا پڑا۔ مغلوں کی اصلیت مدنظر رکھ کر ہی انہوں نے مغلوں کی آنے کی تاریخ ''ظلم بے حد'' سے نکالی تھی۔ اس کے علاوہ مورّخوں نے بھی مغلوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو شیعہ ہی قرار دیا ہے مورخ مسکین لکھتے ہیں کہ معاہدہ الحاق کی روشنی میں اکبر کی فوج نے شیعوں کا صفایا کیا (۱)

کتنی افسوس کی بات ہے کہ کشمیر کے بعض مورخین مغلوں کو ملک کی آزادی اور استقلال سلب کرنے پر ان کی مذمت کرنے کے بجائے وہ مغلوں کے ہاتھوں شیعوں کے قتل عام پر انہیں شاباشی دیتے نظر آتے ہیں۔

''نوادرالاخبار'' کے مصنف نہایت فخر ومباہات اور مسرت آمیز لہجے میں اکبر بادشاہ کے ہاتھوں کشمیر پر قبضہ کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ ''جب مغل اعظم اکبر بادشاہ کو کشمیر کی فتح نصیب ہوئی تو جناب شیخ یعقوب صرفی وغیرہ جو مغل فوج کی راہنمائی فرماتے تھے سرینگر شہر میں تشریف لائے اور بابا داؤد خاکی اہل اللہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زنگی پورہ گاؤں سے آئے۔ ان بزرگوں نے تمام عرفاء وفضلاء اور امراء کو سرینگر میں طلب کیا اور اہل سنت و جماعت کے حوصلے بلند کیے۔ محمد قاسم نے سرینگر کی گلی کوچوں میں اکبر بادشاہ کی فتح وظفر کا نقارہ بجایا۔ تمام اہل سنت کے سرکردہ شہریوں نے ایک رائے ہوکر مغلوں کی اطاعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالا اور اہل تشیع چوہوں اور لومڑیوں کی طرح ذلت ورسوائی کے بلوں میں گھس گئے۔ قاسم خان نے آزادی کے جانباز سپاہیوں کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ ہر وہ شخص جو اپنی گردن میں شہنشاہ اکبر کا حلقہ اطاعت نہ ڈالے گا وہ موت کے گھاٹ اتارا جائے گا اور اس کا مال واسباب نذر آتش کر دیا جائے گا۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جاسوسوں کو پہاڑوں اور صحراؤں کے اطراف واکناف میں مقرر کیا گیا ہے جو اس بات کی اطلاعات فراہم کریں کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست؟ اس طرح کشمیر کے حالات کی حقیقت معلوم ہو جائے (۲)

۱۔ بہارستان شاہی مرتب اکبر حیدری ص ۲۱۴۔
۲۔ نوادر الاخبار ص ۱۱۵،۱۱۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی تاریخ کا ایک معروف باب

کشمیر میں مغل حملہ آوروں کے ہاتھوں جو کچھ ہو رہا تھا بھلے ہی کشمیریوں کے لئے نیا ہو یا پرانا لیکن شیعوں کے لئے یہ ان کی تاریخ کا ایک معروف اور آشنا باب تھا جو اب کشمیر میں کھل رہا تھا ورنہ پیغمبر اکرم (ص) کی وفات کے بعد سے ہی دنیا کے ہر حصے میں ان کا وجود برداشت نہیں کیا گیا۔ کوئی شیعہ حکومت کے کسی عہدے پر فائز ہوا تو اس کے خلاف سازشیں ہوتی رہیں اور انجانے الزامات سے اس کو ختم کر دیا گیا۔ اگر کہیں کوئی شیعہ حکومت بن گئی تو شورشیں ان کا مقدر بن گئیں۔ کون نہیں جانتا ہے کہ مصر و شام میں سینکڑوں سال شیعوں (فاطمیوں) کی حکومت تھی اور دونوں ملکوں (مصر و شام) کی اکثر آبادی شیعوں کی تھی اور مصر میں شیعوں کی قائم کردہ اس وقت کی یونیورسٹی جامعۃ الزہرأ (موجودہ جامع الازہر) تھی اور صلیبی جنگوں کا معروف سردار ''صلاح الدین ایوبی'' خود شیعوں کی فوج کا کمانڈر تھا۔ لیکن وقت آنے پر شیعہ حکمرانوں کے خلاف بغاوت کر کے نہ صرف شیعہ حکومت بلکہ پورے مصر و شام کا نقشہ ہی بدل دیا اور شیعوں پر وہ مظالم ڈھائے کہ ان ممالک میں تقریباً کوئی شیعہ باقی نہ رہا(۱) نیز شیعوں کی علامتوں کو مٹاتے ہوئے وہاں کی یونیورسٹی جو رسول اکرمؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا (سلام اللہ علیہا) کے نام پر تھی اس کا نام ''جامعۃ الزہرأ'' سے بدل کر ''جامع الازہر'' رکھا۔

غیروں کے اقتدار میں تو وہ (شیعہ) اپنا نام کھل کر بتانے کے قابل بھی نہ تھے گویا وہ ظلم سہنے کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔

بغداد کا آل بویہ دور شاہد ہے کہ حکومت کی لاکھ منصفانہ اور مذہبی رواداری کے باوجود ہر روز نت نئے فتنے اٹھتے ہی رہے اور جہاں موقع ملا بے دریغ شیعہ کشی کی گئی۔ بڑے درد والم کے ساتھ یہ اقرار

۱۔ لہٰذا اب مصر و شام میں بہت کم تعداد میں شیعہ پائے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات باعث توجہ ہے کہ ایران نے متعدد مسلم ممالک (خصوصاً کشمیر) کے سنی المسلک سینکڑوں طلاب کو حالیہ برسوں میں مختلف علمی و تکنیکی تربیتوں سے رائگان نوازا، لیکن آج بھی سعودی عربیہ میں کوئی غیر ملکی ملازم کھل کر اپنے شیعہ ہونے کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال اہل بیتِ پیغمبرؐ سے منسوب ہونے کی وجہ سے شیعوں کا طرز عمل ایسا ہی فراخ دلانہ ہونا بھی چاہیے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کرنا پڑتا ہے کہ شیعوں کو اگر کبھی چین وسکون میسر آیا تو وہ کسی غیر جانبدار حکومت میں۔ شیعہ مخالف حکومتوں میں تو پہلی دوصدیوں تک انہوں نے تقیہ میں زندگی بسر کی۔ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوکر دور دراز علاقوں میں چلے گئے اور وہیں گمنامی میں پڑے رہے یہاں تک کہ بزرگ اپنے پس ماندگان کو اپنی حقیقت بھی نہ بتا سکے جس کی وجہ سے نسلوں کی نسلیں غیر شیعہ ہوگئیں جس کی دنیا بھر میں بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں۔ دُور تو دُور ہمارے ملک کشمیر میں اوڑی، کرناہ، شوپیان، پونچھ اور آزاد کشمیر کے بہت سارے علاقے آج بھی اس کی گواہی دے رہے ہیں۔

موجودہ متمدّن دور میں یہ توقع تھی کہ غیر شیعہ عالم استکبار کی اسلام کے خلاف سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے شیعوں کی دیرینہ دشمنی سے ہاتھ کھینچ کر مسلمانوں کے اتحاد اور یکجہتی پر اپنی استعداد اور قوت وطاقت خرچ کرتے۔ لیکن افسوس صد افسوس گزشتہ زمانے کی طرح آج بھی شیعوں کا وجود اکثر حلقوں میں برداشت نہیں کیا جاتا ہے۔ ایران میں اسلامی انقلاب لا کر شیعوں نے اسلامی حکومت تشکیل دی تو ایران کے غیر شیعوں کو مختلف بہانوں سے اسلامی حکومت کو گرانے کے لئے اکسایا گیا اور باہر سے ہر روز اس نومولود اسلامی حکومت کے خلاف مختلف ذرائع سے پروپیگنڈے کئے گئے جس کی زندہ مثال منظور نعمانی کی فرسودہ حالی میں لکھی گئی کتاب ''امام خمینی اور ایرانی انقلاب'' ہے۔ جس میں ایسے بے بنیاد الزامات شیعوں کو دئے گئے ہیں جن کی ردّ شیعہ علماء ومجتہدین گوناگوں مرتبہ دے چکے ہیں۔ پھر جب داخلی شورشوں اور بیرونی پروپیگنڈے سے ایران کی اسلامی حکومت ڈانواڈول نہ ہوئی تو عراق کے ظالم اور ڈکٹیٹر صدر کو صدام حسین کی شکل میں ایران کی اسلامی حکومت گرانے کے لئے اُبھارا گیا اور اس کام کے لئے اپنے خزانوں کے منھ بے تحاشہ اس کے لئے کھلے رکھے گئے جس کے نتیجہ میں (ایران عراق جنگ) آٹھ سال تک ہوئی دونوں طرف (۱) سے کم از کم دس لاکھ بے گناہ اور معصوم لوگوں کا قتل عام ہوا جن میں اکثریت شیعوں کی تھی۔

دو تین سال قبل بھی جب پوری دنیا کی آزاد پسند قوم میں لبنان کی شیعہ تنظیم ''حزب اللہ'' کو جابر اور

۱۔ اگرچہ عراقی صدر صدام حسین خود غیر شیعہ تھا اور غیر اسلامی بعثی نظریہ کا حامی تھا۔ لیکن عراق میں تقریباً ۷۰ فی صد آبادی شیعیان اہل بیتؑ کی ہے جس کی وجہ سے عام فوجی شیعہ تھے۔ صرف بڑے بڑے افسر اور کرنل وجنرل وبریگیڈیر سیاسی مصلحت کی بنا پر غیر شیعہ تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سفاک اسرائیل سے لڑنے پر داد دے رہی تھیں اور ان کی کامیابی کے لئے خدا سے دعائیں مانگ رہی تھیں اسی وقت مرکز اسلام (سعودی عربیہ) سے ایک مفتی نے یہ فتوی جاری کیا کہ "حزب اللہ" کی کامیابی اور یہودیوں پر ان کی نصرت کے لئے دعا کرنا بھی شرعاً جائز نہیں ہے (۱) حتیٰ پھر جنگ میں حزب اللہ کی کامیابی کے بعد تحقیقات سے پتہ چلا کہ خود بعض عرب شیعہ مخالف حکمران حزب اللہ کو مٹانے کے لئے یہودیوں کے ساتھ سازش رچائے ہوئے تھے حالانکہ یہ وہی اسرائیل تھا جس نے آج تک ان کے ہی لاکھوں ہم مسلکوں کو فلسطین میں موت کے گھاٹ اتار چکا ہے اور دسیوں لاکھ بے گناہ انسانوں کو گھروں سے نکال کر بے گھر کردیا ہے۔ اس کے علاوہ چار مسلمان ملکوں (مصر، اردن، شام، لبنان) کی کچھ زمین پر اپنا ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ لیکن شیعوں سے تعصب کی وجہ سے یہ حکمران اسرائیل کی تمام مظالم سے آنکھیں بند کر کے یہودیوں سے نپٹنے سے پہلے شیعوں کو ہی ناکردہ گناہوں کی سزا دینے پر آمادہ ہوئے۔ البتہ قابل تحسین ہیں وہ اہل سنت علماء اور بعض سنی المسلک اسلامی تحریکوں کے سربراہ جو "حزب اللہ" لبنان کے مداح ہیں۔

اسی طرح پھر حزب اللہ کے ایک عظیم کمانڈ "عماد مغنیہ" کے شام میں بہیمانہ قتل کے بعد تحقیقات سے انکشاف ہوا کہ یہودیوں کے اس مکروہ کام میں شیعہ مخالف بعض خاص حکومتوں کی خفیہ ایجنسیوں کا بھی ہاتھ تھا (۲)

اسی طرح چند سال قبل افغانستان میں شیعوں کی نسل کشی بھی اس کی تازہ مثال ہے۔ کتنے دلدوز مناظر تھے جب کھلے عام میدانوں میں شیعوں کو اپنے اعزا و اقارب کے سامنے درختوں پر لٹکا کر ان کا قتل عام کیا گیا۔ وہیں ہزارہ قوم پر قبضہ کے بعد بے گناہ شیعوں کی قتل عام کی ویڈیو میں تقریباً سب ہی نے دیکھا ہوگا کہ کس طرح ہر طرف سڑکوں اور میدانوں میں شیعوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ لیکن ان کی تکفین و تدفین کرنے والا کوئی نہ تھا اگر کوئی کفن و دفن کرنا بھی چاہتا تھا تو اسے معلوم تھا مقتولین کو دفن کرنے سے پہلے خود اس کو قتل کیا جائے گا۔

۱۔ بی بی سی اردو سروس تاریخ ۴ جولائی ۲۰۰۶ء۔
۲۔ کیہان اور جمہوری اسلامی، ایرانی اخبار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آج جن مقامات پر بھی ان کی حکومتیں ہیں وہاں روز یہ سوال اٹھتا ہے کہ مجلسیں کیوں ہوتی ہیں؟ جلوس کیوں نکالے جاتے ہیں؟ اذان میں علی کی ولایت کا اعلان کیوں کیا جاتا ہے؟ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ شیعہ علی ہی کو خلیفہ برحق مانتے ہیں اور یہ مجلس اور جلوس ان مظالم کے خلاف ایک احتجاج ہے جو ایک نام نہاد مسلم حکومت نے رسول (ص) کے فرزند اور لخت جگر پر روا رکھے تھے۔ یہ جلسے اور جلوس خلافت اسلامیہ کی اہمیت اور ملوکیّت کی مذمت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ جلسے، جلوس خود ان کے خلاف تو نکلتے نہیں، تو انہیں بُرا کیوں لگتا ہے؟

تاریخ کے مختلف ادوار میں شیعہ اقلیت کو نشانہ بنایا جاتا رہا ہے جس سے نہ اسلام کو کوئی فائدہ ہوا ہے نہ امّت کو، بلکہ استعمار سارے مسلمانوں کو ختم کرنے پر تُلا ہوا ہے آج بھی اگر اکابرین دین متوجہ نہ ہوں تو چند برس بعد اس بے حسی کا نتیجہ کیا نکلے گا یہ خدا جانتا ہے۔ شیعہ اتحاد اسلامی کے داعی اور حامی رہ چکے ہیں اگر ان کا ایک ایک فرد بھی قتل کردیا جائے پھر بھی ان کو اتحاد اسلامی اور آپسی بھائی چارگی کی دعوت دینے سے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ اموی مظالم کی دہشت ایک طرف اور حکام کو خوش کرنے کے لئے بنوامیہ کی روایت سازی دوسری طرف، دوڈھائی سال تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہنے والے صحابہ سے ہزاروں احادیث اور روایات نقل کی گئیں لیکن بچپن سے ہی تقریباً تیس سال آنحضرتؐ کے ساتھ رہنے والے ان کے بھائی اور داماد ''حضرت علیؑ'' سے تقریباً روایات نقل نہ کرنے کے برابر ہیں۔ احادیث کی بڑی کتابوں میں ان سے صرف ۷ا روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ یا بعض امہات المومنین جو صرف تین چار سال آنحضرتؐ کے ساتھ رہیں، ان سے آپؐ کی زندگی کے ہزاروں واقعات نقل کئے گئے۔ لیکن آنحضرتؐ کے ہی گھر میں پیدا ہونی والی آپ کی لخت جگر (فاطمہ زہراؑ) کو عمداً وقصداً نظرانداز کیا گیا۔ اسی طرح جنت کے جوانوں کے سردار امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے بھی روایات نقل کرنے سے بھی اجتناب کیا گیا؟ اور ان دونوں سے بھی نہ ہونے کے برابر احادیث نقل کی گئی ہیں۔ جبکہ دوسروں کی نسبت وہ پیغمبر اکرمؐ کے زیادہ نزدیک تھے۔ اہل بیت نبی (ص) سے عمداً اور قصداً احادیث ترک کرنے والے محدثین کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ کس بنا پر انہوں نے پیغمبر اکرم (ص) کے نزدیکی افراد کو نظرانداز کیا ہے؟ کیا یہ روش خاص حالات کی عکاسی نہیں کرتی ہے؟ اور کیا یہ صورت حال محدثین کے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اوپر دباؤ والی صورت حال کی نقاب کشائی نہیں کرتی ہے؟

اس کی صرف ایک ہی دلیل تھی وہ یہی کہ ان حلقوں کو شیعیت کا بنیادی اصول (پنجتن پاکؑ کی شرفیت، فضیلت اور ولایت) گوارا نہیں تھا۔ جب ان کی اصل تسلیم نہیں تو خود ان کا وجود کیسے برداشت کیا جا سکتا تھا؟

کچھ ایسی ہی صورت حال کشمیر میں تھی ایک شیعہ حکومت قائم ہوئی تو مخالف جماعت ریشہ دوانیوں میں لگی۔ غیرت اسلام اور حب وطن کا تقاضا ہے کہ فرزندان توحید اور انسان دوست، یعقوب شاہ چک کے سوز عشق اور جنگی تدبر کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انسانی قدروں اور بنیادی عقائد پر اتحاد امت کے مزاج کو پیدا کرنے کی سعی کریں۔

کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے یعقوب شاہ کی جدوجہد(۱)

یعقوب شاہ چک نے شکست کے باوجود حوصلے نہیں ہارے بلکہ دن رات وطن کا دفاع کرنے کے بارے میں سوچتا رہا۔ وادی کو خیر باد کہہ کر کشتواڑ میں ''ماہی بے آب'' کی طرح تڑپتا رہا لیکن حسب ذیل وجوہات کی بنا پر دوبدو جنگوں کے بجائے زیادہ تر گوریلا جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔

الف: کشمیریوں کا داخلی انتشار اور داخلی دشمنوں کی کثرت۔

ب: بعض فوجی سرداروں اور افسروں کی غداری اور ان کی مغل فوج میں شمولیت۔

ج: یعقوب شاہ کے مقابلے میں مغل فوج کی بھاری تعداد۔

د: شیعوں سے مخالف حلقوں کا مذہبی تعصب، جس کی وجہ سے انہوں نے شیعوں کی حکومت میں آزادی کے بجائے مغل اجنبیوں کی غلامی قبول کی۔

ہ: جنگ کے لئے پوری تیاری کا نہ ہونا

۱۔ کشمیر کو مغلوں کے چنگل سے آزاد کرانے کی یعقوب شاہ نے جو کوششیں کیں اور راہ آزادی میں جو قربانیاں انہوں نے دیں ان کی پوری تفصیلات جاننے کے لیے محققین تاریخ شیعیان کشمیر جناب صفدر ہمدانی، اور بہارستان شاہی میں ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب کا مقدمہ دوم کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ راقم الحروف نے واقعات کشمیر کو تفصیل سے بیان کرنے کے بجائے ان کی تحلیل اور تجزیہ کرنے پر بنا رکھی ہے۔ اس لئے یہاں بھی اختصار سے کام لیا گیا ہے اور کچھ تفصیل مناسبت کی وجہ سے آئندہ باب میں درج ہوگی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مذکورہ وجوہات کی بنا پر یعقوب چک نے کشتواڑ سے آ کر ''پرگنہ برنگ'' میں مغل فوج پر پہلا حملہ کیا یہاں سے نکل کر پھر سرینگر آ کر رات کے وقت مغل فوج پر دوبارہ حملہ کیا۔ حملہ سے مغل فوجیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے یعقوب کی شجاعت کو دیکھ کر عام لوگوں میں بھی پھر حب الوطنی کا جذبہ جاگ اٹھا اور مکانوں سے نکل کر مغل سپاہیوں کو پتھروں اور ڈنڈوں سے مارنے لگے ہر طرف یعقوب شاہ کے حملے سے مغل افواج کے حوصلے پست ہوئے یعقوب چک نے مغلوں کو شکست دے کر پھر اپنا تخت سنبھالا۔ لیکن تخت پر دوبارہ بیٹھتے ہی اس نے حکومت کی بنیادیں مستحکم کرنے سے پہلے ہی ان سپاہیوں کے خلاف کاروائی کرنے کا حکم جاری کیا جو ہیرہ پورہ میں مرزا قاسم خان مغل سے جا ملے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ سپاہی جواب دوبارہ یعقوب کی فوج میں شامل ہوئے تھے بددل اور خائف ہو کر پھر دشمن سے جا ملے۔ صبح ہوتے ہی یعقوب شاہ کے پاس بہت کم سپاہی رہ گئے تھے جس کی وجہ سے دشمن کو پھر سے سر اٹھانے کا موقع ملا اور یعقوب چک کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

اس فتح سے مرزا قاسم کے حوصلے اور بلند ہوئے اور اس نے اب مختلف اطراف کو فوجی دستے بھیجنے شروع کئے یعقوب شاہ اب دوبارہ کشتواڑ چلا گیا اور موسم سرما ہوتے ہی یعقوب پھر کشمیر لوٹا۔ برنگ کے عوام اور دیگر فوجیوں کو جمع کر کے ڈگون میں مغلوں کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا اور دشمن کو زبردست شکست سے دوچار کیا۔

اس فتح کے بعد یعقوب چک نے پیشروی کر کے سرینگر میں کوہ سلیمان کے دامن میں پڑاو ڈالا یہاں آ کر سید ابو المعالی بھی اپنی جماعت کے ساتھ پہاڑ سے اُتر کر یعقوب شاہ کے ساتھ ملحق ہوئے۔ یعقوب شاہ نے پھر مغلوں کے چھکے چھڑائے اور ان کی زندگی کا قافیہ تنگ کیا۔ پورا میدان یعقوب شاہ کے ہاتھ میں تھا لیکن ناگہان ان کے سپہ سالار نورنگ چک کی آنکھوں میں تیر آ کر لگا جس سے وہ موقع پر ہی وطن کا دفاع کرتے کرتے جان بحق ہوا اس کے جان بحق ہونے سے یعقوب شاہ کے سپاہیوں کے حوصلے پست ہوئے اور یقینی فتح پھر شکست میں مبدّل ہوتی نظر آنے لگی۔

ادھر دوسری طرف شمس چک کپواری (۱) بھی اب مغلوں کے خلاف لڑ رہا تھا اور اپنے سپاہیوں

۱۔ شمس چک کپواری وہی شخص ہے جس نے یعقوب چک کی غیر حاضری میں مغلوں کے حملہ کے وقت میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ کو جلا دیا تھا اور تین دن تک شیعوں کا قتل غارت کیا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے ہمراہ ہانجک کے قلعہ میں تھا۔ مغلوں کے ساتھ یعقوب چک کی کوہ سلیمان کی جنگ سے پہلے دونوں میں یہ اتفاق ہوا تھا کہ اگر مرزا قاسم خان (مغل فوجی سردار) یعقوب شاہ پر حملہ کرے گا تو شمس چک اپنے سپاہیوں کے ساتھ سرینگر پر قبضہ کرے گا اور اسی طرح اگر مغل فوج شمس چک پر حملہ کر دیتی تو یعقوب چک سرینگر پر قبضہ کرے گا (۱) لیکن شمس چک نے اپنے کئے ہوئے قول و قرار کے مطابق عمل نہیں کیا ورنہ کشمیریوں کی فتح اور مغلوں کی شکست یقینی تھی۔

اس لڑائی کے بعد یعقوب چک نے شمس چک سے وعدہ خلافی کے متعلق شکوہ کیا اور کہا کہ اگر تم یہی چاہتے ہو کہ یہ ہمارا ملک اغیار کے قبضہ میں جائے تو میری اس جدو جہد اور خون ریزی سے کیا حاصل ہو سکتا ہے (۲) کتنا اچھا ہوتا اگر ہم دونوں متحد اور متفق ہو کر وطن کو آزاد کراتے (۳)

شمس چک کو جب یہ پیغام ملا تو یعقوب چک سے اپنے وعدہ خلافی پر عذر خواہی کر کے اسے فوج سمیت ہانجک قلعہ میں اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ تا کہ اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یعقوب نے شمس چک کی تجویز قبول کی اور ہانجک شمس چک کے پاس گیا۔ مغلوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو

۱۔ شمس چک کپواری اور یعقوب چک کے مابین طے پانے والے اس قرارداد سے پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر کے امراء میں جو جنگیں ہوا کرتی تھیں وہ صرف اقتدار کی حصول اور سیاسی جنگیں تھیں۔ شیعہ وسنی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ شیعہ وسنی کے خود غرض امراء تھے جو ان لڑائیوں کو مذہبی رنگ دیتے تھے۔ لہٰذا شیخ یعقوب صرفی کا یعقوب چک کی مذہبی تعصب کا دعوا اور پھر اکبر کے دربار میں جا کر اسے کشمیر پر حملے کی دعوت بھی قابل قبول نہیں ہے چونکہ اگر حقیقت میں ایسا ہوتا تو شمس چک جو خود اہل سنت تھا۔ کیسے پھر سنیوں (مغلوں) کے مقابلے میں یعقوب چک کے ساتھ ان کے خلاف لڑنے پر اتحاد کرتا؟ چونکہ مورخین کے مطابق مغل تو اہل سنت ہی کو ہی چکوں سے آزاد کرانے کے لئے آئے تھے۔ نیز اگر یہ مذہبی لڑائیاں ہوتیں تو کیسے یعقوب چک شمس چک کپواری کو اپنے ساتھ ملاتا؟ کیا یہ وہی شمس چک نہیں تھا جس نے میر شمس عراقی کی خانقاہ کو آگ لگا دی تھی، ان کے روضہ کو منہدم کر کے حتی قبر مطہر تک کی بے حرمتی کی تھی اور تین دن تک شیعوں کا قتل عام کر کے ان کے خون سے زمین و آسمان کو رنگین بنایا تھا۔ یہ سب مدنظر رکھ کر ہمیں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی ہے کہ کشمیر میں موجود لڑائیاں اقتدار کی جنگیں تھی۔ ہاں دونوں فریقین کے امراء لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اسے مذہبی رنگ میں پیش کرتے تھے۔

۲۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ا ص ۵۰۴۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۲۱۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سات، آٹھ ہزار کی (فوجوں کی) تعداد میں ہانجک پہنچ گئے (۱)

یہاں فریقین میں قیامت خیز جنگ ہوئی کشمیریوں نے مغلوں کا صفایا کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے کشمیریوں کی استقامت اور پائداری سے مغلوں کے قدم اکھڑنے لگے لہٰذا سرینگر کی طرف فرار کے سوا کوئی اور چارہ نظر نہیں آیا۔ یعقوب چک نے مغلوں کا ذالڈگر تک تعاقب کیا۔ ڈھائی مہینے تک کشمیریوں نے مغلوں کو عاجز و پریشان کر رکھا مغلوں کے حوصلے پست ہوئے تھے اور لڑائی سے خوف زدہ تھے۔ کشمیری سپاہی مغلوں کے گھروں میں داخل ہو کر گاجر مولی کی طرح مغلوں کے سر کاٹتے تھے کشمیریوں نے ان کے بہت سارے اسلحہ جنگ اور ساز و سامان اور لباس پر قبضہ کیا۔ اب مغل سپاہی شہر سے باہر نکلنے کی جرات نہیں کرتے تھے (۲)

مغل افواج کی ابتری اور زبوں حالی سے مغل فوج کے سربراہ قاسم خان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے (۳) اور بار بار اکبر بادشاہ سے فوری کمک کا تقاضا کیا اور لکھا اگر امدادی فوج نہ بھیجی گئی تو ساری مغل فوج ہلاک ہو جائے گی اور کشمیر بھی ہاتھ سے نکل جائے گا (۴)

قاسم خان کی پے در پے اطلاعات سے اکبر گھبرا گیا لہٰذا اس نے فوراً تازہ دم لشکر بے کراں پچیس ہزار جوشن پوش اور خنجر گداز، مرزا یوسف خان کی قیادت میں کشمیر کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر پر پوری طرح قبضہ کرنے اور داخلی شورشوں کو دبانے کے لئے ایک اور سیاسی حربہ استعمال کر کے محمد بٹ سابقہ وزیر اعظم کو سنیوں پر اور شیعوں کے بزرگ عالم دین بابا خلیل کو شیعوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے یوسف خان کے ساتھ بھیج دیا (۵)

اکبر کی فوج کی اطلاع جب یعقوب اور شمس چک کو ہوئی تو وہ اس کا تدارک کرنے کے لئے فکرمند

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۶۳۔

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۴۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۵۰۵۔

۴۔ تاریخ ملک حیدر ص ۲۱۴۔

۵۔ واضح رہے یہ دونوں حملے کے شروع میں ہی قاسم خان کے ہاتھوں گرفتار ہو کر اکبر کے پاس بھیجے گئے تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہوئے۔طویل بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ شمس چک کا بھائی لوہر چک کپواری فوج لے کر مرزا یوسف خان سے مقابلہ کرے گا۔ بقیہ سرینگر میں موجود مغلوں سے ہی برسرپیکار رہیں گے۔ لوہر چک برادر شمس چک مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔لیکن وہ شیر کے بجائے گیدڑ نکلا اس نے اپنے بھائی کے ساتھ ساتھ ملک عزیز سے بھی غداری کی اور وہاں پہنچ کر مرزا یوسف کی فوج میں شامل ہو گیا اور پھر مرزا یوسف کو اپنے ساتھ ہیرہ پورہ لایا۔ اس کی اطلاع پا کر وہ تمام سپاہی جو ہانجک کے قلعہ میں تھے ان پر رعب وخوف چھا گیا اور وہ ہانجک کے قلعہ سے باہر نکل کر پراکندہ ہوئے یعقوب شاہ نے پھر عقب نشینی کی مصلحت دیکھ کر کشتواڑ کی راہ لی۔

لیکن چونکہ یعقوب چک کی طبیعت مغلوں سے بیزار تھی اس لئے پھر کشتواڑ سے واپس آیا اور ابوالمعالی کے ساتھ مغلوں کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں کا مغل فوج کے اس دستہ سے جو محمد بٹ کی سربراہی میں بھیجا گیا تھا سے مقابلہ ہوا۔ طرفین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ محمد بٹ سپاہی لے کر بھاگ گیا اور شاہی فوج میں پناہ لی۔ یعقوب چک وہاں سے پرگنہ ولر گیا اور تازہ دم مختصر سی فوج ترتیب دی لیکن ان میں سے کچھ عبدالاغراض دشمن کے ساتھ ملحق ہوئے۔ یعقوب کشمیریوں کی یہ بے وفائی اور ملک سے غدّاری دیکھ کر حیران ہوا۔

ادھر محمد بٹ مغل فوج سے مدد لے کر دوسرے دن پھر مقابلہ کے لئے آیا دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی جس میں یعقوب شاہ کے بہت سارے سپاہی ملک کا دفاع کرتے کرتے مارے گئے۔ آخر کار یہ سالار بے لشکر تن تنہا کہاں تک اکبر شاہ کی مور و ملخ جیسی فوج گراں اور اپنے ہی وطن کے غداروں سے لڑتا۔ اس لئے پھر ایک بار کشتواڑ کی طرف چلا گیا دوسری طرف سید ابوالمعالی کو گرفتار کر کے ہندوستان جلاوطن کیا گیا۔

یعقوب شاہ کی المناک موت

اس کے باوجود کہ کشمیر کا یہ آخری خودمختار بادشاہ ''یعقوب شاہ چک'' اپنے ملک کی آزادی وخودمختاری اور قومی وقار کی بحالی کے لیے اکبر اور مغل فوجوں سے انتہائی بے جگری سے لڑا۔ لیکن اندرونی خلفشار خصوصاً کشمیریوں کی بے وفائی اور غدّاری کی تاب نہ لا کر اسے آخر کار زیر ہونا پڑا لیکن پھر بھی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''یعقوب شاہ چک'' نے یوں ہی ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ اسی حال میں آخری دم تک مسلح جد وجہد کر کے مغل فوجوں کی نیندیں حرام کیں۔ اس کا موقف تھا کہ قید تنہائی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے میدان جنگ میں سرفروشانہ جدو جہد کے دوران جان دے دینا ہی بہتر اور سود مند ہے۔

یعقوب کے اس طرح کے موقف سے اکبر اور اس کے زرخرید دیگر حکمرانوں کو اندازہ ہو گیا تھا اور وہ جان گئے تھے کہ جب تک یعقوب شاہ زندہ ہیں اس کی کشمیر آزاد کرانے کی مداخلت جاری رہے گی اس صورت میں مغل حکومت کشمیر میں کبھی بھی مستحکم نہیں ہو پائے گی لہٰذا اکبر بادشاہ نے کمال ہوشیاری سے اپنے زروزیور سے خریدے ہوئے مہروں کے ذریعے صلح کے بہانے ایک سازش کے تحت یعقوب شاہ کو یہ یقین دہانی کرائی کہ اگر وہ اکبر بادشاہ کے پاس حاضر ہو جائے تو اکبر ان کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئے گا۔ چونکہ یعقوب شاہ کے پاس اب گنے چُنے چند سپاہی موجود تھے جن سے مغل فوج کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر یعقوب شاہ چک اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ جس کے بعد اکبر بادشاہ نے یعقوب شاہ چک کو اپنے وطن جنت ارضی سے کوسوں دور ہندوستان بھیج دیا۔

جب کہ دوسری جانب ان کی گرفتاری کے باوجود بھی یعقوب شاہ چک کے بھائیوں نے مغل حکومت کے خلاف گوریلا طریقے سے کشمیر کی جدو جہد آزادی جاری رکھی۔ اس طرح تاریخ میں یہ اعزاز بھی اہل کشمیر ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے آج سے تقریباً چار سو سال قبل پہلی مرتبہ گوریلا جنگ کا طریقہ اختراع کیا ہے۔

اکبر نے دہلی پہنچ کر یعقوب شاہ چک کو راجہ مان سنگھ کے حوالے کر دیا اور اس کے باپ ''یوسف شاہ چک'' کی طرح قلعہ رہتاس میں نظر بند کر دیا۔ بظاہر یعقوب شاہ بے دست و پا تھا لیکن اکبر اندر ہی اندر یعقوب شاہ چک سے خائف تھا کہ کہیں وہ قید سے آزاد نہ ہونے پائے اور اگر کبھی وہ کشمیر پہنچ گیا تو پھر کشمیر کی جدو جہد آزادی کو دبانا مغلوں کے بس کی بات نہ رہے گی۔ لہٰذا وہ اسے جلد از جلد مروانا چاہتا تھا اور اس کی موت کے لئے کئی طرح کے حربے استعمال کئے۔ اسی سازش کے تحت اس نے یعقوب شاہ چک کو ایک مرتبہ ایک سرکش راجہ (جو اپنی بے مثال قوت رکھنے کے باوجود اپنی شرارت میں بھی بے مثال تھا) کو گرفتار کرنے کے لئے تن تنہا بھیجا۔ اس کا خیال تھا کہ راجہ کو ہاتھ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لگانے سے پہلے ہی وہ یعقوب شاہ چک کا کام تمام کردے گا۔لیکن یعقوب چک کے لئے ایسے خطرے سے کھیلنا معمولی بات تھی لہٰذا بڑی آسانی کے ساتھ راجہ کو پکڑ لے آیا۔

یعقوب شاہ چک کو قتل کرنے کی تمام تدبیریں جب ناکارہ ثابت ہوئیں تو قاسم خان (جس کو کشمیر کی حکمرانی کے وقت یعقوب شاہ کے ہاتھوں کئی مرتبہ اپنی بربادی اور تباہی دیکھنی پڑی تھی اور اس کی معزولی کا باعث بھی یعقوب چک ہی بنے تھے) نے یعقوب شاہ چک سے اپنی بربادی کا بدلہ لینے کے لئے انہیں جیل میں ہی زہر دلوادیا جس سے ان کی موت واقع ہوئی اور اس طرح کشمیری شجاعت کا یہ عظیم الشان مجاہد وطن، غریب الوطنی میں اپنے ہی ہم وطنوں کی سازش سے اس دنیا سے رخصت ہوا۔

سید ابوالمعالی نے ان کی لاش کو بہیرا سے اٹھا کر بسوک میں ان کے والد یوسف شاہ چک کے پہلو میں دفن کیا۔ان کے انتقال کے بعد یعقوب شاہ چک کے یتیم بچوں کا گلا رسی سے گھونٹا گیا ان کے پاس جو نقد و جنس اور زیورات تھے وہ سب قاسم خان لے گیا اور ان یتیموں کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا (۱)

یعقوب شاہ کا مرقد آج بھی زبان حال سے نہ صرف اپنی غریب الدیاری کا نوحہ سنا رہا ہے بلکہ اہل چمن کو اتحاد و اتفاق کا بھی درس دے رہا ہے۔

دیار دیار تیرے جوش و جنوں پہ سلام ــــ میرے وطن تیرے دامان تار تار کی خیر
رہ یقین تیری افشان خاک و خوں پہ سلام ــــ میرے چمن تیرے زخموں کے لالہ زار کی خیر

غالباً یہی وجہ ہے کہ بتایا گیا ہے کہ مرحوم شیخ محمد عبداللہ جب بھی ہندوستان جاتے تھے تو وہاں ان دو عظیم سپوتوں (یوسف شاہ چک اور یعقوب شاہ چک) کی قبروں پر ضرور حاضری دیتے تھے (۲) اور انہوں نے یوسف شاہ چک کے مقبرہ پر نیا چبوترہ تعمیر کروایا۔

چک حکمرانوں کی یہ درد بھری کہانی یاد کرتے ہوئے ہمارے کانوں میں پنڈت نہرو کے وہ الفاظ رہ رہ کر پھر گونج رہے ہیں جو انہوں نے ایک بار کشمیر اور ہندوستان کے سیاسی حالت پر کہے تھے کہ ''مجھے ہندوستان کی وزارت عظمیٰ کے بدلے اپنے وطن کشمیر کے لیے قیدی بننا زیادہ گوارا ہے'' (۳)

۱۔بہارستان شاہی مرتبہ اکبر حیدری ص ۲۴۵۔
۲۔عالمی سامراج اور کشمیر ص ۱۰۳۔
۔عالمی سامراج اور کشمیر ص ۱۰۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چک حکومت کے زوال کے اسباب وعلل

بعض مورخین نے چک خاندان سے حکومت نکلنے کی علت ان کا مذہبی تعصب لکھا ہے لیکن یہ صرف الزام ہی ہے اور کسی بھی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سلاطین چک کی مذہبی رواداری اور رعایا پروری کی بنیاد پر ہی مورخوں نے انہیں عادل اور انصاف پرور کہا ہے اگر وہ واقعی ظالم اور متعصب ہوتے تو تاریخ انہیں عادل کے بجائے ظالم ہی لکھتی، کسی جھوٹی سی جھوٹی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی خانقاہ یا عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو یا لوگوں کو قتل کر کے ان کی املاک نذر آتش کی ہو۔ حالانکہ حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے شیعہ وسنی مورخوں کے مطابق انہیں مرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں مذکورہ حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن انہوں نے ملک کے امن وامان اور نظم ونسق کی خاطر وہ سب جان لیوا مظالم بھلا دیئے تھے اور عدل وانصاف پر اپنی حکومت کی بنیاد استوار کی۔ دراصل چک حکومت کے زوال کے کچھ اندرونی اسباب تھے اور کچھ بیرونی۔

ا)۔ اندرونی اسباب:۔

الف)۔ شاہزادوں کی خانہ جنگیاں۔

ان میں ہر کوئی سلطنت اور حکومت کا مالک بننا چاہتا تھا جس کی رو سے غازی چک اور حسین چک نے دولت چک کے خلاف، یوسف شاہ چک نے علی چک کے خلاف، ابدال چک نے یوسف شاہ چک کے خلاف بغاوتیں کیں۔ مذکورہ بغاوتوں اور شورشوں کے علاوہ بھی بہت ساری بغاوتیں اور شورشیں رونما ہوتی رہیں۔ جو آخر کار چک حکومت کے زوال کی باعث بنیں۔

ب)۔ سیاسی لوگوں اور امراء کی متواتر شورشیں۔

کشمیری امراء اور بزرگ شخصیتوں کی بغاوتیں اور شورشیں بھی چک حکومت کے زوال کی ایک اہم وجہ تھی وہ شاہزادوں کے آپسی تنازعات سے فائدہ اٹھا کر اقتدار یا کم ازکم ملک کے اہم عہدے حاصل کرنے کے لئے متواتر شورشیں برپا کرتے تھے۔ ان شورشیوں کی کوئی خاص پہچان نہیں تھی بلکہ شیعہ و سنی دونوں کے امراء ان میں شریک تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ج)۔ شیعوں سے بعض علماء کا تعصب

اگرچہ چک اقتدار میں تمام تہذیبی اور ثقافتی شخصیتوں کو کافی اہمیت دی جاتی تھی جس میں علماء اور صوفیائے کرام کو اولویت حاصل تھی یہاں تک کہ حتی بعض چک حکمران علماء اور صوفیوں کی خدمت میں پابرہنہ زیارت اور دست بوسی کے لئے جاتے تھے لیکن اس کے باوجود بعض علماء شیعہ اقتدار اور حکومت ہونے کی وجہ سے بادشاہان وقت کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ان سے نفرت کرتے تھے اور اس شیعی حکومت کو گرانے کے لئے ہمیشہ ان کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اکبر بادشاہ کو بعض علماء کے ذریعے کشمیر پر حملے کی دعوت اسی سازش کی ایک کڑی تھی۔ ایسے علماء کو چک سلاطین سے اس لئے نفرت نہیں تھی کہ وہ ظالم تھے یا عادل، بلکہ شیعہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی نابودی کے درپے تھے۔

د)۔ شیعہ اور سنیوں کے مذہبی اختلاف کا استحصال

اگرچہ ہم یہاں پر پھر اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ چکوں کے عہد میں کوئی شیعہ سنی تفرقہ بازی نہیں تھی اور آپس میں جو جنگیں رونما ہوتی تھیں وہ سب سیاسی نوعیت کی زور آزمائیاں تھیں اور صرف حصول اقتدار کے لئے لڑی جارہی تھیں جس کی دوڑ دھوپ میں شیعہ وسنی، دونوں کے امراء اور بزرگ لگے ہوئے تھے۔ لیکن یہ تلخ حقیقت ہے کہ یہ خودغرض امراء کبھی کبھی ان سیاسی جنگوں کو مذہبی نام دیتے تھے اور اپنے مخالف شخص کو شکست دینے کے لئے مذہب کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ حالانکہ ان ذی غرض افراد کا مذہب سے کوئی سروکار نہیں رہتا تھا۔

انہی خودخواہ افراد کی بدنیتی کے سبب اکبر کے حملے کے وقت کشمیر کی داخلی فضا مذہبی تعصب سے بھڑک گئی تھی۔ اس طرح یہ مذہبی رنجش بھی چک حکومت کے زوال کی باعث بنی۔

ہ)۔ کشمیری فوجی افسروں کی بے وفائی اور ملک سے غداری

کشمیری امراء اور بعض علماء نے جب اپنے حقیر مفادات کی خاطر کشمیریوں کی باہمی یکجہتی اور بھائی چارگی کو تار تار کر کے مذہبی منافرت کا بیج بویا تو اس سے کشمیر کی سماجی فضا آلودہ ہوئی اور وہ مغلوں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور ملک کا دفاع کرنے والوں (یعقوب چک اور اس کے دوستوں) کے مابین جنگ کو مذہبی جنگ کے آئینہ میں دیکھنے لگے لہٰذا شیعوں کو چھوڑ کر کشمیریوں کی اکثریت نے مغلوں کے آتے ہی اپنے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مغلوں کو کشمیر پر آسانی سے قبضہ کرنے کے لئے ان کی فوج کے ساتھ ملحق ہو گئے جس سے ملک اور بادشاہ یعقوب چک کو کافی نقصان ہوا اس کی فوج تہس نہس ہوئی۔ ملکی دفاع ڈانواں ڈول ہو گیا لہٰذا یعقوب چک کو بھی عقب نشینی کے سوا کوئی اور چارہ نظر نہیں آیا۔

یقیناً اگر کشمیری لوگ خاص کر امراء تنگ نظری کے بجائے وسیع القلبی سے کام لیتے اور قومی مفادات کو حقیر ذاتی مفادات پر ترجیح دیتے تو سو فیصد اس بار بھی ہمیشہ کی طرح مغلوں کو شکست اور ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑتا۔ اگر وہ مغلوں کے قبضہ کے متعلق روشن دماغ سے غور وفکر کرتے تو اس دور سے لے کر آج تک لاکھوں بے گناہ کشمیریوں کے خون سے یہاں کی سرسبز زمین، روز بہ روز گرائے جا رہے خون ناحق سے لالہ زار نہ بنتی۔ انہوں نے اس وقت مغلوں کے کشمیر میں آنے کی تاریخ خوش آمدید سے نکالی (۱) اپنی کم ظرفی اور تنگ نظری میں وہ بھول گئے ہیں کہ وہ کتنی بڑی اور سنگین غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہیں یہ احساس ہی نہیں تھا کہ وہ تو چند دن زندگی گزار کر چلے جائیں گے لیکن مغلوں کا قبضہ ان کے جانے سے یہاں سے نہیں جائے گا بلکہ روز بروز اور مضبوط ہوتا جائے گا۔

ملک سے بے وفائی کرتے وقت انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ ان کے اس تاریخی اشتباہ اور غلطی کا تاوان تو کل ان کی ہی اولاد اور نسل در نسل کو چکانا پڑے گا۔

(۲)۔ بیرونی اسباب

الف)۔ مغلوں کی سازشیں

جس کے ذریعے سے انہوں نے کشمیریوں میں اتحاد و ہم آہنگی ختم کر دی۔

۱۔ شیعوں نے مغلوں کی آنے کی تاریخ "ظلم بے حد" سے نکالی تھی جو عملاً بھی ثابت ہوئی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

(ب)۔ مغل حکمرانوں کی کشمیری باغیوں کی بے دریغ حمایت

مغل دربار کشمیری شورش پسندوں کی پناہ گاہ اور مرکز میں تبدیل ہو گیا تھا یہاں تک کہ جو کوئی بھی یہاں مقامی حکومت کے خلاف بغاوت کرتا تھا تو شکست کی صورت میں وہ بلا فاصلہ فرار کر کے مغل دربار میں پناہ لیتا تھا۔

(ج) کشمیر کے داخلی امور میں مغلوں کی دخل اندازی (مداخلت)

مغل حکمران کشمیر میں مذہبی اختلاف پیدا کر کے آہستہ آہستہ کشمیر کو اپنی جاگیر سمجھنے لگے تھے، جس کا واضح ثبوت اکبر بادشاہ کا یوسف شاہ چک کو دربار میں حاضر ہونے کا بار بار اصرار ہے۔

(د) مغلوں کے سنگین فوجی حملے

اس سے پہلے اس بات کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ اس دور میں مغلوں نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے کئی بڑے حملے کئے۔ جن کے منفی اثرات بھی چک حکومت پر پڑے۔

کشمیری ثقافت کے تئیں چک حکمرانوں کی خدمات

چک حکمرانوں کو اگر چہ ہمیشہ اندرونی اور بیرونی سازشوں اور شورشوں کا سامنا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا کافی وقت ملک کے امن و امان بحال کرنے میں ہی گزر گیا لیکن پھر بھی انہوں نے قومی تہذیب اور ثقافت کو وسعت دینے کے عظیم وظیفہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس بارے میں ایسی مثال چھوڑی جو آج بھی دوسروں کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہے۔

اس سرزمین نے آج تک بہت کم ہی بادشاہ حسین شاہ چک جیسے دیکھے ہوں گے کہ جس نے ملک کے ہر طائفہ سے عدل و انصاف کر کے ان کے مشکلات کا بطریق احسن مداوا کیا ہو۔

دنیا نے شاید ہی کوئی بادشاہ حسین شاہ چک جیسا دیکھا ہو گا جس نے عدل و انصاف سے کام لے کر اپنی رعیت کی بہتر خدمت رسانی کے لئے ہفتہ کے ایام کو منظم اور مرتب کیا ہو۔ جس کے تحت وہ سنیچر برہمنوں اور پنڈتوں، اتوار صوفیوں اور مشائخ، سوموار مفتیوں اور قاضیوں، منگل وار سیر وشکار، بدھ سپاہیوں، جمعرات کا دن موسیقی کے ماہرین اور احباب کے ساتھ گزارتا تھا اور جمعہ کے دن وہ علماء

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے بحث و تمحیص کرتا تھا(۱) اوران میں ہر ایک کے لئے نقد و جنس کا انعام خزانوں سے مقرر کر رکھا تھا۔

ان کی مذہبی رواداری میں بھی دنیا مثال پیش کرنے سے قاصر ہے وہ اگر چہ خود شیعہ تھا لیکن ملک میں حنفی قانون پر عمل درآمد کروایا اور اپنی غیر مسلم رعایا کا عزت و احترام کر کے ان کو اپنے مذہبی رسوم اور تہوار منانے کی پوری آزادی دے رکھی تھی اور بعض تہواروں میں خود بھی شریک ہوتا تھا۔

چک حکمران بڑے علم دوست تھے ان کے عہد میں کشمیر میں علم کی بڑی ترقی ہوئی انہوں نے ہر محلہ اور ہر گاؤں میں مدرسہ کھولے تھے۔ جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی (۲) انہوں نے ملک میں مدرسوں کا جال بچھا کر تعلیم کو عام بنایا تھا حسین شاہ چک نے ایک کالج کھولا تھا اور اس کے ساتھ ایک کتاب خانہ اور طالب علموں کو رہنے کے لئے ایک ہوسٹل بنایا گیا تھا۔ تمام علماء اور نیک صفات لوگوں نے اسے اس کار خیر میں دست تعاون بڑھایا۔ انہوں نے مدرسہ مستقل اور غیر وابستہ رکھنے کے لئے اس کے اخراجات کے لئے زینہ پورہ گاؤں کی آمدنی جاگیر کے طور پر مقرر کی تھی (۳) اس کالج کا پرنسپل فتح اللہ حقانی اور اسسٹنٹ پرنسپل ملّا درویش تھے۔

چک بادشاہ شعر و شاعری کا بھی مزاج رکھتے تھے اور دوسروں کے اشعار سننے کے علاوہ خود بھی شعر کہتے تھے۔ ان کی شعر و شاعری سے دلچسپی کے پیش نظر دوسرے ممالک سے بھی بہت سارے شعراء ان کے دربار میں آکر وہیں رہنے لگے تھے جس سے ان کا دربار ہمیشہ شاعروں سے مملو رہتا تھا۔ نیتجتاً اس دور میں علم و ادب نے کشمیر میں بہت ترقی کی۔ انہوں نے شاعروں کی فارغ البالی کی خاطر ان کے لئے دربار سے وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اگر چہ چک حکمرانوں کا کلام دست برد زمانہ کی وجہ سے محفوظ نہیں رہ سکا لیکن پھر بھی حسین شاہ چک اور یوسف شاہ چک کے چند بیت آج بھی ہمیں ان کے شاعرانہ مزاج کی گہرائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ اص ۲۷۲۔ نیز واقعات کشمیر ص ۱۴۷۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۸۔

۳۔ شیعہ در ھند جلد اص ۲۸۹ نیز کشمیر گذشتہ، حال آئندہ ص ۴۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ذیل کے اشعار حسین شاہ چک کے کلام میں زمانے کے انقلاب میں باقی رہ گئے ہیں۔

حمائل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار می آید
دلا برخیز کاری کن جان کار می آید(۱)

یعنی محبوب تلوار لٹکائے اور خنجر باندھ کر آ رہا ہے میرے دل اٹھو اور کام کر دکھلا کہ جان کام آ جائے۔

آن ترک آل پوش سوار سمند شد
یاران !حذر کنید کہ آتش بلند شد

یعنی وہ سرخ لباس والا ترک گھوڑے پر سوار ہوا دوستو! خبردار ہو جاؤ کہ آگ بلند ہوگئی۔

یوسف شاہ چک کی طبیعت بھی شاعرانہ تھی۔وہ کشمیری اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ان زبانوں کے علاوہ وہ ہندوستانی زبان میں بھی شعر کہتے تھے۔ان کے بہت سارے اشعار میں سے صرف یہ چند اشعار ذیل باقی رہے ہیں۔

لیلی جمازه را بر مجنون به خود نه راند
زورِ کمند جذ به معجز نمای او ست(۲)

یعنی لیلی نے مجنون کی طرف اونٹنی خود نہیں دوڑائی یہ اس کے معجزہ نما جذبے کی کمند کی قوت تھی۔

نیز:

دل پر درد من جانان، بسان غنچه پر خون هست
چه بے رحمی نه پر سیدی که احوال دلت چون است

نیز:

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برهم
خزاں همیں رسد و نوبهار می گذرد

جب ابدال بٹ نے یوسف شاہ چک کو تخت سے کنارہ کشی اور ملک سے چلے جانے کے

۱۔گزشتہ حوالہ،ص۱۲۲؛ نیز سید محمد نجفی،تاریخ شیعہ کشمیر تا پایان عصر مغول،ص۱۵۲۔
۲۔دڈمری،محمد اعظم،واقعات کشمیر،مترجم احمد شمس الدین،ص۱۴۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لئے ایک دھمکی آمیز خط کے آخر میں یوں لکھا کہ:۔

بگفتم به تو جمله اسرار تو
ازیں پس تو دانی همه کار تو

یعنی میں نے تمام باتیں تم کو بتا دیں اب تم جانو اور تمہارا کام۔

تو یوسف شاہ نے ان اشعار میں ابدال بٹ کے خط کا جواب دیا۔

چه میگوئی ای گرگ ابدال رنگ — بترسانی از آب دریا نهنگ
غضنفر بصد فر آورد سر — حذر کن ز روباره بازی گذر
تو بودی کشاورز آبای من — کشاورز را با دلیری چه کار
نژاد منم دیگران زیر دست — به پسر علی شاه که آرد شکست
تو ازمکر خود در سید بادشاه — درانداختی همچو رستم به چاه
زکهدانِ خود سر بر افراختی — بمیدان مردان فرس تافتی
پے حرب من لشکر آراستی — شبیخون کنان سوی من خاستی
بدان تا بهم بر زنی جای من — ستانی زمن ملك آبادی من
توگر هوشیاری نه من بیخودم — همان هوشیارم همان بخردم
من آنگه عنان باز پیچم براه — که یا سر دهم یا سنانم کلاه
آنچه بایست گفتم تمام — تودانی وگر بعد از یں والسلام (۱)

چک دور میں اور بھی بہت ساری ادبی شخصیتیں تھیں جن میں اکثر شیعہ تھے جنہوں نے کشمیر کے ادبی ورثہ کو وسعت دینے کے لئے کارنمایاں انجام دیا ہے، جن میں ملکہ حبہ خاتون سرفہرست ہیں لیکن موقع و مناسبت کے پیش نظر ان شعراء کرام کا ذکر چک دور میں شیعہ شعراء کرام کے تحت کیا جائے گا۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ص ۱۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چک دور اور فن موسیقی

چک دور میں فن موسیقی کو بھی کشمیر میں بہت ترقی ہوئی۔ چک حکمران موسیقاروں کی بڑی عزت اور حوصلہ افزائی کرتے تھے اور ان کو اپنے انعام اور بخشش سے نوازتے رہتے تھے خصوصاً یوسف شاہ چک خود فن موسیقی کا استاد اور ماہر مانا جاتا تھا اور وہ علم موسیقی میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس فن میں اسے اپنے وقت کے مشہور اور معروف موسیقار ''تان سین'' پر فوقیت حاصل تھی۔ خود ''تان سین'' نے اس بات کا اعتراف کر کے یوسف شاہ چک کو اپنا استاد تسلیم کیا تھا (۱) لیکن افسوس کہ یوسف شاہ چک کا یہ فن بھی تعصب کی نذر ہو گیا ہے۔ یوسف شاہ کی موسیقی مہارت کے بارے میں بابا داؤد کا یہ شعر اظہار حقیقت کا آئینہ دار ہے۔

علم موسیقی رسانیده بحدِ انتها

هر مقامی نیک داند چون حسینی و غزال(۲)

یعنی یوسف شاہ نے فن موسیقی کو نقطہ کمال تک پہنچایا ہے اور وہ موسیقی کے جملہ مقامات چہ حسینی و چہ غزال میں مہارت رکھتا تھا۔

ڈاکٹر اکبر حیدری یوسف شاہ کے علم موسیقی میں خداداد صلاحیت کے بارے میں تاریخ ملک حیدر چاڈورہ سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

''در مجلس ساز و نغمه که در فن موسیقی بے نظیر بود اکبر بادشاه با او صحبت می داشت. چنانچه یک مرتبه نادر الزمان میاں''تان سین ''کلا ونت را که در یکی از مقامات غلط کرده بود یوسف شاه تعلیم کرد و تان سین مذکور قبول داشت و چون بادشاه از صحبت او محظوظ بود'' (۳)

یعنی یوسف شاہ فن موسیقی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے شہنشاہ اکبر ان سے لطف اٹھاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ نادر زمان تان سین نے کسی مقام پر غلطی کی یوسف شاہ نے ان کی غلطی درست کی تان سین نے اس غلطی کو دل سے تسلیم کیا۔ اکبر بادشاہ یوسف شاہ کی صحبت سے محظوظ ہوتے تھے۔

ا۔ بہارستان شاہی مرتبہ اکبر حیدری ص ۱۹۵۔

۲۔ قصیدہ غسلیہ، باب داؤد خاکی، ص ۱۱۔

۳۔ بہارستان شاہی ص ۱۹۵ بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یوسف شاہ چک کی موسیقی مہارت اور استعداد کے بارے میں مورخین نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے اور بہت سارے عجیب وغریب واقعات اس حوالے سے ان سے منسوب کئے ہیں چونکہ عقل کی رو سے وہ بعید لگتے ہیں اس لئے ان کا ذکر غیر ضروری سمجھ کر ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

یوسف شاہ چک چونکہ علم موسیقی کے علاوہ فن شاعری میں بھی کامل واقفیت رکھتے تھے لہٰذا جب بھی شعر کہتے تھے تو اسی وقت اسے راگ میں ڈھالتے تھے۔ڈاکٹر اکبر حیدری نے جموں وکشمیر کے محکمہ ریسرچ کے کتابخانہ مخطوطہ زیر نمبر ۱۲۲ صفحہ ۱۶ مصنف پنڈت دیارام کاچرو تخلص خوش دل سال ۱۸۴۳ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ کشمیر شاعری کی موسیقی کا موجد یوسف شاہ چک ہیں اور جس میں خوشدل نے درج ذیل مقامات یوسف شاہ چک کی طرف منسوب کیے ہیں۔

چار گاہ عراق حسینیؔ دوگاہ نوا

بوقت صبح چلشت تلچلشت دروسط رو دروقت پیشن (۱)

یوسف شاہ چک ہندی زبان میں شعر کہنے کے علاوہ ہندی موسیقی میں بھی صاحب کمال تھے۔شفیق اورنگ آبادی نے ان کا ذکر ''تذکرہ شعراء فارسی'' میں کیا۔وہ کہتے ہیں کہ:۔

در موسیقی هندی خیلی ماهر بود و در نواختن مزامیر ید طولیٰ داشت.

چک دور اور فن خطاطی

بادشاہان چک فنون لطیفہ کے بھی سرپرست اور حامی تھے ان کے عہد میں جہاں علم کے دوسرے شعبہ جات نے ترقی و وسعت پائی وہاں خط نستعلیق نے بہت ترقی کی۔اس دور کا معروف اور سب سے زیادہ با استعداد خطاط محمد حسین تھا (۲) اکبر نے جب کشمیر پر قبضہ کیا تو اس نے محمد حسین کو اس کے خوش سلیقہ اور حسن ذوق کی وجہ سے اپنے پاس ملازم رکھا اور ملّا محمد حسین کی خوش نویسی سے اتنا خوش ہوا کہ اسے زرّین لقب دیا۔

۱۔ بہارستان شاہی ص ۲۰۰۔

۲۔ کشمیر گذشتہ، حال، آیندہ ص، ۴۸، ۵۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس دور کے دوسرے خطاط محمد مراد شیرین۔ قلم کشمیری، ملاّ محسن کشمیری اور علی چمن تھے جو "ملاّ محمد حسین" کے شاگرد تھے۔ خطاطی کا فن اس زمانے میں زیادہ تر شیعوں ہی سے مخصوص تھا اور انہوں نے اس فن کے ذریعے ملک کی کافی خدمات انجام دیں اور اس فن میں بہترین اور اچھے خطاط پیدا کئے ہیں۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ فن ان میں نایاب ہو گیا اگر چہ اب کمپیوٹر اور دیگر وسائل کی موجودگی سے اس فن کو گزشتہ ادوار کی جیسی اہمیت نہیں رہی ہے لیکن بہر حال پھر بھی آج ایک باوقار اور باعزت فن مانا جاتا ہے۔

چک بادشاہوں کے ذریعے تعمیر کئے گئے باغات

چک بادشاہوں نے اپنے اور لوگوں کی سیر و تفریح کے لئے کشمیر میں کئی سارے باغات تعمیر کئے تھے جن میں دو اہم باغ حسب ذیل تھے۔

حسین شاہ چک کا باغ

حسین شاہ چک نے سکندر پورہ محلہ خواجہ بازار (نوہٹہ) میں ایک دل کش اور پر فضا باغ تیار کیا تھا اس باغ کے درمیان لچھمن کول کی نہر گزرتی تھی جس سے آبشارے اور فوارے جاری ہوتے تھے۔ جب کشمیر پر مغل بادشاہوں کا تسلط ہوا تو خواجہ خاوند محمود نے جو بخارا سے آیا تھا حسین شاہ چک کے اس باغ اور محل پر قبضہ کیا اور اس محل کو خانقاہ بنایا۔ یہ جگہ اب خانقاہ نقشبندیہ کے نام سے جانی جاتی ہے (۱)

یوسف شاہ چک کا باغ

یوسف شاہ چک نے ایک وسیع اور بڑا خوبصورت باغ فتح کدل سے ڈلہسن پار تک دریائے جہلم کے کنارے پر بنایا تھا (۲) یہ باغ کوٹہ کول کے ساتھ ملتا تھا۔ اس میں انواع و اقسام اور طرح طرح کے درخت اور پھول لگائے گئے تھے یہ باغ ڈھلوان دار تھا اور اس کے تیرہ درجے تھے۔ افغانیوں کے دور تک اس باغ کے آثار موجود تھے، یوسف شاہ چک نے اس کے علاوہ شیر گڑھی کے مقام پر کٹہ کوئل کے نام سے ایک نہر تعمیر کروائی (۳)

۱۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۳۸۔
۲۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۳۸۔
۳۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۳۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یوسف شاہ چک نے ہی گلمرگ کے قدرتی پرفضا اور دلفریب رعنائیاں اور خوبیاں دریافت کیں اس نے یہاں کچھ عمارتیں رہائش کے لئے بنوائی تھیں۔ وہ ہر سال اپنی محبوبہ زوجہ حبہ خاتون کے ساتھ یہاں قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے آیا کرتا تھا۔

چک بادشاہوں کی توہین

چک بادشاہ وطن کی آزادی کے لئے آخری دم تک لڑتے رہے سرزمین کشمیر کا چپہ چپہ اور یہاں کے پہاڑوں کا ذرّہ ذرّہ ان کے خون سے رنگین ہے۔ ان پر جتنا بھی ہم فخر کریں اتنا ہی زیب دیتا ہے لیکن کیا ہی انقلاب زمانہ ہے کہ ان وطن کے سرفروش اور آزادی کے پروانوں کی تمام یادگاریں حرف غلط کی طرح مٹادی گئیں۔ گویا ان بادشاہوں کا وجود کبھی بھی اس ملک میں نہ تھا۔ ان کے محل اور قصر قدرنا شناس لوگوں کے قبضہ میں رہ کر ویران ہوگئے۔ ان کی آخری یادگار ان کا شاہی مقبرہ تھا اس مقبرہ کے پتھروں کو اکھاڑ کر مسجدوں اور دیگر عمارتوں میں استعمال کیا گیا اور اس میں تمام نشانات اور آثار مٹا کر اس مقبرہ کو ساگ زار بنا دیا گیا۔ یہ المناک اور حسرت انگیز منظر ایک محبّ الوطن کو خون کے آنسو رلا دیتا ہے اور اس کا سر شرم سے جھکتا ہے۔ تعجب ہے کہ جن اشخاص نے ملک سے بے وفائی کرکے اس کی آزادی کا سودا غیروں سے کیا تھا ان کی قبروں پر عالیشان روضے بنائے گئے ہیں اور جن غازیوں اور مجاہدین نے اپنا سب کچھ وطن کی آزادی کے لئے قربان کیا ان کے سب آثار مٹادئے گئے۔

تفو برتو اے چرخ گردان تفو

چک دور میں شیعہ تہذیب وثقافت

یہ دور کشمیر کی شیعہ تاریخ کا انمول دور تھا اس دور کے بعد پھر کبھی شیعوں کو ویسا دور دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ اس دور میں اگرچہ بادشاہوں کا بیشتر وقت اندرونی سازشوں کو دبانے نیز بیرونی حملہ آوروں کو ٹھکانے لگانے میں صرف ہوا۔ لیکن اس کے باوجود اس دور میں شیعہ ثقافت اور ان کا علم وادب آسمان کو چھو رہا تھا۔ چک بادشاہ قومی اور ملی تہذیب کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ شیعہ تہذیب کے فروغ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی طرف بھی خاص توجہ دیتے تھے۔

شیعہ ثقافت کو وسعت دینے کے حوالے سے اس دور میں بہت سارے اقدام کئے گئے ہیں۔ذیل میں ان میں سے بعض کی طرف مختصر اشارہ کیا جاتا ہے۔

الف)امام باڑہ زڈی بل کی تعمیر

یہ امام باڑہ کاجی چک نے اپنے عہد وزارت میں بنایا ہے یہ وادی کا پہلا امام باڑہ ہے جس کو کاجی چک نے میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ سے متصل تعمیر کروایا تھا اور یہاں حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کی مجلس ہوا کرتی تھی ۔اس امام باڑہ کی داستان بڑی دردناک ہے(۱) یہ امام باڑہ اپنی تاریخ میں دسیوں بار بنایا گیا اور دسیوں بار شیعہ مخالفوں کے ہاتھوں ڈھایا گیا جس میں سات مرتبہ یہ امام باڑہ بالکل خاکستر میں تبدیل ہو گیا تھا۔

ب)میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ کی تعمیر نو

اس بات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ میر سید علی ہمدانی کے بعد جب ان کے فرزند میر سید محمد ہمدانی کشمیر آئے تو اس وقت کے بادشاہ سلطان سکندر نے ان کی عبادت اور ریاضت کے لئے ۷۹۶ہجری میں ایک خانقاہ بنوائی تھی لیکن یہ خانقاہ بہت چھوٹی تھی اور اس کے نزدیک چاروں طرف مکانات تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اگر اطراف کے کسی بھی مکان میں آگ لگ جاتی تھی تو آگ فوراً پورے محلے میں پھیل جاتی تھی (۲) جس کے نتیجے میں یہ خانقاہ بھی بار بار آگ کی زد میں آ کر نذر آتش ہوتی تھی۔

کاجی چک نے میر شمس الدین عراقی کے حکم پر اس خانقاہ کو وسعت دینے اور آگ کی واردات سے محفوظ رہنے کے لئے اطراف کے بہت سارے مکانات خرید کر خانقاہ کی عمارت از سر نو شاندار طریقے سے تعمیر کرائی (۳)

۱۔جو اپنی مقام پر ''امام باڑہ زڈی بل'' کے عنوان کے تحت پوری تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

۲۔چونکہ اس زمانے میں مکانات بیشتر لکڑی کے ہوا کرتے تھے۔

۳۔بہارستان شاہی ص ۳۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ج) میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ کی تعمیر نو

جب میر شمس الدین عراقی دوسری بار ۹۰۲ھ ہجری میں کشمیر تشریف لائے تو اس زمانے کے بادشاہ فتح شاہ کے وزیر اعظم ملک موسیٰ رینہ نے میر عراقی کی اقامت کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرائی جو خطہ کشمیر میں فن کاری کا اعلیٰ نمونہ تصور کی جاتی تھی۔

لیکن مرزا حیدر کاشغری نے ۹۴۷ھ ہجری میں جب کشمیر میں اپنی حکومت کا جھنڈا بلند کر دیا تو اس نے اقتدار و تسلط پا کر ملک کو اندرونی اختلاف میں مبتلا کرنے کی غرض سے شیعوں پر دست تعدی دراز کر کے اس عظیم الشان اور بے مثال تاریخی خانقاہ کو بھی جلا ڈالا (۱)

لیکن مرزا حیدر کاشغری کے قتل کے بعد جب ''دولت چک'' کشمیر کی وزارت کی کرسی پر رونق افروز ہوا تو انہوں نے بقول مورّخ حسن پہلے سے کہیں زیادہ اس کے استحکام و زیبائش میں مساعی جمیلہ صرف کر دیں (۲) دولتِ چک نے خانقاہ کی تعمیر کے علاوہ خانقاہ کے مجاوروں اور معتکفوں کے لیے بھی وظیفے مقرر کیے (۳)

د) خانقاہ حسن آباد کی تعمیر

بابا علی نجار جو میر شمس الدین عراقی کا ایک خاص مرید تھا جسے مرزا حیدر کاشغری نے روحانی اور نفسیاتی اذیتوں کے علاوہ جسمانی طور پر بھی تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو اس کو شہر خاص سرینگر میں ہی سپرد خاک کیا گیا تھا۔ لیکن ۹۵۸ھ میں جب ''دولت چک'' منصب وزارت پر فائز ہوا تو انہوں نے بابا علی نجار کی رفعت اور منزلت کا احترام کرتے ہوئے ان کی میت کو وہاں سے نکال کر حسن آباد میں دفن کروایا اور ان کی حرمت کے پیش نظر ان کی قبر پر ایک بڑا روضہ عوام کی زیارت گاہ کے لئے تعمیر کیا۔ اس کے علاوہ یہاں ایک وسیع اور شاندار خانقاہ تعمیر کی (۴) اور بابا علی کے بیٹے بابا حسن کی مناسبت سے اس جگہ کو (جو باغوں اور میدانوں سے بھرا ہوا تھا) حسن آباد نام رکھا (۵)

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۴۶۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۵۹۔
۳۔ بہارستان شاہی ص ۳۵۶۔
۴۔ بہارستان شاہی ص ۱۲۹، ۳۵۶۔
۵۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۳۰۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہ) سلسلہ ہمدانی کا احیاءِ نو

جب ۹۴۷ھ ہجری میں مرزا حیدر کاشغری کشمیر پر قابض ہوا تھا تو اس نے حنفی مذہب کے علاوہ کشمیر میں دیگر تمام مذاہب اور تصوف کے تمام مشربوں من جملہ نوربخشیہ اور ہمدانیہ پر پابندی عائد کی تھی جس کی وجہ سے یہاں اب تصوف دم توڑ رہا تھا اور بہارستان شاہی کے مصنف کے مطابق پھر آٹھ سال تک تصوف کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ مرزا حیدر نے نہ فقط طریقت تصوف اور شیعیت پر پابندی لگادی بلکہ شافعی مذہب کو بھی کشمیر میں ممنوع قرار دیا (۱) لیکن جب دولت چک وزارت کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے اس حکم تانا شاہی کو کالعدم قرار دے کر حکم جاری کیا کہ لوگ اپنے مسلک کے اعتبار سے مختار ہیں۔

پھر سلسلہ ہمدانیہ کی ترویج کرنے میں جدو جہد کی اور صوفیوں اور درویشوں کو جو ابھی زندہ تھے سب کو دعوت دے کر ایک جگہ جمع کیا اور انہیں چلہ میں بیٹھنے کی تشویق اور حوصلہ افزائی کی (۲) اس طرح اس کی مساعی جمیلہ سے یہاں پھر صوفی اور تصوّف کی فضا برقرار ہوئی۔

و) جامع مسجد میں بارہ اماموں (ع) کے نام خطبہ

میر شمس الدین عراقی کے زمانے میں شیعہ مذہب نے کشمیر میں اتنا عروج پایا کہ یہاں کی مسجدوں میں نماز جمعہ والجماعت اور عیدین کے موقع پر بارہ اماموں کے نام خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ لیکن جب مرزا حیدر کاشغری کشمیر پر قابض ہوا تو اس نے شیعہ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھا کر اس اسلامی خطبے کو ممنوع قرار دیا۔ مرزا حیدر کاشغری نے بارہ اماموں کے نام لینے پر اتنی سختی کی کہ یہاں کے عوام بارہ اماموں کے نام تک بھول گئے حتیٰ کہ خود جامع مسجد کے امام ''قاضی حبیب'' بھی ائمہ معصومین (بارہ امام) علیہم السلام کے نام سے بے خبر نکلا۔ اس سلسلے میں بہارستان شاہی کے مصنف لکھتے ہیں کہ:۔

''مرزا کے خوف و وحشت سے یہاں کا کوئی شخص بارہ اماموں کا نام زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ پھر یہاں کی عوام ائمہ کے اسمائے مبارکہ سے یوں غیر مانوس ہوئی کہ ایک دن مجلس

۱۔ بہارستان شاہی ص ۳۵۷۔
۲۔ بہارستان شاہی ص ۳۵۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں قاضی حبیب (خطیب جامع مسجد) سے بھی بارہ اماموں کے نام پوچھے گئے تو وہ ایسا بے خبر تھا کہ حضرت علیؑ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے بعد امام جعفر صادقؑ کے علاوہ کسی اور امام کا نام اسے یاد نہیں تھا باقی اماموں کے نام اور ان کی ترتیب تو دور کی بات ہے۔ مجلس میں تمام حاضرین کو اس کی نادانی دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ تو دولت چک نے حکم دیا کہ جامع مسجد اور دیگر مساجد میں پھر سے خطبہ بارہ اماموں کے نام پڑھا جائے (۱)

بہارستان شاہی کا مصنف جو خود ان واقعات کا چشم دید گواہ ہے اس حکم کے بعد لکھتا ہے کہ اب ہر کوئی ائمہ معصومینؑ (بارہ امام) کا ذکر بغیر کسی خوف و وحشت کے کرتا ہے اور خطبہ بھی جامع مسجد اور دیگر مساجد میں ائمہ معصومین (علیہم السلام) کے نام ہی پڑھے جاتے ہیں (۲)

چک دور میں شیعوں کے علماء

کشمیر میں شیعہ علماء کا سلسلہ سید شرف الدین موسوی المعروف بلبل شاہ سے شروع ہوا تھا ان کے بعد میر سید علی ہمدانی، میر سید محمد ہمدانی، سید محمد مدنی، سید حسین قمی، مولانا سید الدین، یہاں لوگوں کی تبلیغ و ارشاد کے لئے آتے رہے۔

میر شمس الدین عراقی کے زمانے میں مناسب حالات پیدا ہونے کی وجہ سے انہوں نے کشمیر میں اتنے علماء کی تربیت کی کہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی اور پھر چک دور میں تو علماء کی طرف اتنی توجہ دی گئی کہ کشمیر کے علماء گنتی میں عراق و شام سے کچھ زیادہ کم نہیں رہے (۳) اگر چہ شیعہ تاریخی سرمایہ جلا دینے کی وجہ سے اور موجودہ دور میں تحقیقی کاموں میں شیعوں کی غفلت شعاری کے باعث ان تمام علمائے کرام کی تفصیل موجود نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی شیعوں کے سرشناس اور اس زمانے کے برجستہ علماء کا ذکر کشمیر کی تاریخی کتابوں میں کم وبیش ملتا ہے شیعوں کی مفقود تاریخ اور ان بزرگان دین کے زندگی

۱۔ بہارستان شاہی ص ۳۵۷۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۳۵۷۔

۳۔ تاریخ شیعیان علی ص ۳۴۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نامہ مرتب کرنے کی ذمہ داری موجودہ دینی لیڈروں پر تھی ان کے پاس ان تحقیقی کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے تمام تر وسائل بھی تھے۔ لیکن بدقسمتی سے انہوں نے آج تک کبھی اس طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ گویا ان کے نزدیک یہ کام انجام دینے اور اپنی تاریخ مرتب کر کے اپنی شناخت پیدا کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پھر رہا سوال قوم کا تو وہ بھی اپنے اپنے فرقہ دار کی اطاعت کا طوق گردن میں لے کر چین وسکون سے غفلت کے خراٹے لے رہی ہے۔ لہٰذا آج تک کوئی قدردان پیدا نہیں ہوا جو ان بکھرے ہوئے ہیروں کے دانوں کو جوڑ کر ایک خوبصورت ہار کی شکل بنا دیتا (۱)

چک دور میں جن معروف علمائے کرام کا زیادہ تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

بابا خلیل

بابا خلیل شیعہ مذہب کے ابتدائی سرگرم کارکنوں میں سے تھے آپ نے دس سال کی عمر میں تمام علوم دین حاصل کئے تھے۔ آپ روحانی کمالات کے حامل تھے زھد وتقوی، عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ اہل صفا کے نور اور زینت تھے آپ کے روحانی کمالات اور تزکیہ نفس کی وجہ سے کشمیر کے تمام مشائخ اور عوام الناس آپکے گرویدہ ہو گئے تھے (۲)

بابا خلیل نے شیعہ فقہ اور کلام کے موضوع پر کچھ رسالے بھی تصنیف کئے تھے۔ شیخ حسن، بابا طالب اصفہانی اور آپ کی کوششوں سے شیعہ مسلک نے کرگل اور اسکردو میں بہت ترقی کی (۳)

آپ نوا کدل میں رہتے تھے اور شیعہ مذہب کی ترقی وترویج کے لئے یہاں ایک خانقاہ بھی تعمیر کی تھی جو خانقاہ بابا خلیل کہلاتی تھی۔ یہ خانقاہ بعد میں فرقہ وارانہ فسادات میں جلائی گئی اسی وجہ سے بعد میں اس محلہ کا نام خانقاہ سوختہ پڑ گیا ہے۔

۱۔ گرحال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ شیعیان کشمیر کے ایک ہونہار اور دلسوز نوجوان سید محسن الزمان ہمدانی (حسن آباد) نے ان علمائے کرام پر کام شروع کیا ہے اور کافی حد تک انھیں اس سلسلہ میں کامیابی بھی ملی۔

۲۔ بہارستان شاہی ص ۳۸۵۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۱۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چک بادشاہ آپ کی بہت ہی عزت واحترام کرتے تھے۔ ان میں جو قضیے اور تنازعات آپس میں پیدا ہوتے تھے ان کا تصفیہ باباخلیل ہی صلح وآشتی سے کرتے تھے۔ یوسف شاہ چک اور ابدال بٹ کے درمیان اختلافات میں آپ نے ہی قاصد کا کام انجام دیا تھا جس میں بعض خود خواہ وخود غرض افراد نے منافقت کر کے ان کے مابین صلح وصفائی نہ ہونے دی۔ آپ ہمیشہ صلح وبرادری کے علمبردار تھے۔ آپ اور شیخ حسن زڈی بل ہی نے یعقوب چک کو باغی شمسی چک کو سوپور سے کامراج تک کا علاقہ دینے پر راضی کیا تھا۔ تاکہ ملک میں امنیت برقرار رہ سکے۔ آپ کا اثر ورسوخ یہاں کے تمام لوگوں پر بغیر کسی مذہبی امتیاز کے تھا۔ اسی وجہ سے اولین مغل گورنر قاسم خان نے یہاں مغلوں کے خلاف حملات روکنے کے لئے جن لوگوں کو خنجر بیگ کی افسری میں اکبر بادشاہ کے دربار میں بھیج دیا تھا ان میں باباخلیل بھی تھے۔ چونکہ قاسم خان جانتا تھا کہ بابا خلیل کشمیر پر مغلوں کے قبضہ کے خلاف ہیں لہٰذا یہاں کے عوام کو ملک کا دفاع کرنے پر ابھار رہے ہیں۔

ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں ان سولہ افراد میں جو قاسم خان نے اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر کیے تھے باباخلیل کا نام لکھا ہے۔

جب کشمیریوں نے ان کی گرفتاری کے بعد بھی مغلوں کے ناجائز قبضہ کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھی اور مغل سپاہیوں کا دائرہ حیات تنگ کیا تو اکبر بادشاہ نے کشمیریوں میں باباخلیل کا اثر و رسوخ مدنظر رکھ کر انہیں یوسف خان مشہدی (دوسرا مغل گورنر) کے ساتھ واپس کشمیر بھیج دیا(۱) تاکہ اپنے اثر ورسوخ سے کشمیریوں کو مغلوں کے خلاف اپنی جدوجہد سے باز رکھے(۲)

باباخلیل ایک طویل عمر گزار کر ۹۹۹ ہجری مطابق ۱۵۹۱ عیسوی میں اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کر گئے۔ محلہ باباپور سرینگر میں دفن ہوئے ''خلیل الرحمٰن'' تاریخ وفات ہے۔

شیخ حسن زڈی بلی

آپ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ میر شمس الدین عراقی کے اولادوں میں سے تھے۔ بہرحال آپ اپنے وقت کے ایک مایہ ناز عالم دین ہی نہیں بلکہ وقت کے مجتہد تھے۔

۱۔ تاریخ حسن جلد۲ حصہ ا ص ۵۰۵۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۳۴۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیخ حسن زڈی بلی نے شیعہ مذہب کی ترویج اور اشاعت کے لئے بے انتہا کوششیں کیں اور وہ شیعہ مذہب کے سرگرم داعی تھے (۱) بابا خلیل اور شیخ حسن کی تبلیغی کوششوں سے شیعہ مسلک کی بہت زیادہ ترقی ہوئی اور یہ مسلک کرگل اور اسکردو جیسے دور افتادہ علاقوں میں بڑی سرعت سے پھیل گیا (۲) آپ بھی چک حاکموں کے نزدیک ایک باوقار اور قابل اعتماد شخصیت تھے اور وہ ان کی بڑی عزت واحترام کرتے تھے نیز جب بھی ان کے مابین نزاع اور اختلاف پیدا ہوتا تھا تو شیخ حسن بھی بابا خلیل کی طرح ان کے اختلاف کو صلح وآشتی میں بدل دیتے تھے۔

آپ بڑے امن پسند تھے یعقوب شاہ چک کے دور میں جب بعض ملک دشمن عناصر نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے شورشیں کر کے ملک کے امن وامان کو سبوتاژ کیا تو دوبارہ امن اور بہتر حالات بنانے کے لئے بابا خلیل کے ساتھ یہ شیخ حسن ہی تھے جنہوں نے یعقوب چک کو شمس چک باغی کے حق میں ملک کا کچھ حصہ واگذار کرنے پر راضی کیا تھا (۳) اور وہ سوپور سے کامراج تک کا علاقہ باغیوں کے سپرد کرنے کے لئے خود سوپور چلے گئے تھے۔ باغی تو بہر حال شریر تھے لہٰذا انہوں نے ان بزرگان دین کے اس احسان کا بدلہ انہیں قتل کی صورت میں دینا چاہا جس کی خبر کسی طرح ملک حسین چاڈورہ کو مل گئی تو وہ باغیوں کے اس مکروہ کام کو انجام دینے سے مانع ہوا اور اپنے آدمی ساتھ دے کر دونوں کو واپس شہر بھیج دیا (۴)

سرینگر میں جب یعقوب شاہ چک کو باغیوں کے ارادہ کا پتہ چل گیا تو وہ عقیدت مندی کے جذبے کے تحت یہ خبر سن کر حیران ہوا لہٰذا باغیوں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کر کے فوج گراں کے ساتھ شمس چک باغی کے مقابلہ کے لیے سوپور روانہ ہوا اور جوں ہی وہ سوپور پہنچا اور ابھی دریا کو عبور بھی نہیں کیا تھا تو باغی مقابلے کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے (۵)

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۲ ص ۱۳۳۵۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۱۴۔
۳۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۷۔
۴۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۷ نیز بہارستان شاہی۔
۵۔ بہارستان شاہی ص ۲۰۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بابا مہدی

چک دور کے بزرگ علمائے کرام میں سے ایک شخصیت بابا مہدی کی تھی ۔ چک دور میں بہت ساری جگہوں پر آپ کا تذکرہ ملتا ہے آپ کی پاکیزگی اور سادہ زندگی اور زھد وتقوی کے باعث کشمیر کے تمام لوگ بغیر کسی مذہبی امتیاز کے (شیعہ وسنی) سب ہی آپ کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتے تھے اور لوگوں کے پیشوا مانے جاتے تھے جس کا اعتراف مورخ حسن شاہ نے بھی اپنی معروف کتاب تاریخ حسن میں کیا ہے (۱)

آپ ایک آزاد اور مستقل شخصیت کے مالک تھے لہٰذا ملک کو بھی آزاد اور مستقل دیکھنا چاہتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب مغلوں نے کشمیر پر حملہ کر کے ناجائز قبضہ کیا تو آپ نے مغل حکومت کو اپنی تائید بخشنے سے انکار کیا اور ملک کی آزادی کے لئے مغلوں کے خلاف لڑنے پر لوگوں کی تشویق اور حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے ۔ جب اس کی خبر قاسم خان کو ہوئی تو اس نے آپ کو گرفتار کر کے ملک سے باہر اکبر بادشاہ کے پاس بھیج دیا تھا (۲)

چک حکمران دوسرے تمام علمائے کرام کی طرح آپ کی بھی بڑی عزت واحترام کرتے تھے اور ان کی رائے کو مقدم رکھتے تھے ۔

ملاّ عینی

ملاّ عینی ہرفن مولا تھے ایک عظیم عالم دین کے ساتھ ساتھ ایک بے نظیر شاعر بھی تھے ۔ واقعات کشمیر کے مصنف نے بھی آپ کی بلند شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملاّ عینی وقت کے فضلاء اور شعراء میں سے تھے (۳)

یعقوب چک آپ کی بہت عزت وقدر کرتا تھا ۔ آپ کے چند اشعارِ ذیل بہت مشہور ہیں جو عرفانی معنی وانداز رکھتے ہیں لیکن خودغرض اور کوتاہ بین افراد نے ان اشعار کا غلط مفہوم لے کر آپ پر بہت سارے ناجائز اور ناروا الزام لگائے تھے ۔

---

۱ ۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۵۰۵ ۔

۲ ۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۵۰۲ ۔

۳ ۔ واقعات کشمیر ص ۱۵۸ ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ نے مولانا عبدالرحمٰن جامی کے اس شعر

حریفان باده ها خورند و رفتند

تهی خمخانه ها کردند و رفتند

یعنی احباب شراب پی کر چلے گئے، شرابخانے خالی کر گئے اور چلے گئے۔

جس سے مولانا جامی کی مراد یہ تھی کہ انبیاء کی فیض و برکت سے معمور مجلس تمام ہوئی اب اس کے مانند مجلس موجود ہونا ناممکن ہے۔

تو ملاّ عینی نے پیغمبر (ص) کے بعد آپ کے بارہ اماموں کے فیض و برکت پر قیامت تک اعتقاد رکھتے ہوئے مولا جامی کے جواب میں لکھا:۔

هنوز آن ابر رحمت درّفشان است

می و میخانه بامهر و نشان است

درین دیر مسدّس خم تهی نیست

تهی گفتن بغیر از ابلهی نیست

یعنی وہ ابر رحمت ابھی بھی موتی برسا رہا ہے شراب اور شراب خانہ مہر و نشان کے ساتھ باقی ہے اس چھ اطراف والے دیر (دنیا) میں کوئی خم خالی نہیں ہے۔ خالی کہنا حماقت و بے وقوفی ہے۔

ان اشعار سے ان کے عقاید کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا حافظ بصیر

آپ ''کامراج'' علاقہ کے رہنے والے تھے بچپن میں ہی آپ نے قرآن مجید کو حفظ کیا تھا۔ پیشہ کے اعتبار سے مولانا مدرس تھے اور بلا لحاظ مسلک ان کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا جن میں اہل سنت کے بڑے بڑے صوفی اور درویش خاص کر بابا داؤد خاکی بھی شامل ہیں۔

اسی ضمن میں نقل کیا گیا ہے کہ مولانا نے ایک دفعہ جب کہا کہ شیعہ مسلک کا دعویٰ وزن رکھتا ہے۔ اس پر لوگ آپ سے ناراض ہوئے اور آپ کے مدرسہ میں جانا ترک کیا اہل سنت آپ کو شیعہ قرار دیتے ہیں (۱)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۱۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اعظم دِدّمری واقعات کشمیر میں اس بارے میں لکھتا ہے کہ: ''افواہ میں آیا ہے کہ جب مدرسہ میں حافظ بصیر کی زبان سے یہ نکلا کہ شیعوں کی بھی ''ایک بات'' تو سبھی علماء جیسے بابا داؤد خاکی اور ملاّ شمس الدین پال وغیرہ نے اسے بُرا بھلا کہا اور ملاّ رضی الدین کے مدرسہ میں آ گئے اور پھر حافظ بصیر کے مدرسہ میں نہیں گئے۔(۱)

بتایا جاتا ہے کہ آپ کی آنکھوں کی بصارت نہیں رہ گئی تھی لیکن اس کے باوجود دل کی بصیرت میں آپ کا ثانی نہ تھا اور فقہ، حدیث، تفسیر، ریاضی، فلسفہ اور منطق وغیرہ کے بڑے عالم تھے (۲) اس کی وجہ سے اپنے زمانے میں فضلاء اور درویشوں کے مرجع تھے۔ ۹۴۶ ہجری میں وفات پائی اور خندہ بھون میں دفن ہوئے آپ کا مقبرہ ملہ بابا کہلاتا ہے (۳)

ملاّ احسن اسود

ملاّ احسن اسود، علی شاہ کے اتالیق تھے۔ علم وفضل میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ اسودؔ تخلص تھا، چک حکمرانوں کے سے کافی قربت تھی۔ یوسف شاہ اپنے مخالفین کے ساتھ ملاّ حسن کے ذریعے ہی صلح وصفا کرواتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بادشاہ چک کو آپ کی ذات پر بہت اعتبار اور بھروسہ تھا چک بادشاہان امور سلطنت کے متعلق بھی آپ سے مشورہ کرتے تھے (۴)

چک دور میں شیعوں کے شعراء اور علم وادب

چک بادشاہوں کے ایران کے صفوی سلاطین سے بڑے نزدیکی تعلقات تھے۔ چونکہ صفوی سلاطین بھی شیعہ مذہب کے پیروکار تھے لہٰذا دونوں ملکوں سے علمی اور ثقافتی لین دین ہونا ایک معمول تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ دونوں مذہبی رواداری کے قائل تھے اس لئے شیعہ وسنی دونوں کے علماء سلاطین صفوی

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۳۵۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۲۴۷۔
۳۔ واقعات کشمیر ص ۹۹۱۔
۴۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۱۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور سلاطین چک کے دربار میں بلا مانع حاضر ہوتے تھے۔ جیسے کہ کشمیر کے مشہور و معروف صوفی اور درویش جناب شیخ یعقوب صرفی بھی سلاطین صفوی کے مشہور بادشاہ، شاہ طہماسب سے ملنے کے لئے ان کے دربار میں گئے تھے(۱) اسی طرح ایران سے بھی بہت سارے شعراء اور علماء یہاں آ کر یہیں آباد ہو گئے تھے جس کے نتیجے میں شیعہ اور کشمیری علم وادب اپنے عروج تک پہنچا تھا۔ اس دور کے جن شعراء کرام کا نام اور تذکرہ ہم تک پہنچا ہے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان شعرائے کرام کا بیشتر کلام فارسی زبان میں ہے جبکہ وہ کبھی کبھی دوسری زبانوں میں بھی شعر کہا کرتے تھے۔

بابا طالب اصفہانی

بابا طالب جیسا کہ ان کے نام سے بھی ظاہر ہے ایران کے معروف شہر اصفہان کا رہنے والا تھے(۲) یوسف شاہ چک کے زمانے میں کشمیر آئے چونکہ فنون علم اور بہت سارے انواع کمالات سے آراستہ و پیراستہ تھے اس لئے دربار میں جگہ پیدا کی (۳) اور چک سلاطین کا قرب پانے میں نزدیکی اور ان کے قریبی لوگوں سے آگے نکل گئے۔ بادشاہ اور کشمیر کے امراء بابا طالب کی بڑی عزت کرتے تھے۔ بابا طالب امراء کے جھگڑوں اور اہل طمع کے فتنوں میں مصالحت کی بڑی کوشش کیا کرتے تھے۔

آپ بڑے شجاع اور فنون جنگ کے استاد مانے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب اکبر بادشاہ نے نامور افسروں کی سرگردگی میں پچاس ہزار سپاہیوں کے لشکر جرار راجہ بھگوان داس اور شاہ رخ مرزا اور شاہ قلی خان وغیرہ کی افسری کے تحت کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے لاہور سے بھیجا تو اس مغل فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے کشمیر کے بادشاہ یوسف شاہ چک نے اپنی فوج کو جن سرکردہ لوگوں کی رہبری میں وادی بولیاسہ بھیجا تھا۔ ان میں ایک نمایاں شخصیت بابا طالب کی تھی۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت سے دشمن کی فوج کے چھکے چھڑائے اور یوں قافیہ حیات ان کے لئے تنگ کیا کہ راجہ بھگوان داس صلح پر

۱۔ تاریخ واقعات کشمیر ص ۱۷۷۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ ا ص ۵۲۸۔

۳۔ تاریخ واقعات کشمیر ص ۱۸۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مجبور ہوا۔ پھر چنانچہ جب یوسف شاہ چک صلح کر کے مغل فوج میں شامل ہوا تو ان کے بیٹے یعقوب شاہ چک نے بھی مغل فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے محمد سلیم کاشغری اور بابا طالب اصفہانی کو ہی مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے آگے بھیجا۔ اس دفعہ بھی بابا طالب نے اعلیٰ پیانے پر شجاعت اور مردانگی کے جوہر دکھائے جس دوران انہوں نے دوسرے کشمیریوں کے ساتھ دو تین ہزار مغل فوجوں کا صفایا کر دیا (۱)

بابا طالب ایک اعلیٰ پایہ سپاہی کے ساتھ ساتھ بے نظیر شاعر اور عالم دین بھی تھے۔ انہوں نے فقہ وغیرہ پر چند منظوم رسالے تحریر کئے تھے (۲)

شاعر کی حیثیت سے بابا طالب کا ذکر قدیم فارسی تذکروں میں موجود ہے۔ کشمیر پر مغلوں کے قبضہ کے بعد کچھ سالوں تک مغل دربار میں رہے۔ اکبر نے اسے تبت خورد (اسکردو) میں وہاں کے راجہ علی رائے کے پاس سفیر کی حیثیت سے بھیجا اور وہاں سے لوٹ کر بابا طالب نے اس ملک کے عجائب اور غرایب پر ایک رسالہ لکھا۔ جس کا ایک نسخہ ابوالفضل کو دیا اور اس نے اسے اکبر نامہ میں سمو دیا۔ اس کے علاوہ بابا طالب غزل کے بھی استاد تھے (۳)

مورخ حسن کے مطابق بابا طالب گجرات صوبہ کے صدر بھی بنا دیے گئے تھے۔ جہاں سے بابا طالب پھر دوبارہ کشمیر لوٹ آئے اور آخر عمر تک یہی مستقل زندگی بسر کی اور کل ملا کر ۳۳ سال یا بعض کے کہنے کے مطابق ۲۰ سال کشمیر میں گزارے (۴) آخر کار ۱۰۳۰ھ ہجری میں بابا طالب کا انتقال ہوا (۵) اور بابا خلیل کے مزار میں سپرد خاک ہوئے۔ البتہ تاریخ حسن کے مطابق درگجن کے مزار شعراء میں دفن ہوئے۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۲ ص ۱۳۳۴۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۱۹۔

۳۔ واقعات کشمیر، حاشیہ ۸۰۶ ص ۔۷۶۱۔

۴۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۲ ص ۱۳۳۴۔

۵۔ واقعات کشمیر اردو ص ۷۶۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

باباطالب کے چند اشعار یہاں نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں۔

ازسر کویِ تودل بادیده تر می رود　　شعله دردل،ناله برلب،خاك برسرمی رود
شعله در پروانه افتدبلبل آیددرخروش　　گر بگویم آنچه ما را بی تو بر سر می رود
حرفِ شرح دردل گر آشنای لب کنم　　خون ز جیب دیده تادامانِ محشرمی رود

یعنی تیرے کوچے سے دل بھیگی آنکھوں کے ساتھ جارہا ہے دل میں شعلے ہونٹوں پر نالے اور سر پر خاک لئے جارہا ہوں پروانہ شعلوں میں گرجائے تو بلبل شوروخروش کرنے لگ جائے گا۔اگر میں یہ بیان کروں کہ تیرے بغیر مجھ پر کیا گزرتی ہے اگر میں اپنے دردِدل کے حال سے اپنے ہونٹوں کو آشنا کروں تو آنکھوں کی شگاف سے قیامت تک خون دامان بہتا رہے گا۔

اور یہ اشعار بھی آپ کے ہی ہیں:۔

در حلقه ما ز مزمه سود نه باشدما غم　　زدگان را دل مسرور نه باشد
بی رویِ تو بیرون کنم از دیده نظر را　　گر ذوق تماشایِ تو منظور نه باشد
ویرانه دل چون سر تعمیر نه دارد　　بگذارکه این غمکده معمور نه باشد (۱)

یعنی ہمارے حلقے میں خوشی ونشاط کے زمزمے نہیں ہوا کرتے۔ہم غمزدوں کے دل کہاں مسرور ہوتے ہیں۔اگر تیرے حسن کا ذوق تماشا مراد نہ ہوتو تیرے چہرے کے بغیر میں اپنی آنکھوں سے نظروں کو مٹادوں گا۔دل کے ویرانے کو جب پھر سے تعمیر ہوجانے کی چاہت ہی نہیں تو چھوڑ یئے اس غمکدہ کو آباد نہ ہونے دیجئے۔

میر علی

یہ شاعر بھی دراصل ایران کا رہنے والا تھا۔بڑا نامور شاعر تھا اس کے علاوہ نستعلیق خط لکھنے میں بھی بے نظیر تھا اور اس زمانے میں کوئی اس کی مانند نہیں لکھ پاتا تھا(۲) حسین شاہ چک کے زمانے میں ایران سے کشمیر آیا اور ان کے دربار میں جگہ پالی یہاں آکر نوشہرہ کے اطراف میں بوٹہ کدل کے قریب سکونت اختیار کی وہاں پر ایک خوبصورت اور خوش آئینہ چھوٹی سی مسجد بنائی (۳) وفات پاکر بوٹہ کدل میں ہی سپردخاک کیا گیا۔

۱۔واقعات کشمیر اردو ص ۱۸۴۔
۲۔واقعات کشمیر ص ۱۸۴۔
۳۔گزشتہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ذیل کے دو اشعار میر علی کے طبع زاد ہیں:۔

گل بہ دستم چہ نہی در کف من خار خوش است
این گل تازہ بر آن گوشہ دستار خوش است

یعنی پھول میرے ہاتھوں میں کیا دے رہے ہو، میری ہتھیلی میں تو کانٹے ہی اچھے لگتے ہیں۔ یہ تازہ پھول تو اس گوشہ دستار میں ہی زیب دیتے ہیں

یا یہ شعر

سبو سبو دہ وخم خم دل لوند مرا قدح چہ آب زند آتش بلند مرا

یعنی میرے اس جذبات سے بھرے دل کو صراحیاں اور مٹکے بھر بھر کر پلاؤ، پانی سے بھرے پیالوں سے بھلا میری بھڑکی ہوئی پیاس کیا بجھے گی۔

حکیم صفدر ہمدانی صاحب کے بقول کشمیر کی تعریف میں ایک منظوم رسالہ بھی لکھا ہے لیکن حکیم صاحب نے پھر منظوم رسالے کے کسی شعر کو درج نہیں کیا ہے۔

مولانا نامی اول

مولانا نامی کو حکیم صفدر صاحب نے ملاّ نامی کے عنوان سے ''تاریخ شیعیان کشمیر'' میں ذکر کیا ہے۔ مولانا نامی حسین شاہ چک کے شعراء اور درباریوں میں سے تھے۔ ان کو ادبیات عرب خصوصاً صرف ونحو پر کمال مہارت حاصل تھی۔ اعظم دیدہ مری کے بقول وہ ایک درویش اور گمنام شخص تھے (۱) وہ آگے ان کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:۔

''اس کے باوجود کہ خستہ اور شکستہ اور خمیدہ قد تھا ہمیشہ گل لالہ کی طرح پیالہ وجام کے ساتھ خوش اور نشاط کی محفلوں کا بزم آرا اور اہل شور وشغف کا شوق افزا تھے (۲) بتایا جاتا ہے کہ قصیدہ گوئی کے ساتھ غزل گوئی میں بھی کمال رکھتے تھے'' (۳)

۱۔ واقعات کشمیر ص ۱۸۵۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۸۵۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ۳ ص ۴۱۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نامی کے چند اشعار۔

عروسی است می شادی آئین او که — نتوان روان دار کابین او
به خاموش چهره زبانی دهد — بفرتوت زور جوانی دهد
چو پیدا ست چوں عودتن را گهر — می آتش که پیدا کند شان هنر

یعنی شراب ایک دلہن ہے اس کا دستور ہے خوشی منانا، جان بھی اس کے جہیز میں نہیں دی جاسکتی، خاموش چہرے کو گویا (زبان آور) بناتی ہے اور پیر فرتوت کو جوانی بخشتی ہے جیسے آگ میں جلانے سے عود خوشبو پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح شراب آدمی کے تن میں آگ لگا کر اس میں عود کی سی صفت پیدا کر دیتی ہے(۱)

یہ اشعار بھی انھیں کے منظومات میں سے ہیں۔

هرگز دلم بغیر تو مائل نمی شود — وز دیده نقش روی تو زائل نمی شود
از دوریت چه باك كه از بعد ظاهری — اصلاً میان ما و تو حائل نمی شود
دستم بریده باد چه کار آیدم بگو — در گردن بتان چو حمائل نمی شود

یعنی میرا دل ہرگز تیرے بغیر کسی اور کی طرف مائل نہیں ہوتا اور نہ ہی میری آنکھوں میں تیرے چہرے کا نقش مٹ پاتا ہے تمہاری دوری سے کیا ڈر؟ کہ یہ ظاہری فاصلہ اصلاً تیرے اور میرے درمیان حائل نہیں آتا، کٹ جائیں یہ میرے بازو تم ہی کہو یہ کس کام کے ہیں؟ اگر یہ (ہاتھ) معشوق کی گردن میں آویزاں نہ ہوں۔

ڈاکٹر شمس الدین احمد نے مجمع النفائس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ''مولانا نامی ایک زندہ دل درویش آدمی تھے اور علوم متداولہ سے واقف گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھے'' (۲)

شاہ فتح اللہ

حکیم صفدر ہمدانی صاحب مرحوم نے ''تاریخ شیعیان کشمیر'' میں شیعوں کے شعراء میں شاہ فتح اللہ کا ذکر مغل دور کے شعراء میں کیا ہے۔ شاہ فتح اللہ اپنے وقت کے علامہ اور زمانے کے فاضل تھے۔

۱۔ واقعات کشمیر ترجمہ شمس الدین احمد واقعات کشمیر ص ۷۶۲۔
۲۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۸۱۹ ص ۷۶۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ ایران کے رہنے والے تھے ایران سے پہلے دکن آئے (۱) وہاں کافی اکرام اور احترام پایا۔ کچھ مدت تک اکبر بادشاہ کے دربار میں بھی تھے اور وہاں انواع واقسام کی شاہی نوازشیں پائیں اور قرب وصحبت داری کی سعادت کے اعلیٰ مرتبوں تک ترقی کی۔

شاہ فتح اللہ ایک عظیم عالم و شاعر کے ساتھ ساتھ فن طباعت میں بھی وسیع معلومات اور کمال مہارت رکھتے تھے آپ نے ۹۹۷ھ میں انتقال فرمایا اور درگجن کے مزار شعرا میں مدفون ہوئے۔

اعظم ددمری نے واقعات کشمیر میں شاہ فتح اللہ کا ذکر یوں کیا ہے "شاہ فتح اللہ ایرانی تھے اور وقت کے علامہ اور زمانے کے فاضل تھے" وہ آگے لکھتے ہیں سال ۹۹۷ھ میں جب بادشاہ کا لشکر جنت بے نظیر کشمیر میں تھا تب محرقہ میں مبتلا ہوئے۔ چونکہ فن طباعت میں کمال مہارت رکھتے تھے ہرسہ کھانے سے علاج کیا ہر چند کہ حکیم علی جو شاہ فتح اللہ کے شاگردوں میں سے تھے اور حذاقت اور حکمت کے علوم سے آگاہ، نیز دوسرے ماہر طبیبوں نے بھی ہرسہ کھانے سے منع کیا تھا لیکن آپ باز نہیں آئے اور اجل کے فرشتے نے آپ کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے آپ کو اصلی قرارگاہ پر پہنچا دیا اور اس پہاڑ پر جو تخت سلیمان کے نام سے مشہور ہے مزار شعراء میں مدفون ہوئے"

گوشہ گیری اور فقر کی کیفیت سے خالی نہ تھے شیعوں نے آپ کے مقبرے کو طواف اور رجوع کرنے کی جگہ بنا دیا (۲)

ملاّ نامی ثانی

ملاّ نامی ثانی بھی چک بادشاہ حسین شاہ کے عہد کے شاعروں میں سے تھے اور ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بادشاہ کے نزدیک بہت مقام ومنزلت رکھتے تھے ان کا شمار بادشاہ کے واقف کاروں اور رازداروں میں ہوتا تھا۔ بادشاہ سے قربت کے باعث چونکہ بہت شوخ مزاج تھے ایک دفعہ دو عیدوں کے دو خلعتوں کے بجائے گھوڑے کے لیے یوں استدعا کی اور بادشاہ کو لکھا۔

۱۔ کشمیر میں شیعہ حکومت کے ساتھ ساتھ حیدرآباد میں بھی سالوں سال تک شیعوں کی حکومت تھی۔
۲۔ واقعات کشمیر اردو مرتبہ شمس الدین احمد ص ۱۸۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خلعت شاهی مرا اسب رسد یا زین رسد (۱)

یعنی شاہی خلعت میں مجھے گھوڑا دیا جائے یا زین؟

بادشاہ حسین شاہ چک چونکہ خود بھی شاعر مزاج تھے لہذا انہوں نے ان کے جواب میں شعر کا دوسرا مصرعہ یوں کہہ کر بھیجا:۔

"این چنین کم فهم را نه آن رسد نه این رسد"(۲)

یعنی اس جیسے کم عقل آدمی کو نہ یہ دیا جائے اور نہ وہ دیا جائے۔

مولانا مہری

مولانا مہری کا شمار کشمیر کے نامور شعراء میں ہوتا تھا۔شاعرانہ مزاج کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ عالم دین بھی تھے۔ اعظم دِدّمری نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ مولانا (مہری) علی شاہ کے زمانہ کے شاعروں میں سے تھے۔ استاد اور خوش فکر تھے اور علمی فضیلتوں سے بہرہ ور تھا(۳) جس کے باعث چک حکمران آپ کی بہت عزت واحترام کرتے تھے۔

محمد وآل محمد (علیہم السلام) خصوصاً حضرت علیؑ کے فضائل اور مناقب میں بہت اشعار کہے ہیں، من جملہ حضرت علیؑ کی شان میں ان کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

مرتضی پادشه مسند عالی نسبی است

آفتابی است که برج شرفش دوش نبی است.

مرتضی (شاہ ولایت نسب عالی مسند نشین بادشاہ ہے) وہ ایک ایسا آفتاب ہے جس کے شرف کا برج دوش رسول ہے۔

(البتہ ملک حیدر چاڈورہ نے اس شعر کی نسبت چک دور کے ملک الشعراء ملاّ احمد کشمیری سے دی ہے(۴)

۱۔واقعات کشمیر ص ۱۸۴۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۱۸۴۔

۳۔واقعات کشمیر ص ۱۸۴۔

۴۔تاریخ ملک حیدر چاڈورہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملا محمد امین مستغنی

تاریخ میں ہمیں دو ملاّ محمد امین کا ذکر ملتا ہے۔ایک کا ذکر کشمیر کے شیعہ شاعروں میں ملتا ہے۔جو فن شعر میں استاد تھے۔بادشاہ یوسف شاہ چک کی صحبت اور مجلسوں میں حاضر رہتے تھے اور بادشاہ سے خاصی عقیدت رکھتے تھے۔اعظم دڈّمری کے بقول جب یوسف شاہ چک ابدال بٹ کو شکست دینے کے بعد دوبارہ شہر میں واپس آیا تو ملاّ محمد امین نے دیوان حافظ سے یہ فال نکالی۔

یوسف گم گشته باز آید به کنعان غم مخور
کلبه احزان شود روزی گلستان غم مخور(۱)

یعنی کھویا ہوا یوسف کنعان پھر لوٹ آئے گا غم نہ کر غم کا گھر ایک دن گلستان بن جائے گا غم نہ کر۔

انہوں نے ستر (۷۰) سال کی عمر گزاری اور ۱۰۳۴ھ میں فوت ہوئے اور محلّہ آروٹ میں حضرت سید جلال الدین کے آستانے کے باہر مدفون ہیں۔

فن شاعری میں ملا امین کی مہارت اور کمال کا اندازہ ان کے اشعار ذیل سے ہوسکتا ہے۔

بسوزش عرق منت آتشی نه بود — تحملی که کرم را کنیم داغ کجاست
جهان زگم شده من اگر همه خبر است — سرو ولی که بگیرم از و سراغ کجاست
سیاهی شب مار نبرد پر تو مهر — رخی که در ره مامی نهد چراغ کجلست (۲)

یعنی "منت کے پسینہ کی سوزش کے مانند کوئی آگ نہیں، کہاں ہے وہ قوت تحمّل جس سے ہم کرم کو جلا دیں۔اگر میرے اس گم شدہ (چیز یا محبوب) کے بارے میں ساری دنیا باخبر ہے تو پھر مجھ میں وہ دل اور دماغ کہاں جس سے میں اس کو درک کرسکوں، آفتاب کا پرتو بھی میری رات کی تاریکی کو روشن نہ کرسکا، کہاں ہے وہ چہرہ جو چراغ بن کر میرے راستے میں رہے۔

یا اشعار ذیل

در ین چمن همه بیگانه هم اند — ولی ز بلبلم سخن آشنا بگوش آید
برهمن گردِ توگرم ره کفرم نما — که ز ایمان خودم شرم بسی می آید

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۰۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۱۸۴ و نیز تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یعنی اس باغ میں سبھی ایک دوسرے سے اجنبی ہیں لیکن بس ایک بلبل کی جانی پہچانی آواز ہے جو میرے کانوں میں رس گھولتی ہے۔ برہمن! میں تجھ پر قربان ہو جاوں مجھے کفر کا راستہ دکھا کہ مجھے اپنے ایمان سے شرم آ رہی ہے۔

یہ رباعی بھی آپ کی ہے جو آپ کے کمال قدرت اور طبع لطیف کی دلیل ہے۔

من خنده نیم به طبع عاشق ناساز — یا گریه که بروی روم چون غمّاز
یا ناله که سر به گوش بیگانه نهم — من درد دلم خلوتی محرم راز

یعنی میں وہ خندہ نہیں ہوں جو عاشق کی طبیعت پر ناساز ہو یا وہ گریہ جو چہرے پر غماز بن کر رواں ہو جائے یا وہ نالہ جو بیگانے آدمی کی طرف کان لگا کر رکھے میں دل کا درد ہوں جو خلوتوں کا محرم راز ہے۔

یہ رباعی بھی آپ ہی کی ہے۔

ای سینه ز وسواس توام مارستان — رگهای وجودم ز تو زنّارستان
عیسی کده از چشم تو بیمارستان — ناز تو به کائنات در کارستان

یعنی اے محبوب! تمہارے خیالوں کی بھرمار سے میرا سینہ سانپوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ میرے وجود کی رگیں تمہاری وجہ سے زنّار زار بن چکی ہیں (یعنی تیرے ہی دھن میں لگا رہتا ہوں) تیری آنکھوں کی وجہ سے عیسٰیؑ کا گھر شفاخانہ ہو گیا ہے بس یہ تیرا ہی ناز ہے جو کائنات میں کارفرما ہے۔

نیز یہ رباعی کشمیر کی تعریف میں کہی ہے۔

دو شینه چشم دل نهان از مردم — دیدم نه بهشت بلکه کشمیر دوم
خاکی از عبیر و مشک آگنده خمیر — آبی ز صفا وجود خود یافته گم(۱)

یعنی کل رات میں نے لوگوں سے پوشیدہ، دل کی آنکھوں سے جنت نہیں بلکہ دوسرا کشمیر دیکھا اس کی مٹی عبیر کی تھی اور اس کی خمیر میں خوشبو گوندھی ہوئی تھی۔ پانی ایسا تھا جس کی شفافیت میں گم ہو گیا تھا۔

۱۔ واقعات کشمیر، مترجم احمد شمس الدین، ص ۱۸۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تاریخ میں ایک اور مولانا محمد امین کا ذکر ایک بلند پایہ عالم دین کی صورت میں ملتا ہے۔ جو چک دور کے بعد مغل دور میں شیعوں کی تبلیغ دین میں مصروف تھا۔ سنیوں کے ساتھ مذہبی مناظرہ کا تذکرہ بھی ان کی زندگی میں ملتا ہے۔ جس میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے انہوں نے قاضی نور اللہ شوشتری سے، ان کی مناظرہ پر لکھی جانے والی کتاب بنام ''مصائب النواصب'' بھیجنے کی درخواست کی تھی (۱) حالات بتاتے ہیں کہ اس دور میں کشمیر کی آبادی میں شیعوں کا مجموعی شرح فیصد موجودہ شرح فیصد سے کہیں زیادہ تھی جو اس طرح کے مناظرے شیعہ وسنیوں میں ہوتے تھے۔

لیکن یہ بات کہ کیا یہ مولانا محمد امین وہی سابق شاعر ملاّ محمد امین ہیں کہ جن کا تخلص مستغنی تھا، یہ بات تحقیق طلب ہے۔ اگر چہ بعض قرائن پائے جاتے ہیں کہ یہ مولانا سابق الذکر ملا امین کے علاوہ کوئی اور شخصیت تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مستغنی کا رجحان طبع صوفیانہ تھا اور اس مولانا محمد امین کا رجحان مبلغانہ اور مناظرانہ تھا۔

مرزا علی خان (میر ابوالفتح)

مرزا علی خان ایران کے رہنے والے تھے کشمیر آ کر چک سلاطین کے عہد میں فوج میں ملازمت کرنے لگے۔ شعر صاف اور برجستہ کہتے تھے آپ گرچہ ایرانی تھے لیکن کشمیر کو مغلوں سے آزاد کرانے کی یعقوب شاہ کی جدو جہد آزادی میں برابر ان کے ساتھ تھے یہاں تک آپ نے کشمیر کی آزادی کی راہ میں اپنی جان تک نچھاور کردی۔

یعقوب شاہ چک نے جب ۹۹۶ھ میں میر بحر قاسم خان کی فوج پر شبخون مارا تو اس اذیت ناک جنگ میں شاہ فتح مرزا علی خان جان بحق ہوئے آپ صاحب دیوان تھے یہ شعر انھیں سے منسوب ہے۔

شام چو از چهره فگندی نقاب تاب نیاورد و نشست آفتاب (۲)

یعنی شام کے وقت جب تم نے اپنے چہرے سے پردہ ہٹایا تو سورج تاب نہ لا کر غروب ہوگیا۔

۱۔ شیعہ در ہند۔ ص ۵۵۹۔

۲۔ گزشتہ حوالہ ص ۱۲۱۔ نیز تاریخ شیعہ کشمیر تا پایان عصر مغول، ص ۱۵۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

محمد ملک چوڈوری

محمد ملک کا تذکرہ تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف جناب حکیم صفدر ہمدانی نے کیا ہے۔اور نقل کیا ہے کہ محمد ملک چوڈوری ایک فوجی افسر تھا اس کا تخلص ''رزمی'' تھا۔علی ملک چک اور محمد ملک چوڈوری، سید مبارک اور یوسف شاہ کے مابین ہونے والی جنگ ۹۸۸ھ میں مارے گئے (۱)

یہ شعر ان ہی کا ہے

تیر شرگان تو از جوش جان میگذرد
آری این تیر بزور دو کمان میگذرد(۲)

علی ملک

ان کا تذکرہ بھی حکیم صفدر ہمدانی صاحب نے تذکرہ شعراء شیعیان کشمیر میں تاریخ ملک حیدر سے کیا ہے۔اور لکھا ہے کہ محمد ملک شاعر مذکور کے ساتھ یہ بھی جنگ میں جان بحق ہوئے تھے۔

یہ شعر ان ہی کا ہے

ترانه تکمه سرخ اسب بر قبائے حریر
که کشته قطره خون منت گریبان گیر(۳)

ملکہ حبہ خاتون

چندن ہار (کشمیری میں ژوندہور) کا گاؤں سرینگر سے ۱۶ کلومیٹر دور پانپور کے جنوب میں واقع ہے اس گاؤں میں ایک کسان کے گھر میں ایک دلربا شکل وصورت کی بے نظیر بچی نے جنم لیا(۴) بچی کا نام اس کی خوبصورتی اور ملائم طبعی پر اسم بامسمیٰ ''زون'' رکھا گیا۔زون کشمیری میں چاند کو کہتے ہیں۔

اس دوشیزہ نے بچپن میں قرآن مجید، گلستان، بوستان وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ایک شاعرہ بن کر جوان ہوئی لیکن زون کی قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس کی شادی

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۳۔
۲۔گزشتہ حوالہ ص ۱۲۲؛ نجفی، سید محمد، تاریخ شیعہ کشمیر تا پایان عصر مغول، ص ۱۵۲۔
۳۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۳۔
۴۔شیعیان کشمیر کے معروف مورخ سید انیس کاظمی اور دیگر بعض مورخین کا خیال ہے کہ حبہ خاتون ایک سادات گھر سے تعلق رکھتی تھی اور وہ سیدہ تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اپنے گاؤں کے ہی ایک ان پڑھ اور جاہل لڑکے سے کردی گئی جو شاعری سے نابلد اور حسن کی قدردانی سے عاری تھا۔ حسن اور شاعری دونوں تعریف اور توصیف سے نکھرتے ہیں زون عموماً اداس رہتی تھی اس کے مفہوم دل سے اشعار موتی بن کر بکھرتے چلے جاتے تھے یہ بے جوڑ شادی زونی کے لیے قیامت بن گئی۔ یہ نازک اندام لڑکی دل میں محبت اور پریت کا دیپ لئے چاہت کے پھول چنتی رہی اس کے من میں پیار کا کنول تھا اور بن میں پھول کھلے تھے۔

لیکن اس کا ان پڑھ شوہر اس غیر مرئی طوفان درونی سے بے خبر تھا۔ وہ زونی کے دل کی دھڑکنوں کی آواز نہ سن سکا۔ اس کی بے حسی سے زونی کے دل سے نغمات کے چشمے پھوٹ نکلے اس نے اپنے دکھ اور درد کو موثر انداز میں پیش کرتے ہوئے ''وداکھ'' کہے۔

زونی کو اپنے شوہر کے علاوہ سسرال والوں کی ظلم وستم بھی برداشت کرنے پڑے وہ ان کے عمل سے تنگ آکر مایوس ہوئی اور اٹھ کر اپنے والدین کے گھر آگئی یہاں تک کہ نوبت طلاق پر آگئی۔

اس دوران ایک دن زونی غم دور کرنے کے لیے زعفران کے کھیت میں جانکلی اس نے پھولوں کو مخاطب کر کے اپنی غزل گانی شروع کی اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر فی البدایہ اشعار گن گاتی چلی گئی یہاں تک کہ شام ڈھلنے لگی، حسین دوشیزہ، زونی (چاندسا) چہرہ زعفران کے رنگین کھیت، کانوں میں پھولوں کی بالیاں، ہاتھوں میں چنبیلی کے گجرے، اور اس پر سریلی اور دل بہکانے والی میٹھی آواز نے راستہ چلتے کشمیر کے ولی عہد یوسف شاہ چک کو محو حیرت کر دیا۔ یوسف شاہ چک زونی کو دیکھتے ہی رہ گئے اور چونکہ خود بھی شاعری اور دیگر علوم وفنون کا ماہر تھے۔ زونی کی خوبصورتی اور زیبائی کے ساتھ ساتھ اس کی نزاکت بھری ادائیں اور شاعری کی مہارت دیکھ کر بے ساختہ زبان سے شعر کا یہ جملہ نکلا:۔

"زوناہ چھے درامژ چھلتھ تِہ چھو کتھ رود ما پیئے لو تئے لو"
یعنی چاندنی نہا دھو کر نکلی ہے کہیں بارش نہ ہو جائے"

زونی نے فوراً شعر کا دوسرا جملہ کہکر یوسف شاہ کو یوں جواب دیا۔

"بادشاہ صابو دل تھاؤ صافئے، تافئے کرس لو تئے لو"
یعنی ''بادشاہ صاحب اپنے دل کو پاک رکھو (بارش کے بجائے) دھوپ ہی نکلے گی''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جب نغمہ ختم ہوا اور دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں، تب زونی کو پہلی بار اپنے انمول سرمایہ کے اصلی خریدار کا احساس ہوا اس ملاقات نے دونوں کو بے قرار کر دیا عشق ومحبت کی آگ دونوں طرف بھڑک اٹھی۔

آخر کار یوسف شاہ نے حبہ خاتون سے شادی کر لی ۹۷۵ھ میں جب سلطان علی چک (شہزادہ یوسف شاہ کے والد) کا انتقال ہوا تو یوسف شاہ اس کی جگہ کشمیر کا بادشاہ بنا۔اب حبہ خاتون ملکہ کشمیر بن گئی اور کشمیر کی نور جہاں کہلانے لگی (۱)

یوسف خود بھی شاعر تھا اور ایک حسین دوشیزہ کی رفاقت نے اس کی شاعری میں اور رنگ بھر دیا ان دونوں کی راگنیوں نے کشمیر میں شعروشاعری کا جذبہ پیدا کر دیا (۲) اور اسے عروج تک پہنچایا۔

یوسف شاہ چک نے اس گرانقدر تحفہ کی قدر کرتے ہوئے سرینگر میں اس کے لئے یوسف باغ لگوا کر اس میں ان کی رہائش کے لئے عالی شان محل تعمیر کروایا۔یوسف شاہ جیسے قدردان سے شادی کے بعد حبہ خاتون کی زندگی بدل گئی اب اس کی شاعرانہ صلاحتیں اور اجاگر ہونے لگیں۔اس نے کشمیری شاعری کی بنیاد قائم کی جس پر آگے چل کر کشمیری شاعری کی شاندار عمارت کھڑی ہوگئی۔کشمیری شاعری میں وہ روح پھونک دی جس سے موجودہ کشمیر شاعری کے صنف غزل نے جنم لیا۔اس سے پہلے للہ عارفہ اور حضرت شیخ نورالدین ولی کے اشعار میں تصوّف کا رنگ تھا لیکن حبہ خاتون کے شعر ''محبت'' اور ''لول'' (لگن) کے جذبات سے لبریز ہیں۔

تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف کے بقول جس کام نے ملکہ حبہ خاتون کو بقا اور دوام کی دولت عطا کی ہے وہ حسب ذیل تھے۔

۱۔اس خاتون نے سب سے پہلے ایرانی نمونے پر کشمیری زبان میں غزل لکھی۔

۲۔کشمیر میں فارسی موسیقی کو مرتب کیا اس میں راست فارسی کے مقابلے میں راست کشمیری سے ایک مقام باندھا اور اس میں اپنی کشمیری غزلیں اور رباعیات شامل کیں جواب تک گائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات موسیقی میں بھی اپنا کلام شامل کیا۔

۱۔مطالعہ کشمیر ص ۲۰۸۔

۲۔چنار کشمیر ص ۱۱۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فارسی کا تتبع کرتے ہوئے بھی وزن وعروض کی ناگوار قید بند سے حتی المقدور پہلو بچایا۔ کہیں غزلیں اور قطعات صرف موسیقی کے (وزن) پر لکھے ان میں کوئی خاص بحر نہیں پائی جاتی مگر ان کی شعریت میں ایسا سحر ہے کہ عروض بھی وجد میں آ جاتے ہیں (۱)

حبہ خاتون کے کلام کی بنیاد جذبات نگاری، اظہار و فطرت اور واقعیت پر ہے ان کے علاوہ اس میں کمال کی بے ساختگی درد اور سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ اسے فن موسیقی میں بھی کمال حاصل ہے خصوصاً مقام عراق کے ادا کرنے میں ہندوستان سے ایران تک ضرب المثل تھی۔ اس زمانہ میں فارسی شاعری کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ جب حبہ خاتون نے کشمیری کلام کو موسیقی کے سہارے علمی محافل میں پہنچایا تو اس پر چہ میگوئیاں ہونی لگیں مگر کلام کی جاذبیت نے سب کو مسحور کر دیا اور شاعرہ کی شاعرانہ قابلیت کے سب قائل ہوئے (۲)

لیکن جب کشمیر پر اکبر بادشاہ نے حملہ کیا اور کشمیر کے خودمختار بادشاہ کو صلح کے بہانے ہندوستان کے صوبہ بنگال میں قید و مشقت میں رکھا تو حبہ خاتون کی زندگی درد و کرب کا ایک اضطراب انگیز نمونہ بن گئی۔ اس کے فراق اور جدائی میں ملکہ حبہ خاتون نے ایسی غزلیں کہیں جو سوز و گداز اور یاس و حرمان کے جذبات سے بھرپور ہیں۔ یوسف شاہ کی جدائی نے اس کو غم و اندوہ کا پیکر بنایا اور اسی کے فراق میں گھل گھل کر اس نے اس دنیا کو وداع کہا۔

اس طرح ان کی زندگی عروج و زوال کی بڑی دلچسپ داستان ہے گاؤں میں پیدا ہونے والی ''زون'' جوانی میں ایک گنوار سے بیاہی جاتی ہے لیکن یہ بے جوڑ شادی سال بھر سے زیادہ نہیں چلتی ۲۰ سال کی عمر میں ۲۸ سال کے یوسف شاہ چک سے شادی ہوتی ہے اور ملکہ کشمیر بن کر نور جہان کشمیر کہلاتی ہے۔ چودہ پندرہ برس کشمیر جنت بے نظیر میں یوسف چک کے ساتھ رہتی ہیں اور آخری بیس سال دنیا کے بکھیڑوں کو خیرآباد کہہ کر گوشہ نشین ہو جاتی ہے۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۵۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حبہ خاتون کے گیت کشمیر کے ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہیں۔اس کے گیت کسان، کھیتوں میں کام کرتے ہوئے، مزدور جھیلوں کے پر سکون پانی پر ہاؤس بوٹ کھینچتے ہوئے، تاجر دکانوں پر بیٹھے ہوئے سودا سلف بیچتے وقت، چرواہے بھیڑ، بکریاں چراتے ہوئے، عورتیں دھان کوٹتے، کھانا پکاتے، کپڑے دھوتے اور لڑکیاں چشموں سے پانی لاتے ہوئے گاتی ہیں (۱)

حبہ خاتون کا مجموعہ کلام تین حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے

اول۔اس کے ابتدائی اشعار ایک گاؤں کی زندگی کا نمونہ ہیں جن میں شوہر کی بے رخی اور اپنی کلفت کا ذکر ہے۔اس دور کی شاعری کو دراصل زندگی کا نوحہ اور شباب کی کہانی کہا جا سکتا ہے۔

دوم۔یوسف شاہ کے ساتھ ازدواجی رشتہ میں بندھ جانے کے بعد حبہ خاتون کے اشعار میں واردات قلب اور جذبات نگاری کے ساتھ ساتھ خیالات کی بلند پروازی پائی جاتی ہے۔

سوم۔یوسف سے جدائی کے بعد (آخری دور کے) اشعار میں دنیا کی بے ثباتی، تصوّف کے باریک نکات کا اظہار ہے (۲)

حکیم صفدر ہمدانی نے حبہ خاتون کی خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ:۔

''کشمیر میں ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ملکہ حبہ خاتون جیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ پیدا نہیں ہوئی (۳) لہٰذا حبہ خاتون کے تئیں مورخوں کی تنگ نظری اور جانبداری سے نالاں ہو کر لکھتے ہیں کہ:۔

''اگر ملکی مورّخین نے اپنی کوتاہ اندیشی اور تنگ نظری سے اس کی علمی اور ادبی خدمات کا کبھی بھی مفصل ذکر نہیں کیا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ قیامت تک ان اوصاف کے مداح پیدا نہ ہوں گے'' (۴)

۱۔مطالعہ کشمیر ص ۲۰۹ بنقل از کشمیر ادب و ثقافت ۱۶۵۔

۲۔آئینہ کشمیر ۳۸۲۔

۳۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۴۔

۴۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۲۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیری زبان میں ملکہ حبہ خاتون کے بعض اشعار:۔

ویرٚ ویٚن سیت وارہ چھس نو چارہ کر میوٚن ما لنیو ہو
گھرہ درایس آبہٕ نٹیس نوٹ میۂ پھٹمو مالنیو ہو
یا تہ دیتوم نٹہ نوٹاہ نتہ ہارہ نٹہ چےٚ مالنیو ہو

یعنی سسرال والوں سے میری نہیں بنتی ہے میکے والو میرے لئے کوئی چارہ کرو۔

میں گھر سے پانی کا گھڑا لانے کے لئے چلی (راستے میں) گھڑا ٹوٹ گیا۔

(میکے والو) یا ٹوٹے ہوئے گھڑے کے بدلے نیا گھڑا لا دو ورنہ نئے گھڑے کے لئے پیسے دو۔

ھشہ لانیم ٹوپسی تھپ سوی مِۂ گومہ مرنہ خوتہ سکھ
کترہ ژھاران کتر سنموٗ ورہ نون پیوٗم مالنیو ہو
یندرہ بچہ پیٹھ نندر پیموٗ ژکر پھٹموہ مالنیو ہو

میری ساس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ لیا یہ بے عزتی مجھے موت سے زیادہ ناگوار گزری۔

کنکریوں کی تلاش میں میرے پاؤں میں کنکری چبھ گئی اس سے میرے زخموں پر نمک پاشی ہوئی میرے میکے والو۔

چرخہ کاتتے کاتتے چرخہ کے پھٹے پر نیند آئی اور اسی میں چرخہ کاتنے کی ٹونٹی ٹوٹ گئی میرے میکے والو۔

یا یہ شعر

میئہ کئرژے کیت پوشہ دسوانہ چھاوٗ میئن دانہ پوش۔

چک دور میں شیعوں کے سماجی حالات

چونکہ شیعوں کی تواریخ اور علم وادب کا قیمتی خزانہ انقلابات اور حادثات زمانہ میں ضائع ہوگیا جس سے اس دور میں شیعوں کی سماجی حالت پر واضح روشنی پڑتی اور یہ واضح ہوسکتا کہ اس دور میں شیعہ کہاں کہاں اور کتنی تعداد میں تھے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر ہم یہ بھی قبول کریں کہ اس دور میں یہاں شیعوں کی اکثریت نہیں تھی لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ شیعوں کی شرح

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آبادی موجودہ شرح آبادی (۱) سے کئی گنا زیادہ تھی۔

جس کی تائید چک دور کے معاصر عالم دین قاضی نور اللہ شوشتری (شہید ثالت) کی کتاب "مجالس المؤمنین" سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ کشمیریوں کے مذہب کے متعلق رائے زنی کر کے لکھتے ہیں کہ "کشمیریوں کے مذہب کے متعلق مجھے کسی کتاب میں معلومات نہ ملیں البتہ اس بارے میں جو مجھے ان اطراف میں سیاحت کے دوران معلوم ہوا ہے وہ یہ کہ زڈی بل جہاں میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ ہے، کے تمام ساکنین شیعہ ہیں اسی طرح بابا علی جو میر شمس الدین عراقی کے خلیفہ اور مرید تھے اور جن کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سب شیعہ ہیں اور وہاں کے قصبوں میں قصبہ شہاب الدین پورہ جو کشمیر کے نفیس اور خوبصورت جگہوں میں سے ہے سب فدائی شیعہ ہیں اور وہاں کے پرگنوں میں سے "بسوکہ" پرگنہ جو دو سو دیہاتوں پر مشتمل ہے وہ سب کے سب شیعہ ہیں (اس کے علاوہ) دوسرے پرگنوں میں بھی بہت سارے گاؤں اور دیہات ایسے ہیں کہ جہاں کے ساکنین شیعہ ہیں جن کی تفصیل طویل ہو جائے گی (۲)

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ گاؤں اور دیہاتوں کے علاوہ خود شہر سرینگر میں بھی شیعوں کی بہت ساری بستیاں تھیں جن میں زڈی بل کو مرکزیت حاصل تھی جس کی ایک خاص وجہ وہاں میر شمس الدین عراقی کی قبر اور ان کی خانقاہ کا ہونا تھا۔ علاوہ ازاین اُس زمانے میں یہ علاقہ آب و ہوا کے لحاظ بھی کافی موزون تھا۔ زڈی بل کے بعد حسن آباد کو بھی خاص اہمیت حاصل تھی جس کی بنیاد چک حاکم "دولت چک" کے ہاتھوں پڑی تھی، خوبصورتی اور زیبائی کے علاوہ بابا علی کی قبر اور بابا حسن کی خانقاہ نے بھی اس کو ثانوی مرکزیت حاصل ہونے میں چار چاند لگائے تھے۔ اُس زمانے میں یہ ایک وسیع علاقہ تھا حالات زمانہ کے نشیب و فراز سے اب کئی گنا محدود ہو گیا ہے۔

اُس دور میں شیعوں میں مثالی اتحاد اور یگانگت پائی جاتی تھی وہ سب ایک ہدف کے حصول کے لئے کوشاں تھے۔ اُس دور کا شیعہ معاشرہ آج کے موجودہ شیعہ معاشرہ کی طرح ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھرا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ اس معاشرہ کے افراد نے ایک منضبط تسبیح کے دانوں کی طرح

۱۔ کشمیری مسلمانوں میں ۱۵% شیعہ مسلمان بتائے جاتے ہیں۔

۲۔ مجالس المومنین جلد ۱ ص ۱۱۸، چاپ تہران ۱۳۷۷ھ۔ش۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ایک دوسرے سے شانہ بہ شانہ مستحکم معاشرتی نظام کو تشکیل دیا تھا۔اس سے بڑھ کر ان کے اتحاد و بھائی چارگی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اپنے اتحاد سے مغلوں کے متعدد حملوں کو ناکام بنادیا۔

اس دور کے شیعوں نے بیرونی حملوں کے علاوہ اندرونی سازشوں کو بھی پاؤں تلے روندھا۔وہ اپنے خلاف شورشوں کو یوں کچلتے تھے کہ باغیوں کو ہندوستان کی طرف دُم دبا کر بھاگ جانے کے سوا کوئی اور چارہ ہی نظر نہیں آتا تھا۔

شیعہ معاشرہ پر علماء اور صوفیوں کا پورا کنٹرول تھا عوام علمائے ربانی کی تابع اور فرمانبردار تھی۔ علماء نے بھی ان کی ہدایت اور خوشحالی کی خاطر اپنے ذاتی اور شخصی مفادات کو ترک کر دیا تھا۔شیعہ معاشرہ اور سماج کی ترقی ان کا اہم مقصد تھا۔آج کی طرح ان میں کسی نے بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد نہیں بنائی تھی۔وہ اپنے معاشرہ کے دکھ درد کا احساس رکھتے تھے۔خود ان کے غم و شادی میں بنفس نفیس شریک رہتے تھے لہٰذا اُن خدا ترس علماء کا مذہب، اسلام کے جذبہ و وقار اور شیعوں کے درد میں مضمر تھا لوگوں میں اختلاف کو دور کرنے اور صلح آشتی کرنے کے مرجع بھی یہی علمائے ربانی تھے۔

اسی وجہ سے لوگوں حتیٰ کہ بادشاہان کشمیر کے دلوں میں بھی ان علمائے کرام کی محبت نقش کر گئی تھی۔ ان کا سیاست میں بھی عمل دخل تھا لیکن ان کی سیاست محض اپنے حقیر مفادات اور مقاصد پورے کرنے کے لیے نہیں تھی ان کی سیاست عین دیانت تھی۔انہوں نے سیاست اختیار کی تھی تا کہ اس سے معاشرہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔وہ سیاست کو دین سے جدا اور آزاد ہوتا دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن عملی سیاست میں رچے بسنے کے بجائے سیاسی حکمت عملی، مشاورت، رہبری کو دینی اقدار و سلامتی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ بادشاہوں کو صبر و تحمل اختیار کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور ان میں پیدا ہونے والی رنجشوں کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے تھے۔اس زمانے میں شیعہ مذہب کی ترقی اور تکامل میں میر شمس الدین عراقی کے بعد انہی علمائے ربانی اور صوفیائے کرام کا ہاتھ ہے۔

چک دور میں دیگر ہم وطنوں کے ساتھ شیعوں کے تعلقات

کشمیر کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہاں مغلوں کے منحوس قدم پڑنے سے پہلے تمام کشمیریوں ہندو مسلم (شیعہ اور سنیوں) میں بڑا اتحاد اور میل جول تھا اور کبھی کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا تھا۔ ہر کوئی آزاد تھا اور

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آزادی سے اپنے مذہب کی پیروی کرتا تھا۔تمام کشمیری قومی اتحاد کو برقرار رکھے ہوئے تھے لہٰذا کبھی بھی کسی اجنبی اور بیگانہ حملہ آور کو کشمیر پر تسلط جمانے کا موقع نہیں دیا۔

مسلمانوں کے اندر فرقوں میں بھی بے نظیر وحدت اور اسلامی اخوت پائی جاتی تھی۔ شاہ میری خاندان کے بادشاہوں کے زمانے میں بھی شیعہ وسنی بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں میں آپس میں شادیاں بھی ہوتی تھیں۔''شاہ میری'' خاندان نے تقریباً دو سو بیس (۲۲۰) سال تک کشمیر پر حکومت کی۔ وہ خود سنی مسلک کے پیرو تھے لیکن ان کی اس طویل مدت حکومت میں ایک واقعہ بھی ایسا رونما نہیں ہوا جس سے شیعہ وسنی میں کشیدگی پیدا ہوئی ہو یا کوئی فرقہ وارانہ فساد ہوا ہو۔ شیعہ اور سنی مسلک کی تبلیغ انہی سلاطین کے عہد حکومت میں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں ہو رہی تھی اگر ان دو گروہوں میں تنازعہ یا مناقشہ ہوتا تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس دور میں شیعہ وسنی مسلمان آپس میں دو بھائیوں کی طرح رہتے تھے اور آزادی سے اپنے مسلک کا پرچار کرتے تھے۔ شیعہ اکابرین شاہی دربار میں مشیر یا وزیر کے عنوان سے صاحب منصب ہوتے تھے۔

پھر جب شاہ میری بادشاہوں کے آخری دَور کے فرمان رواؤں کی چپقلش اور ان کی نااہلیت کے نتیجہ میں شیعہ مسلمانوں نے اپنی صلاحیت اور ذاتی استعداد سے ملک کی حکومت اور بادشاہت حاصل کی تو انہوں نے ملک کے تمام ادیان اور مذاہب مخصوصاً اہل سنت بھائیوں کی طرف دوستی اور برادری کا ہاتھ بڑھایا اور مذہب کو ملک کی سیاست اور اس کو چلانے کی خاطر ہتھیار کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ خود شیعہ ہونے کے باوجود اکثر شیعہ حکمرانوں نے اہل سنت مسلمانوں میں سے ہی اپنے وزیر اعظم کا انتخاب کیا۔

چک بادشاہت سے پہلے مرزا حیدر کاشغری نے شیعوں کا قتل عام کر کے جو قیامت ان پر ڈھائی تھی اگر چہ شیعہ بادشاہت قائم ہونے تک ان مظالم کو دس سال سے بھی کم عرصہ ہوا تھا اور ابھی شیعوں کے زخموں سے خون جاری تھا لیکن انہوں نے انتقام کی آگ کو دل و دماغوں سے کافور کر دیا۔ انہوں نے مرزا حیدر کاشغری کی روش کو نہیں اپنایا بلکہ اس کے برعکس وہ تمام کشمیریوں کو (بلا تمیز مذہب و ملت) عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور مذہبی رواداری کا بے نظیر مظاہرہ کر کے ہر ایک کو مذہبی معاملات میں آزادی دے کر بڑی فیاضی اور روشن ضمیری کا ثبوت دیا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وہ بلالحاظ مسلک ومشرب بزرگان دین کی اہانت اور توہین کے بجائے پابرہنہ ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اسی لئے کشمیر کے علماء اور فضلاء، صوفی، درویشوں نے ان کے حسن اخلاق، عدل وانصاف اور علماء پروری سے متاثر ہوکر ان کے شان میں شاندار قصیدے کہے۔

سلاطین چک میں شیعہ وسنی اتحاد ایسا قائم تھا کہ شیعہ وسنی آپس میں شادیاں کر کے رشتوں کو استوار کرتے تھے یہاں تک کہ خود بعض شیعہ بادشاہوں (علی چک وغیرہ) نے اپنی بیٹیوں کو سنی مسلمانوں کے نکاح میں دے دیا تھا۔

مسجد جامع اور عیدگاہ میں نماز جمعہ اور نماز عیدین اکٹھے پڑھتے تھے نماز جمعہ دونوں فرقے حنفی پیشواؤں کے پیچھے پڑھتے تھے۔ قضات بھی حنفی ہی تھے اکثر ارکان سلطنت بھی سنیوں پر مشتمل تھے۔ مذہبی تعصّب اور جنون کے لئے ان شیعہ حکمرانوں کے پاس کوئی جگہ نہیں تھی۔

اگر شیعہ یا ان کے حکمران اپنے مسلک کے علماء اور فضلاء کی قدر اور عزت افزائی کر رہے تھے تو یہ تقاضائے بشریت کے عین مطابق تھا۔ یہ فقط شیعوں سے مخصوص نہیں تھا بلکہ دنیا کا ہر انسان اپنے مذہبی علماء اور پیشواؤں کی عزت واحترام کرنا واجب سمجھتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ شیعوں نے مذہب کے نام پر دوسرے مسلک کے مسلمانوں یا کسی اور مذہب کے ساتھ سختی کی ہو یا کسی کو شیعہ مسلک اختیار کرنے پر مجبور کیا ہو۔

تاریخ کشمیر ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں کرسکتی جس میں شیعہ مسلمانوں نے جبکہ وہ اس ملک کے خود مختار بادشاہ تھے دوسرے کسی مسلک کے لوگوں کو بلا جواز قتل کیا ہو یا ان کی کسی عبادت گاہ، مسجد، خانقاہ، آستانہ کو گرایا ہو یا کسی کی بے احترامی کی ہو یقیناً تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حالانکہ چند برس پہلے ہی مرزا حیدر کاشغری نے ناقابل بیان ظلم، جبر وزیادتی ان پر روا رکھی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ ہر مسلک کے ماننے والوں کے ساتھ صلح ودوستی، محبت ومروت کے ساتھ زندگی گزارنے کے قائل تھے۔ اور اس بارے میں ائمہ اہل بیتؑ کی سیرت کے نقوش پر عمل پیرا ہونے کی کماحقہ کوشش کرتے تھے۔

یہ خود مختار اور روشن ضمیر شیعہ حکمران ہی تھے جنہوں نے ہندوؤں کا بھی ٹیکس معاف کردیا تھا اور کشمیر کی تاریخ میں یہ حسین شاہ چک ہی تھے جنہوں نے ان سے ملاقات اور ان کی مشکلات کو برطرف

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کرنے کے لئے ایک مخصوص دن مقرر کر رکھا تھا۔

شیعوں نے اگر حکومت پائی تو کبھی بھی انسانی اصولوں سے انحراف نہیں کیا۔ اگر انہوں نے مجرموں اور باغیوں کو سزائیں دیں تو یہ ملک کے امن و امان اور رعیت کی رفاہ و آسائش کے لئے ایک لامحالہ چیز تھی۔ دنیا کا کوئی قانون مجرموں اور (غیر ملکی حملہ آوروں سے ملے ہوئے) خائنوں کو کھلے عام اور آزاد گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کشمیر کی تمام تاریخی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اس بارے میں تو انہوں نے اپنے بیٹوں تک کو نہیں بخشا۔ جس کی شاہد مثال غازی چک کا وہ معروف واقعہ ہے جس میں انہوں نے جب اپنے بیٹے کو خطا کار پایا تو سرعام عیدگاہ کے میدان میں اسے بھی تختہ دار پر لٹکا کر صحیح معنوں میں غازی ہونے کا ثبوت دیا۔

شیعہ بادشاہوں کی اسی عدالت پسندی اور رعیت پروری کی بنیادوں پر یہاں کے متعصب مورخوں نے بھی ان کو ''خسرو عادل''، ''عدل و انصاف میں بے مثال'' اور ''کمال انصاف سے کام لیا'' جیسے شاندار الفاظ سے داد تحسین دی۔

لیکن بدقسمتی سے شیعوں کی حکومت کے آخری دنوں میں بعض خود خواہ اور ناعاقبت اندیش افراد نے مغلوں کی ایماء پر یہاں مذہبی تعصب کو ہوا دینا شروع کیا اور وہ تعصب روز بروز بڑھتا ہی گیا اور ہزاروں بے گناہوں کی جانیں تلف ہوتی رہیں۔ بچے جوان اور جوان پیر ہو گئے۔ نسلیں گزر گئیں اور صدیاں بیت گئیں لیکن دو بھائیوں (شیعہ و سنی) میں تعصب کم ہونے کے بجائے شدّت ہی اختیار کرتا گیا یہاں تک کہ انیسویں صدی کے اواخر خصوصاً بیسویں صدی کے شروع میں دونوں مسلک کی بعض اہم اصلاحی شخصیتوں نے اس مسلکی دشمنی کی لعنت کو ہمیشہ دور کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور ان کی انتھک محنتوں اور کاوشوں سے آخرکار یہ اندر ہی اندر کھوکھلا کر دینے والا گھن مسلمانوں کے دل و دماغ سے دور پھینکا گیا۔

یہاں کے شیعہ و سنی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے ذمہ دار صرف مغل حکمران خصوصاً اکبر بادشاہ ہے اُسی نے کشمیریوں خصوصاً شیعوں سے اپنے بزرگوں کی شکست اور ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے یہاں مذہبی تعصب کو ہوا دی۔ جس کے لئے اس نے اپنے زرخرید ایجنٹوں کا جال پھیلایا تھا اس بارے میں مزید توضیح آئندہ صفحات میں دی جائے گی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چک دور میں شیعوں کی معاشی صورت حال

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں شیعوں کی مالی حالت نہایت اچھی تھی ملک کے بہت سارے امیر اور سرمایہ دار خاندانوں کا تعلق بھی شیعہ مذہب سے ہی تھا جس میں چک خاندان کے علاوہ مُلک اور ماگرے خاندان وغیرہ معروف ہیں۔

اگر چہ اس دور میں شیعوں کا پیشہ عام تھا اور ہر نوع لین دین اور کاروبار کیا کرتے تھے۔ لیکن تاریخی ماٰ خذ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زیادہ تر شیعوں کا شغل فوجی ملازمت تھا جس کی طرف محمد قاسم فرشتہ نے بھی تاریخ فرشتہ میں اشارہ کیا ہے(۱)

فرشتہ کی تائید قاضی نوراللہ شوشتری کے بیان سے بھی ہوتی ہے وہ اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ ''کشمیر کے اکثر فوجی مثل ماگرے اور ڈانگر اور دوسرے طائفے شیعہ ہیں'' (۲)

شیعوں کی فوج میں ملازمت اور بھرتی کی علتیں یہ ہوسکتی ہیں:۔

الف۔ اس زمانے میں فوجی اور سپاہ گری ایک معزز اور باوقار پیشہ مانا جاتا تھا۔

ب۔ بعید نہیں ہے کہ مغلوں اور اندرونی بغاوتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے شیعہ حکمران انہیں فوج میں شمولیت کی ترغیب اور تشویق دیتے رہے ہوں گے۔

ج)۔ معیاری درآمد

جب ایک پیشہ باعزت اور باوقار ہوگا تو یقیناً اس کی آمدنی بھی اسی حساب سے ہوگی خصوصاً چونکہ مغلوں کے حملے بڑھتے جارہے تھے تو مغلوں پر غالب آنے کی صورت میں مال غنیمت کی فراوانی کے علاوہ بادشاہوں کے انعامات اور دیگر خصوصی مراعات بھی ان کو ملتی رہی ہوں گی۔

ان اسباب کی بنا پر شیعہ زیادہ تر فوجی پیشہ ہی اختیار کر کے اپنی باعزت زندگی گزارتے تھے اس کے علاوہ بعض شیعوں کا پیشہ گھریلو دستکاریاں بھی تھا۔

۱۔ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۹۳۵۔

۲۔ مجالس المؤمنین ص ۱۱۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پانچویں فصل

مغل دور لیکر ڈوگرہ دور تک شیعوں کے حالات

مقدمہ

مغلوں کی اصلیت ترکستانی ہے ہندوستان میں مغل حکومت کا بانی ظہیر الدین بابر مانا جاتا ہے۔وہ ترکستان کی ایک چھوٹی سی ریاست فرعانہ میں ''مرزا عمر شیخ'' کے گھر ۱۴۸۳ عیسوی میں پیدا ہوا۔ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف تیمور اور ماں کی طرف سے چنگیز خان سے ملتا ہے(۱) بابر کو باپ کے انتقال کے بعد گیارہ سال کی عمر میں ہی حکومت کی ذمہ داری سنبھالنی پڑی۔

ایک طرف وقت گزرجانے پر حکومت کے تجربوں کے ساتھ ساتھ سلطنت کی توسیع کی ہوس بھی اس کے دل میں جوان ہوئی ۔دوسری طرف اسی دوران ہندوستان میں لودھی خاندان کے آخری چشم و چراغ ''ابراہیم لودھی'' سے لوگ تنگ آچکے تھے اس لئے بابر کی نگاہیں ہندوستان کو فتح کرنے پر لگی ہوئی تھیں ۔بابر نے لودھی خاندان کے خلاف پائی جانی والی ہندوستانی عوام کی نفرت سے فائدہ اٹھا کر بارہ ہزار گھوڑسواروں کے ساتھ ابراہیم لودھی پر پانی پت کے مقام پر حملہ کیا ابراہیم لودھی گرچہ دفاع کے لئے ایک لاکھ فوجی لایا تھا لیکن اسے شکست اور پسپائی کا منہ دیکھنا پڑا۔اس طرح بابر ہندوستان پر

۱۔آئینہ کشمیر، حصہ دوم، صفحہ ۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قابض ہوا اور ۱۵۲۶ عیسوی میں پہلی بار یہاں مغل حکومت کا اعلان کیا گیا۔ ملک کے مرکز میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے بعد بابر نے دوسرے خودمختار راجاؤں کو بھی زیر کر کے ان کی سلطنتوں کو اپنی حکومت میں ملا لیا۔

ملکی توسیع کی پیاس جسے بجھانے کے لئے بابر نے ہندوستان پر قبضہ کیا تھا اس فتح کے بعد بھی اس کی پیاس نہ بجھی بلکہ وسائل اور مقدمات نیز طاقت و قدرت کے اضافہ سے اور شدت اختیار کر گئی۔ جس کی وجہ سے بابر نے اب کشمیر کو فتح کرنے کے لئے وسائل فراہم کرنا شروع کر دیئے۔ اپنے دلی ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے سلطان کشمیر محمد شاہ کے دور میں ''شیخ علی بیگ'' کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر کشمیر کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن کاجی چک کی بے مثال حب الوطنی اور شجاعت اور رشادت نے اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دیا۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد بابر نے دوسری مرتبہ ''ماگریوں'' (کشمیر کے ایک بانفوذ خاندان) کی مدد سے کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ کیا لیکن اسے اس بار بھی پسپا ہونا پڑا اور اسی دوران بابر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد ہمایوں نے تخت و تاج سنبھالا۔ اپنے دور اقتدار میں اسے بھی کشمیر فتح کرنے کی ہوس ہوئی اس کی اجازت سے اس کے بھائی ''کامران'' نے نوشہرہ میں ٹھہر کر ''محرم بیگ اور شیخ علی بیگ'' کی سرداری میں تیس ہزار سواروں کا لشکر کشمیر فتح کرنے کے لئے بھیجا (۱) لیکن اس بار بھی ''کاجی چک'' کے بے نظیر دفاع نے انہیں پسپا ہونے پر مجبور کیا لہٰذا وہ صلح کر کے واپس دہلی لوٹ آیا۔

اس کے بعد ہندوستان میں مغل حکومت شکست سے دوچار ہوئی اور شیر شاہ سوری (۲) ہمایوں کو شکست دے کر خود ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ ہمایوں نے فرار کا راستہ اختیار کر کے شاہ ایران کے دربار میں پناہ لی اور اسے حکومت واپس دلانے میں امداد کی درخواست کی۔ ایران کے عظیم شہنشاہ ''شاہ طہماسب'' نے بیرم خان کی سربراہی میں فوجی امداد دے کر ہمایوں کو دوبارہ دہلی کا تخت و تاج دلایا۔

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۱۲۶۔

۲۔ جس کی حکومت افغانستان پر تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس طرح ہندوستان میں پھر مغلیہ سلطنت قائم ہوگئی۔ جن دنوں ''ہمایوں'' ایرانی بادشاہ کے دربار میں پناہ گزین تھا انہی دنوں ''نینی تال'' میں ہمایوں کا بیٹا ''اکبر جلال الدین'' پیدا ہوا تھا۔

ہمایوں ۹۶۳ھ میں چھت سے گر کر اچانک فوت ہوا اس وقت اکبر کی عمر صرف تیرہ سال اور نو مہینے تھی۔ بیرم خان اکبر کا اتالیق مقرر ہوا اکبر کے تخت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی مغل سلطنت میں جگہ جگہ بغاوتیں اور شورشیں اٹھنی شروع ہوئیں لیکن بیرم خان نے تمام بغاوتوں کو سختی سے دبا دیا۔ چند برس میں بیرم خان اور اکبر کے درمیان حالات کشیدہ ہوئے جس کی وجہ سے اکبر نے سلطنت کا پورا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے کر بیرم خان کو بغرض حج مکہ روانہ کیا اور پھر راستے میں کسی نے بیرم خان کو قتل کیا۔

(الف) مغل دور میں شیعوں کی سیاسی صورت حال

اکبر نے گوالیار، مالوہ، جونپور، اودھ، گجرات کو فتح کرنے کے بعد کشمیر پر حملے کر کے اسے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن کشمیریوں کے اتحاد و بھائی چارے نے اسے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ متواتر شکست اور مسلسل ناکامیوں نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے اکبر بادشاہ کو ''نظامی اور فوجی حملہ'' کے بدلے کچھ اور سوچنے پر مجبور کیا جس کے نتیجے میں اکبر بادشاہ نے یہاں کے کئی سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کو زر کثیر دے کر خریدا اور انہیں کشمیر میں داخلی اختلافات اور مذہبی احساسات کو ابھارنے اور ہوا دینے پر مامور کیا۔ اکبر بادشاہ کی یہ فریب کاری رنگ لائی اس کے زر خرید ایجنٹوں نے من وعن اس کے احکامات جاری کیئے۔ جس کی وجہ سے کشمیری امراء اور سیاسی راہنماؤں میں روز بروز نااتفاقی اور ناسازگاری پیدا ہونے لگی۔ تفرقہ اور اختلافات کے ان حالات میں وہ دن آنے میں دیر نہیں لگی جب ملک کے قومی اور ملی اتحاد کا شیرازہ ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر کر رہ گیا۔

ان افراد کے حالات کو دیکھ کر اکبر کو اپنی کامیابی زیادہ دور نظر نہیں آئی لہٰذا اب وہ بس ایک بہتر موقع کی تلاش میں تھا تا کہ کشمیریوں کی آزادی اور استقلال کے تابوت میں آخری کیل پیوست کر دے، جس کے لیے اس سے بہتر موقع اور کیا ہوسکتا تھا کہ جب خود کشمیر کے ہی ذمہ دار اور سیاسی راہنما (سرکردہ سردار اور علماء) اسے کشمیر فتح کرنے کی دعوت دیں!!!

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اکبر کو چونکہ کشمیریوں کی نا اتفاقی اور ان کے اختلافات کو دیکھ کر اپنی کامیابی کا پورا اندازہ ہو چکا تھا لہٰذا اس نے بغیر کسی تاخیر کے ان کی دعوت قبول کر کے ایک عظیم لشکر کشمیر کو تاراج کرنے کے لیے بھیجا اس طرح وہ اس کشمیر پر قابض ہونے میں کامیاب ہوا۔ اب چونکہ وہ اپنی کامیابی کا راز (مذہبی اختلافات کو ہوا دینا) جان چکا تھا لہٰذا اپنی غاصب حکومت کے استحکام اور اس کی بقا کے لئے بھی اسی آزمودہ نسخہ پر عمل کرنے میں پابند رہا۔

راقم کے ذہن میں آج بھی یہ سوال معمہ بنا ہوا ہے کہ آخر کشمیر کے علماء اور صوفیائے کرام نے کیونکر اکبر کے نئے ایجاد کردہ دین بنام دین الٰہی (جس کی اساس اور بنیاد ہی بے دینی اور غیر شرعی امور حتی کفر و شرک پر تھی) سے سمجھوتہ کیا؟ بہر حال ایسا ہو کر رہ گیا اور ان علماء اور صوفیائے کرام نے گرم جوشی سے مغل افواج کا استقبال کر کے اپنے ہم مذہبوں کو بھی مغل فوجوں میں شامل ہونے اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کرنے کی تاکید کی۔

مگر افسوس کہ الحاق کشمیر کا، فوری نتیجہ تمام امور زیست میں شاہانہ ترجیحات کی صورت میں نکلا۔ کشمیریوں کو پست ترین حالات میں ڈھکیل دیا گیا۔ ان کے ساتھ مفتوح قوم کا سا سلوک کیا گیا اور دوسری شکست خوردہ قوموں کے مانند وہ بھی شاندار قومی تشخص، آزادی، عزت نفس اور شجاعت سے محروم ہو گئے (۱)

مغلوں نے کشمیر کو گویا ایک اپنی نو آبادی کی طرح رکھا، سرینگر شہر کو مغل چھاونی میں اور یہاں کی عمارتوں کو فاتح فوج کی بیرکوں میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح انہوں نے آبادی کو کرب و اضطراب میں مبتلا کر دیا انہوں نے کشمیریوں کی تصویر بدترین شکل میں پیش کی ان کے یہ جملے آج بھی تاریخ اپنے سینے میں محفوظ کئے ہوئی ہے۔

"کشمیر جنت ہے لیکن یہاں کے لوگ جہنمی ہیں"

مغلوں نے یہاں اپنا تسلط برقرار رکھنے کے لئے کشمیریوں میں میل ملاپ پیدا کرنے کے بجائے دشمنی اور نفرت کا ماحول پیدا کر دیا۔

۱۔ تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، ص ۱۵۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آزادی کے لیے آخری جدوجہد

یعقوب شاہ چک اگر چہ آخر میں اکبر کے فریب میں آکر اس کے پاس حاضر ہوا لیکن شیعہ (۱) مسلمانوں اور چکوں کی روح ملک کی آزادی کے لیے بے قرار رہی اور وہ ہمیشہ دوبارہ آزادی حاصل کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً مغلوں کے خلاف تحریکیں اٹھاتے رہے۔ اکبر کی موت اور خسرو کی بغاوت نے ان کو یہ موقع دے دیا تھا کہ ایک بار پھر مغل اقتدار کے خاتمے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ انہوں نے ''امبا خان چک'' کی سرکردگی میں اپنی فوجیں جمع کیں اور ایک بار پھر وادی میں تحریک اٹھائی۔ وہ لداخ اور بلتستان جہاں شیعہ آبادی تھی، کے عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب صورتحال کافی حد تک نازک ہوگئی تو کشمیر کے گورنر ''مرزا علی اکبر'' نے مکر و فریب سے کام لے کر مجاہدوں کے ساتھ مصلحانہ رویہ اختیار کیا وہ ان کے ساتھ اپنی جھوٹی ہمدردی جتلانے لگا اور امبا خان کو اپنے طرفداروں سے الگ کرنے میں کامیاب ہوا۔ امبا خان سے مجاہدوں کو الگ کرنے کے ساتھ ہی حکومت نے ان میں پھوٹ اور تفرقہ ڈالا جو حکومت کی کامیابی کا باعث بنی۔ پھر مرزا علی اکبر نے اپنی فوجیوں کو حکم دے دیا کہ شیعہ چکوں کا کوئی آدمی، سپاہی، زمیندار، صنعت کار میں سے جو بھی سامنے آئے اسے جان سے مار دیا جائے اس طرح چکوں (شیعوں) کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

تاہم چکوں (جو مغل اقتدار کے بعد سے ہی مسلسل قابض فوج کے خلاف جنگ آزادی جاری رکھے ہوئے تھے) کا سیاسی اور ثقافتی خاتمہ اعتقاد خان کے ہاتھوں ہوا۔ وہ ۱۰۳۲ھ مطابق ۱۶۲۴ عیسوی میں کشمیر کا گورنر مقرر رہا اس کے عہد میں شیعوں اور چکوں کی قیادت حبیب خان چک اور احمد خان چک کر رہے تھے۔ یہ تحریک اس وقت زور پکڑ گئی جب ان کو بلتستان کے شیعہ سردار ''ابدال'' سے مدد مل گئی لیکن اعتقاد خان نے سختی سے ان کا جواب دیا اور انہیں تہس نہس کر دیا۔

چونکہ زیادہ تر شیعہ ہی مغل حکمرانوں کے خلاف تھے اس لئے اعتقاد خان نے جو ظلم و ستم کے پہاڑ ان پر ڈھائے ہیں ان کے بیان سے قلم عاجز ہے۔ لیکن تاریخ محفوظ رہنے کی خاطر اگلی بحث میں اس کے بعض مظالم کی طرف مختصر اشارہ کیا جائے گا۔

۱۔ اگر چہ بعض اہل سنت سردار بھی مغلوں کے خلاف جاری مزاحمت میں شیعوں کے ساتھ شامل تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مجاہدین وطن پر مغلوں کے مظالم

مغلوں نے کشمیر پر اپنی حکومت برقرار رکھنے، اور کشمیریوں کو مزاحمت اور جدوجہد آزادی سے دور رکھنے کے لیے یہاں بہت سارے استعماری حربے استعمال کیئے، کبھی زر تو کبھی زور دکھائے، کبھی وعدے تو کبھی دھمکیاں دیں۔ جس طرح بھی ممکن ہوسکتا تھا جنگ آزادی کو روکنے کی کوشش کرتے رہے لیکن دوسری طرف کشمیر کے مجاہدین بھی ملک کی آزادی کے بغیر کسی اور چیز پر تیار نہیں تھے۔

مسلسل مزاحمت کی وجہ سے ہی یہ مجاہدین وطن، مغلوں کے ایسے وحشیانہ ظلم وستم کے شکار ہوئے جس کی مثال تاریخ میں اگر بے سابقہ نہیں تو یقیناً کم سابقہ ہیں۔ انسان جب ان کی داستان پڑھتا ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو کے سیلاب جاری ہوجاتے ہیں۔

زندان، قتل، قطع اعضاء، آنکھیں نکلوانا ان مجاہدوں کی تقدیر بن گئی تھی۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا تھا کہ اگر مرے ہوئے حیوانوں کے ساتھ بھی وہ روا رکھا جاتا تو ہر انصاف پسند انسان ایسے کام کے مرتکب افراد کی مذمت کرتا۔ اب اگر ایسا وحشی سلوک انسانوں کے ساتھ روا رکھا جائے تو مرتکب افراد کے بارے میں، ان کے وحشی پن اور درندگی کے سوا اور کیا رائے قائم کرسکتا ہے؟

مجاہدوں کے تئیں مرزا یوسف کے سلوک کے بارے میں بہارستان شاہی میں آیا ہے کہ ''اس کا معمول تھا کہ وہ ہر روز حیلہ و بہانہ سے کشمیر کے چند نامور اور بارسوخ اشخاص کو پکڑ کر قتل کرواتا تھا۔ اس نے بہرام نایک اور اس کے فرزندوں کو زہر دیکر مار دیا سیف خان، علی خان دچھن پارہ اور ابراہیم چک وغیرہ کی آنکھیں نکلوا کر اندھا بنادیا'' (۱)

مرزا یوسف نے ہی محب علی کو بحیثیت فوجی افسر ''دچھن پارہ اور کھاور پارہ برگنہ'' میں انتخاب کیا تھا۔ کشمیری سپاہیوں (مجاہدوں) کی خاص جماعت نے اس کی ملازمت اختیار کی تھی۔ محب علی نے ایک دن ان تمام سپاہیوں کو چہرہ نویسی کے بہانہ سے ''مجھ بون چشمہ'' کے پاس جمع کیا اور وہاں ان کو برہنہ کر کے قتل کرادیا۔ مرزا یوسف نے ہی ''لوہر چک اور اس کے بھائیوں اور فرزندوں'' کو اکبر کی

۱۔ بہارستان شاہی صفحہ ۴۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طرف سے امان کا وعدہ دے کر اپنے پاس بلایا اور عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر ان سب کو قتل کرا دیا۔ حسین چک فرزند شمس چک کپوارہ کے سپاہیوں نے ''ملاّ جمیل بیگ'' کے دھوکے میں آ کر اس کی ملازمت اختیار کی۔ ملاّ جمیل وقت کا منتظر تھا اس نے ان تمام کشمیری سپاہیوں کو دھوکہ اور فریب سے ریگی پورہ کے مقام پر قتل کرایا (۱)

شمس چک ولد دولت چک کو دکن کی طرف جلاوطن کیا گیا تھا جہاں پر وہ فوت ہوا۔ اس کے دو فرزند حسین چک اور ظفر چک کشمیر واپس آئے اور لداخ کے راجہ کی امداد حاصل کر کے انھوں نے لار کے علاقہ میں مغل حکمرانوں کے خلاف بغاوت شروع کی اور جہانگیر بادشاہ کی فوج کے ساتھ دو ماہ تک مقابلہ کرتے رہے اس کے بعد لداخ کا راجہ کشمیریوں کی نااتفاقی دیکھ کر واپس چلا گیا۔ ادھر مغل فوج کافی تعداد میں پھر مقابلہ کے لئے آئی جس سے کشمیری سردار پسپا ہوئے اور انھیں شکست ہوئی۔ مرے ہوئے کشمیری سپاہیوں کے سر کاٹ کر کشتیوں سے سرینگر لائے گئے جہاں مغلوں نے ان سے منار تیار کروائے (۲) اس دوران محمد قلی خان کشمیر کا موجودہ صوبیدار فوت ہوا اور مرزا علی اکبر اس کی جگہ مقرر ہوا۔

اس نے قاضی صالح کے ذریعہ ظفر خان کو قسمیں دے کر اپنے پاس بلایا، لیکن پھر برخلاف وعدہ اسے پابند سلاسل کیا۔ اس کے بعد کشمیری سپاہیوں اور کاریگروں میں جس کو بھی پایا اس کو قتل کیا۔ دو دن کے بعد ظفر خان اور سترہ امیرزادوں کو قید سے نکال کر بڑی بے رحمی اور بہیمانہ طور پر قتل کیا۔ ان کی لاشیں کوچوں اور بازاروں میں پھرائی گئیں۔ پھر ان لاشوں کو رعناواری کی سڑک پر کھلی دھوپ میں رکھا گیا اور کسی کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں دی گئی لیکن جب اہل محلّہ ان سڑی لاشوں کی بدبو سے عاجز آ گئے تو کمہاروں نے (جو اس جگہ بستے تھے) راکھ کے انبار ان لاشوں پر ڈال دیئے (۳)

اگر مجاہدین وطن اور شیعوں پر مظالم ڈھانے میں سابقہ مغل حکمرانوں سے کوئی کسر رہ گئی تھی وہ اعتقاد خان نے پوری کی۔ وہ ۱۰۳۲ھ میں کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا اور کشمیر میں قدم رکھتے ہی اس نے

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱۔

۲۔ شاید اس طرح کشمیریوں سے اپنے گذشتہ اسلاف کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

۳۔ بہارستان شاہی ص ۲۲۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں اور چکوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ قاضی ظہور الحسن ناظم کے مطابق اس نے ''چکوں کی ایسی گوشمالی کی کہ پھر کسی کو سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی'' (۱) تاریخ میں یہ بات ثابت ہے کہ وہ شیعوں کو پکڑ کر بھیڑ، بکریوں کی طرح ذبح کیا کرتا تھا۔

اعظم دڈ مری ''جو ایک معروف شیعہ مخالف مورخ ہے'' چکوں اور شیعوں پر اس کے بے انتہا مظالم کا ذکر کر کے بیان کرتا ہے کہ ''جس طرح چاولوں میں سے شالی کے دانے نکالے جاتے ہیں اسی طرح اس صوبیدار نے چک خاندان (شیعہ) کے مردوں کو چن چن کر قتل کیا ہے'' (۲)

وہ آگے لکھتا ہے کہ اعتقاد خان جہاں کہیں بھی چکوں کے قیام کرنے کی خبر سن لیتا تھا تو آدمیوں کو متعین کر کے ان کو قید اور قتل کرنے کا حکم دیتا اور اپنے دروازے کے سامنے گروہ گروہ میں اکٹھا کروا کے ان کو قتل کر دیتا تھا۔ (۳)

اعتقاد خان نے شیعوں اور چکوں پر اتنی شدت اختیار کی کہ اعظم دڈ مری کے مطابق اس عہد میں چک قوم ملک گیری کی ہوس سے ہاتھ دھو بیٹھی اور گمنام ہو کر اپنا وجود کھو چکی اور شجاعت کا دم بھرنے سے دستبردار ہو کر انھوں نے مزدوری وحمالی اور کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا (۴)

محمد الدین فوق نے یوں لکھا ہے ''اب اعتقاد خان نے ان (شیعہ چکوں) کو بہت ستایا، گروہ گروہ گرفتار کر کے حوالہ تیغ کر دئے۔ یہاں تک کہ ملک گیری کی ہوس سے ناامید ہو کر بہ جان ومال تائب ہو گئے'' (۵)

اس قتل عام میں جو شیعہ چک بچ گئے وہ فرار ہو کر اور دور جا کر گمنامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔ انہوں نے اپنا لباس اور شکل وشباہت بھی بدل دی تا کہ پہچانے نہ جائیں۔ اس طرح سے ان وطن کی آزادی کے مجاہدوں اور جانبازوں کو نیست ونابود کیا گیا۔ (۶)

۱۔ نگارستان کشمیر، ۲۱۸۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۲۰۱۔

۳۔ واقعات کشمیر ص ۲۰۱۔

۴۔ واقعات کشمیر ص ۲۰۱۔

۵۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۵۳۶۔

۶۔ تاریخ کشمیر ملا خلیل مرجان پوری ص ۱۸۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

انتقام کا دھارا

کہا جاتا ہے کہ بہادر بہادر کی قدر کرتا ہے لیکن کشمیر میں مغلوں کی حکومت کا آغاز ظلم وستم سے کیا گیا۔ مغلوں نے شیعہ مخالف قائدین سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق پہلے چک بادشاہوں کے محلات کو مسمار کیا۔ جو بلند و بالا پہاڑیوں کے دامن میں بنے ہوئے تھے اور کشمیر کی سطوت ماضی کے آئینہ دار تھے۔ پھر دوسری عالیشان عمارتوں کو کھدوایا۔ آخر میں شاہی مقبرے کو نیست و نابود کیا اور ان کے تراشیدہ پتھر وہاں سے اٹھا کر مسجدیں تعمیر کیں۔ انسانوں کے مزارات میں استعمال کی ہوئی چیزوں سے خدا کے گھر کی تعمیر کی۔

اس کے بعد چک سردار مختلف بہانوں سے بلائے گئے اور موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے مختلف بہانوں سے کئی مرتبہ شیعوں کا قتل عام کرایا۔ پھر ان چک سرداروں کی طرف توجہ دی گئی جنہوں نے اپنی قوم سے غدّاری کی تھی اور مغلوں کے دوست بن گئے تھے ان میں اکثر کو آگرہ بھیج دیا گیا جن میں شیر علی ماگرے، یوسف خان، ابراہیم خان، شمس چک، شمس دونی، سید حسین بیہقی علی ڈار، اسمٰعیل دونی شامل تھے۔

قصر حکومت کی بنیادوں میں شیعہ راہنماؤں کا خون دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی دیواروں پر شیعہ عوام کے خون سے نقش و نگار بھی بنائے گئے اور اس خدمت کو بعد کے صوبہ داروں نے انجام دیا۔ چک آبادیاں ویران کر دی گئیں اور بچے کھچے سردار ترک وطن کر گئے،۔ اس طرح شیعہ مخالف اکابرین کا یہ مطالبہ پورا ہوا کہ چک قبائل کو تباہ و برباد کر کے ان کو کشمیر میں بسنے کی اجازت نہ دی جائے۔

اس کے علاوہ شیعوں کو معیشت کی موت مارا گیا، ملازمت کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے مجبوراً رزم آزما قبائل کی اولاد حلال روزی کے لئے دست کار بن گئی تاہم بادشاہوں کی اولاد کوئی نیچا کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ بلکہ زیادہ تر دستی صنعت کی طرف توجہ دی جس کے اثرات قالین بافی، شالبافی اور پیپر ماشی کی صورت میں اب تک موجود ہیں۔

یہ انجام اس شجاع قوم کی نسلوں کا ہوا جن کی تلواروں کی جھنکار کشمیر کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر آج بھی سنائی دیتی ہے اور جن کے خون کی آبیاری سے آج بھی پہاڑوں کی وادیوں میں گل لالہ جیسے پھول اُگتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعہ مخالف بہت خوش ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنا انتقام لے لیا لیکن پھر ان کی باری بھی آ گئی کیونکہ اکبر ایک مذہبی انسان سے زیادہ ایک سیاسی حکمران تھا۔ اس کو تو کشمیریوں کا دم خم نکالنا تھا لہٰذا پہلے اس نے بالا دستوں پر ہاتھ صاف کیا پھر زیر دستوں کی توانائی خون چوس کر نکالی۔ تاہم اس ظلم و تشدد میں مزدور یا ملازم بن کر ملوث ہونے سے مختلف طریقے اپنا کر شیعہ عوام نے خود کو محفوظ رکھا۔

شیعہ سیاسی طور پر اس دور میں بالکل منظر عام سے ہٹ گئے۔ اکثریت تقیہ کی سی صورت میں گمنام ہوگئی اور ایک تعداد کشمیر چھوڑ کر چلی گئی (۱)

کشمیر پر ۱۶۷ سال حکومت کرنے کے بعد مغل حکومت کمزور پڑ گئی تو کشمیر کے ایک راہنما میر مقیم اپنے ایک خاص دوست کے ساتھ افغانستان کے حاکم ''احمد شاہ ابدالی'' کے دربار میں گیا اور مغل حکومت کا خاتمہ کر کے کشمیر کو افغانستان کے ساتھ ملانے کی درخواست کی۔ ۱۷۵۳ء عیسوی میں افغانی فوج نے کشمیر پر حملہ کیا اور مغل حکومت کو ختم کر کے اپنی حکومت کا اعلان کیا۔

مغل دور میں شیعہ امراء اور صوبیدار

الف: مرزا حیدر ملک چغتائی

تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف ''ملک حیدر'' کے خاندان کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ مرزا حیدر ملک کا تعلق ''چندر بنسی'' خاندان سے تھا۔ یہ خاندان ''کانگڑہ'' میں حکومت کرتا تھا مرزا حیدر کے جد اعلیٰ ''مل چند'' کو راجہ جے سنگھ والی کشمیر نے ''لار'' پرگنہ بطور جاگیر عطا کیا تھا اور اسے اپنا وزیر مقرر کیا تھا یہ اقتدار اور منصب اس کی اولادوں میں چغتائی عہد (مغل عہد) کے قریب تک حاصل رہا۔ (۲)

مرزا ملک حیدر کے اسلاف میں جن کو اقتدار حاصل تھا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پرتھی چند دو سال ۲۔ کک چند ایک سال ۳۔ مل چند گیارہ سال ۴۔ بلاد چند ۲۳ سال ۵۔ ملک موسیٰ رینہ بت شکن ۹ سال ۶۔ عیدی ملک ایک سال ۷۔ ملک محمد ناجی (۳)

۱۔ تاریخ شیعیان علی ص ۳۴۱۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۳۵۔

۳۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۷۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

رینچن شاہ نے ۷۲۵ھ میں راون چند کو لداخ اور لار کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا اور اسے ''ملک'' کا لقب بھی دیا۔ یہ لقب اس وقت احترام اور تعظیم کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ رینچن کے بعد جن درباریوں نے اسلام قبول کیا ان میں ایک ''راون چند'' بھی تھا۔

سلطان شہاب الدین نے اچل چند کو چاڈورہ کا گاؤں جاگیر میں بخشا تھا یہ گاؤں چرار شریف کے راستے پر واقع ہے۔ چاڈورہ سرینگر سے چرار شریف جانے والی شاہراہ پر واقع گاؤں ہے جو اس زمانے میں ایک وسیع علاقہ تھا اسی خاندان کی وجہ سے ''چاڈورہ'' تاریخ کشمیر میں سیاسی اعتبار سے خاصا مشہور تھا (۱)

اکبر کے ہاتھوں کشمیر مسخر ہونے سے پہلے حیدر ملک نے یہاں کے کشمیری بادشاہ یوسف شاہ چک کی خدمت میں چوبیس سال کا عرصہ گزارا۔ بلکہ اکبر بادشاہ کی طرف سے جلاوطن کئے گئے کشمیر کے خود مختار بادشاہ (یوسف شاہ چک) کے ساتھ بنگال میں بھی ہم رکاب تھا۔ اسی زمانے میں (جہانگیر کے حکم سے) جب قطب الدین بنگال کے صوبیدار نے شیر افکن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حیدر ملک نے ان کے قتل کے بعد شیر افکن کی بیوی مہر النساء (نور جہان) اور اس کی والدہ کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کیا۔ حیدر ملک بہت ہی احترام اور حفاظت سے انہیں اپنی کوٹھی پر لایا اور چالیس دن تک ان کی مہمان نوازی خوش اسلوبی سے انجام دیتا رہا۔ جب بادشاہ کی طرف سے ان (نور جہان اور اس کی والدہ) کی طلبی کے احکام موصول ہوئے تو مرزا حیدر اپنی جماعت کے ساتھ حفاظت سے ان کو راج محل تک لے گیا جو قلعہ میں واقع تھا (۲)

اس واقعہ کے چند سال بعد شیر افکن کی بیوی مہر النساء (۳) کی شادی جہانگیر بادشاہ سے ہوئی۔ اس نے ایک روز مرزا حیدر اور اس کے بھائی علی ملک کی خدمات کا تذکرہ بادشاہ سے کیا اور ان دونوں

۱۔ یہاں پر یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ کشمیری زبان میں دراصل اس گاؤں کو "ژوڈر" کہتے ہیں لیکن چونکہ "ژ" کا کشمیری زبان میں ایک خاص تلفظ ہے اس لئے غیر کشمیری حکمرانوں خاص کر ڈوگروں نے کتنے ہی اصیل کشمیری ناموں کو مسخ کر کے رکھ دیا جس سے محققین کو خاصی وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ "بنڈ پور" کو "بانڈی پورہ" اور "ژرار" کو "چرار" وغیرہ، ژوڈر کو بھی چاڈورہ بنا دیا گیا۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر بنقل از تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۳۱۔

۳۔ مہر النساء ایک ایرانی شیعہ خاتون تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے حق میں سفارش کی۔ جہانگیر نے مرزا حیدر کو اس کی خدمات کی خاطر سال ۱۰۱۶ھ میں شاہی الطاف وعنایات کا اہل قرار دیا اور رئیس الملک اور جغتائی کے اعلیٰ اور ممتاز خطابات سے سرفراز کیا۔

ز لطف حضرت شاہ جہانگیر

شدہ حیدر رئیس ملک کشمیر

جہانگیر ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۱۹ عیسوی میں جب سیر وتفریح کے لئے کشمیر آیا تو انہیں ایام میں سرینگر شہر کا شمال مشرقی حصہ جل کر راکھ ہوگیا۔ اس بھیانک آتش سوزی میں ۱۲ ہزار مکانات جل کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئے جس میں سرینگر کی جامع مسجد بھی شامل تھی۔ جہانگیر خود بھی موقع پر موجود تھا چند شر پسند افراد نے جن کی آنکھوں میں حیدر ملک کا اقتدار کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا، ان کو برکنار کرنے کے لئے جہانگیر سے کہا کہ شیعوں نے ہی ملکان چاڈورہ کے ساتھ سازش کرکے مسجد کو آگ لگادی ہے جس پر بعض جھوٹے گواہوں کو بھی تیار کیا۔ ان گواہوں کے باوجود بادشاہ نے ان کے کہنے پر کوئی توجہ نہیں کی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا کوئی ردعمل دکھایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شیعوں پر یہ الزام صرف حسد اور مذہبی عداوت کی وجہ سے لگایا گیا ہے۔

اس کا ذکر خود حیدر ملک نے بھی اپنی تاریخ میں یوں کیا ہے کہ:۔ ''خانقاہ زڈی بل کو جلانے کی تہمت کے تعلق سے سنیوں نے مجھے اور میرے خاندان کو جامع مسجد جلانے پر متہم کیا اور یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچادی'' (۱)

حسن شاہ اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے پوری تحقیقات کے بعد مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے کا کام ملک محمد ناجی (۳) کے ذمہ رکھا (۳)

دونوں باپ بیٹے نے کافی محنت اور زحمتیں برداشت کرکے ۱۰۳۹ ہجری میں مسجد کی عالی شان تعمیر نو مکمل کی۔

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۹۔

۳۔ ملک حیدر کے والد۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ اص ۵۶۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مذکورہ تاریخ تک اس مسجد کے، کئی بار تعمیر کئے جانے کا پتہ بھی ان چند اشعار سے ملتا ہے جو اس وقت کہے گئے ہیں۔

نخستین مسجد جامع زشه اسکندر ثانی عمارت یافت و آنگه سوخت از تقدیر سبحانی
دگر باره حسن شاه آنکه بود از نسل پاک او بشد زبانی این مسجد از توفیق ربّانی
ولیکن از دو جانب بی ستون آراست بی سقفش زابراهیم احمد ماگرے شد راست تادانی
زهجرت نهصد و نه بود تادور محمد شاه که این جنت سرا شد زینت دین مسلمانی
تاریخ هزار وبیست و نه از هجرت سید بروز عید روزه سوخته درنوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک در عهد جهانگیر نهاد از نو بنایش باز روز عید قربانی (۱)

یعنی اولین جامع مسجد بادشاہ سکندر ثانی نے بنائی اس کے بعد تقدیر خداوند سے جل گئی پھر دوسری بار بادشاہ حسن شاہ جو اس (بادشاہ سکندر) کی پاک نسل سے تھا، توفیق الٰہی سے اس مسجد کا بانی بنا۔ لیکن دونوں جانب سے اس کی چھتیں بے ستون رہ گئی تھیں جن کو ابراہیم احمد ماگرے نے نصب کیا۔ سال ۹۰۹ھ ہجری تک بادشاہ محمد شاہ کے دور سلطنت تک یہ جنت مکان دین سلمانی کی زینت رہی سال ۱۰۲۹ھ ہجرت نبوی بمطابق ۱۶۲۰ء میں روزوں کی عید (عید الفطر) کے دن پھر سے آگ کی نذر ہو گئی۔ عہد جہانگیر میں رئیس الملک حیدر ملک نے پھر عید قربان (عید الاضحیٰ) کے دن نئے سر سے اس کی بنیاد رکھ دی۔

حیدر ملک ایک نامور حاکم، فوجی افسر ہونے کے علاوہ اپنے زمانے کے ایک بے بدیل انجینیر بھی تھے (۲) انہوں نے رفاہ عام کے لیے بہت سارے کام انجام دیئے ہیں جن میں ایک ''لچھمن کول'' (۳) کی تعمیر اور مرمت ہے جو انقلاب زمانہ کے باعث مسدود ہو گئی تھی۔ ملک حیدر

۱۔ تاریخ حسن، جلد ۱، حصہ ۱، ص ۴۲۲۔ نیز واقعات کشمیر ص ۲۰۰۔
۲۔ تاریخ حسن، جلد ۱، حصہ ۲، ص ۸۳۵۔ نیز واقعات کشمیر، ص ۴۷۰۔
۳۔ لچھمہ ایک خاتون کا نام ہے کہ غالباً اصلی لکشمی دیوی تھا۔ یہ خاتون سلطان سکندر کے نو مسلمان شدہ وزیر سیف الدین کی بیٹی تھی۔ سیف الدین نے میر سید محمد ہمدانی کے پند و ارشاد کرنے پر اسلام قبول کیا تھا ان کی دو بیٹیاں تھی۔ ایک بی بی بارعہ، دوسری لکشمی یا لچھمہ خاتون۔ بی بی بارعہ کا نکاح میر سید محمد ہمدانی ہی سے ہوا تھا۔ لچھمہ یا لکشمی خاتوں کی شادی ملک جلال الدین ٹھاکور سے ہوئی جو ایک دینی شخصیت کے مالک تھے لچھمہ خاتون نے اپنے شوہر ملک جلال الدین کی گو جوار سرینگر میں بنائی ہوئی خانقاہ کی رونق بڑھانے اور جامع مسجد کو پانی پہنچانے کے لئے نالہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نے نہر اس قابل بنایا کہ اس کا پانی جامع مسجد کے اندر سے گزرتا تھا اس نہر سے بہت سارے محلوں کو استعمال کرنے اور پینے کے لئے پانی مہیا کیا گیا۔

مغلوں کے آنے کے ساتھ ہی ظفر چک کپواری نے میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ اور شیعوں کا قتل عام کر کے ان کے مال و جائیداد کو لوٹ لیا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

مذکورہ بربریت کی وجہ سے یہ علاقہ اور میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ سنسان اور ویران ہو گئی تھی۔ ملک حیدر نے غیرت اور حمیت کا ثبوت دے کر پھر سے اس علاقے کو آباد کیا اور میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ کو بھی دوبارہ تعمیر کرائی، خانقاہ کی تعمیر کی تاریخ یوں کہی گئی ہے

ملک حیدر از ابنائے سلاطین　　به عهد نورالدین جهانگیر

بتاریخ سروش غیب گفتا　　دوباره خانقاه راکرد تعمیر (۱)

نیز اکبر بادشاہ کے عہد حکومت میں جن لوگوں کو کشمیر سے جلاوطن کیا گیا تھا، ملک حیدر نے ان لوگوں کو واپس کشمیر بلایا اور پھر سے اپنے وطن میں آباد کیا (۲) اس کے علاوہ ان تمام بدعات اور بری رسومات کو مٹایا جن کی وجہ سے کاشتکاروں سے ناجائز فائدہ حاصل اُٹھایا جاتا تھا۔

ملک حیدر ایک رحم دل اور پاک سرشت آدمی تھے اپنی خوش اسلوبی سے انہوں نے ملک کے مفسدوں اور شریروں تک کو اپنا مطیع بنایا تھا۔ مختصر یہ کہ ملک حیدر نے ملک کے نظم و نسق کو اس قدر ترقی دی اور رفاہ عام کے وہ کام کئے کہ عوام اس سے بہت خوش اور راضی تھے اور کسی کو اعتراض کرنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ چنانچہ اس کی حکومت کے متعلق مشہور ہے:

آفرین بردست و بازوی ملک حیدر که او

ملک را جاروب کرد هیچ گرد بر نخواست

☜ ''ہارون'' سے ناگہ پورہ کے پاس ایک نہر نکال کر سد بندی کر کے اور قابلی کابل بنوا کر نوشہرہ میں شہر کے متصل پہنچادی ۔ جس روز نہر کا پانی شہر میں پہنچا تقریباً اسی ہزار لوگوں کو عیدگاہ میں کھانا کھلایا گیا اور نہر کو وقف کر دیا جو آج تک لچھمہ کول کے نام سے جاری ہے، حاشیہ ۶۱۱ واقعات کشمیر، ص ۲۶۷۔

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۹۔

۲۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملک حیدر میں خداوند عالم نے بہت ساری صفات یکجا جمع کی تھیں۔ مستعد حاکم، فوجی رزموں میں آشنا استاد، بے نظیر انجینیر کے ساتھ ساتھ ایک نامور اور عظیم مورّخ بھی تھے۔ آپ نے فارسی زبان میں کشمیر کے حالات پر مبنی ایک کتاب بنام ''تاریخ کشمیر'' لکھی جو قدیم زمانے سے جہانگیر کے سولہویں سال حکومت (سنہ ۱۰۳۰ ہجری مطابق ۱۶۲۰ء) تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ایران اور ماوراء النہر کے تاریخی حالات بھی اس کتاب میں ملتے ہیں۔ حیدر ملک کی تاریخ کشمیر اپنے زمانے تک کی ایک بہت بڑی معتبر کتاب ہے کیونکہ مؤلف اپنی سیاسی حیثیت و اعتبار کی وجہ سے نہ صرف کشمیر کی حکومت کے زوال اور اس کے مغلیہ اقتدار میں جانے کے اسباب اور جہانگیری عہد کے حالات و واقعات کا چشم دید گواہ تھے بلکہ کشمیر کی اس دور کے تاریخ کے آخری حصے میں وجود میں آنے والے حوادث میں خود شریک بھی تھے۔ اس لحاظ سے یہ تاریخ غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

جہانگیر خصوصاً نور جہان کو ملک حیدر پر بہت زیادہ اعتبار اور بھروسہ تھا اور وہ (جہانگیر و نور جہان) حیدر ملک کی ذاتی صلاحیتوں کے قائل تھے لہٰذا کشمیر کے بہت سارے تعمیراتی کام ان ہی سے انجام دلواتے تھے۔ حیدر ملک کی ذاتی نگرانی میں ہی سرینگر شہر کے وسط میں نور جہان کی بنائی ہوئی پتھر مسجد (جو کشمیر میں نومشید کہلاتی ہے) تعمیر ہوئی (۱) نیز ویری ناگ میں چشمہ کے ساتھ ہی شاہجہان نے ملک حیدر کے ذریعے ایک خوبصورت باغ تعمیر کروایا تھا۔

یہاں واضح رہے کہ چاڈورہ کا گاؤں ملک اچل چند کے وقت سے ملکان چاڈورہ کے جاگیر میں تھا اور یہ خاندان ممتاز اور معزز تھا۔ لیکن جب پٹھانوں کے عہد حکومت میں سنہ ۱۱۹۵ ہجری مطابق ۱۷۷۶ عیسوی میں حاجی کریم دادا خان (جو شخص نہایت ظالم اور سفاک تھا) کشمیر کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے چاڈورہ کے ''ملکان'' کی جاگیر ضبط کی اور ان کو تنگ کر کے ان پر ایسے مظالم ڈھائے کہ وہ وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور دوسرے علاقوں میں سکونت اختیار کی (۲)

۱۔ اس کی تفصیل آگے درج ہے۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۶۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ظفر خان

ظفر خان خواجہ ابوالحسن تربتی کے فرزند تھے جس نے ہندوستان جا کر اکبر بادشاہ کے عہد میں کمال پایا اور اس کے بعد ظفر خان نے بھی قابل افتخار زندگی گزاری۔ تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف صفدر ہمدانی صاحب نے اپنی کتاب میں ظفر خان کا شمار شیعہ صوبہ داروں میں نہیں کیا ہے۔ جبکہ "ماثر الامراء" میں صاف آیا ہے کہ ظفر خان شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے جس کی تائید ڈاکٹر شمس الدین احمد نے بھی واقعات کشمیر کے اردو ترجمہ میں کی ہے (۱)

ڈاکٹر شمس الدین احمد نے "ماثر االامراء" سے نقل کیا ہے کہ ظفر خان کے والد خواجہ ابوالحسن سنی تھے لیکن ظفر خان شیعہ ہو گئے تھے (۲)

ان کا نام مرزا احسن اللہ اور تخلص احسن تھا۔ بے مثال شجاعت اور غیر معمولی کامیابیوں اور ظفریابیوں کے باعث ان کو "ظفر خان" کا خطاب ملا اور پھر اسی خطاب سے مشہور ہوئے (۲) شاہجہان کے زمانے میں ۱۰۴۳ سنہ ہجری میں کشمیر کے صوبہ دار مقرر ہوئے، اسی کے دور میں ملک حیدر نے جامع مسجد جو جل چکی تھی کی تعمیر نو تیسری بار مکمل کی۔

ظفر خان احسن ایک خوش خلق، نیک اطوار اور عدالت پسند حکمران تھے۔ انہوں نے اپنے دور میں اکثر بادشاہی بدعتیں اور بعض "اعتقاد خانی" اختراعات کے مظالم دور کئے۔ ان کے مساعی جمیلہ سے درختوں کی مالیات، زعفران کی بیگار اور اس کے طریق کار کو عمل میں لانے کی ذمہ داری اور باقی ساری شرعی ممنوعات دور ہو گئیں۔

انہوں نے کشمیریوں پر سے سابقہ حکمرانوں کے جنگلی قواعد ہٹائے اور ان کی رفاہ عام کے لئے بادشاہ سے خصوصی درخواست اور التجا کی۔ بادشاہ نے بھی ظفر خان کی قدر کرتے ہوئے ان کی درخواست کو منظوری دیدی اور ایک شاہی فرمان صادر کیا جس کی نقل جامع مسجد کے دروازے پر ایک

۱۔ واقعات کشمیر ص ۷۹۸۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۷۹۸۔

۳۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۴۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پتھر پر مرقوم ہے۔اس کے علاوہ بھی ملک کے امن و امان، خوشحالی اور ترقی کو فروغ دینے کے لئے بعض قوانین وضع کئے اور انہیں بھی جامع مسجد کے سامنے نصب کروایا (۱) تا کہ ہر خاص و عام آگاہ ہو اور بدامنی کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

ظفر خان کی اصلاحات میں تعلیمی نظام کی بہتری اور مقدس مذہبی مقامات کی حفاظت بھی شامل تھی۔انہوں نے ایک ایسا تعلیمی نظام رائج کیا جس کی سہولتوں سے سب اہل کشمیر بلاتفریق مذہب و ملت مستفید ہو سکیں (۲) ہندوؤں اور مسلمانوں کے مقدس مذہبی مقامات کی حفاظت اور نگہداشت کے لئے اس نے ایک الگ سرکاری شعبہ قائم کیا جس کی حیثیت محکمہ اوقاف کی سی تھی ان تمام انتظامات کی بحالی میں صرف چھ ماہ صرف ہوئے۔

ظفر خان کے زمانہ میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے کوشش سے تبت کا قلعہ مغل سلطنت کے امراء کے تصرف میں آ گیا۔

دوسرا واقعہ جوان کی حکومت کے دوران رونما ہوا اور جو کشمیریوں کے لئے شرمندگی کا باعث ہوا وہ ''ماتمہ'' میں شیعہ وسنی فسادات تھے (۳) دراصل یہ فسادات ان کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش تھی تا کہ کسی طرح ان کی معزولی کا حکم صادر ہو جائے۔

ظفر خان ایک علم دوست اور ادبی شخصیت کے مالک تھے، وہ خود بھی فن شاعری میں ید طولی رکھتے تھے اس کے علاوہ تہذیبی وثقافتی کاموں میں بھی بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ان کے تہذیبی اور ثقافتی کاموں کو اس دور میں شیعوں کے تہذیبی حالات میں ذکر کیا جائے گا۔

بہر حال سات سال کے بعد ظفر خان کا تبادلہ ہوا لیکن ان سات سالوں میں کشمیر میں زندگی کے ہر شعبہ میں بے پناہ ترقی ہوئی۔شاہجہان کو ظفر خان کے جیسا کشمیر کے لئے کوئی اور اچھا منتظم ملنا مشکل تھا جس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ شاہجہان کے قابل اعتماد تھے لہٰذا مجبور ہو کر دو تین

۱۔تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۴۱۔

۲۔کشمیر عہد بہ عہد ،۲۷۲۔

۳۔جس کا تذکرہ اپنے مقام پر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سال کے بعد ہی شاہجہان نے ظفر خان کو پھر واپس کشمیر بلایا۔ ظفر خان نے اس بار بھی حسب سابق کشمیر کی ترقی اور اہل کشمیر کی خوشحالی کے لئے حتی المقدور خدمات انجام دیں۔ وہ خود شاعر تھے لہٰذا ان کے عہد میں کشمیر شعراء کا گہوارہ بن گیا مایہ ناز کشمیری شاعر ملاّ محمد طاہر غنی اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی شاعری پر ان کے معاصر ایرانی شاعر بھی رشک کرتے تھے۔

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس بار ظفر خان احسن نے چار سال حکومت کی پھر ان کا دوبارہ تبادلہ ہوا۔ انہوں نے آخر کار صوبہ پٹنہ کی صوبہ داری کے ایام میں سال ۱۰۷۳ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر موت کا جام پی لیا اور ان کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا (۱)

علی مردان خان

شاہجہان کے تخت نشین ہونے کے وقت علی مردان خان ایران کے ''صفوی بادشاہ'' ''شاہ عباس اول'' کی طرف سے قندھار افغانستان کا حاکم تھا (۲) علی مردان خان ایک قابل، انجینیر، بہترین فوجی افسر، جوان مرد، بردبار، دانا بے بدیل اور آزمودہ کار تھا۔

شاہجہان نے عنفوان شباب (کہ جب وہ شہزادہ تھا) کے دنوں میں کئی دفعہ قندھار کے علاقہ پر تابڑ توڑ حملے کیے لیکن اسے ہر دفعہ شکست کا ہی سامنا کرنا پڑا تھا۔ شاہجہان نے اب سیاست اور تدبر سے کام لے کر علی مردان خان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ بادشاہ کے پاس آئے، تو انھیں اعلیٰ عہدہ اور بہترین منصب سے نوازا جائے گا۔ لیکن علی مردان خان نے شاہجہان کی یہ پیشکش مسترد کر دی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مغلوں کی یہ دیرینہ خواہش ہے کہ سارے افغانستان پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو وسطی ایشیا کے حدود تک ملائیں جو ان کا اصلی وطن ہے۔

علی مردان خان نے مغلوں کے حملوں سے بچنے کے لئے قلعہ کی فصیلوں اور برجوں کی مرمت کر کے ان کو مضبوط بنا دیا لیکن ایرانی حکومت نے قلعہ کی مرمت اور استحکام کا کچھ اور ہی مطلب لیا اور وہ

۱۔ واقعات کشمیر ص ۲۲۹۔
۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۷۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسے بغاوت کا کھلا ثبوت تصور کرنے لگی۔ دوسری مشکل یہ ہوئی کہ اس وقت ''شاہ عباس صفوی'' کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا پوتا ''صفی'' تخت نشین ہوا تھا جو بالکل نو وارد اور بالکل نا تجربہ کار ہونے کے ساتھ تند مزاج اور ضعیف اعصاب کا حامل تھا۔ ایرانی دربار میں سازشوں کا جال بچھا ہوا تھا اور علی مردان خان کے قتل کی سازش ہو رہی تھی ان حالات کے پیش نظر دنیا کے ہر عقلمند کی طرح علی مردان خان نے ہندوستان آنے اور شاہجہان کی پناہ اور حفاظت میں رہنے کا فیصلہ کیا۔

علی مردان خان جب شاہجہان کے دربار میں حاضر ہوا تو شاہجہان کو کافی خوشی ہوئی اور علی مردان کی ذاتی صلاحیتوں کے پیش نظر علی مردان اور اس کے دوستوں پر انعامات کی بارش کی۔ تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف کے مطابق علی مردان خان کو چھ ہزار کا منصب اور رہائش کے لئے نور جہان کے باپ اعتماد دولہ کا مکان دیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ پنجاب کا گورنر مقرر ہوا اس کے بعد کشمیر کی صوبہ داری بھی بصورت خاص عطا ہوئی (۱)

علی مردان خان ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ عیسوی میں پہلی بار کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا ایک سال تک کشمیر میں عدل وانصاف سے کام لے کر لوگوں کے دلوں کو خوش کر دیا اور پھر واپس بلا لیا گیا۔

دوسری بار ۱۰۶۱ھ مطابق ۱۶۵۱ عیسوی میں کشمیر میں صوبہ دار مقرر ہو کر آیا اور عمدگی کے ساتھ امور مملکت و معدلت انجام دیئے۔ اب کی بار سات سال تک حکومت کی۔ دوسرے سارے حکام کی نسبت خزانے کا مالک تھا۔

علی مردان خان نے یہاں آ کر رہنے کے لئے نوشہرہ میں سید محمد مدنی کی زیارت گاہ کے قریب ایک خوبصورت باغ ''حیدر آباد'' کے نام سے بنوایا۔ یہ باغ آج بھی ''باغ علی مردان خان'' کے نام سے مشہور ہے جس میں اس نے رہنے کے لئے دولت خانہ، رنگین عمارتوں، درختوں، حوضوں اور دل نشین فواروں کے ہمراہ تعمیر کیا تھا (۲)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۳۴۔
۲۔ وقعات کشمیر، ص ۸۳۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

علی مردان خان کو کشمیر میں تہذیبی اور ثقافتی کاموں کو انجام دینے کا بڑا شوق تھا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے کشمیر کے بہت سارے مقامات پر مسافروں کے لئے سرائیں تعمیر کروائیں۔ اس کے علاوہ کئی خوبصورت اور دلکش باغات بھی تعمیر کیے کہ جن کا ذکر اس دور میں شیعوں کی ثقافتی حالات میں کیا جائے گا۔

بتایا جاتا ہے کہ علی مردان خان کو قندھار کی حکمرانی کے دوران پہاڑ کے دامن میں ایک بہت بڑا خزانہ مل گیا تھا۔ بعض مورّخین نے لکھا ہے کہ اسی خزانے کے ایران کے بادشاہ کے ہاتھوں لوٹے جانے کے ڈر سے علی مردان، بادشاہ شاہجہان کے پاس آیا تھا۔ (۲) اس خزانے کی وجہ سے علی مردان خان کی ذاتی مالی حالت کافی اچھی اور مستحکم تھی مورخ حسن کا بیان ہے کہ علی مردان خان لاکھوں روپے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنے میں خرچ کیا کرتے تھے (۳)

خود بھی بڑی شان وشوکت کے ساتھ زندگی گزارتا تھا اور گھر میں اور گھر کے اندر اور باہر بڑے جاہ وحشمت اور کامرانی کے ساتھ رہتا تھا۔ دربار بلانے کے دن اس کے دائیں بائیں قزلباش قوم کے آدمی لباس زرین پہنے، سونے اور چاندی کے گرز اور عصا ہاتھوں میں لئے کھڑے رہتے تھے۔ اس کے لئے کھانا بھی زربافت اور کمخواب کے دستر خوانوں پر سونے، چاندی، غوری چینی کے برتنوں میں چنا جاتا تھا (۴)

شاہجہان نے ان کی ذہانت اور صلاحیت دیکھ کر کشمیر کے علاوہ لاہور کی صوبہ داری بھی علی مردان خان کے ہی سپرد کی تھی۔ دونوں صوبوں کو حسن انجام سے چلانے کے لئے علی مردان خان سردیوں کے چھ ماہ لاہور میں اور گرمی کے چھ ماہ کشمیر جنت بے نظیر میں بسر کیا کرتا تھا۔

علی مردان کی قدر کرتے ہوئے شاہجہان نے ۱۶۴۳ عیسوی میں ان کو آگرہ بلا کر ''امیر الامرء'' کا خطاب دے کر ایک کروڑ روپیہ نقد انعام دیا۔

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۸۳۴۔ ونیز تاریخ حسن جلد ۱، حصہ ۲، ص ۱۱۲۳۔

۲۔ تاریخ حسن، جلد ۱ حصہ دوم، ص ۱۱۲۳۔

۳۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۵۹، نیز تاریخ حسن، جلد ۱ حصہ دوم ص ۸۲۳ واقعات کشمیر ص ۲۳۰، ۸۳۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس کے علاوہ اعتقاد خان نے اپنا محل بادشاہ کو نذر کیا تھا یہ عمارت دریائے جمنا کے کنارے پر واقع تھی اور سب سے عمدہ اور بہترین عمارت تصور کی جاتی تھی۔ بادشاہ نے یہ محل بھی علی مردان خان کو بخش دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ علی مردان خان کو تاج محل اور اس کے باغ کا ڈیزائن (Design) اور نقشہ تیار کرانے کے لئے آگرہ بلایا گیا تھا (۱) چونکہ علی مردان خان کو اس بارے میں وہ کمال اور مہارت حاصل تھی جو اس زمانے میں کسی اور کو نہ تھی۔

بہر حال علی مردان خان نے سات سال تک ۱۶۵۷ء عیسوی مطابق ۱۰۶۸ھ ہجری تک بڑی شان و شوکت، عدل و انصاف، سخاوت اور فیاضیت سے حکومت کی اور اپنی بے مثال خدمات کی وجہ سے ہر دل عزیز بن گیا تھا (۲) ۱۰۶۸ھ میں بادشاہ کی طرف سے تبادلہ نامہ موصول ہوا۔

ابراہیم خان

ابراہیم خان سابق صوبہ دار علی مردان خان کے فرزند تھے۔ اپنی ذاتی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے چار مرتبہ کشمیر کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔

پہلی بار ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۲ء عیسوی میں کشمیر کے صوبہ دار مقرر ہوئے (۳) چونکہ (کشمیر اور اس کے باہر) شیعہ مخالفین حکومت کے کسی چھوٹے عہدے پر بھی ان کا وجود برداشت نہیں کرتے تھے لہٰذا شیعہ صوبہ دار کو کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ اس لئے ان کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ جس کے تحت انہوں نے شیعوں کی ایک مسجد اور سید جمال الدین محدث کا مقبرہ (جو محلّہ آروٹ میں واقع تھا) پر قبضہ کر لیا۔ شیعوں نے جب مسجد اور زیارت گاہ واپس لینے کے لئے اقدام کیا تو مقدمہ صوبہ دار کے سامنے پیش ہوا۔ فریقین نے اپنی اپنی عرضداشت اور دلائل پیش کئے ابراہیم خان نے معاملہ کی تحقیقات کر کے واقعہ کی حقیقت کی بنا پر شیعوں کے حق میں فیصلہ سنایا۔ اور مسجد اور مقبرہ کو شیعوں کے

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۳۶۔

۲۔ علی مردان کے بعض خدمات کو مغل دور میں شیعوں کی ثقافتی حالت میں ذکر کیا جائے گا۔

۳۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ۱ ص ۶۲۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حوالے کردینے کا حکم صادر کیا لیکن شیعہ مخالف، صوبہ دار کے اس فیصلے سے راضی نہیں ہوئے (۱) بلکہ اورنگ زیب کے پاس صوبہ دار کی شکایت کرنے کے لئے ایک وفد تشکیل دے کر اسے دربار کی طرف روانہ کیا۔ اورنگ زیب نے معمول کی طرح اپنے ہم مسلکوں کا لحاظ کرتے ہوئے شیعوں کی مسجد اور زیارت ان کو دینے کے علاوہ ابراہیم خان کو بھی کشمیر کی صوبہ داری سے معزول کردیا۔

اس واقعہ کا تذکرہ وجیز التواریخ کے مصنف نے یوں کیا کہ "اس (ابراہیم خان) کے زمانے میں شیعوں اور سنیوں کے بیچ مسجد آروٹ کے بارے میں جھگڑا پیدا ہو گیا آخر کار مسجد سنیوں کے ہاتھ لگی" (۲)

محمد الدین فوق نے بھی اپنے ہم مذہبوں کی طرفداری کر کے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ "۔۔۔ آخر سنیوں نے عالمگیر کے دربار میں استغاثہ دائر کیا اس نے قاضی ابوالقاسم کو تحقیقات کا حکم دیا جس نے کافی شہادت کے ثبوت پر مکانات متنازعہ اہل سنت کو دلوادئے۔ بادشاہ کو جب ابراہیم خان کی تعصبّانہ کروائی کرنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ اسلام خان کو منتخب کیا۔ جس سے عوام کا جوش وخروش فرو ہو گیا (۳) اس قضیہ کی وجہ سے ابراہیم خان پہلی مرتبہ صرف ڈیڑھ سال تک حکومت کر سکا۔

دوسری بار پورے پندرہ سال بعد (یعنی ۱۰۸۹ھ میں) ابراہیم خان کشمیر کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے اس بار بھی ابراہیم خان نے آٹھ سال تک عدل وانصاف سے حکومت کی لیکن اس دفعہ کئی ناخوش گوار واقعات (جن کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے) ان کی صوبہ داری کے دوران رونما ہوئے۔

۱۔ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب ایک سوچی سمجھی سازش تھی، وہ چاہتے بھی یہی تھے تا کہ اورنگ زیب کے پاس ان کی شکایت کر سکیں۔ ان کو معلوم تھا حقائق کو مدنظر رکھ کر ابراہیم خان مسجد اور زیارت گاہ کو کیسے غیر شیعوں کو دے سکتا ہے؟ لیکن بادشاہ کے پاس ان کی شکایت اور شیعہ پروری کی تہمت کے لئے یہی کافی تھا۔ اورنگ زیب کے بارے میں ایسے متعدد واقعات صفحات تاریخ میں موجود ہیں، جن سے غیر سنی مسلم (شیعوں) سے اس کا جانبدار رویّہ عیاں ہوجاتا ہے۔

۲۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۶۳۔

۳۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۶۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۔سیلاب: ایک حادثہ سیلاب کا تھا جس میں پانی کی طغیانی نے لوگوں کے گھر تباہ کر ڈالے۔ بتایا جاتا ہے کہ لوگوں کے مکان کشتیوں کی طرح پانی میں گھومتے اور گردابوں کی طرح سرگردان رہتے تھے (۱)

۲۔بھونچال: دوسرا حادثہ شدت کا بھونچال تھا۔بھونچال کے ایک عرصے تک قائم رہنے کی وجہ سے لوگوں کا حال بھی متزلزل رہا۔ایک ماہ سے زیادہ مدت تک شہر کی عمارتوں میں یہ حادثہ جان گداز اثر انداز رہا اور اسی وجہ سے صاحبان ثروت نے بھونچال خانے تعمیر کئے تھے (۲)

مذکورہ واقعات کے علاوہ ۱۰۹۶ ہجری مطابق ۱۶۸۶ عیسوی میں بعض شرپسند عناصر نے ملک کے امن وامان کو درہم برہم کرنے کی غرض سے فرقہ واریت اور مذہبی رجحانات کو زبردست ہوا دی جس کے نتیجے میں شیعوں کا قتل عام کے علاوہ ان کے گھر بار لوٹے گئے۔جس کا تذکرہ اپنے مقام پر تفصیل سے کیا گیا ہے (۳) ابراہیم خان نے شیعہ ہونے کے باجود غیر جانبدار ہونے کا اعلیٰ ثبوت دیا اور مجرمین کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لاہور بھیج دیا لیکن بادشاہ اورنگ زیب نے پھر اپنے ہم مسلکوں کی طرفداری کر کے خطرناک مجرموں کو رہا کرنے کے علاوہ ان کو خوش کرنے کے لئے ابراہیم خان کو ہی کشمیر کی صوبہ داری سے معزول کیا۔ابراہیم خان نے اس بار کشمیر پر آٹھ سال تک حکومت کی۔

اورنگ زیب کے ہی عہد میں ابراہیم خان پھر سترہ سال بعد یعنی ۱۱۱۳ ہجری میں کشمیر کا صوبہ دار تیسری بار مقرر ہو کر آیا۔

مشہور ہے کہ جب فاضل خان سابق صوبہ دار ابراہیم خان کی تقرری کے بعد یہاں کشمیر سے جا رہا تھا تو مخالف سمت سے آتے ہوئے ابراہیم خان کے ساتھ جب اس کی ملاقات ہوئی تو دونوں ایک دوسرے سے مل کر کچھ دیر بیٹھ گئے،اس موقع پر خواجہ علی اکبر وقایع نویس حاضر تھا (۱) اس نے یہ شعر پڑھا:۔

۱۔واقعات کشمیر ص ۲۹۵،نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۶۳۳۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۲۹۵،نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۶۳۳۔

۳۔دیکھئے اسی کتاب میں ’’مغل دور میں شیعوں کا لوٹ مار اور ان کی نسل کشی‘‘ کی بحث۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

عید رمضان آمد و ماہ رمضان رفت
صد شکر کہ این آمد و صد حیف کہ آن رفت

یعنی رمضان کی عید آ گئی اور ماہ رمضان چلا گیا خدا کا بے حد شکر ہے کہ عید آئی۔ لیکن صد افسوس یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان چلا گیا۔

شیعہ مخالف مورخ ''اعظم ددّمری'' کے مطابق اس بار ابراہیم خان نے رعایا کی بڑی رعایت کی اور لوگوں کی بھلائی کا خاص خیال کیا اور تمام عوام کو گزشتہ اطوار کا تدارک کرنے کی نسبت سے اپنے سے راضی کر دیا اور شیعہ و سنی میں کوئی تفریق نہیں کی (۲)

ملکی امور کو صحیح اور بہترین طریقے سے چلانے کے بارے میں اعظم ددمری لکھتے ہیں کہ ''ملکی امور میں ابراہیم خان کی دادرسی کی داستانیں اب کی بار بہت مشہور ہیں'' (۳)

بہر حال عدل وانصاف سے پانچ سال سے زائد کچھ عرصہ تک حکومت کر کے کشمیر کے بجائے احمد آباد گجرات کی صوبہ داری پر معمور ہونے کی وجہ سے واپس ہندوستان چلا گیا۔

اورنگ زیب کے فوت (۱۱۱۸ھ ہجری) ہونے کے بعد اس کے بیٹے محمد معظم شاہ عالم بہادر کے عہد میں ابراہیم خان (۱۱۲۱ھ ہجری میں) چوتھی بار کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہو کر آیا۔ اس بار بھی ابراہیم خان نے عدل وانصاف سے حکومت کی اور لوگوں کی فلاح و بہبودی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزار نہیں کیا۔ لیکن اس دفعہ موت نے زیادہ دیر تک حکومت کرنے کی فرصت نہیں دی اور صرف تین ماہ حکومت کر کے دار فانی کو الوداع کہا (۴)

ابراہیم خان کو نہ صرف ملکی انتظامات میں عظیم مہارت اور کمال حاصل تھا بلکہ وہ بہت بلند مرتبہ عالم دین اور فاضل زمانہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں بیرونی علماء اور فضلاء کو کشمیر مدعو کیا

۱۔ فاضل خان اور خواجہ علی اکبر یہ دونوں بھی شیعہ مسلک سے ہی تعلق رکھتے تھے، آگے ان کا ذکر آ رہا ہے۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۳۲۷۔
۳۔ واقعات کشمیر ص ۳۲۷۔
۴۔ واقعات کشمیر ص ۸۳۵۔ نیز تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۶۵۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور یہاں کے شیعہ علماء کو ان کے ساتھ شامل کر کے ایک کتاب مرتب کرائی۔حکیم صفدر ہمدانی کے کہنے کے مطابق یہ ایک ضخیم کتاب تھی جو پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔اس کو ''البیاض الابراہیمی یا پنج بیاض ابراہیمی'' کہتے تھے(۱)

حکیم صفدر ہمدانی آگے ''کشف المحجوب'' سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف نے مذکورہ کتاب سات جلدوں میں دیکھی ہے(۲)

بتایا جاتا ہے کہ اس کتاب میں تقریباً وہ سارے اعتراضات اکٹھے کئے گئے تھے جو سنی مسلک کے علماء نے شیعہ مسلک کے عقائد سے متعلق اپنی تصنیفات اور تالیفات میں بیان کئے ہیں۔ان تمام اعتراضات کی تردید اس کتاب میں کی گئی تھی اور ہر اعتراض کی تردید میں سنی مسلک کے علماء اور محدثوں کے کتابوں سے حوالے دیئے گئے تھے(۳)

برہان الدین ملقب بہ فاضل خان

برہان الدین ''فاضل خان'' کے نام سے کشمیری تاریخ میں معروف ہے۔وہ ''ملاّ علاء الملک تونی فاضل خان'' کا بھتیجا تھا (جو شاہجہان کا ملازم تھا) برہان الدین کا اصلی وطن ایران تھا اپنے چچا کے فوت ہو جانے کے قریبی ایام میں ایران سے آیا تھا۔ملاّ علاء الملک چنانکہ لاولد تھا،لہٰذا بادشاہ شاہجہان نے برہان الدین کو فاضل خان کے لقب سے ملقب کیا اور سوگواری کے لباس سے نکال کر خلعت منصب عنایت کیا اور آٹھ سو کے منصب اور پچاس سواروں کی افسری سے سربلندی عطا کی۔(۴)

فاضل خان ۱۱۰۹ ہجری میں کشمیر کا حاکم مقرر ہوا اور اس نے لوگوں کی بھلائی اور علماء و مشائخ کے اعزاز و احترام کے حق میں بہت سے اقدامات کئے۔اس کے علاوہ سابقہ حکام کی بدعتوں اور مویشی پروری (گائے،بھیڑ،گوسفند) کی مالیات،چوتھائی،ساٹھ ہزار ترنگہ کی رقم جو بقایا تھی اس کو کلی طور پر معاف کر دیا۔

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۳۹۔
۲۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۳۹۔
۳۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۳۹۔
۴۔واقعات کشمیر ص ۸۷۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فاضل خان نے اپنے عہد میں تمام لوگوں کو امور خیر، نیک کاموں اور اچھے وظائف سے بہرہ یاب کیا اور اکثر مقامات پر مسجد، مسافر خانے اور سرائے بنوائیں۔ باندھ (سدیں) تعمیر کرنے کے علاوہ باغوں کی مرمت اور تزئین بھی کی۔ کشمیریوں کے حق میں منصب تجویز کئے جو سب بادشاہ کے حضور میں قبول ہوئے یہاں تک کہ کشمیریوں کے حق میں عام مناصب گویا اسی کے عہد میں وجود میں آئے۔

فاضل خان نے کئی اچھے اور بڑے تہذیبی اور ثقافتی کاموں کو بھی انجام دیا ہے جن کو ہم نے آگے اپنے مقام پر درج کیا ہے۔

فاضل خان ایک عادل وعدالت پسند حاکم تھا وہ رعیت پروری اور عدل واحسان میں شہرہ آفاق ہو گیا تھا۔ اس کے عدل وانصاف سے نوشیرواں کا عدل یاد آتا تھا۔ انہوں نے ہر طبقہ کے لوگوں کو انعام اور وظائف سے نوازا (۱) وہ اکثر جمعہ کے روز جامع مسجد جاتا تھا اور بزرگوں کے مقامات کی زیارت کیا کرتا تھا۔ تین سال اور چھ ماہ کی حکومت کے بعد زمانے کے تغیرات سے متاثر ہو کر خود ہی صوبہ داری سے استعفادے دیا اور دربار کو روانہ ہوا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسی کے نیک عہد میں کشمیر کی تمدنی اور مذہبی تاریخ میں ایک اہم اور تاریخی واقعہ رونما ہوا ہے وہ یہ تھا کہ اسی دور میں حضرت رسول اکرمؐ کے سر مقدس کے ایک متبرک بال کا کشمیر میں ورود ہوا ہے۔

مغل دور میں شیعوں کے سماجی حالات

کشمیر پر مغلوں خصوصاً اکبر بادشاہ کا قبضہ، کشمیری شیعوں کے لئے یقیناً ایک بہت بڑا المیہ تھا۔ شیعوں کو اس ناجائز قبضہ کے تباہ کن نتائج کا پورا احساس تھا اسی لئے انھوں نے مغلوں کے کشمیر میں آنے کی تاریخ ''ظلم بے حد'' سے نکالی تھی۔

وقت نے شیعوں کی مذکورہ تعبیر عملاً ثابت کر کے دکھائی اس دور میں جہاں شیعوں کو ہر اعتبار سے محروم رکھا گیا وہیں اس دور میں ان کی سماجی حالت بھی افسوس ناک تھی۔

۱۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۔۵۷۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شواہد وقرائن سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ چک دور میں شیعوں کی بہت ساری آبادی سرینگر اوراس کے آس پاس تھی۔ جامع مسجد کے اردگرد بھی شیعوں کی بڑی بستیاں تھیں اور وہ ہر لحاظ سے آباد تھیں لیکن مغل دوران کے لیے ایک سونامی جیسا طوفان بن کر آیا۔

ان پر روز بروز ظلم وستم بڑھنے لگا مذہبی تعصب کی وجہ سے ان سے زندہ رہنے کے وسائل چھینے گئے۔ مذہب کے نام پر وہ جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کیے جاتے تھے اور پھر نام نہاد فتوی فروش درباری ملاؤں کے فتوی سے ان کو قتل کیا جاتا تھا۔ آئے دن کی پکڑ دھکڑ اور گرفتاری کی وجہ سے شہر سرینگر شیعوں سے خالی ہونے لگا اور اس ''ظلم بے حد'' کے دور میں شیعوں نے اب جنگلوں، پہاڑوں کی طرف ہجرت کرنے میں اپنی عافیت سمجھی۔ ان دوسرے علاقوں میں تو وہ بالکل گمنامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے وہ کسی کے سامنے اپنے عقیدہ اور مذہب کو ظاہر نہیں کر پاتے تھے۔ کشمیر کے سونہ واری اور میر بحری کے نشیبی اور پسماندہ علاقائی آثار، زبان خال سے آج بھی اس کی عکاسی کرتے ہیں۔

مغل دور کے آنے سے شیعوں کی جیسی قسمت ہی ان سے پھر گئی تھی وہ اس دور یا اس کے بعد آنے والے ادوار میں کئی طرح کے مسائل اور الجھنوں سے دوچار ہوئے ایک طرف حکمرانوں کی خون آشام تلواریں ان کا پیچھا کرتی تھیں دوسری طرف ہر ہفتے، مہینے، شیعہ مخالفوں کے حملے سایہ کی طرح ان کا پیچھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ زندگی گزارنے کے لئے مادی وسائل سے مکمل محرومی تھی۔

اس دور میں مغلوں کو سیاسی وجوہات کے باعث شیعوں سے کچھ زیادہ ہی نفرت تھی چونکہ اولاً:۔ یہ شیعہ بادشاہ ہی تھے جنہوں نے مغل حکومت سے پہلے کئی باران کو شکست فاش سے دوچار کیا تھا اور عبرت حاصل کرنے کے لیے ان کے سروں سے بلند و بالا مینار بنائے تھے۔

ثانیاً:۔ کشمیر پر ناجائز قبضہ کرنے کے بعد بھی اکثر افراد جو کشمیر پر ان کے ناجائز قبضہ کے سخت مخالف تھے، وہ شیعہ ہی تھے اور آئے روز ان کے خلاف تحریکیں اٹھاتے تھے۔ اس لئے عام کشمیریوں کی بہ نسبت شیعہ مسلمان مغلوں کے عتاب وعذاب کے زیادہ ہی شکار ہوئے۔ مغل بادشاہ شیعوں سے گزشتہ شکستوں کا انتقام لینا چاہتے تھے اور شیعوں کی تباہی اور نابودی کر کے ہی اطمینان محسوس کرتے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تھے۔ انہوں نے انتقام گیری کے تحت شیعوں کو نابود کرنے کے تمام ہتھکنڈے آزمائے، اکبر بادشاہ کے بعد چند اچھے صوبہ داروں کی کشمیر آمد نیز معاشرہ میں بعض خداترس صوفی منش افراد موجود نہ ہوتے تو کشمیر میں شیعوں کا نام ونشان تک باقی نہ رہتا۔

اکبر بادشاہ جو ایک شاطر بادشاہ تھا اور دین و مذہب سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس نے شیعوں کو صرف مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے سخت اذیتیں پہنچائی۔ اس کے بعد شہزادہ سلیم نور الدین محمد جہانگیر کے لقب سے تخت پر بیٹھا اس دور میں متعصب اور شدت پسند ملّاؤں کا نفوذ دربار میں پہلے ہی بہت زیادہ بڑھ گیا تھا جس کی وجہ سے جہانگیر کے دور میں ان متعصب ملّاؤں کے اشارے پر قاضی نور اللہ شوشتری (شہید ثالث) کو بڑے دردناک طریقے سے شہید کر دیا گیا (۱) یہ ملّا شیعوں پر سخت گیری کرنے کے لئے بادشاہ پر زور ڈالتے تھے۔ ان متعصب ملّاؤں کے نزدیک کافروں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے والے شیعوں کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا۔ حتی شیعوں کو کافروں سے بھی بدتر جانتے تھے۔

انہوں نے بادشاہ اور ان کے درباریوں سے کافروں اور شیعوں کے متعلق یوں تقاضا کیا کہ گائے (۲) ذبح نہ کرنے کا قانون لغو کر کے اسے پھر ہندؤں پر تحمیل کیا جائے نیز ہندوں کو کتوں کے مانند نجس جانتے ہوئے ملک کے عہدوں اور منصبوں پر فائز نہ کیا جائے اور بدعت گزاروں (شیعیان) سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ وہ کافروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ شیعوں کا احترام اسلام کی نابودی کے مترادف ہوگا (۳)

دربار جہانگیری میں ان متعصب ملّاؤں کا اثر ورسوخ اور نفوذ، کشمیری شیعوں کے حق میں بھی

۱۔ شیعہ در ہند، ص ۵۸۱۔

۲۔ گائے ہندو مذہب میں مقدس مانی جاتی ہے اور اس کا ذبح کرنا گناہ اور مذموم جانا جاتا ہے اکبر بادشاہ نے ملک کی مصلحت کی خاطر گائے کا ذبح کرنا ممنوع اعلان کیا تھا۔

۳۔ شیعہ در ہند، ص ۵۷۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

عذاب ثابت ہوا۔ اس دور میں ان کو مختلف بہانوں اور تہمتوں سے قتل کیا گیا اور اگر کسی شیعہ کے قتل کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تھا تو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) پر فحش اور تبرا کا جھوٹا الزام لگا کر انھیں موت کی ابدی نیند سلایا جاتا تھا۔ جس کی بعض مثالیں یوں ہیں کہ ملک حسین کو شیخ عبدالرشید کے احترام کے لئے کھڑا نہ ہونے، عنایت اللہ خان کی صوبہ داری میں ''خلیل بیگ'' اور اسی طرح ابونصر خان ۱۱۰۳ھ کے زمانے میں ''رستم مانٹو'' پر سبّ صحابہ کرام کا جھوٹا الزام عائد کر کے دردناک طریقہ سے قتل کیا گیا۔ اسی طرح کے اور ہزاروں بے گناہ افراد مذہبی تعصب کی وجہ سے تلوار و شمشیر کی نذر کئے گئے (۱)

اس دور میں شیعہ علی ابن ابی طالبؑ پوری طرح مصائب میں گھیرے ہوئے تھے۔ اہل بیتؑ سے محبت رکھنے کی وجہ سے وہ ایسے مظالم کے حقدار ٹھہرے جو مظالم اگر درندوں پر بھی روا رکھے جاتے تو بھی قابل مذمت ہوتے۔

۱۔ متعدد تواریخ (ماضی کے حوالے) سے ایسے بہت سے واقعات کی نشاندہی ہو چکی ہے جن کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ مختلف ادوار میں، مختلف مسلم معاشروں، مملکتوں کے اندر جہاں کہیں کسی شیعہ نے کسی صحابی کے بارے میں کوئی اعتراض کیا یا تنقید کی یا ان کے کسی رول کی مذمت کی تو جہاں تک حسب زمان و مکان ممکن ہو سکا اس کے خلاف غیر شیعہ صاحبان افتاء کی جانب سے یا قتل کا فتوی صادر کیا گیا یا سزا کی تحریک چلائی گئی مثلاً ایسا شخص جہاں ان کے ہاتھوں لگا تو اس کو زدوکوب یا قتل کر دیا گیا، حالانکہ صحابہ بھی ایک دوسرے پر تنقید کرتے تھے۔ قران وسنت کی رو سے کوئی نص یہ نہیں بتاتی ہے کہ ایسا کرنے والا واجب القتل ہو سکتا ہے۔ البتہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ شاتم رسول واجب القتل ہے (جہاں اسلامی حکومت ہو اسے اس تعزیر پر عمل کرنا واجب ہے) لیکن قران وحدیث کی رو سے صحابہ کے رول پر نقد و نظر حتی کہ جہاں غلطی واضح ہو مذمت میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا ہے البتہ اس کے لئے اخلاق وادب کی پاسداری اور تنقید کا تعمیری ہونا ضروری ہے۔ یہ انسانی نفسیات کا تقاضا ہے غیر معقول زیادتیاں یا سینہ زوریاں، غیر معقول ردّ عمل کو بھی جنم دے سکتی ہیں۔ بعض نیچے درجہ کے شیعہ مصنفین نے بھی اس ضمن میں نازیبا الفاظ کا استعمال اپنی مناظرانہ نگارشات میں کیا ہے۔ جس کی جید علماء و مراجع کرام کی نظر میں اہمیت نہیں ہے نہ ہی ایسی روش ائمہ اہل بیت (علیہم السلام) کی سیرتی نقوش سے ہم آہنگ ہے۔ لیکن بہر حال سنی عوام میں یہ تاثر عام ہے کہ صحابہ کو ہدف تنقید بنانے والے کو سزا اور اذیت دینا ثواب ہے۔ یہ اصلاح واتحاد کی راہ میں نفرت و دشمنی کا جذباتی عامل ہے جبکہ اخلاق حسنہ اور ادب کے ساتھ اپنا اپنا موقف پیش کرنے سے یہ منافرت کی خلیج کم ہو سکتی ہے۔ ماضی کے آئین میں اہل اسلام کو مشترکہ امور اور دینی استحکام کے لئے وحدت فکر و نظر اور آپسی تعاون و تحمل کی اشد ضرورت ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مغل دور میں دوسرے فرقوں سے شیعوں کے تعلقات

مغلوں نے کشمیر میں مذہبی فرقہ واریت کی جو آگ بھڑکائی تھی وہ روز بروز ٹھنڈی ہونے کے بجائے اور زیادہ شعلہ ور اور سوزناک واقع ہوتی گئی، شاہ میری اور چک دور کے برعکس جہاں شیعہ وسنیوں میں بڑا اتحاد واتفاق پایا جاتا تھا اور لوگ آپس میں رشتہ کیا کرتے تھے۔ اس دور میں مغلوں کے شاخسانوں کے طفیل شیعہ اور سنیوں میں بہت تفرقہ اور نفرت پائی جاتی تھی اس دور میں غیر شیعہ کسی بھی طرح ان کے وجود کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے شیعوں کی نسل کشی کے لئے ان پر کئی بڑے اور زبردست حملے کیے۔ شیعہ مخالفین کا ہمیشہ یہی نعرہ تھا۔

دین محمدؐ برقرار۔ رافض پتہ چھے کافرن لار۔

''یعنی دین محمدؐ اسی صورت میں مستحکم رہے گا کہ پہلے رافضیوں پھر کافروں کو کشمیر سے نکالا جائے''

اسی ایک ''نعرہ'' سے شیعہ مخالفوں کی ان سے نفرت کی گہرائی معلوم ہوتی ہے۔ اس نعرہ سے یہ بات بھی عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ شیعوں کو کافروں سے بدتر جانتے تھے اسی لئے کافروں سے پہلے شیعوں کو کشمیر سے خالی کرنا چاہتے تھے۔ اس وحشتناک دور میں شیعوں کو مخالفوں کے سلسلہ وار حملوں سے بچنے اور اپنے دفاع کے لئے ہندوؤں کے ساتھ وقتی طور پر اتحاد کرنا پڑا تھا (جس کی طرف اپنے موقع پر اشارہ کیا جائے گا)

غیر مسلموں کے ساتھ شیعوں کے اتحاد کی وجہ دراصل یہ تھی کہ وہ بھی شیعوں کی طرح اپنے مخالفوں کی طرف سے حملوں کے شکار ہوتے رہے۔ اگرچہ ویسے بھی متعصب علماء کی نظروں میں ہندوؤں او''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا کلمہ پڑھنے والے شیعہ مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس کے علاوہ دوسری طرف کشمیر کے اکثر صوبہ دار بھی اپنی کرسی بچانے کے لئے ان تنگ نظر شدت پسند علماء کی ہاں میں ہاں ملا کر دور سے شیعوں کے قتل عام کا نظارہ کرتے اور ان کی بے بسی اور لاچاری سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اگر کبھی کوئی شیعہ یا انصاف پسند سنی صوبہ دار یا کارمند ہوتا تھا حالات دیکھ کر اکثر اوقات اسے بھی تماشائی رول ادا کرنا پڑتا تھا۔

شیعوں سے نفرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ غیر شیعہ مذہب تشیع کو اپنے لئے ایک بڑا چیلنج اور خطرہ محسوس کرتے تھے لہٰذا مختلف بہانوں اور طریقوں سے اسے نابود کرنا چاہتے تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیری شیعہ مسلمانوں کو اپنے مخالفین کے جتنے حملوں کا سامنا کرنا پڑا ان کے بارے میں تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف صفدر حکیم ہمدانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ''کشمیری شیعوں کو مخالفوں کے اتنے حملوں کا سامنا کرنا پڑا کہ ان میں یہ مشہور تھا کہ ہر ساتویں دن ان پر لوٹ مار اور قتل و غارت کا ایک حملہ ہوتا تھا'' (۱) یہ تھا اس زمانے کا مخصوص حال۔

اس دور میں شیعوں کی نسل کشی اور نابودی کے لئے ان پر بہت سارے چھوٹے بڑے حملے ہوئے جیسا کہ ہمدانی صاحب کے گزشتہ بیان سے بھی ظاہر ہوا لیکن کچھ ایسے بڑے حملے بھی ان پر ہوئے جو ایک خاص علاقے تک محدود نہیں تھے بلکہ پورے کشمیر میں پھیلے جن میں شیعوں کا سب کچھ لٹ گیا جو یا سرکاری ایماء پر کیئے گئے تھے یا جن کی پشت پناہی سرکار کرتی تھی ذیل میں ہم بعض ان حملوں پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

شیعوں کی تاراجی بیان کرنے سے پہلے اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مورخ حسن شاہ نے حسب معمول جانبداری سے ان فسادات کے مرتکب اپنے ہم مذہبوں کے سیاہ اعمال کی توجیہ اور دلیلیں تراشنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ انہوں نے ''تاریخ حسن'' میں تاراج شیعہ کا باب شروع کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ شیعہ لوگ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی توہین اور ان کی بے احترامی کرنا اپنے لیے سب سے بڑی عبادت اور باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ اسی لئے شیعیان کشمیر تیس چالیس سال کے بعد اہل سنتوں کے تعصب کے شکار ہوتے ہیں (۲) اور ان کے گھر بار کو جلا کر راکھ بنا دیتے ہیں۔

حسن شاہ کی طرف سے شیعوں پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی توہین کا الزام سراسر ایک جھوٹ اور بہتان ہے ہم اس سے پہلے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ شیعہ نبی اعظمؐ کے تمام عادل اور مومن صحابہ کرام کی عزت و احترام اپنے لئے واجب قرار دیتے ہیں۔

نیز کوئی بھی مذہب دوسروں کے بزرگان دین کی گستاخی داخل عبادت قرار نہیں دیتا ہے کیونکہ مسلمانوں کو تو خداوند عالم نے حتی کفار و مشرکین کے بزرگوں کی توہین اور بے احترامی کرنے سے منع کر کے فرمایا ہے: **﴿ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدواً بغیر علم﴾** (۳)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۴۷۔

۲۔ تاریخ حسن جلد، ا حصہ ا ص ۵۷۹۔

۳۔ سورہ انعام آیہ ۱۰۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''اور خبردار تم لوگ انہیں برا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر سمجھے بوجھے خدا کو برا بھلا کہیں گے'' پس کیونکر وہ سنی مسلمانوں کے دینی بزرگوں کی توہین کر کے اپنی ویرانی اور بربادی کا خود ہی سامان تیار کرتے؟

لیکن چونکہ لوگ مذہب کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے مخالفوں کو مٹانے کے لئے ان پر بے بنیاد الزامات لگا کر ان کے خون بہانے کی دلیل تراشی جاتی ہے (۱)

مذکورہ الزام میں اس لئے بھی کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس دور میں شیعوں کا سیاسی اقتدار بالکل ختم ہو چکا تھا اور وہ بے بسی کی زندگی بسر کر رہے تھے تو پھر کیسے یہ ممکن تھا کہ وہ ایسے افعال کے مرتکب ہوتے جن سے سنی بھائیوں کے مذہبی جذبات مجروح ہو جاتے اور ان کو مشتعل کر کے اپنے لئے مصیبت پیدا کرتے؟ عقل قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتی۔

شیعوں کی بے گناہی کا ثبوت خود حسن شاہ کے ایک ہی جملہ سے ملتا ہے اور یہ جملہ ضخیم تاریخوں سے زیادہ سنگین و وزین ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ **''شیعوں کے قتل و غارت کے بعد کشمیریوں پر خدا کی طرف سے قحط کی صورت میں قہر نازل ہوتا تھا (۲) اور وہ (کشمیری لوگ) گونا گوں تکلیفوں میں گر جاتے تھے''** یقیناً حسن شاہ نے اس بارے میں جو کچھ کہا وہ نہایت ہی وثوق اور مکمل تحقیق کے ساتھ کہا ہوگا۔

مغل دور میں شیعوں کا لوٹ کھسوٹ اور ان کی نسل کشی

پہلی تاراجی

کشمیر میں مغل فوجوں کے منحوس قدم رکھنے کے ساتھ ہی شیعوں کی ویرانی اور تباہی بھی شروع ہوئی۔ یعقوب شاہ چک نے جب مغل حملہ آوروں کے آنے کی خبر سنی تھی تو وہ ملک کا دفاع کرنے کے لئے

۱۔ بالفرض اگر کہیں کسی ایک فرد نے کم فہمی یا کم علمی کے سبب ایسا کیا ہے، اسے مدارک دین و مسلک کی رو سے سمجھانے کی ضرورت ہے نہ کہ اس کو بہانہ بنا کر ایک پوری ملت پر حملہ بول دینے کا ذریعہ تلاش کیا جائے جس سے نہ امت اور نہ ہی دین کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۶۳۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''ہیر پورہ'' کی طرف تیس ہزار سواروں کے ساتھ نکلا تھا اور اپنی جگہ نازک بٹ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ یعقوب چک کے نکلنے کے ساتھ ہی یہاں ظفر چک کپواری نے میدان خالی پا کر شیعہ مخالفوں کو شیعوں کے لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت پر اکسایا جس کے نتیجے میں شیعوں کا قتل عام کیا گیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا گیا ان کے دینی مرکز حضرت میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ اور آپ کے مقبرے کو، مرزا حیدر کے بعد دوسری مرتبہ نذر آتش کیا گیا اور مورخ حسن کے بقول تین دن تک شیعوں کی یہ تباہی اور ویرانی جاری رہی۔

کٹر شیعہ مخالف مورخ اعظم ددمری اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ شمس چک کے بڑے فرزند ظفر خان نے جو ایک متعصب سنی اور ملک کا دعویٰ دار تھا، دینی اور حکومتی تعصب کی بنا پر علاقہ زڈی بل کو نذر آتش کر دیا۔ زڈی بل کی خانقاہ جو دولت چک نے بنائی تھی کو جلا ڈالا اور شمس الدین عراقی کے مدفن (مقبرہ) کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا کے شیعوں کو بہت تکلیف پہنچائی (۱)

مورخ حسن نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:۔

''سید یوسف خان بیہقی، شیر خان ماگرے، ظفر خان نے یہاں شہر میں آ کر تعصب کے دست و بازو کھول کر عام لوگوں کی مدد سے زڈی بل کی خانقاہ کو جلا ڈالا اور میر عراقی کے مقبرہ کو عام لوگوں کے لئے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنایا۔ شیعوں کے گھروں اور مال و متاع کو لوٹ کر (آگ سے) خاکستر بنا دیا۔ تین دن تک شیعوں کی ویرانی اور تباہی کر کے پونچھ کے راستے سے بھاگ گئے اور اکبر بادشاہ کی فوج سے جا ملے'' (۲)

دوسری تاراجی

مظلوم شیعوں پر یہ تاراج اور بھیانک حملہ ظفر خان کے عہد حکومت میں ۱۰۴۵ھ ہجری مطابق ۱۶۳۵ء عیسوی میں ہوا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک دن سرینگر کے لوگ مائی سومہ (۳) جہاں توت کے

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۱۶۱۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۴۲۳۔

۳۔ جو آج موجودہ گاؤ کدل اور امیرا کدل کے درمیان واقع ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

درختوں کا باغ تھا۔توت کھانے کے لئے گئے تھے اور وہاں خاصا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔سینکڑوں آدمی درختوں پر چڑھے ہوئے تھے اتفاقاً فریقین میں سے ایک فرد درخت سے نیچے گرا جس پر اس شخص کے فرقہ والوں نے مخالف فرقہ کے ماننے والوں کو اس کے گرانے کا ذمہ دار ٹھہرایا اسی بات پر دونوں فرقوں کے ماننے والوں میں تنازعہ پیدا ہوا سنیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ لڑائی پر غالب رہے اور کھل کر شیعوں کی مار پیٹ کی۔

چونکہ اس دور میں مغلوں کے ذریعے رواج دیا گیا مذہبی جنون اور منافرت یہاں عروج پر تھی۔ لہٰذا شیعہ مخالفوں نے لڑائی میں موجود شیعوں کے علاوہ دیگر شیعوں کو بھی زدوکوب کیا۔اس کے بعد ان کے مال واسباب کو لوٹنے کے لیے شہر کے قاضی ابوالقاسم سے شیعوں پر توہین صحابہ کرام کا الزام عائد کر کے شیعوں کے قتل کا حکم جاری کروایا۔کشمیر کا صوبہ دار ''ظفر خان'' چونکہ جانتا تھا کہ یہ الزام شیعوں پر حملہ کے جواز کے لئے ان کا ایک پرانا حربہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔لہٰذا اس نے قاضی کے حکم کی تعمیل کرنے میں تاخیر کی۔

حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنے کی وجہ سے شیعہ مخالفوں یا حسن شاہ کے بقول عوام نے فساد برپا کیا اور شیعوں کے گھروں کو لوٹ کر جلا دیا (۱) اس قتل عام اور تاخت وتاراج سے بھی شیعہ مخالف شدت پسندوں کی تسلی اور تشفی نہیں ہوئی بلکہ شیعوں کا قافیہ حیات مزید تنگ کرنے کے لئے اب انہوں نے خواجہ محمد نقشبندی کی طرف رجوع کیا (جو سادات بخارا سے تھا اور شیعہ بادشاہ حسین چک کا باغ جو شیعوں سے چھین کر اسے دیا گیا تھا اس میں وہ رہ رہا تھا) یہ شخص سنی مسلمانوں کا مذہبی راہنما تھا اس نے اپنے ساتھ کچھ اور آدمی شامل کر کے شیعوں کو سزا نہ دینے کی صورت میں کشمیر سے ہجرت کی دھمکی دی لہٰذا گھر سے نکل کر چنار باغ میں بیٹھ گیا۔جس سے شہر میں ہل چل مچ گئی اور فساد کا اندیشہ مزید بڑھ گیا۔ظفر خان نے حالات بھانپ کر ان تمام مظلوم آدمیوں کو جن پر توہین صحابہ کرام کا الزام تھا قتل کروایا اور خواجہ صاحب کو بہت منت سماجت کر کے واپس اپنی جگہ بلایا (۲)

۱۔تاریخ حسن جلد ا حصہ ا،ص ۵۸۲۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۲۲۶،تاریخ حسن جلد ا حصہ ا ص ۵۸۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تیسری تاراجی

۱۰۷۶ھ ہجری میں بادشاہ اورنگ زیب کی طرف سے سیف خان کشمیر کی صوبہ داری کے لئے مقرر ہوا۔ اس کے عہد میں شیخ عبدالرشید چکنی، شیخ نورالدین نورانی کے آستانہ کی زیارت کے لئے چرار شریف جا رہا تھا۔ جب وہ چاڈورہ پہنچا تو ایک چنار کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا، اتفاق سے ملک حیدر کا بیٹا حسین ملک بھی جو خود چاڈورہ ہی کا رہنے والا تھا ایک دوسرے چنار کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے شیخ عبدالرشید کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، حسین ملک کی اس بے رخی سے شیخ صاحب بہت ناراض ہوئے اور اپنی تعظیم نہ کرنے پر ان کو کافی غصہ آیا لہٰذا انھوں نے ملک حسین کو کوسنا شروع کیا۔ ملک حسین نے بھی دوٹوک الفاظ میں شیخ صاحب کو جواب دیا۔ جب شیخ صاحب اور اس کے ساتھی ملک حسین سے گفتگو اور زبانی جنگ میں ناکام ہوئے تو ملک حسین سے انتقام لینے کی ٹھان لی جس کے لئے اس نے وہی پرانا حربہ (توہین صحابہ) استعمال کیا۔

انتقام کی آگ کی وجہ سے شیخ صاحب کو ''علمدار کشمیر'' کی زیارت اب یاد نہیں رہی اور نہ ہی اب اس کی ضرورت محسوس کی، بلکہ واپس سرینگر آکر سیف خان کے پاس جاکر ملک حسین کے خلاف توہین صحابہ کا الزام عائد کیا۔ جب اس کا چرچا عام ہوا تو عوام مشتعل ہوئی اور حسب معمول غم وغصہ کی لہر میں شیعوں کے مکان جلائے گئے اور ان کا مال واسباب لوٹ لیا گیا نیز بہتوں کو تہہ تیغ کیا گیا (۱)

شیخ عبدالرشید نے اپنے دعوے کے اثبات میں اپنے ہی مریدوں اور ساتھیوں (جو بحث میں ناکام ہوگئے تھے) کی شہادت پیش کی۔ چونکہ صوبہ دار کو شیعہ کشی کے اس پرانے حربہ کی حقیقت معلوم تھی تو اس نے ملک حسین چاڈورہ کو قتل کرنے میں تاخیر کی۔

لیکن شیخ صاحب کے اندر انتقام کی آگ ہنوز موجزن تھی جو انھیں آرام سے نہیں بیٹھنے دے رہی تھی۔ اس لئے انھوں نے اپنے علاوہ، درباری خفیہ ماموروں کے ذریعہ اپنے منشا کے مطابق بادشاہ کو رپورٹ بھجوادی (۲) مزید برآن شیخ صاحب نے ملک حسین کو سزا دلانے کے لئے اپنے چند آدمی کو دہلی بھی بھیجا۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۴۹۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۴۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اورنگ زیب (جوشیعہ مخالفت میں شہرت رکھتا تھا) نے ملک حسین کو گرفتار کروا کر قاضی عسکر کے حکم سے (کوئی دفاع کرنے یا سننے کے بغیر بے گناہ و بے قصور) قتل کروادیا (۱)

اس بے گناہ قتل کے واقعہ کو شاعر نے یوں بیان کیا

شد از ظلم بیداد قوم یزید

حسین ابن حیدر دوبارہ شهید (۲)

یعنی یزیدی قوم کے ظلم بیداد سے حسین ابن حیدر دوبارہ شہید ہوئے۔

ملک حسین پر لگائے گئے الزام کے سلسلہ میں اعظم دڈمری بھی شک و تردید کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔

''دست وگریبان ہونے کے ضمن میں کہا جاتا ہے کہ ملک (حسین) کی زبان سے حضرت سید الانام (علیہ السلام) کے اصحاب کرام کے خلاف بے ادبی ہوئی ہوگی تو شیخ عبدالرشید چکنی نے حاکم کے پاس استغاثہ دائر کر دیا اور محکمہ عدالت کے سربراہ نے سزا کا اعلان کیا'' (۳)

قارئین کو اس واقعہ سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس دور میں شیعہ کن حالات میں زندگی گزار رہے تھے اور کیسے کیسے بہانوں سے ان کو قتل کیا جارہا تھا یعنی ایک شیعہ کی موت و زندگی میں صرف ایک جملہ کا فاصلہ رہتا تھا، وہ تھا توہین صحابہ کا الزام! پھر مخالف فرقہ مشتعل ہو کر نہ آو دیکھتا نہ تاؤ، تحقیق وتحمل کا کیا سوال (۴)

چوتھی تاراجی

یہ تاراج ابراہیم خان کی حکومت کے دوران ۱۶۷۹ عیسوی میں ہوا جس کی علت یہ تھی کہ حسن آباد میں ایک شخص بنام عبدالشکور رہتا تھا۔ اس کے دو بیٹے محمد صادق اور محمد کاظم تھے۔ عبدالشکور کی ایک

۱۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۶۳۔

۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۶۴، تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۶۲۹۔ نیز واقعات کشمیر ص ۲۷۵۔

۳۔ واقعات کشمیر ص ۲۷۵۔

۴۔ ناظرین:۔ ماضی کے جھروکوں میں ان حالات کو دیکھ کر سبق سیکھنا چاہیے اور تمام مسلمانوں کو استعمار زمانہ کے خلاف متحد ہو جانا چاہیے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سنی کے ساتھ کسی کام میں شراکت تھی ایک دن کسی بات پر دونوں میں تنازعہ ہوا۔شیعہ مخالف نے غصہ میں شیعوں کے خلاف نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ استعمال کیے جس پر عبدالشکور اور اس کے بیٹوں نے اس کو زدوکوب کیا۔اس معمولی جھگڑے کو دیکھ کر موقع پر کچھ غیر شیعہ جمع ہو گئے انہوں نے جب اپنے ہم مسلک کا حال دیکھا تو شیعوں سے بدلہ اور انتقام لینے کی ٹھان لی اور اس بار بھی شیعہ کشی کے لئے وہی پرانا اور آزمودہ حربہ استعمال کیا گیا۔

انہوں نے قاضی محمد یوسف کے پاس جا کر شیعوں پر پھر توہین صحابہ کا الزام لگایا۔قاضی نے حسب معمول متہم سے باز خواست اور دفاع کا موقع فراہم کرنے کے بغیر ہی ان کے حق میں قتل کا حکم جاری کر دیا۔عبدالشکور اپنے بیٹوں کے ساتھ صوبہ دار ابراہیم خان کے پاس آیا اور اسے تمام ماجرا سنایا ۔ادھر قاضی یوسف نے عوام کو مشتعل کر کے شیعوں کے خلاف لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے تیار کر دیا لہٰذا سنی عوام نے جوش وخروش میں حسن آباد کو لوٹ کر آگ کے شعلوں میں ڈھکیل دیا۔

اس کی اطلاع جب صوبہ دار کو ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے فدا ہی خان کو کچھ سپاہی ساتھ دے کر حسن آباد کو بچانے کے لئے بھیجا۔ادھر شہر کے لوگ اور کابل کے خوان حضرات جیسے مرید خان، الف خان اور مرزا مقیم وغیرہ کو جو سب کے سب سنی تھے اپنی فوجیوں کے ساتھ بعض منصب داروں کے ہمراہ مقابلے کے لئے آ گئے (۱) اور لوگوں (شیعوں) کی ایک بہت بڑی جماعت کو قتل و غارت کیا (۲) نیز شیعوں کے گھروں اور ان کے مال و متاع کو بھی لوٹ لیا۔ابراہیم خان صوبہ دار نے جب حالات اتنے کشیدہ دیکھے تو انہوں نے عبدالشکور اور اس کے دونوں بیٹوں محمد صادق اور محمد کاظم کو فتنہ پردازوں کے حوالے کر دیا۔شیعہ مخالفوں نے نہ فقط عبدالشکور اور ان کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا بلکہ ان کے ساتھ عبد الشکور کے داماد کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ان کے دل کو اس قدر قتل و غارت کے بعد بھی تسلی وتشفی نہیں ہوئی۔اب انہوں نے حسن آباد کے علاوہ دوسری شیعہ بستیوں کی طرف پیش قدمی شروع کی۔متعصب غیر شیعوں کی ایک جماعت کا لیڈر خواجہ حاجی بانڈے تھا جس جماعت کا نعرہ یوں تھا۔

۱۔واقعات کشمیر، ص ۲۹۶۔

۲۔تاریخ حسن جلد ا حصہ ا ص ۵۸۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

"ہلہ کرحاجو بلہ چھیوی دور
گوڑ میتھ زالوں کمانگر پور"

یعنی حاجی ہمت کرو پہلے کمانگر پورہ (۱) کوجلاؤ جونزدیک ہے پھر زڈی بل کو جودور ہے، اس کو نذر آتش کرو۔

ملا محمد طاہر مفتی اعظم (جوخودبھی ایک معتدل سنی عالم دین تھے) نے جب قاضی یوسف اور صوبہ دار میں صلح و آشتی کرانے کی کوشش کی تو شدت پسندوں نے ان کے گھر کو بھی صوبہ دار کا طرف دار کہہ کر نذر آتش کر دیا۔

شیعوں کے اس وقت کے بزرگ عالم دین شیخ قاسم جو عبادت و ریاضت اور نیک سیرت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، کو بلوائیوں نے راستے میں پکڑ کر ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیا (۲)

یہ المناک واقعات دیکھ کر فدائی خان نے فسادیوں اور شر پسند عناصر کو کچل دینے کا مصمم ارادہ کیا مرزا سلیم جو شدت پسندوں کے ایک گروہ کا سردار اور سرغنہ تھا مرزا سلیم فدائی خان کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا اس کے مرتے ہی بلوائی بھاگنے لگے اور امن وامان کی امیدیں ظاہر ہونے لگی تھیں۔

لیکن ابھی لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ "بقابابا" اپنے مریدوں کی ایک جماعت کو ساتھ لیکر غارت گروں کی مدد کرنے کے لئے آیا انہوں نے آتے ہی ابراہیم خان صوبہ دار کی حویلی کو آگ لگادی (۳) اس دن قتل وغارت اس شدت سے ہوئی گویا سرینگر میں قیامت برپا ہوگئی۔

آخر کار صوبہ دار نے اپنی فوج بھیج کر بقابابا، قاضی، وقایع نگار بخشی اور شہر کے رؤسا جیسے خواجہ لالہ گانی، خواجہ حاجی بانڈے اور خواجہ قاسم لنگر کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا (۴) ان کی گرفتاری سے شورش دب گئی۔

۱۔ شہر سرینگر کے بیچ ایک شیعہ بستی۔

۲۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ۱۵۶اص ، نیز واقعات کشمیر، ص ۲۹۶ نیز تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۸۲۔

۳۔ واقعات کشمیر، ص ۲۹۶۔ نیز تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۸۲۔

۴۔ واقعات کشمیر، ص ۲۹۶۔ وتاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۸۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہ بات جب اورنگ زیب تک پہنچائی گئی تو اس نے (اس واقعہ کی تحقیقات اور مجرموں کو سزا دینے کے بجائے شیعہ ہونے کی وجہ سے) ابراہیم خان کو ہی صوبہ داری عہدے سے معزول کر کے واپس بلالیا۔ ابراہیم خان جب قیدیوں کے ہمراہ ان کے پاس واپس لاہور پہنچا تو اورنگ زیب بادشاہ نے (اس زبردست شورش اور شیعوں کے قتل عام سے چشم پوشی کر کے بغیر کسی تحقیقات کے) تمام قیدیوں کی آزادی کا حکم صادر کیا اور وہ سب واپس آ گئے (۱) سوائے قاضی کے جو خود اپنے اختیار سے وہاں رہا۔

پانچویں تاراجی

شیعوں پر یہ حملہ اب تک کے تمام حملوں سے زیادہ شدید اور بھیانک تھا۔ یہ حملہ چند دنوں، ہفتوں یا مہینوں تک نہیں بلکہ تقریباً دو سال تک جاری رہا اس میں شیعوں کی وہ تباہی اور ویرانی ہوئی جو اس وقت تک کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس حملے میں اس مظلوم قوم کے ساتھ کفار و مشرکین بلکہ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا درحالانکہ خود اہل سنت مورخوں کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس لڑائی میں شیعوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔

شیعہ اس حملے کی تباہی اور ویرانی کا سالوں سال تک ازالہ نہیں کر سکے یا مختصر یوں کہوں کہ اس حملہ نے ان کو جینے کے قابل نہیں رکھا اور زندگی کی امید ان سے چھین لی۔

اس حملہ کی تفصیل یوں ہے کہ:۔

ملاّ عبدالنبی ملقب بہ محتویٰ خان اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ عالم بہادر کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ (۲) عالم بہادر نے اسے ''شیخ الاسلام'' کا لقب دیا اور کشمیر میں اسے جاگیر عطا کی۔ کشمیر آنے کے بعد ایک دن اسی جاگیر کے سلسلے میں اس کی یا اس کے خادم کی جو ہندو تھا محکمہ دیوانی کے پنڈت ملازموں سے تو تو میں میں ہوئی۔

بادشاہ کے ساتھ خصوصی تعلقات کے تکبر میں محتویٰ خان نے ہندوؤں سے انتقام لینے کے لئے

۱۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۱۷۵ واقعات کشمیر، ص ۲۹۶۔ نیز وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۶۶۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ا ص ۶۶۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سخت اور کالے قانون مرتب کر کے نائب صوبہ دار سے ان کو ملک میں جاری کرنے کا حکم دلایا۔ جن میں بعض قوانین حسب ذیل تھے:۔

۱۔ کوئی پنڈت (ہندو) گھوڑے پر سوار ہو کر بازاروں میں نہ چلے۔

۲۔ کوئی پنڈت سر پر پگڑی نہ باندھے۔

۳۔ کوئی پنڈت جوتا نہ پہنے۔

۴۔ کوئی پنڈت بچوں کو تعلیم کے لئے مدرسہ نہ بھیجے۔

۵۔ ہر پنڈت جزیہ ادا کرے (۱)

نائب صوبہ دار نے اپنے اہل کاروں، مشیروں کے مشورہ سے ان وحشیانہ اور ظالمانہ قوانین (جن کی اجرا کی نیت قربۃ الی اللہ کے بجائے انتقام کی آگ بجھانے کی تھی) کو اجرا کرنے سے غفلت کی جس پر محتویٰ خان کے اکسانے پر لوگ مور و ملخ اور ٹڈی دل کی طرح فساد اور پنڈتوں کے لوٹ مار کے لئے جمع ہو گئے۔

اعظم دِڈّمری لکھتے ہیں کہ دوسرے روز عوام نے اور زیادہ غلبہ کیا اور بازاری لوگ جہاں کہیں بھی ہندو کو پاتے تھے گھوڑے سے اتار کر اس کی تنبیہ کرتے تھے (۲) آہستہ آہستہ یہ معاملہ ان کے گھروں کی تباہی اور مال و اسباب کو لوٹنے تک پہنچ گیا۔ ہندوؤں کی مغلوبی کی تاریخ ''شکست کافران'' سے نکالی گئی (۳)

بادشاہ کو جب کشمیر کی صورت حال سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے نائب صوبہ دار کو معزول کر کے خواجہ عبداللہ خان دہ بیدی کو ان کی جگہ مقرر کیا لیکن محتویٰ خان اپنے کاموں سے باز نہیں آیا بلکہ اب اس نے کچھ سرکاری پرگنوں اور زمین پر بھی اپنا قبضہ کیا جس کی وجہ سے مورخ حسن کے بقول باغی اور فسادی کی جسارت اور بہت بڑھ گئی (۴) اس شورش کی وجہ سے ہر طرف ہرج و مرج اور افراتفری پھیل گئی اور ملکی انتظام درہم برہم ہو گیا ملک میں امن و امان بحال نہ کرنے کے سبب چھ مہینے کے بعد عبداللہ خان دہ بیدی بھی اپنے عہدے سے معزول ہوا اور مومن خان کو اس کی جگہ منصوب کیا گیا۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۸۵۔

۲۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۷۸۔

۳۔ واقعات کشمیر ص ۳۹۲۔

۴۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۱ ص ۶۶۹۔ و نیز ج ۱ حصہ ۱ ص ۵۸۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مورخین نے بیان کیا ہے محتوی خان کو جب مومن خان کی کشمیر آنے کی خبر ہوئی تو وہ مومن خان کے یہاں (کشمیر) پہنچنے سے قبل ہی میر شاہ وار خان کے پاس اپنی صفائی اور بے گناہی پیش کرنے کے لیے گیا تا کہ مومن خان کے پاس اسے سزا نہ دینے کی سفارش کرے۔

یہاں پر تاریخ خاموش ہے کہ محتوی خان نے ایسا کیونکر کیا کیونکہ اب اس کے پاس لوگوں کی ایک کثیر جماعت بھی تھی سابق حکمران کی حکومت کے دوران تو اس نے جب امن کا راستہ اختیار نہیں کیا حتی میر احمد خان کے زمانے میں تو اس نے فوج سے بھی مقابلہ کیا، اب بیچ میں کونسے واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے وہ شاہ پور خان کے گھر نئے حاکم کے پاس اس کی سفارش اور عذر خواہی کرنے کی غرض سے گیا بظاہر یہاں کچھ حوادث رونما ہوئے ہوں گے جن کی سبب محتویٰ خان ایسا کرنے پر مجبور ہوا۔ بہر حال محتوی خان کے اس کام کی علت مومن خان کی شجاعت اور بہادری نیز باغیوں کے خلاف اس کا رویہ بھی ہوسکتا ہے جس سے مرعوب ہوکر محتویٰ خان امن کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوا ہوگا۔

محتویٰ خان جس شخص کے گھر اپنی صفائی اور حاکم کے پاس سفارش کروانے کے لئے گیا وہ ایک شیعہ مسلمان کا گھر تھا جو کشمیر کے ایک ذمہ دار عہدے پر فائز تھا جس وقت محتویٰ خان شاہوار خان شیعہ کے گھر گیا وہاں چند سنی منصب دار اور سردار بھی موجود تھے۔ شاہوار خان جب کسی کام سے مجلس سے باہر نکل آیا ان سنی منصب داروں اور سرداروں جن میں ایک سید اظہر خان دیوان بیوتات بھی تھا(۱) نے متفق طور اس فساد کے بانی محتوی خان کو قتل کیا تا کہ ملک میں امن وامان بحال ہوجائے۔

دوسرے دن جب محتویٰ خان کے پیروکاروں نے جب سنا کہ اس کا قتل ایک شیعہ کے گھر میں ہوا تو انہوں نے یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ محتویٰ خان کو تو فتنہ وفساد کی جڑ ہونے کی وجہ سے اس کے ہم مذہبوں نے ہی قتل کیا۔

مورخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محتویٰ خان کے قاتل سنی ہی تھے لیکن شیعہ مخالفوں کے جذبات مشتعل کرنے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ ایک شیعہ مسلمان کے گھر میں قتل ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا ازدھام ٹڈی دل کی طرح جمع ہوگیا اور شیعوں کی لوٹ مار اور قتل عام کے لئے زڈی بل کا رخ کیا۔

۱۔ وہ سب اہل سنت ہی تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تاریخ بتاتی ہے کہ شیعوں نے مخالفوں کے روز بروز اور متواتر حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے زڈی بل کے چاروں طرف مورچے بنائے تھے جن کو بنانے میں یہاں کے پنڈتوں نے انہیں کافی مدد دی تھی چونکہ دونوں اقلیت میں تھے اور دونوں کو اپنے مخالفوں کے حملوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا لہٰذا دونوں میں ایک طرح کا اتحاد قائم ہوا تھا۔

مذکورہ دعوے کی تائید تاریخ حسن اور واقعات کشمیر کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ مورخ حسن لکھتے ہیں کہ دوسرے دن لوگ مشتعل ہوئے اور زڈی بل پر حملہ آور ہوئے وہاں فساد کے دنوں میں شیعوں نے ہندوؤں کی مدد سے سارے محلّہ کے اطراف میں مورچے بنائے تھے اور مضبوط پوزیشن میں وہاں پر تھے(۱)

اعظم دڈمری اس حملے کے بارے میں آگے لکھتے ہیں چند دنوں کے بعد لوگ پھر غیرت میں آگئے اور انہوں نے زڈی بل محلے پر دھاوا بول دیا اور شیعوں کو جنہوں نے ہندو فساد میں ہندوؤں کے ساتھ مل کر مضبوط مورچے بنا کر خود کو قوی و محفوظ کر لیا تھا (۲)

فسادیوں نے جب زڈی بل پر حملہ کیا تو شیعوں نے جان توڑ کر مورچوں سے اپنا دفاع کیا اگرچہ دشمن کے مقابل میں قلیل تھے لیکن شجاعت اور رشادت کا ثبوت دے کر حملہ آوروں کو پیچھے ڈھکیل کر انہیں بھاگنے پر مجبور کیا (۳)

تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف لکھتے ہیں کہ حملہ آوروں کی شکست کی خبر جب خواجہ محمد آفتاب اور خواجہ بادشاہ کو ہوئی جو اس وقت سلسلہ نقشبندی کے معزز اراکین تھے جن کا عوام میں بھی بڑا اثر ورسوخ تھا تو انہوں نے توپخانہ کے سپاہیوں کو حملہ آوروں کی مدد کے لئے بھیجا جس سے ان کی تقویت ہوئی۔ سپاہیوں کی مدد سے انہوں نے شیعوں پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ شیعہ مسلمانوں کی تعداد حملہ آوروں سے بہت زیادہ کم تھی۔ خدا کے سوا کسی اور سے انہیں مدد کی امید نہ تھی، کیونکہ دیگر علاقوں کے شیعہ خود بھی اسی مصیبت میں مبتلا تھے۔ شیعہ جان توڑ کر اپنا دفاع کرتے رہے لیکن کب تک خالی

۱۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ ا ص ۵۸۹۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۳۹۴۔
۳۔ گوہر عالم ص ۲۲۴۔۲۲۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہاتھوں سے مسلح حملہ آوروں کا جواب دیتے ؟ ان کے بہت سارے افراد اپنی عزت اور ناموس کا دفاع کرتے کرتے قتل ہوئے اور اس طرح زڈی بل کا دفاع ٹوٹ گیا۔

دفاع ٹوٹ جانے کے بعد حملہ آور زڈی بل کے شیعوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو تاراج کر دیا۔ بوڑھے، بچے، مرد، زن جو بھی ان کے ہاتھ آیا سب کو قتل کر دیا۔ معصوم بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ کچھ بچے اور عورتیں جان بچانے کی خاطر میر عراقی کی خانقاہ میں پناہ گزیں ہوئیں اور اندر سے خانقاہ کا دروازہ بند کیا ان بے رحم سنگ دلوں نے خانقاہ کو بھی آگ لگادی۔ جس کے نتیجے میں معصوم بچے اور عورتیں زندہ جل کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئیں۔ زڈی بل کے شیعوں کی ایسی تباہی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔

یہاں پر اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ یہ لڑائی زڈی بل تک محدود نہیں رہی بلکہ شیعوں کے دوسرے علاقوں خصوصاً حسن آباد کے شیعوں پر بھی اسی طرح کی قیامت ڈھائی گئی۔ لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت کا یہ سلسلہ ۱۱۳۴ھ ہجری ۱۷۲۱ء عیسوی میں (تقریباً دوسال) تک جاری رہا(۱)

شیعوں پر کیئے گئے ان مظالم کو سمندر میں سے ایک قطرہ اور پہاڑ سے ایک ذرے کے برابر اشارے کرتے ہوئے مورخ حسن لکھتے ہیں کہ:۔

''اب جبکہ محتویٰ خان کے قتل کی تہمت شیعوں کو لگی تو لوگ ان کے سروں پر ٹوٹ پڑے اور ہر جگہ ان کے خلاف لوٹ مار کیا ان کے گھر بار کو آگ لگادی۔ چھوٹے، بڑے، زن و مرد کی ایک کثیر جماعت کا قتل عام کیا۔ ان کے ساتھ نازیبا اور غیر شائستہ حرکتیں انجام دے کر اپنے نامہ اعمال سیاہ کئے۔ زڈی بل کے محلّہ میں بچوں اور عورتوں نے خوف وڈر کے مارے میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ میں پناہ لی تھی اور اندر سے دروازہ کو بند کرلیا تھا۔ قیامت کے دن سے نہ ڈرنے والے ان فسادیوں نے بغض وعناد کی وجہ سے خانقاہ میں آگ لگادی تو کتنی چاند جیسی صورتوں والی عورتوں اور معصوم بچوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادیا۔

سبحان اللہ:۔ اتنی تباہی اور ویرانی کا وقت آج تک شیعوں پر کبھی نہیں آیا تھا کہ ایک پہر (تقریباً تین گھنٹے) میں ان کا مال ومتاع، گھر بار، عزت وآبرو سب کچھ لٹ کر ویران ہوا'' (۲)

۱۔ تاریخ کشمیر، ملاّ محمد مرجان پوری، نیز گوہر عالم ص ۳۲۴، ۳۲۳۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ ا ص ۵۸۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اعظم دِڈّمری (جو اپنے ہم مسلکوں کی معمولاً طرف داری کرتے ہیں) نے ان کے گناہوں کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، وہ اس کربناک واقعہ کی طرف بہت معمولی اشارہ کر کے لکھتے ہیں کہ:۔

''اکثر عورتوں اور مردوں اور چھوٹے بڑوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی عزت و ناموس کو غارت کرنے کے بعد شیعوں کے پیر میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ مسمار کر دی۔ تعمیر سے آج تک اس (خانقاہ) کی ایسی تباہی و ویرانی نیز شیعوں پر اس قسم کا حادثہ واقع نہیں ہوا تھا'' (۱)

اس واقعہ کی تلخ یادیں آج تک شیعہ اپنے فرزندوں کو سینہ بہ سینہ بیان کرتے ہیں۔ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی شیعہ اس قیامت کبریٰ جیسے دن کو نہیں بھول پائے بلکہ اس واقعہ کی یادگاریں آج بھی محلہ زڈی بل میں پائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر اکبر حیدری اس دلسوز واقعات کو ''خاندانی حالات'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''بلوائیوں نے اس قتل عام میں اتنا خون ناحق بہایا کہ تا زانوئے اسپ خون تھا جس جگہ قتل عام کیا گیا وہ خانقاہ میر شمس الدین عراقی سے متصل ہی ہے۔ اس کا نام ''مرگ بل'' رکھا گیا۔ مرگ بمعنیٰ موت اور ''بل'' کشمیری زبان میں جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ مقام اب بھی اسی نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ زڈی بل میں بطرف شمال ایک غار اس کو کشمیری میں "ہودہ بل" کہتے ہیں یہاں لگ بھگ بارہ سو عورتیں اور بچے پناہ گزیں ہوئے تھے فسادیوں نے غار کے دروازے پر لکڑی کا انبار جمع کیا اور اسے پھر جلا دیا جس کے سبب غار کے تمام لوگ خاکستر ہوئے اس کے بعد پورا زڈی بل نذر آتش کیا گیا یہ واقعہ خاندانی حالات کے مطابق ۲ ذی قعدہ یوم جمعہ ۱۱۳۳ھ ہجری کو ہوا تھا (۲)

چھٹی تاراجی

شیعوں کو ابھی گزشتہ بہیمانہ حملے کے زخم تازہ ہی تھے کہ انہیں ایک اور حملہ اور قتل و غارت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ برکات خان کی حکومت ۱۱۵۶ھ ہجری میں ببر اللہ خان جو برکات خان کی طرف سے کامراج کا ''تھانیدار'' ہونے کے ساتھ ساتھ فوج کا منتظم تھا۔ نے اپنی فوجی طاقت

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۲۹۴۔

۲۔ مقدم دوم، بہارستان شاہی، اکبر حیدری، ص ۱۳۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بڑھا کر مظفر آباد اور پونچھ کے راجاؤں کی مدد سے ابوالبرکات کے خلاف بغاوت کر کے سرینگر پر حملہ کیا اور کچھ دن زڈی بل میں بھی شیعوں کے ساتھ مشورے کرتا رہا۔

ابوالبرکات نے بھی جوابی کاروائی کے لئے اقدامات کئے طرفین میں لڑائی ہو جانے کے بعد ببر اللہ خان کو شکست ہوئی اور وہ سرینگر سے فرار ہوا۔ ابوالبرکات نے لوگوں اور منصب داروں کی تاکید کے باوجود دشمن کا تعاقب ترک کر دیا۔ بلکہ اس کے بجائے شیعوں سے ذاتی بغض وعناد رکھنے کی وجہ سے اپنے سپاہیوں اور لوگوں کو شیعوں کے خلاف قتل وغارت کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ جنہوں نے ہر محلے میں ان کی جائدادیں لوٹنے، جلانے اور ان کی عزت وناموس پر ہاتھ ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ایک پہر (تقریباً تین گھنٹے) میں بہت سارے محلوں کو ویران ونابود کیا اس کی تاریخ ''عام التشویش'' سے نکالی گئی (۱)

اس حملہ میں شیعوں پر وہ قیامت ڈھائی گئی جس سے وہ محتویٰ خان (تاراج ششم) کے وقت کا تاخت وتاراج بھول گئے (۲)

مورخ اعظم دڈمری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ''نیک خواہوں کے التماس کرنے کے باوجود بھی اس نے (ابوالبرکات) دشمن کا تعاقب کرنے کا راستہ چھوڑ دیا اور اس نے محلہ زڈی بل کا رخ کر کے اسے لوٹ کر جلا ڈالا اور اس علاقے نیز اس کے گردونواح کے بے گناہوں کو ناحق تکلیف پہنچائی اور اس سلسلے میں اور بھی کئی محلے ایک دن میں تباہ وبرباد ہو گئے (۳)

وجیز التواریخ کے مصنف شیعوں پر ہوئے اس حملے کی وضاحت یوں بیان کرتے ہیں کہ:۔''اس وقت شہر کے لوگ ابوالبرکات خان سے مل گئے اور اس (ببر اللہ خان) کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوئے اور شہر والوں نے دشمن کا تعاقب ایک طرف چھوڑ دیا بلکہ زڈی بل کی لوٹ مار کی طرف لگ گئے۔ محلہ اور محلات اور ان کے آس پاس کے اکثر بے گناہوں کو ناحق ستاتے تھے۔ ایک دن میں محلوں کی ایک بڑی تعداد خاکستر ہوگئی دشمن کو مفت میں بھگا دیا (۴)

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۹۱۔
۲۔ تاریخ کشمیر، خلیل مرجان پوری ۲۴۸، ۲۴۷۔
۳۔ واقعات کشمیر ص ۴۳۴۔
۴۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۹۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ان تمام حملوں کو پیش نظر رکھ کر قارئین کو اس دور میں شیعوں کی مظلومی، لاچاری بے بسی، اور بے گناہی کے ساتھ ساتھ سماجی حالات سے بھی کسی حد تک آگاہی ہوئی ہوگی اور صحیح انداز ہوا ہوگا کہ اس اعصاب شکن دور میں شیعوں نے کیسی، کیونکر اور کن حالات میں زندگی گزاری ہوگی؟

یہاں پر ہم اس بات کا اعادہ پھر کرتے ہیں کہ یہ چند حملے پورے کشمیر میں شیعوں پر ہوئے (اگرچہ حملوں کا مرکز زڈی بل ہوا کرتا تھا لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دوسرے علاقوں کے شیعہ امان میں تھے بلکہ وہ بھی برابر مورد حملہ اور تجاوز قرار پاتے تھے) ان کے علاوہ اور بہت سارے حملے بھی مظلوم شیعوں پر ہوئے لیکن وہ کسی خاص علاقہ یا گاؤں تک ہی محدود رہتے تھے مذکورہ واقعات کو بیان کرنے کے بعد اس بحث کو ہم یہیں پر اختتام کرتے ہوئے اپنی اصلی بحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔

مغل دور میں شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالت

کشمیر میں مغلوں کے آنے کے ساتھ ہی شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی امور میں جمود آ گیا پھر روز بروز وہ زوال کے شکار ہوتے گئے۔ اگرچہ اس دور میں جو چند شیعہ صوبہ دار مقرر ہوئے انہوں نے بہت سارے تہذیبی اور ثقافتی امور انجام دئے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے وہ تمام ثقافتی کام شیعہ ثقافت سے زیادہ کشمیر کی قومی اور ملی ثقافت سے مشابہ ہیں اس لئے ہم ان کے ثقافتی کاموں کو شیعہ ثقافت کے بجائے ''مغل دور میں کشمیری ثقافت کو عروج دینے میں شیعوں کے کردار'' عنوان کے تحت ذکر کریں گے۔ ظاہر ہے کہ شیعہ ثقافت کو ایک تشخص بھی حاصل رہا ہے۔

اس دور میں ہمیں شعر و ادب کے بغیر شیعی ثقافت کے فروغ دینے کا کوئی خاص کام نظر نہیں آتا ہے اور اگر کچھ تہذیبی و تمدنی کام انجام بھی دیئے ہوں گے تو وہ انقلاب زمانہ کی وجہ سے محفوظ نہیں رہے اور اگر کتابوں میں ذکر کیا گیا ہوتا تو جب زمانہ کے حوادثات میں شیعوں کے گھر بار، مال و متاع باقی نہ رہے تو وہ کتابیں کیسے باقی رہ جاتیں؟ لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ اگر اس دور میں شیعوں سے متعلق تہذیب اور ثقافت کے امور انجام بھی دئے گئے ہو وہ بہت محدود رہے ہوں گے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مغل دور میں شیعی تہذیب وثقافت کے جمود کے اسباب

اس دور میں شیعوں کے تہذیبی اور ثقافتی جمود کے اسباب حسب ذیل تھے۔

ا۔مخالفوں کے متواتر اور پے در پے حملے

اس دور میں شیعوں نے متواتر حملوں کی وجہ سے اپنی تہذیب اور ثقافت کو فروغ دینے کے بجائے اپنے دفاع پر توجہ مرکوز کی تھی اور ان کا اکثر وقت اسی میں صرف ہوتا تھا۔

۲۔غریبی اور فقیری

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تہذیبی اور ثقافتی کاموں کو انجام دینے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن شیعوں کی حالت دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اکثریت کا مشکل سے ہی گزارا ہوتا رہا ہوگا۔تو ایسے حالات میں وہ کیونکر ثقافتی اور تمدنی کاموں کو انجام دیتے؟ مزید برآن یہ کہ اس دور میں شیعہ جو پیسے خون پسینہ نکال کے جمع کرتے تھے تو شیعہ مخالفین آئے دن حملوں میں اسے لوٹ لے جاتے تھے۔ایسے سخت حالات میں تو خود شیعوں کا باقی رہنا ہی کسی معجزہ سے کم نہیں تھا۔

۳۔جانی، مالی، مذہبی، سیاسی وسماجی، تہذیبی اور ثقافتی تحفظ کا نہ ہونا

شیعوں کے تہذیبی جمود کی تیسری علت ان کو مالی، مذہبی، سیاسی وسماجی، تہذیبی اور ثقافتی تحفظ کا میسر نہ ہونا ہوسکتا ہے۔یعنی اگر ہم فرض کریں کہ تہذیبی اور تمدنی کاموں کے لئے شیعوں کے پاس وقت اور سرمایہ دونوں موجود تھا پھر بھی ثقافتی امور کا انجام پانا نہایت ہی مشکل تھا۔چونکہ ہر طرح کی فعالیت اور کام انجام دینے کے لئے وقت وسرمایہ کے ساتھ ساتھ امن وامان کا مسئلہ ایک حیاتی چیز ہے۔اگر امن وامان نہ ہوتو انسان کا زندہ رہنا ہی محال ہوجاتا ہے۔امن وامان خداوند عالم کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔لیکن گزشتہ حالات سے بخوبی واضح ہوچکا ہے کہ شیعوں کو اس دور میں جانی، مالی، سیاسی، دینی، ثقافتی اعتبار سے کسی طرح کا امن وامان حاصل نہ تھا۔وہ اگر کوئی کام اپنی تہذیب اور تمدن کے فروغ یا تمدنی آثار کے تحفظ کے لئے انجام بھی دیتے تو یہ عیاں تھا کہ شیعہ مخالفین اسے برداشت نہ کرکے اس کے خلاف اقدام کرتے، جیسے کہ شیعوں نے جب سید محمد مدنی کی خانقاہ کے نزدیک ایک

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مسجد بنائی تو شیعہ مخالفوں نے مسجد کو ڈھا کر شیعوں پر ایک زبردست حملہ کر کے ہزاروں لوگوں کو قتل کر ڈالا اور یہ بات واضح ہے کہ وہ شیعوں کے کسی کام کو برداشت کرنے کی تاب و تواں ہی نہیں رکھتے تھے۔

۴۔ کشمیر کے صوبہ داروں کا شیعوں سے مذہبی تعصب

شیعہ مخالف عوام کے علاوہ خود کشمیر کے اکثر صوبہ دار بھی شیعہ مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے۔ وہ شیعوں کے کسی کام کو برداشت نہیں کر پاتے تھے۔ شیعہ اگر کوئی کام انجام بھی دیتے تھے تو حکمران اسے تباہ و ویران کرتے یا اس پر قبضہ کر کے دوسروں کے اختیار میں دے دیتے تھے۔ اس بارے میں آئندہ اوراق میں بحث کی جائے گی۔ اگر کوئی صوبہ دار انصاف پسندی کی بناء پر ایسا نہیں کرتا تو اس کے خلاف عوامی بغاوت کرادی جاتی تھی جیسے کہ گزشتہ اوراق میں تاریخی حوالوں سے واضح ہو چکا ہے۔

۵۔ شیعوں کی ناخواندگی اور علمی پسماندگی

مغل دور میں شیعی ثقافت کے جمود کی ایک علت اس دور میں شیعوں کی جہالت بھی ہے۔ ہمیں اس دور میں شیعوں کا کوئی مناسب اور معیاری علمی مرکز بھی نظر نہیں آتا ہے۔ اس دور کے آغاز سے ہی شیعوں کو تمام میدانوں سے خارج کیا گیا تھا اور انہیں محرومی اور گمنامی میں زندگی گذارنے پر مجبور کیا گیا۔ اب اگر کوئی اسلامی اور دینی تعلیم بھی حاصل کرنا چاہتا تھا تو وہ ایران اور عراق جانے کے لئے مجبور تھا۔ لیکن وہاں جانا بھی عام شیعوں کے لئے مشکل تھا چونکہ اس کے لئے جانی تحفظ کے علاوہ ایک قابل توجہ رقم کی ضرورت رہتی تھی جس کو مہیا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی لہٰذا شیعہ مجبوراً عام طور پر تعلیم سے محروم رہے۔

مغل دور میں کشمیری ثقافت کو فروغ دینے میں شیعوں کا کردار

اس سے پہلے بیان کیا گیا کہ شیعہ اپنی ثقافت کو فروغ دینے میں مختلف وجوہات کی بنا پر معذور رہتے تھے۔ لیکن اپنی خداداد صلاحیت کی بنا پر یہاں بعض اوقات مغل بادشاہوں کی طرف سے شیعہ صوبہ دار مقرر ہوئے۔ جنہوں نے شیعی اور کشمیری ثقافت کو فروغ دینے میں ایک دقیقہ بھی فروگزار نہیں کیا۔ اپنی مختصر مدت میں جب بھی موقع ملا وہ ایسے ثقافتی کارنامے انجام دیتے تھے جو صدیوں تک اپنے نقوش چھوڑ جاتے تھے۔ جن میں بعض کا آج ہم صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ ذیل

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں بعض صوبہ داروں کی کشمیری اور شیعی ثقافت کے کارناموں کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے۔

ملک حیدر چاڈورہ کے ثقافتی کارنامہ

ملک حیدر کے متعلق ذکر ہو چکا ہے کہ مورخ حسن کے مطابق ملک حیدر چاڈورہ ایک نامور حاکم، فوجی افسر ہونے کے علاوہ ایک معروف مورخ بھی تھا۔ چونکہ ہر فن مولا تھا تو کئی ایک اچھے اور بیش بہا کاموں کو بھی انجام دیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

الف: جامع مسجد کی تعمیر نو (۱)

اس کا بیان ان کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

ب۔ لچھمن کول (نہر) کی مرمت (۲)

جس سے پانی مسجد کے اندر سے گزر کر بہت سارے محلوں کے لئے پینے اور دیگر استفادہ کے لئے مہیا ہوتا تھا۔

ج۔ "تاریخ ملک حیدر" کتاب کی تالیف (۳)

یہ کتاب اپنے زمانے کے حالات تک کی ایک بڑی معتبر کتاب ہے۔

د۔ میر شمس الدین کی خانقاہ کی تعمیر نو (۴)

مغلوں کے آنے کے ساتھ ہی ظفر چک کپواری نے زڈی بل پر حملہ کر کے اسے ویران کرنے کے علاوہ خانقاہ کو بھی نذر آتش کیا تھا۔ ملک حیدر کی مساعی جمیلہ سے خانقاہ پھر تعمیر ہوئی۔

ھ۔ زڈی بل محلہ کی آبادی نو

ملک حیدر نے زڈی بل علاقہ پر بھی خصوصی توجہ دی اور اسے دوبارہ آباد کیا اور اپنی سابقہ حالت پر اسے لے آنے کی کوشش کی۔

۱۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۹۔
۲۔ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔
۳۔ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔
۴۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص ۹۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۵۔ ویری ناگ چشمہ کے ساتھ ایک خوبصورت اور بے نظیر باغ کی تعمیر

ملک حیدر نے جہانگیر کے حکم سے یہاں پر ایک خوبصورت باغ بنایا تھا۔

علی مردان خان کے تہذیبی وثقافتی کارنامہ

علی مردان خان ایک قابل ترین انجینئر ،فوجی افسر اور ایک اعلیٰ مدبر، حاکم تھا کہ جس نے اپنی اعلیٰ شخصیت اور صاحب فن ہونے کا ثبوت اپنی مذکورہ فعالیت کے ذریعہ ہے ان میں بعض حسب ذیل ہیں۔

الف۔ نقشوں اور ڈیزائنوں کے مطابق باغوں کی تعمیر

علی مردان خان پہلا شخص ہے جس نے کشمیر کے باغات کے نقشے اور ڈیزائن (Design) تیار کیۓ۔ جن میں انہوں نے نالوں اور چشموں کا پانی لا کر ان باغات کے فواروں اور آبشاروں کے لئے پانی مہیا کیا جس سے یہاں کے باغات کی رونق اور نظاروں میں اضافہ ہوا (۱)

اعظم دِدّمری، علی مردان خان کے ہاتھوں بنائے ہوئے باغوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ پھاک پرگنہ میں ''تیل بل'' نامی گاؤں میں ایک باغ کی بنیاد ڈالی (۲) جس کا چاروں طرف سے ایک پختہ دیوار سے احاطہ کر کے پہاڑ کے پیچھے سے ایک بڑی ندی سے وصل کیا۔ اس کے علاوہ باغ میں بڑے بڑے حوض اس طرح آراستہ کئے کہ اس باغ کے برابر کشمیر میں اور کوئی باغ نہیں ہے یہ باغ میوہ دار اور سفیدے کے درختوں سے پُر ہے۔ اس باغ کی آمدنی کو علی مردان خان نے مشہد مقدسہ رضویہ کے حساب میں وقف کر دی تھی (۳) اس گلستان (باغ) میں آنے جانے کے لیے تیل بل کی ندی درمیان میں آتی ہے جس کے دونوں طرف سبزہ کا مخمل بچھا ہوا ہے اور پھل دار درخت اور بید و بید مشک کے درخت ہیں۔ بہار کے دنوں میں اس ندی کا پانی لبریز ہو جاتا ہے اور ٹھنڈا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے بعض اوقات مریض لوگ اس سے شفایاب ہوتے ہیں۔ (۴)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۳۵۔

۲۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص:۱۵۱۔

۳۔ وجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ص ۱۵۹، واقعات کشمیر ص ۲۳۰۔

۴۔ واقعات کشمیر ص ۲۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس باغ میں ایسی ایسی عالی شان عمارتیں کھڑی کی گئیں تھیں جن میں سے ہر ایک عجوبہ روزگار متصور ہوتی تھی (۱) اس کے علاوہ محلہ نوشہرہ میں حیدر آباد باغ بنوایا، جو آج باغ علی مردان خان کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں اپنے رہنے کے لئے ایک دولت خانہ رنگین عمارتوں، درختوں، حوضوں اور دل نشین فواروں سے آراستہ کر کے تعمیر کیا (۲)

بادشاہ نے علی مردان کی قابلیت اور خداداد صلاحیت کو دیکھ کر علی مردان خان کو تاج محل اور اس کے باغ کا ڈیزائن (Design) اور نقشہ تیار کرانے کے لئے آگرہ بلایا (۳)

"ب" سرائیوں کی تعمیر

علی مردان خان نے کشمیر سے راجوری تک مغل شاہراہوں پر بادشاہی لشکر کے اترنے اور مسافروں کے آرام کی خاطر مضبوط اور رنگین سات (۷) سرائیں بنوائیں جن کے نام یوں ہیں

۱۔ سرای شاجہ مرگ۔ ۲۔ سرای خام پور۔ ۔ سرای ہیرہ پور۔ ۴۔ سرای پوشانہ۔ ۵۔ سرای سوختہ۔ ۶۔ سرای بہرام گلہ۔ ۷۔ سرای تھنہ۔

علی مردان خان نے ان سرائیوں کے علاوہ بھی مسافروں کی سکونت اور رفاہ کے لئے کچھ اور سرائیں تعمیر کیں۔ جن میں سے ایک پیر پنچال پہاڑ کے وسط میں تھی اور ایک نچلے راستے سے بارہمولہ کی برجستگی پر بھی ایک اور سرای بنوائی اور دونوں کا نام علی آباد رکھا (۴)

محمد خلیل مرجان پوری کا بیان ہے کہ "حاجی پیر" کے پہاڑ پر ایک سرای ابھی بھی علی آباد کے نام سے مشہور ہے۔ (۵)

۱۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۵۲۔

۲۔ واقعات کشمیر، ص ۸۳۴۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۳۶۔

۴۔ واقعات کشمیر ص ۲۳۰۔

۵۔ تاریخ محمد خلیل مرجان پوری ص ۱۳۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ظفر خان احسن کے ثقافتی کارنامہ

کشمیری تہذیب اور ثقافت کو فروغ دینے میں ظفر خان احسن کا کافی رول رہا ہے۔ وہ خود شاعر بھی تھا اور خطہ کشمیر کی تعریف میں انہوں نے بہت سی مثنویاں لکھی ہیں منجملہ یہ رباعی بطور نمونہ درج کی جاتی ہے۔

جھان خواں شد و عقد خیلار می بندد بھار پائے چمن در نگار می بندد
مسافر چمن نارسیدہ در کوچ اند شگوفہ می رود و شاخ ملر می بندد(۱)

انہوں نے ۱۰۴۳ھ ہجری میں کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہونے کے بعد کشمیر کی قومی تہذیب اور ثقافت کو عروج دیتے ہوئے یہاں کئی عالیشان اور خوبصورت باغ تعمیر کروائے۔

پھر ذاتی کوششوں کی بناپر ایران سے روابط استوار کر کے میوہ دار درختوں اور پھولوں کی مختلف اقسام لا کران باغوں میں لگوائیں خاص کر گل زنبق، گلاب کا پھول اور گیلاس کا پھل جو پہلے کشمیر میں نہیں تھے، اسی کے دور میں منگوائے گئے۔(۲) پنڈت بیربل کاچرو وارستہ نے اپنی تالیف ''مجموع التواریخ'' میں ان میوؤں میں انگور کی مختلف اقسام کا بھی اضافہ کیا ہے۔

ظفر خان احسن نے جو باغات کشمیر میں تعمیر کئے وہ حسب ذیل ہیں۔

ظفر آباد باغ

ظفر خان احسن نے یہ باغ سال ۱۰۴۳ھ میں زونی مر کے علاقے میں بریہ واری (موجودہ بریہ وار) میں آنچاسر کے کنارے پر بادشاہ شاہجہان کے عہد میں بنوایا۔

گلشن باغ

ظفر خان نے یہ باغ ۱۰۴۴ھ ہجری میں بوٹہ کدل سے احمد کدل (موجود امرا کدل) تک نالے کے جنوبی کنارے پر بنایا تھا۔

۱۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۴۰۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۲۲۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حسن آباد باغ

ظفر خان نے یہ باغ موجودہ حسن آباد میں بنایا تھا اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت امام باڑہ (جو نقاشی سے مزین کیا ہوا تھا) بھی تعمیر کیا تھا۔

عنایت باغ

ظفر خان نے یہ باغ سید محمد مدنی کی زیارت کے شمال میں بنایا تھا۔ لچھمہ نہر اس باغ کے درمیان سے جاری ہو کر گزرتی تھی۔ ظفر خان نے فقط چودہ مہینوں کی حکومت میں یہ چار باغ بنائے تھے۔

ابراہیم خان کا تہذیبی کارنامہ

ابراہیم خان علی مردان کا بیٹا تھا وہ نہ صرف ملکی انتظامات اور ملک چلانے میں مہارت اور کمال رکھتا تھا بلکہ ایک بڑا عالم اور فاضل شخص تھا۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے ایران سے یہاں علماء کو بلوایا اور شیعہ مذہب کے دفاع میں تقابلی جائزہ پر پانچ جلدوں پر مشتمل ایک کتاب ''البیاض الابراہیمی'' تحریر کروائی۔

فاضل خان کا تہذیبی کارنامہ

فاضل خان ایک تمدن ساز اور تمدن پسند شخص تھا۔ انہوں نے اپنی حکومت میں اکثر مقامات پر مسجدیں تعمیر کروائیں۔

مساجد کے علاوہ انہوں نے کئی مقامات پر مسافروں کی آسائش اور رفاہ کے لئے مسافر خانے اور سرائیں (سرائے ہفت چنار) بنوائیں (۱)

اس کے علاوہ باغات اور سدّ بندیاں (سدّ ہفت چنار) تعمیر کروائیں (۲) جن میں ایک خوبصورت اور دلکش باغ حضرت بل کا تھا اور سات سو چنار کے درخت لگوائے (۲)

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۳۲۱۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۷۴۔
۲۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۵۷، نیز تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۷۴۔
۳۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ جدولی کشمیر ص ۱۵۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مورخوں نے مذکورہ کاموں کے علاوہ جوگی لنگر کی خانقاہ نیز نئی مسجد کے ساتھ حمام کی تعمیر کی نسبت بھی فاضل خان کی ہی طرف دی ہے (۱) اس کے علاوہ مسجد کے متصل ہی فاضل خان نے ایک مدرسہ بھی بنوایا (۲) شیعہ ثقافت کو فروغ دیتے ہوئے آپ نے حسن آباد کی خانقاہ کی تعمیر نو کی۔

آصف جاہ کا باغ (نشاط باغ)

نشاط باغ نہ فقط کشمیر کے باغوں میں مشہور ہے بلکہ دنیا کے خوبصورت باغوں میں بھی اس کا ایک خاص مقام ہے۔ یہ باغ جھیل ڈل کے مشرقی کنارے پہاڑ کے دامن میں بلندی پر واقع ہے۔ یہاں سے ڈل اور نسیم باغ کا تمام منظر دکھائی دیتا ہے اس باغ کو ''مرزا ابوالحسن'' معروف بہ ''آصف جاہ خان'' نے بنایا جو ملکہ نور جہان کا بھائی تھا۔

آصف جاہ نے اس باغ میں آبشارے، فوارے اور عمارتیں بنوائیں۔ اس کے علاوہ باغ کی خوصورتی میں اضافہ کرنے کے لئے اس میں ''چنار اور سرو'' کے درخت کے ساتھ ساتھ قسم قسم کے پھول لگائے۔

مورخ حسن کا بیان ہے کہ ۱۰۴۴ھ ہجری میں بادشاہ شاہجہان کی نظریں جب اس باغ پر پڑیں تو ان کو یہ باغ بہت پسند آیا اور اسے اپنے شالیمار باغ سے بھی زیادہ پر فضا اور پر منظر پایا۔ لہٰذا اسے اپنے نام کرنے کے لیے تین باریوں کہا کہ یہ باغ بہت ہی دل پسند اور خوبصورت ہے۔ ان کا خیال تھا کہ آصف جاہ جو بادشاہ کی ملکہ نور جہان کا بھائی تھا اس باغ کو انہیں بخش دیں گے۔ لیکن چونکہ آصف جاہ خود بھی اس باغ کو بہت پسند کرتا تھا لہٰذا بادشاہ کے مکرر اشارے کے باوجود خاموش رہا۔ جس سے بادشاہ ناراض ہوا اور باغ کی اس نہر کو بند کروادیا جس سے اس باغ میں پانی آتا تھا۔ پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے آبشارے اور فوارے بند ہو گئے اور پانی نہ ملنے سے پھول اور درخت بھی مرجھانے لگے۔

۱۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ا ص ۶۳۸۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۷۴۔

۲۔ تاریخ مکمل کشمیر۔ ۵۷۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آصف خان باغ کی یہ حالت دیکھ کر نہایت مغموم ہوا اور اسی محزونی کی حالت میں اسی باغ میں سو گیا۔ باغبان سے اپنے آقا کی یہ حالت برداشت نہ ہو سکی، اس لئے اس نے خطرہ مول لے کر نہر کے پانی کو دوبارہ باغ میں جاری کر دیا۔ پانی جاری ہونے سے آبشارے اور فوارے پھر چلنے لگے جن کے شور سے آصف جاہ بیدار ہوا اور باغبان سے آبشارے اور فوارے نیز پانی جاری ہونے کی علت پوچھی۔ باغبان نے ساری کیفیت سنا دی اور کہا میں نے یہ سب آپ کی خوشنودی کے لئے کیا اور اس کے لئے بادشاہ جو بھی سزا مجھے دینا چاہیں گے میں حاضر ہوں۔

بادشاہ کو جب ماجرا کی خبر ہوئی تو انہوں نے باغبان کو بلا کر حکم کی خلاف ورزی کی علت پوچھی۔ باغبان نے سارا واقعہ بیان کر کے عرض کیا میں یقیناً مجرم ہوں اور سزا برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بادشاہ باغبان کے دفاع سے بہت خوش ہوا اور اس کی خطا معاف کر کے اسے انعام سے نوازا اور پھر ہمیشہ پانی جاری رکھنے کا حکم صادر کیا۔

اس کی قطعہ تاریخ یوں کہی گئی ہے۔

چوں باغ نشاط شد شگفتہ　　از یاسمن وطیان گلہا
خورشید جہان آصف دھر　　گسترد بساط و خورد ملہا
در گوش نسیم گفت سالش　　گلزار نشاط و عیش دلہا

افغان دور میں عظیم خان نے اس ہرے بھرے اور سرسبز و شاداب باغ کی مرمت کی۔ اس کے بعد راجہ رنبیر سنگھ نے بھی ۱۲۹۳ ہجری اس کی اچھی تعمیر کی (۱)

ملکہ نور جہان کے ثقافتی کارنامہ

ملکہ نور جہان کا اصلی نام مہر النساء ہے جو ایک ایرانی دوشیزہ تھی۔ جہانگیر سے پہلے ان کا نکاح شیر افکن سے ہوا تھا۔ اس کے مارے جانے کے بعد جہانگیر نے نور جہان کو بنگال سے طلب کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا یوں وہ ملک کی ملکہ بن گئی اور نور جہان کا لقب پایا۔

۱۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ا ص۔ ۳۷۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نور جہان، بادشاہ جہانگیر کے ساتھ کئی دفعہ کشمیر آئی اور بہت سارے تہذیبی اور ثقافتی کاموں کو انجام دیا۔انہوں نے یہاں کے لوگوں کی رفاہ کے لئے ندیوں اور نالوں پر پل بھی تعمیر کئے ۔اس کے علاوہ انہوں نے یہاں مندرجہ ذیل باغوں کی تعمیر بھی کروائی۔

الف۔''بحر آرا باغ''

ملکہ نور جہان نے سدرہ کھن جھیل کے کنارے یہ خوبصورت اور پر فضا باغ بنایا تھا (۱) ''بحر آرا'' یعنی حسن کا چشمہ،نور جہان نے یہاں ایک خوبصورت کشتی بھی بنا کر رکھی تھی جس میں نور جہان اپنے شوہر بادشاہ جہانگیر کے ساتھ چاندنی رات میں نگین جھیل کی سیر کرنے جاتی تھی ۔وردی پوش خواتین اس خصوصی کشتی کو بطور کشتی بان کھینچتی تھیں ۔

ب۔''نور باغ''

ملکہ نور جہان نے یہ باغ عیدہ گاہ کے نزدیک بنایا تھا۔اپنے نام پر اس باغ کا نام ''نور باغ'' رکھا۔ اس باغ کو سیراب کرنے کے لئے انہوں نے ذونی مر کی نہر سے وصل کیا تھا۔

اگر چہ آج اس باغ کے تمام نشانات انقلاب زمانہ کی وجہ سے نابود ہو چکے ہیں لیکن اس جگہ کا نام آج تک محفوظ ہے اور ابھی بھی اس جگہ کو "نور باغ" ہی کہتے ہیں۔

ج۔ ''صفا باغ''

یہ باغ نور جہان نے مانسر ڈل کے شمالی کنارے صفا پور میں تعمیر کیا تھا۔اس میں نفیس عمارتیں بنائی گئی تھیں (۲) جن کے آثار موجودہ صدی تک باقی تھے۔

د۔ ''بیگم آباد''

نور جہان نے اس باغ کو کوٹہار پرگنہ میں اچھ ول چشمہ کے پاس بنایا تھا۔باغ میں نور جہان نے حمام اور چند عمارتیں بھی بنوائی تھیں ۔یہ باغ موسوم بہ بیگم آباد مشہور تھا اگر چہ ان کے بعد راجہ رنبیر سنگھ نے

۱۔تاریخ حسن جلد ا حصہ ا ص ۔۳۷۳۔

۲۔تاریخ حسن، ج ا حصہ ا ص ۳۷۳۔تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۲۳۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس کی کچھ مرمت کی تھی لیکن آج یہ عمارتیں منہدم ہو چکی ہیں۔

اس کے علاوہ نور جہان نے شیعی ثقافت کو فروغ دیتے ہوئے شیعوں کے لئے ایک شانداراور عظیم مسجد بنائی تھی۔ آج اس دور میں بھی یہ ایک بڑی شاہکار مسجد ہے۔ اس مسجد کو نئی مسجد یا پتھری مسجد یا شاہی مسجد کے نام سے یہاں جانا جاتا ہے۔

۵۔ پتھری مسجد

اس مسجد کو مسجد نو اور شاہی مسجد بھی کہتے ہیں اس مسجد کو ملکہ نور جہان نے ۱۰۳۲ ہجری میں تعمیر کیا تھا (۱)

اس مسجد کے صحن میں صاف و ستھرے اور تراشے ہوئے خوشنما اور خوبصورت پتھر بچھائے گئے تھے۔ کشمیر میں اس جیسی مستحکم و مضبوط اور خوبصورت پتھروں سے بنی کوئی اور مسجد نہیں تھی (۲) یہ پتھر ایک دوسرے کے ساتھ اس خوبصورتی سے جوڑے گئے تھے کہ دیکھنے میں ایک ہی پتھر دکھائی دیتا تھا۔ نمازیوں کے وضو و غسل کے لئے دریا کے کنارے پر وضو خانہ اور غسل خانہ بھی بنائے گئے تھے۔

یہاں اس نقطہ کی طرف توجہ ضروری ہے کہ مغل دور سے پہلے کشمیر کے تمام شیعہ و سنی نماز عیدین اور نماز جمعہ عیدہ گاہ اور جامع مسجد میں سنی امام کے پیچھے اکھٹے پڑھتے تھے۔ کشمیر پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے مغلوں سے کشمیریوں کی یہ بے مثال وحدت اور یگانگی دیکھی نہ گئی۔ انہوں نے اپنے زرخرید غلاموں کے ذریعہ اس اتحاد میں دراڑیں ڈالیں۔ جس کے نتیجے میں کل تک ایک ہی تھالی میں کھانے والے اور ایک ہی جگہ نماز پڑھنے والے نیز ایک وطن اور گھر میں رہنے والے دو بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے۔

آگے شیعوں کو عید گاہ اور جامع مسجد میں اپنے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح جامع مسجد کا دروازہ شیعوں کے لئے بند ہو گیا اب شیعوں کے لئے کوئی اور مسجد نہیں تھی جس میں وہ یہ عظیم اجتماعی فرائض کو انجام دیتے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے

۱۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ اص ۴۲۹۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ اص ۴۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

انہوں نے کشمیر کی سیر پر آئی ہوئی شیعہ ملکہ ''نور جہان'' سے درخواست کی۔ تو انہوں نے علیحدہ ایک شاندار مسجد ان کے لئے شہر کے وسط میں تعمیر کروائی۔ اس طرح شیعہ اس میں مذہبی فرائض انجام دینے لگے لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکا چونکہ مغل دور اور پھر پٹھان دور میں شیعوں پر مظالم اور مصائب کے جو پہاڑ ڈھائے گئے ان کے باعث بہت سے شیعہ وسط شہر سے ہجرت کر گئے اور بہت سارے دیہاتوں میں جا کر سکونت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک کثیر جماعت فرقہ وارانہ حملوں میں قتل عام کے ہتھے چڑھ گئی اس سے سرینگر کی شیعہ آبادی کے تناسب میں نمایاں فرق آ گیا۔

اس کے علاوہ حالات نے ایسی ناگوار اور ناموافق صورت اختیار کر رکھی تھی کہ شیعوں کے لئے پتھری مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی طور سے فریضہ نماز ادا کرنا اپنے لئے موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ رفتہ رفتہ شیعوں کی کمزوری اور متواتر حملوں کے باعث مسجد شیعوں کے لئے بند ہو گئی اور اس پر دوسرا فریق قابض ہوا لیکن چونکہ اس مسجد کو ایک شیعہ خاتون نے تعمیر کیا تھا اور کچھ عرصہ تک شیعوں نے اس میں نماز پڑھی تھی لہٰذا اس تعصب کی بنا پر وہاں ایک مدّت تک نماز نہیں پڑھی گئی۔

سنہ ۱۱۶۹ ہجری میں افغان حاکم سوکھ جیون نے اس مسجد کو گودام بنا کر شیعوں کے دلوں کو چھلنی کر دیا۔ اس مذموم حرکت پر نہ احمد شاہ درانی اور نہ ہی یہاں کے غیر شیعوں نے کوئی احتجاج کیا۔ مسجد کی بے حرمتی پر غیر شیعوں نے اس لئے خاموشی اختیار کی کہ چونکہ یہ مسجد ان کی عبادت گاہ نہ تھی اور نہ ہی (شیعوں کی مسجد ہونے کی وجہ سے) وہ اسے مسجد تصور کرتے تھے۔

سکھوں کے عہد حکومت میں مہان سنگھ نے اس مسجد کے سلسلہ میں عامۃ المسلمین کی بے اعتنائی دیکھ کر اس کے صحن کے پتھروں کو اکھاڑ کر بہت باغ اور شیر گڈھی کے گھاٹوں پر بچھا دیا (۱) ڈوگرہ حکمرانوں میں بھی مسجد کو سرکاری اغراض کے لئے استعمال کیا اور اکثر اس میں شالی جمع کر کے رکھی جاتی تھی۔

موجودہ دور میں اس مسجد کو کشمیر کے قومی ورثہ میں شامل کیا گیا ہے اور آج یہ مسجد محکمہ آثار قدیمہ کے اختیار میں ہے اور سنی مسلمان اب یہاں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۴۳۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

صادق آباد باغ

صادق خان کا اصلی وطن ایران تھا ان کے والد کا نام آقا طاہر تھا۔ کچھ مدت تک اپنے والد کے ساتھ پنجاب میں فوج دار تھے پھر جہانگیر کے زمانے میں رتبہ پایا اور ان کے اور شاہجہان کے امراء میں شامل ہوئے۔ انہوں نے جھیل ڈل کے مغرب کی طرف اور نشاط باغ کے بالکل مقابل ایک دلکش اور خوبصورت باغ بنایا تھا اس میں اچھی اور خوبصورت عمارتیں بھی بنائی تھیں اس باغ کا نام اپنے نام پر صادق آباد رکھا۔

شاہجہان جب ۱۰۴۴ھ ہجری میں کشمیر کی سیر و تفریح کے لئے آیا تو انہوں نے اس باغ میں نماز پڑھی اور صادق خان سے کہا یہ مکان عیش آرام کرنے کے لئے نہیں بلکہ عبادت خدا کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

بادشاہ کی یہ خواہش ۶۷ سال بعد اس وقت پوری ہوئی جب اورنگ زیب کے عہد میں یہاں پر آنحضرت کا موے مبارک کا ورود ہوا جس کو بڑی عزت و احترام سے یہاں رکھا گیا پھر اس جگہ کو بھی صادق آباد سے بدل کر حضرت بل رکھا گیا۔

ان باغوں اور دیگر کاموں کے علاوہ بھی شیعوں نے کشمیری ثقافت کو فروغ دینے میں کافی جدو جہد کی جس کی پوری تفصیلات بدقسمتی سے ہماری پاس نہیں ہے لیکن کچھ آثار موجود ہیں۔

مغل دور میں شیعوں کا ادبی سرمایہ

چک بادشاہ ادب نواز تھے ان کے عہد میں کشمیری اور فارسی شاعری نے خوب ترقی کی۔ وہ ادیبوں اور شاعروں کی بہت عزت اور احترام کرتے تھے اور بہتر زندگی گذارنے کے لئے ان کے لئے دربار سے وظیفے مقرر ہوتے تھے۔ وہ خود بھی شاعری کرتے تھے۔ یوسف شاہ چک کی ملکہ "حبہ خاتون" نے تو کشمیری شاعری کو زندہ کر کے اس میں نئی روح پھونک دی تھی۔

چونکہ چک بادشاہ کشمیری تھے تو فطرتی طور پر انہیں اپنی مادری زبان سے انس و محبت تھی اس لئے ان کے عہد میں کشمیری شاعری کو بہت زیادہ ترقی ہوئی لیکن بدقسمتی سے جب ملک کے بعض ناعاقبت اندیشوں کی تنگ نظری سے یہاں مغل داخل ہوئے تو کشمیری شاعری کا زوال آ گیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مغلوں کی زبان فارسی تھی لہٰذا یہاں قابض ہو کر انہوں نے فارسی زبان ہی کو اہمیت دی جس سے کشمیری شاعری کو ترقی کا موقع نہیں ملا۔ اگر یوں کہا جائے کہ اس دور میں کشمیری شاعری دفن ہو کر رہ گئی تو شاید کوئی مبالغہ نہ ہوگا چونکہ ان بدیشی حکمرانوں کو مقامی لوگوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور نہ ہی کشمیری تہذیب و ثقافت من جملہ کشمیری زبان اور شاعری سے کوئی دلچسپی تھی۔ کبھی کوئی کام انجام بھی دیتے تھے تو اس کی علت تہذیب و تمدن سازی کے بجائے اپنی غاصب حکومت کو استحکام بخشنا ہوتا تھا۔

مغل دور میں یہاں مخصوصاً دربار میں فارسی فضا پیدا ہونے سے یہاں کے لوگ بھی اسی زبان میں شعر کہنے لگے۔ ان کے عہد حکومت میں باہر سے بھی یہاں شاعر آئے اور پھر ان میں سے اکثر نے یہیں سکونت اختیار کی اس دور میں متعدد فارسی اصلاحات تراکیب اور محاورے کشمیری زبان کے جزء لاینفک ہوئے۔

اس مختصر تمہید و مقدمہ کے بعد ان شیعہ شاعروں کے حالات درج کرتے ہیں جو اس دور میں موجود تھے ان میں سے بعض وہ ہیں جو دوسری جگہوں سے یہاں آئے لیکن بعض وہ بھی ہیں جو یہیں کے تھے۔

ملاّ مظہری

ملاّ مظہری کشمیری تھے ''مآثر رحیمی'' کا بیان ہے کہ مولانا مظہری کشمیری فصیح بیان شعرا کے مقتدی اور حقیقت بیان سخن دانوں کے پیشوا ہیں۔ ایک خوش اور شرین زبان بلبل جو ہندوستان کے گلستان میں ارض کشمیر کے بے نظیر چمنستان میں سخن آرائی میں مشغول ہے اور جو زبان کی خوبی اور شیرینی بیان سے سننے والوں کے ہوش اڑا رہا ہے اور جس نے شاعری اور دانشوری کے علم کو ''دارالملک کشمیر میں جو اس کا مولد اور وطن ہے اور وہاں سے دور و دراز جگہوں تک نصب کیا کہ ابھی تک اس کے جیسا شاعر پیدا نہیں ہوا اس نے دانشوری اور مفاخرت کا گھوڑا میدان شاعری میں دوڑا کر اس علاقے کے سواروں پر سبقت حاصل کی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملاّ مظہری نے جوانی میں جب ایران اور عراق کے متبرک مقامات کا سفر کیا تو کم سن اور کم مشق ہونے کے باجود جب ہرات میں اپنے کہے ہوئے قصیدہ کے یہ ابیات سنائے۔

چہ حالت است نہ دانم جمال سلمی را — کہ بیش دینش افزون کند تمنی را
بنسبت دیدہ مجنون ز خویش و بیگانہ — چہ آشنا نگھی بود چشم لیلی را

تو خراسان میں اس کی شہرت ہوگئی اور اطراف و جوانب میں ان کی شاعری اور نکتہ سنجی کی شہرت پھیل گئی اور جب ان شعروں کے آفتاب عالمتاب کا پرتو دنیا پر چھا گیا خراسان کے موزوں طبع شعرا، رشک و غیرت میں آگئے لیکن آپ کو معتبر جان کر آپ کی صحبت اختیار کی اور خراسان کے اعیان واکابر نے آپ کی تعظیم وتوقیر کی (۱)

اس کے بعد عراق (عراق عجم) کو بھی مسخر کر لیا اور آخر کار دار السلطنت قزوین (جو صفوی بادشاہوں کا مقر اور مسکن تھا) آ گیا اور وہاں اس زمانے میں مولانا ضمیری اصفہانی، مولانا محتشم کاشانی، مولانا وحشی یزدی، مرزا حسابی نطنزی، قاضی نورالدین اصفہانی، امیر صبری روز بہان، مولانا حزنی اصفہانی، اور دیگر فصاحت شعار و بلاغت آثار شعرا (جنہوں نے وہاں کی فصاحت اور بلاغت کا سکہ اپنے نام سے جاری کیا تھا) نے مولانا مظہری کشمیری کا خیر مقدم کیا اور ان کی نسبت عزت واحترام سے پیش آئے اور اس کے اشعار آبدار سے محظوظ اور مستفید ہوئے اور اس کی منظومات کو ٹھکرا نہ سکے۔

مظہری نے وہاں کے شعرا کے آگے اپنی فضیلت و قدرت بیان اس طرح آشکار کی کہ سب کے سب ان کے ارادتمند اور معتقد ہو گئے اور یہ حقیقت ہے کہ گزشتہ زمانوں اور ایام ماضی میں ایسا بہت کم ملتا ہے کہ ہندوستان کے شعراء ایران آئے ہوں اور اپنی شعری استعداد کا وہاں کے اساتید شعرا کے سامنے اظہار کیا ہوا۔ بلکہ معمول یہی تھا کہ ایران سے شعرا ہندوستان گئے ہیں اور وہاں اپنی یگانہ روزگار ہونے کے نقارہ بلند کئے ہیں۔ لیکن یہ لطیفہ غیبی مولانا مظہری کو ہی میسر ہوا کہ ہندوستان سے ایران جا کر اپنی شہرت کی عظمت کی دھاک بٹھا دی چنانچہ ایرانی شاعروں کے وسیلہ سے آپ کو

۱۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۱۰۲۴ اص ۷۹۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اکابرین کی مجلسوں اور محفلوں میں جگہ ملی اور ایرانی تکلف و تواضع سے سرفراز ہوئے (۱)

بہر حال ایران کی سیر کرنے کے بعد آپ واپس ہندوستان لوٹ آئے اور اکبر بادشاہ کے تقرب سے سرفراز ہو کر شاہانہ نوازشات سے ممتاز ہوئے اور اپنے وطن میں گوشہ گیری اختیار کرنے کی استدعا کی چنانچہ اپنی باقی عمر کشمیر میں ہی بسر کی۔

مختصر یہ کہ ملاّ مظہری کا ایران و ہندوستان میں اپنے زمانے کے عظیم المرتبت شعراء میں شمار ہوتا تھا ان کا دیوان چھ ہزار ابیات پر مشتمل ہے (۲) لہٰذا اس میں شک نہیں کہ فارسی ادب کی دنیا میں ملاّ مظہری کی خدمات کشمیر کے حوالے سے ایک زرین باب ہے جس کی ارزش اور تابنا کی دوامی ہے۔

موصوف نے ۱۰۴۶ھ ہجری میں رحلت کی اور ملہ کھاہ کے مزار میں آسودہ ہیں (۳)

اشعار ذیل ان کے ہی دیوان میں سے ہیں۔

غم ترک و خوشی خویش گفتست امروز — در خون خلاف طبع جفتست امروز
شادی ز دلم چو گل شگفتست امروز — یک لحظہ کسی نہ چیدہ مفتست امروز

"آج اپنی خوشی کو ترک کرنے کے غم کا اظہار کیا ہے آج خلاف طبیعت (میرے) خون میں حرارت و جولانی ہے۔ آج خوشی میرے دل میں پھول کے مانند کھل اٹھی ہے آج لمحہ بھر کے لئے مفت میں ہونٹوں کی ہنسی مل گئی ہے"

اقبال حسن کار ترا پیش می برد
ورنہ صلاح کار نہ دانستہ ای کہ چیست

"یہ تیرا اقبال حسن ہے کہ جو تجھے ترقی مل رہی ہے، ورنہ تو تجھے کام کی حکمت بھی نہیں معلوم ہے"

مظہر! بہ جہان چوبی نصیبان می باش — و زگل بنوای عندلیبان می باش
با دیدنی از خوبی عالم می ساز — مہمان نظارہ چو غریبان می باش

"مظہر! دنیا میں بے نصیبوں کی طرح زندگی گذار، گلوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح نواخوانی کرتا جا۔ دنیا کی خوبیوں کو دیکھتا جا اور بیگانوں کے مانند نظاروں کا مہمان بن"

۱۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۱۰۲۴ ص ۹۰۷۔
۲۔ واقعات کشمیر حاشیہ ۱۰۲۴ ص ۲۲۱۔
۳۔ تاریخ حسن، جلد ۴ ص ۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سیری چنان که ابر نیاورد برو گذشت
عزمی چنان که باد نیاورد بدو رسید (۱)

''رفتار ایسی کہ بادلوں میں بھی وہ سرعت نہیں، ارادہ ایسا کہ ہوا بھی وہاں تک نہ پہنچ سکے''

در عشق بہ آہ و نالہ می باید زیست — دل کردہ بہ غم حوالہ میباید زیست
آمادہ کفن فکندہ در گردن جان — کم مہلت تر ز لالہ می باید زیست

''عشق کی راہ میں آہ وبکا کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے دل کو غم کے حوالے کر کے زندگی گذارنی چاہیے، جان کی گردن میں کفن ڈال کر آمادگی کے ساتھ لالہ سے کم مہلت میں بسر کرنا چاہیے''

اوجی

اوجی کشمیری تھا اور اوائل عمر ہی سے اس نے شعر کہنے شروع کر دئے تھے۔ تاریخ حسن میں آیا ہے کہ آپ بلاغت وسخن وری کی بلندیوں کے آفتاب تھے (۲) اصلح مرزا نے تذکرہ شعرائے کشمیر میں لکھا ہے کہ اوجی نے پایہ سخن کو کمال معراج کے تک پہنچا دیا اور بلندیوں کی دنیا میں آپ کا ہر مصرعہ ہلال کی طرح مشہور ہے (ص۲۲)

اسی کتاب کے تعلیقات لکھنے والے سید حسام الدین راشدی نے اوجی کشمیری کے بارے میں بہت سارے حوالوں کے مندرجات کو مع نمونہ کلام کے نقل کیا ہے۔ ان سارے حوالہ جات میں اوجی کشمیری کو عصر ہمایون بادشاہ، عہد اکبر، اور جہانگیر بادشاہ کا شاعر کہا گیا ہے۔ جو دسویں صدی ہجری کے عمدہ غزل گو شاعروں میں سے دل پذیر سخن گو، جس کی طبیعت کا سمندر موج زن، جس کے فکر وادراک کا ستارہ انتہائی اوپر، جس کا زور بیان قوی، اور جس کا اوج کلام نہایت بلندی پر ہے۔ (۳)

اوجی پیشہ کے اعتبار سے مرزا جعفر آصف خان صوبہ دار کشمیر کا ملازم تھا جس سے اوجی کو بہت فائدہ ہوا چونکہ آصف خان کے دربار میں علماء وادباء آتے جاتے تھے اوجی نے ان کی صحبت سے کافی استفادہ کیا۔ آصف خان کے کشمیر سے چلے جانے کے بعد بھی اوجی کشمیر ہی میں رہا۔

۱۔ گزشتہ حوالہ، ص ۷۔
۲۔ تاریخ حسن (فارسی)، جلد۔
۳۔ واقعات کشمیر ۷۹۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اوجی نے سیر وسفر کم ہی کئے البتہ کشمیر اور اس کے نواحی میں خوب گھوما پھرا، زندگی میں ایک بار لاہور تک جا کر واپس وطن لوٹ آیا۔

''میخانہ کے مؤلف ملاّ عبدالنبی فخر الزمانی قزوینی'' نے لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ مولانا محمد صوفی کی خدمت میں اجمیر گیا تھا ایک کشمیری بھی وہاں آیا آپس میں باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی اثنا میں اوجی کی شاعری پر گفتگو ہونے لگی اس کشمیری نے اوجی کے ساقی نامہ سے یہ شعر پڑھا۔

مرا دامن خویش زنجیر شد　　مرا دست در آستین پیر شد

مولانا محمد صوفی یہ شعر سن کر سخت متحیّر ہوا اور کہا اگر اپنا ساقی نامہ کہنے سے پہلے میں نے یہ شعر سنا ہوتا تو میں مثنوی کہنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا۔

اس ساقی نامہ کو اوجی نے مرزا آصف خان کی ملازمت میں مکمل کیا تھا۔ تاریخ حسن اور واقعات کشمیر دونوں کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اوجی صاحب دیوان تھے۔

سال ۱۰۳۲ھ ہجری میں اوجی کی عمر کا ستارہ موت کے بادل میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا (۱) (یعنی ۱۰۳۲ھ میں ان کا انتقال ہوا)

ذیل میں ان کے نمونہ کلام کا ذکر ہے۔

اوجی! چراغ عمر به افسانه سوختیم　　کاری نه کرده ایم ودمیدن گرفت صبح

''اوجی! افسانے کہتے کہتے عمر کا چراغ بجھ گیا اس نے ابھی کوئی کام ہی نہیں کیا صبح پھوٹنے لگی''

اوجی از بیگانه بی تقریب می رنجیم ما　　دیده و دانسته مارا آشنا تاراج کرد

''اوجی غیروں سے بلاوجہ خفا ہو جاتے ہیں، ہمیں تو جان بوجھ کر اپنے ہی آشنا نے لوٹا ہے''

هر سر که تشنه درخم فترادك اوبود　　دانم یقین که روز جزا سر خرو بود

''ہر وہ جو اس کے فتراک کے خم میں تشنہ لب ہے مجھے یقین ہے کہ روز جزا (قیامت) میں وہ سرخرو ہوگا''

از بس خیال زلف تو درسینه جاگرفت　　آهی که سرزند دلم مشکبوگرفت

''کثرت کے ساتھ میرے سینے میں تیرا خیال بسنے کی وجہ سے جو بھی آہ میرے دل سے نکلتی ہے وہ معطّر خوشبودار ہوتی ہے''

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۲۲۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حاجی محمد جان قدسی

حاجی محمد جان قدسی ایران کے شہر مشہد خراسان کا رہنے والے تھے۔ شاہجہان کے زمانے میں بعض اہم امور کو انجام دینے کے لئے ہندوستان آئے تھے لیکن کمال شہرت نے انھیں چھپنے نہ دیا اور بادشاہ کی صحبت میں باریابی ہوئی اور بادشاہ کے عہد کے ملک الشعراء بن گئے۔ (۱) اپنی فطانت، قابلیت اور شاعرانہ صلاحیت نیز تیز زبان اور فصیح البیان سے ظفرنامہ شاہجہان منظوم کیا۔

حاجی محمد ایک قادر الکلام شاعر تھے قصیدہ گوئی اور غزل سرائی میں اپنے قریبی ساتھیوں سے سبقت حاصل کی جب دیکھا کہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ کا نام شاہنامہ کی بحر میں نہیں سماتے تو حسن وتلاش کے ساتھ اسے یوں کہا۔

نهنگی که از غایت اختتام — نه گنجد به بحر از بزرگیش نام (۲)

''ایک ایسا نہنگ کہ جس کی شان وشکوہ کی انتہا کی وجہ سے اس کا نام بحر میں نہیں سماتا''

ایک دفعہ بادشاہ کے لئے بڑی ندرت اور غرابت کے ساتھ زرّ وزیور سے مزین ایک سفید ہاتھی کو پیش کیا گیا تو بلاواسطہ یہ رباعی کہہ ڈالی۔

برفیل سفیدش که مبیناد گزند — شد شیفته هر کس که نگاهی افکند

چوں شاهجهاں برد بر آمد گوئی — خورشید شداز سفیدهٔ صبح بلند

''اس کے سفید ہاتھی پر کہ وہ چشم زخم سے دور رہے جس کسی کی نظر پڑ گئی وہ اس کا شیفتہ (عاشق) ہو گیا۔ جب بادشاہ شاہجہان اس پر سوار ہوا تو گویا صبح کی سفیدی سے آفتاب بلند ہوا۔ اس پر بادشاہ نے اسے بہت انعام سے نوازا (۳)''

کشمیر اور اس کی راہوں کی صعوبتوں کے بارے میں ایک بہت اچھی مثنوی کہی جس کے بعض اشعار یہ ہیں:۔

۱۔ نگارستان کشمیر، ص ۴۳۰۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۲۵۰۔

۳۔ واقعات کشمیر ص ۲۵۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بود قطع ره کشمیر مشکل | به حق نتوان رسیداز راه باطل
مگرزین راه باریکت خبرنیست | که گوئی کوه راموی کمرنیست
زبیم این راه باریك خونخوار | خلد مویِ کمر در دیدۂ خار
گروهی دست ازجان برفشانده | درین راه چوں گره برتار مانده
ره فقر از ره کشمیر پیداست | که گام اول او ترك دنیا است
ازین ره چوں توان آسان گذشتن | که گام اول است ازجان گذشتن
مسافر کی تواند زین بلا جست | مگر لغزیدن پاگیردش دست
رهی همچوں دم شمشیر باریك | جهاں درچشم رهپیمائش تاریك
رهی پیچیده تر از مو زنگی | به تندی چوں دم تیغ فرنگی
زبس در رفتنش تدبیر کرده | فلك را فکر این ره پیر کرد
ازین پیمانهایِ زندگی آه | که برمی گردداز پیموزن راه (۱)

''کشمیر کی راہ کو طے کرنا بہت دشوار ہے غلط راہ سے حق تک نہیں پہنچا جاسکتا آپ کو مگر اس باریک راستے کی اطلاع نہیں گویا پہاڑ کی کمر پر بال نہیں۔ اس باریک اور خونخوار راہ کے ڈر سے کمر کا بال آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے لوگوں کی ایک جماعت نے تو اس سفر میں جان ہی سے ہاتھ دھویا۔ جب وہ اس راہ کے تار میں گرہ کی طرح اٹک گئے، فقر کی راہ تو کشمیر کی راہ سے ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا پہلا قدم ہی ترک دنیا ہے۔ کیسے کوئی اس راہ سے آسانی کے ساتھ گزر سکتا ہے اس کا اولین قدم جی سے جانا ہے اس بلا سے بھلا مسافر کیسے چھوٹ سکتا ہے مگر کہ پاؤں کی پھسلن اس کے آڑے آجائے۔ ایک ایسی راہ ہے یہ جو تلوار کی دھار جیسی باریک ہے اور جس کے اوپر چلنے والے کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ ایک ایسا راستہ ہے جو حبشی کے بالوں سے بھی زیادہ پر پیچ ہے اور تیزی میں فرنگی تلوار کی دھار جیسی ہے۔ اس پر سے چلنے کی تدبیر کرتے کرتے آسمان بھی بوڑھا ہو گیا ہے۔ افسوس زندگی کے پیمانوں پر جو اس راہ پر چلنے سے پُر ہو جاتے ہیں''

۱۔ واقعات کشمیر ص ۲۵۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہ ایک طویل مثنوی ہے جسے سال ۱۰۴۲ھ ہجری میں جب کہ حاجی محمد جان قدسی بادشاہ شاہجہان کے ہم رکاب کشمیر میں تھا تو یہ مثنوی کشمیر کی توصیف میں لکھی۔

یہ اشعار بھی انھیں کے ہیں۔

زود به کردم من بی صبر داغ خویش را　　　اول شب می کشد مفلس چراغ خویش را

''مجھ بے صبر نے دل کے داغ کو جلد ہی ٹھیک کر لیا مفلس آدمی سر شام ہی چراغ کو بجھا دیتا ہے''

جوانی رفت وداغی ماند بردل یادگار از وی　　　چون آن سرخی که برناخن پس از رنگ حنا بندد

''جوانی چلی گئی یادگار کے طور پر اس کا ایک داغ دل پر رہ گیا اس سرخی کی طرح جو مہندی کے رنگ کے بعد ناخن پر رہ جاتی ہے''

اگر دستم رسد روزی به جیب زاهد خود بین　　　چون شمع آرم بیرون یکسته زنّار از گریبانش

''اگر کسی روز مجھے خود بین زاہد کے جیب تک رسائی حاصل ہو جائے تو اس کے گریبان سے شمع کی طرح زناروں کا ایک گچھا باہر نکال لاؤں''

به این قدر که بابالین می نهی قدمی　　　مترس که هیچ کست مهربان نخواهد گفت

''اتنی سی زحمت پر سرہانے تک آنا چاہتے ہو مت ڈرو کیونکہ کوئی تجھے مہربان کہہ کر نہیں پکارے گا''

عیش این باغ به اندازه یك تنگ دل است　　　کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید (۱)

''اس باغ کی خوشی ایک تنگ دل کے برابر ہے کاش پھول سکڑ کر غنچہ ہو جاتا تا کہ میرا دل کھلے''

قدسی کا ایران میں ایک بیٹا تھا جو کمال جوانی میں فوت ہو گیا۔ حاجی قدسی نے غم واندوہ کے سبب ایران لوٹ جانے کا ارادہ ترک کر کے ہندوستان میں ہی زندگی بسر کی۔ اواخر عمر میں کشمیر چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کی شعر و شاعری کر کے زندگی گزاری۔ کشمیر میں ہی وفات پائی اور در گجن میں مقبرہ شعراء میں دفن ہوئے (۲)

۱۔ واقعات کشمیر ص ۲۵۰۔

۲۔ نگارستان کشمیر ص ۴۳۰، نیز واقعات کشمیر ص ۲۵۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طغرا

طغرا کا تعلق بھی ایران کی سرزمین سے تھا مشہد کو خیر آباد کہہ کر ہندوستان آئے۔ایک خوش فکر، معنی خیز اور ترجمان فطرت شاعر تھے۔اگرچہ نظم اور نثر دونوں میں انھیں کمال حاصل تھا لیکن زیادہ تر وقت انشاء پردازی میں گزارتے تھے۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ طغرا کے اپنے وقت کے دوسرے شعرا مثلاً غنی کشمیری، قدسی، کلیم اور سلیم سے اچھے تعلقات نہیں تھے بلکہ طغرا ان شعراء کے اُوپر شعر کی سرقت کا الزام لگاتے تھے۔

سلیم کے بارے میں کہا کہ "کہنہ دزد شاعران یعنی ''سلیم وہ پرانا شعر چور'' یا قدسی اور کلیم کے بارے میں کہا "دو دزدند کردہ بھم اتفاق، یکی از خراسان یکی از عراق " (۱) یعنی دو چوروں نے آپس میں اتفاق کیا ہے ایک خراسان کا ہے دوسرا عراق کا''

یہی وجہ ہے کسی بھی تذکرہ نگار نے آپ کی تاریخ وفات نہیں لکھی ہے سوائے نتائج الافکار کے جس نے اواخر گیارویں صدی لکھا ہے اور ''ریو'' کے جس نے فہرست میں طغرا کی وفات سال ۱۰۷۸ھ سے پہلے بتائی ہے (۲)

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام تذکرہ نگاروں نے ملاّ طغرا کو ایک مسلم الثبوت استاد، شاعر، خوش فکر، انشاء پرداز، نظم و نثر میں صاحب قدرت، فرمانروای ملک معنی، حامل استعداد خدا داد، صاحب فکر، بہار پیرا اور ایک ایسا قوی ادیب کہا ہے جس نے فارسی نثر کی نئی طرح ڈالی اور تازہ جلا دے کر عبارات کے موتیوں کو جوہر شناسوں کے لئے نظر فریب بنا دیا۔

ملاّ طغرا کے آثار میں ساقی نامہ (جو پچاس ہزار ابیات پر مشتمل ہے) غزلیات، قصائد، فردیات، مختصر مثنویات اور رسائل ہیں۔تذکرہ شعراء کشمیر میں ان کے رسائل کی تعداد ۲۹ بتائی گئی ہے (۳)

۱۔واقعات کشمیر ص ۸۱۸۔

۲۔واقعات کشمیر ص ۸۱۷۔

۳۔واقعات کشمیر ص ۸۱۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طغرا آخر عمر میں مرزا ابو القاسم دیوان ''مشہور بہ قاضی زادہ'' کے کہنے پر کشمیر آئے اور محلہ رینہ واری میں ''نایدیار'' کے مقام پر ایک دوکان میں رہنے لگے۔ یہیں پر طغرا کا انتقال ہوا اور درگجن کے مزار شعراء میں سپرد خاک ہوئے۔

ذیل کے اشعار ان کے کلام کا نمونہ ہے۔

خوش آن ساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوئی　　خط پشت لبت چشم قدح را گردد ابروئی

''کیا ہی اچھی ہوگی وہ ساعت کہ جب تو ندی کے پاٹ کنارے بزم آرا ہو کر بیٹھے۔ اور تیرے ہونٹوں کے اوپر کا سبزہ خط صراحی کی آنکھ کا ابرو بن جائے''

آبرو میرود از دست به آمد شد غیر　　چون حباب ازهمه جانب ره کاشانه ببند

''غیر کے آنے جانے سے آبرو ہاتھ سے چلی جاتی ہے بلبلے کی طرح ہر طرف سے گھر کے راستوں کو بند کرلو''

موسم خزان میں کشمیر کی خوبصورتی کے بارے میں یہ رباعی کہی۔

کشمیر بود فصل خزان عالم نور　　بر طالب فیض دیدنش هست ضرور
گوئی که درین باغ چمن ساز قضا　　آورده نهال شعله از خرمن طور

''خزان کے موسم میں کشمیر نور کا عالم بن جاتا ہے طالبان فیض کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کا نظارہ کریں۔ گویا قضا کے چمن ساز نے کوہ طور سے ایک شعلہ لا کر اس باغ میں رکھ دیا ہے''

محمد قلی سلیم

سلیم کا تعلق بھی ایران کی سرزمین سے تھا۔ شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آئے اور نواب وزیر اعظم اسلام خان کے پاس ملازم ہوئے۔

سلیم کا نام مرزا محمد قلی طرشتی تھا (۱) سلیم طبع اور مستقیم ذہن کے مالک تھے۔ عبارت میں ممتاز اور نزاکت خیال میں بے مثال تھے۔ پہلے لاہیجان (ایران کا ایک شہر) کے ایک وزیر مرزا عبداللہ سے وابستہ تھے۔ جہاں انھوں نے لاہیجان کی تعریف میں ایک رنگین مثنوی لکھی۔ مشہور ہے ہندوستان میں

۱۔ طرشت، شہر تہران کے مغرب میں تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک معتدل گاؤں تھا لیکن اب طرشت تہران سے مل گیا ہے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آ کر اسی مثنوی کو بدل کر کشمیر کے نام پر لکھا۔ لاہیجان میں ہی نکاح کیا جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، وہ ایک خیال انگیز، ادا پرداز اور شیرین گفتار شاعر تھے جو ان صفات میں کمال خجندی سے ملتے ہیں۔ ڈاکٹر شمس الدین احمد نے تذکرہ حسینی سے نقل کیا ہے کہ سلیم تہرانی کا دیوان تقریباً بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے (۱)

سلیم کی مثنوی ''قضا و قدر'' ان کے شاعرانہ کمال اور قابلیت کی آئینہ دار ہے جو انہوں نے بڑی محنت سے کہا ہے سلیم چند امراء کی رفاقت سے کشمیر آئے (۲) اور یہیں انتقال کر گئے۔ مزار شعرا در گجن میں مدفون ہیں۔

سلیم کے کلام میں سے بعض اشعار یہ ہیں

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

''تیری آنکھیں بیمار ہونے کی وجہ سے ناز پر اتر آئی ہیں تیری پلکیں بیمار ہونے کی وجہ سے رات کی طرح دراز ہیں''

گدای کوی خراباتم و غمم این است که باده آتش سوزان و کاسه بین چوبین است

''میرے تیرے میکدے کا بھکاری ہوں اور مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ تیری شراب جلتی ہوئی آگ ہے اور میرا کاسہ لکڑی کا ہے''

دل چو شد گرم زمی جلوهٔ معشوق کند ماهی موم به آتش چو رسد آب شود

''دل جب گرم ہو جاتا تو معشوق کے جلوے کا اسے اشتیاق ہوتا ہے موم کی مچھلی جب آگ کے پاس پہنچی ہے تو پگھل جاتی ہے''

توان از دانه های سبحه دانست که دلها را به دلها هست راهی

''تسبیح کے دانوں سے جان سکتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے''

در تلاش سوختند چون کاغذ آتش داغ های سینه ام با هم به جنگ افتاده است

''تیری جستجو و تلاش میں، میں کاغذ کی طرح جلنے لگا اور میرے سینے کے داغ ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہے ہیں''

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۸۱۹۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۷۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بستہ کمر کنیم از قبضہ کمان او — در کشتن من تیغش افتاد بیکس

''اب اس کے کمان کی گرفت سے ہم اپنی کمر کو باندھ لیں یعنی اس کی کمان کے آگے کمر بستہ ہو جائیں کیونکہ میرے قتل کرنے میں اس کی تلوار بیکس و مجبور ہے''

بیماری چشمش را تعویذ چو بنویسند — از پردہ چشم آرند خوبان ورق آھو

''اس کی آنکھوں کی بیماری کے لئے جب تعویز لکھا جائے گا تو محبوبان عالم اپنی غزال سی آنکھوں سے بہ طور ورق پردے نکال کر رکھ دیں گے۔

کلیم

کلیم ایران کے شہر ہمدان کا رہنے والے تھے۔ جوانی میں تحصیل علم کے لئے ایران کے مشہور و معروف شہر شیراز گئے۔ وہیں سے دانش اور علوم متداولہ سے بہرہ مند ہو کر ہندوستان کا سفر اختیار کیا اگر چہ ایک عرصے تک دکن اور دوسری ہندوستانی ریاستوں کی سیر کی لیکن آخر کار شاہجہانی دربار میں پہنچے اور اس کے دربار کے ملازموں کے زمرے میں شامل ہوئے۔ بادشاہ نے کلیم کو شاہنامہ شاہان چغتایہ نظم کرنے کے لئے کشمیر بھیجا۔

کلیم (جن کا نام مرزا طالب تھا) کا کلام ہوش فریب، دل آویز اور ان کی طبیعت معنی رس اور فیض آمیز تھی۔ تازہ گفتار شاعر جادو فن تھے اور ان کے کلام کی بنیاد متانت فکر سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ مستحکم اور استوار تھی ان کے اشعار پختہ اور فکر کی ترازو میں تلے ہوئے ہوتے تھے جو کہا وہ سب متین کے ساتھ ساتھ دل نشین ہو جاتا تھا اور اس کی عبارتیں صاف معانی رنگین میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں (۱)

ان کا انتقال ۱۰۶۱ ہجری میں ہوا اور مزار شعراء در گجن میں آسودہ حال ہیں ان کے چند اشعار یہ ہیں۔

تا شد مژہ بی اشک فتاد از نظر من — اکنون چہ کنم رشتہ کہ وقتی گھری داشت

''میری پلکیں بے آنسوؤں کے ہوگئی ہیں اب اس خالی دھاگے کا کیا کروں جس میں کبھی موتی پروئے رہتے تھے''

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۸۲۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دوست به هیچم فروخت، با همه یاری　　　یار فروشی درین زمانه همین است

''تمام دوستی کے باوجود، دوست نے مجھے مفت میں فروخت کردیا موجودہ زمانے میں یارفروشی یہی ہے''

مفلسان را کس نمی خواهد زمینا کن قیاس　　　تاتهی شد دیگرش کس دست در گردن نه کرد

''مفلسوں کو کوئی نہیں پوچھتا، صراحی کو دیکھ کر قیاس کرلو کہ جوں ہی خالی ہوگئی کوئی اس کی گردن میں باہیں نہیں ڈالتا''

وضعی بهم رسان که بسازی به عالمی　　　یا همتی که از سر عالم توان گذشت

میر الٰہی

میر الٰہی کا نام میر عمادالدین محمود تھا۔ ہمدان ایران میں ان کی ولادت ہوئی ان کا تعلق سادات خاندان سے تھا۔ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں ہمدان سے ہندوستان آئے اور امراء میں عزت پائی۔ میر الٰہی ایک آزاد طبع اور درویش منش آدمی تھے۔ دنیوی امور سے لاتعلق تھے۔ عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ سخن وری میں بھی ایک باسلیقہ اور نازک خیال شاعر اور استاد مانے جاتے تھے۔ ان کا دیوان ہندوستان میں خاص طور سے بہت مشہور ہوا۔ دیوان کے علاوہ گنج الٰہی نام کی کتاب بھی تصنیف کی جو شاعروں کے احوال سے متعلق تھی اس میں چار سو شاعروں کا احوال ہے جو نویں اور دسویں صدی ہجری میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

جب ظفر خان شاہجہان کی طرف سے کشمیر کی حکمرانی کے لئے منتخب ہوئے تو انہوں نے بادشاہ سے میر الٰہی کو بھی اپنے ساتھ کشمیر بھیجنے کی استدعاء کی جس کو شاہجہان نے منظور کیا۔ اس طرح میر الٰہی ظفر خان کے ہمراہ ہی کشمیر آئے۔

آپ کی شعری توصیف کے بارے میں تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ:۔ آپ کا طرز کلام بہت ہی تازہ، آپ کا لطیف کلام قیاس سے افزون اور جزالت الفاظ خیال سے باہر ہے۔ قصیدہ گوئی میں نیکو قصد کا حامل تھا اور غزل میں برجستہ معانی باندھتے تھے۔ اشعار اور تازہ گوئی میں کمال پایا، نازک

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مزاج اور خوش خیال شاعر تھے۔ مضامین کی درستی، زبان کی قدرت اور خیالات کی تازگی میں مسلم الثبوت استاد تھے۔ سال ۱۰۶۳ھ یا ۱۰۶۴ھ محلہ بہاء الدین صاحب میں دفن ہوئے۔

کہتے ہیں ملا شاہ بدخشانی نے ایک دفعہ یہ شعر کہا تھا جسے ان کے مریدوں نے آب زر سے لکھ کر اس کی بہت تشہیر کی۔

پادشاهی را گذار و دوست آگاهی گزین چون به آگاهی رسیدی هر چه می‌خواهی گزین(۱)

''بادشاہی چھوڑ دو اور کسی آگاہ دوست کا انتخاب کرو، جب آگاہی کو پالو گے تو پھر جو چاہو انتخاب کرو''

جب یہ شعر میر الٰہی کی نظروں سے گزرا تو اس نے شعر کے نیچے فی البداہیہ یہ شعر لکھا۔

من نمی‌گویم گدائی یا شهنشاهی را گزین خویش را مگزین و دیگر هر چه می‌خواهی گزین(۲)

''میں نہیں کہہ رہا ہوں گدائی انتخاب کرو یا شہنشاہی کو، خود کو انتخاب نہ کرو، پھر اس کے بعد جو چاہو چن لو''

یہ شعر بھی ان کا ہی ہے۔

یا الهی! از الهی تو چه پرسی در حشر آنچه او کرد تو دیدی و چه گفتن دارد

''بار الہا! حشر کے روز تم الٰہی سے کیا پوچھے گا۔ اس نے جو کچھ کیا وہ تو، تو نے دیکھا ہے۔ اس کو بتانے کی کیا ضرورت ہے''

جویا

جو یا کا نام مرزا داراب بیگ تھا اور تخلص ''جویا'' اگر چہ ''مرزا داراب بیگ جویا'' اور ان کے بھائی ''مرزا کامران بیگ'' کی ولادت کشمیر میں ہی ہوئی ہے لیکن ان کا اصلی وطن ایران کا شہر تبریز تھا۔

جو یا اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے مشاہیر شعرا میں سے اور نواب ابراہیم خان صوبہ دار کشمیر کے عہد میں تھے۔ جو یا نے مرزا صائب اور میر معز فطرت کا طرز شعر گوئی کو اختیار کیا تھا اور معنی یابی میں سعی رسا کرتے تھے۔ غنی کشمیری کے بعد کشمیری شعراء میں مسلم استاد مانے جاتے تھے(۳)

۱۔ نگارستان کشمیر ص ۱۳۱ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۶۷، نیز واقعات کشمیر، ص ۲۵۶۔

۲۔ تاریخ حسن، ج ۴، ص ۱۶۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۷۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مرحوم حکیم صفدر ہمدانی، غلام نبی آزاد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اکثر شعرائے ہند جو اوائل بارہ صدی ہجری میں موجود تھے جیسے عبدالعلی طالع، عبدالعزیز قبول، ملّا ساطع اور دوسرے شعراء سب مرزا جویا کے شاگرد تھے۔ عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں ان کے مکان پر شاعروں کی محفلیں گرم رہتی تھیں۔ مرزا جویا نے ۱۱۱۸ھ ہجری میں وفات پائی اور کشمیر میں ہی دفن ہوئے۔

جویا بڑے خوش فکر شاعر تھے۔ قصیدہ وغزل اور ان کی مختصر مثنویاں مشہور تھیں۔ متأخرین میں اس جیسا شاعر کشمیر میں کم ہی پیدا ہوا ہے(۱) ان کا دیوان تقریباً سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے لیکن تعجب کا مقام ہے کہ تذکرہ نویسوں نے ان کے حالات تفصیل سے نہیں لکھے ہیں۔

ذیل میں ان کے کلام کا نمونہ ذکر کیا جاتا ہے۔

عین دریای وصال است به هر چشم زدن — چون حباب آن که هوای تو بود در سر او
می‌توان یافتن از نالهٔ قمری که مدام — آتشی هست نهان در ته خاکستر او
دل جویا نه خورد زین غزل آرایی آب — منقبت سنج بود خامه مدحتگر او
شاه مردان جهان آن که زبان قلمم — زین دو مطلع شده پیوسته ثنا گستر او
به دو عالم نه دهم ذره خاک در او — عالم و هر که درو، جمله به گرد سر او
هر که شد تاج سرش خاک در قنبر او — بر فلک ناز کشد بلکه به بالاتر او
بعد قنبر ز غلامان علی نه توانست — کسی نیاور دگری بود جز او همسر او

"آنکھ کی ہر جھپک ایک دریای وصال ہے وہ حباب کی طرح ہے کہ جس کے سر میں تیری دھن سما چکی ہے۔ قمری کی نالہ وفریاد سے دریافت ہوسکتا ہے کہ ہمیشہ اس کے خاکستر کی تہہ میں ایک آگ چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اس غزل آرائی سے جویا کا دل مسرور نہیں ہوتا یہ تو اس کا ستایش گر قلم ہے جو منقبتیں لکھ لکھ کر اسے خوش رکھتا ہے۔ شاہ مردان جہاں جس کی ستایش میں میرے قلم کی زبان نے یہ دو مطلع لکھ دیئے۔ دو عالم کے عوض بھی میں ان کے دروازے کی خاک کا ایک ذرّہ نہیں دوں گا۔ سارا عالم اور جو کچھ بھی عالم میں ہے وہ سارا اس شخص کے سر کے صدقے جس کے سر پر اس کے قنبر کے دروازے کی خاک تاج بن گئی۔ وہ شخص آسمان پر بھی فخر کرے گا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قنبر کے بعد علیؑ کے غلاموں میں سے کوئی بھی اس جیسا دوسرا آدمی نہ ہوا

۱۔ واقعات کشمیر، ص ۸۹۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گویا

گویا کا نام مرزا کامران بیگ تھا۔ مذکورہ شاعر جویا کے بھائی تھے۔ تاریخ حسن میں ان کے ذکر میں آیا ہے کہ:۔ گویا درست طبع شاعر تھے اوران کا ذہن ابہام اورادا کی طرف راغب تھا۔ بہت عمدہ اور سنجیدہ شعر کہتے تھے۔ گلشن کشمیر کا بلبل تھے (۱) ایک دن دونوں بھائی جویا اور گویا نے محمد علی ماہر سے کہا کہ ہم دو بھائیوں نے طالب کلیم نام اور تخلص آپس میں تقسیم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کے کلام کو بھی اپنے ساتھ منسوب کرو۔

گویا کے کلام سے یہ غزل ملاحظہ ہو۔

بود فیض دگر در عالم از خود رمیدنہا ابر آ از خویش و جا کن در بہشت آرمیدن ھا
من و از غیر تو وحشت، تو و با غیر من الفت من و پیوستن با تو، تو و از من رمیدن ھا
من و چون اشک جوشیدن تو واز چشم افکندن من وخاک رهت گشتن، تو و دامن کشیدنها
تو و بوی بهاری از لبت گلزار نشنیدن من و نشنیدنیها از کس و ناکس شنیدن ھا
تو وچون آب در گھوارہ گل مست آسایش من وچون مدح سر گردان، به بحردل طپیدنها
من وچون شام در چاه سیاه روزی فرو رفتن تو و مانند صبح از مشرق طالع دمیدن ھا
من و چون بوی گل بر گرد رخسار تو گردیدن تو و مانند رنگ از چهرة گردیده دیدنها(۲)

''ایک اور ہی لذت ہے خود سے بھاگ جانے کی دنیا میں، خود سے باہر آجا اور سکون وقرار کی جنت میں جگہ بنالے۔ میں ہوں کہ تیرے علاوہ سے مجھے وحشت ہے، تو ہے کہ میرے غیر سے تجھے الفت۔ میں ہوں اور تم سے مل جانے کی مجھے تمنا، اور تجھے مجھ سے فرار کرنے کی خواہش۔ میں ہوں آنسوؤں کے مانند تجھ پر بہا جانا اور تو ہے اپنی آنکھوں سے مجھے گرانا۔ میں ہوں اور تیری راہ کی دھول بن جانا، تو ہے اور دامن کھنچنا۔ تو ہے بہار کی خوشبو سے بھی ناشنا ہے میں ہوں اور کسی بھی کس و ناکس سے سننا۔ تو ہے اور شبنم کی مانند گل کے گہوارے میں آرام میں مست، میں ہوں اور دل کی دھڑکنوں کے سمندر میں موجوں کی طرح سرگردان۔ میں ہوں اور شام کی طرح سیاہ بختی کے کنوئیں میں ڈوب جانا۔ تو ہے اور صبح کی طرح خوش قسمتی کے مشرق سے طلوع ہوتے رہنا۔ میں ہوں اور پھول کی مانند تمہارے چہرے کے گرد گھومتے رہنا، تو ہے اور رنگ کی طرح چہرے سے اڑ جانا۔

۱۔ تاریخ حسن، ج ۲ حصہ ۲۔

۲۔ واقعات کشمیر، ص ۳۵۰ و تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خواجہ علی اکبر

خواجہ علی اکبر کا تعلق ایران کی سرزمین سے تھا تاریخ حسن میں آیا ہے کہ علی اکبر اول درجے کے صالح، خوش طبع شاعر، تاریخ گو، اور خوش نویس تھے نظم ونثر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ رنگین رقعات اور خطوط لکھتے تھے (۱)

خواجہ شاہ عباس صفوی کے عہد حکومت میں ہرات سے ہندوستان آئے اور اکبر بادشاہ کی ملازمت کی پھر بحثیت وقایع نگار وہ کشمیر بھیجے گئے، طویل عرصہ تک یہیں رہ کر یہیں پیوند خاک ہوئے۔

اعظم دِدّمری ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ عبادت وتقویٰ کی پابندی کے باجود ایک درست کار طبیعت کے مالک اور سخنور تھے۔ تاریخ نویس تھے اور خوش نویس بھی پھر لکھتے ہیں بلا واسطہ جو اشعار راقم حروف (اعظم دِدّمری) کے پاس پہنچے لکھے ہیں۔

یاد آن روز که دل در خم گیسوی تو بود — توتیای بصرم خاک سر کوی تو بود
محو گردیدن و بیخود شده افتادن من — اثری از نگه چشم سخنگوئی تو بود
بی سبب رنجه شدن از نظر انداختنم — این چه لایق زتو و طبع جفا جوی تو بود
دل ربود از من و انداخت دگر از نظرم — چشم این چشم که ازنرگس جادوی تو بود(۲)

''وہ دن یاد آتے ہیں جب میرا دل تیری زلفوں کے پیچ وخم میں گرفتار تھا اور تیرے کوچے کی دھول میرے آنکھوں کا سرمہ تھی''

''محو ہو کر اور بی خودی میں میرا وہ گر پڑنا تیرے بولنے والی آنکھوں کی نگاہوں کا اثر تھا'

''تیرا بے وجہ خفا ہو کر مجھے نظروں سے گرادینا یہ کہاں تیرے اور تیری جفا طلب طبیعت کے لایق تھا''

''مجھ سے دل چھین لیا اور پھر مجھے نظروں سے گرادیا اس کی مجھے تری سحر کار آنکھوں سے امید تھی ہی کہاں''

اعظم دِدّمری ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

آپ (خواجہ علی اکبر) کی صحبت کے فوائد کا جو آپ کے بیانات اور آپ کی مجلسوں کے کلام نادر پر مشتمل اور سراپا ذوقیات تھے راقم حروف ذاتی طور عینی شاہد تھا۔ کوئی کہاں تک لکھے (۳)

۱۔ تاریخ حسن، ج ۲ حصہ ۲۔
۲۔ واقعات کشمیر ۳۸۷۔
۳۔ واقعات کشمیر ۳۸۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شارق

شارق کا نام میر نورالدین اور تخلص شارق تھا۔ایران کے سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے بھائی میر رضی الدین جب کشمیر کے منصب دیوانی کے عہدے پر فائز ہوئے تو میر نورالدین بھی کشمیر آئے۔لیکن پھر ہندوستان واپس ہو گئے اور بادشاہ فرّخ سیر کے زمانے میں دیوانی دفتر کے داروغہ ہو گئے اور پھر کشمیر چلے آئے۔

عمر رسیدہ تھے اور عظیم اخلاق کے حامل !مرزا صائب کی صحبت پائی اور محمد سعید اشرف جیسے حضرات سے بھی آپ کی بڑی نشستیں رہیں۔کبھی الہام کے طرز پر،تو کبھی خیال بندی کے طرز پر اور اکثر معنی سنجی کے خیال سے شعر کہا کرتے تھے۔ایک دیوان شعر بھی ترتیب دیا ہے(۱)

اَسی (۸۰) سال سے زائد عمر پا کر ۱۱۲۷ھ میں اس دار فانی سے انتقال کیا۔آپ کی طبع نقاد نیز روشن فکر کے مالک تھے۔آپ سے منسوب چند شعر ذیل کی عبارت میں نقل کئے جا رہے ہیں۔

زفیض بیکسی چون مصرع برجسته منتازم هلال آسابه یک بال آسان سیر است پروازم

یعنی بیکسی کی برکت سے میں ایک برجستہ مصرعہ کی طرح ممتاز ہوں۔ایک ہی پر کے ساتھ ہلال کی طرح آسمان میں اڑ رہا ہوں۔

اور یہ نظم:۔

سختی جان پشت ما را چون کمانم کرده است چرخ منت کش ز مشت استخوان کرده است
رستمم در ملک معنی طبع نظمم شاهد است دشـمـنان را عاجز از تیر بیانم کرده است
از حکایت چرخ سنگین دل نه بیند هیچکس آنچه باز از مهربانی ها به جانم کرده است

’’جان کی سختی نے میری کمر کو کمان کے مانند بنادیا ہے۔مجھ مٹھی بھر پیکر استخوان کو آسمان نے منت کش بنادیا ہے‘‘

’’معنی کی دنیا میں رستم ہوں اس پر میری نظم گواہ ہے دشمنوں کو میرے اسلوب بیان کے تیروں نے عاجز کر کے رکھ دیا ہے‘‘

’’سنگین دل آسمان کی حکایت کیا بیان کروں کون ہے جو اسے سن پائے اس نے میری جان پر کیا کیا مہربانیاں کی ہیں‘‘

۱۔واقعات کشمیر ۳۸۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

محمد رضا مشتاق

مشتاق کا اصلی نام محمد رضا تھا اوران کا تخلص مشتاق تھا ان کا تعلق کشمیر کے ملکان چاڈورہ سے تھا۔

آپ ابتدائی ایام شباب سے کتابت کے سے واقف تھے اور اس ضمن میں فکر وخیال کے گھوڑے کو بھی طبع آزمائی کے میدان میں دوڑاتے رہے چونکہ ایک روشن ذہن پایا تھا اور خداداد استعداد رکھتے تھے تھوڑے ہی عرصے میں فن شعر گوئی ونکتہ سنجی کو ترقی کے بلند درجوں تک پہنچایا۔ آراستہ وضع اور ایک آزاد دل کا مالک تھے۔ اپنی روزی کتابت کے ذریعہ سے بالخصوص مثنوی لکھنے سے کماتے تھے (۱)

آپ نے آخر عمر تک کبھی بھی کسی حاکم یا امیر کی مدح سرائی نہیں کی بلکہ آخر عمر تک تفرید، قلندر وضعی اور آزاد منشی میں بسر کرتے رہے۔

تاریخ حسن اور تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنفوں نے ۱۱۵۱ ہجری تاریخ وفات لکھی ہے جبکہ اعظم دڈمری جو خودان کے زمانے میں زندگی گزار رہے تھے اور مشتاق کے ساتھ ان کے روابط بھی تھے اور شاید دوستی کی خاطر مشتاق کی نماز جنازہ میں بھی شریک رہے ہونگے انہوں نے ۱۱۴۳ ہجری لکھی ہے جو صحیح لگ رہی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

کردیم سیر گلشن، تا ما و یار هر دو — گشتند بلبل و گل بی اعتبار هر دو
چشم سیاه مستش لعل قدح به دستش — از عاشقان ربوده صبر و قرار هر دو
از خواب ناز برخاست از عشوه جام میخواست — چشمان دل فریبش مست خمار هر دو
زلفین تابدارش بر گلشن عذارش — خوش حلقه حلقه کرده مانند مار هر دو
آیا بود که روزی این آرزو بر آید — خسپند مست باهم مشتاق ویار هر دو

’’جب ہم نے اور محبوب دونوں نے گلشن کی سیر کی بلبل اور گل دونوں (ہماری نظر میں) بے اعتبار ہو گئے ہیں‘‘

’’اس کی سیاہ مست آنکھوں اور اس کے ہاتھ میں سرخ شراب کی صراحی نے عاشقوں سے صبر اور قرار دونوں چھین لئے‘‘

’’خواب ناز سے اٹھا، عشووں سے شراب کی پیالی میں آگ لگادی اس کی دلفریب آنکھیں دونوں خمار میں مست ہیں‘‘

۱۔ واقعات کشمیر، ۴۱۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''اس کی تابدار زلفیں اس کے رخساروں کے گلشن میں سانپ کی مانند دلکش حلقے بنا کر پھیلی ہوئی ہیں''

''آیا ایسا ہوگا کسی دن کہ یہ آرزو پوری ہو جائے کہ مشتاق اور محبوب دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سو جائیں گے''

ملاّ ساطع

ملاّ ساطع کا نام عبدالحکیم تھا اور ساطع تخلص ان کے والد کا نام ملاّ غالب تھا۔ چونکہ موزون طبیعت کے مالک تھے اس لئے ان کی طبیعت پر شعر کی رغبت غالب آ گئی۔ شروع میں لالہ ملک شہید سے شعر کی اصلاح کرواتے رہے بعد میں لالہ ملک کے کہنے پر مرزا داراب جویا سے اصلاح کرواتے تھے یہاں تک کہ ممتاز شاعروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

پشاور میں شاہ عالم جو اس وقت صوبہ دار تھے، کے حضور میں باریاب ہوئے۔ وہاں محمد سعید اشرف سے دوستی ہوئی جو اپنے وقت کا بلند پایہ شاعر تھے اور ان سے استفادہ کیا۔ بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد انہوں نے لشکر معلیٰ میں شعر گوئی بالخصوص قصیدہ گوئی میں ملکہ پیدا کرلیا اور بادشاہ محمد فرخ سیر کے عہد میں زیادہ سے زیادہ مراتب پا کر بادشاہ کی ملازمت سے باریاب ہوئے اور بادشاہ مذکور کے حضور میں اپنے اشعار پیش کرتے رہے اور ان کو اپنے تقرب و امتیاز اور انعامات کا ذریعہ بنالیا بادشاہ کے انتقال کے بعد کشمیر لوٹ آئے۔

ملاّ ساطع کے متعلق تمام تذکرہ نگاروں کے بیانات سے یہ تأثر ملتا ہے کہ ملاّ ساطع ایک روشن طبع شاعر تھے اور فنون شعر سے آشنا۔ ہمیشہ تازہ معانی کی تلاش میں رہتے تھے اور فن نثر میں بھی بڑی قدرت رکھتے تھے اور بہت پختہ و رنگین نثر لکھتے تھے۔ افق سخنوری میں ساطع ایک کوکب (ستارہ) تھے اور ایک لامع اختر۔ ان کی نظم خوش کن اور نثر دلکش تھی اقلیم نظم کا امیر تھے۔

واقعات کشمیر کے مصنف اعظم دِدّمری شاعری میں ساطع کے شاگرد تھے (۱) اور ان سے اشعار کی اصلاح کرواتے تھے۔ بزم شاعری کے جوش و خروش میں سال ۱۱۴۳ھ ہجری میں ۲۱ رمضان کو رحلت کی (۲)

۱۔ واقعات کشمیر ص ۹۳۸۔

۲۔ واقعات کشمیر ص ۹۳۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ذیل کے اشعار ساطع سے منسوب ہیں۔

به بزم باده ادب بیش ازین نمی باشد   تو در کنار من و من ز خود گرفته کنار

''شراب کی بزم میں اس سے زیادہ ادب نہیں ہوسکتا کہ تم میرے بغل میں ہو گے اور میں خود سے کنارہ کش ہو جاؤں''

ترا غرور به صورت مرا به معنی خویش   کمال حسن ترا و مراست حسن کمال

''تجھے صورت پر غرور ہے اور مجھے معانی آفرینی پر۔ تجھ میں حسن کا کمال ہے مجھ میں کمال کا حسن''

در بر شاهدان معنی من   از رقم جامه قلمکار است

''میرے معانی کے محبوبوں کے جسم پر میرے نقاشی کئے ہوئے کپڑے پہننے کو ہیں''

در چنین عهدی که اوضاع جهان نا دیدنی است

دیده تصویر اگر بازست جای حیرت است (۱)

''اس زمانے میں جب کہ احوال دنیا دیکھنے کے قابل نہیں اگر تصویر کی آنکھ کھلی ہوئی ہے تو یہ حیرت کا مقام ہے''

حاجی حیدر

حاجی حیدر کو حاجی حیدر زڈی بلی بھی کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی حیدر کشمیری اور سرینگر کے محلہ زڈی بل میں رہتے تھے۔ شعر گوئی اور انشاء پردازی میں اپنے زمانے کے استاد تھے۔ حاجی حیدر برجستہ شعر کہتے تھے۔

تاریخ حسن میں آیا ہے کہ آپ فن سخنوری اور فن انشاء پردازی کے استاد تھے اور برجستہ شعر کہتے تھے (۲) تاریخ کبیر میں آیا ہے کہ سخن سنجی میں دلپذیر اور فصاحت و بلاغت میں کم نظیر تھے (۳)

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲ و واقعات کشمیر ص ۴۱۹۔

۲۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ۲۔

۳۔ تاریخ کبیر، ص ۳۴۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حاجی بابا معنی

اعظم دڈمری اور مورخ حسن نے ''معنی'' کے بجائے ''مغنی'' لکھا ہے۔ معنی حاجی حیدر کے بیٹے تھے (۱) اور اپنے معاصرین میں حسن تلاش اور لطف طبع میں ایک الگ امتیاز رکھتے تھے۔ واقعہ کربلا کو منظوم کر کے ابراہیم خان صوبیدار کشمیر کے پاس عزت حاصل کی ابراہیم خان کی تبدیلی پر حاجی بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔

ذیل میں ان کے واقعہ کربلا کے منظوم کے چند اشعار

دل آتش ز جوش گریہ دریاست — ز گوھر آب را در دل گرہ است
ھوا از دود او شد آتشین رنگ — چمن از غنچہ لبریز دلتنگ
چہ می پرسی ز خاک پاک طینت — کہ دارد یک جھان گرد کدورت
اگر سنگ است آتش در دل اوست — و گر کوہ است دارد نالہ را دوست
تو غافل داغ جانکاھی نہ داری — فروغ شعلہ آھی نداری (۲)

''آگ کا دل رونے کے جوش سے سمندر بن گیا ہے۔ پانی کے دل میں پیروں سے گرہیں پڑی ہیں۔ اس کے دھوئیں سے فضا آتشین رنگ ہوگئی۔ لبریز غنچوں سے چمن تنگدل ہے۔ اس خاک پاک طینت کا کیا پوچھتے ہو؟ اس میں تو ایک عالم گرد کدورت ہے۔ اگر پتھر ہے تو اس کے دل میں آگ ہے اگر پہاڑ ہے تو نالہ وفریاد کو دوست رکھتا ہے تم غافل آدمی جان گھلانے کا داغ نہیں رکھتے ہو۔ شعلہ آہ کی چمک تجھ میں نہیں''

محمد رفیع

یہ کشمیری شاعر تھے اور نظم ونثر دونوں میں کامل تھے۔ انشاء گری بھی کرتے تھے اور اسی کی معرفت حکام سے ان کے تھے۔

در سایہ خویش جای آوارہ دھید — دو چارہ کل دل بہ بیچارہ دھید
ھرچند کہ کفارہ ندارد نیکی — نیکی بہ بدان کنید و کفارہ دھید

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲۔
۲۔ واقعات کشمیر ص ۳۵۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مغل دور میں شیعوں کی مالی اور اقتصادی حالت

اس سے پہلے اس بات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ چک دور میں یہاں کے شیعوں کا عمومی پیشہ فوجی ملازمت تھی (۱) لہٰذا اُس دور میں ان کی مالی حالت کافی اچھی تھی۔ لیکن مغل دور میں شیعوں کی مالی حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی۔ بلکہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض شیعہ نانِ شبینہ کے محتاج تھے۔ مغل دور سے لے کر ڈوگرہ دور تک شیعوں کی بری مالی حالت کے اسباب تقریباً یکسان تھے۔ ذیل میں ان اسباب میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

مغل دور میں شیعوں کی مالی بدحالی کی وجوہات

ا۔ حکومت کی پالسی

مغل دور یا اسی طرح افغان دور میں حکمرانوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ شیعہ مسلمانوں کو مالی سمیت ہر اعتبار سے کمزور کیا جائے یہی وجہ ہے کہ مغل حکمرانوں نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے بعد ہی یہاں کے شیعوں کی فوج میں بھرتی کو ممنوع کر دیا تھا جس کے سبب یہاں کے شیعہ رفوگری، شالبافی، نقاشی، اور دیگر گھریلو دستکاریاں اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے چونکہ سابقہ دور میں وہ ایک باعزت اور باوقار قوم تھی اس لئے کشمیر کے سیاسی حالات بدلنے کے باوجود وہ ایسا پیشہ اختیار کرنا اپنی بے عزتی اور توہین سمجھتے تھے جس کے باعث ان کو عوام کے سامنے آنا پڑتا، یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے شیعہ نانوائی، قصابی، سناری، لیاری، ٹھٹھیرا، قلعی گری، زردوزی، نعلبندی، خرادی، رنگریزی، نیچہ بندی، علاقہ بندی، حکاکی، حلوائی، تبورچی، اکیسر، گویا، تیلی، موچی، گجری، ترکھان، منیار، کہار، ندّاف، ہانجی، آشپزی وغیرہ کا کام نہیں کرتے تھے۔ مذکورہ پیشے آج بھی شیعہ سوسائٹی میں بہت ہی کم اور تقریباً نہ ہونے کے برابر پائے جاتے ہیں۔

شیعوں کو مالی طور پر کمزور بنانے میں حکومتوں کے دو مقصد تھے

''الف'' سیاسی اور مذہبی انتقام۔

''ب'' حکومتوں کے خلاف جدوجہد اور تحریک آزادی کے قابل نہ رکھنا۔

۱۔ تاریخ فرشتہ، جلد ۲، ص ۹۳۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

غاصب حکومتوں کو معلوم تھا یہ شیعہ ہی ہیں جو کشمیر پر ان (بیرونی غاصبوں) کی حکومتوں کے تسلط کے خلاف ہیں اور وہ کشمیر کی آزادی اور استقلال کے خواہاں ہیں۔ لہٰذا ان کی ہمیشہ یہی سیاست اور کوشش رہی ہے کہ شیعوں کو مالی اعتبار سے اتنا کمزور کر دیا جائے کہ روزگار کی تلاش میں پس کر ان کے ذہنوں سے تحریک کا خیال ہی نکل جائے اور ان کی غربت و فقیری ان کے ذہنوں کو ہمیشہ مشغول رکھے۔

۲۔ عدم تحفظ

مغل دور سے لے کر ڈوگرہ دور تک شیعوں کی غربت و افلاس کی ایک وجہ کسی بھی کام میں تحفظ کا نہ ہونا تھا۔ من جملہ اقتصادی اور تجارتی کام یعنی اگر وہ اپنی غریبی اور فقیری دور کرنے کے لئے کچھ اقدامکرتے یا کوئی کام شروع بھی کرتے تو اس کے جاری رہنے اور پایہ تکمیل تک پہنچنے کی کوئی ضمانت نہیں تھی اور عین ممکن تھا کہ شیعہ مخالفین ان کاموں پر حملہ کر کے انھیں تباہ و برباد کر دیتے (۱)

۳۔ غیر شیعوں کا تعصب

ان ادوار میں شیعوں کی مالی بدحالی کی ایک وجہ شدت پسند شیعہ مخالفوں کا دینی تعصب ہے یعنی اگر شیعہ اپنی مالی حالت بہتر بنانے کے لئے کوئی کام یا تجارت بھی کرتے پھر بھی وہ ان حالات میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتے چونکہ اس وقت شیعہ ''دباؤ اور ظلم و جبر'' کی وجہ سے روز بروز اقلیت میں تبدیل ہوتے جا رہے تھے اس لئے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے وہ لین دین کو فروغ دینے اور

۱۔ مذکورہ علت لکھتے وقت راقم کے ذہن میں اس کی ایک ایسی مثال یاد آ گئی جس کا تعلق راقم الحروف کے ہی گھرانہ سے ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء میں جب میں چھوٹا تھا تو میرے گھر والوں نے مالی حالت بہتر بنانے کے لئے ایک مہندرا بس خریدی جس کا روٹ ـــــ تھا۔ غیر شیعوں کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ ایک شیعہ کی بس ہے تو انہوں نے اس بس پر سوار ہونا ترک کر دیا بلکہ بعض شدت پسندوں نے آگ لگانے کا ارادہ کیا جس کی اطلاع سن کر میرے گھر والوں نے بس کو صرف پندرہ دن بعد خریدے ہوئے پیسوں سے بھی کم قیمت میں فروخت کر دیا۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سارے واقعات رہے ہوں گے۔ اگرچہ اس رجحان میں اب آہستہ آہستہ تبدیلی آتی جا رہی ہے جو کشمیری معاشرہ کے لئے باعث عزت ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اچھی منفعت حاصل کرنے کے لئے غیر شیعوں سے تجارتی تعلقات کرنے پر مجبور تھے دوسری طرف غیر شیعہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہی تجارت کو فروغ دینا چاہتے تھے۔

اس کے علاوہ بعض پیشے ایسے بھی تھے جن میں غیر شیعہ آج کے متمدن دور میں بھی شیعوں کے ساتھ تعلقات رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن میں قصابی اور نانوائی وغیرہ سرفہرست ہیں (۱)

۴۔ شیعوں کی ناخواندگی اور تعلیم کا فقدان

ان ادوار میں شیعوں کو عمداً علم کی نعمت سے محروم رکھا گیا ان سے علم حاصل کرنے کے وسائل چھینے گئے (۲) جس کی وجہ سے وہ تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہے اور جب ان پڑھ تھے تو کام کاج کا صحیح سلیقہ بھی نہیں جانتے تھے لہٰذا مالی بحران سے نکلنے اور تجارت کے صحیح راستوں کی کوئی پہچان نہیں تھی۔ تو جب تجارت کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کا کبھی الٹا نتیجہ نکل سکتا ہے۔

پھر رہا سوال کشمیر کے شیعوں کا حکومتی اداروں میں کام کرنے کا، جس سے ان کی مالی حالت بہتر بنائی جا سکتی تھی اس کا تصور ہی شیعوں کے لئے سوئی کے سوراخ سے اونٹ کے گزارنے کے مترادف تھا۔ چونکہ اگر وہ پڑھے لکھے بھی ہوتے تو بھی وہ مغلوں کی قرارداد کے مطابق نیز مرکز میں شدت پسند ملاؤں کے دربار میں رسائی کے سبب ناممکن تھا۔ جب کہ وہ تعلیمی اعتبار سے بھی پسماندہ تھے تو حکومت میں ان کی بھرتی اور ملازمت دور کی بات تھی۔

۵۔ مسلسل حملے

اس دور میں اور اسی طرح دیگر ادوار میں شیعوں کی اقتصادی بدحالی کی ایک وجہ شیعہ مخالفوں کے متواتر حملے بھی ہیں۔ یعنی مذکورہ بالا سخت حالات سے گزر کر اب اگر شیعہ کچھ سرمایہ جمع کرتے بھی تھے جس سے وہ اپنی زندگی میں سدھار پیدا کر سکیں لیکن شیعہ مخالف افراد ناگہانی حملہ کر کے آناً فاناً یا اسے لوٹ لیتے تھے یا نذر آتش کر کے چند منٹوں میں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیتے تھے۔ اس طرح شیعوں کی بہتر

۱۔ اس علت کے لئے سینکڑوں شواہد موجود ہیں۔
۲۔ مغل دور سے لے کر ڈوگرہ دور تک شیعوں کی علمی و تربیتی حالت میں مزید وضاحت کی گئی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

زندگی کی امیدوں پر پانی پھیر دیتے تھے اس طرح ان کے متواتر حملوں نے شیعہ قوم کو اقتصادی اعتبار سے پوری طریقہ سے زمین دوز کر دیا تھا (۱)

۶۔ شکستہ نفسی اور احساس کمتری

سابقہ وجوہات نیز متواتر حملوں سے شیعوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان اسباب نے شیعوں سے جینے کا حوصلہ چھین لیا ان میں کام کاج اور سرمایہ کاری کی تڑپ اور چاہت ختم کر دی اب ان کے ذہنوں میں یہ احساس رہتا تھا کہ کام کاج کر کے کیا کریں گے اور اگر خون پسینہ ایک کر کے کچھ سرمایہ اکٹھا بھی کر لیا تو کل حملہ کر کے لوٹ لیا جائے گا۔

صدیاں بیت جانے کے باوجود مذکورہ اسباب کا اثرات آج بھی کہیں کہیں شیعہ سماج میں نظر آتے ہیں اور شیعوں کی مالی اور اقتصادی حالت آج بھی بہتر نہیں ہے۔ کشمیر میں موجود دوسری اقوام کی بنسبت شیعہ قوم زیادہ محرومی اور محتاجی میں زندگی بسر کر رہی ہے ان کے اکثر علاقوں میں غربت اور افلاس نے لوگوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا کر رکھ دیا ہے (۲)

مغل دور میں شیعوں کی علمی اور تربیتی حالت

مغل دور شروع ہونے کے ساتھ ہی شیعوں کی علمی اور تربیتی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی جو آگے چل کر افغان دور میں ناقابل اصلاح حد تک زوال کو پہنچ گئی۔ چک دور میں یہاں شیعہ علماء کی تعداد کم نہیں تھی لوگوں کی معاشرتی زندگیوں میں ان کا کافی عمل دخل تھا وہ آزادانہ طور اسلام اور تشیع کی تبلیغ کر رہے تھے دربار میں بھی کافی اثر و رسوخ تھا لیکن مغل دور یا اس کے بعد آنے والے ادوار مخصوصاً افغان دور میں ان کے لئے زندگی سخت بن گئی۔

۱۔ اہل سنت مورخوں کے مطابق اگرچہ ان وحشتناک حملوں کی تعداد صرف تیرہ ہے لیکن شیعوں کے سینہ بہ سینہ معلومات کے مطابق تیرہ بڑے حملوں کے علاوہ محلی اور مقامی حملے ہر ہفتے، پندرہ روزہ اور ہر مہینے متواتر ہوتے رہے تھے۔

۲۔ حتی کہ آج بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اگر بجلی، پانی جیسی بنیادی ضرورتوں کی سپلائی بہت سے دیہاتوں کو دی جاتی ہے اگر ان کے درمیان ایک گاؤں شیعہ کا آگیا ہے تو اس کو مستثنی کر دیا گیا ہے، اسی طرح دیگر متعدد مراعات۔ اگرچہ اس کا ایک سبب داخلی انتشار بھی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ان ادوار میں تمام شیعوں کا قافیہ حیات تنگ کردیا گیا تھا اوران کی ہر سرگرمی اور ہر قسم کی نقل و حرکت پر پابندی لگادی گئی تھی۔تو ایسے حالات میں علمی شخصیتوں کا پیدا ہونا اور علمی مراکز کا وجود آنا ناممکن بن سا بن گیا تھا۔

قرائن سے پتہ چلتا ہے ان ادوار مخصوصاً مغل و افغان دور میں شیعوں کی علمی اور دینی حالت نہایت خراب تھی۔

تعلیمی پسماندگی اور ناخواندگی کی وجوہات

۱۔حکومت کی سازش

مغل دور سے لے کر ڈوگرہ دور تک عموماً،مغلوں اور افغانوں کے دور میں خصوصاً کشمیر کے حکمرانوں کی ہمیشہ شیعوں کی نسبت علم و دانش سے محرومی اور دوری کی سیاست رہی ہے اور وہ اسی سیاست پر عمل پیرا رہے ہیں۔۔حکمرانوں کی طرف سے شیعہ،علمی مراکز سے دور رکھنے کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

''الف''شیعوں سے سیاسی اور مذہبی تعصب

''ب''شیعوں سے انتقام گیری

''ج''شیعوں کو دباو میں رکھنے کی پالیسی:۔

یعنی چونکہ یہ ملّت شیعہ ہی تھی جو ان کے غاصب حکومتوں کے خلاف جدو جہد کرتی تھی اور بار بار ان کے لئے دردسر بن جاتی تھی لہٰذا وہ شیعوں کو جہالت اور گمراہی میں رکھنا چاہتے تھے تاکہ شیعہ اپنے جائز حقوق سے غافل رہیں اور انہیں اپنے حقوق مانگنے کا احساس تک نہ رہے۔

۲۔غریبی اور فقیری

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان ادوار میں شیعوں کی مالی حالت مختلف اسباب کی بنا پر نہایت خراب تھی مشکل سے ان کا گزار بسر ہوتا تھا۔ان ادوار میں عمومی طور پر شیعہ علمی مراکز کا خاتمہ کیا جاچکا تھا تو ایسے حالات میں شیعہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایران یا عراق جانے پر مجبور ہوتے تھے جو مالی مشکلات مدنظر رکھکر عام شیعوں کے لئے خاصا مشکل کام تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ علمی مراکز کا فقدان اور حصول تعلیم میں عدم تحفظ

شیعوں کی علمی پسماندگی کی ایک وجہ ان میں علمی مراکز کا فقدان تھا ان ادوار میں سوائے ایک دو علاقائی دینی مدرسوں کے علاوہ شیعوں کے نہ تو کسی ایک وسیع دینی مرکز کا کوئی سراغ ملتا ہے اور نہ ہی مروجہ تعلیم دینے والے کسی مدرسہ کا، ایسی حالت میں وہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے عام مدرسوں میں جانے پر مجبور تھے، لیکن عوامی سطح پر زہریلے پروپیگنڈا کے ذریعے پھیلائی گئی منافرت کے سبب وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

چنانچہ ان ادوار میں ایسے افراد اور خاندان رہے ہوں گے جو علم و دانش کی اہمیت کے پیش نظر اپنے بچوں کو تعلیم دلانا چاہتے ہوں لیکن یہ کام ان کے لئے ناممکن تھا چونکہ ان بدیشی حکمرانوں کے زہریلے پروپیگنڈے سے یہاں کے حالات کافی مخدوش ہو چکے تھے۔ کشمیری سماج میں مذہبی تعصب کی آگ پھیلی ہوئی تھی فتنہ و فساد اپنے عروج پر تھا، مدرسہ بھیجنے کی صورت میں بچوں کی حفاظت کی نہ کوئی ضمانت تھی نہ ہی ایسا کرنا خطرے سے خالی تھا اس طرح شیعوں کے لئے اجمالی طور پر اپنے بچوں کو مدرسہ بھیجنا ناممکن ہو گیا تھا البتہ انفرادی طور پر بعض علماء اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا کرتے تھے۔

۴۔ مرحلہ وار حملے

مسلسل حملوں نے شیعوں کو تعلیم حاصل کرنے کے بجائے اپنا دفاع مضبوط کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان حالات میں شیعوں کو تعلیم سے زیادہ اپنے دفاع کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جس کے لئے ان کو ہر وقت تیار اور الرٹ رہنا پڑتا تھا۔ حملوں کو روکنے اور اپنا دفاع کرنے کے لئے ان کو نئے نئے سازوسامان کے علاوہ مضبوط مورچے بھی بنانے پڑتے تھے۔

.مورچہ بنانے اور پھر وہاں پہرہ دینے کے لئے کافی وقت کے ساتھ ساتھ، بہت سارے افراد کی بھی ضرورت پڑتی رہی ہوگی۔ مذکورہ کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے بھی وہ شاید تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مغل اور افغان دور میں شیعہ علماء

مذکورہ وجوہ کی بنا پر شیعہ ان ادوار میں تعلیم و تعلّم سے دور رکھے گئے۔ حکومت اور شدت پسند عناصر کے دباؤ کی وجہ سے اب جو شیعہ علماء تھے وہ بھی گمنامی کی نذر ہو گئے لہٰذا ان ادوار میں صرف چند محدود علماء کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے کافی جد و جہد کے بعد ان ادوار میں جن علماء کرام کا تذکرہ راقم الحروف کو دستیاب ہوا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

ملاّ طالب اور ملاّ غالب

یہ دونوں بھائی تھے دونوں کا تعلق ہمدانی خاندان سے تھا۔ جن کے جد اعلیٰ ملاّ محمد سعید الدین تھے جو ۷۹۵ ہجری میں میر سید ہمدانی کے ہمراہ کشمیر آئے تھے۔

حکیم صفدر ہمدانی نے ان دونوں کو ملاّ محمد سعید الدین کے پر پوتے بتایا ہے۔ جو صحیح نظر نہیں آ رہا ہے چونکہ ملاّ محمد سعید الدین کے کشمیر (۷۹۵ھ) میں ورود سے اور ان میں کم از کم ڈھائی سو سال کا فاصلہ ہے (۱) لہٰذا حکیم ہمدانی کا دعویٰ بعید نظر آتا ہے بہر حال انھیں کے خاندان سے ہونا یہ یقینی ہے۔

ملاّ طالب اور ملاّ غالب کا خاندان ایک دینی اور مذہبی خاندان تھا وہ کئی نسلوں سے اپنے دینی وظیفہ کو انجام دیتے آ رہے تھے ان دونوں بھائیوں نے بھی درس و تدریس اور تبلیغ کا آبائی سلسلہ جاری رکھا۔ علی مردان خان ۱۰۱۶ ہجری میں جب کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا تو وہ ان دونوں بھائیوں کو اپنی علمی

۱۔ مثلاً اگر ملاّ سعید الدین ۷۹۵ھ میں کشمیر آتے وقت غیر شادی شدہ تھے اور یہیں شادی کی تو اگر ہم فرض کریں کہ ان کے بیٹے ملاّ عبد الرشید کی ولادت ۲۵ سال بعد مثلاً ۸۲۰ھ ہوئی گی تو یقیناً عبد الرشید کی شادی ہو کر ان کے بیٹے ''ملاّ صادق'' کی ولادت زیادہ سے زیادہ ۸۷۰ھ تک ہوئی ہوگی اور ان کی زندگی بھی نویں صدی کے آخر اور دسویں صدی ہجری کے اوائل میں گزری ہو لیکن تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ گیارویں صدی ہجری میں تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کا ذکر شیعہ صوبہ دار علی مردان خان (۱۰۶۱ ہجری) کے دوستوں اور درباریوں میں بھی ملتا ہے کہ وہ ان کے پاس آجایا کرتے تھے۔ لیکن بہر حال مرحوم ہمدانی صاحب اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے لہٰذا شاید ان کے پاس کچھ اور مضبوط دلائل ہوں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مجالس میں بلاتا تھا اور ان کی علمی گفتگو اور مباحثوں سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ ملاّ غالب کی اولادوں سے ملاّ ساطع پیدا ہوئے کہ جنھوں نے شعروشاعری کی دنیا میں خاصی شہرت حاصل کی۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ ملاّ محمد صادق جن کو حکیم صفدر ہمدانی نے ملاّ سعید الدین مذکور کا پوتا بتایا ہے ملاّ سعید کے پوتے نہیں بلکہ کئی پشتوں کے بعد آپ کے اولاد میں سے تھے بعض شواہد بھی پائے جاتے ہیں کہ ملاّ محمد صادق چک دور کے اواخر اور مغل دور کے اوائل میں زندگی گزار رہے تھے۔ جس کی خود حکیم صفدر ہمدانی کے بیان سے بھی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

''آپ نے بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر مشعل علم وہدایت کو روشن کیا۔ آپ کی زندگی کے آخری حصہ میں کشمیر میں ابتلاء کا دور شروع ہوا اور اس بدنصیب ملک کی آزادی ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گئی''

غیر ملکی حکمرانوں کے زہریلے پروپیگنڈے سے جب حالات مخدوش ہوئے تو ان حالات میں آپ نے خانقاہ کے محلہ میں رہنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے یہاں سے ہجرت کر کے محلہ بابا پورہ حبہ کدل میں سکونت اختیار کی (۱)

ملاّ عبدالغنی

ملاّ عبدالغنی ملاّ طالب کے فرزند تھے۔ آپ گیارہویں صدی ہجری کے آخر میں یا بارہویں صدی ہجری کے ابتداء میں محلہ بابا پورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور کم سنی ہی میں علم قران، احادیث، فقہ اور دیگر علوم میں کمال حاصل کیا۔ شیعی دنیا میں آپ کا شمار چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے ''شرائع الاسلام'' کا فارسی ترجمہ کر کے اس پر شرح لکھی اور وہ تمام ضروری مسائل جو علامہ حلی سے رہ گئے تھے، وہ مترجم نے اس کتاب میں درج کئے تا کہ یہ کتاب بحیثیت ایک معلم کے کام دے سکے اور متلاشیوں کو عالموں کے دروازے کھٹکھٹانے نہ پڑیں۔

آپ نے ۱۱۶۹ھ میں انتقال کیا اور اپنے آبائی مقبرہ حسن آباد میں دفن کیے گئے (۲)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ۱۸۸۔
۲۔ گزشتہ حوالہ ص، ۱۹۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیخ محمد رضا

شیخ محمد رضا کشمیر میں بحرین کے شیخ خاندان یا کشمیر میں معروف ملاّ خاندان کے جد اعلیٰ مانے جاتے ہیں۔ آپ جزیرہ بحرین کے رہنے والے تھے (جو خلیج فارس میں واقع ہے) دسویں صدی کے آخر میں یا گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں تبلیغ اور اسلام کی نشر و اشاعت کی غرض سے وارد کشمیر ہوئے۔ جو اکبر بادشاہ کی حکومت کا آخری دور تھا۔

صفدر ہمدانی صاحب کے گمان کے مطابق شیعہ مسلک کے کسی تبلیغی ادارہ نے آپ کو اسلام و تشیع کی تبلیغ کے لئے یہاں بھیجا تھا (۱) آپ عالم و فاضل تھے آپ نے کشمیر آ کر مختلف مقامات پر شیعہ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کی۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ نے سوپور کو اپنا مرکز بنایا شرک و توہمات کے خلاف اہل بیت اطہارؑ کی سیرت و تعلیمات کے حوالے سے امر بالمعروف کرتے کرتے شہادت پائی متصل موضع ''ہائیگام سوپور'' کے اندرونی راستے کے کنارے آپ کا مدفن ہے (۲)

ملاّ احمد شہید

ملاّ احمد کا تعلق ملاّ خاندان سے تھا آپ نے کفر و منافقت سے ٹکر لی حکام جابر نے شیعہ سنی منافرت کے سایہ میں اپنے مفادات کی حفاظت کے سلسلے میں جو جال پھیلا رکھا تھا اس کے تار و پود بکھیرتے رہے انہوں نے بستی بستی گھوم گھوم کر تبلیغ حق اور ترغیب دیانت کو اپنا شیوہ بنایا تھا، ایک دن ڈب کے قریب کسمپرسی کے حال میں نعش بریدہ کو ایک نالے میں مومنین نے پالیا اور اسی نالہ کے کنارے دفن کر دیا (۳)

ملاّ کلو آخون شہید

ان کا تعلق بھی مذکورہ (ملاّ) خاندان سے تھا بے باک مبلغ مشہور تھے، مغل شہنشاہ محمد شاہ نے کشمیر کی صوبیداری پر خان قبیلہ کو مأمور کیا تھا ان کے اکثر صوبہ داروں کی پالسی یہاں غنڈہ گردی کے ذریعہ عیش کوشی کرتی رہی۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ۲۱۵۔
۲۔ غروف آفتاب، ص ۷۔
۳۔ غروب آفتاب ص ۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نادر شاہ کے حملہ ہندوستان اور تاراجی دہلی کے بعد مرکزی کنٹرول بہت ڈھیلا پڑ گیا تھا یہ لوگ کشمیر میں کبھی ہندو مسلم اور کبھی شیعہ وسنی اختلاف کی آگ لگا کر لوگوں کے درمیان دہشت پھیلاتے رہتے تھے غالباً ان شدید حالات میں اس نام (کلوآخون) کو ڈھال کے طور پر اختیار کیا گیا تھا مخطوطات سے پتہ چلتا ہے کہ حول سرینگر میں بے دردی سے شہید کردئے گئے قبر تک کا بھی پتہ نہیں ہے (۱)

ملاّ عبدالعلی

بڑے عالم اور فاضل تھے تقریباً مغل دور کے آخر میں (۱۱۵۰ ہجری) میں وفات پائی اور بابا مزار میں مدفون ہیں۔ ملاّ عبدالعلی کے کئی فرزند تھے جن میں ملاّ کاظم کا خاندان اسکردو میں آباد ہوا تھا۔ ملاّ اکبر کے احفاد تبت میں ہیں (جن کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی) ملاّ محمد مہدی اور ملاّ شیخ جواد نے محتاط طریقہ پر دینی خدمت انجام دی۔ ملاّ محسن کی اولاد سرینگر کے دولت آباد اور حسن آباد کے علاقوں میں آباد ہوئی۔

ملاّ محمد مہدی

ملاّ مہدی ملاّ عبدالعلی کے فرزند تھے جملہ علوم گھر پر اپنے والد سے حاصل کئے۔ علم حدیث پر بہت عبور تھا لکھنؤ میں بھی تبلیغی سلسلے میں کچھ عرصہ گزارا اور حوزہ علمیہ کے قیام کی تحریک میں شامل رہے۔ وہاں سے واپس آکر آپ کا خاندانی کتب خانہ جس میں سینکڑوں قلمی کتابیں تھیں، بارہویں صدی ہجری کی چھٹی دہائی کے فسادات میں شیعہ مخالفوں نے نذر آتش کردیا (۲) جس سے ان کے ساتھ ساتھ شیعہ قوم کا یہ قومی اثاثہ راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔ کتب خانہ جل جانے سے آپ کے دل پر گہرا اثر پڑا۔

روز روز کے ظلم وجور اور قتل وغارت سے تنگ آکر آپ نے اپنے وطن سے بلتستان ہجرت کی اور ''کھرسنگ'' کو اپنی دینی سرگرمیوں کا مرکز بنایا پھر آخری دم تک وہیں تبلیغ دین کرتے رہے۔ آپ نے وہاں حسینیؑ مجالس کا انعقاد کیا اور ہر گاؤں میں امام باڑے اور مسجدیں تعمیر کروائیں۔

آپ نے ''برج اسد'' کے ابتدائی دس دنوں میں جبکہ گرمی کافی ہوتی ہے محرم کے دس دنوں کی طرح حسینیؑ مجالس منعقد کرائیں۔ یہ سلسلہ ابھی تک بلتستان میں جاری ہے اسی کی اتباع میں سرینگر، چوند پورہ اور

ا۔ غروب آفتاب ص ۸۔

ا۔ گزشتہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گونڈ ماگام میں گرمیوں میں ایک خاص مجلس حسینیؑ برگزار کی جاتی ہے جو ''مجلس اسد'' کے نام سے موسوم ہے۔آپ نے بلتستان ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہیں (۱)

ملاّ محمد مقیم

آپ ملاّ محمد مہدی کے چھوٹے بھائی تھے۔زہدوتقویٰ،معرفت وریاضت اور علم وفضل میں شہرہ آفاق تھے انہی فضائل کے باعث شیعیان کشمیر اس وقت بھی آپ کا نام گرامی بہت ادب اور احترام سے لیتے ہیں۔

صاحب کرامات اور صاحب قلم تھے۔تصنیف کردہ (غیر مطبوعہ) کتاب موسوم بہ ''کشکول'' سے آپ کے علمی تبحر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ''تاریخ شیعیان کشمیر'' نیز ''غروب آفتاب'' کے مطابق یہ کتاب آغا سید احمد رضوی نابدی پورہ سرینگر کے پاس تھی بعد از آن ان کی اولاد کے پاس موجود ہے۔

ملاّ مقیم نے ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا (۲) بابا مزار زڈی بل میں مدفون ہے،آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔

ملاّ شیخ جواد

آپ ملاّ عبدالعلی کے دوسرے فرزند تھے۔افغانی اقتدار کے پرآشوب دور میں کھل کر تبلیغ نہ کرسکے۔ آپ کے فرزند ملاّ شیخ محمد سے زڈی بل کے شیخ خاندان کا سلسلہ چلا ہے۔ملاّ حکیم،ملاّ شیخ صادق وغیرہ جن کی سرگرمی مخفی تعلیم وتربیت محدود رہی،ایک مدت کے بعد اس خاندان میں ڈوگرہ کے ابتدائی دور میں ملاّ شیخ مہدی (متوفی ۱۳۲۹ھ ہجری) اور پھر آگے ان کے بھائی ملاّ شیخ محمد حسین (متوفی ۱۳۲۸ھ ہجری) گزرے (۳)

شیخ قاسم

شیخ قاسم مغل دور میں زندگی گزار رہے تھے اپنے دور کے بزرگ علماء اور فضلاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔آپ عبادت،ریاضت اور نیک سیرت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر،ص ۲۱۶۔

۱۔تاریخ شیعیان کشمیر،ص ۲۱۶۔وغروب آفتاب ۹۔

۲۔آگلے سلسلہ کا تذکرہ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ کو شیعوں پر کئے گئے چوتھے حملے میں (حسن آباد لڑائی) شدت پسندوں نے راہ چلتے پکڑ کر اس شدت سے زدوکوب کیا کہ وہیں آپ نے دم توڑ دیا(۱)

یہاں پر اس بات کا تذکرہ ضروری جانتا ہوں کشمیر میں افغانیوں کی ۶۷ سالہ حکومت میں کافی جدو جہد اور تلاش کے باوجود ملاّ محمد مقیم کے سوائے کسی اور عالم دین کی اعلانیہ سرگرمی کا تذکرہ نہیں مل سکا ہے جس سے بخوبی شیعوں پر افغانیوں کی ظلم وزیادتی کی عکاسی ہوتی ہے۔

مغلوں کا زوال

کسی نے سچ کہا ہے کہ عروج وزوال دراصل ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں اور یہ فطرت کا اٹل اصول وقانون ہے کہ ہر کمال کو ایک نہ ایک دن زوال کا منہ دیکھنا ہی پڑتا ہے۔

طاقت کے بل پر کشمیر پر چڑھ دوڑنے والے مغلیہ حکمرانوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا آج جو سلوک وہ کشمیری خودمختار بادشاہوں کے ساتھ کر رہے ہیں کل کوئی اور حکومت ان کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرے گی یا شاید اس سے بھی بدتر۔

جی ہاں مغلوں کا جو عبرت ناک انجام ہوا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے جناب آغا افتخار حسین نے لکھا ہے کہ:۔ غالباً تاریخ انسانی کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایک برسر اقتدار شہنشاہ (شاہ عالم) کو خود اس کے محل میں اس کی اولاد اور خاندان کے سامنے انسانیت کے ہولناک ترین فعل کا نشانہ بنا کر اس کی آنکھیں نکال لی گیں اور اسے اندھا کر کے زندہ رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ یہ ظلم بھی دراصل ایک مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان شہنشاہ پر ہوا اور یہ بربریت کی ایک ایسی المناک مثال تھی کہ شاید دنیا کی تاریخ میں اور کہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ سنگ دل اور ظالم شخص جس نے اس بربریت کا مظاہرہ کیا غلام قادر روہیلہ تھا اور وہ شہنشاہ جو اس بربریت کا شکار ہوا ''شاہ عالم'' ثانی تھا(۲)

۱۔تاریخ حسن ج۱، حصہ۱۔

۲۔عالمی سامراج اور کشمیر ۱۰۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بہر حال فرخ سیر اور محمد شاہ (مغل بادشاہ) کا زمانہ باقی ہندوستان کی طرح کشمیر کے لئے بھی انتہائی بد قسمتی کا زمانہ تھا ریاست کا اقتصادی ڈھانچہ درہم برہم ہوگیا۔ سیاسی انارکی نے جنم لیا فرقہ وارانہ فسادات جگہ جگہ اٹھنے لگے اور ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوگیا۔ اس سیاسی انتشار کا فطری تقاضا تھا کہ مغلوں کی جگہ کوئی دوسری طاقت ریاست کے اقتدار پر قابض ہو جائے۔ لیکن یہاں پر بھی بعض خود غرض اور ابن الوقت افراد نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کشمیر پر حملہ اور قبضہ کی دعوت دینے کے لئے اس بار ایک وفد افغان بادشاہ احمد شاہ ابدالی کے پاس بھیجا۔ احمد شاہ ۱۷۵۲ عیسوی میں افغانوں کی ایک بڑی فوج لے کر کشمیر فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ فوج نے اس وقت کے مغل گورنر ابوالقاسم کو شکست دے کر مغل اقتدار کو کشمیر میں ہمیشہ کے لئے نابود کر دیا۔

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری
کتنے دن آپ جیا کس لئے دار امارا

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مغلوں نے کشمیر کے فطری حسن و جمال سے متاثر ہو کر کچھ عالی شان باغ اور عمارتیں بھی تعمیر کی تھیں جیسا کہ ہر دور کے بادشاہوں کی فطرت رہی ہے۔ لیکن کاش ان محلات و باغات اور عمارات کی تعمیر کو ثانوی حیثیت دے کر اصل اہمیت رعایا کی رفاہ اور زبوں حالی کی زندگی بہتر بنانے پر دی جاتی۔

مغل حکمرانوں کو عام رعایا کی حالت زار سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بھوک و افلاس کا ستایا ہوا ایک شخص کسی نہ کسی طرح اکبر کے دربار تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور اس نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فریاد کی کہ بھوک اور افلاس نے میرا یہ حال کر دیا ہے تو اکبر نے (رحم کرنے کے بجائے) اپنے ہاتھیوں کے پاؤں تلے اس فریادی کو کچل ڈالا تھا(۱)

یہ تھا اس متکبر بادشاہ کا حال جس کو عالم استعمار "اکبر اعظم" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ۱۷۵۲ء میں مغل شاہی غرور کشمیر میں زمین بوس ہوگیا جس نے کشمیر جنت بے نظیر میں ایسے فتنوں کو ایجاد کیا کہ آج بھی کبھی اور کہیں اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

۱۔ عالمی سامراج اور کشمیر ص ۱۰۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر پر افغانوں کا قبضہ

مغل حکومت کے آخری دنوں کشمیری علماء کا ایک وفد کابل پہنچا اور افغانیوں کو اپنے بھرپور تعاون اور ہمدردی کا وعدہ دے کر ان کو کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے اُکسایا۔ انہوں نے افغانیوں سے صاف صاف کہا کہ اگر وہ کشمیر پر حملہ کریں تو ہمارا پورا تعاون ان کے ساتھ ہوگا کیونکہ کشمیر کی رعایا ہماری مٹھی میں ہے (۱)

راقم یہ درک کرنے سے قاصر رہا ہے کہ ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) سال پہلے بھی علماء کا ایک وفد ہی اکبر بادشاہ کے دربار میں گیا تھا اور وہاں شیعہ مذہب کی ترقی اور شیعہ اقتدار کے فروغ کا ڈھونگ رچا کر مغلوں کو کشمیر پر حملہ کرنے کی منت سماجت تھی لیکن اب کیا ہوا؟ اب تو ان کے ہم مذہب ہی اعلیٰ اقتدار پر فائز تھے نیز اب تو شیعہ سر اٹھانے کے قابل بھی نہ رہ گئے تھے۔ اب تو شیعہ ہونا ایک ناقابل بخشش جرم مانا جانے لگا تھا۔ تو اب کیوں اور کس حیثیت سے وہ وفد لے کر کابل پہنچے؟ کس کو کن سے نجات دلانے کے لئے گئے؟ نیز کیوں ملک کی سودا بازی کی گئی؟ مغل اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ کشمیری مجتمع ہو کر خود اپنے وطن کی حکومت سنبھال سکتے تھے۔

ان تمام سوالات کا جواب صرف ایک ہی جملہ ہے اور وہ یہ کہ ''کشمیر میں تمام لڑائی، جھگڑے سب اقتدار کی لڑائیاں تھیں'' مذہب سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ صرف بعض خود خواہ علماء اور امراء (اس سے قطع نظر کہ وہ شیعہ تھے یا سنی) تھے جو اقتدار کی سیاسی لڑائیوں کو مذہبی جامہ پہنا دیا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ افغانوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کشمیر پر چڑھائی کر دی اور ان علمائے وقت کے بھرپور تعاون سے انہوں نے ان مغلوں کو شکست دے کر کشمیر سے بھگا دیا جن کو خود ہی دہلی سے دعوتیں دے کر کشمیر سے بلایا گیا تھا۔

کشمیر کی غلامی کا یہ دوسرا دور تھا اور یہ سب کچھ صرف چند ملک دشمنوں کی سازشوں کا نتیجہ تھا ورنہ جب تک کشمیریوں میں مثبت سوچ وفکر، قومی اتحاد اور یکجہتی قائم رہی اس وقت تک وہ بشمول اکبر، محمود غزنوی اور سکندر اعظم جیسے فاتحین کی فوجوں کو شکست فاش دیتے رہے لیکن جوں ہی انہوں نے

۱۔ عالمی سامراج اور کشمیر ص ۱۰۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قومی سوچ کے دھارے کو بدل کر قبائلی، علاقائی، اور فرقہ وارانہ سوچوں کو اپنا محور بنایا جب سے طوق غلامی ان کا مقدر بنا ہوا ہے۔

اگرچہ مغل بادشاہوں کی خود غرضی اور خود خواہی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے جنہوں نے کشمیر کی اقتصادی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا لیکن افغان حکمران ان سے بھی زیادہ خود غرض، انصاف ناشناس اور بے تدبیر ثابت ہوئے۔ مجموعی طور پر افغان حکمران اس خطے کو انتظامی اور سیاسی استحکام دینے میں بری طرح ناکام رہے،۔ اس عہد میں لوٹ مار اور قتل و غارت کو یہاں کی روزمرّہ زندگی میں معمول کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ شیعہ سنی فسادات کثرت سے ہونے لگے۔ ذخیرہ اندوزی کی وبا عام ہوگئی امراء ورؤساء جائز وناجائز ہر طرح کے ہتھکنڈوں سے سرمایہ سمیٹنے میں مصروف رہتے تھے۔ رعایا کی عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ مال و جان غرض کوئی چیز محفوظ نہ رہی۔ یہاں تک لوگ اپنے گھروں میں بھی خوف و دہشت محسوس کرنے لگے۔ ہر طرف خوف و ہراس کی فضا طاری رہنے لگی اور لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو کر رہ گئیں۔

افغان عہد میں شیعوں کے سیاسی، سماجی، ثقافتی وغیرہ حالات

افغان عہد میں شیعوں کے سیاسی، سماجی، ثقافتی، معاشی، تعلیمی، وغیرہ حالات بیان کرنے کے لئے بس مندرجہ ذیل شاعر کا ایک ہی شعر کافی ہے جس سے اس دور میں شیعوں کے تمام حالات کی عکاسی ہوتی ہے

پرسیدم از خرابی گلشن ز باغبان
افغان کشید و گفت افغان خراب کرد

افغانیوں کا دور حکومت نہ فقط شیعوں کی تاریخ کا ایک بدترین اور دہشت آور دور تھا بلکہ کشمیر کی تاریخ کا بھی ایک سیاہ دور ہے۔

اس دور نے تو کشمیر کے شیعوں کو جینے کے قابل نہ رکھا، شیعوں میں ظلم و تعدّی پر مبنی مغل دور کے خاتمہ کے بعد بھی اگر زندگی کی کوئی رمق بچ گئی تھی تو افغانوں نے اس کو کچل ڈالنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر ڈالی۔ انہوں نے اپنے بے پناہ مظالم سے شیعوں کو مظلومی، مجبوری اور زندگی کے ہر اختیار سے محروم ہونے پر مجبور کر دیا تا کہ اپنے قول و فعل سے ہی نہیں بلکہ اپنے تصور سے بھی ان کی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حکومت کی مخالفت کا خیال دل سے نکال دیں۔

مغلوں کے بعد اس خطہ جنت نظیر پر ۱۷۵۲ عیسوی میں افغانیوں کا تسلط ہوا جو ۱۸۱۹ عیسوی تک جاری رہا۔ شیعوں کے لیے مغلوں کا جانا اور افغانوں کا آنا ایک ظالم کے پنجے سے نکل کر دوسرے بڑے کے چنگل میں گرفتار ہو جانے کے مترادف تھا۔ یہ گویا عراق کے شیعوں کے لئے بنی امیہ کا خاتمہ اور بنی عباسیوں کی حکومت کا آغاز جیسا تھا جو دونوں ایک سے بڑھ کر ایک شیعوں کے دشمن تھے۔

اس دور میں شیعوں پر قیامت ڈھانے والے یوں بظاہر مسلمان تھے اور کلمہ گو ہونے کے مدعی بھی تھے لیکن اپنے کردار اور عمل سے چنگیز خان اور ہلاکو کی بے رحمی، درندگی اور انسان کشی کے مکمل نمایندگی کرنے میں ہی اپنی حکومت کی بقا سمجھتے تھے۔ کشمیریوں خصوصاً شیعوں پر ان کی سخت جانی کی عکاسی اسی ایک جملہ سے ہوتی ہے۔

"سر بریدن پیش این سنگین دلان گل چیدن است"

یعنی ان سنگدلوں کے نزدیک کسی شخص کا سر کاٹنا پھول توڑنے کے برابر ہے۔

کشمیر میں انہوں نے مذہبی تعصب کا جو ننگا ناچ ناچا، اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ اس دور میں شیعوں کو قطع اعضاء (ہاتھ، پاؤں، ناک، کان) کے علاوہ بوریوں میں بند کر کے زندہ جھیل ڈل میں ڈال دیا جاتا تھا۔ ان کی شکایتوں کی شنوائی کے بجائے خود انہیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ مغلوں اور افغانوں کے ظالمانہ دور میں تمام مسلمانوں کی مناسبت سے شیعوں کی آبادی گھٹ کر دس سے پندرہ فیصد رہ گئی۔

یہ پورا دورہ شیعوں کے آہ و نالہ، گریہ وزاری، غم و فغان، قتل و غارت اور کشت و کشتار سے بھرا ہوا ہے۔

افغان عہد میں شیعوں کے سیاسی حالات

شیعوں کو سیاست سے دور رکھنے کی جو پالسی مغل حکمرانوں نے اختیار کی تھی افغان حکمرانوں نے بھی اسے جاری رکھا۔ افغان حکمرانوں نے بھی شیعوں کو سیاست کے علاوہ ملک کے دیگر اہم عہدوں اور

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

منصبوں من جملہ فوج میں ملازمت سے دور رکھا۔ اس دور میں بھی شیعوں کے ساتھ تعصب آمیز سلوک روا رکھا گیا۔ ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا جس کی وجہ سے وہ دور دراز علاقوں میں نقل مکانی کر کے گمنامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے۔ افغانوں نے اپنا مطلب نکال کر شیعوں کے علاوہ ہر دوسرے غیرت مند کشمیری کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا۔

کشمیری قوم پر افغانی حکمرانوں کی ظلم و زیادتی اور ان کی بربریت کی وجہ سے ہی اس دور میں کشمیریوں کی کثیر تعداد من جملہ علامہ اقبالؒ کے آباء و اجداد نے کشمیر سے ہمسایہ شہروں اور ملکوں کی طرف ہجرت کی۔ اگرچہ یہ دور تمام کشمیریوں (اعم از شیعہ و سنی) کے لئے کسی عذابِ الٰہی سے کم نہ تھا لیکن شیعوں کے لئے اور بھی کئی لحاظ سے بدتر اور سخت تھا۔

اس دور میں شیعوں کا سیاست میں کوئی رول اور کردار نہیں تھا صرف بیرون ملک کے ایک دو شیعہ اپنی ذاتی اور انفرادی خداداد صلاحیت کی وجہ سے کشمیر کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے جس کے سبب شیعوں کو کچھ مختصر مدت کے لئے درمیان میں چین و سکون ممکن ہوا البتہ یہ عرصہ افغان عہد کے ۶۷ سالوں میں اتنا کم تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کب آیا اور کب ختم ہوگیا۔

اس دور میں جو افراد اپنی عقلمندی، قابلیت اور صلاحیت کی وجہ سے کشمیر کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

افغان عہد میں شیعہ صوبہ داران

افغانیوں کے ظلم و ستم سے بھرے ۶۷ سالہ دور میں یہاں دو شیعہ صوبہ دار مقرر ہوئے۔

۱۔ امیر خان جوان شیر

امیر خان جوان شیر افغان حکمران کی طرف سے ۱۱۸۴ھ ہجری مطابق ۱۷۷۰ء عیسوی میں کشمیر کی صوبہ داری کے لئے مقرر ہوئے۔

امیر خان جوان شیر نے اگرچہ عدل و انصاف سے کام لے کر بغیر کسی نسلی اور مذہبی امتیاز کے ملک کا نظام چلایا لیکن شیعہ ہونے کی وجہ سے غیر شیعہ ان کے وجود کو برداشت نہیں کر سکے۔ کبھی ان کے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خلاف شورش کی تو کبھی شیعوں کی طرفداری کی تہمت لگا کر بادشاہ کے پاس اس کی شکایت کی گئی۔

بہر حال چھ سال عدل و انصاف سے حکومت کرنے کے بعد کشمیری امراء کا ایک وفد پھر امیر خان کی شکایت لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچا جن میں ملاّ محمد اور عبدالنبی جیسے افراد بھی تھے (۱) بادشاہ نے بغیر کسی تحقیق اور جستجو کے امیر خان جوان شیر کو کشمیر کی صوبہ داری سے معزول کر کے ان کی جگہ حاجی کریم دار خان کو منصوب کر دیا۔

۲:۔کفایت خان

کفایت خان ۱۲۰۸ھ ہجری میں افغان حکمرانوں کی طرف سے کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا انہوں نے مرزا بدرالدین اور مراز رضا کو ملکی امور چلانے کی ذمہ داری سونپ دی اور ملاّ مسعود قاضی اور ملاّ عبداللہ کو کشمیر کا مفتی بنا دیا (۲)

کفایت خان ایک نیک اور سخی انسان تھا تین ماہ عدل و انصاف اور اصول و ضوابط کے مطابق حکومت کی لیکن اچانک اسے بادشاہ کی طرف سے دربار میں حاضر ہونے کا ایک پیغام ملا اس لئے مرزا بدرالدین کو اپنا نائب مقرر کر کے بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اسی دوران شیعوں پر ان کے مخالفوں کے ہاتھوں ایک اور شدید حملہ ہوا (۳) چھ ماہ کے بعد کفایت خان پھر کشمیر آیا۔ کل ملا کر اس نے ایک سال حکومت کر کے اپنے عہدے سے معزول ہوا (۴)

افغان عہد میں شیعوں کے سماجی حالات

اس سے پہلے اس بات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ مغل دور کے خاتمہ تک شیعوں میں اگر زندگی کی کوئی رمق بچ گئی تھی تو افغان حکومت کے اہل کاروں نے اس کو کچل ڈالنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر ڈالی۔ اس دور میں جہاں شیعوں کی حالت ہر اعتبار سے قابل رحم تھی وہاں ان کی سماجی حالت بھی افسوناک اور قابل ترس تھی۔ اس دور میں ان کی بستیاں اور آبادیاں تہس نہس کی گئیں۔ سب سے

۱۔تاریخ حسن، ج ۲، حصہ ۲، ص ۷۶۴۔
۲۔تاریخ حسن، ج ۲، حصہ ۲، ص ۸۰۰۔
۳۔آگے اس کی تفصیل درج ہے۔
۴۔تاریخ حسن، ج ۲، حصہ ۲، ص ۸۰۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بہت سارے شیعہ اس دور میں اپنی پہچان اور اپنا تشخص ہی کھو بیٹھے۔ چونکہ اس دور میں وہ اپنا دین و مذہب بدلنے پر مجبور ہوئے۔ دُور دراز علاقوں میں نئی نسلوں تک تقیہ کی حالت میں رہنے لگے۔ نیز تعلیم و تربیت کا ماحول نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ مذہب تشیع کو اپنی نسلوں تک منتقل نہیں کر سکے۔ جس میں سادات کاظمیہ اور رضویہ اور نقویہ وغیرہ کے متعدد سلسلے ہیں۔ جن کے بارے میں تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ چند نسل پہلے وہ شیعہ تھے۔

حکمرانوں کی دہشت گردی اور درندگی کے علاوہ اس دور میں غیر شیعہ شدت پسندوں کے حملوں میں بھی بہت تیزی آ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس دور میں مغل دور سے بھی زیادہ ان کی لوٹ مار اور قتل وغارت ہونے لگی جس سے ان پر قافیہ حیات مزید تنگ ہو گیا۔

اب شیعہ اپنی معروف بستیوں میں اپنی جانوں کو محفوظ نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا جنگلوں، پہاڑوں کے دامنوں، ڈل جھیل کے جزیروں اور دور دراز اور پسماندہ علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ وہاں وہ اپنے دین، مذہب، تہذیب و ثقافت، آداب و رسومات اور عقائد کا اظہار نہیں کر سکے۔

اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کہ اس دور میں شیعوں کی آبادی کی شرح تناسب میں بہت زیادہ کمی واقع ہوئی ہے۔ شیعہ دور دراز علاقوں میں ہجرت کر کے گمنامی میں پڑے رہے حالات نے ایسا خطرناک رخ اختیار کیا کہ شیعہ اپنے بچوں کو بھی اپنے دین و مذہب کے بارے میں کچھ بتانے کی جرأت نہیں کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کے یہ بچے کل جوان ہوئے لیکن چونکہ ان کو اپنے اصلی اور حقیقی مذہب کی کوئی خبر نہیں تھی لہٰذا غیر شیعہ معاشرہ میں رہ کر ان ہی کے ماحول میں تربیت اور پرورش پائی اور اسی رنگ میں رنگ گئے اس طرح گاؤں کے گاؤں، بستیوں کے بستیاں تبدیل مذہب کا شکار ہو گئیں جس کا ثبوت آج بھی کشمیر کے چپہ چپہ پر نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ آج بھی کشمیر کے دور دراز علاقوں کی کتنی بستیاں سادات کی ہیں لیکن وہ غیر شیعہ ہیں وہ آج بھی خود کو جعفری، موسوی، تقوی، اور نقوی کہتے ہیں لیکن ان کو اپنے اسلاف اور اجداد کے دین و مذہب کی کوئی خبر نہیں ہے۔ وہ خود کو حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد بتاتے ہیں۔ لیکن اس معصومہؑ عالم اور ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں انھیں کوئی معلومات نہیں ہے۔ حالانکہ شیعوں کی کتابیں ان کے آباء و اجداد (یعنی ائمہ معصومینؑ) کی شرح حال

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے بھری ہوئی ہیں جن کی تعداد دسیوں ہزار کتابوں تک پہنچ سکتی ہے اور اسی طرح دسیوں ہزار روایات اور احادیث ان معصومینؑ سے نقل ہوئی ہیں اور شیعہ خود کو ان کے تابع ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

بہر حال وہ چند بدنصیب نسلیں ہر طرف جبر واکراہ کی آندھیوں کی وجہ سے اگر چہ اپنے بچوں اور آنے والی نسلوں کے دین و مذہب کو نہیں بچا سکے لیکن ایک ایسی مہربانی ان کے حق میں کی جو کبھی بھی ان کو صراط مستقیم اور اپنے اصلی مذہب کی طرف لوٹا سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے (بچوں) کے دلوں کو اہل بیت (علیہم السلام) کی محبت سے خالی نہیں ہونے دیا۔ بلکہ بار بار بچوں کو اس کی تاکید کیا کرتے تھے جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے لہٰذا صدیاں گزر جانے کے باوجود اگر چہ یہ نسل آج غیر شیعہ ہے لیکن ان کے دلوں میں اہل بیتؑ اور بارہ اماموں کی محبت آج بھی کما کان (اسی طرح) موجزن ہے۔ وہ آج بھی پنجتن پاک اور دیگر ائمہ (علیہم السلام) کے عاشق ہیں اور ان کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

مختصر یہ کہ افغانیوں کا یہ دور شیعوں کے لئے کسی آفاقی قہر سے کم نہ تھا اس دور میں کسی کو شیعہ مذہب کی نسبت دینا کفر کی نسبت دینے سے زیادہ اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی تھی۔ اسی دور میں ایک سنی عالم دین ''حافظ عبداللہ'' پر خطبہ میں شیعوں کے متعلق مناسب الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے خطبہ دینے پر پابندی عائد کی گئی۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ خطبہ دینے پر پابندی کے باوجود مخالفین کے دلوں کو تسلی نہیں ہوئی لہٰذا انہوں نے خواجہ کمال الدین نقشبندی کے پاس حافظ عبداللہ کی شکایت کی۔ جس پر خواجہ صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے ان کو خانقاہ کے دیوان خانے میں قتل کر دیا۔

مورخ حسن نے اپنے ہم مسلکوں کے حق میں معمول کی طرف داری کر کے ان کے اس سخت اور غیر انسانی رویہ کی یوں دلیل تراشنے کی کوشش کی ہے کہ:۔

''ان دنوں (لعل محمد خان ۱۱۷۹ ہجری کے حکومت کے دنوں) یہاں کے وعظ خوانوں میں ایک حافظ عبداللہ تھا جو ظاہری طور سنی دکھائی دینے والا ایک رافضی تھا۔ خطبہ کے دوران شیعوں کی باتیں بیان کرنے کی سبب خطبہ دینے سے معزول کیا گیا تھا۔ لعل خان کی طرف سے شورش اٹھانے کے دنوں میں اس نے (حافظ) بڑی مسجد آکر وعظ خوانی کی اچھی دکان سجائی۔ کچھ عالم اور فاضل خواجہ کمال الدین

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نقشبندی کے پاس اس کی شکایت کرنے کے لئے گئے خواجہ صاحب نے ان کو بلا کر شہر کے علماء اور مفتیوں کو جمع کیا۔ بائیس افراد کی گواہی دینے سے اس پر تبرا اور سبّ صحابہ ثابت ہوا تو خواجہ صاحب نے اس سیاہ دل رکھنے والے کو نقشبندی صاحب کی خانقاہ کے دیوان خانے میں اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا'' (۱) یعنی کسی کی موت و زندگی میں صرف ایک جملہ کا فاصلہ رہتا تھا اور وہ تھا سبّ صحابہ کی تہمت (۲)

افغان دور میں شیعوں کا قتل عام

اس دور میں شیعوں پر مغل دور سے بھی زیادہ حملے ہوئے جن میں بعض محدود اور علاقائی نوعیت کے تھے لیکن بعض حملوں کی لہر پوری وادی میں پھیل گئی تھی جن کا ذکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

پہلی تاراجی

۱۔ بلند خان ۱۷۶۳ء سے ۱۷۶۴ء عیسوی تک کشمیر کا صوبہ دار رہا۔ اس کے زمانے میں ملک میں زبردست خشک سالی ہوئی جس سے تنگ آ کر ایک دن اہل سنت نماز استسقاء (وہ نماز جس میں بارش کے لئے دعا کی جاتی ہے) پڑھنے کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر بعض شدت پسند اور کینہ توز اشخاص نے شیعوں کے ذریعے خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے حق میں بے ادبانہ الفاظ استعمال کرنے کی افواہ پھیلا دی۔ شیعہ مخالفوں کو شیعہ لوٹنے اور قتل عام کرنے کے لئے کوئی حیلہ اور بہانہ ملنا چاہیے تھا، انہوں نے یہ جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ شیعوں نے کیا کہا؟ کہاں کہا؟ کب کہا؟ کس سے کہا؟ اور کیوں کہا؟ یا کچھ کہا بھی یا نہیں؟

بلکہ یہ سنتے ہی انہوں نے اب گھروں کے بجائے زڈی بل کی راہ لی اور وہاں بری طرح شیعوں پر ٹوٹ پڑے جو کچھ ہاتھ آیا اسے لوٹ لیا پھر بچی کھچی کسر نکالنے کے لئے ان کے بہت سارے مکانوں میں آگ لگا دی جس سے زڈی بل آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا۔

افغان صوبہ دار دُور شیعوں کی اس ویرانی اور تباہی کا نظارہ و تماشا دیکھتا رہا۔ اس نے لوٹ کھسوٹ

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲ ص ۷۵۳۔

۲۔ اگر واقعی اس نے ''سبّ'' یعنی نازیبا الفاظ بھی استعمال کئے تھے تو کیا اسے قتل کی سزا دینی چاہیے تھی۔ یہ قتل کا فتوی کس بنیاد پر دیا گیا؟

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور شیعوں کی نسل کشی کو روکنے کے لئے کوئی کاروائی نہیں کی اور نہ ہی کسی شر پسند اور مفسد کو کسی طرح کی کوئی سزا دی بلکہ اس کے برعکس ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس نے اپنے ہم مسلکوں کی جانبداری کر کے الٹا شیعوں ہی کو گرفتار کیا۔ ان میں سے بعض کی ناک اور بعض کے کان کٹوائے۔ اس کے علاوہ بعض کے ساتھ بے ادبانہ اور شرم آور اور ناروا سلوک (جس کو لکھنے سے قلم شرمسار ہے) کیا گیا اور کثیر تعداد سے جرمانے وصول کئے گئے اور نیز انھیں سخت سزائیں دی گئیں (۱) لیکن اپنے ہم مسلک شدت پسندوں سے کہ جنھوں نے صرف ایک افواہ کی بنا پر شیعوں پر قیامت ڈھائی تھی، کی کوئی بازخواست نہیں کی۔

دوسری تاراجی

اس تاراجی میں عام لوگوں کے بجائے خود افغان صوبہ دار کا ہاتھ تھا ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ عیسوی میں حاجی کریم خان کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ وہ انتہائی درجہ کا کمینہ اور بدذات شخص تھا اس نے اپنے ظلم و جور سے یہاں تمام کشمیریوں کا جینا دشوار کر دیا تھا جس کا اعتراف مورخ حسن شاہ نے بھی تاریخ حسن میں کیا ہے (۲)

لیکن شیعوں کی نسبت وہ کچھ زیادہ ہی ظالم اور سفاک تھا اس نے یہاں کے بہت سارے شیعوں کے مال و متاع کو چھین لیا تھا۔ اس کے مظالم سے تنگ آ کر بہت سارے شیعہ فرار ہو گئے اور کچھ اس کے ظلم کا نشانہ بنے۔ انور ملک کو بے گناہ قتل کر کے لوگوں میں وحشت اور رعب جمانے کے لئے اس کی لاش خانقاہ نقشبندیہ کے دروازے پر لٹکا دی گئی۔

مَلِکان چاڈورہ، جن کا شمار زمانہ قدیم سے کشمیر کے ممتاز اور معزز شخصیتوں میں ہوتا تھا، حاجی کریم خان نے ان کی جاگیر ضبط کر کے ان کا قافیہ حیات اس قدر تنگ کیا کہ وہ چاڈورہ سے ہجرت کر کے فرار ہو گئے اور گمنامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے (۳) مختصر یہ کہ اس سفّاک صوبہ دار نے شیعوں کی تباہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اس کا یہ ظلم کا سلسلہ سات سال تک کشمیر میں جاری رہا۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲ ص ۵۹۱۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲ ص ۱۷۷۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۵۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تیسری تاراجی

۱۲۰۷ ہجری مطابق ۱۷۹۲ء میں میر ہزار خان کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا۔ اس نے بھی حاجی کریم خان کی طرح یہاں کے پنڈتوں اور شیعوں پر مظالم اور مصائب کے پہاڑ توڑے اور ان کی تباہی اور بربادی کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ شیعوں اور ہندوؤں کو مختلف بہانوں سے قتل کیا کرتا تھا۔

میر ہزار خان اتنا سفاک اور ظالم تھا کہ اس کے حکم سے جب شیعوں اور پنڈتوں کو پکڑ کر اس کے پاس لایا جاتا تھا تو وہ بوریوں میں بند کر کے ان کو جھیل ڈل پھکوا دیتا تھا۔ اس طرح شیعوں کی ایک قابل توجہ تعداد اس کی وحشیانہ بربریت کا شکار ہوگئی۔ شیعوں کی تباہی میں خواجہ عیسیٰ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ شرپسند میر ہزار خان کا ملازم تھا جو شیعوں کے نام اور ان کی ضروری اطلاعات صوبیدار کو دیتا تھا اس کے ظلم و ستم سے ہزاروں شیعہ مارے گئے اور ان کے گھرانے بے چراغ اور ویران ہو گئے (۱)

محمد الدین فوق اس کے مظالم کی داستان یوں بیان کرتا ہے کہ:۔ ''لوگوں پر طرح طرح سے ظلم و جور کرنے لگا، خصوصاً ہندوؤں اور شیعوں پر تو اس نے قیامت برپا کردی۔ ہزاروں بے گناہوں کو قتل کروادیا، سینکڑوں کو بوریوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈالوادیا'' (۲)

میر ہزار خان کے ذریعہ بوریوں اور چٹائیوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈالنے کا ذکر مورخ حسن نے بھی اپنی کتاب ''تاریخ حسن'' میں کیا ہے (۳)

چوتھی تاراجی

شیعوں پر یہ حملہ کفایت خان ۱۲۰۸ھ کے نائب بدرالدین کے حکومت میں ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ خواجہ عیسیٰ کہ جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے کے اطلاع دینے پر میر ہزار خان نے ہزاروں بے گناہ شیعوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس لئے شیعہ اس (خواجہ عیسیٰ) سے متنفر تھے۔

۱۔ تاریخ کشمیر ملّا محمد خلیل میر خان پوری ص ۲۹۰، ۲۹۱، نیز تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۵۸۔

۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۵۷۰۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲ ص ۷۹۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مورخ حسن کے مطابق شیعوں کے ایک متمول تاجر آقا رحیم، محمد تقی کا قصاص لینے کے لئے خواجہ عیسیٰ کو کسی بہانہ سے اپنے گھر لے گیا جوں ہی اس کی خبر عوام کو ہوئی تو انہوں نے (جمع ہو کر) آقا رحیم کے گھر پر دھاوا بول دیا اور اسے ویران کر دیا (۱)

(پھر لوگوں نے) خواجہ مذکور کو گھر سے نکال کر ڈولی میں بٹھا کر جلوس کی صورت میں عید گاہ لایا۔ شیعوں کی تباہی و بربادی کا وہ عالم ہوا کہ اس کے بیان کرنے سے قلم عاجز ہے (۲)

مرحوم حکیم صفدر ہمدانی صاحب نے تاریخ شیعیان کشمیر میں اس واقعہ کے بعد ''ملاّ محمد خلیل مرجان پوری'' کا اپنی آنکھوں سے دیکھے واقعہ نقل کرتے ہیں۔ ہم وہ دونوں واقعہ ''تاریخ شیعیان کشمیر'' کے حوالے سے ہی من وعن ذکر کرتے ہیں۔

ملاّ محمد خلیل مرجان پوری اپنی تاریخ میں ایک راست گو شخص کے چشم دید حالات یوں بیان کرتا ہے ''جب لوگ خواجہ عیسی کو ڈولی میں بٹھا کر عید گاہ میں پھراتے تھے تو خواجہ نے پانی مانگا ایک شخص نے جب پیالے میں پانی لا کر پیش کیا تو دوسرے شخص نے پیالہ چھین لیا اور یہ کہہ کر پیالہ کو توڑ دیا کہ یہ پانی لانے والا بھی شیعہ ہوگا اور اس نے پانی میں زہر ڈالا ہوگا۔ اس طرح بہت پیالے توڑ دیئے گئے اور خواجہ کو پانی کی ایک بوند بھی نہ ملی''

یہی راوی اسی ضمن میں پیش آیا ہوا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتا ہے کہ ''میں عید گاہ سے کاوڈارہ جانے لگا لوگ جوق در جوق عید گاہ میں آتے جاتے تھے۔ ایک آدمی عید گاہ کی طرف جا رہا تھا اس نے ایک واقف سے جو عید گاہ سے واپس آرہا تھا پوچھا کہ خواجہ عیسیٰ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا اس وقت عید گاہ میں ہے۔ پہلے شخص نے پھر پوچھا کہ کیا تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ہاں! میں نے خود اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس پر پہلے شخص نے دوسرے کی آنکھوں کو بوسہ دے کر کہا ''قربان چشم من چشم تو باد'' یعنی میری آنکھیں تمہاری آنکھوں پر قربان ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی اس پر وہ دونوں مجھے رافضی کہہ کر اینٹوں، گھوسوں اور مشتوں سے پیٹنے لگے آخر ایک واقف کار نے مجھے پہچان کر رہا کروایا'' (۳)

۱۔ تاریخ حسن ج ۲ حصہ ۲ ص ۸۰۱۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۵۹۔
۳۔ گزشتہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پانچویں تاراجی

یہ حملہ شیعوں پر عبداللہ خان کے عہد حکومت ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں ہوا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ افغان حکمرانوں نے یہاں شیعوں کی ہر نوع فعالیت من جملہ امام حسینؑ کی عزاداری پر پابندی عائد کر رکھی تھی عبداللہ خان کی حکومت میں شیعوں نے عاشورا کے دن امام باڑہ زڈی بل میں مرثیہ خوانی شروع کر دی۔ جب اس کی خبر شہر میں منتشر ہوئی تو تمام پٹھان سردار، مورخ حسن شاہ کے بقول شہر کے غنڈہ گردوں اور بے حیاؤں (۱) کو ساتھ ملا کر زڈی بل کے شیعوں پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے اس امام باڑے کو نذر آتش کیا جہاں شیعہ امام حسینؑ کا ماتم کر رہے تھے۔ پھر شیعوں کا مال و اسباب لوٹ کر ان کے مکانوں کو جلا دینے کے علاوہ خواتین کی بھی بے حرمتی کی گئی۔ بہت سارے شیعوں کو قتل کر دینے کے بعد مسجد علی واقع درمیدان عیدگاہ کو آگ لگا دی جس سے مسجد بالکل تباہ ہوگئی (۲) یہی حال دوسرے محلوں کے شیعوں کا ہوا ہے۔

افغان عہد میں شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالات

مغلوں نے یہاں مذہبی تعصب کے مقابلہ میں زیادہ تر سیاسی مصلحت کی بنا پر شیعوں کا قافیہ حیات تنگ کر رکھا تھا (۳) لیکن افغانی حکمرانوں کو شیعوں سے بے انتہا مذہبی تعصب تھا ان کی تنگ نظری اور کوتاہ اندیشی کا اندازا اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے شیعوں کی ہر فعالیت پر پابندی لگا رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے اس دور میں شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالات بہت ابتر رہے۔

ثقافتی پسماندگی کی وجوہات

افغان دور میں ادب و شاعری کے علاوہ شیعوں کی کسی تہذیبی اور ثقافتی سرگرمی کی اطلاع نہیں ملتی ہے اس دور میں شیعوں کے تہذیبی اور تمدنی کام انجام نہ دینے کی وجوہات حسب ذیل ہیں (۴)

۱۔ البتہ حسن شاہ نے بے حیاؤں کے بجائے "بدمعاشوں" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۲۵۔
۲۔ مکمل تاریخ کشمیر ص ۶۷۶۔
۳۔ شیعوں پر ان کی جارحیت اور بربریت کی وجہ شیعوں سے مذہبی تعصب سے زیادہ سیاسی مصلحتیں تھیں۔ یہ سیاسی مصلحت ہی تھی جو ان کو شیعوں پر ظلم و زیادتی پر اُکسا رہی تھی۔
۴۔ مغل دور میں ان کی کافی وضاحت بیان کرنے کی وجہ سے یہاں صرف ان کا نام ذکر کیا گیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۔ امن وامان کا نہ ہونا (جانی، مالی، اور حتی ناموس کا عدم تحفظ)

۲۔ فقر وافلاس۔

۳۔ شیعوں کا متفرق ہونا۔

مسلسل دباؤ اور حملوں کی وجہ سے لوگ شہر، قصبہ، گاؤں، محلہ وغیرہ چھوڑ کر بے نام ونشان علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

۴۔ جہالت اور تعلیم کا فقدان۔

۵۔ علماء اور سیاسی رہبروں کا فقدان۔

۶۔ حکومت کی جانب سے پابندی۔

مذکورہ وجوہات کی بنا پر شیعہ کوئی تہذیبی اور ثقافتی کام کو نہیں انجام دے سکے۔ یا اگر انجام دیا بھی ہے تو وہ محفوظ نہیں رہے کہ جس کی معلومات ہم تک نہیں پہنچتی۔

اس دور میں ظالم کا سامراجی مزاج اور اس کی جارحیت نیز شیعوں کی مظلومیت اور معصومیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں ان نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے پیغمبر اسلامؐ کی لخت جگر فاطمہ زہراؑ کے جگر گوشہ امام حسینؑ کی عزاداری پر تک پابندی لگائی تھی۔

لہٰذا شیعہ، حکمرانوں کی نظروں سے دور امام حسینؑ کی عزاداری کیا کرتے تھے جس میں مرثیہ آہستہ آہستہ پڑھا جاتا تھا اور گریہ بھی خاموشی سے کیا جاتا تھا کیونکہ اکثر اوقات ماتم کرنے والوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ ان کے مکان اور امام بارگاہیں جلادی جاتی تھیں (۱)

خواجہ حسی بٹ ان دلخراش واقعات کا منظر اپنے ایک مرثیہ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

یتۂ باکہ کتھہ پایٹھ دمو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یمودژہ زا جھکھ امام حسینیہ
ماتم سرائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے ہے ودہ وئین جائے
تہندی لارِہ لد ءودہ وئین ژاری ژاری گاری گاری مارنہ آیے۔

۱۔ کشمیر میں عزاداری حضرت امام حسینؑ ماہنامہ سفینہ صفر ۱۴۲۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

زاجکھ کتاب خانن جایہ۔۔۔۔۔۔۔روزنہہ کونہ چھیٔس وئین جایئے

کیئو وٗ کولن ووٗتھ ژھنی کینہ قبرن ژائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے ہے کیتیٚ روزھیوٗ ژائے

ترجمہ یہاں (کشمیر میں) حضرت امام حسینؑ کے ماتم میں کون آہ و بکا کی صدا بلند کرسکتا ہے جنہوں نے ایسا کیا تو ان کے مکان اور امام باڑے جلائے گئے۔ مظلوم اور بے کس ماتم کرنے والے چن چن اور ڈھونڈ ھ ڈھونڈ ھ کر قتل کردئے گئے۔ عالموں اور فاضلوں کے مکان کتابوں سمیت نذر آتش کردئے گئے۔ ان کو کہیں چھپنے کے لئے جگہ بھی نہیں ملی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کچھ دریاؤں میں کود پڑے اور کچھ ویران قبرستانوں میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔

عزادار بھی خاموشی سے ماتم اور گریہ کرتے تھے کیونکہ اگر رونے کی آواز حکومت کے کارندں اور مخالفوں کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی تو ماتم کرنے والوں کو تہ تیغ کیا جاتا اور ان کا مال و متاع لوٹ لیا جاتا تھا۔

افغان عہد میں کشمیری ثقافت کو عروج دینے میں شیعوں کا کردار

افغان دور میں شیعوں پر وہ انسانیت سوز مظالم روا رکھے گئے کہ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن افغانستان سے اس دور میں ایک دوشیعہ (غیر کشمیری) بھی پٹھانوں کی طرف سے کشمیر کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے اگر چہ ان دونوں کا وجود خود غرض، شر پسند اور تنگ نظر اشخاص کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا اور روز اول سے ہی اپنے ذاتی مفادات کے لئے ان کو خصوصاً امیر خان جوان شیر کشمیر کی صوبہ داری سے ہٹانا چاہتے تھے لیکن پھر بھی ان کے دور میں شیعوں کو کچھ دن کے لئے چین و آرام میسر ہوا۔ ان شیعہ حکمرانوں نے شیعی اور کشمیری ثقافت کو ترویج دینے میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔

امیر خان جوان شیر کے ثقافتی کام

امیر خان نے جھیل ڈل میں ایک جزیرہ بنایا تھا جس کا نام ''سونہ لانکھ'' (یعنی سونے کا جزیرہ) رکھا اس پر سات منزلہ محل تیار کیا جو نقش و نگار سے آراستہ تھا۔ محل کی چھت پر آبشار اور فوارے لگے تھے یہ فوارے عجیب طریقے سے لگائے گئے جنہیں دیکھ کر عقل حیران ہوجاتی تھے، امیر خان اکثر اسی محل میں رہتا تھا اور بعض اوقات سرکاری کام بھی یہیں کرتا تھا اس جزیرہ میں چنار کے درخت اور پھول لگائے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گئے تھے۔(۱) مکان کے نشانات قریب قریب سب مٹ گئے ہیں لیکن جزیرہ آج بھی موجود ہے۔

مذکورہ باغ کے علاوہ امیر خان نے نندہ پور میں بھی ایک دلکش اور پرفضا باغ بنایا تھا جو امیر آباد کے نام سے آج تک مشہور ہے۔ ایام محرم میں اس باغ میں ایک وسیع خیمہ نصب کیا جاتا تھا جس میں شیعہ امام حسینؑ کی عزاداری کرتے تھے۔(۲)

اس باغ میں میوؤں کے درخت اور قسم قسم کے پھول لگائے گئے تھے اور نندہ پورہ کے ایک گھرانہ میں شادی کے بعد امیر خان جوان شیر نے یہاں ایک محل بھی بنایا تھا۔ لیکن اس باغ اور محل کو حاجی کریم خان نے محض تعصب اور تنگ نظری کے باعث منہدم کر دیا۔(۳)

اس کے علاوہ امیر خان نے دار باغ کے گرد ایک مضبوط فصیل (چاردیواری) بنائی اور اس کے اندرونی احاطہ میں وسیع مکان تعمیر کئے جس میں خاص خاص تقاریب پر دربار لگایا تھا اور یہ مکان اعلیٰ فوجی افسروں اور امراء کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس کا نام ''شیر گڑھ'' رکھا۔ اس سے ذرا سا اور پر عوام کی بہبودی اور رفاہ عام کے لئے دریائے جہلم پر ایک پُل بنایا جس کا نام ''امیرا کدل'' رکھا(۴) یہ پل ابھی بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

کفایت خان کا باغ

کفایت خان نے بھی اپنی حکومت کے دوران خانیار میں ایک وسیع باغ بنوایا جو ''باغ کفایت خان'' کے نام سے موسوم تھا اس میں قسم قسم کے درخت اور پھول لگے تھے۔

افغان دور میں شیعوں کی مالی، اقتصادی، تعلیمی اور تربیتی حالات مغل دور سے مختلف نہیں تھے۔ وہ ہر لحاظ سے ترقی کے میدان سے محروم رکھے گئے تھے۔ اس دور میں شیعوں کے ادب اور شاعری میں

۱۔ تاریخ حسن، جلد ۲ حصہ ۲۔

۲۔ تاریخ مکمل کشمیر ص ۶۵۰، تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۴۱۔

۳۔ تاریخ حسن جلد ۲ حصہ ۲۔

۴۔ مختصر تاریخ کشمیر، ترجمہ تاریخ حدرلی کشمیر ص ۱۸۰، ودجیز التواریخ۔ مترجم ڈاکٹر محمد یوسف۔ ص ۲۱۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بھی کافی زوال آ گیا تھا۔ مغل دور کے برعکس اس دور میں صرف مرزا مہدی کا نام شیعوں کے برجستہ شعرا میں آتا ہے جن کا تخلص مجرم (۱) تھا۔ مختلف میدانوں میں شیعوں کی پس ماندگی کے اسباب وہی مغل دور کے مانند تھے۔

افغانوں کا زوال

ظلم آخر ظلم ہے اور یہ سچ ہے کہ حکومتیں کفر پر تو چل سکتی ہیں لیکن ظلم و جبر پر زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی ہیں۔ لہٰذا قدرت کو انسان کے ہاتھوں انسان کی یہ تذلیل گوارا نہ تھی مغلوں اور افغانوں نے شیعوں پر ظلم و جبر کیا تو ایک دن وہ خود اس ظلم کا شکار ہوئے۔

"ظلم جب بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے"

کشمیریوں بالخصوص شیعوں پر افغانوں کے ظلم وستم، انتظامی انارکی اور افراتفری کا وہی نتیجہ نکلا جو نکلنا چاہیے تھا۔ خود اہل سنت عوام کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے افغان حکمرانوں کے ظلم و استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایسے تباہ کن راستے کا انتخاب کیا جس نے انہیں ایسی تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا جس سے مسلمانان کشمیر اب تک نجات حاصل نہیں کر سکے۔ چنانچہ کشمیری امراؤں کا ایک وفد افغان حکمرانوں کے ظلم و استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لئے پھر گزشتہ مغل اور افغان دور کا طریقہ کار دہراتے ہوئے پنجاب کے سکھ "مہاراجہ رنجیت سنگھ" کے پاس بھیجا اور اسے ریاست کا اقتدار سنبھالنے کی پیش کش کی۔ اس طرح کشمیر میں افغان حکمرانوں کے ظلم، نا اہلی اور اسلام سے انحراف کے نتیجے میں صرف ان کے اپنے اقتدار کا ہی خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کشمیر میں اس پانچ سو سالہ سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا جس کے قیام کی خاطر اہل حق کو ایک طویل جدوجہد کرنا پڑی تھی۔

۱۔ مجرم بہت ہی مشہور اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال "مجرم" کو ملا طاہر غنی پر فوقیت دیتے تھے (تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۸۰) مجرم کے متعلق بعض شیعہ دشمنوں نے یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ انہوں نے شیعہ مسلک ترک کر کے سنی مسلک اختیار کر لیا جو سراسر جھوٹ اور ان پر ایک بہت بڑی تہمت تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ مجرم نہایت ہی وسیع القلب تھے اور مذہب کے بارے میں وہ بہت زیادہ روادار تھے۔ ان میں وہ تنگ نظری اور کوتاہ اندیشی نہیں پائی جاتی تھی جو اس وقت کے لوگوں کا شیوہ تھا ان میں وہ تعصب کا جنون بھی نہ تھا جو اس وقت شدت پسندوں کا طرہ امتیاز بنا ہوا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر پر سکھوں کی حکومت

جیسا کہ ہم اوپر یہ بیان کر چکے ہیں کہ کشمیریوں نے افغان حکمرانوں کے ظلم واستبداد سے نجات حاصل کرنے کے لئے سکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خود کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی،۔جس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ۱۸۱۹ عیسوی میں ریاست کو فتح کیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کشمیر پر سکھوں کا دورِ حکومت بحیثیت مجموعی لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ، منافرت اور عیش پرستی کا دور شمار ہوتا ہے۔ مسلمانوں پر سکھوں کی نظر عتاب کچھ زیادہ ہی تھی چنانچہ اس دور میں مسلمانوں کو اپنے دور اقتدار کی بداعمالیوں اور داعیانہ ذمہ داریوں سے روگردانی کی ایسی سزا ملی جو دنیا کی کسی دوسری قوم کو شاید ہی ملی ہوگی۔ وہ عدالت پسند چک حکمرانوں کے اچھے اور نیک سلوک کو اپنی بے عزتی سمجھتے تھے، ان کی رواداری کو تنگ نظری قرار دیتے تھے، ملک میں حنفی مسلک کے قوانین کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ملک کے اہم عہدوں اور منصبوں پر سنی اکابرین کی تقرری کو چک بادشاہوں کی سیاسی دغل بازی اور مجبوری سمجھتے تھے۔ جو دراصل ان کی روشن خیالی کا مظاہرہ تھا جس کے بدلے چک حکمرانوں کے خلاف دغابازی کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا لیکن وہ ان کی رواداری سے غلط فائدہ اٹھا کر آئے دن غیروں کے پاس وفد لے کر اپنی جھوٹی بے بسی کا رونا روتے تھے۔

مگر جب سکھوں اور ڈوگروں کا دور آیا تو پھر ان کی سمجھ میں آیا کہ ظلم وجبر، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ اور بے عزتی سے دوچار ہونا کیسی مصیبت ہوتی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے مسلسل خدا فراموشی اور ناشکری کے جرم کی پاداش میں جو سزا اس ملت کو ملنا چاہیے تھی اس نے سکھ حکومت کا روپ دھار لیا۔

سکھوں نے کشمیر پر مسلط ہوتے ہی تمام مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے لئے جامع مسجد کی ناکہ بندی کی۔ مسجد میں جانے اور نماز ادا کرنے سے روک دیا گیا۔ اذان پر پابندی لگادی گئی۔ خانقاہ شاہ ہمدان کو تباہ وبرباد کر کے کھنڈرات میں تبدیل کردیا گیا۔ مسجدوں (من جملہ شیعوں کی تاریخی پتھری مسجد) کو سرکاری تحویل میں لے کر انہیں عبادت کے بجائے دوسرے مقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ گائے کشی کے قانون کی خلاف ورزی میں بے شمار لوگوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا (۱)

۱۔ تاریخ تحریک اسلامی، ص ۱۱۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس دور میں ایک کشمیری کے قتل کا دیہ صرف سولہ روپے تھے۔ یعنی اگر کوئی کسی کشمیری کو قتل کرتا تھا تو سزا کے بجائے اس سے صرف سولہ روپیہ لئے جاتے تھے جس میں اگر مقتول ہندو ہوتا تو اس رقم سے ۴ روپے اس کے ورثا کو اور اگر مقتول مسلمان ہوتا تو صرف ۲ روپے اس کے ورثا کو دئے جاتے تھے باقی تمام رقم (۱۴) سرکاری خزانہ میں جمع کی جاتی تھی۔ فصل کٹائی کے وقت سکھ سردار آدھمکتے تھے اور ۱۰ مین سے ۹ حصے لے کر نو دو گیارہ ہو جاتے تھے (۱)

صنعت پر بھی ۲۶ فیصد ٹیکس لاگو کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے کشمیری صنعت بھی دم توڑ بیٹھی۔ کشمیر کی صوبہ داری کے ٹھیکے ہونے لگے جس میں صوبہ دار کو ایک خاص رقم شاہی خزانہ میں جمع کرانا ہوتی تھی اور وہ پھر من مانگی رقم رعایا سے وصول کر سکتا تھا (۲) مغلوں اور پٹھانوں نے صرف شیعوں کو نشانہ بنایا جاتا تھا لیکن سکھوں نے تمام مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کر دیا تھا۔

سکھ عہد میں شیعوں کے سیاسی اور سماجی حالات

سکھ حکمرانوں نے جو دردناک اور انسانیت سوز مظالم یہاں کے عام مسلمانوں پر ڈھائے ہیں شیعہ وہ سہنے میں اپنے ہم وطن مسلمان بھائیوں کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ مسلمانوں کے متعلق سکھوں نے جو کالے قوانین نافذ کیے تھے ان میں شیعہ وسنی کی کوئی تفریق نہیں تھی۔

اس دور میں سکھوں کے ہاتھوں شیعوں کے ظلم وزیادتی کا شکار ہونے میں کوئی شک نہیں ہے تاہم مغل اور افغان دور کے برعکس اس دور میں جبکہ مسلمانوں کے بجائے ''سکھ'' حاکم تھے تو شیعوں کو حکومت کی طرف سے ان کے شیعہ مذہب کی بنا پر پریشان نہیں کیا گیا۔ اس لحاظ سے اگرچہ شیعہ اس دور میں آسودہ خیال تھے۔ لیکن پھر بھی وہ سکھوں کے ۲۷ سالہ دور میں اپنی سیاسی، سماجی، علمی، دینی، تہذیبی وثقافتی حالات کو نہیں سدھار سکے۔ چونکہ حکومت کی طرف سے دباؤ اور پابندی اٹھ جانے کے باوجود مخالفوں کی طرف سے دباؤ اور خطرہ برابر موجود تھا۔ لیکن اسی دور سے شیعوں نے آہستہ آہستہ خود کو سنبھالنے اور حکومتی اداروں میں آنے کی کوشش کی جس کا اثر ڈوگرہ دور میں صاف دکھائی دیتا ہے۔

۱۔ مطالعہ کشمیر، پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ، ص ۱۴۴۔

۲۔ مطالعہ کشمیر، پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ، ص ۱۴۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سکھ دور میں شیعوں کا قتل عام اور نسل کشی

اگر چہ شیعہ سکھ دور میں سرکاری دہشت گردی کے شکار نہ ہوئے لیکن شیعہ مخالف حملوں سے وہ اس دور میں بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ بلکہ اس دور میں ان پر ایسا کربناک حملہ کیا گیا جس کی مثال دوسری قوموں میں شاید نہ ملتی ہو۔ اور وہ بھی ایک ایسی معمولی سی بات پر جس کو سن کر انسان اس ظلم وجور پر خون کے آنسو روتا ہے۔

مذکورہ حملہ کی بنیادی وجہ خوشحال سر کی وہ گھاس تھی جسے کشمیری میں پچی (یا پڑھ) کہتے ہیں ابراہیم خان (مغل حکمران) کے دور حکومت سے اس گھاس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اور اس سے بنائی ہوئی چٹائیوں کو جامع مسجد اور امام باڑہ زڈی بل میں استعمال کیا جاتا تھا۔

اس سال بھی پچی گھاس جمع کی گئی لیکن اس کی تقسیم میں دیر ہوئی یہاں تک جامع مسجد کے امام صاحب اپنے چند رفقاء کے ساتھ عاشورا کے دن زڈی بل آئے اور شیعہ متولی سے اپنی نصف پچی کا تقاضا کیا۔ متولی نے عاشورہ کی عزاداری میں مشغولیت کی وجہ سے ایک دو دن کے بعد لے جانے کے لئے کہا لیکن امام صاحب نے آج ہی تقسیم کرنے پر اصرار کیا۔ امام صاحب کی بے جا ضد پر متولی کو غصہ آیا اور کہا ''اتھ پڑھ کورہ کران''، یعنی اس پچی کی ایسی کی تیسی۔

اس بات پر امام صاحب کو سخت طیش آیا اور وہ متولی کو برا بھلا کہہ کر چلے گئے اسی دن جب لوگ جامع مسجد میں نماز کے لئے جمع ہوئے تو امام صاحب نے لوگوں کو شیعوں کے لوٹ مار اور قتل عام پر یوں اکسایا کہ زڈی بل کے شیعہ متولی نے ہمارے مذہب کی توہین کی ہے چونکہ اس نے پچی کو گالی دی جس سے ہم چٹائیاں بناتے ہیں اور ان پر نماز پڑھتے ہیں اس طرح متولی نے دراصل پچی کو نہیں بلکہ مسجد اور مسلمانوں کو گالی دے کر ہمارے مذہب کی بے عزتی کی ہے۔

اس کی تقریر سے عوام کے جذبات مشتعل ہوئے اور وہ مسجد سے شیعوں کے خلاف نعرے لگا کر کمانگر پورہ (ایک شیعہ نشین بستی) کی طرف چل پڑے۔ وہاں شیعوں کے مکانات کو لوٹ کر آگ لگا دی۔ یہاں تک لوگوں کا اژدھام کافی بڑھ گیا تھا اب انہوں نے زڈی بل کا رخ کیا جہاں شیعہ امام باڑے میں جمع ہو کر پیغمبرؐ کے جگر گوشہ حضرت امام حسینؑ کا ماتم کرنے میں مشغول تھے۔ یہاں پہنچ کر یہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لوگ بے رحموں کی طرح شیعوں پر ٹوٹ پڑے۔ جب شور اٹھا تو کچھ عورتوں نے اپنے بچوں کے ہمراہ امام باڑہ سے کچھ دور ایک غار میں پناہ لی۔

مشتعل شر پسندوں نے لکڑی جمع کر کے اس غار کے دہانے پر آگ لگائی اور پھر غار کا منہ بند کر دیا جس کی وجہ سے ان عورتوں اور معصوم بے زبان شیر خوار بچوں کا دھویں سے دم گھٹ گیا اور وہ سب اسی غار میں موت کی نیند سو گئے، بعد میں اسی وجہ سے یہ جگہ ''بیبہ مزار'' (یعنی عورتوں کا مزار کہلانے لگی) اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے یہ غار آستانہ مخدوم صاحب کے دامن میں فصیل سے متصل ہے۔

امام باڑہ اور شیعوں کے مکانات جلائے جانے کی وجہ سے اکثر مرد وزن کشتیوں کے ذریعہ جھیل خوشحال سر میں پناہ لینے پر مجبور ہوتے۔ امام باڑہ کے نزدیک ایک میدان تھا حملہ آور شیعوں کو پکڑ پکڑ کر وہیں قتل کرتے رہے یہاں تک قلیل مدت میں ہی یہاں اٹھارہ سو آدمی قتل کیے گئے۔ اسی لئے یہ جگہ ''مرگ بل'' (موجود علی پارک) کے نام سے مشہور ہوئی (۱) چنانچہ اس سے پہلے مغلوں کے وقت بھی اس میدان کو شیعوں کی قتل گاہ بنا دیا گیا تھا۔

مورخ حسن نے اپنے ہم مسلکوں کی معمول کی طرف داری کر کے اس حملہ کی وجہ شیعوں کا پچی نہ دینے کے علاوہ شیعہ کشی کا وہی پرانا اور آزمودہ نسخہ یعنی سبّ صحابہ بتائی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ:۔ ''شیعوں نے پچی دینے میں تغافل سے کام لیا اور عاشورہ کے دن صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی۔۔۔۔۔۔۔۔اسی وجہ سے سنیوں نے زڈی بل پر دھاوا بول دیا تھا (۲)

البتہ حملہ آوروں کے سیاہ اعمال کے بارے میں مرحوم حکیم صفدر ہمدانی صاحب نے تاریخ حسن سے ایک حوالہ یوں بیان کیا ہے:۔

''ان لٹیروں سے مذہب کے نام پر ایسی اخلاق سوز اور رسوائے عالم حرکات سرزد ہوئیں جن سے انسانیت کا سر ہمیشہ شرمندہ اور سرنگوں رہے گا'' (۳)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۱۶۲۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۹۳۔

۳۔ تاریخ حسن حصہ اول صفحہ ۴۹۲۔ ۴۹۱۔ بنقل از تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۶۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مورخ حسن نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شہر کے باشندوں نے تعصب سے سر اٹھا کر شیعوں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ اور ان کا مال و جائداد وغیرہ لوٹ کر ایک دوپہر (چار پانچ گھنٹوں) میں ویران کر کے زمین بوس کر دیا۔ اور ان کی خواتین سے زنا کر کے ان کی شرمگاہوں کو چھریوں سے ریزہ ریزہ کیا (۱)

اس وقت سے کشمیری شیعوں میں ''پڑہ کورہ لیکھ'' ضرب المثل بن گئی۔ جس کا مطلب بات کا بتنگڑ بنانا ہے۔

جس وقت شیعوں کا یہ قتل عام اور تاراجی ہوئی اس وقت حکیم مہدی خان کشمیری، بادشاہ اودھ ناصر الدین شاہ کے منسٹر تھے۔ حکیم موصوف نے ایک معقول رقم حاجی باقر کے پاس بھیج کر امام باڑہ زڈی بل کو از سر نو تعمیر کروایا۔ اس کے علاوہ جو کشمیری شیعہ یہاں سے بھاگ گئے تھے ان کے لئے حکیم مہدی نے فتح گڈھ صوبہ اودھ میں شالبافی کا کارخانہ کھولا جن میں تین چار سو شیعہ کام کرتے تھے (۲)

سکھوں کا زوال

آخر کار سکھوں کے بڑھتے ہوئے ظلم و استبداد نے ان کے اقتدار کو زوال سے ہمکنار کر دیا اور انہیں کشمیر سے اپنا بوریا بستر سمیٹنا پڑا۔ کشمیر کو تباہی کے دہانے پر لانے کی وجہ سے اور انگریزوں سے الجھ جانے کی پاداش میں کشمیر کو ڈوگرہ شاہی کے لئے خالی کرنا پڑا۔ سکھوں کی حکومت ۲۷ (سال ۱۸۱۹ عیسوی سے ۱۸۴۶ عیسوی تک) کشمیر میں برقرار رہی۔

ڈوگروں کا دور

جن دنوں کشمیر میں سکھوں کے خلاف نفرت اور بغاوت زوروں پر تھی جموں کا ایک با اثر جاگیر دار گلاب سنگھ لاہور آ کر یہاں کے مہاراجہ کے دربار میں ملازم ہو گیا۔ راجہ کے دربار سے وابستگی کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ سکھوں کا اقتدار اب روبزوال ہے۔ کشمیری عوام کی نفرت کا نشانہ بننے کے علاوہ سکھ حکمران انگریزوں کے ساتھ لڑائی میں بھی الجھ گئے ہیں لہٰذا ان کی شکست یقینی دکھائی دے رہی تھی۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے گلاب سنگھ نے انگریزوں سے ساز باز کر کے سکھوں کو انگریزوں کے ساتھ بات چیت پر آمادہ کیا۔

۱۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۹۳۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۱۶۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گلاب سنگھ کے پاس ڈوگروں کی ایک طاقتور اور مضبوط فوج تھی اس لئے اس کی بات میں وزن تھا چنانچہ اس کی کوششوں کے نتیجے میں انگریزوں اور سکھوں کے درمیان صلح ہوگئی اس صلح کے نتیجے میں سکھوں نے کشمیر کو اس کے باشندوں سمیت تاوانِ جنگ کے طور پر مزید کچھ مختصر رقم کے عوض انگریزوں کو دے دیا جنھوں نے تاوان کی یہ رقم حاصل کرنے کے لئے اسے گلاب سنگھ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

"قومی فروختنلو چه ارزان فروختند"

یوں ایک ہی سال میں کشمیر اور اس کے باشندے یکے بعد دیگرے دوبار فروخت کیے گئے۔ پہلا معاملہ ۹/۳/۱۸۴۶ سکھوں اور انگریزوں کے درمیان ہوا یہ معاملہ دس لاکھ روپیوں میں طے پایا۔ یہ سودا یا ان کے بقول یہ معاہدہ تاریخ میں ''معاہدہ لاہور'' سے مشہور ہے۔

دوسرا سودا ۱۶/۳/۱۸۴۶ انگریزوں اور ڈوگروں کے درمیان پچھتر لاکھ روپے نانک شاہی میں طے پایا۔ یہ معاملہ امرتسر میں طے پانے کی وجہ سے ''معاہدہ امرتسر'' کے نام سے مشہور ہوا۔

پیمان امرتسر دس مادّوں پر مشتمل تھا اس میں کشمیریوں کے حقوق کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا جو اس سرزمین کے اصلی مالک اور وارث تھے۔ یہ صرف ایک تجارتی لین دین تھا جس نے کشمیریوں کو ہمیشہ کی غلامی میں جکڑ دیا اس معاہدہ کی وجہ سے کشمیری قوم اپنے ہی ملک میں بیگانہ اور اجنبی بن گئی۔

یہ شرمناک معاہدہ جہاں گلاب سنگھ کی انتہائی رذالت اور سامراجی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے وہیں انگریزوں کے انسانی حقوق کے جھوٹے دعوؤں کی قلعی بھی کھول دیتا ہے۔ انسانوں کا یہ مذموم سودا انگریزوں کے چہروں پر قیامت تک نہ مٹنے والے بدنما داغ کے طور پر باقی رہے گا۔ نیز دنیا تین ہزار سال قدیم تہذیب وثقافت اور تاریخ رکھنی والی قوم کے سوداگر ''سر ہنری ہارڈنگ'' (۱) کو ہمیشہ انسانی گوشت کا سودا کرنے پر ملامت کرتی رہے گی۔ یوں برطانوی سامراج نے اس خطے کے فلک بوس پہاڑوں، سدا بہار جنگلوں، نغمہ سنج ندی نالوں اور دریاؤں، آب شرین سے لبریز چشموں، شاداب اور حسین جھیلوں، ہرے بھرے پھلوں سے لدے ہوئے درختوں اور ذہانت و فطانت کی دولت سے مال مال باشندوں سمیت اسے گلاب سنگھ کو فروخت کر دیا۔

ا۔ انگریزوں کی طرف سے ہندوستان کا حاکم تھا اسی نے یہ سودا کیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کے صالح فرزند ''علامہ اقبال'' نے اپنے ملک کی اسی بدحالی اور ویرانی نیز اس رسوائے زمانہ معاہدہ کو دیکھ کر یہ جانگداز اور جانسوز مرثیہ بڑے بلیغ اور مؤثر انداز میں پڑھا۔

بـــاد صبـــا اگـــر بـــه جنیوا گـذر کنـــی   حرفی زما بـــه مـجلس اقوام باز گو
دهقـان و کشـت وجـوئے و خیابان فروختند   قـومی فـروختند و چه ارزان فـروختند

امر واقعہ یہ ہے کہ اہل کشمیر کی خرید وفروخت کا جو خوفناک اور منحوس سلسلہ مغل دور سے شروع ہوا تھا کسی نہ کسی شکل میں اب تک جاری ہے (۱) جس کی وجہ سے کشمیری مسلمان ایک سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کرنے سے پہلے ہی کسی دوسرے سامراج کے پنجہ غلامی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ڈوگرہ دور میں کشمیریوں کے حالات

بہر حال گلاب سنگھ انگریزوں کی مدد سے سرزمین کشمیر پر قابض ہوا اور اقتدار سھالنے کے ساتھ ہی کشمیریوں پر مظالم ڈھانے کی سیاست اختیار کی۔ کشمیری قوم پر ڈوگروں کے ظلم وستم کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ان کی بربریت اور وحشی پن کا اندازہ لگانے کے لئے مندرجہ ذیل یہی ایک واقعہ کافی ہوگا۔

''جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے ریاست کو انگریزوں سے خریدنے کے بعد اس پر اپنا جابرانہ تسلط جمانے کی کوشش کی تو اس کے خلاف ریاست کے مختلف حصوں میں جو مزاحمت ہوئی اس میں پونچھ کے رہنے والوں نے بھی اچھے انداز میں اپنا کردار ادا کیا۔ پونچھ کے دو سرداروں ملی اور سبز علی نے اس جابرانہ تسلط کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے ایک طویل عرصے تک زبردست مزاحمت کی۔ لیکن آخر کار ان دونوں کو گرفتار کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ اس جابر نے انہیں الٹا

۱۔ آج جبکہ راقم الحروف ان اوراق کو لکھنے میں مشغول ہے کشمیری قوم اور ان کے سرزمین کی خرید وفروخت کی مکروہ سازش کا ایک بھیانک واقعہ طشت ازبام ہوگیا جس کے تحت یہاں کی حکومت نے دفعہ ۳۷۰ کی خلاف ورزی کر کے ایک غیر ریاستی تنظیم بنام ''شری امرناتھ شرائن بورڈ'' کو کشمیر کی سرزمین میں سے آٹھ سو کنال زمین واگذار کی ہے۔ جس کا انکشاف ہونے پر تمام کشمیریوں میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی ہے عوام میں ایک عجیب بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ سات آٹھ دن سے بے مثال ہڑتال جاری ہے ہزاروں کی تعداد میں کشمیری عوام مذکورہ حکومت کے فیصلہ کے خ ف احتجاج کر رہے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کر کے زندہ ان کی کھال اتارنے کا حکم دیا۔ یہ منظر کچھ اس قدر المناک اور سفاکانہ تھا کہ خود مہاراجہ گلاب سنگھ کا ولی عہد بھی اس کی تاب نہ لا سکا اور وہ دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ مہاراجہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے ولی عہد کو واپس بلا کر اسے کہا کہ اگر تم میں ایسے مناظر دیکھنے کی ہمت نہیں ہے تو تمہیں نااہل قرار دیتے ہوئے ولی عہدی کے منصب سے معزول کر دیا جائے گا'' (۱)

گلاب سنگھ اتنا لالچی اور حریص آدمی تھا کہ اس نے کشمیریوں کی ہر چھوٹی بڑی چیزوں پر ٹیکس عائد کر دیا تھا وہ دیہاتیوں سے بھیڑ بکری کے بچہ دینے پر ایک ''آنہ'' (تقریباً سوا چھ پیسے) اور گائے کے بچہ پر چار آنے (پچیس پیسے) وصول کرتا تھا اور اگر کوئی شادی کرنا چاہتا تھا تو اس سے ایک روپیہ نیز دکانداروں سے تین آنہ لیتا تھا۔ اگر کوئی مہاراجہ کے پاس کسی فیصلہ کے لئے جاتا تھا تو ہدیہ کے طور پر ایک روپیہ (۲) اس سے وصول کرتا تھا۔

اس کے ٹیکس ادا کرنے والوں میں حتی قبر کھودنے والے، چوپان، حجام، چمار، کشتی والے، ٹوکری بنانے والے تک شامل تھے۔

یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کشمیریوں نے ڈوگرہ دور سے برا کوئی اور دور نہیں دیکھا ہوگا۔ اس دور میں گاؤکشی کی سزا موت تھی۔ بیٹیوں کی عزت و آبرو کا سودا رسمی تھا۔ ان کو فحاشی اڈوں پر بھیجنے کے لئے حکومت لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتی تھی اور پھر فحاشی اڈوں کے مالکوں سے ٹیکس وصول کرتی تھی۔

اس دور میں فصلیں کاٹی جانے کے بعد پہلے حکومت کے انبار میں جمع ہوتی تھیں یہانتک کہ مہاراجہ ہی غلہ کا ریٹ اپنی مرضی سے مقرر کرتا تھا۔ ریٹ مقرر ہونے تک کی مدت میں اگر کسی غریب اور فقیر کا غذائی ذخیرہ ختم ہو جاتا تھا تو وہ ریٹ مقرر ہونے تک شلغم اور گھاس پھوس کھانے پر مجبور ہوتا تھا (۳)

راجہ اور اس کے درباری جسے چاہتے تھے بیگار میں پکڑ لیتے تھے اور پھر کئی کئی دنوں تک اور بسا اوقات کئی کئی ماہ تک اسے جبری مشقت کی چکی میں پیستے رہتے تھے اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ بیگار

۱۔ تاریخ تحریک اسلامی ص ۱۲۳۔
۲۔ روپیہ کی قیمت اس زمانہ میں بہت زیادہ تھی۔
۳۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ ۱۰۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں پکڑے ہوئے لوگوں میں اگر کوئی مر جاتا تھا (اور ایسے حادثے اکثر ہوتے رہتے تھے) تو اس کی نعش کو اس کے گھر روانہ کرنے کے بجائے وہیں ویرانوں میں دفن کر دیا جاتا تھا اور مرحوم کی جگہ اس کے کسی دوسرے رشتہ دار کو بیگار میں دھر لیا جاتا تھا۔

ڈوگر دور میں شیعوں کے حالات

سکھ دور کی طرح اس دور میں بھی شیعوں کو مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ تمام مظالم سہنے پڑے جن کا سامنا اہل سنت کو بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے کرنا پڑتا تھا۔ ڈوگرہ ظلم و جبر میں شیعہ وسنی دونوں یکساں تھے ان کی نظروں میں شیعہ وسنی میں کوئی فرق نہیں تھا ان کے نزدیک کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** معیار تھا (۱) جو بھی اس کا معتقد تھا وہ ان کے عتاب وعذاب کا شکار ہوا۔

لہٰذا صدیوں آپس میں لڑتے لڑتے اگر چہ شیعہ مخالفوں کو یہ فائدہ ہوا تھا کہ کل کے حکمران طبقے (شیعوں) کو خستہ حال بنا دیا تھا۔ مگر جب سکھوں اور ڈوگروں کی چکی میں پسنے کا وقت آیا تو دونوں چکنا چور ہو گئے۔ ظالم ومظلوم، جارح اور مجروح کے صرف حروف اصلی رہ گئے اور ان کا استعمال خود انہیں پر ہونے لگا مگر ابھی تو صرف آغاز ہوا تھا مسلمانوں کو اس سے کہیں زیادہ صبر آزما حالات سے گزرنا تھا۔

ا۔ روز اول سے ہی اسلام دشمنوں نے اگر چہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ بازی کو ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا لیکن اپنی جگہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپس میں دست گریبان ہونے والے دراصل ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں ہیں جس کی بنیاد ایک ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو زیر کرتے وقت وہ اس بات کی تمیز نہیں کرتے کہ شیعہ کون ہے اور سنی کون؟ مالکی کون ہے تو حنبلی کون؟ شافعی کون ہے تو حنفی کون؟ ان کے نزدیک سب کے سب مسلمان ایک جیسے ہیں سامراج کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔

موجودہ سامراجی طاقتوں کی جابرانہ پالسیاں اسی جانب اشارہ کرتی ہیں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے چاہے کتنی ہی دوری اختیار کرلے وہ ہر لحاظ سے یکساں طور پر سامراج کے نشانے پر ہیں۔ افغانستان پر جب مہلک بم اور میزائل گرائے گئے تو اس بات کو ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ بم کی زد میں آنے والے مسلمان کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے؟ عراق میں جب سامراج نے پنجے گاڑھے تو اس نے یہ نہیں دیکھا کہ کس فرقہ کو صفحہ ہستی سے مٹایا جائے گا اور کس کو زندہ رہنے دیا جائے؟ کیونکہ اس کے نزدیک سارے کے سارے مسلمان ایک جیسے ہیں مگر افسوس مسلمان سامراج کے اس پیغام کو بھی درک نہیں کر رہے ہیں !!!

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں بھی شیعوں کو دوسرے تمام مظالم کے باجود ان کو شیعہ ہونے کے ناطے الگ سے پریشان نہیں کیا گیا۔ لہٰذا گزشتہ دور میں حاصل ہونے والی اس سہولت سے ان کی سیاسی، سماجی، تہذیبی و ثقافتی اور اقتصادی حالت میں صدیوں کے بعد اس دور میں کچھ بہتری آئی تھی۔ اقتصادی اور مالی لحاظ سے اگر چہ ابھی عام شیعوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا لیکن بعض مخصوص شیعوں کی اقتصادی حالت اچھی ہوگئی تھی اس دور میں ان کے بہت سارے دستکاریوں مثلاً شال بافی، پیپر ماشی، وغیرہ کے کارخانوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ سرینگر کے عام شیعہ ان ہی کارخانوں میں کام کر کے اپنا گزارا کیا کرتے تھے۔

سیاسی اعتبار سے بھی بادشاہ کے دربار میں ان کا کسی حد تک نفوذ پیدا ہو گیا تھا اور بعض شیعہ شخصیتوں کی ڈوگرہ حکمران بہت عزت کرتے تھے جن میں حکیم عظیم کا نام سرفہرست ہے جن کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی ذاتی صلاحیت اور قابلیت کی بنا پر اپنا شاہی طبیب اور اپنا مشیر بنایا تھا اور ان کی رائے کا خاصا احترام کیا کرتا تھا۔ حکیم عظیم رنجیت سنگھ کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ کے دربار میں شاہی طبیب اور مشیر کے عہدہ پر بھی فائز تھے۔

اسی طرح اس دور میں شیعوں بالخصوص سرینگر کے محلّہ بابا پورہ کے حکیم خاندان نے حکمت اور طبابت کو اپنے عروج تک پہنچایا۔ ان کے ساتھ باغبان پورہ والے اطباء نے بھی اس طبابت کو وسعت دینے میں اپنی پیش بہا خدمات انجام دیں (۱)

اسی طرح اس دور میں شیعوں کی تعلیمی اور دینی حالت بہتر بنانے کے لئے کچھ چھوٹے بڑے قرآن و احکام کے مکاتب کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس دور میں شیعہ علماء نے ظاہراً تبلیغ کا کام دوبارہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے علماء کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی گئی (۲)

کشمیری اور شیعی ثقافت کو بھی وسعت دیتے ہوئے اس دور میں کافی خدمات انجام دی گئیں۔ اس دور میں دوبارہ شیعہ شعراء ادبی منظر نامے پر نمودار ہوئے اور کشمیری سماج اور معاشرہ میں اپنا لوہا منوالیا بعض شعراء عمومی شاعر تھے لیکن بعض شعراء نے اپنی تمام قوت اور استطاعت مرثیہ نگاری میں

۱۔ غلام علی گلزار صاحب کے ساتھ مذاکرہ۔

۲۔ اپنے مقام پر ان کا ذکر کیا گیا گا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

صرف کی۔ جس کی وجہ سے اس دور میں مرثیہ نگاری اپنی عروج تک پہنچی اور مرثیہ نگاروں نے مرثیوں کے ایسے مضامین کہے جن کا آج تک کوئی جواب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ پوری دنیا میں اس صنفِ سخن کی کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔

مرثیہ نگاروں اور مؤلفوں کی تخلیقات سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں ان کو درس و تدریس کے اچھے مواقع ہاتھ آئے تھے جس کی وجہ سے وہ ایک شاعر اور ادیب ہونے کے علاوہ بڑے پایہ کے علماء اور اپنے وقت کے فضلاء بھی تھے۔ قرآن و احادیث پر ان کی عمیق اور گہری نظر تھی۔

ان تمام چیزوں نیز حکومت کی طرف سے کسی حرکت پر عدم پابندی کے باجود کچھ خاص چیزوں کو چھوڑ کر شیعہ بعض وجوہات کی بنا پر اس دور میں بھی مناسب اور شائستہ طور پر اپنے دینی، سیاسی، سماجی، اور ثقافتی اہداف کو حسب منشاء آگے نہیں بڑھا سکے جن کی وجہ سے کچھ خاص افراد کے علاوہ شیعہ کوئی زیادہ وسیع اور عظیم کام انجام نہیں دے سکے۔ ان وجوہات میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فقر و فلاکت

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حکومتوں کے ظلم پر مبنی قوانین نیز شیعوں کے خلاف اکثریتی مسلم فرقہ میں پہلے سے پھیلائی جاتی رہی منافرت اور بعض اوقات ان پر حملوں سے شیعوں کا اقتصادی ڈھانچہ جواب تک نابود ہو چکا تھا ابھی عمومی طور پر اس میں زیادہ بہتری نہیں آئی تھی۔

۲۔ شیعوں کا مختلف علاقوں میں متفرق ہونا۔

۳۔ جہالت اور دین کی صحیح معرفت نہ ہونا۔

مغل اور افغان دور نے جہاں شیعوں کی سماجی، ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی حالت کو مورد ہدف بنایا تھا۔ وہاں ان کے دین و مذہب کے سلسلہ میں بھی ان کی نیت خراب تھی جس کی وجہ سے ان کے دور میں شیعہ معاشرہ علماء سے تقریباً خالی ہو گیا تھا۔ مغل اور پٹھانوں کے دور میں متعدد علماء کو قتل کیا گیا اور جو چند ایک کہیں رہ گئے وہ بھی کھل کر دینی تبلیغ نہ کر سکے۔ ان حالات میں آئے دن کے وحشتناک ماحول میں اس طرح شیعوں نے عموماً فقط مرثیوں سے اپنا دینی تشخص محفوظ رکھا۔ ان کو اپنے روزمرّہ کے مسائل سے زیادہ مرثیہ نگاری کی واقفیت تھی یہی وجہ ہے کہ جب آغا سید ابراہیم (جو شیعوں کی تبلیغ کے لئے ایران سے یہاں آئے تھے) کو کچھ ناعاقبت اندیشوں نے مہاراجہ کے ذریعہ کشمیر سے ملک بدر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کروادیا تو آغا سید ابراہیم نے جاتے جاتے یہ جملہ کہا کہ "شیعیان کشمیر حسین (علیہ السلام) رامی شناسد مگر خدا را نمی شناسد" یعنی کشمیر کے شیعہ امام حسینؑ کو تو پہچانتے ہیں لیکن خدا کو نہیں پہچانتے ہیں (۱)

۴۔ فقدان رہبری۔

شیعوں کا ابھی بظاہر کوئی ایسا جامع صفات رہبر نہیں تھا جو ان کو زمانہ سے ہم آہنگ تقاضے کے مطابق کسی منصوبہ بند ہدف کی طرف راہنمائی کرتا۔

۵ جانی اور مالی تحفظ کا نہ ہونا۔

اگرچہ اب شیعیان کشمیر حکمرانوں کی طرف سے امان میں تھے لیکن معاشرہ میں ابھی وہ تحفظات کے حوالے سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے اور ابھی سابقہ تعصب وتنفر لوگوں کے دلوں سے دور نہیں ہوا تھا۔ ابھی بھی شیعہ مخالفین شیعوں کے وجود کو برداشت نہیں کرپاتے تھے اور ابھی وہ کشمیر کو شیعوں سے صفایا کرنے کے خیال کو ذہنوں میں محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ لہٰذا شیعوں کے کسی سماجی اور تہذیبی کام کے لئے ابھی مناسب تحفظ فراہم نہیں تھا۔

ڈوگرہ دور میں شیعوں کا قتل عام

شیعہ اگر ایک طرف حکمرانوں کی طرف سے امان میں تھے لیکن دوسری طرف ان کے رقیبوں اور مخالفوں کو شیعوں کا یہ تحفظ اور چین وسکون برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ لہٰذا اس دور میں بھی اگر شیعوں کی نسل کشی، قتل عام اور لوٹ کھسوٹ کا کوئی واقعہ رونما ہوا ہے تو وہ کافروں کے بجائے اپنے مسلمان بھائیوں کا کارنامہ رہا ہے۔ جس میں مغل اور پٹھان دور کے برعکس سرکار کا کوئی ہاتھ شامل نہیں تھا۔

شیعوں کا یہ قتل عام ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ عیسوی میں ہوا (۲) جس کی علت یہ تھی کہ شیعوں نے حضرت سید محمد مدنی کی زیارت کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کی۔ جس پر شیعہ مخالفوں نے اعتراض کرکے سید محمد مدنی کی سالگرہ (عرس) کے دن اس مسجد کو گرادیا (۳) جس پر فریقین میں لڑائی ہوئی۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۲۰۴۔
۲۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ اص ۵۹۴۔
۳۔ تاریخ حسن جلد ا حصہ اص ۵۹۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حسن شاہ کے مطابق اہل سنت ''تھانہ'' میں حاکم کے پاس شکایت کرنے گئے البتہ جب رات کے اندھیرے کی وجہ سے انہوں نے اس پر کوئی قدم نہیں اٹھایا تو استغاثہ کرنے والوں (شیعہ مخالفوں) نے شیر گڈھی سے واپس آتے وقت شہر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ وزیر پنوّں (۱) نے شیعوں کو لوٹنے کی اجازت دے دی ہے (حسن شاہ کے بقول) یہ خبر سنتے ہی شریروں اور غنڈوں نے ہر جگہ فساد پھیلایا۔ صبح چار ہی بجے سے انھوں نے شیعوں کے گھروں کو لوٹنا شروع کیا اور ان کی املاک میں آگ لگانے لگے۔ نو بجے تک وزیر پنوّں نیند سے بیدار نہیں ہوا تب تک شیعوں کی تمام املاک، جائداد اور گھر تباہ ہو چکے تھے (۲)

جب وہ شیعوں کی بستیاں لوٹ کر آگے بڑھ رہے تھے تو بتایا جاتا ہے کہ وزیر پنوّں گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً راجوری کدل پہنچا اس کا خیال تھا کہ حملہ آوروں کی تعداد محدود ہوگی اور اسے دیکھتے ہی وہ بھاگنے لگیں گے۔ لیکن یہاں شدت پسندوں کا بڑا ہجوم تھا انہوں نے وزیر کو دیکھتے ہی اسے گھیر لیا، وزیر پنوں کو اب اپنی جان کے بھی لالے پڑ گئے۔ لہٰذا موقع کی نزاکت دیکھ کر اس نے یوں کہا کہ ''پھونک دو'' (۳) جس پر شیعہ مخالف بہت خوش ہوئے۔ اور پھر شیعوں کا قتل عام اور لوٹ و مار کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اس فساد نے پورے کشمیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا شیعوں کے لئے زندہ رہنا ناممکن ہوگیا۔ وہ زندہ رہنے کے لئے غاروں، تہہ خانوں، جنگلوں اور جھیل ڈل کے جزیروں وغیرہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے (۴)

۱۔ ڈوگروں کا ایک وزیر۔

۲۔ تاریخ حسن جلد ۱ حصہ ۱ ص ۵۹۴۔

۳۔ تاریخ شیعیان کشمیر، ص ۱۶۲۔

۴۔ راقم نے اس فساد کی تفصیل رکھ شالنہ ٹینگن کے ایک معمر شخص غلام محمد صوفی کے ذریعہ ایک واسطہ سے سنی ہے انہوں نے یہ تفصیل اپنی نانی مسماۃ 'خوشحال بی بی' کے زبان سے سنی تھی جو (خوشحال بی بی) خود اس واقعہ کی چشم دید گواہ تھیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہماری نانی (جو اصلی پاندرتھن سرینگر کی تھیں اور ٹینگن کے جمال ملک سے بیاہی گئی تھیں) اس واقعہ کے متعلق بتایا کرتی تھیں کہ میں (خوشحال بی بی) اس وقت بہت چھوٹی تھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب شیعہ مخالف لوٹ مار کرتے کرتے آگے بڑھ رہے تھے تو جوں ہی اس کی خبر ہمارے دادا کو ہوئی تو وہ خوف و وحشت کے مارے ہماری ماں کے ساتھ ہمیں پاندرتھن کے پہاڑوں پر چھپانے لے گئے اور پھر ہم کچھ مدت تک وہیں چھپے ☜

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس فساد میں شیعہ مخالفوں کا مشہور نعرہ یہ تھا کہ:۔
دین محمد برقرار، رافضن پتہ چھے کافرن لار۔ یعنی ''پیغمبرؐ کا دین قائم اور دائم رہنے کی صرف یہی صورت ہے کہ رافضیوں کے بعد کافروں کو کشمیر سے نکال باہر کیا جائے'' (۱)

بہر حال شیعوں کے اس بہیمانہ قتل عام سے حکومت حرکت میں آ گئی۔ وزیر پنوں نے شر پسند بلوائیوں کو پکڑ کر قید کر دیا جن کو پھر مہاراجہ نے سخت سزائیں دیں۔ مہاراجہ نے شیعوں کو یہ اجازت بھی دی کہ اپنا سامان جہاں جس کے پاس پائیں اس سے واپس لے لیں۔

شیعوں کا قتل عام دیکھ کر مہاراجہ کا دل بھی پانی ہوا لہٰذا ان پر ترس کھا کر ان کو تقریباً تین لاکھ روپیہ کی امداد دی۔ (۲) چک بادشاہوں کے بعد یہ تاریخ کشمیر میں پہلا حاکم ہے جس نے اپنی حکومت

☜ رہے۔ لیکن بد قسمتی سے چونکہ ہمارے والد گھر میں نہیں تھے اس لئے بلوائیوں نے انہیں باہر ہی پکڑ کر مار ڈالا''

پاندرِ تھن کی طرح شیعوں کی دوسری بستیوں میں بھی ان کا یہی حال ہوا تھا۔ انہوں نے بھی درّوں، غاروں، جنگلوں اور تہہ خانوں میں پناہ لی تھی۔ اس واقعہ سے بھی شیعوں کی بہت ساری بستیاں مجبوراً تقیہ میں چلی گئیں لیکن پھر اظہار مذہب کے لئے حالات ساز گار نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نسل دوسرے مذہب میں چلی گئیں۔ ان میں شیعوں کی بہت ساری نشانیاں پائی جانے کے باوجود وہ غیر شیعہ ہیں۔ ان کی عام طور پر یہ حالت ہے کہ پرانے اثرات اور نئے اثرات کا مرکب ہو چکے ہیں یعنی نہ وہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے رہے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کو اپنے مذہب پر واپس لانے کے لیے بیسویں صدی میں بہت مواقع تھے۔ لیکن بد قسمتی سے وادی کے علماء نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ مسلم حقیقت ہے کہ جناب غلام علی گلزار نیز مولوی غلام رسول وانی اور ان کے دیگر ہمفکر دلسوز افراد سے پہلے ان علاقوں کی طرف بہت ہی کم یا شاید نہ ہونے کے برابر توجہ دی گئی ہے۔ چونکہ وہ گروہ بندی میں بٹ چکے تھے اور اپنے اپنے مریدوں کو سمیٹے رکھنے کی فکر ان کو زیادہ لاحق تھی۔ اگر چہ متعدد پیر صاحبان گھومتے رہتے تھے لیکن کوئی محاسبہ نہ تھا وہ دین سے زیادہ توہمات پھیلاتے تھے۔ غلام علی گلزار اور ان کے معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کے رفقاء کی دن رات کی جد و جہد سے آج تک ان میں ہزاروں افراد اپنے اصلی مذہب (شیعہ امامیہ) پر واپس آ چکے ہیں۔ جن میں بعض کے ساتھ راقم نے ملاقات بھی کی ہے۔ اور پتہ چلا ہے کہ ابھی بہت ساری بستیاں اپنی سابقہ حالت پر باقی ہیں۔ جن کی تبلیغ اور ہدایت کے لئے کشمیر کے شیعہ علماء کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۱۶۳۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۱۶۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں فساد زدہ رعایا کی مالی امداد کی اور مجرموں اور فتنہ پردازوں کو عبرت ناک سزا دی۔ اس عبرت ناک سزا کا ہی نتیجہ تھا کہ پھر کبھی شیعہ مخالفوں نے ان کی نسل کشی کی جرأت نہیں کی۔ لہٰذا خوش قسمتی سے کشمیر میں اس کے بعد پھر کبھی کوئی ایسا منحوس واقعہ رونما نہیں ہوا۔ اگر کبھی کبھار کہیں کوئی تنازعہ یا آپس میں اختلاف ہو بھی گیا تو وہ اسی علاقہ تک محدود رہا۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے جنونی واقعات کو آئینہ تاریخ میں دیکھ کر غیر مسلم ''اسلام اور مسلمانوں'' کو دہشت گردی کا لیبل لگاتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ان علماء و اہل فتویٰ پر ہے جو ایسے نازک مراحل میں عمداً چشم پوشی یا عجلت بازی کا مرتکب ہو کر ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

آج الحمد اللہ شیعوں و سنیوں میں کافی اتحاد و اتفاق پایا جاتا ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ دو بھائیوں کی طرح پیش آتے ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کشمیر کی جدوجہد آزادی میں دونوں شانہ بشانہ لڑ رہے ہیں۔ جس راہ میں دونوں نے آج تک بے مثال قربانیاں دی ہیں دونوں میں زبردست فکری ہماہنگی پائی جانے لگی ہے۔ لیکن ابھی وحدت کی راہ میں بہت مراحل طے کرنے ہیں۔ مذہبی منافرت کے عناصر نیست و نابود کرنے کے لئے ایک دوسرے کے اجتماعات میں شرکت اور ایک دوسرے کے نظریات سے متعلق تحمل و برداشت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کے موقف کو قرآن و سنت کی بنیاد پر سمجھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے اور اختلافی نقطہ نظر کو قرآنی حکم کے مطابق حکمت اور اخلاق حسنہ سے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کی دل آزاری کئے بغیر پیش آنے کا مزاج پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ بعض امن دشمن عناصر سے بھی کافی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی کشمیری سماج میں بعض افراد اپنے فکری جمود کے سبب تبلیغ کے بہانے مذہبی فسادات کو ہوا دینے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ڈوگرہ دور اور زمانہ حال سے متصل مشہور شیعہ علماء

ڈوگرہ دور (جو ایک سو ایک سال ۱۸۴۶ء تا ۱۹۴۷ء تک جاری رہا) میں حکومت کی طرف سے مذہبی آزادی کے سایہ میں مغل دور اور افغان دور کے برعکس بہت سارے شیعہ علماء کا ظہور ہوا۔ محققین ان

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سب کی تفصیل جاننے کے لیے "تاریخ شیعیان کشمیر" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم زیادہ تر مذکورہ کتاب سے ہی ان کا اجمالی تعارف پیش کرتے ہیں۔

ملاّ محمد جواد انصاری

ملاّ عالم انصاری (۸۲۰ ہجری میں سید حسین قمی کے ساتھ کشمیر آئے تھے) کی اولادوں میں سے کئی پشتوں کے بعد ملا محمد جواد پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ملاّ فضل علی تھا، جو سکھ دور میں اپنے دینی وظائف انجام دے چکے تھے اور تمام معزز اور مہذب خاندانوں کی (جن کو علم و ادب سے دلچسپی تھی اور خود بھی زیور علم سے آراستہ تھے) محبوب شخصیت رہ چکے تھے۔ ملاّ فضل علی انصاری مشہور دانشمند حکیم عظیم صاحب کے مشورہ پر تانترے پورہ سے محلہ خانقاہ سوختہ (موجودہ نواکدل سرینگر) میں سکونت پذیر ہوئے۔

ملاّ محمد جواد علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کے کشف و کرامات کے واقعات بھی زبان زد عام و خاص ہیں۔ لوگوں کو آپ کی عزت و احترام کا اتنا خیال رہتا تھا کہ لوگ اپنی دعوتوں میں آپ کے کھانے اور پینے کے برتنوں میں بھی آپ کے لئے امتیازی حیثیت قرار دیتے تھے۔

آپ نے ۱۲۸۱ ہجری میں انتقال فرمایا (۱) آپ کے جنازے کے ساتھ لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا جس میں امیر و غریب اور چھوٹے و بڑے تمام لوگ شامل تھے آپ زڈی بل بابا مزار میں مدفون ہیں۔

ملاّ عبداللہ انصاری

آپ ملاّ فضل علی کے پوتے اور مولوی محمد عباس کے فرزند تھے۔ آپ کو فارسی اور عربی میں ملکہ حاصل تھا اس کے علاوہ فلسفہ، منطق، علم قرآن، احادیث اور تاریخ اسلامی پر بھی آپ کی عمیق نظر تھی۔ ذاتی کمالات دیکھ کر مہاراجہ رنبیر سنگھ نے آپ کو سرکاری مدرسہ میں اچھی ملازمت دی۔ لیکن اسلامی تبلیغ کو عام کرنے کی وجہ سے آپ نے نوکری کو خیر آباد کہا اور مذہبی تبلیغ کے لئے پنجاب اور سندھ کا دورہ بھی کیا۔ جاگیر خیر پورہ (سندھ) کے ایک نواب خاندان نے آپ کے ہاتھ پر شیعہ مسلک اختیار کیا۔ آپ کے تبلیغی کارناموں سے جب شیعہ مخالفوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی تو زہر دے کر آپ کو شہید کر دیا (۲)

۱۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ۲ ص ۱۵۔

۲۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ۲ ص ۱۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مولوی حیدر علی انصاری

آپ مولوی مصطفےٰ علی کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی حصول کے لئے عراق چلے گئے اور وہاں حضرت آقا مرزا جیسے عظیم مجتہدوں کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ آپ کی ذہانت، فطانت، قابلیت اور صلاحیت کو دیکھ کر مرزا آقا آپ کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے اور مرزا آقا کے کہنے پر ہی دوبارہ کشمیر آئے۔

کشمیر آکر آپ نے دینی تبلیغ کے ساتھ ساتھ شیعہ سماج اور معاشرہ میں رائج توہمات اور خرافات کی بیخ کنی کی سرتوڑ کوشش کی۔ آپ نے جہالت کے قلعہ کو مسمار کرنے کے لئے قوم کو دوسرے ناعاقبت اندیش لوگوں کے برعکس مروّجہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی بہت زیادہ کوششیں کیں اور مروّجہ تعلیم کی ممنوعیت کو بے اثر ثابت کرنے کے لئے اپنے دو کمسن فرزندوں کو سرکاری مدرسہ میں داخل کیا۔

آپ اتحاد بین المسلمین بلکہ اتحاد بنی نوع انسان کے دلدادہ تھے نیز علماء اور فضلاء کی عزت و احترام کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آقا شیخ علی اصغر (اسکندر پورہ بیروہ) جب کشمیر واپس آئے تو ان کو گھر پر مہمان رکھا۔

آپ نے چند رسالے تصنیف کر کے شائع کئے جن میں ''مصابیح الکلام'' اور ''قرۃ فی تحقیق العزۃ'' قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ۱۰ رمضان ۱۳۳۳ھ میں انتقال کیا۔ جنازے میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی آپ بابا مزار زڈی بل میں آسودہ ہیں۔

آغا سید مہدی الموسوی

آغا سید مہدی کئی پشتوں کے بعد میر شمس الدین عراقی کے اولاد میں سے تھے۔ آپ موضع میر گنڈ بڈگام میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد عراق کے مجتہدین کی صحبت میں چلے گئے اور وہاں ستائیس سال تک استفادہ علوم کرتے رہے پھر آپ مجتہدین عظام عراق سے اجتہاد اور مجتہد کی سند لے کر واپس آئے (۱) آپ کے آنے پر شیعیان کشمیر نے آپ کا پرتپاک اور بے مثال

۱۔ تاریخ اقوام کشمیر جلد ۲ ص ۱۵۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

استقبال کیا۔ آپ کو اسلام کی حقیقی تڑپ تھی اسی لئے اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ دوراندیشی کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات وسیع، اعلیٰ مقاصد، ہمت بلند اور پختہ عزائم تھے۔ آپ نے شیعوں کی مذہبی حالت بہتر بنانے کے علاوہ ان کی اقتصادی اور معاشرتی حالت کو بھی سنوارنے کی بے دریغ کوششیں کیں۔

دینی امور میں آپ دیگر تمام امور کے علاوہ ''حج اور اتحاد المسلمین'' پر زبردست تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی تقاریر اور مواعظہ سے غریب طبقہ کے اذہان میں زبردست انقلاب برپا کیا جس سے سرمایہ داروں کے ایوان میں تزلزل پیدا ہوا۔ ان کو آغا سید مہدی کا یہ اقتدار کانٹوں کی طرح کھٹک رہا تھا لہٰذا آپ کو کشمیر سے جلاوطن کرنے کے لئے بادشاہ رنبیر سنگھ کے پاس ان پر عراقی حکومت کے لئے جاسوسی کرنے کا الزام لگایا۔

جب مذکورہ الزام میں وہ ناکام ہوئے تو انہوں نے مخالفت کا ایک اور آلہ کار استعمال کیا جس کے تحت انہوں نے کشمیر کے اندر اور باہر ایسا زہریلا پروپیگنڈا شروع کیا جس نے باہر کے علماء کو بھی متاثر کیا۔ ان خود خواہ افراد نے یہ افواہ پھیلا دی کہ آپ حضرت امام حسینؑ کی عزاداری اور ماتم داری کے خلاف ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سارے رسالے آغا صاحب کے خلاف لکھے گئے۔ جبکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ آقا سید مہدی عزائے حسینیؑ کے ساتھ ساتھ قران و دینیات کی معلومات اور شریعت پسندی کی جانب بھی راغب کرنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ مخالفت پر توجہ کئے بغیر چٹان کی طرح اپنے مشن پر قائم رہے اور مخالفت کی سخت اور تند آندھیاں آپ کے عزائم کو متزلزل نہ کر سکیں۔

آپ نے ۲۱ رمضان ۱۳۰۹ھ ہجری کو انتقال کیا اور بڈگام میں ہی سپرد خاک کئے گئے۔ آپ نے بہت ساری کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن میں ''منطقه الحرقی'' سب سے زیادہ مشہور ہے۔

آغا سید محمد موسوی

آغا سید مہدی کے انتقال کے بعد آغا سید محمد نے ان کے مشن کو جاری رکھا۔ بڑے اعلیٰ پایہ کے عالم و فاضل تھے۔ ایک مذہبی انجمن ''حامی الاسلام'' قائم کی تھی جس کے تحت مختلف محلوں میں دینی مدرسے جاری کئے۔ آپ نے میرگنڈ سے آکر بڈگام کو اپنا مستقر بنایا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۳۱۵ھ ہجری میں بڈگام میں امام باڑہ تعمیر کیا تھا اس کی چھت پر بہترین اور عمدہ پیپر ماشی کے تختے لگوائے۔ آغا سید محمد کا انتقال ۲۸ ماہ شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۳۱ء دوشنبہ کو ہوا۔
''جوہر ایمانی، منہاج الصّلاح، ضیاء الھدا، تمریض المشککین'' ان کی تصانیف ہیں آپ اپنے والد کے روضہ بڈگام میں مدفون ہیں۔

آغا سید علی

آپ بھی آغا سید مہدی کے فرزند تھے آپ عالم و فاضل، عابد اور بہت پرہیزگار تھے۔ گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی اور مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور دنیا سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ مکان سے باہر نہیں جاتے تھے۔ عمر بھر شادی نہیں کی ۱۳۵۶ھ ہجری میں انتقال کیا اور والد کے روضہ میں دفن کئے گئے۔

آغا سید احمد

آپ سید محمد کے بیٹے اور آیۃ اللہ سید مہدی کے پوتے تھے۔ انہوں نے ۱۳۵۲ھ ہجری میں چاڈورہ میں میر شمس الدین عراقی کے مقبرہ پر نیا روضہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد ۱۳۵۴ھ ہجری میں امام باڑہ حسن آباد کی مزید تعمیر اور مرمت کا کام انجام دیا۔ ۱۳۵۶ھ ہجری میں ''انجمن موسوی'' کی داغ بیل ڈالی۔ ۱۳۶۳ھ ہجری میں خانقاہ زڈی بل میں ''خوشحال سر'' کی طرف ڈیوڑھی تعمیر کی۔ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ ہجری کو انتقال کیا۔

آقا شیخ علی اصغر

آپ اسکندر پورہ تحصیل بیروہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عراق چلے گئے جہاں چالیس سال تک اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

آپ بڑھاپے میں وطن واپس آئے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حکیم صفدر ہمدانی کے بقول آپ کے طور طریقہ سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ (۱)

شیخ علی اصغر کے زمانے تک بدقسمتی سے شیعہ قوم اور معاشرے میں داخلی فرقہ واریت اپنے عروج پر تھی۔ چونکہ آپ موروثی اور پیشہ ور مولوی نہیں تھے۔ لہٰذا صد افسوس کہ کشمیری قوم آپ

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۱۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی عظمت ومنزلت نہ جان سکی۔ یہاں کے شیعوں نے آپ کے علم وفضل سے نہ کوئی استفادہ کیا اور نہ ہی آپ کی وہ قدر کی جس کے آپ مستحق تھے۔آپ نے ۱۳۵۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور اپنے آبائی گاؤں اسکندر پورہ میں آسودہ ہوئے۔

حاجی سید حسن رضوی

آپ سید حسین قمی کے فرزندوں میں سے تھے بڑے عالم، فاضل، عابد اور متقی تھے۔دن رات کی کثرت عبادت سے آپ کے ماتھے پر گھٹا پڑ گیا تھا۔آپ گھر پر ہی میلاد نبیؐ اور ائمہ معصومینؑ کی ولادتوں اور شہادتوں پر مجلسیں اور محفلیں برگزار کرتے تھے۔

ہر سال ماہ رمضان میں درس قرآن دیتے تھے جس میں بچے، جوان، بوڑھے سب شامل ہوتے تھے۔کشمیری زبان میں اصول دین کو منظم کیا تھا۔اس کے علاوہ ایک کتاب ''مجالس الابرار'' بھی تصنیف کی تھی جو کئی جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔آپ نے جولائی ۱۹۲۸ء میں انتقال فرمایا۔ان کے بعد آپ کا مشن سید احمد رضوی فرزند حاجی سید حسن نے آگے بڑھایا جو نہ صرف عابد بلکہ مرد مجاہد بھی تھے اور اتحاد بین المسلمین کے بڑے حامی تھے ۲۸ صفر ۱۹۶۴ھ میں انتقال فرمایا۔

آغا سید محمد موسوی

آپ ۱۳۳۹ھ ہجری میں بمقام پچھ گام تحصیل بڈگام میں پیدا ہوئے۔اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ چلے گئے اور سلطان المدارس سے صدر الافاضل کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کی ذہانت اور فطانت کو دیکھ کر اساتید نے ان کو عراق بھیجا۔وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب کشمیر واپس لوٹے تو جسمانی طاقت اور قوت نے ساتھ نہیں دیا۔اکثر صاحب فراش ہی رہے لیکن پھر بھی اپنے بھائی سید جعفر کے مدرسہ کا تعلیمی نظام بہتر بنانے کی طرف پوری توجہ مبذول کی اور مدرسہ کے نصاب کو موجودہ تقاضوں کے مطابق مقرر کرنے لگے۔مدرسہ کی نگرانی بھی اپنے ذمہ لے لی۔

ان دونوں بھائیوں (سید جعفر، سید محمد) نے اپنی زندگی اس مدرسہ کی ترقی کے لئے وقف کر دی تھی۔اس مدرسہ میں دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سید محمد نے ۱۳۷۸ھ ہجری مطابق ۱۹۴۸ عیسوی میں انتقال کیا۔ ان کے وفات کے بعد مدرسہ کی تمام ذمہ داریاں سید جعفر نے نبھائیں۔ ان کی بے لوث قربانیوں اور انتھک کوششوں سے بہت سارے دیہاتوں کے شیعہ، ابتدائی اور ضروری احکام سے اچھی طرح واقف ہونے کے ساتھ ساتھ نماز اور روزوں کے پابند ہوئے (۱) سید جعفر ۱۹۶۴ء مطابق ۱۳۸۴ھ بعارضہ سرطان کچھ مدت صاحب فراش رہ کر انتقال کر گئے (۲)

ملا شیخ عبدالعلی

آپ ملا شیخ محمد حسین (متوفی ۱۳۴۸ھ) ساکن زڈی بل کے فرزند تھے۔ والد کی وفات کے بعد عبدالعلی کمسن تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جب عراق میں ۱۵ برس تحصیل علم کے بعد لوٹے تو اس وقت ان کے ابن عم شیخ محمد ہادی امامیہ سکول میں زیر تعلیم تھے جو چھ ماہ کے سن میں یتیم ہو گئے تھے اس لئے اب ان کی تعلیم و تربیت کی بھی ذمہ داری بھی آپ پر ہی تھی۔ آپ کے خاندان کے ایک بزرگ بلتستان میں پہلے ہی سے دینی مشن چلا رہے تھے۔ اس لئے آپ نے بلتستان، لداخ، یارقند اور سکیانگ کی منڈیوں سے خام پشمینہ، نمدے، قالیچے کشمیر لا کر اور یہاں سے شال، دوسے لے جا کر تجارت شروع کی، موسم گرما عموماً وہی گزارتے تھے۔

یہ تجارتی سفر اور حضران علاقوں میں تبلیغ کا اچھا ذریعہ بن گیا۔ مومنین کے درمیان تبلیغ کے علاوہ آپ لداخ کی بدھ برادری کو بھی دعوت اسلام دیتے تھے۔ اس دوران انہوں نے شیخ محمد ہادی کو سلطان المدارس لکھنؤ کے علاوہ عراق بھی حصول تعلیم کے لئے بھیجا۔

۱۸۸۹ء میں شیعیان کشمیر دو متضاد گروہوں میں بٹ جانے کی وجہ سے ملا شیخ عبدالعلی کے لئے یہاں تبلیغ کے اجتماعی مواقع مسدود ہو گئے۔ البتہ اس دوران موسم سرما کے چند ماہ کے دوران اسکردو اور کرگل کے متعدد طلاب ان کے پاس آ کر استفادہ کرتے تھے۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۲۴۴۔
۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۱۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مولانا شیخ محمد ہادی تحصیل علم کے بعد جب ۱۹۳۶ء میں وطن لوٹے تو برادرعم وسر پرست ملاّ عبدالعلی کی بیشتر تجارتی ذمہ داری خود ہی سنبھالی۔ کیونکہ آپ نے اپنے سرپرست کو بہت دلبر داشتہ پایا جس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ۱۹۳۶ء میں سرینگر میں ''انجمن بہبودی شیعیان کشمیر'' قائم ہوئی تھی۔ جس نے گروہ بندی کے بڑھتے ہوئے منفی اثرات سے ملت شیعہ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں ملاّ شیخ عبدالعلی سے کی طرف رجوع کیا تا کہ اس سلسلہ میں ان سے کچھ راہنمائی حاصل کریں۔ انہوں نے شہر کی چند مساجد (شیعہ) میں نماز جماعت قائم کرنے کا اہتمام بھی کیا تھا اور مراجع وقت سے رابطہ کے بعد مسجد حاجی عید علمگری بازار سرینگر میں باضابطہ نماز جمعہ قائم کی۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دونوں فرقوں کے حامیوں نے آپ کو گوشہ نشینی پر مجبور کیا (۱) جس کی وجہ سے بہت کم لوگوں کو اس بزرگ عالم دین کی وعظ و تبلیغ سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ آپ قضایا کا فیصلہ بڑی خوش اسلوبی سے کرتے تھے اور مقامی کرگلی طلاب کو درس دیتے رہتے تھے (۲)

یکم محرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء کو آپ نے دل کے عارضہ سے وفات پائی۔ بابا مقبرہ زڈی بل میں دفن ہیں۔

آغا سید عبدالرسول رضوی

آپ نابدی پورہ زڈی بل کے معروف رضوی سادات کے ایک گھرانے سے تعلق رکھتے تھے والد کا نام سید علی رضوی تھا۔ علوم اسلامی کے مقدمات نواکدل سرینگر میں انصاری خاندان کے اساتید سے حاصل کئے۔ ۱۳۱۷ھ میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حوزہ علمیہ نجف گئے۔ اور وہاں حوزہ علمیہ کے عظیم مجتہد العصر آیۃ اللہ بروجردی اور سید حسین قمی سے خصوصی استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ ۱۳۲۷ھ میں لوٹ کر تبلیغی مجالس کے انعقاد کرنے کی کوشش کی۔ علاقہ میں شدید گروہ بندی کی وجہ سے آپ نے وادی سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ چینی ترکستان کے مشہور شہر یارقند میں کشمیر کے ایک متدین

۱۔ چودھویں صدی ص ۴۴ نیز غروب آفتاب ۱۵۔
۲۔ غروب آفتاب ۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تاجر حاجی تراب شاہ نامی تھے ان کی استدعاء پر تجارتی امور کی نگرانی کے ساتھ دعوت تبلیغ کے لئے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ اس سفر کا ابتدائی پڑاؤ ''لداخ'' تھا۔ وہاں کچھ مدت قیام کر کے تبلیغ کی۔ پھر وہاں سے شادی کر کے چند برس بعد یارقند چلے گئے۔

وہاں آپ ۱۵ برس رہے پھر لداخ واپس آ کر مومنین کے اصرار پر چھچھوت گونگما لہہ کو مستقر بنایا اور آخری دم تک وہیں رہے۔ درمیان میں کبھی کبھی وادی کشمیر آ کر واپس چلے جاتے تھے، لداخ میں شیعوں کے اندر (جو دراصل بدھ مت سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے) بہت سی دیرینہ رسومات اور خرافات رائج تھیں ان کی اصلاح میں اہم رول ادا کیا۔

آپ آیۃ اللہ بروجردی اور آیۃ اللہ محسن الحکیم کی طرف سے یہاں وکیل بھی تھے۔ ۸۰ برس کی عمر میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ کو چھچھوت میں وفات پائی۔ مسجد و امام بارگاہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ مرحوم کے فرزند اکبر آقا سید محمد رضوی ہیں، جو اتحاد اسلامی اور انقلاب اسلامی ایران پر گہری فکر و نظر رکھتے تھے (۱)

آغا سید محمد یوسف الموسوی

آپ آغا سید محمد الموسوی کے فرزند تھے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں عراق چلے گئے اور نجف اشرف میں بڑے بڑے مجتہدوں سے دینی علوم حاصل کئے۔ آپ کے علوم دینی کے سلسلے میں ان علمائے کرام کے اجازات و اسناد ''ایقاظ العباد'' میں شامل ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ کتابوں کے علاوہ آغا صاحب نے بہت اعلیٰ اور تحقیقی مضامین بھی لکھے ہیں جو ''الارشاد'' میں شائع ہوئے ہیں (۲)

آغا صاحب عبادت گزار، صاحب اذکار، خوددار اور خوش رفتار تھے۔ آپ کی تحریر خوش نما اور عبارت عمیق ہوتی تھی۔ بڑے بڑے سیاسی لیڈر آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے لیکن آپ ان

۱۔ اقتباس از مخطوط، مرتبہ غلام علی گلزار۔

۲۔ مقدمہ بہارستان شاہی، مرتبہ ڈاکٹر اکبر حیدری ص ۱۰۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔آپ وعظ ونصیحت میں مصلحت بینی سے کام نہیں لیتے تھے۔عزائے حسینؑ کے ساتھ ساتھ دینی مسائل جاننے اوران پر عمل کرنے کی بہت تاکید کرتے تھے(۱)

بڈگام اور بارہمولہ کے وسیع علاقوں میں پنڈتوں کی زرعی اراضی پھیلی ہوئی تھی سرکار نے جب وہ زمین کاشت کاروں کو دلائی تو آغا صاحب نے ان کے مالکان سے شرعاً رضامندی حاصل کرنے کی تحریک وترغیب دی(۲) بلاتفریق مذہب ومسلک آپ کی قضاوت عادلانہ ہوتی تھی لوگ آپ کے پاس امانتیں بھی رکھتے تھے۔

آغا صاحب کو رہبر انقلاب حضرت امام خمینیؒ سے خاص مراسم تھے۔انقلاب اسلامی کے بعد آپ انقلاب کے بڑے حامی تھے۔جس کو کشمیر میں متعارف کروانے میں آپ نے کلیدی رول ادا کیا۔وسط ۱۹۸۲ء میں آپ کا انتقال ہوا،روضہ بڈگام میں مدفون ہیں۔

علامہ شیخ ہادی غروی

آپ کے والد کا نام ملا شیخ مہدی تھا جن کا عین جوانی میں (۲۸ سال) میں انتقال ہوگیا تھا۔شیخ محمد ہادی اس وقت صرف چھ مہینے کے تھے(۳) اس لئے ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کے چچا ملا شیخ حسین اور ابن عم عبدالعلی کے کاندھوں پر آئی۔ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ سلطان المدارس میں داخلہ لیا جہاں چند برس تحصیل علم کے بعد نجف چلے گئے۔سات سال تک وہاں بھی جید علماء منجملہ آیۃ اللہ اصفہانی سے استفادہ کیا۔

اوائل ۱۹۳۶ء میں وطن واپس آئے علم کلام کے دقیق بحوث اور شرح نہج البلاغہ پر گہری نظر تھی۔ فقہ کے دقیق مسائل کے سلسلے میں علمائے وقت بھی آپ سے رجوع کرتے تھے۔اس کے علاوہ مراجع ورجید علماء شیعہ سے بھی آپ کے علمی روابط تھے۔اصول عقائد پر مشہور کتاب ''شرح نکتہ الاعتقادیہ'' کی جدید تدوین وتشریح لکھی۔لیکن فرقہ واری کا بازار گرم ہونے کی وجہ سے شیعیان کشمیر اس عظیم

۱۔آغا صاحب نے شیعہ قوم کے تئیں جو سیاسی اور دینی خدمات انجام دی ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے لئے چھٹی فصل میں ''شیعوں کی سیاسی تنظیمیں'' نیز ''شیعوں کی دینی تنظیمیں'' کے ضمن میں ''انجمن شرعی شیعیان'' کی طرف رجوع کریں۔

۲۔اقتباس از مخطوطہ غلام علی گلزار۔

۳۔غروب آفتاب ص۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جوہر کے وجود سے مناسب استفادہ نہیں کر سکے۔ پڑھا لکھا طبقہ ہی آپ سے زیادہ مانوس تھا۔ ۲ شوال ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء کو وفات پائی۔ شیعہ و سنی دانشمندوں اور علماء نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا (۱)

آغا سید مصطفےٰ الموسوی صفوی بڈگام

آپ کی ولادت بڈگام کے ایک مذہبی اور دینی خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام آغا سید احمد تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد اور دیگر بزرگوں سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدارج عالیہ کے لئے عراق کی سرزمین کا رخ کیا جہاں کئی سال تک اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء اور مجتہدین سے استفادہ کیا۔

آغا صاحب شرافت کے پیکر تھے۔ دوست اور دشمن، اپنے اور غیر آپ کے تقوی بزرگی، فضیلت، سیادت، حسن تدبیر، سلامت طبع، دیانتداری اور سچائی کے معترف تھے،۔ کشمیر کے امراء، روٴسا، حکام بلاتمیز مذہب و ملت سبھی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

آغا صاحب مادی دنیا سے سخت بیزار تھے۔ ہمیشہ خدا اور ائمہ معصومین (علیہم السلام) کے اسوہ حسنہ پر چلتے رہے اور کشمیری قوم کو ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کا درس دیا کرتے تھے، منبر پر براجمان ہوکر ہر وقت آیہ "واعتصموا بحبل الله جمیعا و لا تفرقوا" کو دہرایا کرتے تھے۔

آغا صاحب انقلاب اسلامی ایران کے بڑے حامی تھے،۔ انقلاب کے قائدین کے ساتھ آپ کے گہرے تعلقات تھے اور صحیح معنوں میں کشمیر میں انقلاب کی ترجمانی کی۔ حضرت آیۃ اللہ العظمی اراکیؒ کے بعد رہبر انقلاب اور ولی امر مسلمین "حضرت آیۃ العظمی خامنہ ای (مدظلہ العالی) کو کشمیر میں مرجع تقلید متعارف کرانے میں کلیدی کردار نبھایا۔

قمہ زنی سے متعلق رہبر انقلاب "امام خامنہ ای" کے روشن اور واضح فتویٰ کو کشمیر کے بعض شیعہ علماء نے سیاسی وجوہات کی بناء پر نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ ولایت فقیہ کے حدود و اختیارات کے خلاف بر سر منبر محاذ آرائیاں قائم کیں۔ لیکن مرحوم آغا صاحب نے ولی امر مسلمین کی اطاعت کے لئے ایک

ا۔ ایضا۔ نیز اقتباس از مخطوطہ، غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اہم اور کلیدی رول ادا کیا۔انہوں نے واضح کیا کہ ولایت فقیہ مسلک شیعہ کی بنیادی شناخت ہے اور ہر حال میں ولی امر کی اطاعت واجب اور ناگزیر عمل ہے اور ولی امر کی اطاعت کے بغیر دین و ایمان ناقص ہے۔

آپ کو زندگی میں دو جوان فرزندوں کا داغ مفارقت بھی دیکھنا پڑا، جن میں ایک برجستہ عالم دین آقا سید حسین موسوی تھے۔ جو انقلابی فکر رکھنے کے ساتھ ساتھ اتحاد بین الشیعہ واتحاد بین المسلمین کے بڑے علمبردار تھے۔ جنہوں نے اپنے انقلابی خطبات سے ہر ایک اپنا گرویدہ بنا دیا تھا۔

بہرحال آغا سید مصطفےٰ الموسوی نے ۲۱ اگست ۲۰۰۲ء عیسوی کو داعی حق کو لبیک کہا۔ جنازہ میں دو لاکھ سے زائد لوگوں نے شرکت کی (۱) بڈگام روضہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

مولانا مصطفےٰ حسین انصاری

آپ کی ولادت ۲۱ مارچ ۱۹۴۵ء میں ہوئی آپ کے والد مولانا حسن علی انصاری تھے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ مروّجہ ابتدائی تعلیم مقامی تعلیمی ادارے سے حاصل کی۔ اس کے بعد مزید اسلامی تعلیم کے لئے لکھنؤ چلے گئے ۱۹۶۴ء میں عراق کے شہر نجف اشرف چلے گئے جہاں بزرگ علمائے دین اور اساتید سے کسب فیض کیا۔ علم فقہ، اصول فقہ، تفسیر، تاریخ، فلسفہ اور دیگر اسلامی علوم کے زیورات سے آراستہ ہو کر روحانی پیشوائی کی صف میں قدم رکھا۔

مولانا نے اپنے زندگی کا لگ بھگ تمام وقت تبلیغ وترویج دین میں صرف کیا۔ تبلیغی نقطہ نظر سے آپ میں کافی صلاحیتیں موجود تھیں۔ مولانا کے خاص طرز بیان اور طرز ادا سے دوست تو کیا دشمن بھی گرویدہ تھے۔

مولانا نے اپنی زندگی کا کافی وقت علمی کاموں کے لئے خلوص نیت کے ساتھ وقف کر رکھا تھا۔ انہوں نے تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابیں تحریر فرمائیں۔ جن میں آفتاب نبوت، کروٹ، انتقام، المیزان، مجرم، تفسیر منہاج القرآن جلد اول و دوم، رخت سفر قابل ذکر

۱۔روزنامہ، الصفا اگست ۲۰۰۲ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہیں۔آپ نے قرآن مجید کے بعض سوروں کا منظوم کشمیری ترجمہ بھی کیا ہے۔اس کے علاوہ ماہنامہ ''سفینہ'' کے لئے کافی تعداد میں فکر انگیز مضامین بھی تحریر کئے۔

مولانا صاحب علمی و تبلیغی کاموں کے ساتھ ساتھ سیاسی محاذ پر بھی مصروف رہے ہیں اور کئی بار انجمن اتحاد المسلمین جموں و کشمیر کے صدارت کے عہدے پر بھی فائز ہوئے۔ ۲۷ اپریل ۲۰۰۶ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ کو داعی حق کی ندا پر لبیک کہہ کر معبود حقیقی سے جا ملے۔

مولانا مصطفے سے پہلے بھی شیعیان کشمیر کے بعض جید علماء گزرے ہیں۔جن کی سوانح حیات اس کتاب کی اشاعت تک ہم تک نہیں پہنچ سکی لہٰذا ان کا تفصیلی ذکر کرنے سے ہم قاصر ہیں۔تفصیلات موصول ہونے کی صورت میں انشاءاللہ نئی ایڈیشن میں ان کا تذکرہ بھی مفصل طور ذکر کیا جائے گا۔ان علماء میں سید صادق حسین رضوی رکھ شالنہ ٹینگن، سید قاسم موسوی چھتر گام، شیخ مہدی خندہ، سید حسین موسوی بڈگام، سید ابوالحسن اور مولانا حکیم جلال الدین غازی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱)

ڈوگرہ دور میں شیعہ شعراء

لامع

مرزا لامع منشی نظام الدین کے فرزند اور منشی نظام الدین عبدالحکیم ساطع کے پوتے تھے۔مرزا لامع محلّہ چنکرال محلّہ حبہ کدل میں سکونت کرتے تھے۔

اچھے شعر کہتے تھے اور پھر مہاراجہ گلاب سنگھ اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار میں شعر پڑھ کر ان کی طرف سے عزت واحترام، انعامات اور خلعت حاصل کرتے تھے۔

مرزا کے اشعار دست برد زمانہ میں محفوظ نہ رہ سکے۔ان کے کلام کے جو نسخے یا بیاضیں موجود تھیں وہ ان کے بیٹے مرزا محمد علی کے انتقال کے بعد سب ضایع ہوگئیں۔

---

(۱) یہاں پر اگر کسی عالم دین کا نام یا تذکرہ ہم سے رہ گیا ہو تو ہم ان کے ورثاء سے معذرت خواہ ہیں۔البتہ ان سے گذارش کی جاتی ہے کہ مدنظر عالم دین کی سوانح حیات تحریری شکل میں ہم تک پہنچائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کو کتاب میں درج کیا جاسکے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حبیب

آپ کا نام حکیم حبیب اللہ اور تخلص حبیبؔ تھا۔ بابا پورہ حبہ کدل میں پیدا ہوئے کشمیر میں سرکاری تعلیم سے فارغ ہو کر مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور گئے۔ لاہور میں ہی غزلوں، نظموں اور اشعار کی ایک بیاض تیار کی جو حکیم صفدر ہمدانی صاحب کے بقول حکیم حیدر علی کے پاس تھی۔ لیکن ۱۹۲۲ء میں ان کے مکان کو آگ لگنے سے یہ بیاض بھی نذر آتش ہوگئی۔

آپ نے فارسی کے علاوہ عربی اردو اور کشمیری میں بھی شعر کہے اس کے علاوہ حبیب مرثیہ بھی کہتے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۲ھ میں انتقال کیا اور آبائی مقبرہ حسن آباد میں مدفون ہیں۔

ان کے علاوہ دو مشہور شعراء بلتستان علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کے نام ''ذاکر'' اور ''محب'' تھے۔ دونوں نے بلتی زبان میں قصیدے اور مرثیے بھی کہے (۱)

سکھ دور اور ڈوگرہ دور میں مرثیہ نگاری کا عروج

کشمیری زبان میں فن مرثیہ ادبی اعتبار سے کسی بھی صنف سے کمتر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیوں کی بنیاد پر کشمیری مرثیوں کا گراں قدر ذخیرہ بین الاقوامی ادبی سرمایہ کے ہم پلہ ہے کیونکہ اس میں وہ تمام کی تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو کسی بھی صنف کو عالمگیر شہرت پانے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ خصوصاً فنی محاسن کے اعتبار سے کشمیری مرثیہ نگاری کی دنیائے ادب میں کوئی نظیر نہیں ہے۔

یہاں کے شاعروں اور مرثیہ نگاروں کے سامنے عربی اور فارسی مرثیوں کے اعلیٰ نمونے موجود تھے جن کی انہوں نے ابتدائی دور میں بہت حد تک پیروی کی۔ مگر آگے چل کر انہوں نے اپنی خداداد ذہانت اور فطانت سے مرثیوں کا ایک نیا اور نرالا طریقہ ایجاد کیا جو صرف کشمیری زبانوں سے تعلق رکھتا ہے، مضمون نگاری علم وادب کی خوبیوں، طرز وطریقہ اور اوزان کے اعتبار سے یہ اپنی آپ مثال ہے۔

موجودہ کشمیری مرثیہ کا دور سکھ حکومت کی ابتدا سے شروع ہو کر ڈوگرہ حکمران مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد حکومت میں ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں یہ فن اوج کمال اور ترقی کے آخری منزل پر پہنچا ہوا تھا۔ اس نئی طرز کے موجد خواجہ حسین میر ہیں، جب کہ حکیم عظیم نے اس فن کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔

ا۔ مکتوب دستاویز غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہر مرثیہ کا الگ الگ اپنا نام ہے اور ہر مرثیہ کے کئی بند ہیں جن کو کشمیری اصطلاح میں چھیر (فصل) کہتے ہیں۔ ابتدائی بند میں جس کو ''حمد'' کہتے ہیں شاعر خداوند عالم کی حمد وثنا کے علاوہ اپنے گناہوں کا استغفار کرتا ہے۔ دوسرے حصّے کو نعت کہتے ہیں جس میں پیغمبر حضرت محمد مصطفیؐ کے فضائل ومناقب بیان کیے جاتے ہیں تیسرے حصّے "مدح" میں اہل بیت پیغمبرؐ کے کمالات اور سیرت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد والے حصّے میں آل رسولؐ پر پڑے مصائب، خاص کر کربلا کے مصائب کا ذکر ہوتا ہے۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر ایک مرثیہ نام، وزن، قافیہ، ترکیب اور واقعات کے اعتبار سے دوسرے مرثیہ سے جدا اور مختلف ہوتا ہے۔ کسی کے مرثیہ کا ہم وزن اور ہم نام مرثیہ رکھنا معیوب سمجھا جاتا ہے اور آج تک کسی نے ایسی جرأت نہیں کی۔

شہادت کربلا کے واقعات تاریخی اعتبار سے متفق علیہ ہیں۔ مگر ان شعراء نے ان واقعات کو یوں بیان کیا کہ گویا کہیں کہیں مختلف ہیں۔ مرثیوں میں یہ قاعدہ ہے کہ مرثیہ کے نام کے مطابق اس میں معلومات، تلمیحات، تشریحات، محاورات، واقعات اور مصائب بیان کیے جائیں۔ بند برخاست سے شروع ہوتا ہے اور نشست پر ختم ہوتا ہے اس طرح شروع میں آواز کی لہر اونچی ہوتی ہے آخر تک پہنچتے پہنچتے خفیف ہو جاتی ہے۔

جب کوئی شاعر مرثیہ تیار کرتا تھا تو وہ اس مرثیہ کو کسی ذاکر کے نام سے منسوب کرتا تھا پھر دوسرا شخص کسی بھی حالت میں اس مرثیہ کو ان کے یہاں نہیں پڑھ سکتا ہے۔ اگر کبھی کسی نے اس قانون کی خلاف ورزی کی تو آپسی لڑائی کے علاوہ بات قضیہ تک بھی پہنچی ہے۔

کشمیر میں عمومی مرثیوں کے علاوہ اور دو قسمیں ہیں جن کو ''روان'' اور ''وان'' کہتے ہیں۔ ان دونوں میں حمد نعت کا بند نہیں ہوتا ہے یہ عام مرثیوں سے قدرے آسان ہیں۔ اسی لئے نو آزمودہ ذاکر ''روان'' اور ''وان'' پڑھنے سے ذاکری کی مشق شروع کرتا ہے۔

بہر حال کشمیری مرثیوں کے علمی، ادبی اور فنی خوبیوں کا اندازہ اس وقت لگایا جا سکتا ہے جب پورے مرثیہ کا مطالعہ کیا جائے۔ ذیل میں مرثیہ سنگ کے ایک دو اشعار درج کیے جاتے ہیں جس سے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قارئین کو کشمیری مرثیوں کی کچھ خصوصیات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کشمیری مرثیوں میں ایک مرثیہ کا نام ''سنگ'' ہے۔ اس میں مرثیہ نگار امام حسینؑ کے مصائب کے سلسلہ میں جناب سکینہؑ کے حوالے سے کہتا ہے کہ:۔

''یدوے سنگ تراش کنہ چھوڑ ٹانئی، سوہ گرِہ گرِہ تروان تتھ پیٹھ آبچ دارے، ژھنہ یوتھ وارے''
''ژِہ سنگ دِلو سرژو ٹھئے آب منگانئی، چیون العطش وچھیتھ آب گے ناہ خنجرچ درائے کورھیم مارے''

یعنی ''حضرت سکینہؑ اپنے باپ امام حسینؑ کی نعش مبارک دیکھ کر بین کرتی ہوئی کہتی ہے کہ اگر سنگ تراش بھی پتھر کو کاٹتا ہے تو وہ اس پر برابر اور ساتھ ساتھ پانی کی دھار ڈالتا رہتا ہے تاکہ آسانی کے ساتھ کٹ جائے۔ لیکن کتنا ہی افسوس ہے کہ ظالموں نے تیرا سر مبارک اس حالت میں کاٹا جبکہ تو پانی مانگ رہا تھا۔ تمہاری پیاس کی شدت دیکھ کر کیا تلوار کی وہ دھار شرمندہ نہیں ہوئی جس نے تیرا سر بدن سے جدا کیا؟'' (ایک مصرعہ میں آب بہ معنی پانی، دوسرے میں بہ معنی شرمندگی مستعمل ہوا ہے)

ڈوگرہ دور کے مرثیہ نگار(۱)

خواجہ حسین میر

آپ موضع ''ہبک ماگام'' کے رہنے والے تھے گاؤں میں ہی قرآن پڑھا پھر احمد پورہ (دینی مکتب) میں دینی تعلیم حاصل کی۔ پیشہ سے زمیندار تھے لیکن غربت میں زندگی گزاری۔ گوبر کی بوریاں کاندھوں پر سرینگر لاتے تھے اور اس کے ذریعے سے گذر بسر کرتے تھے۔

ذاتی صلاحیت اور شاعرانہ مہارت کی وجہ سے حکیم عظیم بابا پورہ حبہ کدل کے ساتھ ان کے کافی تعلقات بڑھ گئے تھے۔ بابا پورہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا پھر جنازہ کو ہبک لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔ آپ مرثیہ گوئی کے موجودہ پن کے موجد ہیں، آپ نے جو مرثیہ کہے ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

''آئینہ، اسم اللہ، ہما، رمل، چاند، کمان، حق نوا، معرفت، خوش نوا، جواہر، سروحدت، غلات ونعمات''

۱۔ مرثیہ نگاروں پر تحقیق میسر نہ ہوجانے کی وجہ سے ان کے متعلق تقریباً یہ تمام معلومات حکیم صفدر ہمدانی صاحب کی کتاب ''تاریخ شیعیان کشمیر'' سے درج کی جارہی ہیں۔ البتہ یہ خوش آئندہ بات ہے اس وقت جناب شاہد بڈگامی صاحب ☜

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حکیم عظیم

آپ حکیم جواد کے فرزند تھے حکمت و طبابت کا فن اپنے والد سے سیکھا جو اپنے وقت کے نہایت ہی باکمال حکیم اور جید عالم تھے۔ آپ کو حکمت کے علاوہ نجوم، رمل اور دیگر علوم میں بھی عالمانہ کمال حاصل تھا۔ علوم وفنون، ذہن و ذکاوت اور فہم و فراست کے باعث آپ کو وقت کا ''بوعلی سینا'' تصور کیا جاتا تھا۔ آپ کے خاندان کے سبھی افراد ماہر علوم وفنون ہونے کے پیش نظر بابا پورہ کو ''یونان کشمیر'' کہا جاتا تھا۔ (۱) بابا پورہ کو شیعیان کشمیر کے تمدن اور تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان کی ذاتی قابلیت اور صلاحیت دیکھ کر ان کو شاہی طبیب کے علاوہ اپنا مشیر مقرر کیا حکومت میں اتنا بڑا رتبہ پانے کے باوجود حکیم عظیم دنیا کے ہو کر نہ رہے۔ حد درجہ عابد، زاہد اور پارسا تھے ہمیشہ پچھلے پہر اٹھنا اور دن چڑھنے تک عبادت میں مصروف رہنا آپ کا وظیفہ حیات تھا۔

خواجہ حسین میر کی صحبت سے ان کو مرثیہ نگاری کا شوق پیدا ہوا اور اس فن کو معراج تک پہنچایا۔

یہ مضامین آپ کے ہی ہیں:۔

''مدرسہ المعروف کتاب، شیر، اسد، روح، خواب، ہوا، چاہ، در، کبوتر، اخوت، طوبی، زنجیر، خیمہ، تسبیح، لشکر، کاسہ، پیری، صرافی، موسیٰ، آفتاب، سفر، کوہ، سال وماہ، نمک وغیرہ''

انتقال سے پہلے ہی اپنے موت کی تاریخ اور وقت کی خبر دی تھی ۔سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں انتقال کیا۔

منشی محمد یوسف و منشی مصطفیٰ علی

دونوں آپس میں چچیرے بھائی تھے۔ محلّہ بابا پورہ حبہ کدل میں ایک ہی گھرانے میں رہتے تھے دونوں نے اکثر مرثیہ اکٹھے کہے ہیں۔

منشی محمد یوسف کو لداخ میں طبابت کی نوکری بھی ملی تھی لیکن اسے ترک کر دیا تھا جس وقت مصائب کربلا بیان کرتے تھے آنکھوں سے آنسوں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ شاعر کے علاوہ ذاکر بھی تھے ۱۳۰۱ھ میں انتقال کیا۔

ہ اور جناب ساجد مقبول صاحب بڑی محنت سے مرثیہ نگاروں پر کام کر رہے ہیں۔ توقع ہے کہ وہ اپنی تحقیقوں کو منظر عام پر لائیں تاکہ ہر کوئی بنحو احسن ان سے استفادہ کر سکے۔ اسی طرح کتاب میں درج حکماء کے متعلق معلومات بھی مذکورہ کتاب سے ہی درج کی جارہی ہیں۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ۲۴۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

منشی مصطفیٰ سرکاری مدرسہ میں معلم تھے۔مرثیہ گو کے علاوہ اعلیٰ پایہ کے خوشنویس تھے ۱۳۱۴ھ میں انتقال کیا۔اپنے آبائی مقبرہ حسن آباد میں مدفون ہوئے۔

ان کے بعض مضامین کے نام یہ ہیں:۔

''لالہ، پر وبال، انار، دولت، انشاء، ثمن، موسیقی، وعظ، تاک، ظرف، زراعت، عروق، طبابت، طور سینا، راہ، گورے، کہف، عروس، گوہر، قیامت، سحر، سلیمان، خلیل، شست شو، طوطی، ناخن، سرور، قیامت، صبر، بیاض، شیشہ، خانہ، عیسیٰ، چشمہ، انگشتری اور ثمر''

شاہ محمد

آپ بھی محلّہ باباپورہ سرینگر میں رہتے تھے۔منشی محمد یوسف کے چچیرے بھائی تھے اور حکیم عظیم کے ہمعصر تھے۔عمر کے آخری دور میں آپ لکھنؤ چلے گئے اور وہی سکونت اختیار کی آپ کے مراثی یہ ہیں:۔

''کعبہ، معراج، شب وروز، خیمہ، لباس، سلاح''

حکیم عبداللہ

آپ حکیم عظیم کے بھتیجے تھے۔علم طب بھی ان ہی سے سیکھا حکیم عظیم کے بعد مرثیہ گوئی کی طرف توجہ دی۔

آپ کے مراثی یہ ہیں:۔

''خاموشی، طاؤس، قد، کفرواسلام، دزدی، خاکستر، جراحت، مرگ، گوش، نرگس، نردبان، شاعری، شہر، رشک، پشت، رشتہ، مرگ، مشک''

منشی صفدر

آپ چنگرال محلّہ حبہ کدل میں رہتے تھے اور بچپن ہی میں والدین کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے تھے۔مرزا ابوالقاسم کی صحبت سے کشمیری مرثیہ کہنے کا شوق پیدا ہوا۔چونکہ طبیعت موزون تھی اس لئے بہت ہی کم عرصہ میں کشمیری مرثیہ نگاروں میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔آپ کے مراثی میں وہ کشش، جاذبیت اور تاثیر ہے جو دوسرے شاعر کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہے۔

آپ عین شباب میں انتقال کر گئے۔شاہان اودھ کے دربار میں آپ کا خاص مقام دیکھ کر اکثر اہل دربار جل رہے تھے لہٰذا ان میں سے کسی نے آپ کو نوکر کے ذریعے زہر دلوا کر قتل کر دیا۔اس وقت

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپکی عمر تیس سال سے کم تھی۔

آپ کے مراثی حسب ذیل ہیں۔ ''بے نقطہ، مو، سنگ، سکندر، کیمیا، شمشیر، دل، عرش''

حاجی مرزا ابوالقاسم

آپ موضع گنڈ خواجہ قاسم کے رہنے والے تھے۔ احمد پور (جو سکھ دور اور ڈوگرہ دور میں شیعوں کا علمی مرکز تھا) میں ابتدائی تعلیم حاصل کی آپ بہت ہی آسودہ حال تھے۔ اپنے مکان کے سامنے ایک امام باڑہ بھی تعمیر کروایا۔

آپ نے چند شر پسند افراد کی اذیت رسانی کی وجہ سے کشمیر سے لکھنؤ ہجرت کی اور وہاں شاہان اودھ کے یہاں ملازمت اختیار کی۔ آپ سفر اور حضر میں مرثیہ لکھتے رہے۔ یہاں سے آپ نے حج بیت اللہ اور زیارت معصومینؑ کرنے کے لئے مکہ اور عراق کا سفر کیا۔ دوران سفر بھی مرثیہ نگاری میں مشغول رہے آخر کار کربلائے معلیٰ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ کشمیری مرثیہ نگاروں میں آپ نے سب سے زیادہ مراثی لکھے ہیں جو معلوماتی اور دلسوز کے جواہر سے مالا مال ہیں ان میں بعض حسب ذیل ہیں:۔

''جہاز، چار فصل، دیوان شہر، ماہی، کاہ وزن، گنج شہدا، شمع سخن آفرین، باعث من فی قبور، جہنم، اجتہاد، نفل، حج، کلائی، پردہ، آسیا، مالک یوم الدین، دافع البلا، اصول دین، جفر، بہشت، علوم، حکمت، مسجد، کاغذگری رمضان، فدک، نماز، کوہ، ستارہ، دُعا، عرش، سخن آفرین، صحافی، میراث، وغیرہ''

خواجہ دائم

آپ موضع ''نولر'' میں پیدا ہوئے اور پیشہ کے اعتبار سے تیلی تھے۔ احمد پورہ ہی میں تعلیم حاصل کی چونکہ تیلی (۱) تھے لہٰذا سرینگر کے شاعروں نے ان کے مرثیوں کے متعلق طنزاً یہ کہا کہ ان کے مرثیوں میں تیل کی بو (کشمیری میں تیلہ کراٹھ) آتی ہے۔ آپ نے ''قدر و جلال'' مرثیہ میں ان کا دندان شکن جواب دے کر سب کو نادم و پشیمان کیا۔ مذکورہ مرثیہ میں ''حمد'' اس برخاست سے شروع ہوتی ہے:۔ ''حسب تہ نسب چھنہ بکار بار خدایا۔ اتہ شوبہ بندن بندگری بے نیازا''

۱۔ تیلی اس شخص کو کہتے ہیں جو بیلوں کی مدد سے سرسوں سے تیل نکالتا ہے قدیم زمانہ میں یہ فن بہت رائج تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ بہت نیک اور پارسا تھے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر عمر میں کربلائے معلیٰ زیارت حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کے لئے گئے اور وہیں انتقال کر گئے۔ آپ کا کلام سادہ اور متین ہوتا تھا آپ کے مراثی مندرجہ ذیل ہیں:۔

''شان اللہ، معبود، ماہ رمضان، احسان خدا، حمد وسپاس، قدر وجلال''

خواجہ باقر

آپ گنڈ خواجہ قاسم کے رہنے والے تھے اور خواجہ حسین میر کے بھانجے تھے احمد پورہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ سرینگر کے کسی شاعر نے ان کو بھی مذاق اڑاتے کہا کہ گنوار (دیہاتی) کو مرثیوں سے کیا لینا دینا؟ آپ نے مرثیہ قاضی میں اس کا جواب دے کر تمام سرینگر کے شعرا کو داد دینے پر مجبور کیا۔ آپ کے مراثی میں سے بعض یہ ہیں:۔

''بجل، فاتح ابواب، الفت ومعرفت، اللہ اکبر، غلات ونعمات، مصباح، نوروزی، شہد وشاہد، شفا، شکر، تعویذ، حق، قدرت، خاصہ الحباب، دل مجنون، قاضی، خوش نوا، زینت وغیرہ''

حکیم حبیب اللہ

آپ کا نام حکیم حبیب اور تخلص حبیب تھا اور حکیم عظیم کے پوتے تھے۔ بابا پورہ حبہ کدل میں پیدا ہوئے اور محلّہ میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر سرکاری مدرسہ میں کچھ مدت گزار کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر اپنے محلّہ میں ایک مکتب کھولا جہاں لڑکوں کو اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم دیتے تھے۔

آپ نے نہ صرف مرثیہ نگاری میں اپنی طبع کی جولانیاں دکھائیں بلکہ فارسی، عربی اردو اور کشمیری زبان میں مختلف موضوعات پر اشعار اور نظمیں لکھیں۔ اگر ان کا سارا کلام جمع کیا جاتا تو ایک بڑی کتاب اور ایک انمول قومی سرمایہ بن جاتا۔ لیکن ناسازی زمانہ اور شیعوں کی قدر ناشناسی کی وجہ سے قومی ادب کا یہ بے بہا ذخیرہ بھی تلف ہو گیا۔

خانگی حالات کی خرابی سے آپ کو دماغی عارضہ لاحق ہوا جس کی وجہ سے آپ دیوانوں کی طرح

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ننگے سر، ننگے پیر اور میلے کپڑے پہن کر آوارہ پھرتے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کے شاعرانہ دماغ میں کوئی فرق نہیں آیا اور آپ کی شاعری کا معیار برابر قائم رہا۔ جس کا ثبوت مرثیہ یوسف ہے کہ جسے آپ نے اسی دیوانگی کے عالم میں کہا تھا۔

آپ نے مشکل حالات میں وفات پائی آپ کی وفات کے ساتھ ہی کشمیری مرثیہ نگاری کا پہلا شاندار دور ختم ہوتا ہے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ مرثیہ نگاروں میں آخری شاعر میں ہی ہوں آپ کے مراثی حسب ذیل ہیں:۔

''خوف، کار، عطش، کشتی، خون، شہادت، کربلا، آب، چراغ، دوستی، یوسف، گلزار''

حکیم حسن علی

آپ ۱۲۹۰ھ ہجری ۱۸۷۳ء میں بابا پورہ سرینگر میں پیدا ہوئے آپ کے والد شیعوں کے راس الرئیس اور شاہی ڈوگرہ خاندان کے خاص حکیم تھے۔ ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں پائی۔ سید جعفر شاہ سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

والد کی وفات کے بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ نے آپ کو باپ کی جگہ پر معین کیا۔ ۱۳۴۴ھ میں جموں میں انتقال کیا وہیں مدفون ہوئے آپ کے مراثی یہ ہیں:۔

''عدالت، جہالت، سیر، طفلی،، نار، کاسہ، بے نقطہ، مزاج، جسم، شام، فروع دین، خیال''

منشی محمد علی

آپ منشی محمد یوسف کے فرزند تھے ۱۲۴۵ھ میں محلّہ بابا پورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ بحیثیت سرکاری طبیب شفاخانہ اسکردو میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہ کر ملازمت ترک کردی اور واپس آ کر مرثیہ کہنے لگے۔ بہت نیک اور متقی تھے ۱۳۲۰ھ میں انتقال کیا، آپ کا مدفن حسن آباد میں ہے۔

آپ کے بعض مراثی:۔

''پیدائش، تنور، تیر، چشم، حنا، سیم وزر، شہد، صبر، مرغ، نذر، فلک، معدن، ضیاء، قند، نافہ، مرغ، یوسف، نذر، رزم، رحمت''

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

منشی حسین علی، منشی محمد عباس

منشی حسین علی ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے اپنے محلّہ بابا پورہ میں ہی تعلیم حاصل کی پھر سٹیٹ ہائی اسکول میں فارسی مدرس کے عہدے پر فائز تھے۔آپ نہایت ہی نفاست سے رہتے تھے آپ نے ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا اور حسن آباد میں مدفون ہیں۔

منشی محمد عباس ۱۲۸۶ ہجری میں محلّہ بابا پورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ پیشہ سے ٹھیکیدار تھے۔از حد درجہ شریف، حلیم، مرنج و مرنجان طبیعت کے آدمی تھے۔

آپ نے ۱۳۶۴ میں وفات پائی حسن آباد میں مدفون ہیں آپ اور منشی حسین علی اکھٹے مرثیہ کہتے تھے آپ دونوں کے مراثی یہ ہیں:۔

"الفت، سریر، بہی، باغ، رجاء، معرفت، عالم، فراست نفس، یاقوت، ستون"

منشی احمد علی غازی

آپ چنکرال محلّہ حبہ کدل میں پیدا ہوئے فارسی اور عربی میں خوب مہارت حاصل تھی۔ بہت نیک اور پارسا تھے بچوں کو دینیات پڑھاتے تھے۔

آپ نہ صرف نامور اور قابل شاعر اور مرثیہ گو تھے بلکہ ایک عظیم خوشنویس بھی تھے۔آپ کو عمر بھر آسودہ حالی نصیب نہ ہوئی آپ کے مراثی یہ ہیں:۔

"دست و پا، نامہ، شان، زندان، زبان، دہن، سرور العارفین، جماعت وغیرہ"

حکیم غلام رسول

آپ "ذونی مر" باغبان پورہ میں ۱۲۹۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔محلّہ کے مکتب میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر لال بازار کے مکتب میں مزید تعلیم حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہو کر طباعت کا موروثی پیشہ اختیار کیا۔طبابت کے دوران مرثیہ کہنے کا شوق پیدا ہوا۔ چونکہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرانہ دماغ بھی رکھتے تھے۔اس لئے مرثیہ گوئی میں جلدی ہی ترقی کی۔

آپ کے پہلے مرثیہ کا نام "دنیا" ہے جو امام باڑہ مرگنڈ میں پڑھ کر کافی مقبول ہوا۔اس سے شاعر کا حوصلہ بڑھ گیا اور جلدی ہی مزید مرثیے کہنے شروع کیے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آپ نے یوم پنجشنبہ ۱۹ ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ میں انتقال کیا باغبان پورہ میں دفن ہوئے آپ کے بعض مراثی یہ ہیں:۔

''دنیا، قرابت، جہاد، تریاک، رجاء، عہد ووفا، مال، صداقت، بینائی، طمع، یحیٰ، مزاج، طالع، امان، ریا، جدید، سر رسوم''

حکیم محمد جواد

آپ بھی بابا پورہ ہی کے رہنے والے تھے اور عدالت میں ملازمت کر رہے تھے۔ گلگت میں نوکری کے دوران کسی علت پر آپ کو نوکری سے سبکدوش کرنے کے علاوہ قید و بند کی سختیوں کو بھی جھیلنا پڑا جن کی عکاسی آپ نے مرثیہ ''قید خانہ'' میں کی ہے حسن آباد میں مدفون ہیں آپ کے مراثی یہ ہیں:۔

''دارا، یونس، شرافت، قید خانہ، حزن''

منشی محمد صادق

آپ بھی بابا پورہ میں ۱۳۱۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ سانسکوٹ کرگل میں معلم کی حیثیت سے ملازمت کرتے تھے (۱)

مرثیہ پڑھنا اور کہنا آپ کو ورثہ میں ملا ہے آپ شاعر کے علاوہ خود ہی ذاکری بھی کرتے تھے۔ مرثیہ نگاری میں جو واقفیت اور مہارت آپ کو حاصل تھی وہ اور کسی دوسرے شخص کو نہیں تھی۔ بڑے عالم اور فاضل تھے کئی اردو اور فارسی کتابوں کی شرحیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ آپ کے مراثی حسب ذیل ہیں۔

''حیا، حیات، ارم، محمد، خضر، ہدایت، نشیب و فراز، قدرت، سیاہ و سفید، سلطنت، علمیت، شفاعت''

موجودہ دور کے مرثیہ نگاروں میں استاد سید محمد انیس کاظمی (چوندہ پورہ بڈگام) اور سید ابوالحسن ضیغم (حال مدین صاحب) زیادہ مشہور ہیں۔ دونوں ذاکر بھی ہیں اور حمد و نعت کے فصیح تشریح کرنے میں بھی علمی اور خطابی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۷۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعہ خوش نویس

مرثیہ نگاری کے علاوہ فن خوش نویسی کو بھی شیعوں نے اوج کمال تک پہنچایا تھا۔ یہ فن شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص تھا اس میں شیعیان کشمیر نے بے نظیر اور اعلیٰ پایہ کے خوش نویس پیدا کئے ہیں۔ اس وقت بھی اگر ان میں سے کسی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی کوئی کتاب یا قرآن مجید ہے تو اس کو دیکھ کر ماہرین فن محو حیرت ہو کر خوش نویس کی داد دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف ڈیزائنوں کے طغرے بھی تیار کئے جاتے تھے جن میں سے معلومات کو فنی شکل دی جاتی تھی۔ لیکن ان میں اکثروں کے لکھے ہوئے قطعات اور کتابیں اور طغرے فرقہ وارانہ فسادات اور حادثات کی نذر ہو گئے۔ اب یہ فن شیعوں میں ختم ہو گیا ہے۔ اس فن کے جو استاد اور ماہر تھے ان کے حالات زندگی جاننے کے لئے ناظرین تاریخ شیعیان کشمیر تالیف حکیم صفدر ہمدانی کی طرف مراجعہ کر سکتے ہیں۔ ہم بحث کے طوالانی ہونے کے خوف سے صرف ان کے نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ منشی ابوالحسن۔ چنکرال محلہ حبہ کدل۔

۲۔ منشی احمد علی۔ ان کا تذکرہ مرثیہ نگاروں کے شرح حال میں بیان ہو چکا۔

۳۔ آخون قاسم۔ زڈی بل میں رہتے تھے۔

۴۔ آخون موسیٰ۔ زڈی بل میں رہتے تھے۔

۵۔ خواجہ محمد۔ آپ موضع دیوسر تحصیل انت ناگ میں رہتے تھے۔

۶۔ مرزا حیدر اور مرزا طالب دونوں آپس میں بھائی تھے اولال بازار میں رہتے تھے۔

۷۔ منشی مصطفیٰ علی۔ محلہ باباپورہ میں رہتے تھے۔

۸۔ منشی احمد علی غازی۔ چنکرال محلہ حبہ کدل میں رہتے تھے۔

۹۔ منشی حسین علی۔ محلہ باباپورہ حبہ کدل میں رہتے تھے۔

شیعہ حکما اور اطباء

شیعیان کشمیر کے تین خاندانوں نے نامور اور مشہور حکماء اور اطباء پیدا کئے ہیں۔ جن کو ڈوگرہ دور میں اپنی حکمت و فن کے اظہار کا موقع ملا ہے، ان کے علاوہ اور بھی چند طبیب اور اطبا گزرے ہیں لیکن انھوں نے کوئی خاص نام پیدا نہیں کیا ہے وہ تین خاندان حسب ذیل ہیں:۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۔ باغبان پورہ کے حکماء اور اطباء خاندان۔

۲۔ بابا پورہ کے حکماء اور اطباء خاندان۔

۳۔ خانقاہ سوختہ کے حکما اور اطباء خاندان۔

تینوں خاندانوں کے حکماء کی تفصیل جاننے کے لئے تاریخ شیعیان کشمیر کی طرف مراجعہ کریں تکرار ہونے کی وجہ سے ہم صرف ان خاندان کے حکماء کے ناموں کو ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

باغبان پورہ کے حکماء

۱۔ حکیم قدرۃ اللہ المعروف حکیم ہمایوں۔

۲۔ حکیم جعفر۔

۳۔ حکیم مہدی

۴۔ حکیم جعفر ثانی۔

۵۔ حکیم حیدر۔

بابا پورہ کے حکماء

۱۔ ملاّ علی اکبر۔

۲۔ حکیم جواد۔

۳۔ حکیم عظیم۔ آپ کے بعض حالات مرثیہ نگاروں کے ذیل میں بیان کئے گئے۔

۴۔ حکیم باقر۔

۵۔ حکیم اکبر۔

۶۔ حکیم مہدی۔

۷۔ حکیم غلام حسین المعروف بڈھا صاحب۔

خانقاہ سوختہ (نواکدل) کے حکماء

۱۔ حکیم علی نقی۔

۲۔ حکیم محمد باقر۔ ان کے علاوہ محلہ شمس واری (خانقاہ معلیٰ) سرینگر کے حکیم غلام محمد غازی اور حکیم محمد صفدر غازی بھی بہت مشہور تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چابک سواری

چابک سواری کا فن گھوڑوں کی تربیت سے تعلق رکھتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں جبکہ رفت و آمد کے موجودہ وسائل نہیں تھے گھوڑے ہی زیادہ تر بار برداری، سواری اور لڑائی میں کام آتے تھے۔ گھوڑے کے سدھارنے اور تربیت دینے کا کام چابک سواروں کے ذمہ ہوتا تھا۔

کشمیر کی مخصوص جغرافیہ کی وجہ سے اس فن کو یہاں خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس فن کے تمام ماہرین شیعہ مسلمان تھے اور یہ فن بھی نقاشی اور مصّوری کی طرح شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ گلگت کے بلتی راجا خاندان کے ماہرین کشمیر میں ایک عرصہ تک گھوڑوں پر پولو کھیلتے تھے جو اب ناپید ہو چکا ہے۔

پیپر ماشی

پیپر ماشی کی دستکاری سلطان زین العابدین (بڈہ شاہ) کے زمانے میں کشمیر میں رائج ہوئی جس کے لئے انہوں نے سمرقند سے کاریگر منگوائے۔ انھوں نے یہاں کے چند افراد کو پیپر ماشی کا کام سکھایا اس وقت یہ فن ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔ اس فن نے صفوی بادشاہوں کے عہد میں ترقی کی اسی عہد میں ایران سے چند ماہرین فن (نقاش) کشمیر آئے اور پیپر ماشی کے نئے طرز و طریقوں سے کشمیریوں کو واقف کرایا پھر یہاں کے کاریگروں نے اس فن میں وہ ترقی کی جس پر خود ایرانیوں کو رشک ہوا۔ یہ فن بھی شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص رہا ہے جنہوں نے اپنی ذہانت اور فطانت سے اس فن کو معراج کمال تک پہنچایا۔

گزشتہ زمانہ میں شیعوں نے اس فن میں بہترین اور اعلیٰ فنکار پیدا کئے جن کے شاہکار اس وقت بھی عجوبہ روزگار تصور کئے جاتے ہیں۔ ڈوگرہ حکومت کے ابتدائی دور کا بہترین فنکار سید تراب تھا۔

اور آخری دور میں پیپر ماشی کے ذیل میں مصّوری کی نقاشی کے اندر جو ماہرین ابھرے، ان میں خصوصی طور کمانگر پورہ کے علی محمد بانکا اور حسن آباد کے مولوی مصطفٰے علی یکتائے روزگار تھے (۱)

شال بافی اور قالین بافی کے شعبوں میں بھی شیعہ حرفت کے نئے شاہکار سامنے لانے میں مشہور ہوئے اور تقسیم ہند کے بعد یہ صنعت ان میں بہت پھیلی۔

۱۔ مکتوب دستاویز غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چھٹی فصل

شیعیانِ کشمیر کی موجودہ صورتِ حال

مقدمہ

میرے خیال میں یہ فصل جو شیعوں کے موجودہ حالات سے متعلق ہے میری ان تمام کوششوں اور محنتوں کا ماحصل ہے جو میں نے اس کتاب کو لکھنے میں کی ہیں۔ اس فصل کو پڑھنے کے بعد اگر ان (شیعوں) کو اپنی موجودہ نااتفاقی اور ذلّت کا ذرہ بھر احساس پیدا ہو جائے اور ان کے مردہ جان میں ماضی بعید کی طرح حرارت اور زندگی کی لہر پھر سے دوڑنے لگے تو میں اپنے آپ کو بہت ہی خوش نصیب تصور کروں گا کہ میری برسوں کی محنت رائگان نہیں ہوئی اور مہینوں کی شب بیداری اکارت نہیں گئی۔

بیسویں صدی عیسوی جو علم وصنعت کے فروغ کا دور تصور کیا جاتا ہے، میں دنیا کی تمام کمزور قوموں نے ماضی سے سبق حاصل کر کے اپنی تمام طاقت اور وسائل کو بروئے کار لا کر اپنے مستقبل سنوارنے پر صرف کیا لہٰذا آج وہ پستی اور ذلّت کی زندگی سے نکل کر عزّت اور شان وشوکت کی زندگی گذار رہے ہیں۔ وہ یہ جان گئے ہیں کہ اب زمانہ بدل چکا ہے لہٰذا کمزور قوموں کے لئے دنیا میں جینا دوبھر ہو جائے گا۔

اس صدی کے تمام حوادثات اور واقعات کو سننے اور خود آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ہماری قوم کی مجموعی حالت میں اچھائی اور بہتری کی کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی بلکہ اس کے برعکس وہ اپنی ماضی کی حالت کو بھی برقرار نہیں رکھ سکے، وہ ظلمت اور پسماندگی کی ایسی گہری وادی میں جا گرے ہیں کہ جہاں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پہنچنے کے بعد پھر کبھی ان کو موجودہ دنیا میں رہنے والی قوموں کی اصلی صورتحال کا احساس نہیں ہوتا۔

قوم کی موجودہ حالت آپ سب کے سامنے ہے اپنی قوم کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر جناب منشی محمد اسحاق صاحب یوں فرمایا کرتے تھے کہ ''ہماری موجودہ حالت افلاک کی وسعتوں میں کھوئے ہوئے اس منزل ناشناس سیارے کی سی بن گئی ہے جو دن کو بھی آسمان پر نظر آرہا ہے۔ گویا اپنے محور سے اسقدر ہٹ چکا ہے اور خوامخواہ ایک ایسے ماحول میں آگرا ہے جہاں یہ اپنے ظاہر ہونے کے مقام اور جگہ سے بالکل بے نیاز ہو چکا ہے۔ یہ گم گشتہ اپنے ہی اندر باغی بھی ہے اور غافل بھی''

مجھے یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا ہے کہ بیسویں صدی جہاں دنیا کی دیگر ترقی پسند قوموں کے لئے کمال اور ترقی کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی وہی یہی صدی ہماری قوم کے لئے انحطاط اور جمود کا بھی نقطہ آغاز ثابت ہوئی۔

چونکہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں شیعوں کو دو مخالف گروہوں میں تقسیم کیا گیا ان دونوں گروہوں میں نفرت اور عداوت پیدا کر کے پھوٹ ڈالی گئی اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ بعض خاندانوں کے علماء کے ذریعہ اس تقسیم کے عمل کو مسلسل جاری رکھا گیا جس سے آج بھی انتشار اور نفاق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

ایک چھوٹی جماعت جو زندگی کے تمام تر وسائل اور ضروریات زندگی سے صدیوں محروم رکھی گئی ہو، کا مختلف اور متضاد جماعتوں اور ٹولیوں میں بکھر جانا زہر ہلاہل سے بھی زیادہ خطرناک ہے بلکہ ایسا عمل ان کے لئے خودکشی کے مترادف ہے۔

ہم نے تاریخ میں یہی دیکھا کہ انگریزوں کی باہمی اخوت، رواداری، قومی ہمدردی، ملی اتفاق اور نظام حکومت جیسی پالسی ان کی قومی ترقی اور اقتدار کی ضامن بنی جس کی وجہ سے وہ آج دنیا پر راج کر رہے ہیں اس کے برعکس ہماری قوم کا انتشار و افتراق ہمارے انحطاط اور جمود کا سبب بنا۔

ہم نے شر پسند عناصر کی سازشوں میں آکر مساوات، اخوت، رواداری، جفاکشی کو خیر باد کہا۔ خدا کا خوف ہمارے دلوں میں باقی نہیں رہا۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کی جان و مال اور آبرو کے پیچھے پڑے رہے۔ یوں عملاً ہم نے مذہب کو چھوڑ دیا یہی وہ بداعمالیاں ہیں جو ہماری پستی اور ذلّت کا باعث بنیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس میں شک نہیں ہے کہ ہماری قوم آج کشمیر میں زندگی کے ہر میدان، علمی، سیاسی، سماجی، ثقافتی وغیرہ میں، کشمیر میں موجود دوسری تمام قوموں کے نسبت بہت پیچھے ہے جس کی وجہ تمام دانشمندوں اور محققوں کے مطابق ہماری قوم کا چند مختلف متضاد گروہوں اور ٹولیوں میں بٹ جانا ہے۔

لہٰذا آج بھی اگر حبل اللہ سے تمسک کریں اور آپس میں اتحاد و اتفاق قائم رکھیں تو وہ دن زیادہ دور نہیں ہے کہ جب ہماری قوم ماضی کی ناکامیوں اور تلخیوں کو بھول کر تیزی سے ترقی و کامیابی کے مراحل طے کر سکتی ہے اور اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ لوٹا سکتی ہے۔

اب اگر ہم فرض کریں کہ خدانخواستہ قوم کے چار بڑے گروہ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اتحاد نہیں کر سکتے ہیں لیکن جو علماء حضرات غیر وابستہ ہیں خصوصاً جو اسلامی جمہوریہ ایران کی انقلاب خیز سرزمین کو دیکھ کر آئے یا ابھی زیر تعلیم ہیں اگر وہی متحد و متفق ہو جائیں تو پھر قوم کے بہت سارے مسائل اور مشکلات کا حل آسانی سے نکل سکتا ہے اور کافی حد تک وہ قوم کو موجودہ انحطاط اور جمود سے باہر نکال سکتے ہیں (۱) اور اگر انہوں نے بھی قوم کو نجات دینے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا تو تاریخ کبھی ان کو معاف نہیں کرے گی بلکہ ہمیشہ ان کو معلمان قوم کے بجائے کسی اور عنوان سے یاد کیا جائے گا۔

میں نے اس فصل میں اپنی قوم کے بہت سارے پوشیدہ و پنہان مسائل اور مشکلات جن کی طرف ہم کبھی متوجہ ہی نہیں ہوئے ہیں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ان کو حل کرنے کے لئے قوم کے ہمدرد اور ذمہ دار افراد خصوصاً علماء کرام آگے بڑھ کر اقدام کریں۔

موجودہ صورت حال بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ماضی قریب (بیسویں صدی) سے وابستہ شیعوں کی بعض اہم تنظیموں اور انجمنوں کا اجمالی خاکہ پیش کروں۔

شیعہ خوابیدہ اُٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ نکل آئی سحر سرگرم تقاضا تو بھی ہو

۱۔ اگر اس انتظار میں بیٹھا جائے کہ سارے اہل علم ایک رائے ہو کر مجتمع ہوں تب اقدام کیا جائے تو وہ طویل سفر ہوگا۔ اہم اور بنیادی امور پر اتفاق نظر کے بعد دعوت کا کام شروع ہو تو مؤثر ہو سکتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ماضی قریب سے وابستہ بعض اصلاحی وفلاحی تحریکیں

۱۔ انجمن امامیہ کشمیر

انجمن امامیہ کی بنیاد ۱۹۱۸ عیسوی میں رکھی گئی تھی اس کے بانی اور صدر آغا سید حسین جلالی تھے۔ شہر سرینگر کے بعض علاقوں خصوصاً بابا پورہ چنکرال محلہ حبہ کدل اور شمسواری کے چند پڑھے لکھے افراد اس کے رکن تھے۔ اس انجمن نے حسب ذیل کارنامے انجام دیے۔

۱۔ زڈی بل میں امامیہ اسکول (تاسیس انجمن کے چند ماہ بعد ہی) قائم کیا۔

۲۔ تاریخ کشمیر میں پہلی بار روز ولادت امیر المومنینؑ حضرت علیؑ کی محفل میلاد ۱۳ رجب کو شاندار طریقہ پر منانے کا آغاز کیا۔ جس میں بیرونِ ریاست کی مشہور علمی شخصیتیں آ کر خطاب کرتی تھیں۔

۳۔ کشمیر میں پہلی بار دن کو جلوس عاشورہ نکالا گیا جس میں کئی برس تک خانقاہ معلیٰ کے معتقدین اہل سنت افراد بھی شریک ہو کر نعت خوانی یا (بغیر سینہ زنی) نوحہ پڑھتے تھے۔

۴۔ اسی انجمن نے شیعہ امامیہ کے اندر سرینگر اور اس کے بعض نزدیکی دیہاتوں میں مروجہ تعلیم سے آراستہ ہونے کی تحریک چلائی، جس کی طرف اس سے قبل کوئی توجہ نہ تھی (۱)

۵۔ مسلم کانفرنس جموں وکشمیر، جس کی بنیاد ۱۹۳۱ء میں پڑی، اس کے اولین مرکزی ارکان میں آغا سید حسین جلالی بھی شامل تھے اور کارکنوں میں انجمن امامیہ کے متعدد ارکان اہم رول ادا کرتے تھے۔

۱۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض متوجہ حضرات کی کوششوں کے بعد مولانا رسول شاہ صاحب (میر واعظ جامع مسجد سرینگر) نے ۱۸۹۷ء میں شہر سرینگر کے وسط میں اسلامیہ سکول کی بنیاد دی رکھی۔ اس پس منظر میں شہر خاص کے مسلم زعماء کو متوجہ کرنے میں منشی حسن علی (مشہور شیعہ لیڈر منشی محمد اسحاق کے والد) جو مشن سکول فتح کدل سرینگر میں ٹیچر تھے کا اہم رول رہا، منشی حسن علی انجمن امامیہ کے اہم رکن تھے۔

۲۔ ایک اہم تاریخی واقعہ: اسی زمانہ میں جب انگریز حکمران وائس رائے ہند ایک کھلی ہوئی کشتی میں دریائے جہلم کے سیر کر رہے تھے تو جلالی صاحب نے مسلمانان کشمیر کی جانب سے خانقاہ معلیٰ کے قریب ان کی خدمت میں میمورنڈم پیش کیا جس کی پاداش میں ریاستی حکومت نے ان سے جاگیر کی نصف اراضی چھین لی (بحوالہ کتابچہ ''اعلان'')

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۶۔مغلوں سے لے کر مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانے تک سیاسی تشدّد اور داخلی استحصال کے نتیجے میں کشمیر کے اندر جو شیعہ اور سنی ٹکراؤ اور منافرت کا ماحول چلا آرہا تھا انجمن نے روابط، مذاکرات اور مشترکہ امور مسلمین میں وحدت عمل سے اس میں اصلاحی طرح پیدا کرنے کی کوشش کی۔

مرحوم جلالی صاحب کی قیادت میں جلوس عاشورہ ۱۹۳۸ء تک نکلتا رہا لیکن پھر شیعوں کے داخلی نامساعد حالات (گروہ بندی و فرقہ پرستی) کی وجہ سے ان سے جلوس کی قیادت چھین لی گئی۔اس کے بعد مرحوم جلالی صاحب نے تقریباً چار برس تک امامیہ سکول کی طرف زیادہ توجہ دی، چنانچہ بیرونِ ریاست سے جو مسلم لیڈر کشمیر آتے تھے وہ جلالی صاحب کے مہمان ہوتے تھے۔

قائداعظم، ہندوستان کی تقسیم سے پہلے جب کشمیر تشریف لائے تو انہوں نے بعض اکابرین کے ساتھ مرحوم کے دیوان خانہ ہی میں اہم مذاکرات کئے۔جلالی صاحب اپنے اراضی کی پیداوار کی آمدنی سے ایک حصہ کو سکول پر صرف کرتے تھے اور اسکول کی بلڈنگ خود انھوں نے اپنے خرچے سے بنائی تھی۔وفات سے تین گھنٹے پہلے تمام بچوں کو اسکول کے گراونڈ میں ان کی خواہش پر ڈرل کے لیے لایا گیا، ان کے قریب جب بچے مارچ پاس کرتے ہوئے گزرتے تھے تو جلالی صاحب بسترہ پر تکیہ لگا کر ان کو دیکھ کر خوشی اور امید کے آنسو بہا رہے تھے۔یہ ان کی آخری الوداعی (خداحافظی کا) منظر تھا (۱)

۲۔انجمن بہبودی شیعیان کشمیر

۱۹۱۸عیسوی میں جو امامیہ انجمن قائم کی گی تھی وہ ۱۹۳۱ء سے سیاسی سرگرمی میں خصوصی طور پر مصروف رہی۔اس لیے سرینگر کے بعض روشن خیال نوجوانوں نے جن کے سربراہ حکیم غلام صدر ہمدانی (باباپورہ حبہ کدل) تھے اوائل ۱۹۳۳ء میں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔محمد حسین ملک (درگجن) جس کے آرگنائزر تھے۔ملّا شیخ عبدالعلی صاحب (زڈی بل) اور مولانا سید نقی واعظ صاحب (چنکرال محلّہ) کی حمایت حاصل کرکے ان جوانوں نے شہر سرینگر کے کئی علاقوں میں نماز جماعت کا سلسلہ پھر سے قائم کرنے کی مہم چلائی جو شیعوں کے اندر مغلوں، پٹھانوں اور سکھوں کے دور میں مسلسل حملے، سرکاری پروپیگنڈے اور مذہبی منافرت کے نتیجہ میں ایک طویل عرصہ سے رکا ہوا تھا۔انجمن کے ایک

۱۔خلاصہ مذکرات با غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وفد نے راہنمایانہ مشاورت حاصل کرنے کے لیے جب ملاّ شیخ عبدالعلی سے ملاقات کی تو انہوں نے برجستہ فرمایا تھا کہ ''شیعوں سے جہالت اور پسماندگی کو دور کرنے کا مؤثر ذریعہ نماز جمعہ و جماعت کا قیام ہے'' چنانچہ انہوں نے مسجد حاجی عیدی (زڈی بل) میں نماز جمعہ بھی قائم کی تھی۔

۳۔ انجمن کے بعض اغراض ومقاصد یوں تھے۔

۱۔ شیعوں کے اندر اتحاد واتفاق پیدا کر کے ان کے معاشرتی، سماجی، اخلاقی مسائل کو فروغ دینا۔

۲۔ شیعیان کشمیر میں فرقہ وارانہ ذہنیت کو تبدیل کر کے آیہ ''واعتصموا بحبل الله'' کے زرّین اصول پر قائم رہنا۔

۳۔ شیعیان کشمیر کو عصری تعلیم کی طرف راغب کرنا۔

۴۔ غریب اور یتیم بچوں کو تعلیم وترقی کے لیے تعاون فراہم کرنا۔

۵۔ قوم سے رسوماتِ قبیحہ اور بدعات کا انسداد کرنا۔

۶۔ غریب اور مستحق اشخاص کی مالی مدد کرنا۔

۷۔ شیعوں کے اوقاف کا تحفظ اور ان کی بہتری کے لیے تدابیر کو عمل میں لانا۔

۸۔ ایک کتب خانہ کی بنیاد ڈالنا، جہاں پر مؤمنین اخبار اور کتابوں کا مطالعہ کر سکیں۔ (۱)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوم کے ان ذی شعور افراد کے سامنے تعلیمی، اخلاقی اور فلاحی منصوبہ جات کا کیا نقشہ تھا، چند برس کا عرصہ گزرا تھا کہ گروہ بندی کے شکار چند افراد نے ان کا قافیہ حیات تنگ کیا۔

یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کی غرض سے فتح کدل سرینگر میں اپریل ۱۹۳۰ء کے دوران جو ریڈنگ روم قائم کیا گیا تھا اس میں علی گڑھ سے فارغ شدہ طلباء شیخ محمد عبداللہ، محمد رجب، قاضی سیف الدین، مفتی جلال الدین، غلام احمد مختار کے بشمول شیعہ نوجوانوں میں سے حکیم علی محمد اور حکیم غلام مرتضیٰ (باباپورہ ہمدانی خاندان کے دو برادران) شامل تھے (۲) چنانچہ

۱۔ پمفلٹ اغراض و مقاصد۔ نشریہ انجمن بہبودی شیعیان کشمیر۔ (اوائل ۱۹۳۳ء و کتاب چودہویں صدی، منشی محمد اسحاق، ص ۴۳۔

۲۔ کتاب تاریخ حریت کشمیر، از رشید تاثیر (نشریہ ۱۹۸۶ء ص ۷۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حکیم غلام صفدر ہمدانی کچھ وقت کے لیے آئین سازی کے سلسلے میں اس میں شامل ہوئے تھے لیکن عملی طور پر انہوں نے انجمن بہبودی شیعیان کشمیر کو ہی منظم کرنے کے سلسلے میں زیادہ حصہ لیا۔ اس سلسلے میں ''الہلال'' اور ''تنظیم'' دو جریدے بھی قومی بیداری کے سلسلے میں کچھ عرصہ کے لیے شائع کرتے رہے۔

۴۔ شیعہ فیڈریشن

اس انجمن کی بنیاد منشی محمد اسحاق نے ۱۹۴۹ء میں ڈالی۔ آپ منشی حسن علی (جن کا تذکرہ انجمن امامیہ کی ذیل میں آچکا ہے) کے فرزند رشید تھے۔ آپ ۲۸ شوال ۱۳۱۹ ہجری مطابق ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ تجارت و ثروت کے باوجود بچپن ہی سے دینی، اتحاد اسلامی اور ملت کی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے۔

آپ نے ڈوگرہ راج کے خلاف مزاحمتی تحریک میں کہ جس کی قیادت شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھ میں تھی ۱۹۳۵ء کے عرصہ میں سرگرم حصہ لیا۔ آپ کی اپنی ٹرانسپورٹ سرویس جہلم روڈ سرینگر سے راولپنڈی تک چل رہی تھی کہ جسے تقسیم ہند کے بعد چھوڑ کر آپ کو حالات کی رو سے سرینگر آنا پڑا۔ آپ نے شیخ صاحب کی ایمرجنسی حکومت میں ایمرجنسی افسر کی حیثیت سے اہم فلاحی کارنامے انجام دیئے۔ ملت شیعہ کی بیداری و بہبودی کے لیے مسلسل کوششیں کیں۔ تحریک حق خودارادیت کے سلسلے میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۶ء تک کئی بار آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ محاذ رائے شماری کے صدر کی حیثیت سے آپ کا رول مثالی رہا۔ ۱۹۷۵ء میں ''اندرا۔ شیخ'' اکاڑ کے خلاف آپ پہلے لیڈر تھے جنہوں نے صدائے احتجاج بلند کی اور جس کے حق میں سوپور کے سرکردہ حریت لیڈر صوفی محمد اکبر نے تائید و حمایت کی۔ ۱۹۶۶ء میں باضابطہ طور پر جامعہ ملیہ کشمیر (حسینی منزل ناؤپورہ) کی بنیاد ڈال کر عملی طور پر اوقاف کو مختلف گروہوں کے چنگل سے آزاد کرنے کی عملی جدوجہد کی (۱)

۱۔ آپ کے خیالات، پیغامات اور اقدامات پر درجہ ذیل جرائد اور کتاب میں تفصیلی روشنی ڈالی جاچکی ہے۔
۱۔ چودھویں صدی نشریہ ۱۹۵۰ء، ۲۔ نصب العین ۱۹۵۰ء، ۳۔ پیام عمل ۱۹۵۳ء، ۴۔ ندای حق ۱۹۶۴ء، ۴۔ جامعہ علمیہ اسلامیہ کشمیر ۲۰۰۵ء کے علاوہ محاذ رائے شماری (سابقہ) کے اُفیشل ترجمان ''محاذ'' کے شمارہ جات وغیرہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہاں پر صرف شیعہ فیڈریشن کے حوالہ سے ان کے بعض پروگراموں کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ نصب العین کا خلاصہ:۔

۱۔ علماء کشمیر کی ایک مرکزیت قائم ہو۔

۲۔ ہم اپنی مدد آپ کرنا سیکھیں اور ہر بات کے لئے حکومت پر تکیہ نہ کریں۔

۳۔ ایسی درسگاہیں قائم کی جائیں جہاں دین و دنیا کی فلاح و بہبودی کا راز مضمر ہو۔

۴۔ ایک مرکزی اوقاف کی داغ بیل ڈالی جائے جو تمام اوقاف کی دیکھ بھال، مرمت اور مجالس کا انتظام کرے۔

۵۔ رسومات قبیحہ کا انسداد، تا کہ قوم کا زرِ کثیر ناجائز طور پر تلف ہونے سے محفوظ رہے۔

۶۔ یتیموں، بیواؤں، اپاہجوں اور مساکین کی دیکھ بال کیلئے مناسب ذرائع پیدا کئے جائیں۔

۷۔ لڑکیوں کے لیے ایسی درسگاہیں قائم کی جائیں کہ جہاں ان کی دینی و عصری تعلیم کے علاوہ کتائی، سلائی اور بنائی کا کام بھی ان کو سکھایا جائے۔

۸۔ ایسے ذرائع اور وسیلوں پر غور کیا جائے جن سے صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ حاصل ہو۔

۹۔ بیت المال کا قیام جس کے ذریعہ سے مذکورہ بالا سارے فرائض انجام دیئے جائیں۔

۱۰۔ علماء کی نگرانی میں ایک ثالث بورڈ (تصفیہ بورڈ) قائم ہو جو ہر گھر کے معاملات (قضایا) اور وراثتی تنازعات وغیرہ کا گھر کے خانہ دار کے فوت ہونے کے ساتھ ہی طے کیا کرے (۱)

۱۹۵۳ء عیسوی میں کشمیر میں جو سیاسی حالات رونما ہوئے تو شیعہ فیڈریشن کے متعدد ارکان برسوں تک سیاسی عتاب کا شکار ہوئے البتہ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۳ء تک فیڈریشن نے کئی اقدام کئے۔

الف۔ اگر چہ ۱۹۴۷ء کے بعد ۱۹۵۳ء تک فیڈریشن کی قیادت میں ایک ہی ذوالجناح کا جلوس نکلتا تھا، لیکن بخشی وزارت میں ذوالجناح کے دو جلوس نکلنے شروع ہوئے جس سے قوم پر برے اثرات پڑنے لگے۔ فیڈریشن کی جدوجہد اور کوشش سے ۱۹۷۶ء سے دونوں فرقے (فرقہ جدید و قدیم) ایک ہی ذوالجناح کا جلوس نکالنے پر راضی ہو گئے (۲)

۱۔ چودھویں صدی نشریہ اکتوبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۰۰۔
۲۔ گزشتہ حوالہ ص ۷۶۔۷۷۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ب۔میر بحری (ڈل علاقہ) کے مؤمنین کسمپرسی کی حالت میں تھے سرکار کی طرف سے بھی ان کو کوئی راشن نہیں ملتا تھا۔شیعہ فیڈریشن نے شیخ وزارت کے زمانہ میں ان کے لیے راشن ٹکٹ کے اجرا کے لئے نندہ پورہ میں بھی سرکاری کواپریٹیو سنٹر کھولا گیا تھا۔

ج۔۱۹۴۷ء کے بعد پیپر ماشی ہنر مندان سخت اقتصادی بحران کے شکار تھے انہیں ایک کواپریٹیو نظم میں حکومت کے تعاون سے ترقی اور خود اعتمادی کی راہ پر گامزن کیا گیا۔

د۔مساجد کو آباد کرنے کی مہم چلائی گئی۔

و۔مختلف شہروں اور دیہاتوں میں کئی جلسے منعقد کیے گئے جہاں اتحاد و تعاون اور تعلیم و ترقی کے محرکات کو اجاگر کیا گیا جو ان حالات میں مشکل تھا۔

ہ۔"پیام عمل" نامی کتاب میں توہمات اور رسومات کی نشاندہی کے علاوہ کئی فلاحی اور اصلاحی پروگرام دے کر اس کو تقسیم کیا گیا۔

مذکورہ تحریک میں منشی صاحب کے اولین ساتھیوں میں یہ افراد شامل تھے "سید حسین مدنی (ناڈپورہ) ملک غلام حسین و محمد اکبر خان (درگجن) حکیم غلام حسین مخمور و حکیم قاسم علی (بابا پورہ حبہ کدل) آغا سید افضل جلالی و غلام محمد ٹھوکر (زڈی بل) حاجی گل میر (چنکرال محلّہ) پھر مندجہ ذیل افراد بھی شامل ہوئے"

آغا سید باقر رضوی صاحب (موتی محلّہ ڈل) غلام محمد بالا (میر بحری) محمد اکبر جان (چنکرال محلّہ) محمد یوسف میر (پاندریٹھن) اور حکیم محمد جواد (باغوان پورہ) جنہوں نے انجمن کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے میں بھر پور تعاون کیا۔مفصلات اور سرینگر میں بھی متعدد معاونین نے مذکورہ پروگرام کی تائید کی ۔

تحریک موئے مقدس کے بعد اپریل ۱۹۶۳ء میں جب کشمیر کے حالات سیاسی نشیب و فراز کے تحت بکھرے ہوئے تھے اس تحریک (تحریک بازیابی موئے مقدس) کو پھر مجتمع کیا گیا۔اس وقت فیڈریشن کی عبوری کمیٹی میں سید افضل جلالی، غلام محمد ٹھوکر، محمد اکبر جان، سید حسین مدنی، اور حکیم محمد جواد کے علاوہ جوانوں کی طرف سے نمائندگی کے لیے غلام علی گلزار کو بھی شامل کیا گیا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فیڈریشن کے خلاف عموماً اور اس کے بانی و رہبر منشی محمد اسحاق کے خلاف خصوصاً ان کی سیاسی مصروفیات اور قید و بند کی خلاء میں یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ وہ علماء کے خلاف ہے۔حالانکہ ان کا اپروچ واضح اور اصلاحی تھا اگرچہ بعض ابتدائی ارکان کے اپروچ سے وہ خوش نہیں تھے۔ان کے خیالات اور قوم کے تئیں درد و سوز کے بارے میں ''چودھویں صدی'' اور ''نصب العین'' کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے۔ان کا دیا ہوا پروگرام آج بھی عملاً اپنانے سے مفید نتائج دے سکتا ہے۔

موجودہ دور میں شیعوں کی سماجی حالت

۲۰۰۶ عیسوی کے ضلعی اور تحصیلی علاقہ بندی سے پہلے شیعیان کشمیر وہاں کے سات ضلعوں میں آبادی کی مناسبت سے حسب ذیل ترتیب سے آباد تھے۔

سرینگر ضلع میں	۲۵ فی صد
بڈگام ضلع میں	۳۵ فی صد
بارہمولہ ضلع میں۔	۳۲ فی صد
اسلام آباد ضلع میں۔	۱/۴ فی صد
پلوامہ ضلع میں۔	۱/۶ فی صد
کپواڑہ ضلع میں۔	۰/۱۶ فی صد
لداخ ضلع میں۔	۳/۸۵ فی صد

مجموعی اعتبار سے کشمیر کی کل آبادی میں سے ۱۲ سے ۱۵ فی صد شیعہ اثنا عشری ہیں (۱)

لیکن شیعوں کی مذکورہ آبادی میں کوئی اتحاد اور کسی طرح کی کوئی ہمآہنگی نہیں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے تسلیم شدہ حقوق سے بھی محروم رکھے گئے ہیں کشمیر کے شیعہ سب کے سب اثنا عشری ہونے کے باوجود کم از کم مندرجہ ذیل چار متضاد گروہوں یا کشمیری اصطلاح میں "چار فرقوں" میں بٹے ہوئے ہیں (اگرچہ عوامی سطح پر روز بروز گروہ بند ذہنیت سے منافرت کا احساس بیدار ہورہا ہے)

۱۔ تنظیم المکاتب کی طرف سے شائع کردہ شیعوں کی census رپورٹ ۱۹۹۸ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۔ مصطفوی فرقہ:۔ یہ فرقہ ۱۹۸۲ء میں آغا سید یوسف صاحب کی وفات کے بعد وجود میں آیا۔ اس فرقہ کے ماننے والوں نے مرحوم آغا سید یوسف الموسوی کے بعد مرحوم آغا سید مصطفےٰ الموسوی کو ان کا جانشین اور انجمن شرعی کا صدر منتخب کیا اور ان (آغا سید مصطفےٰ الموسوی) کی وفات کے بعد اس فرقہ نے آغا سید حسن الموسوی کو فرقہ کا صدر متعین کیا۔ اور اس طرح آج یہ فرقہ ان کی ہی سربراہی میں چل رہا ہے۔

۲۔ محمدی فرقہ:۔ محمدی فرقہ کے لوگوں نے مرحوم آغا سید یوسف الموسوی کے انتقال کے بعد ان کے فرزند اکبر آغا سید محمد فضل اللہ الموسوی کو ہی مرحوم آغا صاحب کا جانشین اور انجمن شرعی شیعیان کا صدر مقرر کیا جس پر وہ آج تک برقرار ہیں۔

۳۔ عباسی فرقہ:۔ یہ فرقہ ۱۹۵۷ء میں مرحوم مولانا محمد جواد انصاری کے انتقال کے تقریباً دو برس بعد وجود میں آیا۔ اس فرقہ نے آگے چل کر اتحاد المسلمین تنظیم کی بنیاد رکھی۔ جس کے صدر آج مولانا محمد عباس انصاری کے فرزند اکبر مولانا مسرور عباس انصاری ہیں۔ تنظیم کے سرپرست اعلیٰ تاحیات، خود مولانا محمد عباس انصاری ہی ہیں۔

۴۔ افتخاری فرقہ:۔ اس فرقہ نے مرحوم مولوی جواد کے انتقال کے بعد ان کے فرزند اکبر مولوی افتخار حسین انصاری کو ان کا صحیح اور برحق جانشین تصور کیا۔ جس پر وہ آج تک باقی ہیں۔

کشمیر میں عام طور اول الذکر دو فرقوں کو "**فرقہ جدید**" اور آخر الذکر دو فرقوں کو "**فرقہ قدیم**" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ فرقہ بندی اگر چہ اب کسی حد تک کم اور اس کی شدّت میں کسی حد تک کمی آئی ہے۔ لیکن ماضی قریب میں اتنی شدید تھی کہ کبھی کبھی ایک فرقہ کے افراد دوسرے فرقہ کے لوگوں سے رشتہ ناطے نہیں کرتے تھے اور جو رشتے پہلے ہوئے بھی تھے تو کہیں کہیں فرقہ دارانہ تصادم کے نتیجہ میں طلاق کی بھی نوبت آجاتی تھی۔ فرقہ کے افراد میں لڑائی و جھگڑے بہت ہوتے رہے ہیں (۱) یہاں تک کہ بعض

۱۔ اس کے لئے سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جگہوں پر ایک دوسرے کے درمیان لوٹ مار کی بھی واردات واقع ہوئی (۱)

فرقوں کے رہبروں میں اتحاد کا سنگین فقدان ہے جس کی تازہ مثال ولی امر مسلمین حضرت امام خامنہ ای (دام ظلہ العالیٰ) کا قمہ زنی کے بارے میں وہ تاریخی فتویٰ ہے جس کی بعض نے حمایت کی تو بعض نے کھل کر مخالفت کی۔

کشمیر کی موجودہ جدو جہد آزادی کی تحریک کی بھی بعض فرقہ کے رہبروں نے اگر حمایت کی تو بعض نے ہندوستان ہی کا ساتھ دیا۔ جس کی وجہ سے (ہندوستانی آئین کے تحت الیکشنوں میں ہند نواز گروہوں کی شرکت سے) شیعوں کی ساکھ کو مجموعی طور پر بہت دھچکا لگا اور کشمیر کی تحریک آزادی کی راہ میں بیش قربانیاں دینے کے باجود شیعہ قوم کو بھارت نوازی کی تہمت دی گئی چونکہ شیعہ (آبادی کے لحاظ سے) اقلیت میں ہیں اس لئے ان میں سے بعض حلقوں کی طرف سے اس طرح کا اقدام بہت نمایاں ہوا اگر چہ انتخابات میں دوسرے مسلم حلقوں نے بھی وقتاً فوقتاً حصہ لیا اور آج بھی لیتے ہیں۔

رہبروں میں فقہی مبنا سے قطع نظر اکثر و بیشتر چاند (خصوصاً ماہ رمضان کی عید کا چاند) دیکھنے پر بھی زبردست اختلاف پیدا ہوتا ہے جو کبھی کبھی خطرناک روپ اختیار کر کے کشمیری اخباروں کی بھی زینت بنتا ہے (۲)۔ جبکہ آقائی الخوئی اور امام خامنہ ای کے فقہی مبنیٰ اور فتاوی کی رو سے اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

فرقہ پرستی کی وجہ سے ایران کے اسلامی انقلاب سے پہلے اور تحریک امامیہ کے نفوذ تک مذکورہ فرقوں سے غیر وابستہ کسی عالم دین کے لئے شیعہ سماج میں تبلیغی کام نہایت سخت تھا اور لوگ اس کا کوئی خاص استقبال نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آقا شیخ علی اصغر جو قریب قریب درجہ اجتہاد (مجتھد) پر فائز تھے ایک کم سن مولوی صاحب کے یہاں رہنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ان کے بارے میں نقل ہوا

۱۔ بالہامہ سرینگر، اور نوگام سوناواری میں تین آدمی قتل ہوئے اس کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر لوٹ کھسوٹ کے واقعات پیش آئے۔

۲۔ اگر وہ چاہیں تو اس بارے میں راہ حل تلاش کر کے قوم کو حد اقل سے اس مشکل سے بچا سکتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے کہ فرقہ پرستی کی وجہ سے وہ اپنی علمی شخصیت اور عظمت کے باجود ایک کم عمر مولوی صاحب کا وعظ سننے پر مجبور ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ منشی محمد اسحاق کے بقول ایک روز مولوی صاحب کے ایک مرید نے (اس مجتہد جیسے شخص کو) یہاں تک کہنے کی جرأت کی کہ آپ مولانا صاحب کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟ جس سے ان کے وقار میں مزید اضافہ ہو جاتا ! تو جواب میں فرمایا "پڑھونگا جی ذرا (مولوی صاحب) کی داڑھی مونچھ تو نکلنے دو" (۱)

اگر چہ یہ حقیر بہت سارے حضرات کے برعکس اس بات کا قائل نہیں ہے کہ فرقوں کے رہبروں نے کوئی کام انجام نہیں دیا ہے بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ یہ چاروں فرقے اپنی اپنی طور پر کوئی زیادہ تو کوئی کم کام انجام دے رہے ہیں لیکن سطحی اور جزئی ہونے کی وجہ سے ان کی کوئی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے میرا مطلب یہ ہے کہ قومی سطح پر کوئی خاص کام نہیں ہو رہا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہاں شیعوں کی فرقہ واریت اور تقسیم بندی کے اجمالی خاکہ کی طرف اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

شیعوں کی گروہ بندی اور فرقہ سازی

۱۸۸۲ء عیسوی مطابق ۱۹۳۸ بکرمی کے بعد دو شیعہ علماء حضرات کے خاندانوں میں اوقاف کی جنگ شروع ہوئی۔ دونوں کے مرید اور ارادتمند شہر و دیہات میں لڑ پڑے۔ شیعہ عوام دو ٹولیوں میں بٹ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت وقت جو پہلے ہی سے ایسے بہانے کی تاک میں بیٹھی تھی لہٰذا اس نے موقعہ مناسب سمجھا اور موجودہ اوقاف ان دونوں جماعتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ (گورنری میں ۱۸۸۹ء، ۱۹۴۵ بکرمی کے تحت اس کی رپورٹ موجود ہے) اور دونوں جماعتوں کے نمائندوں سے مچلکہ لکھوایا کہ وہ ایک دوسرے کے امام باڑہ میں نہ جائیں۔ ایک فرقہ کا نام "فرقہ قدیم" دوسرے فرقہ کا نام "فرقہ جدید" رکھا۔ امام باڑہ زڈی بل فرقہ قدیم کے حصہ اور بڈگام امام باڑہ فرقہ جدید کے حصہ میں آیا (۲)

۱۔ چودھویں صدی، منشی محمد اسحاق ص ۸۴۔۸۳۔

۲۔ چودھویں صدی، منشی محمد اسحاق ص ۳۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مرحوم حکیم صفدر ہمدانی صاحب کی نظر میں شیعوں کا انحطاط اور جمود اسی دن سے شروع ہوا جس دن ان کو دو متضاد گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ وہ اس دن کو شیعوں کے ہاتھوں سے حکومت چھینے جانے والے دن سے بھی بدتر اور تباہ کن جانتے ہیں۔ وہ قوم کی گروہ بندی اور تفرقہ سے نالاں ہوکر اس بڑی مصیبت پر یوں گریہ کناں ہیں:۔

''اگر ان (شیعوں) سے حکومت چھینی گئی تو یہ واقعہ ان کے لئے اتنا خطرناک اور مہلک ثابت نہیں ہوا جتنا وہ فتنہ جس کے باعث سال ۱۹۴۵ بکرمی (مطابق ۱۸۸۹ عیسوی) میں یہاں کے معابد اور امام باڑے شیعہ مسلمانوں کے دو مولویوں میں تقسیم کردئے گئے۔ یہ سال بجا طور سے شیعیان کشمیر کے لئے نقطہ انحطاط اور جمود قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اسی وقت سے شیعیان کشمیر دو متضاد گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔ جن میں ایک ''فرقہ قدیم'' اور دوسرا ''فرقہ جدید'' کے نام سے موسوم ہوا'' (۱)

اس تقسیم بندی کے بعد شیعوں کے معابد، مساجد، امام باڑے اور مذہبی مقدس جگہیں تقسیم ہوکر رہ گئیں جہاں جس فرقہ کے حامی تھے وہاں کی مساجد اور امام باڑے اسی فرقہ سے مخصوص ہوکر رہ گئے۔ خصوصاً سرکاری طور پر امام باڑہ زڈی بل وغیرہ فرقہ قدیم کے اختیار میں دیا گیا اور امام باڑہ بڈگام اور امام باڑہ حسن آباد فرقہ جدید کی تحویل میں دے دیا گیا اور ان امام باڑوں کی مکمل دیکھ بھال اور نظم ونسق چلانے کا پورا پورا اختیار متعلقہ فرقہ کو ہی دیا گیا۔ اس کے علاوہ فرقہ کے رہبروں کو ایک دوسرے کے امور میں مداخلت سے پرہیز کرنے کی تاکید کی گئی۔

اس کے علاوہ یہ طے پایا کہ ہر فرقہ کا رہبر صرف خود سے ہی منسوب امام باڑہ وغیرہ میں ہی جایا کرے گا جس کو اس وقت کے علماء نے قبول کیا ہے۔ لہٰذا اسی وقت سے قوم وملت کے امام باڑہ زڈی بل پر فرقہ قدیم اور امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد پر فرقہ جدید کا قبضہ رہا ہے یہ امام باڑے ان سے ہی مخصوص ہوکر رہ گئے ہیں (۲)

۱۔ تاریخ شیعیان کشمیر۔ ص۶۔

۲۔ یعنی اگرچہ ان امام باڑوں میں وقتی طور پر مخالف فرقہ کا رئیس ورہبر بھی داخل ہوسکتا ہے۔ لیکن ان کو وہاں مجلسؑ حسینی وغیرہ منعقد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ خصوصاً وہ مجلس حسینیؑ جو گرمیوں میں گاؤں اور شہروں میں عمومی نوعیت سے منعقد ہوتی ہے۔ البتہ یہ خوش آیند بات ہے کہ عوام کا ایک بڑا حلقہ ان متضاد الانعقاد مجالس (یعنی ایک دوسرے گروہ کی مجالس) میں خوشی سے اب جانے لگا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تقسیم در تقسیم

ان متضاد فرقوں سے قوم کو اس وقت اور زیادہ خطرناک صورت حال سے دو چار ہونا پڑا جب باری باری ان دو فرقوں کے مابین بھی تقسیم در تقسیم کا عمل در آمد شروع ہوا۔ جس نے قوم کو ویرانی اور بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا۔ اس تفرقہ نے اب دائمی صورت اختیار کر لی ہے اور ہر آن کسی اور جدید فرقہ کے منظر عام پر آنے کا اندیشہ موجود رہتا ہے۔

بہرحال ۱۹۵۷ء عیسوی تک کشمیر میں شیعوں کے دو ہی فرقے ''فرقہ قدیم'' اور ''فرقہ جدید'' کے نام سے منظر عام پر تھے۔ لیکن ۱۹۵۷ء عیسوی میں فرقہ قدیم مولانا محمد جواد انصاری کے انتقال کے بعد دو مختلف اور متضاد گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو گیا۔

اسی طرح آگے چل کر ۸۲۔۱۹۸۱ء عیسوی میں آغا سید یوسف الموسوی کے انتقال کے بعد فرقہ جدید کے افراد میں بھی مرحوم آغا صاحب کی جانشینی اور تنظیم کی صدارت کے سلسلے میں ایک عظیم جنگ شروع ہوئی اور سالہا سال تک فرقہ جدید کے حامیوں میں لڑائی جھگڑے، لوٹ و مار کی وارداتیں تسلسل کے ساتھ جاری تھیں۔ آخر کار یہ فرقہ بھی تشتت وافتراق کا شکار ہوا اور دو بڑے فرقوں مصطفوی اور محمدی میں بٹ کر رہ گیا۔ مذکورہ فرقوں کے علاوہ اس فرقہ کا ایک تعلیم یافتہ طبقہ علامہ آغا سید محمد باقر الموسوی کی تبعیت میں چلا گیا اور جو اپنی اقلیت کے باوجود ''باقری'' کہلاتا ہے۔

اس گروہ بندی کی وجہ سے شیعہ، قوم واحد کے بجائے چار الگ الگ ایسی قومیں لگتی ہیں جن کے مابین کوئی مشترکہ نقطہ نہیں پایا جاتا ہو جبکہ اس سے پہلے بھی اس بات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ کشمیر میں آباد تمام شیعہ اثنا عشری ہیں اور ان کے درمیان کوئی مسلکی، اعتقادی، فقہی اختلاف نہیں ہے۔

یہاں پر اس بات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری جانتا ہوں کہ انقلاب اسلامی ایران کے بعد کسی حد تک اس فرقہ داریت اور گروہ بندی کی رفتار میں فرق آیا ہے اور اس کی شدت میں کمی واقع ہوئی ہے خصوصاً جوان اور تعلیم یافتہ طبقہ میں روز بروز یہ شعور بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ اچھی طرح یہ احساس کرتے ہیں کہ اس تفرقہ اور انتشار نے ہماری قوم کو کتنا نقصان پہنچایا ہے اور محرومی کی وادی میں کہاں سے کہاں لا کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ احساس دلانے میں تنظیم المکاتب کا رول کسی حق پسند سے پوشیدہ نہیں ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

علماء ورہبرانِ شیعیان کشمیر کو متحد کرنے کی کوششیں

شیعوں خصوصاً فرقوں کے رہبروں کو متحد اور ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے کشمیر اور ریاست کشمیر کے باہر سے قوم کے ہمدردوں کی طرف سے بارہا کوششیں کی گئیں لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر ان کی جدوجہد اور کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔

۱۔ مرحوم منشی محمد اسحاق صاحب پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے گروہ بندی اور فرقہ داریت کے خلاف اقدام کیا اور اس پر شدید نالاں رہے۔ انہوں نے قوم کے رہبروں کو ایک جگہ اور ایک دوسرے کے امام باڑوں میں لے جانے کی بھی انتھک محنت کی لیکن اپنے دیرینہ خواب کو شرمند تعبیر نہ کرسکے۔ قوم کو متحد کرنے کی ان کی بے انتہا کوششوں کا ان کی تصانیف ''چودھویں صدی''، ''پیشکش'' اور ''پیام عمل'' میں بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۹ء کے محرم کے دوران عاشورا کے دن حکومت کے تعاون سے وہ آغا صاحب کو امام باڑہ زڈی بل اور مولوی صاحب کو امام باڑہ حسن آباد لانے میں بھی کامیاب ہوگئے۔ منشی محمد اسحاق حکومت کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ حکومت کے عہدہ پر فائزہ ہونے کے بعد آپ نے قوم کی جو خدمات انجام دیں وہ کتابوں کے علاوہ بزرگوں کی زبان زد بھی ہیں (۱)

۲۔ انقلاب اسلامی ایران (فروری ۱۹۷۹ء) سے قریباً چار برس قبل مرجع تقلید گلپائگانی صاحب کی جانب سے ایک مشن پر آیت اللہ شیخ حسین کرمانی کشمیر تشریف لائے تھے۔ انہوں نے یہاں کے علماء اور دانشمند طبقہ کو ایک جگہ جمع کر کے اتحاد فکر و عمل، اصلاح و حرکت اور ملت کو تعلیم وٹکنیک میں آگے لانے کی ترغیب اور دعوت دی۔ لیکن عدم تعاون کی وجہ سے یہ تحریک بھی آگے نہ بڑھی (۲)

۳۔ وسط ۱۹۸۰ء میں رہبر کبیر امام خمینیؒ کے ایک خصوصی سفیر تشریف لائے تھے۔ جنہوں نے علماء شیعہ کو مسجد جامع حاجی عیدی کے صحن میں اکھٹا کر کے ان کو رقت آمیز لہجہ میں اتحاد فکر پر جمع ہونے کا ایک خصوصی پیغام دیا اور فرمایا کہ ''رہبر انقلاب (امام خمینیؒ) کے دل میں کشمیر کے لئے ایک خاص محبت

۱۔ راقم نے ان کی خدمات کی تفصیل خود اپنے ایک عزیز بزرگ کے زبان سے سنی ہیں۔
۲۔ غروب آفتاب ص ۲۴۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے(۱) لیکن پھر بھی بعض حضرات نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور فکری اتحاد کرنے سے گریز کیا۔

۴۔ ۹۱-۱۹۹۰ء میں نہضت اسلامی (۲) کی کوششوں سے ''مجلس علمائے کشمیر'' تشکیل دی گئی جس کے چیئرمین کی حیثیت سے علامہ شیخ محمد ہادی غروی نے بہت کوشش کی تھی کہ علماء امامیہ کشمیر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر منظم ہوجائیں۔

مذکورہ مجلس علمائے کشمیر کے لئے غلام علی گلزآر نے ایک لائحہ عمل بھی ترتیب دیا تھا جسے مجلس نے باتفاق رائے منظور بھی کرلیا تھا اور اس پر کام بھی شروع کیا گیا (۳)

لیکن ظاہر ہے کہ سوز یقین، غیرت نفس اور ثابت قدمی کے بغیر اتنا بڑا کام ممکن نہیں تھا۔ اکثر ارکان اس کے متحمل نہ ہوسکے اس طرح یہ کوشش بھی ضائع اور رائیگان ثابت ہوئی اور بہت کم عرصے میں ''مجلس علمائے کشمیر'' کے ساتھ ساتھ نہضت اسلامی کشمیر کا بھی جنازہ نکالا گیا (۴) مذکورہ موارد کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً علمائے کشمیر کو متحد کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں لیکن آج تک کبھی یہ کوششیں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکیں۔

رہبران قوم کے مابین تفرقہ اور انتشار کے اسباب وعلل

شیعوں کے رہبروں میں آپسی اختلاف کی بہت ساری وجوہات اور اسباب وعلل ہوسکتے ہیں۔ لیکن جو وجوہات راقم الحروف کے ذہن میں آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

الف:۔ حکومتوں کی سازش

کشمیری حکمرانوں کی کوشش ہمیشہ فرقوں کے رہبروں کے مابین اتحاد کے بجائے اختلافات کی بیج بونے کی رہی ہے۔ جس کی ماضی میں بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں من جملہ یہ کہ شہر سرینگر (زڈی بل)

۱۔ غروب آفتاب ص ۲۵۔

۲۔ جو کشمیر میں سرگرم جدوجہد آزادی کے حامی علماء اور دانشمندوں پر مشتمل تھی۔

۳۔ غروب آفتاب ص ۲۵۔

۴۔ پمفلٹ شیعہ فیڈریشن کا تعارف سال جنوری ۲۰۰۶ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں دسویں محرم کو شیعوں کا ایک ہی ذوالجناح کا جلوس برآمد ہوتا تھا لیکن جب بعض حضرات نے حکومت سے دوسرا ذوالجناح نکالنے کی اجازت دینے کا مطالبہ کیا تو حکومت نے (بغیر کسی پوچھ تاچھ کے) ان حضرات کا مطالبہ مان لیا (۱) جس سے قوم میں مزید افراتفری پھیل گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ ریاست جموں و کشمیر ایک سالم اور خود مختار ریاست تھی سیاسی عیاری اور مسلمانوں کے اندر منافرت کے حربے آزما کر یہاں مضبوط حکومت جس کا سربراہ یوسف شاہ چک (شیعہ حکمران) تھا کو توڑ دیا گیا۔ اس کے بعد حکومتوں کی ہمیشہ یہی پالسی رہی ہے کہ شیعوں کو کبھی متحد و منظم نہ ہونے دیں۔

اسی طرح تقسیم ہندوستان کے چند برس بعد پھر ایک ہی جلوس ذوالجناح برآمد ہوتا تھا تو بخشی وزارت کے دوران دوسرے فرقہ کے راہنما کو بھی سرینگر میں دوسرا جلوس عاشورہ نکالنے کی سرکاری اجازت فوراً دی گئی (۲)

ملت شیعہ امامیہ میں خصوصی طور پر علمائے دین کا مقام بڑی اہمیت کا حامل ہے اس اہمیت کے پیش نظر اسلام و شیعہ دشمن اجنبیوں کی نظریں بھی ان پر لگی رہتی ہیں کہ کب ان کے فہم وتقویٰ میں دراڑ پڑ جائے تا کہ وہ ان پر حملہ آور ہو جائیں۔ ائمہ معصومینؑ اور علمائے ربانی خصوصاً انقلاب اسلامی ایران جس کی کامیابی میں علمائے دین کا اہم کردار رہ چکا ہے اس طویل جدوجہد کے دوران بھی ایسی مثالیں سامنے آ گئیں اور انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی ایسے علماء نے سر اٹھایا۔ یہی حال ہمارے کشمیر کا بھی رہا ہے۔ شیعہ علماء کو ایک دوسرے سے دور رکھنے میں یہاں کی حکومتوں کا ہمیشہ ہاتھ رہا ہے گرچہ بعض ظاہری طور پر ان کو متحد اور منظم کرنے کی بھی کوشش کرتے دکھائے دیتے تھے (۳)

حکومت کی اس مذموم کاروائی کے پیچھے کئی عامل کارفرما تھے۔ ڈوگرہ دور میں حکمرانوں کی یہی سیاست تھی کہ شیعہ مسلمانوں کو کشمیر کے عام مسلمانوں سے جدا کر دیں تا کہ وہ عام مسلمانوں کے دوش بہ دوش ان کے جابر اور ناجائز تسلط کے خلاف احتجاج نہ کر سکیں انہوں نے بھی انگریزوں کی وہی مکروہ

۱۔ پمفلٹ شیعہ فیڈریشن کا تعارف ص ۷۔

۲۔ پمفلٹ شیعہ فیڈریشن کا تعارف ص ۸۔

۳۔ شیخ محمد عبداللہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سرکردہ شیعہ راہنماؤں کو جمع کرنے کی کبھی کبھی کوشش کی تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سیاست (devide and rule) یعنی ''تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو'' کو یہاں اپنا رکھا تھا۔ ایک طرف وہ شیعوں کو عامۃ المسلمین سے الگ اور جدا کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے تھے تاکہ انہیں اس بات کا بہانہ مل جائے کہ کشمیر کی ایک جماعت ہماری حکومت کو جائز قرار دے کر حکومت کے ساتھ تعاون کر رہی ہے۔

دوسری طرف وہ شیعوں کو ایسی باتوں اور لڑائیوں میں مشغول رکھنا چاہتے تھے جس کی ابتداء وہ خود کرتے تھے لیکن اس کی انتہا نا معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اختیار میں بھی نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے وہ شیعوں کی اس فرقہ داریت اور گروہ بندی کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ اور ہوا دے رہے تھے نیز ان میں نفرت کی دیواریں حائل کر کے ان پر احسان جتلانے کے لئے ان کی بعض (معمولی اور غیر مناسب) مانگ کو بھی قبول کیا کرتے تھے۔ (میر بحری ڈل کے علاقہ ہی لے لیجئے کہ حکومت نے ان کو نئے جلوسوں کی تو اجازت دے دی لیکن اس علاقہ کو اسکولوں سے اور ترقی سے محروم رکھا)

۱۹۴۷ء عیسوی میں کشمیر پر ہندوستانی تسلط برقرار ہونے کے بعد بھی اگر کبھی کبھار کشمیر کے حکمرانوں نے شیعہ علماء کی بات کو تسلیم کر بھی لیا تو اس کے پیچھے بھی مذکورہ عوامل کارفرما تھے اور وہ بھی کشمیر کی شیعہ برادری کو یہاں کی اکثریت سے الگ کرنا چاہتے تھے۔ ایک طرف وہ ان کے بعض گروہی مطالبات کو قبول کرتے تھے تو دوسری طرف پس پشت ان میں موجود اختلاف کو مزید ہوا دیتے رہتے تھے اور وہ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ شیعوں کے اندر آپس میں اتحاد و اتفاق قائم ہو چونکہ ان کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ یہاں کی شیعہ برادری کے ساتھ مغل دور سے ہی سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں ان کو اس طرح محروم رکھا گیا کہ ان کو کبھی سر اٹھانے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اب جبکہ دنیا بدل چکی ہے اور آہستہ آہستہ جینے کا شعور ان کے اندر بھی بیدار ہو گیا ہے اور دانشمند طبقہ اب ان میں بھی پروان چڑھ چکا ہے۔ جن کو ایک طرف بین الاقوامی سطح پر تسلیم کئے گے انسانی حقوق پر بھی گہری نظر ہے دوسری طرف اپنی قوم کی خستہ و زبون حالی کا زخم بھی ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دے رہا ہے بلکہ برابر ان کو مہمیز کر رہا ہے اور چونکہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے بھی ان کی سماجی، اقتصادی، تعلیمی، سیاسی اور ثقافتی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے وہ آج بھی محرومی کے گہرے سمندر میں غوطے مار مار کر ساحل کی تلاش میں ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہ (حکمران طبقہ) غالباً جانتے تھے کہ اگر وہ ایک بار متحد اور ایک آواز ہو جائیں تو وہ یہاں ایک ایسا انقلاب لا سکتے ہیں جس کی لہروں میں ان کے اقتدار کی کرسی بھی بہہ جائے گی۔ چونکہ ان کو شیعوں کی دینی رہبریت کا بھرپور احساس تھا کہ اگر وہ چاہیں تو مستقبل کی روشن تقدیر رقم کرنے کی طاقت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان تمام خطرات سے بچنے کے لئے صرف یہی ایک اچھا اور مناسب ذریعہ ہے کہ انگریزوں کے منحوس استعماری نسخہ ''تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو'' پر عمل درآمد کیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے ہمیشہ شیعوں کو متفرق اور جدا کرنے کے لئے تمام حربے استعمال کئے اور آج بھی کر رہے ہیں۔

(ب) ذاتی مفادات

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومتی سازش کے علاوہ، رہبران قوم کے بہت معمولی وناچیز ذاتی مفادات نے بھی کبھی ان کو متحد اور منظم نہیں ہونے دیا۔

شیعوں میں اختلاف اور تفرقہ کی وجوہات

علماء اور فرقوں کے راہنماؤں کے علاوہ جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ شیعہ عوام میں بھی شدید اختلاف اور تفرقہ پایا جاتا ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔ ذیل کی عبارت میں ہم نے ان میں سے بعض اہم وجوہات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

الف۔ مذکورہ فرقوں سے وابستہ بعض ذی غرض تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے حقیر مفادات کا حصول

یہاں ذی غرض تعلیم یافتہ افراد کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جنھوں نے اپنے حقیر وناچیز مفادات کی خاطر قوم اور ملت کا کبھی اتحاد واتفاق نہیں چاہا۔ یہ طبقہ اگرچہ قوم کو فرقہ بندی اور تفرقہ سے پہنچنے والے نقصانات سے بخوبی آگاہ ہے لیکن چونکہ موجودہ فرقہ داریت کی وجہ سے ان کے گھر اور کاروبار کی وضعیت بہتر ہو جاتی ہے اس لئے وہ شیعوں کے اتحاد واتفاق سے خائف ہیں اور مسلسل خلاف اتحاد اپنی سرگرمی کو جاری رکھتے ہیں۔ ظاہری علوم کی وجہ سے چونکہ راہنماؤں سے کافی نزدیک ہیں اور ایک طرح سے ان کے مشیروں جیسا عہدہ رکھتے ہیں تو یہ حضرات کبھی بھی ان سربرآوردہ راہنمایان قوم کو وحدت و اتحاد کی ایک صف میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان کے درمیان نزدیکی اور قربت کے بجائے جدائی اور

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فرقت کی طرف ان کے ذہنوں کو مہمیز کرتے رہتے ہیں۔

ان میں سے بعض خود غرض افراد اپنے فرقہ سربراہ کو خوش رکھنے کے لئے کشمیر کی مختلف مناسبتوں پر اخبارات میں ان کے نام سے ایسے پیغامات اور خطابات شایع کرواتے ہیں جن کی ان کو بھی خبر نہیں ہوتی ہے اور یقیناً انھیں دیکھ کر اس پر تعجب بھی ہوتا ہوگا۔

ایسے افراد سے قوم کا بہت نقصان ہوتا ہے چونکہ اس طرح کی حرکت سے گروہ بندی کی جڑیں اور مضبوط ہوتی ہیں نیز اس طرح سے عوام کے اندر فرقہ بندی سے منسلک رہنے کا جواز بھی پیدا ہوجاتا ہے۔عوام میں مؤثر ہونے کی وجہ سے فرقہ داروں کو ایسے افراد کی تلاش بھی رہتی ہے اور ان کو جذب کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ایسے افراد کو تاریخ میں ''کنگ میکرس'' کہا گیا ہے۔

ب۔اتحاد کی اہمیت وافادیت سے عدم واقفیت

شیعوں کی نااتفاقی اور عدم اتحاد کی ایک وجہ ان میں عموماً اتحاد و وحدت کی اہمیت اور افادیت سے عدم واقفیت ہے لہٰذا وہ اس کے لئے کبھی بھی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ان کو وحدت کا فلسفہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اجتماعی پروگراموں من جملہ نماز جمعہ و جماعت میں وہ کم شرکت کرتے ہیں۔نماز عید اور محرم میں مرثیہ خوانی ایک جگہ کے بجائے مختلف اور متعدد جگہوں پر منعقد کرتے ہیں (۱) اتحاد اور وحدت کے حوالے سے وہ اپنی پارٹی کی حد تک اہمیت دیتے ہیں اور اپنی پارٹی کے حامیوں کے اتحاد و بھائی چارگی کو برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔

ج۔جہالت اور ناخواندگی

شیعوں کے اندر اختلاف اور تفرقہ کی ایک بنیادی وجہ ان کی جہالت و ناخواندگی بھی ہے۔تعلیمی میدان میں شیعوں کی پسماندگی سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے اور یہ سب پر عیاں ہے کہ چند برس پہلے تک ان میں افسوسناک تعلیمی شرح فیصد (یعنی مردوں میں بارہ اور عورتوں میں نو فیصد) تھا۔

اتحاد و وحدت کو اہمیت نہ دینے کے پیچھے بھی ان کی جہالت کارفرما ہے۔جہالت ہی کی وجہ سے وہ فلسفۂ وحدت کو نہیں سمجھ سکے اور جہالت ہی نے ان کو حتیٰ اس دور میں بھی آپسی افہام و تفہیم سے باز رکھا ہے۔

۱۔ بڈگام کے ایک مضافاتی گاؤں میں اگرچہ دو تین فرقہ کے حامی ہیں لیکن صرف ۳۰۰ گھر ہونے کے باوجود ۹ جگہوں پر محرم میں مرثیہ پڑھتے ہیں۔ایسا اور بھی بہت ساری جگہوں پر ہوتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

د۔ فرقوں سے غیر وابستہ بعض علماء اور دانشوروں کا احساس ذمہ داری نہ کرنا

شیعہ قوم میں ایسے بہت علماء اور دانشور گزرے ہیں اور آج بھی ہیں جو علم و دانش سے آراستہ ہونے کے باوجود فرقہ پرستی کے جال میں نہیں پھنسے بلکہ زندگی کی قلیل اور محدود وسائل پر ہی قناعت کر کے عزت اور شرافت کی زندگی گزاری اور گزارتے رہے ہیں لیکن قوم کے اتحاد و وحدت کی راہ میں انھوں نے بھی (ماضی میں ایک دو کے سواء) توجہ نہیں دی اور نہ ہی قوم کے تئیں خدا کے برابر اپنی کسی ذمہ داری اور مسؤلیت کا احساس کیا۔

یہ ہماری قوم کی بدقسمتی ہے کہ نہ صرف قوم کے راہنما علماء (فرقہ داروں) میں اختلاف ہے بلکہ غیر وابستہ علماء میں بھی اگر ہم یہ تسلیم کر بھی کرلیں کہ ان میں اختلاف نہیں پایا جاتا ہے لیکن اس حقیقت سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ ہمفکری، اور یکجہتی کے بھی ان میں کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے ہیں جس کی مثال ''مجمع اسلامی کشمیر'' ہے۔ جسے کشمیر میں وجود میں آئے ہوئے تقریباً ڈھائی سال ہو چکے ہیں (۱) لیکن تنظیم کے ارکان کی عدم دلچسپی اور عدم ہمفکری، نیز دیگر وجوہات کی بنا پر حوزہ علمیہ قم (ایران) سے فارغ التحصیل ہوئے کم از کم ۲۵ علمائے دین (صرف کشمیر میں) اس سے وابستہ ہونے کے باجود آج تک معاشرتی مسائل سے متعلق کوئی قابل ستائش کارنامہ انجام نہیں دیا۔

اس کے علاوہ بعض علماء نے اپنی نجی اور ذاتی پارٹیاں بنالی ہیں۔ وہ قومی اتحاد اور بڑی سطح کی تنظیموں کے بجائے اپنی پارٹی کا اتحاد اور اسی کی ترقی اور کمال کے خواہاں ہیں۔ کشمیر کے ایک دانشور غلام علی گلزارؔ کی نظر میں شیعوں میں اختلاف کی ایک وجہ فرقوں سے غیر وابستہ علماء کا عدم اتحاد ہے (۲)

۱۔ اس تنظیم کی بنیاد ڈھائی سال پہلے حوزہ علمیہ قم میں مشغول کشمیری طلاب کے ذریعہ ڈالی گئی چونکہ اصلی ہدف کشمیر تھا لہٰذا پھر ۲۰۰۷ء میں کشمیر میں موجود فارغ التحصیل طالب علموں کے ذریعہ اس تنظیم کا اعلان کیا گیا۔ اگر چہ قم میں کسی حد تک فعال اور منظم ہے لیکن کشمیر میں ایک عرصہ سے اس کی کوئی زیادہ فعالیت نظر نہیں آ رہی ہے۔ نیز ابھی حال ہی میں کشمیر میں موجود بعض علماء نے مذکورہ تنظیم سے کنارہ کشی کر کے ایک اور تنظیم ''اہل بیت فاونڈیشن'' کی بنیاد ڈالی ہے۔

۲۔ سوال نامہ از غلام علی گلزارؔ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ھ۔اندھی تقلید(۱)

مذہبی علماء کی اطاعت اور پیروی یقیناً ممدوح ہے لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے کوئی بھی چیز اگر اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ حرج ومرج کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کشمیر میں فرقہ کے رہنما کی اطاعت اوراس کی پیروی مرجع تقلید سے بھی زیادہ لازم وضروری تصور کی جاتی رہی ہے جس کی وجہ سے وہ قومی اتحاد کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔

د۔صالح قیادت کا فقدان

اگر کسی قوم کو صحیح قیادت مل جائے تو اس قوم کی تقدیر بدلنے میں بھی دیر نہیں لگتی ہے اسلامی جمہوریہ ایران کی مثال ہمارے سامنے ہے انقلاب اسلامی سے پہلے وہاں کے لوگ بھی انتہائی بدحالی اور سیاسی استحصال کے شکار تھے۔ وہ اپنے ہی وطن میں بیگانہ تھے لیکن جب حضرت امام خمینیؒ کی شکل میں ان کو صحیح قیادت مل گئی تو وہی ایران ''ام القریٰ'' میں تبدیل ہو گیا۔ آج وہاں کے لوگ دنیا کے سوپر پاور عالم استکبار سے برسر پیکار ہیں کہ جس کے خلاف وہ صحیح قیادت سے پہلے اپنے ملک میں بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

لبنان کو دیکھیں! جہاں صالح قیادت سے پہلے شیعہ ہر لحاظ سے اپنے دیگر ہم وطنوں سے پسماندہ تھے جن کو مالی بدحالی نے ہر طرف سے دبوچ رکھا تھا اور جن میں اختلاف اور تفرقہ کا ایک طوفان پایا جاتا تھا لیکن جب ان کو حضرت امام موسیٰ صدر، شہید عباس موسوی، سید حسن نصر اللہ (حفظ اللہ تعالیٰ) کے روپ میں صالح اور مومن قائد مل گئے تو آج وہی لبنانی شیعہ دوسری تمام قوموں اور حریت پسند انسانوں کے لئے نمونہ حیات بنے ہوئے ہیں۔ ۳۳ دنوں تک عالم استکبار خصوصاً غاصب اسرائیل کو شکست دینے والی یہ وہی مستحکم وپرصلابت قوم تھی جو دو تین دہائیوں پہلے آپسی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کے خون کی پیاسی تھی۔ نیز دوسری طرف ان کے مدمقابل یہ وہی مضبوط اور مقتدر جنگی ساز وسامان سے لیس اسرائیل تھا جس نے ۱۹۶۷ء میں ایک ساتھ چار عرب ملکوں کو شکست فاش دینے کے علاوہ ہر ایک کی کچھ اراضی پر قبضہ کر لیا تھا۔ مختصر یہ کہ قوموں کی ترقی وکمال نیز جمود وانحطاط میں قوم کے راہنماؤں کا کافی دخل رہتا ہے اگر وہ چاہیں تو قوم کو ترقی کی منزل پر گامزن کر سکتے ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں صالح قیادت کے ملنے ہی سے بلندی کے مرتبہ تک پہنچی ہیں نیز پسماندہ قوموں

۱۔سوال نامہ مولانا مسرور عباس انصاری۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے انحطاط اور جمود کی ذمہ داری بھی اُس قوم کے رہنما کے اُوپر عائد ہوتی ہے۔ اگر کوئی ملّت خارجی (بیرونی ملک کی) زور زبردستی کے نتیجہ میں دست نگر اور کمزور ہو جاتی ہے تو اس کو بھی تباہی کے بھنور سے نکالنے کے لئے ایک صالح قیادت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ز۔ فرقہ سربراہ یا ان کے گھر والوں میں سے بعض کا سیاست میں ہونا

شیعوں کے اختلاف کی ایک وجہ فرقہ کے سربراہ یا ان کے گھر والوں میں سے کسی ایک کا سیاست میں ہونا بھی ہے۔ چونکہ یہ لوگ سیاست میں ہونے کی وجہ سے مختلف اداروں اور مراکز نیز ان کے ذمہ داروں تک رسائی اور اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے ان سے اچھے مراسم رکھتے ہیں لہٰذا ذی غرض افراد ان کے سیاسی اپروچ کو ذاتی اور شخصی مفادات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی شیعوں کی ایک بڑی جماعت ان کے شانہ بشانہ چلتی ہے اور وہ نہیں چاہتی ہے کہ شیعوں میں ایک قومی اتحاد پیدا ہو۔

ح۔ فرقہ سربراوں کی طرف سے بنائے گئے شہروں اور دیہاتوں کے لئے صدر اور دیگر کارکنان

فرقہ سربراہوں نے اپنے اپنے حامی شہروں اور گاؤں میں اپنی طرف سے ان کی نگرانی کے لئے بعض افراد مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ افراد فرقہ کے سربراہوں سے بھی زیادہ فرقہ بندی سے اپنی سرگرمی کا اظہار کرتے ہیں جس کے پیچھے کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں:۔ اول یہ کہ یہ لوگ شہرت طلب ہونے کی وجہ سے فرقہ کے سربراہ کی طرف سے دیئے گئے عنوان کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی سُستی کی وجہ سے ان کی جگہ کسی اور کو یہ عہدہ نہ دیا جائے۔

دوم:۔ ان کو فرمانروائی کا بڑا شوق ہوتا ہے جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ فرقہ کے سربراہ کی ہمہ تن پُر زور حمایت کریں (عام اصطلاح میں ایسے شاطر افراد کو ''کھڈ پنچ'' کہا جاتا ہے)

سوم:۔ ان میں بہت سارے خود غرض اور مفاد پرست بھی ہوتے ہیں۔ وہ فرقہ کے سربراہوں کی حمایت اپنا کام (سیاسی وتجارتی) نکالنے کے لئے کرتے ہیں۔ وہ فرقہ سربراہوں کے دینی وسیاسی اثر ورسوخ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس لئے ان کی بے دریغ حمایت کرتے ہیں۔

خرافات

فرقہ پرستی کے ساتھ ساتھ خرافات اور توہمات نے بھی شیعوں کو ترقی اور تکامل سے روک کر رکھا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے(۱) خرافات اور توہمات نے بری طرح شیعہ سماج کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ جس سے ان کی زندگی دوبھر ہوگئی ہے۔

مرحوم منشی حسن علی صاحب نے شیعوں کی پسماندگی کی ایک خاص علت انہیں خرافات اور توہمات کو قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ''شیعہ مسلمان سعد ونحس کی بدعت میں اس قدر مبتلا ہیں کہ سال میں تین سو دن ان کے لئے کام کرنا حرام ہے'' (۲)

کچھ شیعہ خرافات اور توہمات کو اسلام اور دین کا جز تصور کرتے ہیں اور تعجب کا مقام ہے کہ ان خرافات کے دیگر احکام شرعی کی بنسبت زیادہ پابند ہیں۔ یہ خرافات ہماری زندگی کے ہر شعبے میں پھیل چکے ہیں یہاں تک کہ روزمرہ کی زندگی میں اسے بہت زیادہ مؤثر جانتے ہیں۔

۱۔ توہمات اور خرافات کی وجہ سے کشمیری شیعہ بعض دنوں مثل پیر، بدھ وغیرہ نیز بعض تاریخوں خصوصاً ہر ماہ کی ۳، ۱۳، ۲۳ تاریخ کو نحس مانتے ہیں اسی لئے کسی نئے کام کی شروعات ان دنوں سے نہیں کرتے۔ اسی طرح وہ زندگی کے ہر کام میں پیر بابا اور تعویذ نویسوں کے ساتھ مشورہ کرتے ہیں اور ان کا بہت زیادہ احترام کرتے نیز انھیں پیسے بھی دیتے ہیں۔

توہمات اور خرافات کے شکار بعض افراد کسی کام کے لئے گھر سے نکلتے وقت سامنے سے آنے والے انسان یا حیوان کو کام بننے یا بگڑنے کے سلسلہ میں موثر جانتے ہیں۔ ان توہم پرست افراد کے نزدیک اگر سامنے سے کوئی مرد آجائے تو اسے کام بننے کی علامت جانتے ہیں۔ اگر بلی یا عورت آئے تو کام بگڑ جانے کی نشانی تصور کرتے ہیں اور اگر گھر سے نکلتے وقت سامنے سے کتا آجائے تو اسے اس کام کے بگڑ جانے کے ساتھ ساتھ جان جانے کی گھنٹی تصور کرتے ہیں۔ اس لئے بعض لوگ گھر سے نکلتے وقت پہلے دائیں بائیں دیکھتے رہتے ہیں تاکہ کوئی سامنے نہ آئے۔ خرافات ہی کی وجہ سے بعض افراد گھر میں بلی کی زیادہ آوازیں (میاؤں) کو خطرے کی گھنٹی تصور کرتے ہیں۔ نیز گھر میں درخت پر ''بلبل'' کی چہچہاہٹ کو گھر میں مہمان آنے کی علامت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دو عیدوں (عید فطر وقربان) کے درمیان (جس کی گھر میں پہلی شادی ہو) شادی بیاہ کے رسومات انجام دینے کو مناسب نہیں سمجھتے ہیں اور اسی طرح بعض توہم پرست جاہل روزِ عاشورا ایک دوسرے کو سلام کرنے کو جائز نہیں جانتے ہیں اسی طرح کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ''اس طرح کے خرافات کا پایا جانا فقط شیعہ سماج سے مخصوص نہیں ہے بلکہ کشمیر کے دیگر اقوام میں بھی اس سے کہیں زیادہ خرافات پائے جاتے ہیں اور یہ خرافات کشمیر کے علاوہ دیگر ریاستوں اور ممالک میں بھی ہیں۔

۲۔ چودھویں صدی، ص ۱۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خرافات اور توہمات کی وجوہات

قوم میں خرافات اور توہمات کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:۔

ا۔ ہندوں پنڈتوں کے ساتھ میل ملاپ (ا)

ایک دوصدی پہلے تک یہاں کی اکثریت کو دوسری اقلیتوں منجملہ شیعوں اور ہندوؤں (پنڈتوں) کے ساتھ متعدد تنازعے اور جھگڑے ہوتے رہے ہیں چونکہ بعض مختلف سیاسی ادوار میں یہاں کی اکثریت شیعہ و پنڈتوں دونوں کی مخالف تھی۔ لہٰذا دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے کے فارمولے کے تحت شیعہ اور پنڈتوں میں ایک طرح کا اتحاد قائم تھا اس اتحاد کی خاطر بہت سارے پنڈت شیعہ آبادی والے علاقوں میں آ کر آباد ہوجاتے تھے جس کی وجہ سے شیعوں کے ان سے اور زیادہ گہرے تعلقات ہو گئے۔

چونکہ ہندو مذہب میں علم نجوم وغیرہ کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دی جاتی ہے اس لئے ان میں توہمات اور خرافات بھی زیادہ پائے جاتے تھے۔ شیعوں کے ساتھ گہرے تعلقات کی وجہ سے یہ توہمات اور خرافات شیعوں میں بھی منتقل ہوکر آ گئے۔ علم نفسیات کے مطابق خوفزدہ ماحول میں مضمحل افراد دل کی تسلی کے لئے توہمات کا سہارا لیتے ہیں۔

حالانکہ حضرت علیؑ نے ایسے ہی توہمات اور خرافات سے بچنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ المنجم کالکاهن والکاهن کالساحر والساحر کالکافر والکافر فی النار (۲) ''یعنی منجم کاہن جیسا، کاہن ساحر جیسا، ساحر کافر جیسا اور کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے (اس لئے منجم بھی جہنم میں ڈالا جائے گا) فرقہ بندی کے ماحول میں جو افراد پڑھنے لکھنے کے بعد بھی کام کاج سے محروم تھے وہ پیر مریدی کو اپنا ذریعہ معاش بنا کر نجوم زدگی کا تماشا دکھانے لگے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے تھے (۳)

شیعوں کو چاہیے وہ ایسی واہیات پیشنگوئیوں پر عقیدہ نہ رکھیں کیونکہ یہ سراسر احکام اسلام کیخلاف ورزی ہے بلکہ یہ ترقی کرنے کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔

ا۔ سوالنامہ مولانا محمد مقبول حسین جو۔ گزشتہ حوالہ غلام علی گلزار۔

۲۔ وسائل الشیعہ، باب عدم جواز تعلم النجوم، جلد ۱۷، ص ۱۴۳۔

۲۔ مذاکرہ با غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔جہالت

قوم میں توہمات اور خرافات کی ایک وجہ ہماری قوم کی جہالت بھی ہے وہ سادہ لوحی میں بغیر سوچے سمجھے ہر بات پر کان دھرتے ہیں نیز انجام کار سے نابلد ہو کر اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔اس کے علاوہ بیرون کشمیر کے بعض حلقوں کی جانب سے غیر اسلامی توہمات کو بھی گنڈوں، کڑوں، تعویزوں اور دھاگوں کی مدد سے پھیلایا جانے لگا جو انقلابی فکر اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو انسان سے باز رکھتا ہے۔

۳۔دین سے عدم آشنائی

دین کی ضروری آشنائی نہ ہونے کی وجہ سے بھی توہمات اور خرافات نے ان کے ذہنوں میں گھر کر رکھا ہے۔

۴۔تبلیغ کی کمی

مبلّغان دین کی کمی بھی خرافات اور توہمات کی ایک وجہ ہے۔اگر شیعوں میں مناسب انداز میں تبلیغ اور مبلغین ہوتے تو اس حد تک ان میں خرافات نہیں پائے جاتے۔اس لئے کہ جب وہ حقیقی دین اسلام سے لوگوں کو آشنا کراتے تو وہ لازمی طور پر توہمات اور خرافات کے شکار نہ ہوتے۔

۵۔فقدان رہبری

صالح رہبری کا فقدان بھی توہمات اور خرافات کی ایک وجہ ہے۔شیعوں میں اگر صالح قیادت ہوتی تو وہ ان کو توہمات اور خرافات سے نکال کر حقائق سے آگاہ کرتے۔وہ ان کو رمل وجفر، قضا وقدر کی سطحی جاہلانہ تشریح، چاند وستارہ اور قمر در عقرب کے مسائل میں الجھنے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے اپنی تقدیر رقم کرنے کی ترغیب دلاتے۔وہ شیعوں کو کسی پیر وفقیر وغیرہ کی کمک وامداد کے انتظار میں بیٹھے رہنے کے بجائے اپنی مدد آپ کرنا سکھاتے۔اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض مفاد پرست جاہل افراد (مبلغین کی صورت سجا کر) انتظار امام مہدیؑ کو عمل اور آمادگی کے بغیر عین دین بتا کر افراد ملت کو بے عملی کی دعوت دے رہے ہیں (۱)

۱۔دستی دستاویز، غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تعویذ نویسی

اس میں شک نہیں ہے کہ قرآن مؤمنین کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ہمیں اپنے سارے دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی، مادی و معنوی مسائل اور مشکلات کا علاج اور حل قرآن میں ہی ڈھونڈنا چاہیے اور زندگی کے ہر کام میں قرآن و اہل بیتؑ کا ہی سہارا لینا چاہیے۔ یقیناً ہمارے سماج میں ایسے تعویذ نویسوں کی کمی نہیں ہے جو مذکورہ اہداف کے لئے تعویز کا کاروبار کرتے ہیں۔

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بعض ایسے آخرت فروش تعویذ نویس بھی ہیں جو لوگوں کی سادگی سے غلط فائدہ اٹھا کر دن رات اپنی جیب بھرنے میں مشغول ہیں۔

وہ لوگوں کو مختلف طرح کا جھانسہ دے کر ان کے جیب خالی کرتے ہیں دنیا کی طمع اور لالچ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ اس راہ میں حتی دوسروں کو اذیت پہنچانے سے بھی نہیں ہچکچاتے ہیں۔ ان ضمیر فروش افراد کی وجہ سے بھی قوم کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا، نیز ان کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی نظروں میں شیعیت کا وقار مجروح ہوا۔ حتی کہ گاہی اوقات ''سحر گری'' کا طعنہ بھی دیا جاتا ہے کہ جس سے مکتب اہل بیتؑ پاک اور منزہ ہے۔

شیعوں میں تعویذ نویسی کی رسم عام ہونے کی اصلی وجہ ان میں پائے جانے والے توہمات اور خرافات ہیں، جس کی وجہ سے وہ تعویذ نویسوں کی طرف رجوع کرنے کو لازم و ضروری جانتے ہیں۔

تعویذ نویسی کی وبا پھیلنے کی دوسری وجہ بغیر محنت اور زحمت کی ایک اچھی درآمد ہے چنانچہ اس وقت تعویذ نویسی اتنی عام ہوگئی ہے کہ ہر گاؤں میں متعدد تعویذ نویس موجود ہیں۔

اس طرح یہ تعویذ نویسی اور پیر مریدی بھی شیعہ سماج کے لئے نہ صرف باعث ذلّت ہے بلکہ ایک بڑا خطرہ ہے جس کے سدّ باب کے لئے قوم کے ذمہ دار افراد کو سامنے آنے کی ضرورت ہے۔

اگر چہ ادارہ تنظیم المکاتب کی طرف سے اس کے روک تھام کے لئے کسی حد تک کوشش کی گئی تھی اور قوم کو توہمات اور خرافات سے نکلنے کے لئے انہوں نے بہت سارے اقدامات کئے تھے، جن کی وجہ سے سماج اور معاشرہ کی سدھار میں کچھ امیدیں پیدا ہوگئی تھیں۔ لیکن انہوں نے بھی پھر اس عمل کو آگے نہیں بڑھایا اور نہ ہی ان کو دوسرے اداروں کی طرف سے اس کی روک تھام کے لئے کوئی تعاون

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملا۔اس لئے یہ مشکل قوم کے اندر آج بھی جوں کی توں باقی ہے۔

علماء خصوصاً حوزہ علمیہ قم کے فارغ التحصیل فضلاء نے بھی اس جانب کوئی قدم نہیں اٹھایا نہ ہی انہوں نے اپنی مجلسوں اور تقریروں میں قوم کو اس کے خطرات سے آگاہ کیا۔

دوسرے ہم وطنوں کے ساتھ شیعوں کے تعلقات

بنی آدم اعضاء یکدیگر ند　　که در آفرینش زیك گوهرند

چو عضوی بدرد آید روزگار　　دیگر عضو هارا نماند قرار

شیخ سعدی نے مذکورہ شعر میں دنیا کو صلح اور دوستی، امن وامان، اور بھائی چارے کے ساتھ رہنے اور زندگی گزارنے کے لئے کتنا بڑا درس دیا ہے۔جی ہاں ہر انسان کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ ایک عیسائی، یہودی، ہندو، مسلم، سکھ و بودھ وغیرہ ہونے سے پہلے ایک انسان ہے اور انسان ہونے کی ناطے معاشرہ اور سماج (جیسا بھی ہو اس کا ہم مذہب ہو یا غیر مذہب) کی بھی کچھ ذمہ داریاں اس کے اوپر عائد ہوتی ہیں کہ جس کا اس کے دین و مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے ان ہی ذمہ داریوں میں سے ایک امن وامان سے (خصوصاً اپنے ہم وطنوں کے ساتھ) زندگی گذارنے کی ذمہ داری ہے۔

ایک انسان ہونے کی خاطر دنیا میں زندگی گزارنے والے تمام انسان اس کے بھائی ہیں۔لہٰذا خوشی وغم میں ان کے ساتھ شریک رہے اور کبھی بھی کسی کی دل آزادی اور تکلیف دہی کا باعث نہ بنے اور جس دن دنیا میں زندگی گزارنے والے انسانوں کے اندر یہ فکر رائج ہو جائے گی یقیناً یہ دنیا کہ جو آج ہر طرح کے درد والم، رنج وحزن سے بھری ہوئی ہے وہ جنت میں تبدیل ہو جائے گی یا کم از کم ملکی سطح پر ہی اگر یہ فکر رائج ہو جائے تب بھی ملک کا امن وامان بحال ہو جائے گا اور ترقی کی راہ ہموار اور آسان ہو جائے گی۔

اہل سنت والجماعت کے ساتھ شیعوں کے تعلقات

اگر کشمیر کی تاریخ پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے تو وہاں شیعوں کی نسل کشی، قتل عام اور ان کی تاراجی کے بے شمار واقعات نظر آتے ہیں کہ جس کی زخم برپائی کے لئے ایک مدت درکار ہے۔اگرچہ اس کے اصلی محرک یا سیاسی لیڈر تھے یا مذہبی رہنما کی مفاد پرستی تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کا قتل عام ۱۸۷۲ عیسوی تک مسلسل جاری رہا ۱۸۷۲ء میں ان پر ایسا بھیانک حملہ ہوا (جس سے ان کے جان و مال وغیرہ کی ایسی تباہی ہوئی) جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی ہے۔

لیکن ۱۸۷۲ء کے بعد دنیا خصوصاً کشمیر کے حالات میں تبدیلی آنے کی وجہ سے حملوں کا مذکورہ طوفان ختم ہوا اس کے بعد آج تک تقریباً ۱۳۶ سال کے عرصے میں شیعوں پر کوئی بڑا حملہ نہیں ہوا اور اگر کہیں حالات کشیدہ یا نوبت لڑائی تک بھی پہنچی ہے تو وہ علاقائی نوعیت کی تھی اور مذکورہ علاقہ سے آگے وہ کشیدگی اور فسادات نہیں پھیلے۔

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں شیعہ وسنیوں کے درمیان نفرت و اختلاف میں کمی آئی جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے قریب آنے لگے پھر جب شیعہ مسلمانوں نے بھی ڈوگرہ ظلم شاہی کے خلاف اپنے اکثریتی سنی مسلمان بھائیوں کے شانہ بہ شانہ لڑنا شروع کیا جس کے روح رواں مرحوم سید حسین شاہ جلالی اور منشی محمد اسحاق تھے تو شیعہ وسنیوں کے تعلقات میں مزید بہتری آ گئی۔

شیعہ وسنی ایک ساتھ ایک جگہ بیٹھنے سے ان میں ایک دوسرے کے متعلق بہت سارے خدشات کا ازالہ خود بخود ہو گیا۔ بہت ساری توہمی اور انحرافی باتیں آپس میں گفتگو کرنے سے دور ہوئیں۔ پھر آگے چل کر مرحوم آغا سید یوسف صاحب نے بھی شیعوں سے متعلق بہت ساری بے بنیاد نسبتوں کا ذہنوں سے ازالہ کیا اور برادران اہل سنت کی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں کلیدی رول ادا کیا۔

غلط فہمیوں کے ازالہ سے شیعہ وسنی ایک دوسرے سے اور نزدیک آتے گئے اب وہ ایک دوسرے کے یہاں بغیر کسی تکلف اور عصبیت کے کھانے پینے کے مراسم میں شریک ہوتے ہیں۔

خصوصاً ۱۹۶۳ء میں موئے مبارک کی گمشدگی کے بعد اتحاد المسلمین کے سلسلے میں جو خدمات مولانا محمد عباس انصاری صاحب نے انجام دیں وہ یقیناً قابل تحسین ہیں۔ مولوی عباس انصاری نے شیعہ و سنیوں کو مزید نزدیک کرنے اور دونوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے اتحاد المسلمین کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جو آج تک اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ مولوی عباس انصاری کی کوششوں سے شیعہ وسنیوں کے درمیان نفرت کی دیواریں بہت حد تک منہدم ہو گئی ہیں اور حالات اس حد تک سازگار ہو گئے ہیں کہ اب شیعہ وسنی ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے ہیں۔

لیکن بد قسمتی سے ۱۹۷۷ء کے الیکشن المعروف ''جنتا الیکشن'' میں شیعہ عالم دین مولوی افتخار

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حسین انصاری شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی زوجہ المعروف بیگم عبداللہ کے مدمقابل الیکشن لڑنے سے شیعہ سنیوں میں پھر کشیدگی بڑھ گئی تھی اور حالات قابو سے باہر ہونے لگے تھے جس کی وجہ سے فسادات کے بادل پھر کشمیر کے چمنوں میں منڈلانے لگے تھے۔لیکن خدا کا شکر ہے کہ دونوں طرف سے بعض ذی شعور اور تعلیم یافتہ طبقہ نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا اور حالات سازگار بنانے کے لئے بے لوث اور پر خلوص کوششیں انجام دیں (۱)

اس کے بعد سے آج تک الحمد اللہ شیعہ وسنیوں کے تعلقات بہت ہی اچھے اور مناسب ہیں۔ شیعہ وسنی آج ایک دوسرے کے پہلو میں امن وامان سے رہ رہے ہیں اور ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شریک ہوتے ہیں۔آج وہ بلا کسی خوف اور وحشت کے ایک دوسرے کے اجتماعات اور پروگرام میں جاتے ہیں بلکہ انھیں طرفین سے دعوت بھی دی جاتی ہے،اب کسی حد تک ان میں رشتے ناطے بھی ہونے لگے ہیں اور دونوں بھارتی اقتدار کے خلاف برسر پیکار ہو کر اپنی آزادی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

کشمیری شیعہ، سنی مسلمانوں کے تمام فرقوں کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ بھی شیعوں کے عزت واحترام کے قائل ہیں۔دونوں (شیعہ وسنی) اپنی اپنی مجالس اور محافل میں ایسی کوئی بات کہنے سے گریز کرتے ہیں جس کی وجہ سے امن وامان کی فضا آلودہ ہو یا اس سے کسی مذہب کے ماننے والوں کی دل آزاری ہو رہی ہو خصوصاً انقلاب اسلامی ایران کے بعد کشمیر کے حالات شیعہ وسنی اتحاد کے حوالے سے بالکل بدل گئے۔انقلاب اور حضرت امام خمینیؒ کے عالمی اتحادی افکار کی وجہ سے وہ اور زیادہ ایک دوسرے کے نزدیک آگئے ہیں۔

چونکہ کشمیری اہل سنت کے درمیان جماعت اسلامی کے طرفداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا حضرت امام خمینیؒ کے جماعت اسلامی کے بانی حضرت ابوالعلی مودودیؒ کے ساتھ نزدیکی تعلقات نے بھی کشمیر میں اہل سنت کے ایک بڑے حلقے کو شیعوں سے مزید نزدیک کر دیا ہے۔

کشمیر میں انقلاب اسلامی کے دنوں اور اس کے بعد یہ نعرہ بہت مشہور ہوا

ا۔اس سلسلے میں انجمن تحفظ الاسلام کی خصوصی کوششوں کا ذکر آگے گا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

’’ایران سے خبر آئی شیعہ و سنی بھائی بھائی‘‘

کشمیر کے تمام لوگوں (شیعہ وسنی) نے یہ نعرہ اس وقت ثابت کر کے دکھایا جب ایران سے بعض حضرات خصوصاً موجودہ رہبر انقلاب حضرت ولی امر مسلمین آیۃ العظمیٰ امام سید علی خامنہ ای کشمیر تشریف لائے ان کے اکثر پروگرام اور اجلاس اہل سنت مراکز ہی میں منعقد ہوئے۔ اس کے علاوہ ان کے پروگرام و جلسوں میں سنی مسلمانوں کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔ کشمیری شیعوں کے علاوہ اہل سنت حضرات بھی جمہوریہ اسلامیہ ایران اور وہاں کے لوگوں سے اظہار محبت کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ کشمیر میں شیعہ وسنی میں مثالی اتحاد پایا جاتا ہے لیکن چند برس سے کشمیر میں وہابی تحریک کی شدّت نے مذہبی منافرت کو ہوا دینا شروع کر دیا تھا۔ لیکن جمعیت اہل حدیث جمّوں وکشمیر میں ایسے علماء وصلحاء بھی پیدا ہوتے رہے ہیں جو ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے اور مصالحت کے قائل نظر آتے ہیں۔ بعض شدت پسند حلقے کبھی کبھار خصوصاً محرم کے ایام میں شیعوں کے خلاف بعض سافٹ ویئر اور دیگر قسم کے وسائل تیار کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں جو شیعہ مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس حرکت کے ذریعہ شیعہ وسنی حالات کو کشیدہ بنانے کے درپے ہیں۔

اس وقت کشمیر میں اس مخصوص شدّت پسند حلقے کے دو بہت اہم اور بڑے مدرسے چل رہے ہیں جہاں مکتبی، مسلکی اختلاف کو منفی رخ دے کر غلط طریقہ سے پیش کیا جارہا ہے۔ یہ مدارس بیرون ملک کے تعاون اور ان کی کمک سے چل رہے ہیں۔ ان دونوں مدرسوں میں شیعوں کے خلاف زہر اُگلا جارہا ہے اور شیعوں کے خلاف فضا کو آلودہ کیا جارہا ہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے تقریباً دو تین سال پہلے اوڑی زلزلہ کے بعد دو کتابیں شیعوں کے خلاف شائع کی تھیں جن سے خصوصاً ان علاقوں میں حالات ایک بار پھر کشیدہ ہونے لگے تھے۔ لہٰذا مذہبی بھائی چارگی اور پُر امن فضا برقرار رکھنے کے لئے شیعہ وسنی دونوں کو ایسے شدت پسند عناصر سے ہوشیار رہنے کی اشد ضرورت ہے اور ایسے کسی اقدام جس سے مذہبی تعصّبات بھڑک اٹھنے کا خطرہ ہو، سے قطعاً اجتناب کیا جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ یہاں کی برسر اقتدار حکومت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں امن وامان بحال رکھنے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں مذہبی بھائی چارگی نیز اپنے شہریوں کی امنیت کو محفوظ رکھنے کے لئے ان شدت پسند افراد یا گروہوں پر کڑی نظر رکھے اور انھیں منافرت پھیلانے کی اجازت نہ دے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعہ اور سنیوں کے مابین یہ اتحاد اور وحدت درواقع آغا سید مہدی الموسوی، سید حسین جلالی، منشی محمد اسحاق، مولوی محمد عباس انصاری اور غلام علی گلزآر وغیرہ حضرات کی محنتوں کا نتیجہ ہے جو سب اتحاد اور وحدت مسلمین کے منادی تھے اور اس کے لئے انھوں نے دنوں رات بہت زیادہ کوششیں کی ہیں۔

اتحاد اسلامی کی تحریک اور شیعیان کشمیر کا رول

ا۔تحریک بازیابی موئے مقدس

دسمبر ۱۹۶۳ء میں اچانک ایک روز صبح پورے کشمیر میں یہ خبر آگ کی طرح پھیلی کہ درگاہ حضرت بل سے موئے شریف (منسوب بہ پیغمبر اسلامؐ) کی چوری ہوگئی ہے۔ اس خبر سے تمام مسلمانوں میں زبردست بے چینی پھیلی اور شہر و دیہات میں سارے مسلمان گھروں سے نکل پڑے۔ ایک عوامی تحریک شروع ہوئی، تحریک کا مرکزی مقام جامع مسجد سرینگر بنا۔ ابتدائی طور پر مولوی محمد فاروق (میرواعظ جامع مسجد سرینگر) مولوی حکیم عبیداللہ (ایک نامور طبیب و مفکر) اور مولوی محمد عباس انصاری (صدر انجمن اتحاد المسلمین شیعہ مبلغ) کا رول تحریک کو مجتمع کرنے میں کلیدی رہا۔ آگے مولانا محمد سعید مسعودی (جو شیخ محمد عبداللہ کے دیرینہ ساتھی تھے) نے اس قیادت کی زمام سنبھالی۔ ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دی گئی اور اس فورم میں دوسری سرکردہ شخصیات کو بھی شامل کیا گیا۔ ان دنوں شمس الدین کشمیر کے وزیر اعظم تھے نیشنل کانفرنس کا اقتدار تھا جس کے صدر بخشی غلام محمد تھے۔ پارٹی کے اس وقت کے جنرل سکریٹری بخشی عبدالرشید نے اپنی غنڈہ گردی کے ذریعہ لوگوں میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ عوامی غیظ وغضب کا یہ حال تھا کہ عوام نے لال چوک میں موئے مبارک کی گمشدگی کے غم میں اس کو گھیر کر پیٹنا شروع کیا۔

پنڈت جواہر لال نہرو (وزیر اعظم ہند) نے اس سلسلے میں، وزیر بے قلمدان شری لال بہادر شاستری کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی تاکہ وہ کمیٹی اس معاملے کی نگرانی کرے۔ اس دوران لوگوں نے احتجاجاً ایک ماہ تک کے لئے کاروبار ترک کردیا۔ لنگر کا انتظام کیا، جلسے جلوس اور درود و اذکار کا سلسلہ چلایا۔ صدیوں کے بعد تمام مسلمانوں میں برادری اور شفقت کی لہر چلی، شیعہ و سنی ایک ہوگئے لوگوں نے نوحے پڑھے اور غم والم کے اظہار میں اکثر جلوسوں کے دوران سینہ زنی بھی کی گئی۔ چندروز بعد جامع مسجد کے وسیع صحن میں ایک یادگار جلسہ ہوا۔ چاروں طرف سے صحن اور سڑکیں بھری

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پڑی ہوئی تھیں۔ دیگر علماء کے علاوہ خصوصاً دو بڑی نامورو بزرگ شخصیت فقیر سید میرک شاہ کاشانی (شالیمار) اور آغا سید محمد یوسف الموسوی بڈگام کی جلسہ میں شمولیت نے جلسہ کی رونق کو دوبالا کردیا تھا۔ آغا صاحب کے جلوس ''بڈگام سے سرینگر تک'' میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی اور پھر ان کی اقتداء میں لالچوک میں نماز ظہر پڑی گئی۔ جلسہ گاہ میں جب وہ تقریر کے لئے کھڑے ہوگئے تو سناٹا چھا گیا آپ نے حمد و درود کے بعد یہ آیت تلاوت کی (**یریدون لیطفؤا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکافرون**) پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے مختصر، جامع اور مؤثر خطاب کیا اور وحدت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ پر اتحاد کی نصیحت کی۔

اس واقعہ کے چند روز بعد اچانک یہ خبر پھیلی کہ موئے مقدس کو حجرہ پاک کے باہر پایا گیا ہے۔ اب اس کی شناخت کا مسئلہ پیدا ہوا، مولانا مسعودی نے شری لال بہادر شاستری کی موجودگی میں سرینگر میں چند بزرگ علماء اور ماہرین کے سامنے شناخت کی نظامت کی۔ حجرہ پر اب فورسز کا پہرہ بھی رہا یہ سب ڈرامائی انداز میں ہوا۔ جس کا اصل راز اب تک نہیں کھلا،۔ شمس الدین کی حکومت تحلیل کردی گی، خواجہ غلام محمد صادق کی سرابرہی میں ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس برسراہ اقتدار آئی (۱)

تحریک موئے مقدس کے دوران شیخ محمد عبداللہ جیل میں تھے ان کے خلاف سنگین مقدمہ دائر کئے گئے تھے جس کو واپس لیا گیا اور ان کو جموں میں رہا کیا گیا ادھر وادی میں موئے مقدس ایکشن کمیٹی نے حق خودارادیت کا نعرہ بلند کیا مولانا عباس اور مولوی فاروق کو کچھ مدت کے لئے جیل میں بند کردیا گیا (۲)

۲۔ انجمن تحفظ اسلام

صوفی نذیر احمد کاشمیری ہندوستان کے اعلیٰ سیاسی دینی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے تھے وہ ایک صوفی منش مفکر تھے۔ دسمبر ۱۹۶۶ء میں انہوں نے ''بادام منزل'' خانیار سرینگر میں کشمیر کے سرکردہ

۱۔ جس نے آگے صدر ریاست اور وزیر اعظم کا ٹائٹل بدل کر دوسری ریاستوں کی طرح گونر اور وزیر اعلی کے ٹائٹل کو بدل دیا گیا اور بہت سی تبدیلیاں کی گئیں، گویا کہ غنڈہ گردی کے ماحول میں یہاں بہت سی تبدیلی واقع ہوئی۔

۲۔ حوالہ از ماخذ و مدارک آئین تحفظ اسلام ۱۹۶۸ء کتابچہ ''تحفظ'' تحریکی رپورٹ، ۱۹۷۴ء نشریہ ''مسلم پرنسل لاء میں ترمیم'' ۱۹۷۲، اسقاط حمل بل اور اسلامی موقف ۱۹۷۶ء نشریہ ضبط تولید ۱۹۷۷ء مجریہ ''تحریک اصلاح معاشرہ و تحفظ اسلام، شراب بندی ۱۹۷۷ء، مجلّہ تحفظ، کتابچہ ''بہائیت کا پوسٹ مارٹم'' نیز مذاکرہ با غلام علی گلزار

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسلامی ودینی انجمنوں اور سرکردہ مفتیان کرام کا ایک اجلاس بلایا، جس میں کولگام کے ایک صاحب نظر اور بہت زیادہ ہمدرد داعی اتحاد ''فقیر غلام نبی شاہ'' کو بھی خصوصی دعوت دی گئی۔ صوفی صاحب کی دعوت پر وحدت کلمہ پر اتحاد کے لئے ایک عبوری کمیٹی فقیر غلام نبی کی صدارت میں تشکیل دی گی۔ یہ کمیٹی فورم اور فرنٹ کا امتزاج تھی اس میں کئی تنظیموں کے نمائندے اور انفرادی جذبہ وصلاحیت کے متوجہ افراد شامل تھے۔

اس تحریک کا بنیادی موقف یہ تھا کہ ''وحدت کلمہ پر تمام مسلمان جو توحید، رسالت، ختم نبوت، قران مجید اور آخرت پر ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں، کے مشترکہ مسائل میں وحدت فکر وعمل کے لئے ایک پلیٹ فارم پر منظّم کیا جائے'' نیز اختلافی مسائل میں ایسی روش سے گریز کیا جائے جو مختلف اسلامی فرقوں کے لئے دل آزاری کا باعث بنے۔

اس تحریک کی بالواسطہ اور بلا واسطہ اہل علم ودانش نے حمایت کی۔ من جملہ مفتی جلال الدین، مفتی محمد بشیر الدین (مفتی اعظم) آغا سید محمد یوسف الموسوی (بڈگام) صدر انجمن شرعی شیعیان، مولانا نور الدین صدر جمعیت اہل حدیث، شیعہ لیڈر مولانا محمد عباس انصاری، صدر انجمن اتحاد المسلمین، مولانا غلام نبی مبارک صدر بزم توحید، مولانا محمد فاروق، صدر انجمن نصرت السلام اور میر واعظ، مولانا قاری نور الدین (ترال)، مولانا سعد الدین امیر جماعت الاسلامی، پیرزادہ بدر الدین سرپرست مسلم یوتھ فیڈریشن وسابق صدر انجمن تبلیغ السلام۔ کمیٹی میں غلام علی گلزار (اتحاد اسلامی کے نقیب ایک شیعہ نوجوان) مسلم یوتھ فیڈریشن کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے لیکن تمام متعلقین کے اصرار پر انہوں نے انجمن تحفظ اسلام کی عبوری ذمہ داری سنبھالی۔ ریکارڈ کی تدوین اور دستور اساسی میں بھی اہم حصہ ادا کیا۔ دوسرے افراد میں خصوصی طور پر محمد قاسم شاہ وکیل (حضرت بل) ماسٹر غلام محمد وانی (سونہ وار) حاجی غلام رسول ذیل دار (ہارون) اور قاضی غلام نبی (سعدہ کدل) قابل ذکر ہے۔

۱۹۶۸ء میں انجمن کا آئین اساسی مرتب کیا گیا جس کی روشنی میں مجلس عامہ تشکیل دی گئی جس میں مذکورہ ارکان کے علاوہ بنیادی عہدہ داران حسب ذیل تھے:۔

فقیر غلام نبی شاہ صدر، محمد قاسم شاہ، نائب صدر، غلام علی گلزار جنرل سکریٹری، اور ماسٹر غلام محمد وانی پبلسٹی سکریٹری ۱۹۷۱ عیسوی تک اس کاروانِ اتحاد کو جن باا‍ثر اور اہل علم ونظر افراد نے شمولیت یا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خصوصی حمایت سے نوازا ان میں خصوصی طور پر یہ افراد شامل تھے ''مولوی سید علی شاہ (صدر انجمن مظہر الحق) مولانا عبدالغنی صدر شعبہ عربی کشمیر یونیورسٹی، قاضی غلام محمد میر واعظ جامع اسلام آباد، مولانا علی محمد علوی (رعناواری) مولانا جلال الدین غازی (پرنسپل جامعہ علمیہ بڈگام) آغا سید محمد رضوی، (زڈی بل) مولانا عبدالاحد جامعی (صدر جمعیت تبلیغ الاسلام) مولوی غلام نبی میر (چرار) غلام محی الدین وانی (کریمشورہ) مولانا غلام احمد سہروردی (نشاط) ۱۹۶۹ء میں تحریک کا ترجمان مجلہ' تحفظ غلام علی گلزار کی ادارت میں اجرا کیا گیا جو کچھ عرصہ تک چلتا رہا۔

انجمن تحفظ اسلام کی خاص سرگرمیاں

الف۔ مجلس تحفظ شریعت اسلامی

اپریل ۱۹۷۲ء میں بڑی شدومد کے ساتھ عدلیہ میں شخصی شرعی قوانین ''مسلم پرنسل لاز'' کو ختم کر کے ہندوستان میں یونیفارم (یکسان) سول کوڈ نافذ کرنے کی تحریک چلائی گئی۔ اس سلسلہ میں انجمن تحفظ اسلام کی دعوت پر ۲۰ جون ۱۹۷۲ عیسوی کو وادی کشمیر کی تمام دینی تنظیموں، علماء، واہل افتاء اور مسلم دانشوروں کا منتخب اجلاس آستانہ خانقاہ معلّٰی سرینگر کے وقف ہال میں زیر صدارت مولانا مفتی جلال الدین منعقد ہوا۔ جہاں بحث و تمحیص کے بعد ''مجلسِ تحفظ شریعت اسلامیہ'' کے نام سے مسئلہ مذکور سے نپٹنے کے لئے حسب ذیل متحدہ فورم تشکیل دیا گیا۔

''محمد قاسم شاہ وکیل (چیرمین) غلام علی گلزار (سکریٹری) دیگر ارکان:۔ مفتی جلال الدین، غلام حسن خان (سابق چیرمین اوقاف و ریٹائرڈ چیف انجینر) پروفیسر، محمد عبد اللہ شیدا، غلام نبی ہاگرو ایڈوکیٹ (اسلام آباد) مفتی عبدالغنی شاشی الازہری، مولانا جلال الدین غازی (نمایندہ انجمن شرعی) صوفی احمد مسلم، نمایندہ انجمن نصرت الاسلام، مولانا محمد عباس انصاری (انجمن اتحاد المسلمین) منشی عبد العزیز (جمعیت اہل حدیث) سید عتیق اللہ عاشق (نمایندہ جماعت اسلامی) صوفی غلام قادر (اسلامک سٹیڈی سرکل) سید کمال الدین کاملی (مسلم یوتھ فیڈریشن) جمعیت ہمدانی نے بھی بھر پور تعاون کیا اور میٹنگ کے لئے ہال کو وقف کر دیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہندوستان کے علمی، فکری، سیاسی حلقوں بشمول آل انڈیا پرنسل لاء بورڈ کے ساتھ رابطہ وتبادل نظر اور مسلسل ڈیڑھ برس تک ریاست گیر سطح پر، بلالحاظ مسلک ومشرب تمام ائمہ جماعات وجمعہ کے پرامن احتجاج کے بعد، بھارت سرکار نے اعلان کیا کہ مسلم پرنسل لاء میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کا یہ متحدہ دینی فورم بدستور ۱۹۷۶ء تک قائم رہا۔

ب۔ اسقاط حمل بل کے خلاف احتجاج

۱۹۷۵ء عیسوی کے دوران سید میر قاسم کے وزارت کی دوران ریاستی اسمبلی میں زیر بحث ''اسقاط حمل'' بل پر سخت شور اٹھا۔ ڈرافٹ کا ماہرانہ اور عالمانہ تجزیہ فورم کے ذریعہ کیا گیا جس سے جنسی آزادی اور اختلاط کو چھوٹ ملنے کو واضح خطرہ موجود تھا۔ مجلس کے باہر بھی ہندوستان کے بڑے مفتیان کی رائے حاصل کی گئی، اخبارات ومجالس میں تجزیہ وتنقید کے بعد متفقہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس سے اس پر قابو پالیا گیا۔

ج۔ جبری نسبندی کے خلاف احتجاج

۱۹۷۶ء عیسوی کے دوران اندرا گاندھی کے خلاف ہندوستان بھر میں جے پرکاش نارائن کی سرکردگی میں شراب کی چھوٹ اور جبری نسبندی کے خلاف تحریک چلی۔ مجلس تحفظ شریعت سے وابستہ علماء کو ''انجمن تحفظ اسلام'' نے پھر مدعو کیا۔ اس سلسلے میں مولانا عبدالاحد جامعی (حنفی مسلم عالم دین) مولانا غلام نبی مبارکی (صدر بزم توحید) اور مولانا شیخ محمد ہادی (شیعہ مسلم عالم دین) کی صدارت میں تین تجزیاتی جلسے ہوئے اور ''ضبط توحید'' کے عنوان سے (متفقہ قرارداد پر دستخط ثبت کئے جانے کے بعد) کتابچہ اجرا کیا گیا اور سرکاری وعوامی اہم حلقوں کو بھیج دیا گیا جس کا خاصا اثر ہوا۔

انجمن تحفظ الاسلام کی دیگر سرگرمیاں

سکھ دور کے اختتام پر اگرچہ ڈوگرہ راج کے بعد ۱۹۳۰ء کی متحدہ سیاسی حالات کی مزاحمت کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقے بہت حد تک قریب آچکے تھے لیکن عقائد وتفقہ کی سطح پر بڑی غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں۔ فقیر غلام نبی شاہ صاحب اونچے کردار کے ایک پاکیزہ نفس انسان تھے۔ انہوں نے بلاتفریق مذہب ومسلک مختلف اشخاص اور افراد کے ساتھ خصوصی روابط قائم کئے اور نزدیک سے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسلامی مشترکہ عقائد ومسائل کا مشاہدہ کر کے لوگوں کو دعوت فکر دی۔ حنفی وشافعی اور خصوصاً شیعہ وسنی کے آپس میں اختلافات منافرت کی حد تک موجود تھے اس زمانہ میں اس تحریک کے طفیل میں بہت حد تک اس خلیج کو پاٹنے میں مدد ملی۔ فقیر صاحب وادی کشمیر کے تقریباً تمام علاقوں میں پہنچے، آپ کی زبان پر ''اسلام اور مسلمان'' کا نعرہ تھا۔ آپ خود حنبلی فقہ پر عمل کرتے تھے اور اپنے خطابات میں میر سید علی ہمدانی کے کردار اور بالغ نظری کی مثال دیتے تھے جنہوں نے عقائد ومسلمات ومشترکات کو درست کرنے کی جانب اصلی توجہ دی اور مسالک کو نہ چھیڑا۔ ۱۹۷۹ء فروری میں انقلاب اسلامی کے بعد آپ امام خمینیؒ سے بہت متاثر ہوئے اور تمام عرب ممالک میں اسلامی خلافت اور حکومت اسلامی کے متمنی تھے۔

الف ۔ تحریک اصلاح معاشرہ فورم (شراب بندی کی تحریک)

ریاست میں بڑھتی ہوئی شراب نوشی کے خلاف انجمن تحفظ الاسلام نے پہلی اگست ۱۹۷۳ء میں سخت احتجاج کیا تھا۔ وسط ۱۹۷۷ء سے ستمبر ۱۹۷۷ء تک اس سلسلے میں منظّم تحریک چلائی گئی انجمن نے سرکردہ دینی تنظیموں کے علاوہ معروف غیر مسلم اداروں کو بھی اس سلسلے میں ایک جگہ جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس کام کو بہ روئے کار لانے میں خصوصی طور پر انجینئر محمد حسین کوٹے (بال گارڈن) مولانا غلام رسول قمری (سکریٹری انجمن ائمہ مساجد) شیر گڈھی اور مولوی غلام محمد بخشی (بٹہ مالو) نے خاص حصہ لیا۔ یہ تینوں حضرات سال بھر پہلے اپنی انجمن کی مجلس عاملہ میں شامل کئے گئے تھے۔ کوٹے صاحب کے ہال میں ۸ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اجلاس منعقد ہوا۔ دینی تنظیموں کے علاوہ پنڈت ہر جی لعل، صدر سناتن دھرم یودک سبھا (شیتل ناتھ بر برشاہ سرینگر) پادری یوناتھن پالجور (آل سینٹس چرچ سونہ وار) اور پادری ایس پٹرک (سیلون پنٹسا کاسٹل چرچ سرینگر) اور سردار مان سنگھ (گوردوارہ پُر بندھک بورڈ) نے بھی شرکت کی۔ کیتھولک چرچ اس میں شریک نہ ہوا۔ اس مخصوص مسئلہ کے لئے حسب ذیل عارضی فورم بنام ''تحریک اصلاح معاشرہ'' قائم کیا گیا۔ مرزا عارف بیگ (تعلیم القران ٹرسٹ) چیئر مین، پنڈت ہر جی لعل (سینئر وائس چیئر مین) پادری یوناتھن پالجور (جونیئر نائب چیئر مین) غلام علی گلزار (نمائندہ داعی تنظیم) سکریٹری اور مولوی محمد مطہر (فلاح ٹرسٹ سرائے بالا) خزانچی، متفقہ میمورنڈم کو سرکاری اور عوامی اداروں تک پہنچایا گیا۔ مختلف مذہبی مراکز اور اخبارات

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے ذریعہ مشتہر کیا گیا روابط و مذاکرات ہوئے۔ شیخ سرکار (جو اندرا، شیخ اکارڈ ۱۹۷۵ء کی رو سے ۱۹۷۶ء میں برسر اقتدار آئی تھی) نے کئی اصلاحات نافذ کیں۔

ب۔ کشمیر یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے لئے کوشش

کشمیر یونیورسٹی میں اسلامیات کا شعبہ کھولنے کے لئے متعلقہ حکام کے نام ایک گشتی نشریہ کی ترسیل اور مذاکرات کا سلسلہ شروع کر کے مطلوبہ مقصد کے لئے فضا ہموار کی گئی نیز ٹی وی پر فحش / رومانی مناظر کی سکریننگ کے مطالبہ پر بھی انگریزی میں ایک سرکولر کا اجرا کیا گیا۔

ج۔ بہائی تحریک کے خلاف مہم

اوائل ۱۹۷۸ء سرینگر میں بہائی تحریک کی سرگرمیاں بڑھ رہی تھیں۔ انجمن تحفظ الاسلام نے اہم سماجی حلقوں کو متوجہ کر کے ائمہ مساجد سے رابطہ کیا۔ منتخب علماء کی مجلس منعقد کی گئی جس میں جنرل سکریٹری انجمن تحفظ الاسلام غلام علی گلزار کے مرتّبہ مقالہ کو زیر بحث لا کر منظور کیا گیا۔ جسے پھر مارچ ۱۹۷۸ء میں شائع کیا گیا اور سرکاری علمی اور اہم سماجی حلقوں تک پہنچایا گیا۔

اپریل ۱۹۸۰ء میں پاکستان کے سابق وزیر اعظم، دانش مند، سیاستدان ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دیئے جانے کے بعد مسلمانان کشمیر کے بعض حلقوں کے درمیان شدید سیاسی رسہ کشی پیدا ہوئی۔ حکومت نے بعض روا رکھی گئی زیادتیوں کو روکنے کے لئے بروقت اور مؤثر کاروائی نہیں کی۔ بعض دوسرے مصالح کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے، فقیر غلام نبی شاہ اور غلام علی گلزارؔ نے ایک مشترکہ اعلان کے ذریعہ فی الوقت انجمن تحفظ الاسلام کی انتظامیہ کو تحلیل کر دیا، مشن کما حقہ چلتا رہا، ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۵ء کے دوران فقیر صاحب کی نگرانی اور غلام علی گلزارؔ کی ادارت میں مجلّہ ''تحفظ'' کو پھر اجر کیا گیا (۱)

گو کہ انجمن تحفظ الاسلام کی عملی سرگرمی معطل ہو چکی تھی لیکن اس کی بازگشت جنوری ۲۰۰۷ء میں اس وقت پھر سنائی دی جب امیر جماعت اسلامی شیخ غلام حسن کی دعوت پر مرکزی دفتر جماعت اسلامی (بٹہ مالو سرینگر) کی سرکردہ دینی تنظیم، دار العلوم اور مفتیوں، عالموں کے اجلاس میں ''مجلس اتحاد ملت جموں و کشمیر'' کے نام سے حسب ذیل فورم تشکیل دیا گیا۔

۱۔ فقیر صاحب حضرت بل فوجی محاصرہ کے دوران سخت ہڑتال کے ایام میں ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۳ء نصف شب رحلت کر گئے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مولانا مفتی محمد بشیر الدین (مفتی اعظم، صدر) مولانا شوکت احمد شاہ (جمعیت اہلحدیث نائب صدر) محمد عبد اللہ وانی (جماعت اسلامی) جنرل سیکریٹری، غلام علی گلزار (تنظیم المکاتب) جوائنٹ سیکریٹری، میر بشیر احمد کنٹ (جمعیت ہمدانیہ) ناظم مالیات۔ دیگر ارکان:۔ مولانا شوکت احمد کنگ (تبلیغ الاسلام) محمد عبد اللہ شیخ، اسلامک سٹیڈی سرکل، مولانا نور احمد ترالی (مجلس دعوت الحق ترال) مولانا محمد یاسین کرمانی (ندوۃ العلماء) اور پروفیسر مولانا محمد طیب کاملی (پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم)۔

موجودہ تحریک آزادی میں شیعوں کا کردار

شیعیان کشمیر کا زمانہ قدیم سے ہی یہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے ملک پر بیرونی طاقتوں کی حکومت کو کبھی جائز اور قانونی حیثیت نہیں دی اور وہ بیرونی حکومتوں کو ہمیشہ غاصب ہی سمجھتے رہے۔ چک دور میں جب بعض تنگ نظر اور کوتاہ اندیشوں کی معاونت اور ہمکاری سے مغل حکمران قابض ہوئے تو اس وقت بھی شیعوں نے کئی دہائیوں تک مغلوں کے ساتھ جنگیں لڑ کر ان کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔

کشمیر تقریباً تین سو ساٹھ سال (۱۵۸۶ء سے لے کر ۱۹۴۷ء) تک غیروں کے ناجائز قبضہ میں رہ جانے کے بعد (جب ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف شورشیں عروج پر تھیں اور سب یکصدا ان سے ہندوستان کی آزادی کی مانگ کر رہے تھے تو) کشمیری مسلمان بھی اپنے وطن کے استقلال اور آزادی (۱) کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اس تحریک میں بھی شیعوں نے اپنے تابناک اور درخشان ماضی کی روایت کو بحال رکھتے ہوئے اپنے دوسرے ہم وطن بھائیوں کے ساتھ ظلم و جبر اور سامراجی نظام کے خلاف شانہ بشانہ لڑنا شروع کیا۔

پھر جب تاریخ ساز حساس مرحلے پر کشمیری قوم کے بعض ناعاقبت اندیش سیاستدانوں نے پھر اپنی کرسی کی خاطر سرزمین کشمیر کا ہندوستان کے ساتھ سودا کر دیا تو یہ افتخار صرف شیعوں کو ہی حاصل رہا کہ انہوں نے ہندوستانی الحاق کی کھل کر مخالفت کی اور مسلسل کئی برس تک مملکت خداداد کے ساتھ اپنے ایمانی اور دینی رشتے کے اظہار و یکجہتی کے تحت ہر چودہ (۱۴) اگست کو اپنے مکانوں کی چھتوں پر

۱۔ یعنی جب کشمیری لوگ ڈوگرہ حکومت سے آزادی چاہتے تھے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جا کر پاکستانی جھنڈے اور پرچم لہراتے تھے۔ جس کے سبب ان کو کافی ستایا گیا اور اپنے ہم وطنوں کے بعض حلقوں کی طرف سے (پاکستانی الحاق کی خاطر) طعنہ زنی اور توہین کا بھی شدید سامنا کرنے کے علاوہ ترقی کے سلسلے میں ان کے علاقوں کو نظر انداز کیا گیا۔

بہر حال کشمیر کے مسئلہ پر ہندوستان و پاکستان میں تقریباً چار دہائیوں تک کشمکش رہنے کے بعد جب کشمیری مسلمانوں کے صبر و تحمل کے بعد بھی اس کا کوئی پر امن حل نہیں نکلا تو کشمیری مسلمانوں نے وطن کی آزادی کے لئے بندوق ہاتھوں میں لے کر ایک اور ہی خطرناک راستہ اختیار کیا۔

" دیر آید درست آید " کے مصداق کشمیر کے باغیرت شیعہ قوم نے اس نازک مرحلے پر بھی اپنے ہم وطن بھائیوں کو اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ خون کے آخری قطرہ تک ساتھ نبھانے کا عزم دہرایا۔

وطن کی آزادی لوٹانے کے لئے شیعوں کے ہزاروں جوانوں نے رضا کارانہ طور پر خود کو وقف کر دیا۔ سینکڑوں جوانوں نے اپنے گرم لہو سے جنگل کے برفانی پہاڑوں میں ہی آزادی کے بیج بو دیئے اور ہزاروں نے وادی کشمیر کے چپہ چپہ پر شہادت پاکر اپنے رنگین خون سے اس کی آبیاری کر کے کشمیر کے تئیں اپنی عقیدت اور محبت کے اظہار کے علاوہ اتحاد بین المسلمین کا مثالی نمونہ پیش کیا۔

شیعوں نے آبادی کے لحاظ سے ایک اقلیت ہونے کے اعتبار سے آزادی کی راہ میں ہر پہلو سے اپنے حصہ سے زیادہ قربانیاں پیش کیں۔ ان کے ہزاروں جوان، زن و مرد، بچے اور بوڑھے بے گناہ شہید کئے گئے۔ آج بھی اس فدا کار قوم کے سینکڑوں افراد خصوصاً جوان تنگ و تاریک جیلوں کی زینت بنے ہوئے ہیں جہاں زندان کی نا قابل بیان صعوبتوں کو وطن کی محبت کے جرم میں خندہ روئی سے برداشت کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں افراد آج بھی اپنے گھروں سے دور دوسرے ممالک میں غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

تحریک میں شیعوں کی شمولیت کے سبب ان کی کروڑوں روپیہ کی مالیت والی جائیدادیں دھویں اور راکھ کے ملبے میں تبدیل کر دی گئیں۔ ان کی کئی بستیاں ویران و تباہ کر دی گئیں یہاں تک کہ ان کے دینی مقامات کو بھی نہیں بخشا گیا بلکہ ان کی توہین کر کے ان کو شدید نقصان پہونچایا گیا۔ کتنی ماؤں کے لخت جگر آج بھی لاپتہ ہیں جنہیں ماں کی پر ممتا نگاہیں آج بھی صبح و شام ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بہر حال اس تحریک میں جہاں اتحاد بین المسلمین کی مثال قائم کرنے کے لئے شیعوں کے بہت سارے جوان اہل سنت بھائیوں کی عسکری تنظیموں میں شامل ہوکران کے شانہ بہ شانہ برسر پیکار تھے۔ وہاں ہزاروں جوانوں پر مشتمل ان کی کئی اپنی عسکری تنظیمیں بھی تھیں جن کا ذکر اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

عسکری تنظیموں کے علاوہ شیعوں کی معروف سیاسی تنظیموں نے بھی کشمیر کی آزادی کے لئے کا ریاستی وغیر ریاستی سطح پر کھل کر ساتھ دیا ہے۔ شیعوں کی کئی سیاسی تنظمیں من جملہ ''نہضت انقلاب اسلامی'' اور ''تحریک نفاذ شریعت'' اور موجودہ ''تحریک وحدت اسلامی'' اسی تحریک جدو جہد ہی کی پیداوار ہیں۔

ب۔ غیر مسلموں کے ساتھ شیعوں کے تعلقات

جیسا کہ کتاب کے آغاز میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ وادیٔ کشمیر میں ۹۴ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ یہاں ایسے بہت ہی کم علاقے پائے جاتے ہیں جہاں شیعہ اور غیر مسلم پنڈت (ہندو) یا سکھ ایک بستی میں زندگی گزار رہے ہوں۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ شیعہ اور غیر مسلم (پنڈت و سکھ) جہاں کہیں بھی ہمسایگی میں رہتے ہیں ان میں نہایت ہی اچھے اور مناسب برادرانہ تعلقات قائم ہیں اور آج تک کہیں سے کسی بھی قسم کی کسی ناسازگاری کی خبر نہیں آئی ہے اور نہ ہی ماضی میں کبھی کوئی ناسازگاری پیش آئی تھی۔ جدوجہد آزادی شروع ہونے کے بعد اگر بعض استحصالی گروہوں نے تحریکی فضا کا ناجائز فائدہ اٹھا کر سرکاری یا ان غیر مسلم پنڈتوں کے نخلستانوں کو لوٹا یا چناروں کو ڈھایا (جیسے کہ بدنام زمانہ کوکہ پرے کی جماعت یا اکادکا بندوق برداروں وغیرہ نے ایسا کیا) وہاں شیعہ اس لوٹ کھسوٹ سے اجتناب کرتے رہے۔ بلکہ ان (پنڈتوں) کے مال واموال کی حفاظت کرتے رہے۔

شیعوں اور ان میں ہمیشہ کشمیری (ہم وطن) ہونے کے ناطے اتحاد و وحدت پائی جاتی تھی۔ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے خوشی وغم میں ایک دوسرے کے ہمدرد اور شریک رہتے ہیں۔ شیعہ ان کے مذہب کا احترام کرتے ہیں وہ بھی شیعہ مذہب کو عزت واحترام سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ایام محرم میں تعزیوں کے پاس مختلف قسم کے نذورات بھی بھیجتے ہیں اور عقیدت کے طور پر امام حسین (علیہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

السلام) کے توسل سے اپنی حاجات اور مشکلات روا ہونے کے لئے منتیں بھی مانگتے ہیں اور بعض پنڈت حضرات دُور سے مرثیہ امام حسین علیہ السلام بھی سنتے ہیں۔

شیعوں کی معاشی صورت حال

تمام شیعہ محققین کے نزدیک یہاں شیعوں کی معاشی حالت دوسری آبادقوموں سے بدتر اورتباہ کن ہے(۱)

اس وقت ۲۵ فیصد شیعہ غریبی کے معیار سے بھی نیچے زندگی گذار رہے ہیں (۲) شیعوں کے پاس اپنی مالی حالت بہتر بنانے کے لے کسی قسم کی کوئی سہولت اور وسائل نہیں ہیں۔

ماضی میں شیعوں کی اکثریت زمین داری اور دست کاری یعنی (hand crafts) من جملہ قالین بافی، شال بافی، پیپر ماشی، رفوگری، گل دوزی، نقاشی، خطاطی وغیرسے وابستہ تھی۔لیکن موجودہ نسل کو ان کاموں سے دلچسپی نہیں رہی ہے اس لئے وہ ان ہنری اور اجدادی کاموں سے بے بہرہ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے درآمدی کا یہ بڑا موٴثر ذریعہ غیر شیعوں کے ہاتھوں لگ گیا اور ان کی (شیعوں کی) مالی اور اقتصادی حالت کو ایک بڑا دھچکا لگا۔

شیعوں کی معاشی بدحالی کی وجوہات

شیعوں کی مالی اور اقتصادی بدحالی کب اور کیسے شروع ہوئی یہ ایک لمبی بحث ہے۔

ذیل میں ہم کچھ اہم وجوہات پر روشنی ڈالیں گے جو شیعوں کی مالی بدحالی کا سبب بنی ہیں۔

ا۔مذہبی تعصب

شیعوں کی مالی واقتصادی بدحالی کی ایک اہم اور بنیادی وجہ (خصوصاً ماضی میں) غیر شیعوں کا ان کے ساتھ شدید مذہبی تعصب ہے۔ مذہبی تعصب کی وجہ سے ہی وہ بارہا قتل عام کا شکار ہوئے اور ان کے گھر تاراج کر دئے گئے۔

ا۔سوالنامہ ڈاکٹر صادق صاحب، نیز سوالنامہ نثار حسین راتھر، چیرمین تحریک وحدت اسلامی کشمیر نیز حکیم اشتیاق صاحب وکیل ہائی کورٹ سرینگر۔

۲۔جموں وکشمیر میں شیعوں کے حالات کا اجمالی خاکہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسی لئے غیر شیعوں کے بازاروں اور تجارتی منڈیوں میں ان کی تجارت کو پھلنے اور پھولنے سے باز رکھا گیا تھا۔ تجارت کے فروغ کے لئے دست تعاون کے بجائے غیر مستقیم (Indirectly) طور پر یوں تنگ کیا گیا کہ وہ ان بازاروں سے ہجرت کرنے یا اپنا کاروبار بدلنے پر مجبور ہو گئے۔

۲۔ حکومت کی دوگانہ پالیسی

شیعوں کی مالی اور اقتصادی پسماندگی کی ایک اور وجہ حکومتوں کی دوگانہ پالسیاں ہیں۔ حکومت شیعوں کے تئیں سوتیلی ماں جیسا سلوک کرتی رہی ہے۔ شیعوں کے اکثریتی علاقے جان بوجھ کر محروم رکھے گئے ہیں چاہے وہ ضلع سرینگر کے احاطہ میں آ رہے ہوں یا پھر دور دراز اور پسماندہ علاقوں سے ان کا تعلق ہو حتیٰ کہ روزمرہ کی ضروریات زندگی سے بھی انھیں محروم رکھا گیا۔

اگر یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ محرومی اور پسماندگی شیعہ علاقوں کی پہچان بن گئی ہے۔ حکومت کی یہ دوگانہ پالیسی آج بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے(۱)

۱۔ راقم الحروف نے چونکہ اس فصل کو مکمل کرنے کے لیے شیعوں کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا ہے لہٰذا اس دوران اکثر مشاہدہ میں یہ آیا ہے کہ بعض علاقوں میں جہاں تک غیر شیعوں کی آبادی تھی وہاں تک حکومت کی طرف سے ان کے لئے تمام سہولتیں دستیاب رکھی گئیں لیکن جوں ہی شیعہ علاقہ یا گاؤں شروع ہوا تو وہاں دوسری ضروریات تو در کنار پینے کا صاف پانی تک میسر نہیں ہے اور نہ ہی ان کے روڈ، راستہ چلنے کے قابل ہیں۔ دور تو دور راقم کے گاؤں شالنہ کو ہی دیکھیں وہاں جہاں تک غیر شیعوں کی بستی آباد ہے وہاں تک روڈ کی مرمت بار بار کی جاتی ہے ان کے لئے پینے کے صاف پانی کے علاوہ بجلی وغیرہ کا بھی معقول انتظام ہے، نلوں میں صاف پانی موجود ہونے کے باوجود پانی کے ٹینکران کے لئے دستیاب رکھے گئے ہیں علاوہ ازاین ان کے لے ڈرین سسٹم بھی بنایا گیا ہے لیکن جب شالنہ کی بات آتی ہے جو ان علاقوں کی حد سے صرف ایک کیلومیٹر اور سرینگر سے صرف ۱۲ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے تو وہاں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی دور دراز اور سنسان گاؤں میں آ چکے ہیں۔ نہ روڈ ہے نہ بجلی اور نہ ہی صاف پانی کا کوئی انتظام ہے۔ حتیٰ ۳۵۰ گھر ہونے کے باوجود ہمارے لئے یہاں صرف پرائمری سکول رکھا گیا ہے جس کو ۱۹۶۵ء کے بعد سے آج تک کوئی ترقی نہیں دی گئی، یہی حال شیعوں کی دوسری بستیوں کا بھی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

غیر شیعہ علاقوں میں اقتصادی اور مالی ترقی کا ایک ذریعہ حکومتی اور سرکاری محکموں میں ملازمت اور بھرتی ہے لیکن شیعوں کے ساتھ وہاں بھی اجنبیوں اور غیروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے لہٰذا سرکاری محکموں میں شیعہ ملازموں کی بھرتی کا تناسب اگر دیکھا جائے وہ چاہیے چپراسی کی نوکری ہی کیوں نہ ہو اس میں شیعوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

عموماً شیعوں کو سرکاری محکموں میں بڑی مشکل سے لاکھوں روپے کی رشوت دینے کے بعد ملازمت ملتی ہے جبکہ مجموعاً وہاں شیعوں کی صلاحیت اور استعداد کی کوئی قدر نہیں کی جاتی ہے۔ اپنی پندرہ فیصد آبادی کے لحاظ سے سرکاری اداروں میں شیعوں کی ملازمت ۱۵ فیصد ہونی چاہیے تھی لیکن حکومت کی دوگانہ پالیسی کی وجہ سے شیعہ سرکاری اداروں میں ۲ فیصد سے زیادہ نہیں ہیں (۱)

۳۔ جہالت اور ناخواندگی

شیعوں کی مالی بدحالی کی ایک وجہ ان میں پائی جانے والی ناخواندگی اور علم سے دوری بھی ہے۔ اگر شیعوں میں تعلیمی معیار اچھا ہوتا اور پڑھے لکھے افراد کی تعداد زیادہ ہوتی تو حکومت کی دوگانہ پالیسی کے باوجود بعض اپنی ذاتی استعداد (HIGH MERIT) اور صلاحیت کی بنا پر حکومت کے بعض عہدوں پر فائز ہوتے یا بعض ملازمتوں میں آ جاتے۔

جہالت اور تعلیمی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ معمولی اور سادہ کام کاج کرنے پر مجبور ہوئے جہاں کام کاج کا بیشتر نفع ان کو ملنے کے بجائے کارخانہ کے مالکوں کی جیب میں جاتا رہا ہے۔

شیعوں کے مشاغل

کشمیری شیعوں کے مشاغل کی نوعیت بھی یہاں کی دوسری قوموں سے خراب اور بدتر ہے حتیٰ کہ جن قوموں مثلاً سکھ و بودھ وغیرہ کی تعداد شیعوں سے بہت کم ہے سرکاری اداروں میں ان کے مشاغل بھی کئی گنا شیعوں سے زیادہ ہے۔ تعجب کا مقام ہے کہ کشمیر میں پندرہ (۱۵) فیصد شیعہ آبادی ہونے کے باوجود سرکاری محکموں میں ان کی تعداد دو (۲) فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔

۱۔ جموں کشمیر کے شیعوں کے حالات کا اجمالی خاکہ، ص ۶۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر اور ہندوستان کے اعلیٰ عہدوں پر کشمیری شیعوں کی تعداد حسب ذیل ہے جو یقیناً شیعیان کشمیر کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

۱۔ عدلیہ میں شیعہ افسران کی تعداد پانچ

۲۔ انتظامیہ K.A.S میں آٹھ (۱)

۳۔ K.P.S میں حد اکثر چھ (۲)

۴۔ I.A.S میں تین (۳)

۵۔ (۵) I.P.S میں پانچ (۴)

ان اہم اداروں کے علاوہ چھوٹے اور نچلی سطح کے اداروں میں بھی شیعہ افسروں کی تعداد بہت کم پائی جاتی ہے لیکن جہاں جہاں بھی کوئی شیعہ افسر یا منسٹر ہوا کرتا ہے ایک تو ان پر وہاں دفتر میں اپنے ہی ماتحت کڑی نظر رکھتے ہیں کہ یہ شیعہ افسر کسی شیعہ کو کسی قسم کی مدد نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ عام طور پر اس افسر کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں (۶)

شیعوں کے مشاغل کے بارے میں ابھی تک اعداد و شمار حاصل نہیں کئے گئے ہیں اور نہ ہی کسی نے جاننے کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا احساس کیا لیکن غیر رسمی اور تخمینیً اعتبار سے ان کے مشغلہ کے بارے میں اس طرح کہا جاسکتا ہے۔

۱۔ دست کاریوں (HANDI CRAFTS) یعنی قالین بافی، پیر ماشی، شال بافی، رفو گری، پشمینہ سازی وغیرہ سے وابستہ افراد کی تعداد ۲۰ فیصد سے ۳۰ فیصد تک۔

1-KASHMIR ADMINISTRATIVE SERVICE.

2-KASHMIR POLICE SERVICE.

3-INDIA ADMINISTRATIVE SERVICE.

4-INDIA POLICE SERVICE.

۵۔ سوالنامہ از حکیم اشتیاق صاحب، وکیل ہائی کورٹ جموں کشمیر۔

۶۔ سوالنامہ ڈاکٹر صادق صاحب۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔ زمین داری ۵۰ فیصد سے ۶۰ فیصد تک۔

۳۔ سرکاری ملازمت ۲ فیصد سے ۵ فیصد تک۔

۴۔ بیکار ۲۰ فیصد سے ۲۵ فیصد تک۔

۵۔ تجارت اور دوسرے کام ۱۰ فیصد سے ۱۵ فیصد تک (۱)

سال ۱۹۹۸ء میں ہندوستان کے ایک (عارضی) فلاحی مشن کے اہتمام سے غلام علی گلزار کے ذریعے کرائے گئے census کے مطابق کشمیر میں صنعت گروں، تاجروں، زمین داروں اور ملازموں کی تعداد حسب ذیل تھی

۱۔ صنعت گر (شال بافی، پیپر ماشی، قالین بافی) ۱۳۰۹۹۱ افراد۔

۲۔ زمین دار ۲۱۲۷۴ افراد۔

۳۔ تاجر ۴۴۳۹ افراد۔

۴۔ ملازم ۱۵۷۸۹ افراد (سرکاری و پرائیویٹ اداروں میں)

مذکورہ census سے بھی شیعوں کی معاشی بدحالی اور زبوں حالی کا بخوبی انداز ہوتا ہے۔ شیعوں میں پائی جانے والی غریبی، ناداری، بے روزگاری اور حکومت کی دوگانہ پالیسی کی وجہ سے ان میں بچوں (لڑکے، لڑکیوں) سے کام کروانا بہت رائج ہو چکا ہے۔ اگر چہ اب چند برس سے اس میں بہتری آئی ہے لیکن ابھی بھی بچوں کی ایک بھاری تعداد اپنے دن سکولوں کے کمروں اور گراونڈوں کے بجائے کارخانوں خصوصاً قالین کے لوموں میں گزارتے ہیں۔

۱۹۹۸ء تک مذکورہ الصدر ذریعہ سے کرائے گئے census کے مطابق کشمیر کے سات ضلعوں میں غریبی اور فقیری کی وجہ سے بچوں سے کارکشی (بچوں سے کام کروانا) حسب ذیل تھی۔

۱۔ ضلع سرینگر میں۔ ۳۰ فیصد۔

۲۔ ضلع بڈگام میں۔ ۳۶ فیصد۔

۳۔ ضلع بارہمولہ میں۔ ۴۲ فیصد۔

۱۔ سوالنامہ مولانا مسرور عباس انصاری صاحب۔ صدر اتحاد المسلمین جموں کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۴۔ ضلع اسلام آباد میں ۔۲۶ فیصد۔

۵۔ ضلع پلوامہ میں ۔۲۳ فیصد۔

۶۔ ضلع کپوارہ میں ۳۰ فیصد۔

۷۔ ضلع لداخ میں ۔۳۰ فیصد (۱)

روزگار فراہم ہونے کی راہیں

ماضی میں شیعوں کی اکثریت دست کاریوں مثلاً شال بافی، پیپر ماشی، قالین بافی، نمدہ سازی، وغیرہ سے وابستہ تھی ۔لیکن حکومت کی طرف سے کوئی حمایت نہ ملنے کی وجہ ان میں اکثر نے ان کاموں کو چھوڑ دیا ہے اور وہ دوسرے پیشے اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے اب مذکورہ کام تقریباً ختم ہو چکے ہیں شیعوں میں ان وارثتی کاموں (جن کی آمدنی بھی دوسرے کاموں کی نسبت اچھی تھی) کو قوم کے ثروتمند، ذمہ دار اور اثر ورسوخ رکھنے والے افراد مندرجہ ذیل طریقوں سے پھر بحال کر سکتے ہیں۔

۱۔ سرمایہ گزاری (پیسہ لگا کر) کر کے مذکورہ کارخانوں کو پھر سے بحال کرنا یا نئے سرے سے ایسے کارخانوں کو وجود میں لانا نیز پروڈکشن کو مفید و مؤثر بنانے کے لئے نئی ٹکنیک کو روبہ عمل لانا۔

۲۔ اپنے اثر ورسوخ سے ان کو حکومتی بینکوں سے قرض (loan) دلانا۔

اگر ہم خود ایسے کارخانوں کو نہیں کھول سکتے ہیں یا ان کے مالکان کی مدد نہیں کر سکتے ہیں تو کم از کم اپنے اثر ورسوخ سے ان کو حکومتی بینکوں سے کم سود پر قرض دلائیں تا کہ وہ اپنے کارخانوں کو منظّم طریقے سے چلاسکیں۔ اس طرح ایک طرف سے جہاں ان کو اپنے وراثتی کاموں (جو ہماری شیعہ تہذیب وتمدن کا ایک حصہ رہ چکے ہیں) کی طرف تشویق وحوصلہ افزائی ہو جا گی دوسری طرف ہمارے بہت سارے بے روزگار افراد کے لئے اچھا اور مناسب روزگار فراہم ہوسکتا ہے۔

قوم سے غریبی اور مفلسی کا خاتمہ نیز ان کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے مندرجہ ذیل کام مؤثر واقع ہو سکتے ہیں۔

۱۔ البتہ امید کی جاتی ہے کہ گذشتہ دہائی میں مذکورہ شرح فی صدی میں کمی واقع ہوئی ہوگی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

الف۔ کاریگر طبقہ کو خود غرض بیوپاریوں سے نجات دلانا

شیعوں کی اچھی خاصی تعداد کی روٹی وروزی اور امرار معاش قالین بافی سے چلتا ہے صبح سویرے سے لے کر مغرب کی اذان تک اس کام میں پس جانے کے باوجود جو آمدنی ان کاریگروں کو حاصل ہوتی ہے وہ بہت ناچیز ہے جس سے بامشکل زندگی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ جس سے وہ کبھی بھی اپنی مالی حالت کو بہتر نہیں بنا سکتے (۱) ان کاموں کا اصلی فائدہ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو ان بیچاروں کو قالین بننے کے لئے ساز وسامان فراہم کرتے ہیں۔

یہ لوگ جن کو کشمیری اصطلاح میں بیوپاری کہتے ہیں بہت کم پیسوں کے بدلے ان لوگوں سے قالین بنواتے ہیں جس کی وجہ سے بعض قالین باف آخری عمر تک بیوپاریوں کے قرض سے چھٹکارا نہیں پاتے۔ شیعوں کی مالی ومعاشی حالت بہتر بنانے کے لئے ایک ضروری قدم یہ ہوسکتا ہے کہ اس صنعت کو ذی غرض اور خودخواہ بیوپاریوں سے آزاد کیا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک فلاحی کمیٹی تشکیل دی جائے جو مختلف مالی وسیلے بروئے کار لاکر ان غریب اور پسماندہ لوگوں کو قالین بافی کے وسایل کے ساتھ ساتھ قرض کے طور پر کچھ مالی تعاون بھی کرے جس کو پھر قسطوں میں بغیر کسی سود کے ان سے واپس لیا جائے۔

ب۔ حکومت اور بینکوں کی سہولت اور جدید اسکیموں سے استفادہ

کشمیر میں حکومت اور بینکوں کی بہت ساری اسکیمیں ہیں جن سے اگر منظم اور (systematic) استفادہ کیا جائے تو بہت سارے جوانوں کے لئے روزگار فراہم ہوسکتا ہے مثلاً بینک بے روزگاروں کو قرض (loan) فراہم کرتا ہے یا اسی طرح جن جوانوں کے پاس بارہویں جماعت کی سرٹیفکیٹ ہوں اگر وہ بینک کو کوئی روزگار کی اسکیم یا منصوبہ از جملہ کاشت کاری وغیرہ پر دے دیں تو بینک ان کو قرض (loan) فراہم کرتا ہے پھر اس میں تیس سے چالیس فیصد (subsidy) کے طور معاف کرتا ہے اور باقی رقم کو کم سود کے حساب سے ان سے دریافت کرتا ہے۔

۱۔ تقریباً بارہ گھنٹے کی محنت اور مشقت کے بعد ایک آدمی کی دن بھر کی کمائی سو روپے سے زیادہ نہیں بنتی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اگر قوم کے دانشور اور ذمہ دار افراد اس سلسلے میں قدم اٹھائیں گے تو روزگار کی بہت ساری جگہیں فراہم ہونے کے ساتھ ساتھ شیعوں کی غربت کا خاتمہ کرنے میں بہت مدد ملے گی اور بہت حد تک ان کی مالی ومعاشی حالت سدھر سکتی ہے۔

ج۔ حصول علم کی تشویق اور حوصلہ افزائی

غریبی اور ناداری کا خاتمہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم جہالت کی ذلت کو قوم سے قلع قمع کریں۔ علم ودانش ہر طرح کی ترقی اور کمال کا پیش خیمہ ہے اگر ہمیں قوم کی ترقی چاہیے تو ضروری ہے کہ اس کے لئے قوم کو زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف راہنمائی، تشویق اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ تعلیم سے ہی غریبی کا خاتمہ ممکن ہے اور معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے سب سے بہتر معاون اور مددگار ذریعہ تعلیم ہی ہے۔ ہمارے نوجوان طبقہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ دیانت، محنت اور صلاحیت کی بدولت پرائے ماحول کو اپنا بنایا جاسکتا ہے اور اغیار کا دل جیتا سکتا ہے۔

د۔ تجارت اور کام کرنے کی تعلیم

شیعوں میں قومی سطح پر ایک کمیٹی یا ادارہ ہونا چاہیے جو مختلف علاقوں میں جاکر وہاں شیعوں کو تجارت اور دیگر کام کاج کے صحیح طریقوں کو رہنمائی کریں جس کے لئے وہ باضابطہ طریقہ سے مختصر مدت کے لئے کلاسیں قائم کریں۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سارے افراد کو اپنی استعداد اور مہارت کی اہمیت کا علم نہیں ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ کبھی کبھی ایسا پیشہ اختیار کرتے ہیں جہاں ان کی صلاحیت اور مہارت ضائع ہو جاتی ہے۔ مشاہدہ میں یہ بھی آیا ہے کہ بہت سارے افراد کے پاس تجارت یا کوئی کام کرنے کے لئے اچھا خاصہ پیسہ موجود ہوتا ہے لیکن تجارت یا کسی اور کام کی مہارت نہ رکھنے کی وجہ سے وہ کوئی کام شروع کرنے میں تذبذب کا شکار ہوتے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس سرمایہ سے کیا کریں۔ پھر بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے کام میں پیسہ لگاتے ہیں جہاں ان کا اصلی سرمایہ بھی ہاتھ سے چلا جاتا ہے۔ ان مضرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو صحیح پیشہ اور مناسب تجارت کرنے کے لئے اس فن کے ماہرین کے ذریعے ان کی گائڈنگ کی جائے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۵۔حکومتی اور سرکاری ENTRANCE سے فائدہ اٹھانا

کشمیر میں سرکاری اور حکومتی تعلیمی اداروں کی جانب سے مختلف تعلیمی شعبوں من جملہ ڈاکٹر، پروفیسر، جج، وکیل، انجینئر، مدیری (management) وغیرہ کے لئے طالب علموں کا انتخاب کیا جاتا ہے جن کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا پورا خرچہ حکومت برداشت کرتی ہے اس کے علاوہ ڈگری حاصل کرنے کے بعد سرکار ہی ان کے لئے ایک باوقار نوکری اور عہدہ فراہم کرتی ہے

ان طالب علموں کو منتخب کرنے کے لئے سرکار کی طرف سے ہر سال کچھ انٹرنس امتحانات ہوا کرتے ہیں جن میں بارہویں جماعت پاس کی سرٹیفکیٹ رکھنے والے تمام جوان شرکت کر سکتے ہیں

ان امتحانوں میں ۴۰ سوالات عمومی معلومات (General knowledge) کے ہوتے ہیں باقی سوالات منتخب شدہ موضوع (subject) سے مربوط ہوتے ہیں۔

شیعوں میں ایک ایسے ادارے کو وجود میں لانے کی اشدّ ضرورت ہے جو مذکورہ شرائط رکھنے والے طالب علموں کے لیے ان کی امتحانی صلاحیت بڑھانے کے لئے کوچنگ سینٹروں کا قیام عمل میں لائے۔ نیز مختلف اعلیٰ کورسز میں کوچنگ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پسماندہ علاقوں اور حلقوں کے لئے امامیہ سٹوڈنٹس ہوسٹل کا قیام مفید واقع ہوسکتا ہے جہاں بہترین اساتید کو دعوت دینے کے ساتھ ساتھ طلباء کے لئے ہر طرح کی ضروری سہولت من جملہ، غذا وغیرہ مفت یا کم قیمت پر فراہم کی جائیں (۱)

پھر اگر ہم فرض کریں کہ جن ۳۰ طالب علموں کے لئے یہ کلاس قائم کی گئی تھی ان میں سے صرف تین یا چار ہی طالب علم (Entrance) میں کامیاب ہوگئے تو ان تین چار طلباء کا پاس ہونا ہی ایک بہت بڑی کامیابی ہے تین چار طالب علموں کے پاس ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ سرکاری اور حکومتی اداروں میں ان کا نفوذ اور اثر ورسوخ روز بروز بڑھتا جائے گا جو کل آہستہ آہستہ اپنے بہت سارے بے روزگار افراد کو روزگار اور ملازمت فراہم کرنے میں معاونت کر سکتے ہیں۔

۱۔ مذکورہ مقاصد کے لئے چند برس پہلے امامیہ سٹوڈنٹس ہوسٹل کے قیام کے سلسلے میں بعض بنیادی اقدامات بھی کئے گئے تھے جو شاید سرد مہری کے شکار ہوگئے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہ امتحانات شیعوں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے ایک سنہری موقعہ ہے قوم کے جو درد مند اور ہمدرد افراد شیعوں کی معاشی اور مالی حالت بہتر ہونے کے متمنی ہیں انہیں اس اچھی اور مناسب فرصت سے غفلت نہیں کرنی چاہیے ان کو اس کام کے لئے آگے آنا چاہیے۔

اگر شیعوں میں ایک ادارہ صرف اسی کام کے لئے وجود میں لایا جائے پھر بھی قابل تعریف و تمجید ہوگا چونکہ اس کام کے منافع اور نتائج طویل عرصہ تک ظاہر ہوں گے۔

ہ۔ روزگار فراہم ہونے کے لئے اسلامی بینک کی تأسیس

شیعوں کی مالی اور معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے ایک قرض الحسنہ ادارہ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ یہ ادارے محلوں، گاؤں، علاقوں کی سطح تک بھی اپنا کام کر سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ قومی سطح پر ہوں۔

ان مراکز سے شیعوں خصوصاً مالی طور پر پسماندہ لوگوں کو روزگار یا اپنی مالی حالت بنانے کے لئے قرض دیا جائے اور ان سے قسطوں کی صورت میں واپس لیا جائے۔

جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ شیعوں سے سرکار کے سوتیلا پن نیز مذہبی تعصب کی وجہ سے بڑی مشکل سے کسی شیعہ کو نوکری دی جاتی ہے شیعوں میں بہت سارے ایسے نوجوان ہیں جن کے پاس اچھی اور بڑی ڈگریاں بھی ہیں لیکن غریبی اور گھریلو مشکلات کی وجہ سے وہ ان مواقع اور وسائل کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں اگر ان کی امداد کی جائے تو وہ (JOBS) حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری قومیں حکومتوں اور دوسرے اداروں میں نفوذ اور اثر و رسوخ رکھنے کی وجہ سے اپنے آدمیوں کو بہت ساری نوکریاں دلاتی ہیں۔

و۔ بیت المال کا قیام

غربت کا خاتمہ کرنے کے لئے شیعوں کے لئے ایک بیت المال کی تشکیل ناگزیر ہے جو غربت اور فقیری کا خاتمہ کرنے میں بنیادی اور کلیدی رول ادا کرے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ قوم کے سرمایہ داروں میں سے بہت سارے لوگ حساب و کتاب کر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے حاصل شدہ منفعت سے خمس نکالتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لاکھوں روپیے دوسرے ملکوں میں مراجع یا اداروں کو بھیجے جاتے ہیں گویا یہاں پر لوگ مکمل طور پر فارغ البال ہیں اور دوسروں کی امداد کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ کس قدر افسوس ناک ہے کہ یہاں ہماری اپنی قوم کے لوگ نان شبینہ کے محتاج ہیں مگر ہم ان سے نظریں بند کر کے کم از کم ان شرعی رقومات کو بھی ان کی بہتری کے لئے استعمال میں نہیں لاتے ہیں۔

علاوہ ازایں بعض حضرات یہ پیسے ایسے افراد کے حوالے کر دیتے ہیں جہاں پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کہاں اور کس پر خرچ ہوا ہے؟ نہ ہی اس کے بیرونی آثار نظر آتے ہیں۔ بہر حال نہ ملک کے حاجت مند اور مستحق افراد کو ان شرعی رقومات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے اور نہ دیگر واضح ضرورتوں کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔

اس لئے اگر قوم میں ایک بیت المال کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں یہ رقم باضابطہ قبض الوصول اور حساب داری کے ساتھ جمع ہو جائے تو قوم کی معاشی حالت اور دیگر ضروریات کو مدنظر رکھ کر مراجع کرام سے ان شرعی رقومات کو کشمیر کے مستحقین پر ہی خرچ کرنے کا اجازہ لیا جا سکتا ہے۔

خمس کے علاوہ زکات فطرہ کی بھی ایک خطیر رقم جمع ہو سکتی ہے موجودہ سال ۲۰۰۸ء میں ۵۶ روپیہ فی کس کے حساب سے اگر صرف دس لاکھ شیعوں کی زکات فطرہ کا حساب لگایا جائے تو یہ رقم بھی پانچ، چھ کروڑ روپیہ سالانہ بنتی ہے۔ اگر فرض کریں کہ پانچ، چھ کروڑ روپیوں کے بجائے دو تین کروڑ ہی نکالے گئے ہوں تو پھر اگر ہم یہ دیکھیں کہ اس خطیر رقم سے قوم کے کس درد کا مداوا ہو سکا تو نتیجہ صفر نظر آتا ہے چونکہ ہر فرد نے انفرادی طور پر خرچ کر دیا لہٰذا کوئی بڑا کام ممکن نہیں ہو سکا۔

اگر یہی پیسہ ایک منظّم پروگرام کے تحت ایک جگہ جمع ہو جائے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا ہے؟ مستحقین کی امداد کے علاوہ ان پیسوں سے تو کالج، ہسپتال، تہذیبی و ثقافتی مراکز کے علاوہ بڑے بڑے دوسرے ادارے قائم ہو سکتے ہیں۔ ہزاروں بچے ایسے ہیں جو مالی امکانات کے نہ ہونے کی وجہ سے حصولِ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔

بیت المال کا دائرہ خمس زکوٰۃ پر ہی ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے علاوہ اس میں کئی اور مدود بھی ہیں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نذر و نیاز، ھدایا، عطیات، صدقات وغیرہ بھی اس میں آسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض سرکاری یا دیگر اداراتی فنڈس وغیرہ۔

پھر اگر لوگوں کے درمیان بیت المال کے معنی و مفہوم اور اس کے اہداف و مقاصد پوری طرح سے واضح کئے جائیں تو مومنین یقیناً دل کھول کر اس نیک کام میں حصہ لیں گے۔ لوگ نوروز، مرثیوں اور محرم کی مجالس پر بے شمار رقم خرچ کرتے ہیں غریب سے غریب گھرانے والے خورد و نوش پر ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں اگر ہر گھر سے فقط پچاس روپیہ اس قومی بیت المال میں جمع کئے جائیں تو سال بھر میں ایک خطیر رقم جمع ہوسکتی ہے۔ نذر و نیاز کی مجالس میں تخفیف کر کے بہت سارے قومی امور انجام دئے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح اگر قوم کے سرمایہ داروں خصوصاً زمین داروں سے فصل کے موسم میں ''چندہ مہم'' چلائی جائے تو دسیوں ٹن چاول وغیرہ بیت المال میں جمع ہوسکتا ہے جس کو ہم پھر قوم کے محروم اور پسماندہ علاقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ان طریقوں سے سال میں لاکھوں روپے جمع ہوسکتے ہیں جو قومی سود و بہبود کی خاطر قومی ادارے چلائے جاسکتے ہیں۔

خدا کرے کسی دن قوم کے رہنماؤں میں اس بیت المال کی فکر پیدا ہو جائے تو کون سا ایسا فلاحی و قومی کام ہوگا کہ جس کو انجام نہیں دیا جاسکتا؟ ایسی صورت میں ہم دوسروں کے امداد کے محتاج ہونے کے بجائے ہم خود دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں۔

ز۔ قوم کے اوقاف کو منظم کرنا

شیعوں میں غربت کے خاتمہ کے لئے قوم کے اوقاف کافی مدد کر سکتے ہیں۔ قوم میں بڑے بڑے آستانوں کے علاوہ اور بہت زیادہ موقوفات ہیں یعنی ہر گاؤں میں اوقاف کی متعدد عمارتوں کے علاوہ اس کی زمین و جائیداد بھی ہے جن کی اچھی خاصی درآمد بھی ہے اس کے علاوہ محرم کے ایام میں شہر و گاؤں میں امام باڑوں اور تعزیوں من جملہ علم شریف، ذوالجناح، شام غریباں وغیرہ میں نذر و نیاز کا کافی پیسہ آتا ہے جس کا یقیناً صحیح مصرف نہیں ہوتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اگرایک قومی سطح کی کمیٹی بنائی جائے جوان قومی موقوفات کی دیکھ بھال کرے اوران کا حساب و کتاب رکھے تو اوقاف میں توسیع کے ساتھ ساتھ ہم ہر گاؤں کے اوقاف اور نذر و نیاز کے پیسوں سے اس گاؤں کے غریبوں، یتیموں اور بے سہارالوگوں کے لئے زندگی گزارنے کا بندوبست کرسکتے ہیں(۱)

تمام اوقاف کی دیکھ بھال، مرمت، اوقاف سے منسلک زمین کی آبادکاری اوران اوقاف میں جہاں ممکن ہونماز جماعت، جمعہ، عیدین کا قیام اسی کمیٹی کے تحت ہو۔ نیز امام جمعہ و جماعات کی تنخواہ کی ذمہ داری بھی مذکورہ اوقاف کمیٹی ہی کے ذمہ ہو۔

اوقاف سے حاصل شدہ رقومات سے ہم بڑے بڑے تجارتی مراکز اور یونٹ کھول سکتے ہیں جہاں قوم کے ہزاروں آدمیوں کے روزگار فراہم ہونے کے علاوہ ملّت کی معیشت کو کافی فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے جس سے قوم سے غریبی اور ناداری کا خاتمہ ہو جائے۔

شیعوں کی معیشت کو متحرک اور آسان بنانے کے وسائل

شیعوں کی مالی واقتصادی ضروریات بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے ہم نے مندرجہ ذیل بعض کو بیان کیا ہے۔ جو راقم کی نظر میں زیادہ ضروری اور اہم ہیں۔ ان کی طفیل سے ہم دوسری بہت ساری معاشی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔

ا۔ دست کاری اور وراثتی ہنر سکھانے کے مراکز کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد کرنا تا کہ ان مراکز میں افراد ملّت کو روزگار فراہم کرنے کے لئے ان کو مختلف منصوبہ کی تعلیم دی جائے اور ان کو جدید ٹکنیکی ذرائع سے متحرک کیا جائے مثلاً قالین بافی، شال بافی، پیپر ماشی، نقاشی، گل دوزی، رفو گری، سلائی، بُنائی، کتائی وغیرہ، تا کہ یہ کام سیکھنے کے بعد وہ اچھی طریقہ سے اپنی زندگی چلاسکیں۔

ا۔ مثلاً کوئی جوان بیکار ہے اور کچھ کام کرنا چاہتا ہے تو سنڈے مارکیٹ میں اسے فروخت کے لئے قسطوں پر مال دیا جائے۔ کسی کو آٹو رکشہ دلایا جائے جسے وہ آسان قسطوں کے ذریعہ کما کے ادا کر سکے۔ چند افراد کو مل کر پولٹری فارم، ڈائری فارم، شہد پروڈکشن یونٹ چلانے کے لئے سرمایہ کاری اور جان کاری کے وسائل فراہم کئے جائیں۔ قابل توجہ طلاب کو ٹکنیکی کورسز ریسرچ میں سکالرشپ کے طور پر مدد کی جائے۔ اس ترقی یافتہ دور میں ایثار و نظم کے ذریعہ کیا ممکن نہیں ہے؟!

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہ مراکز اور یونٹ ہر علاقے میں قائم ہوں اور ان دست کاریوں کی تربیت مرد اور خواتین کو دو مختلف شفٹوں میں دی جاسکتی ہے۔

۲۔ جوانوں اور تعلیم یافتہ افراد کو چھوٹے چھوٹے صنعتی کارخانہ کھولنے کے لئے بغیر کسی سود کے لون اور قرض دلائے جائیں۔

۳۔ زمین داروں، ہنرمندوں اور معمولی مزدوروں کی مالی مدد کی جائے۔

۴۔ اسلامی بینک کے ذریعہ قوم کے پسماندہ اور محروم افراد کو لون دلایا کیا جائے۔ مذکورہ اقدامات کو نفع بخش ہونے میں اگرچہ کچھ وقت درکار ہے لیکن ان کا پھل انشاء اللہ بہت شیرین ہوگا۔

شیعوں کے سیاسی حالات

شیعہ ایک زمانے میں کشمیر کے تخت وتاج کے مالک تھے اور اپنی شجاعت واستعداد کے بل پر انھوں نے ملک کو کئی مرتبہ بیرونی حملوں سے بچایا۔ لیکن شیعوں سے سیاسی اور مذہبی انتقام لینے کے لئے کچھ تنگ نظر افراد نے پورے ملک کا سودا کر دیا، جس کا تاوان آج تک تمام کشمیریوں کو چکانا پڑ رہا ہے اور یقیناً اس راہ میں مارے گئے لاکھوں بے گناہ کشمیریوں کا خون بھی ان سازشی اور استحصالی عناصر کی گردنوں پر ہوگا۔

بہر حال شیعوں کو سیاسی افق سے ہٹانے کے لئے مغلوں نے شیعوں کی سیاسی فعالیت پر پابندی عائد کی تھی۔ حتیٰ کہ مغلوں کے ساتھ قرارداد میں غیر شیعوں کی ایک شرط بھی ''شیعوں پر ایک طرح کی سیاسی پابندی'' تھی۔ لہٰذا مغل دور سے ہی شیعہ کشمیر کے سیاسی منظرنامے سے ہٹائے گئے۔ پھر بچی کھچی کسر افغان حکمرانوں نے نکالی۔ انہوں نے نہ صرف شیعوں کے دینی امور پر پابندی لگائی بلکہ ان پر ہر قسم کی من جملہ تعلیمی، تہذیبی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں پر بھی شدید روک تھام لگادی اور یہ اعلان کر دیا کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت اذیت ناک سزا دی جائے گی۔ اس پابندی کی وجہ سے شیعہ اور زیادہ گوشہ نشین اور کشمیر میں رونما ہونے والے واقعات سے الگ تھلک رہنے لگے۔

سکھ دور اور ڈوگرہ دور کے تقریباً اسی (۸۰) سال تک شیعوں نے سیاست سے دور رہنے میں اپنی عافیت سمجھی۔ پھر اگرچہ ۱۹۲۰ء کے بعد سے قوم کے بعض دانشوروں نے سیاست میں حصہ لینا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شروع کیا اور شیعوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ لیکن کئی وجوہات کی بنا پر وہ اپنے اہداف میں بہت زیادہ کامیاب نہیں ہو سکے لہٰذا آج بھی عام شیعوں (مخصوصاً دیہاتوں میں رہنے والوں) کو سیاسی امور حتیٰ دنیا میں روزمرہ رونما ہونے والے واقعات کی بھی کوئی خاص جان کاری نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کو ایسے مسائل کی جان کاری کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے (۱) اس طرح آج بھی شیعوں کی سیاسی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

سیاسی پسماندگی کے اسباب وعلل

اگر چہ انیسویں صدی کے اواخر تک مذہبی وسماجی عوامل کے تحت شیعہ سیاست سے دور رکھے گئے۔ لیکن بیسویں صدی خصوصاً ۱۹۲۰ء کے بعد سے شیعوں کے سیاسی پسماندگی کے علل واسباب حسب ذیل تھے:۔

ا۔ مذہبی تعصب

شیعوں کی سیاسی پسماندگی کی ایک وجہ شیعہ مخالف حلقوں کی طرف سے برتا جانے والا مذہبی تعصب ہے۔ شیعہ سیاسی راہنماؤں سے عموماً تعصب برتا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو ابھرنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا ہے، ۱۹۷۷ء کے جنتا الیکشن میں جب مولوی افتخار حسین انصاری نے شیخ محمد عبداللہ کی اہلیہ المعروف ''بیگم اکبر'' کے خلاف الیکشن لڑا تو غیر شیعوں کے ہر خاص وعام نے مولوی صاحب کو شکست دینے کے لئے شیعہ وسنی ٹکراؤ پیدا کیا۔

یا آج بھی اگر کسی انتخابی حلقہ میں شیعہ و غیر شیعہ دونوں امیدوار میدان میں ہوں تو غیر شیعوں کا ایک شیعہ امیدوار کو ووٹ دینا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ (۲) خصوصاً اگر شیعہ امیدوار کشمیر

ا۔ اگر چہ اب کئی برسوں سے شیعوں کی بھاری تعداد اسلامیہ جمہوریہ ایران سے اپنی دینی، تہذیبی اور معنوی وابستگی کی وجہ سے ایران سے مربوط خبروں کو جاننے کے لئے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے شوق سے خبریں سنتے اور دیکھتے ہیں۔

۲۔ اس نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر کسی شیعہ کو N.C یا P.D.P میں غیر شیعہ ووٹ دیتے ہیں۔ تو وہ ان کو نہیں بلکہ اپنی پارٹی کو ووٹ دیتے ہیں اور پارٹی بھی شیعوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے اسے پارٹی کا امیدوار منتخب کرتی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی کسی معروف سیاسی پارٹی مثلاً نیشنل کانفرنس، کانگریس، پی ڈی پی کا نمایندہ نہ ہو تو کسی لالچ اور طمع کے بغیر اسے غیر شیعوں کا ووٹ ملنا کچھ زیادہ ہی بعید نظر آتا ہے۔ چاہے عوامی خدمات کے سلسلے میں وہ کتنا ہی غیر جانبداری کا ثبوت دے چکا ہو۔ (جس کے لئے مرحوم سید عبداللہ صفوی بمنہ اور شاہجہان ڈار صاحب کی مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں)

۲۔ جہالت اور ناخواندگی

جہالت اور بے سوادی بھی شیعوں کی سیاسی پسماندگی کی ایک وجہ ہے۔ تعلیمی بیداری، سیاسی شعور پیدا کرنے کا پیش خیمہ ہے اور جب تک ایک معاشرہ تعلیم یافتہ نہ ہو تو اس میں کبھی بھی اپنے سیاسی مستقبل کو سنوارنے کا شعور پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

۳۔ بعض علمائے دین کی سیاست میں حصہ لینے کی مخالفت (۱)

مسلک تشیع میں امامت کا تصور اصول دین میں سے ہے اور اسی کے ارد گرد ہماری پوری اسلامی پہچان اور شیعیت کی بقا ہے۔ امامت کا بنیادی تصور اگر واقعاً اسی طرح اور اسی انداز اور اصلی معنی میں جاری رہتا جس طرح ہمارے ائمہ معصومین (علیہم السلام) نے پیش کیا تھا اور ہمارے بزرگوں کے حوالہ کیا تھا تو آج عالم تشیع تمام میدانوں میں ممتاز اور تابناک ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے شروع سے ہی حکومت دوسروں کے ہاتھوں میں چلی گئی اور وہ حاکم یہ جانتے تھے کہ حکومت کے اصلی حقدار کون ہیں؟ اس لئے ان حکمرانوں نے شیعوں کو دبا کر رکھا اور کسی میدان زندگی میں ان کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ مذہبی تعصب، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں بھی بھرپور انداز سے جاری رہا۔

پھر مجتہدین اعلیٰ مقام کا دور شروع ہوا اور تقلید کا مسئلہ پیش آیا اور اسی سلسلہ میں شیعوں کے بعض علماء میں یہ رجحان پیدا کیا گیا کہ مذہب اور سیاست دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو یہ بات بھی ذہن نشین کرائی گئی کہ شیعوں کو امام زمانہؑ کے ظہور تک سیاست سے دور رہنا چاہیے، یہی ذہنیت جموں و کشمیر کے بعض علماء میں بھی سرایت کی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے بھی کشمیری شیعوں

۱۔ سوالنامہ ڈاکٹر صادق رضوی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

کوسیاست سے دور ہی رہنے کی تلقین کی تاکید کی ہے۔ادھر چونکہ شیعہ عوام علماء دین ...
کے پیش نظران کی ہر بات کوتسلیم کرتی تھی۔لہذاانہوں نے بھی اپنے علماء دین کی ...
کرسیاست سے دوری اختیار کی۔

چونکہ ہمارے علمائے دین نے سیاست اور دین کو الگ الگ کر کے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور علماء کے تبلیغ کی وجہ سے سیاسی پہلو کو انتہائی بری نظر سے دیکھا جاتا تھا ... عالم دین، سیاست کی طرف جانا چاہتا تھا تو اس کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس طرح سیاسی میدان کو خالی چھوڑنے میں ہمارا اپنا بھی بہت بڑا قصور ہے(۱)

آج عالم تشیع میں جو انقلابی اور سیاسی لہر پیدا ہوئی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانے کے برخلاف آج ہمارے علمائے کرام سیاسی اور انقلابی تحریکوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں یہ سب حضرت امام خمینیؒ کی دَین ہے ان کے اس احسان کا بدلہ عالم تشیع کبھی نہیں چکا سکتا ہے۔

۴۔سیاسی قیادت کا فقدان

شیعوں کی سیاسی پسماندگی کی ایک وجہ ان میں سیاسی قیادت کا شدید فقدان بھی ہے(۲) شیعوں میں آج بھی کوئی قومی سیاسی شخصیت نہیں ہے جسے تمام شیعہ (یا شیعوں کی اکثریت) قبول کرتے ہوں۔

۵۔تبلیغات کا فقدان

شیعوں میں تبلیغات کا زبردست فقدان ہے یہاں جمعہ و جماعت، مجلس و مجالس کے جتنے بھی اجتماعات ہوتے ہیں وہاں عام طور پر شیعہ واعظین صرف اور صرف نماز، روزہ، زکوات، حج وغیرہ کی باتیں کرتے ہیں۔ان میں لوگوں کو دنیوی، اجتماعی، تعلیمی، سماجی، اور سیاسی ترقی کی طرف مائل نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ہی اچھے انسانی کردار اور اخلاق واعتقاد کی باتیں بتائیں جاتی ہے۔حالانکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ نماز، روزہ، حج وزکوات دین کے فروع دین میں شامل ہیں اور دین اپنی جگہ بہت وسیع نظام کا نام ہے۔

۱۔سوالنامہ ڈاکٹر صادق رضوی۔
۲۔سوالنامہ ڈاکٹر صادق رضوی۔

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.
Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی سیاست میں شرکت کا آغاز

شیعوں کی سیاسی پسماندگی کے باوجود، جو کچھ سیاسی معلومات ان کے اندر پائی جاتی ہے۔اس کی ابتدا اورشروعات زیادہ تر اس وقت سے ہوئی جب قوم کے ایک دانشور مرحوم سید حسین شاہ جلالی نے کشمیری مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے سیاست میں دخل دینا شروع کیا۔

آغا سید حسین شاہ جلالی جو انجمن امامیہ کے دبیر تھے نے شاندار طریقے سے اپنے سنی بھائیوں کے شانہ بشانہ ڈوگرہ شاہی راج کے خلاف جدو جہد میں شرکت کی۔ان کی کاوشوں سے شیعوں اور سنیوں میں اتحاد اسلامی کی ایک شاندار مثال قائم ہوئی تھی۔ چرار شریف سے خانقاہ (سرینگر) تک نکالے گئے ایک شاندار جلوس میں آغا سید حسین شاہ جلالی نے اپنے ساتھیوں سمیت شرکت کی جس کی وجہ سے محرم ۱۹۲۵ء میں عاشورا کا جلوس جو رات کے وقت خاموشی کے ساتھ نکلتا تھا وہ سینکڑوں برادران اسلام کے تعاون سے بلاتفریق مذہب و مسلک (شیعہ وسنی) دن میں برآمد ہوا۔

۱۹۳۱ء میں مسلم کانفرس کے وجود میں آنے کے بعد کہ جس میں شیعیان کشمیر کی طرف سے آغا سید حسین جلالی شامل تھے۔مسلم کانفرس میں فعال اور متحرک رکن ہونے کی وجہ سے صوبائی حکومت نے ان سے جاگیر کی نصف آراضی چھین لی (۱)

۱۹۳۸عیسوی میں آغا سید حسین جلالی کے انتقال کے بعد مسلمانوں کے حقوق کو حاصل کرنے اور ریاست کو ڈوگرہ شاہی کے چنگل سے آزاد کرنے کے لئے منشی حسن علی کے فرزند منشی اسحاق سیاست کے میدان میں آگئے انہوں نے بھی آغا سید حسین جلالی کی طرح ایک طرف کشمیری قوم کے وقار اور مسلمانان ریاست میں بیداری کے حوالے سے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کام کرنا شروع کیا دوسری طرف پسماندہ ملت تشیع میں بھی اصلاحی تحریک چلانے میں اہم کردار ادا کیا۔منشی اسحاق نے برصغیر کے تقسیم کے بعد بھی تحریک حق خودارادیت کے سلسلے میں بیش بہا قربانیاں پیش کی ہیں (۲) اور کئی بار جیل بھی گئے۔

ا۔اگران سے پہلے بعض افراد میں سیاسی تفکر پایا بھی جاتا تھا لیکن ایسے افراد بہت محدود تھے۔اور کشمیر میں ان کی سیاسی فعالیت کے لئے فضا سازگار نہیں تھی۔

ا۔شیعہ فیڈریشن کا تعارف۔جنوری ۲۰۰۶ء۔

۲۔مذکورہ جدو جہد کے دوران راولپنڈی میں ان کی ٹرانسپورٹ کمپنی بھی اس جدو جہد کی نذر ہوئی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس دور میں اوران کے بعد کچھ اور شیعوں نے بھی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا جن میں حکیم علی محمد صاحب اور حکیم مرتضیٰ صاحب اور حکیم صفدر ہمدانی وغیرہ ہیں۔ پھر ڈسمبر ۱۹۶۳ء کو آثار شریف درگاہ حضرت بل میں موئے مقدس آنحضرتؐ کی گمشدگی کا عظیم سانحہ پیش آیا۔اس میں شیعوں کی ایک اور شخصیت مولانا محمد عباس انصاری کے روپ میں کشمیر کے سیاسی افق پر ابھری اور جب موئے مقدس کی بازیابی کے لئے ایک کمیٹی بنام ''موئے مقدس ایکشن کمیٹی'' کا قیام عمل میں لایا گیا تو مولوی محمد عباس انصاری ہی کو اس کا ترجمان نامزد کیا گیا۔

۱۹۷۷ء میں جنتا الیکشن میں مولوی افتخار حسین انصاری کا بیگم شیخ عبداللہ کے خلاف الیکشن لڑنے سے اگرچہ ایک طرف شیعہ وسنی کے حالات قدرے کشیدہ ہو گئے تھے اور فرقہ وارانہ فسادات ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا لیکن دوسری طرف اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے شیعوں نے سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دیا۔اس کے بعد شیعوں کے اور بہت سارے لوگ سیاست میں آ گئے اور آج بھی ہیں۔

لیکن جہاں تک عام شیعوں کا تعلق ہے تو ان کی اکثریت سیاسی پسماندگی کی شکار ہے، وہ آج بھی دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے بے خبر ہیں ان کو کشمیری سیاست سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔ غریبی اور محرومی کی باعث انکی تمام تر توجہ اپنے اہل وعیال کے اخراجات پورے کرنے پر مرکوز رہتی ہے۔

سیاست سے عدم آگاہی کی وجہ سے تقریباً پندرہ لاکھ آبادی کے باوجود کشمیر کی قومی اسمبلی میں شیعوں کی کوئی مخصوص نشست نہیں ہے۔اگر ہم یہ تسلیم بھی کریں کہ کشمیر کی اسمبلی میں سیٹیں مذہبی ودینی اعتبار سے تقسیم شدہ نہیں ہیں۔لیکن اگر شیعوں کے سیاسی رہنماؤں کے اندر فکری یکجہتی ہوتی تو کم از کم اسمبلی کی چھ سات نشستیں شیعوں کے حق میں آ سکتی ہیں (۱) اور وہ موجودہ ریاستی وقومی حالات کے پس منظر کو لے کر کافی اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ گزشتہ کئی سالوں سے پورے ہندوستان میں ملکی سطح پر مخلوط سرکاریں کام کر رہی ہیں اور کشمیر میں بھی پچھلے چند سالوں سے اس مخلوط سرکار کا رواج چل پڑا ہے۔ مخلوط سرکاروں میں ایک سیٹ یا نمائندہ کی بھی کافی اہمیت ہوتی ہے، مثال کے طور پر ریاست میں

۱۔اس ضمن میں راقم نے آگے ایک خاکہ اور مسودہ قوم کے سیاسی قائدین کے لئے درج کیا۔اگر اس کی رعایت کی جائے یقیناً محروم رکھے گئے شیعوں کے حق میں کم از کم چھ سات نشستیں آ سکتی ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کمیونسٹ پارٹی کا ایک ہی نمایندہ ہوتا تھا جس کی کوئی اہمیت نہ تھی لیکن گزشتہ دور میں اس کے دو نمایندے اسمبلی میں آئے تھے جس کی وجہ سے وہ جماعت حکومت میں حصہ دار بن گئی تھی اور اس کے نمایندوں کو پچھلی مخلوط سرکار میں وزارت کی کرسی بھی پیش کی گئی۔

شیعوں کے ووٹ با اثر واقع نہ ہونے کی وجوہات

کشمیر میں تقریباً پندرہ لاکھ شیعہ ہونے کے باوجود وہ اکثر (اپنے بل بوتے اور کسی دوسری سیاسی تنظیم کی حمایت کے بغیر) کوئی سیٹ یا وزارت حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ جس کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ حکومت کی سازش

شیعوں کے تئیں حکومتوں کا رویہ ہمیشہ متضاد اور امتیازی سلوک کا حامل رہا ہے حکومت نے ان کو ہر اس چیز سے دور رکھا ہے جس سے شیعوں کو کسی طرح کا کوئی قومی فائدہ ہو۔

ایک سازش کے تحت شیعوں کی جہاں پر بھی اکثریت ہے وہاں اس طرح ووٹروں کا نظام بنایا گیا ہے کہ ان کے ووٹ تقسیم ہو گئے ہیں جیسا کہ ماگام، زڈی بل، ڈل میر بحری وغیرہ میں، ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح ان علاقوں کے شیعوں کو مختلف حلقہ انتخابات (consituency) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اگر ان علاقوں کے شیعہ آواز اٹھائیں تو ان تینوں کی نئی حد بندی کی ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے یہ تینوں سیٹیں ان کے حق میں جا سکتی ہیں۔ پٹن، سوناواری، لداخ، چاڈورہ، سونہ وار کے انتخابی حلقوں اور کئی دوسری جگہوں پر بھی ان کا بہت زور ہے جس کی وجہ سے شیعہ ان میں مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ بڈگام اور کرگل کی نشستیں بلا کسی مقابلے کے ان کے حق میں جا سکتی ہے۔

۲۔ سیاسی لیڈروں کے اندر کسی طرح کی کوئی حکمت عملی کا نہ ہونا

خود شیعوں کے سیاسی قائدین اور مختلف انتخابات میں حصہ لینے والوں نے اس سلسلے میں کوئی حکمت عملی نہیں اپنائی ہے۔ بلکہ برعکس انہوں نے حکومتی منصوبوں میں ان کی مدد کی (۱) وہ لوگ مختلف ریاستی و قومی سطح کی سیاسی پارٹیوں کے وفادار ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں کوئی مشترکہ قدم نہیں اٹھایا۔

۱۔ سوالنامہ مولانا مسرور عباس انصاری، صدر انجمن اتحاد المسلمین جموں و کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ سیاسی تنظیم کا فقدان

کشمیری شیعوں میں کوئی ایسی سیاسی پارٹی نہیں ہے جو ملت میں سیاسی شعور کی بیداری اور ضرورت پڑنے پر حکمت عملی وضع کرنے نیز اس مسئلہ یعنی ان کے ووٹ کو پورے کشمیر میں با اثر بنانے کے لئے عملی اقدامات کرتی۔ ایک شیعہ فیڈریشن کے اندر (ماضی میں) یہ حس موجود تھی جو آگے منظّم نہ ہو سکی۔

۴۔ فرقہ پرستی

شیعوں کے ووٹ با اثر ہونے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ یہاں کی فرقہ پرستی ہے۔ چونکہ سیاسی راہنما بھی مذکورہ شیعوں کے رؤسائے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حتی بعض رؤساء فرقہ خود ہی الیکشن اور چناؤ میں حصہ لیتے ہیں۔

یہاں شیعوں کی یہ اور بدقسمتی ہے کہ ظاہری طور پر ایک دوسرے سے خوش اخلاق اور لطف و مہربانی سے ملنے والے یہ سیاسی حضرات کبھی ایک پارٹی کے ساتھ نہیں رہتے۔ مختلف پارٹیوں میں رہنے کی وجہ سے اپنے اپنے مریدوں اور حامیوں کو اپنی پارٹی کے نامزدہ افراد کے لئے ووٹ مانگتے ہیں۔ جس کی وجہ سے شیعوں کے ووٹ کم از کم تین چار حصوں میں تقسیم ہو کر رہ جاتے ہیں نیز ان کے بارے میں پارٹیوں کے اندر بھی اعتماد اور وثوق کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

چونکہ شیعوں میں ایک طرف سیاسی سوجھ بوجھ کی کمی ہے اور دوسری طرف ان کو اپنے فرقہ اور اس کے سربراہ سے کافی عقیدت اور لگاؤ ہے لہٰذا وہ آسانی سے فرقہ کے سربراہ یا ان سے مربوط افراد کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ تعجب کا مقام ہے کہ وہ یہ جاننے کے باوجود کہ ان کی پارٹی کے حمایت یافتہ فرد چناؤ میں جیت نہیں سکتا ہے اس کے باوجود وہ فرقہ سربراہ کے حمایت یافتہ شخص ہی کو ووٹ دیتے ہیں جس سے قوم کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ (۲)

ا۔ چونکہ بہت ساری جگہوں پر ایسے افراد بھی الیکشن جیتتے ہیں جن کا تعلق کسی بھی حمایت یافتہ فرقوں کے افراد سے نہیں ہوتا ہے پھر حکومت بننے کے بعد جب شیعہ حضرات ان منتخب شدہ افراد کے پاس اپنے مطالبات لے کر جاتے ہیں تو وہ بڑی بے رخی اور توہین آمیز سلوک کے ساتھ ان کو جواب دیتے ہیں کہ جاؤ جس کو ووٹ دیا ہے اسی سے اپنے مطالبات کی درخواست کرو۔ اگر فرض کریں کہ فرقوں کے حمایت یافتہ افراد میں سے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سیاسی قائدین سے ایک درخواست

راقم شیعوں کے سیاسی قائدین خصوصاً جو حضرات انتخابات میں شرکت کرتے ہیں، ان سے نہایت ہی مودبانہ، شکستہ دلی کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ وہ غور سے زندگی کے ہر پہلو میں اپنی پسماندہ قوم پر نظر کریں، وہ دیکھیں دنیا کی قومیں کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہیں اور ہماری قوم کہاں ہے؟ وہ قوم کی ناخواندگی (Illiteracy) پر نظر کریں کہ کس طرح جہالت نے پورے شیعوں کا محاصرہ کر رکھا ہے ؟اسی طرح شیعوں کے دامن گیر سینکڑوں اور ہزاروں مسائل پر توجہ دیں۔ وہ دیکھیں کہ آخر کیوں تقریباً پندرہ لاکھ کی جم غفیر کے باوجود ان کے ووٹ اثر انداز نہیں ہو رہے ہیں؟ وہ فکر کریں کہ لاکھوں میں جان فدائی کرنے والے طرفداروں کے باوجود اسمبلی میں صرف ایک نشست حاصل کرنے کے لئے کیوں ان کو پارٹیاں بدلنی پڑتی ہیں؟ کیوں ان کو کبھی نیشنل کانفرنس، کبھی کانگریس، تو کبھی پی ڈی پی (P.D.P) والوں کو سلام کرنا پڑتا ہے؟

ہماری سربرآوردہ انتخابی سیاست کاروں سے ایک ہی مؤدبانہ گزارش ہے وہ یہ کہ ''ہم فرض کرتے ہیں کہ دینی معاملات میں مختلف مصلحتوں کی بنا پر آپ اتحاد نہیں کر سکتے ہیں اور نہ اپنی اپنی پارٹیوں اور طرفداروں سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن خدارا سیاسی سطح ہی پر ایک ہو جائیں''

☜ ہی کوئی الیکشن جیتے پھر بھی اس کے دروازے دوسرے فرقہ کے ماننے والوں کے لئے بند ہو جاتے ہیں اور نہ ہی وہ ان کے پاس جانے کی جرأت کرتے ہیں۔

شیعوں کے ووٹ ضائع ہونے کے علاوہ اس آپسی رسہ کشی کا قوم کو اس اعتبار سے بھی بڑا نقصان ہوتا ہے کہ ان میں موجود اتحاد و اتفاق کی ہوا بھی اس سے نکل جاتی ہے۔ پارٹی اور رئیس فرقہ کو جتلانے کے لئے وہ گویا ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ لہٰذا الیکشن آتے ہی ان کے اتحاد میں اور دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آئندہ الیکشن تک باقی رہتی ہے (سوالنامہ ڈاکٹر صادق) موجودہ ۲۰۰۹ء کے پارلیمانی الیکشن اس کی زندہ مثال ہے سب نے دیکھا کہ بڈگام ضلع میں کس طرح شیعہ ایک دوسرے سے لڑ پڑے اور کس طرح ایک دوسرے پر ڈنڈوں، لاٹھیوں اور آہنی میلوں کا آزادانہ استعمال کیا اور کافی ساری جائیداد کو بھی نقصان پہنچایا۔

ان میں مخالفت کی شدت اس بات سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ جس انتخابی حلقہ میں فرقوں سے وابستہ کوئی شیعہ امیدوار ہو تو اس کی پارٹی اور فرقہ کے علاوہ دوسرے شیعہ، ووٹ دینے میں غیر شیعہ کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ جبکہ غیر شیعوں میں اس کی مثال شاید ہی مل پائے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

الیکشن میں شرکت سے واضح ہے کہ فی الحال آپ حضرات (سیاسی قائدین) ہندنواز حکومت کے حامی ہیں، تو پھر اختلاف نظر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

دعوتِ فکر

کیا آپ لوگ اپنی ایک مقتدر اور قومی، سیاسی تنظیم نہیں بنا سکتے ہیں؟ اگر کشمیر میں پچاس ساٹھ کارکنوں اور حمایتوں کی مدد سے بعض لوگ اپنی پارٹیاں بناتے ہیں۔ آپ لوگوں کے ارد گرد تو لاکھوں لوگوں کا مجمع ہے۔ ہم یہاں پر یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ آپ شیعہ نام سے کوئی سیاسی تنظیم بنائیں، نہیں۔ بلکہ ہماری مراد ایک ایسی سیاسی تنظیم کی ہے جس میں آپ سب ایک ساتھ ہوں۔ پھر شیعہ وغیر شیعہ جو حضرات بھی چاہیں اس میں آ جائیں۔

آپسی عدم اعتماد کی وجہ سے آپ اس میں شورائی نظام (قانون) برقرار رکھ سکتے ہو اور جس دن آپ لوگوں نے ایسا کیا یقیناً شیعوں کے بہت سارے مسائل کے ساتھ ساتھ آپ سب کی دلی تمنائیں بھی (انتخابات میں کامیابی) پوری ہو جائیں گی۔ پھر آپ لوگوں کو نیشنل، کانگریس اور پی ڈی پی (P.D.P) کے دفتروں کے چکر نہیں کاٹنے پڑیں گے بلکہ وہ لوگ آپ کو سلامی دینے آئیں گے۔ موجودہ پوزیشن میں تو آپ دو یا زیادہ سے زیادہ تین افراد الیکشن جیت جاتے ہیں لیکن اگر آپ نے اپنی سیاسی تنظیم بنالی تو کم از کم پانچ چھ نشستیں آپ کے ہاتھ لگے گی (۱) اور اگر مخلوط سرکار وجود میں آئی تو یقیناً آپ کی پارٹی بھی حکومت سازی میں حصہ دار ہوگی۔

۱۔ حکومت کی دوگانہ پالیسیوں کے باوجود شیعہ، حلقہ زڈی بل، بڈگام، سوناواری، ڈل میر بحری، کرگل، پٹن میں آسانی کے ساتھ نشست حاصل کر سکتے ہیں۔ چونکہ جب ایک طرف شیعوں کے تمام ووٹ ایک ہی شخص کو مل جائیں اور دوسری طرف ووٹ دسیوں امیدواروں میں بٹ جائیں تو یقیناً ان علاقوں میں جیت اور کامیابی آپ کے امیدوار کو حاصل ہوگی۔ اس کے علاوہ دوسرے بہت سارے انتخابی حلقہ جات مثلاً حلقہ چاڈورہ، سونہ وار وغیرہ ہیں جہاں شیعوں کا ووٹ موثر واقع ہوسکتا ہے۔ اتحاد کی صورت میں چاڈورہ حلقہ میں بھی آپ کا منتخب شدہ فرد جیت سکتا ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ نہیں بھی جیت پاتا۔ لیکن (GIVE AND TAKE) حکمت عملی کے تحت پھر بھی ان حلقوں میں قوم کے لئے بہت سی مراعات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ان واقعات کو مدنظر رکھ کر آج شیعوں کو سیاسی معلومات فراہم کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اسی صورت میں وہ دنیا میں قبول شدہ حقوق انسانی سے آشنا ہو کر ان کو حاصل کرنے کے لئے میدان عمل میں سامنے آئیں گے۔ اور اپنے ہاتھوں سے خود اپنی تقدیر اور اپنا مستقبل رقم کریں گے۔

شیعوں میں سیاسی آگاہی پیدا کرنے کی راہیں

شیعوں میں سیاسی شعور کو بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل حکمت عملی کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔

۱۔ تعلیم کو عام کیا جائے

شیعوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں تعلیمی بیداری کو عام کیا جائے اور یہ تعلیمی بیداری سیاسی شعور پیدا کرنے کا مقدمہ ہے کیونکہ جب لوگوں میں تعلیم ہوگی تو خود ان میں اپنے سیاسی مستقبل کو سنوارنے کا شعور پیدا ہوسکتا ہے۔

۲۔ سیاست عین دیانت است

کشمیری شیعوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو یہ سوچتا ہے کہ ہمیں سیاست سے کیا لینا دینا ہے اور سیاست جھوٹے، بُرے، دھوکہ باز اور فریب کار لوگوں کے لئے ہے۔ مومن کو سیاست میں نہیں جانا چاہیے (۱) اسے نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ کی طرف توجہ دینی چاہیے نہ کہ دنیا میں گزرنے والے حوادث و واقعات کی طرف۔

اگرچہ اسلامی انقلاب ایران کے بعد اس تفکر میں کسی حد تک تبدیلی آئی ہے لیکن ابھی بھی بہت حد تک یہ فکر رائج ہے اس فکر کو بدلنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس کے بدلنے کے لئے انہیں یہ یقین دلانا ہے کہ سیاست جھوٹ، برائی، دھوکہ بازی اور فریب کاری نہیں ہے بلکہ سیاست عین ایمانداری اور دینداری ہے اور خلوت و گوشہ گیری دراصل اپنے وظائف اور ذمہ داریوں سے عدول ہے۔

۱۔ لیکن مخالف فرقہ سے رقابت کی وجہ سے رئیس فرقہ یا ان سے وابستہ کسی رشتہ دار کو اس سے مستثنیٰ جانتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

٣۔ شیعوں میں سیاسی تنظیم کا قیام

شیعوں کو سیاسی پسماندگی سے نکلنے کے لئے ایک وسیع اور کثیر المقاصد سیاسی تنظیم کی تأسیس کی اشد ضرورت ہے۔ جس کے رکن شیعوں کے تمام علاقوں سے چنے جائیں جو شیعوں کو سیاسی پسماندگی سے نکالنے کے لئے نیز ان کے ووٹوں کو پورے کشمیر میں با اثر بنانے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کر کے عملی اقدام کرے (١)

شیعوں کی سیاسی تنظیمیں

پہلے یہ کہا جا چکا ہے شیعوں میں کوئی ایسی سیاسی جماعت موجود نہیں ہے کہ جس کے اعضاء اور ممبر بغیر کسی قید و شرط کے پورے کشمیر سے ہوں۔

اگر خالص سیاسی نوعیت کی تنظیم کو مدنظر رکھا جائے تو یہاں اس وقت شیعوں کی صرف ایک محدود تنظیم "تحریک وحدت اسلامی" ہے۔ جو ابھی کشمیر کی سیاسی سطح پر زیادہ معروف و مشہور نہیں ہے اور وہ بھی چند سال قبل ہی ڈاکٹر سید صادق اور نثار حسین راتھر وغیرہ کے ذریعہ تأسیس ہوئی ہے۔ چونکہ اس تنظیم کا موقف آزادی اور الحاق پاکستان ہے۔ اس لئے یہ سرکاری اور انتخابی حلقوں میں دخالت نہیں کرتی ہے۔

مذکورہ تنظیم کے علاوہ جو سیاسی تنظیمیں ہیں، وہ دراصل فرقوں کے راہنماؤں کی دینی تنظیمیں ہیں جن میں چند افراد کو شعبہ سیاست کے نام سے سیاسی سرگرمی کے لئے مخصوص رکھا جاتا ہے۔ ان میں سے بھی دو تنظیمیں کشمیر کی آزادی کی خواہاں ہیں۔ لہٰذا چناؤ وغیرہ میں شرکت نہیں کرتی ہیں بلکہ ١٩٨٩ء سے آزادی کی تحریک ابھرنے کے بعد سے مسلسل الیکشن کا بائیکاٹ کرتی ہیں۔

١۔ گرچہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ووٹ کشمیر کی آزادی کا متبادل نہیں ہے اور آزادی وحق خود ارادیت ہی کشمیریوں کی اصلی منزل اور مقصد ہے۔ تاہم آزادی کی صبح طلوع ہونے تک بہر حال یہاں نظم وضبط اور قانون وحکومت کی ضرورت ہے۔ اس لئے حکومت سے اپنے حقوق کی حصولی کے لئے ضروری ہے کہ شیعہ سیاست میں آگے آئیں اور اس بارے میں عملی اقدام اٹھائیں اور فرقوں سے غیر وابستہ ایک ہمہ گیر سیاسی تنظیم کا قیام عمل میں لایا جائے۔ فرقوں سے غیر وابستہ سیاسی تنظیم کی ضرورت جس طرح آج ہندوستان میں رہ کر ہے آزادی کے بعد بھی وہ ضرورت بدستور اپنی جگہ قائم رہے گی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

باقی دو تنظیمیں بظاہر ہندنواز ہیں اور باضابطہ انتخابات میں شرکت کرتی ہیں۔ وہ لوگوں کو جوق در جوق ان میں شرکت کی دعوت دیتی ہیں۔ تاہم انجمن شرعی شیعیان شاخہ مصطفوی کے صدر آغا سید حسن الموسوی کے مقتول بھائی آغا سید مہدی الموسوی اور ان کے بعد ان کے بیٹے آغا سید روح اللہ الموسوی بھی کئی بار الیکشنوں میں حصہ لے چکے ہیں اور سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں میں کافی شہرت اور مقبولیت رکھتے ہیں۔

ا۔ انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر

مذکورہ انجمن در اصل ایک دینی اور مذہبی تنظیم ہے جس کا ایک شعبہ، شعبہ سیاست رکھا گیا ہے۔ اس تنظیم کے بانی مرحوم آغا سید یوسف الموسوی تھے۔ اس تنظیم نے جو خدمات خصوصاً آغا سید یوسف کے زمانے میں انجام دی ہیں یقیناً ان میں سے بعض تحسین آفرین ہیں جن کا ذیل میں اجمالاً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

ا۔ کشمیر اور ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے متبرک مقامات براہ راست سرکاری اوقاف کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں لیکن اس تنظیم خصوصاً آغا سید یوسف الموسوی کی کوششوں کی بدولت پورے ہندوستان میں صرف شیعیان کشمیر ہی وہ ہیں جن کے مذہبی مقامات اور امام باڑے مسجدیں اور دوسری تعمیرات وغیرہ اوقاف ایکٹ کے حدود اختیار میں نہیں آتی ہیں (۱) آغا صاحب خود اپنے ماتحت اوقاف کا حساب و کتاب رکھتے تھے۔

۲۔ کشمیری شیعوں پر ہر سال ایام نوروز میں عرصہ حیات تنگ کیا جاتا تھا اور انہیں بے پناہ مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑا تھا۔ بعض جاہل اور تنگ نظر لوگ محض ایذا رسانی اور شرپسندی کی بنا پر ان پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ آدم خوری کو مباح سمجھتے ہیں چنانچہ بخشی غلام محمد کے عہد وزارت میں فتنہ

ا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے باوجود عام طور پر کشمیر کے شیعہ اوقاف کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہے۔ یا شیعہ فیڈریشن کے بقول ان کو ذاتی ملکیت سمجھا جاتا ہے اور تولیت کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ کسی نظم کی ضرورت نہیں نہ متولی سے حساب مانگا جا سکتا ہے نہ حساب رکھنا یا پیش کرنا ضروری ہے (شیعہ فیڈریشن کا تعارف جنوری ۲۰۰۶ء ص ۵)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پردازوں نے یہ بے پر کی اڑائی کہ شیعوں نے فلاں شخص کو مارا اور اس کے خون کو متبرک سمجھ کر نوش کیا جس سے غیر شیعہ کافی مشتعل ہوئے۔

اس موقع پر اس تنظیم مخصوصاً آغا سید یوسف الموسوی نے ایسی بیہودہ افواہوں کی روک تھام کے لئے ملک کے طول وعرض، اندرون اور بیرون ریاست میں اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہر مکتب خیال کے علماء کو متوجہ کیا کہ وہ شریعت کی روشنی میں آدم خوری کے الزام کی نہ صرف تردید کریں بلکہ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والوں کے ناپاک عزائم کی پرزور مذمت کریں۔اس کے علاوہ آغا سید یوسف صاحب نے حکومت وقت کو بھی متنبہ کیا کہ وہ ایسے اسلام دشمن عناصر اور افواہ بازوں کے سدّ باب کے لیے قانون بھی بنائے۔

۳۔ اس تنظیم اور مرحوم آغا صاحب کا ایک غیر معمولی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے کشمیر یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی میں اثنا عشری طلباء کے لئے شیعہ نصاب منظور کروایا۔

۴۔ کشمیر میں جب بھی نظام شریعت کے اصولوں کے خلاف ریاستی اسمبلی میں کوئی بل پیش ہوتا تھا تو انجمن شرعی شیعیان کے بانی آغا سید یوسف صاحب پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے تھے ان میں اسقاط حمل، نکاح اور شراب نوشی کے بل قابل ذکر ہیں۔(۱)

۵۔ ۱۹۶۳ء میں موئے مقدس کی گمشدگی کے بعد اس تنظیم نے موئے مقدس کی بازیابی اور اتحاد بین المسلمین کے مزید استحکام کے لئے جو لاکھوں کی تعداد میں تاریخی جلوس بڈگام سے سرینگر تک نکالا گیا اس سے شیعہ وسنیوں کے اتحاد کو کافی تقویت پہنچی تھی۔

یہ تنظیم مرحوم آغا سید یوسف الموسوی کی وفات کے بعد زبردست المیے سے دوچار ہوئی۔ عہدہ صدارت اور تولیت کا تنازعہ قوم کی انتشار کا باعث بنا(۲)

اس طرح یہ تنظیم ان کے بعد ایک ہی نام سے دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے(۱) انجمن شرعی شیعیان

۱۔ مقدمہ اول بہارستان شاہی ڈاکٹر حیدری۔

۲۔ کتاب محبوب ملت ''مرحوم آغا سید مصطفیٰ''،ص ۸ شایع کردہ انجمن شرعی شیعیان جموں کشمیر اگست ۲۰۰۳ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعیان جموں وکشمیر شاخہ محمدی (۲) انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر شاخہ مصطفوی۔

انجمن شرعی شیعیان شاخہ آغا سید محمد فضل اللہ کا سیاست میں کچھ زیادہ دخل نہیں ہے ان کی سیاسی سرگرمی زیادہ تر مختلف مناسبتوں سے اخباری بیانات تک محدود ہے تاہم جدو جہد آزادی کی تحریک ابھرنے کے بعد اس تنظیم کے صدر آغا سید فضل اللہ الموسوی نے بھی نہضت انقلاب اسلامی میں شیعوں کی اکائی کے عنوان سے اس میں شرکت کی تھی اور نہضت ختم ہونے سے پہلے اس کے مالی مسئول تھے۔ گرچہ تنظیم کا بنیادی سیاسی موقف کشمیریوں کی آزادی اور حق خودارادیت تھا لیکن صدر انجمن آغا سید محمد فضل اللہ کے چھوٹے بھائی آغا سید محمود صاحب ہندوستان نواز حکومتوں کے الیکشنوں اور چناؤں میں کافی عرصہ سے شرکت کرتے آرہے ہیں جس میں وہ دو دفعہ کامیابی پاکر دس سال تک وزارت اور منسٹری کی کرسی پر بھی فائز رہے۔ گزشتہ دو الیکشنوں میں انہوں نے ایسا تأثر دیا کہ گویا ان کا ایک پوئنٹ مدعا ہوتا ہے وہ ہے مصطفوی امیدوار کے مقابلہ میں کھڑا ہونا۔

اسی طرح انجمن شرعی شاخہ مصطفوی بھی مذکورہ جدو جہد آزادی کی تحریک تک کچھ زیادہ سرگرم نہیں تھی لیکن تحریک آزادی ابھرنے کے ساتھ ہی یہ تنظیم مرحوم آغا سید مصطفیٰ الموسوی کی کاوشوں سے حریت کانفرنس میں شامل ہوئی چونکہ مرحوم کا موقف تھا کہ تحریک حریت کشمیر کی تائید وحمایت ہمارا دینی فریضہ ہے اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے(۱) اس کے علاوہ شیعوں کی سیاسی تنظیم نہضت انقلاب اسلامی میں بھی اس تنظیم کے موجودہ صدر آغا سید حسن الموسوی نے کچھ رول ادا کیا تھا۔

عامۃ المسلمین کے شانہ بشانہ اس تنظیم کے صدر کی سربراہی میں جلسے، جلوسوں سے اتحاد بین المسلمین کو کشمیر میں کافی تقویت پہنچی۔ انجمن کے صدر ''حریت کانفرنس'' کے کلیدی رہنماؤں میں سے ہونے کی وجہ سے یہ تنظیم اکثر وبیشتر بھارتی نظام کے خلاف مختلف مقامات پر احتجاجات کرتی رہتی ہے اور موجودہ تحریک آزادی کشمیر میں اس کا کافی رول رہا ہے۔

ا۔ محبوب ملت "مرحوم آغا سید المصطفیٰ" ص ۲۲ شائع کردہ انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر سال ۲۰۰۳ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔ آل جموں و کشمیر شیعہ ایسوسیشن

آل جموں وکشمیر شیعہ ایسوسی ایشن کے بانی مولوی محمد جواد انصاری تھے جنھوں نے ۱۹۲۸ء میں اس تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اس تنظیم کے کارکن تقسیم برصغیر سے پہلے متحدہ جموں وکشمیر کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے جس میں موجودہ بلتستان اور گلگت کا حصہ بھی شامل تھا جواب پاکستان کے کنٹرول میں ہے۔

۱۹۴۷ء کی تقسیم بندی کے بعد اس تنظیم کی سرگرمیاں صرف ہندوستانی حصہ تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہ تنظیم بھی دراصل ایک دینی وتبلیغی تنظیم تھی جس کا ایک شعبہ سیاست سے مربوط تھا چونکہ اس تنظیم سے زیادہ تر شہری اور تعلیم یافتہ لوگ وابستہ تھے اس وجہ سے سیاست کی طرف بھی اس تنظیم کا خاصا رجحان تھا یہاں تک مولوی جواد انصاری کے زمانے میں یہ تنظیم سرکاری حلقوں میں شیعوں کی نمائندہ تنظیم تسلیم کی جاتی تھی (۱)

اس تنظیم نے شیعوں کے لئے سرکار سے علاحدہ نمائندگی کا مطالبہ کیا تھا جس پر حکومت نے مولانا مولوی محمد جواد کو اسمبلی میں ایک سرکاری رکن کی حیثیت سے شامل کرلیا تھا (۲)

۱۹۵۷ء میں مولوی محمد جواد انصاری کی رحلت کے بعد سے اس تنظیم کے صدر مولوی افتخار حسین انصاری ہوئے جو تقریباً پچھلے تیس برس سے کشمیری سیاست سے وابستہ ہیں۔

مولوی افتخار حسین انصاری پر ان کے ہندوستانی نواز ہونے کی وجہ سے مسلح بندوق برداروں نے آج تک کئی جان لیوا حملے بھی کئے ہیں، جن میں کئی آدمی جان بحق اور زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ خود مولوی صاحب بال بال بچ گئے ہیں۔

انجمن اتحاد المسلمین جموں وکشمیر

انصاری خاندان کے ایک طالب علم مولوی محمد عباس انصاری ولد مولوی حسن علی ۱۹٦۱ء میں عراق

۱۔ پیشکش آل جموں اینڈ کشمیر نیشنل فیڈریشن آف شیعاز ص ۳۸۔

۲۔ پیشکش آل جموں اینڈ کشمیر نیشنل فیڈریشن آف شیعاز ص ۳۸۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے تحصیل کے بعد وطن لوٹے، ان دنوں مولوی افتخار حسین انصاری اپنے والد مولوی محمد جواد انصاری کی رحلت کے بعد لکھنؤ مدرسہ سلطان المدارس میں زیر تعلیم تھے۔ مولوی محمد عباس انصاری نے وعظ خوانی کا سلسلہ شروع کیا تو مقبولیت بڑھنے لگی۔ لیکن رؤسائے شیعہ ایسوسی ایشن مولوی افتخار حسین انصاری کو ہی مرحوم مولوی جواد انصاری کا جانشین بنانے کی حق میں تھے۔ مولوی محمد عباس انصاری نے چند معاونین کی مدد سے انجمن ''سفینہ'' بنا کر مجلّہ سفینہ کا اجرا کیا اور شیعیان کشمیر کی گروہ بندی پر سخت تنقید کی۔ ان کی اتحادی دعوت سے ان کا حلقہ اثر بڑھنے لگا اور موسوی خاندان کے بعض متاثرین بھی ان کے حلقہ ارادت میں آنے لگے۔ سابق شیعہ فیڈریشن کے بعض ارکان و کارکنان نے بھی ان کی بھر پور حمایت کی۔ ۱۹۶۱ء میں انہوں نے انجمن اتحاد المسلمین کی بنیاد ڈالی اور بڑی بحث کے بعد ایک آئین اساسی بھی مرتب کیا۔ اگر چہ انجمن کے علمی دائرے کار میں کوئی غیر شیعہ (سنی مسلم) نہ تھا۔ لیکن اپنے خطابت اور ماہنامہ ''سفینہ'' کے علمی مضامین اور بنیادی موضوعات پر وسیع تر انداز تحریر سے کئی سنی مصنفین، شعراء بھی سفینہ سے وابستہ ہو گئے۔ مولانا عباس انصاری نے مساجد کا رخ کیا اور وہیں وعظ و تبلیغ کرتے رہے چونکہ محلوں، دیہاتوں کے اکثر امام باڑوں پر بھی پہلے سے چلے آرہے دو گروہوں میں سے کسی کا اثر غالب ہوتا تھا البتہ کسی کسی گاؤں میں امام باڑوں میں بھی مجلس پڑھتے تھے۔

جو علماء (طلباء اور علمائے دین) عموماً کسمپرسی حالت میں پڑے رہتے تھے ان کو بھی کبھی کبھی اجتماعی سطح پر سٹیج میسر ہونے لگا۔ جب چند برس بعد مولوی افتخار حسین انصاری عراق سے واپس آئے ان کا گروپ سرعت سے منظم ہونے لگا۔ اب انجمن اتحاد المسلمین کے دائرے اثر میں بھی محاذ آرائی اور رسہ کشی سے گروہی شکل پیدا ہونے لگی اور در نتیجہ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۷ء تک اس جماعت نے بھی گروہی شکل اختیار کی جس کی وجہ سے یہ تنظیم، انصاری خاندان کے خاص ارادتمندوں کے ایک حلقے تک محدود ہونے لگی۔ البتہ مولانا عباس انصاری کا اثر اچھا خاصہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی بین المسلمین مسئلہ سامنے آتا تھا تو وہ میدان میں آواز سے آواز ملا کر وسیع تر اتحاد کی حمایت کرتے تھے جیسے تحریک موئے مقدس ۱۹۶۳ء مسلم پرسنل لاء فورم ۱۹۷۲ء پھر اس کے بعد مسلم متحدہ محاذ (سیاسی فورم) ۱۹۸۸ء

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور ۱۹۹۲ء میں حریت کانفرنس۔

۱۹۹۷ء میں (قم میں زیر تعلیم) مولانا مسرور عباس فرزند مولانا عباس انصاری کو نائب کے طور پر متعارف کرایا گیا تو اتحاد المسلمین کا حلقہ، ان کو آئندہ کی امید تصور کرنے لگا۔

مسلم متحدہ محاذ نے ۱۹۸۸ء میں جب الیکشن میں حصہ لیا اس کے چیئرمین مولانا عباس انصاری ہی منتخب ہوئے۔ پھر اوائل ۱۹۹۲ء میں جب تحریک حریت فورم کو وسیع تر کرنے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو جیل سے رہا شدہ مولوی عباس انصاری کا اس میں اہم رول رہا ہے۔ ۲۰۰۲ء کے دوران آپ اس کے چیئرمین بھی رہے۔ ۱۹۹۴ء میں آپ نے ''العباس ٹرسٹ'' قائم کیا اور بہت سے دیہات میں سکولز قائم کئے۔ جن میں مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے ان اسکولوں کو کسی خاص گروہ تک محدود نہیں رکھا گیا۔ مجموعی طور پر اتحاد بین المسلمین کا زکوان کی کوششوں سے تقویت ملی۔

۴۔ تحریک وحدت اسلامی کشمیر

تحریک وحدت اسلامی ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء میں وجود میں آئی (۱) جس کا باضابطہ اعلان سرینگر کے معروف ہوٹل ''احدوز'' میں پر ہجوم پریس کانفرنس میں کیا گیا۔ اس تنظیم کے سربراہ (چیئرمین) نثار حسین راتھر صاحب مقرر ہوئے۔

اس تنظیم کے کچھ اہداف و مقاصد یوں ہیں

۱۔ اسلامی تعلیمات کا فروغ اور ان پر ایمان رکھنے والوں کے مابین اتحاد، محبت اور رواداری پیدا کرنے کے لئے جدوجہد کرنا۔

۲۔ یہ تنظیم اسلام کی سربلندی اور مسلمانان جموں وکشمیر کے دینی وسیاسی مفادات کے تحفظ کے لئے اپنی جدوجہد جارکھے گی اور ریاست کے تمام مسلمان فرقوں کے مابین اتحاد و محبت کے لئے موثر رول ادا گی۔

۳۔ تحریک وحدت اسلامی، جموں وکشمیر پر بھارت کے تسلط کو غاصبانہ اور غیر قانونی سمجھتی ہے

۱۔ سوالنامہ از تحریک وحدت اسلامی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جس کے خلاف جدو جہد کرنا مسلمانان جموں و کشمیر کا دینی اور قومی فریضہ ہے۔

۴۔ یہ تنظیم جموں و کشمیر میں جاری عسکری جدو جہد کو بھارت کی جابرانہ و محکمانہ پالیسی، غیر حقیقت پسندانہ موقف اور جموں و کشمیر کے مظلوم و محکوم عوام کی مبنی بر حق جدو جہد کو سبوتاژ کرنے کی راہ میں بھارت کے ظلم و استبداد کا ردعمل تصور کرتی ہے اور راہ حریت میں دی جا رہی شہادتوں کو خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔

اگرچہ یہ تنظیم من حیثیت المجموع مفید واقع ہوسکتی ہے لیکن چار سال سے منظر عام پر آنے کے باوجود یہ تنظیم حتی شیعوں کے لئے بھی زیادہ متعارف نہیں ہے۔ تنظیم کی طرف سے موثر اقدامات نہ کرنے کی وجہ سے ابھی بھی اکثر شیعوں کو اس کی خبر نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ تنظیم اخباری بیانات کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کر سکی۔

شیعوں سے ہندنوازی کی تہمتوں کے ازالہ کے لئے ایسی تنظیموں کا وجود میں لانا بے حد ضروری ہے جو عامۃ المسلمین سے مل کر کام کریں۔ یہ تنظیم کشمیر کے بارے میں ''الحاق پاکستان'' کا موقف رکھتی ہے(۱) اس لیے حریت کانفرنس شاخ گیلانی کی ایک اکائی اور حصہ ہے۔ نثار حسین راتھر کے علاوہ شیعیان کشمیر کے معروف دانشور ڈاکٹر سید صادق رضوی بھی تنظیم کے مسؤلین میں سے ہیں۔

مذکورہ تنظیم کے علاوہ ۱۹۸۹ء میں جدو جہد آزادی کی تحریک ہونے کے بعد سے شیعوں کی دو اور سیاسی تنظیمی وجود میں آئی تھیں جو مختلف وجوہات کی بنا پر کام جاری نہیں رکھ سکیں۔ ذیل میں ان کا اجمالی تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ تحریک نفاذ شریعت اسلامی

یہ تنظیم فروری ۱۹۹۰ء میں وجود میں آئی تھی اور اس کے بانی جناب غلام علی گلزار تھے۔ اس میں شامل ہونے کے لئے بغیر گروہ بندی کے اہل تشیع میں سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے روشن خیال افراد کو دعوت دی گئی تھی۔

۱۔ سوالنامہ از چیرمین تحریک وحدت اسلامی جناب نثار حسین راتھر صاحب۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تین برسوں تک مؤثر کام کرنے کے بعد اس تحریک کو مٹانے کے لئے ۹۳-۱۹۹۲ء میں اس تنظیم کے مسئول کے بقول بعض لوگوں نے ''نہضت'' کی آڑ میں ڈرامائی طرز کا اتحاد کیا جس کی وجہ سے یہ تنظیم اپنے پروگراموں کو جاری نہیں رکھ سکی (۱)

۲۔ نہضت انقلاب اسلامی

نہضت انقلاب اسلامی ۹۳-۱۹۹۲ میں معرض وجود میں لائی گئی۔ جس میں انجمن شرعی شیعیان، انجمن اتحاد المسلمین اور تحریک نفاذ شریعت اسلامی، تین اکائیاں اور کچھ دانشورانِ ملت انفرادی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اس تنظیم کو ایران کی سیاسی اور اخلاقی حمایت حاصل تھی جس کے اصلی محرک سید مقصود علی رضوی تھے۔ اس تنظیم میں منشی غلام حسن، غلام علی گلزارؔ، پروفیسر سید مہدی الحسن رضوی، ڈاکٹر سید صادق رضوی جیسے جانے پہچانے اشخاص بھی کام کر رہے تھے اور مولانا شیخ غلام رسول نوری اس تنظیم کے پہلے عبوری مسئول تھے اور بعد میں آغا سید حسن الموسوی بڈگامی، مولوی مصطفیٰ حسین انصاری اور نثار حسین راتھر، تنظیم کے بالترتیب صدر، جنرل سیکرٹری اور خزانچی مقرر ہوئے۔

نہضت انقلاب اسلامی کے نام پر ''صدائے حق'' نامی اخبار بھی شایع ہونے لگا تھا۔ لیکن نہضت انقلاب اسلامی جس پر زیادہ فرقوں کے منفی اثرات حاوی رہے، زیادہ دیر تک سیاسی افق پر ثابت نہ رہ سکی اور زیادہ تر صرف مادی وسائل تک ہی محدود رہی (۲)

اقتصادی طور پر مذکورہ تنظیم نے شہداء اور اسراء کے لئے مشت از خروارے کا کام کیا ہے۔ اس فورم نما تنظیم پر چھائے ہوئے گروہی حلقوں نے ملت امامیہ کے سینکڑوں جوانوں کی شہادت قید و بند کی صعوبتوں، مجروحین اور آتش زدگان کے مسائل کو پس پشت ڈال کر مفادات خصوصی کو مقدم رکھا (۳)

۱۔ مذاکرہ با نثار حسین راتھر، نیز غلام علی گلزارؔ۔

۲۔ سوالنامہ نثار حسین راتھر چیرمین تحریک وحدت اسلامی۔ نیز غلام علی گلزارؔ۔

۳۔ شیعہ فیڈریشن کا تعارف، جنوری ۲۰۰۶ ص ۱۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

محترم نثار حسین راتھر کے بقول یہ معجزہ ہی تھا کہ سیاسی محاذ پر پہلی بار علماء، دانشور اور سیاست داں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے تھے (۱) مفاداتِ خصوصی کو تاڑ کر منشی غلام حسن اور غلام علی گلزارؔ اس سے الگ ہو گئے، ۔آگے "یہ گروہوں کا سمجھوتہ" ثابت ہوا (۲)

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

شیعوں کی عسکری تنظیمیں

جہاں تک جدو جہد آزادی کشمیر کا تعلق ہے یقیناً شیعوں نے ایک اقلیت ہونے کے اعتبار سے اس میں اپنی حد اور حساب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ شیعوں نے کشمیر کے استقلال اور آزادی کے لئے ہر طرح کی جانفشانی کی (۳) اور اس راہ میں کسی قسم کی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا۔ ان کے ہزاروں جوان سرحد پار گئے، جن میں بہت ساروں نے اپنے اعزا وا قارب، گھر بار سے دور پردیس میں بلند و بالا کوہساروں اور جنگلوں میں اپنے گرم لہو سے آزادی کے پودے کی آبیاری کی۔

۱۔ سوالنامہ نثار حسین راتھر چیئرمین تحریک وحدت اسلامی۔

۲۔ مذاکرہ با غلام علی گلزارؔ۔

۳۔ یہ اور بات ہے کہ بعض شرپسند اور متعصب افراد نے شیعوں کے دو چار افراد کی الیکشن میں شرکت اور ایک دو مخبروں کی وجہ سے سارے شیعوں کی قربانی اور آزادی کی راہ میں سینکڑوں جوانوں کی شہادتوں، قید و بند کی صعوبتوں، شیعوں کے مجروحین اور آتش زدگان سے چشم پوشی کر کے ان کو بدنام کرنے کے لئے شیعوں پر ہندنوازی کا بیہودہ اور بے بنیاد الزام لگایا۔ حالانکہ خود ان میں الیکشنوں میں شرکت کرنے والوں اور مخبری کا پیشہ اختیار کرنے والوں کی تعداد شیعوں سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے اور کسی بھی طرح شیعوں کے ان ناعاقبت اندیش افراد (مخبروں) سے ان کا موازنہ کیا ہی نہیں جاسکتا ہے۔ یہ انصاف اور عدل کے منافی بھی ہے کہ ایک پندرہ لاکھ تعداد والی با غیرت اور با مروت قوم کو محض دو چار افراد کی کوتاہیوں کی وجہ سے موردالزام ٹھہرایا جائے۔

انہوں نے کبھی اپنے گریبان میں جھانکنے کی کوشش نہیں کی اگر وہ غور و فکر کرتے تو وہاں ملک سے بے وفاؤں یا ان کی اصطلاح میں مخبروں اور چناؤ میں شرکت کرنے والوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور یقیناً ایک شیعہ کے مقابل میں وہاں سینکڑوں آدمی دکھائی دیتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کے تقریباً تمام شیعہ کشمیر کی آزادی اور استقلال کے خواہاں ہیں لہٰذا جو شیعہ الیکشنوں میں الیکشن بوتھوں پر ووٹ ڈالنے کی غرض سے جاتے ہیں اس سے ان کی مراد قطعاً ہند نوازی اور آزادی کا متبادل نہیں ہے بلکہ پیر مریدی کی وجہ سے وہ صرف اپنے مذہبی راہنما یا ان کے رشتہ دار (بھائی، بھتیجا وغیرہ) کو جتانا چاہتے ہیں نیز کچھ حلقے روزمرّہ مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو دوسرے لوگوں کی طرح ضروری سمجھتے ہیں۔

کشمیری شیعہ پاکستان سے بہت محبت کرتے رہے ہیں تاہم وہاں کے اندرونی حالات اور اس کا دہشت گردی کی آماجگاہ بننے خصوصاً روز بروز کے شیعوں کے قتل عام نیز ان پر ڈھائے جا رہے مصائب سے پاکستان کے تیئں شیعوں کی محبت اور اخلاص میں کافی فرق آیا ہے اور اب وہ الحاق پاکستان کے بجائے جموں وکشمیر کی آزادی کے متلاشی ہیں۔

موجودہ جدوجہد آزادی میں شیعوں کی حسب ذیل تنظیمیں برسرپیکار تھیں

ا۔ حزب المومنین

یہ تنظیم ۱۹۹۰ء میں وجود میں آئی تھی۔ جس کا اصلی نام "پاسبانان اسلام" تھا جو بعد میں بدل کر حزب المؤمنین کر دیا گیا۔ اس تنظیم کا سیاسی موقف الحاق پاکستان تھا۔ یہ تنظیم شیعوں میں کافی عام اور مقبولیت پیدا کر چکی تھی پورے کشمیر سے شیعہ نوجوانوں نے اس میں شمولیت اختیار کی تھی اور اس تنظیم کو آگے بڑھانے کے لئے ہر ممکن کوشش اور تعاون کیا۔

یہ تنظیم الحاق پاکستان کے موقف کی وجہ سے کشمیر کی معروف اہل سنت تنظیم حزب المجاہدین کی ہم پیمان تھی۔ اس تنظیم کے مجاہدوں نے بارہا مسلح جدوجہد کی ایکشنوں میں حصہ لیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس تنظیم کو کافی جانی نقصان سے بھی متحمل ہونا پڑا۔

یہ تنظیم اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی موزون ثابت ہوئی تھی یقیناً شیعوں کی طرف سے اس تنظیم نے سب سے زیادہ قربانیاں پیش کیں۔

اس تنظیم نے شروع ہی میں مڑھل سیکڑ میں ۲۲ جوانوں کی شہادتوں کا نذرانہ پیش کیا اور ابھی تک

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دوسو کے قریب جوانوں کو رواں تحریک کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے لئے نچھاور کر دیا۔

کشمیر میں گلشن عباس، شہید خادم حسین ٹینگن، مشتاق حیدری، منظور مولوی اور عثمان صاحب اس تنظیم کے سرگرم رکن تھے جبکہ سرحد پار سے شجاع عباس تنظیم کے مسئول تھے۔

اگرچہ یہ مذکورہ شیعوں کے گروہوں سے بلند و بالا تھی اور سب فرقوں کے جوان اس میں شامل تھے لیکن بدقسمتی سے آہستہ آہستہ یہ تنظیم کشمیر کے ایک خاص گھرانہ سے مخصوص ہو کر رہ گئی اور اس کے قوانین اور ضوابط بھی وہی معین کرنے لگے۔ انہوں نے اس کے عہدوں کی تنصیب کے اختیارات بھی اپنے ہی ہاتھوں میں محفوظ رکھے تھے نیز اس تنظیم کا حساب و کتاب اور مالی ڈھانچہ کو بھی صیغہ راز میں رکھا گیا جس کی وجہ سے ۲۰۰۱ء میں باضابطہ تنظیم کی مالی بے ضابطگی کا راز متعلقہ اداروں کے ذریعہ طشت از بام ہو گیا جس سے اس تنظیم کی ساکھ کو کافی نقصان پہنچا۔

قوم کے جوانوں کو آہستہ آہستہ اس تنظیم سے نا امیدی ہونے لگی جس کی وجہ سے انہوں نے مذکورہ تنظیم سے دوری اختیار کی۔ البتہ سرحد پار کے مسئول کی مطلق العنانی بھی اس تنظیم کے جمود کی ایک اہم علت ہے۔

اگرچہ سرحد پار سے یہ تنظیم آج بھی کسی نہ کسی شکل میں اپنے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہے لیکن کشمیر میں کافی عرصہ سے اس کی کوئی سرگرمی نظر نہیں آئی ہے۔ لہٰذا عوام میں حزب المؤمنین کا "تحریک وحدت اسلامی" نامی شیعوں کی سیاسی تنظیم میں تبدیل ہونے کا تأثر پایا جاتا ہے۔

لیکن اس تنظیم سے وابستہ سابقہ جوانوں کی ایک تعداد آج بھی تہاڑ، جودھپور اور ہندوستان کے دوسرے جیل خانوں میں کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔

شروع شروع میں یہ تنظیم شہداء کے لواحقین خصوصاً بچوں اور والدین کو کچھ ماہانہ امداد کرتی تھی لیکن بعض ذرائع کے مطابق اب وہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے شہداء کے یتیم بچے اور ان کے بے سہارا والدین لاچار اور بے کس پڑے ہوئے ہیں جن میں سے بعض نان شبینہ کے محتاج ہیں۔

شیعوں میں کوئی ادارہ یا شخص بھی ان کا پرسان حال نہیں ہے جس کی وجہ سے ان یتیم اور بے سہارا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بچوں کی صبح مدرسوں اور مکتبوں کے بجائے قالین بافوں کے لوموں میں ہوتی ہے اور کمال تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ شیعوں میں بلند بانگ سماجی خدمات کا دعویٰ کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ان کے بجائے بعض شہداء کے بچوں کا اسکولی خرچہ اہل سنت برادران ہی برداشت کرتے تھے۔

۲۔ پاسبان اسلام

پاسبان اسلام شیعوں کی ایک اور عسکری تنظیم تھی جو ۱۹۹۰ء کے اوائل میں وجود میں آئی تھی۔ گو کہ اس تنظیم میں فرقہ مصطفوی اور فرقہ عباسی دونوں کے طرفدار شامل تھے اور ان دونوں فرقہ سربراہوں (مرحوم آغا سید مصطفے اور مولانا عباس انصاری) کی حمایت اور تائید اس تنظیم کو حاصل تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تنظیم مولانا عباس صاحب کی دینی وسیاسی تنظیم اتحاد المسلمین کی عسکری شاخ میں تبدیل ہوگئی اور اس میں زیادہ تر فرقہ ''عباسی'' سے تعلق رکھنے والے نوجوان شامل ہوگئے۔

اس تنظیم نے بھی آزادی کی راہ میں بیش بہا قربانیاں دیں اور یہ تنظیم کشمیری قوم کی ہر طرح کی خدمت رسانی کے لئے حاضر تھی۔

اس تنظیم کے وجود میں آنے کی وجہ سے بھی شیعہ وسنی اتحاد کو کافی تقویت پہنچی تھی چونکہ اس سے سنیوں کو یہ تاثر ملتا تھا کہ شیعہ بھی بھارت کو کشمیر کا غاصب مانتے ہیں اور اس سے کشمیر کے استقلال اور آزادی کے متلاشی ہیں۔

پاسبان اسلام کے ساتھ بھی شیعوں کے سینکڑوں نوجوان اور جوان وابستہ تھے جن میں بہت سارے جوانون نے جام شہادت نوش کیا اور بعض نے قید خانوں کے جسمانی اور روحانی عذاب اور وہاں کی صعوبتوں کو گلے لگایا یہ تنظیم بھی کسی وقت تک سنیوں کی مسلم جانباز فورس تنظیم کی ہم پیمان تھی۔

سرحد پار سے "سید عباس رضوی" المعروف "منتظر ہاشمی" اس تنظیم کے روح رواں تھے۔ جنہوں نے اس تنظیم کی تعمیر وترقی میں کوئی دقیقہ فروگزار نہیں کیا۔ کشمیر میں اس تنظیم کے عزل ونصب اور دیگر وضع قوانین کے تمام تر اختیارات انجمن اتحاد المسلمین کے ہی ہاتھوں میں تھے۔ تنظیم کے اراکین کو کسی عہدے کی تقرری یا معزولی میں کوئی اختیار نہیں تھا جس کی وجہ سے یہ تنظیم ایک قومی تنظیم کے بجائے ایک فرقہ کی تنظیم کی سطح تک محدود رہی۔ بہر حال مجموعی طور پر پاسبان اسلام بھی کسی حد تک شیعوں کے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لئے مفید ثابت ہوئی لیکن فرقہ کا عنصر اور ان کے طرز فکر کی وجہ سے کچھ زیادہ کارگر ثابت نہیں ہو سکی۔ اس تنظیم کی طرف سے بھی شہداء کے یتیم بچوں اور ان کے لواحقین خصوصاً ان کے بے سہارا والدین کی طرف چنداں توجہ نہیں دی گئی۔

یہاں پر اس نکتہ کی جانب بھی اشارہ ضروری ہے کہ اتفاق سے شیعوں کی ان دو عسکری تنظیموں ''حزب المؤمنین اور پاسبان اسلام'' کے مابین کبھی بھی حالات خوشگوار نہیں رہ سکے۔ یہ دونوں یہاں ''کشمیر'' اور سرحد کے اُس پار ایک دوسرے کی مخالفت پر کمر بستہ رہے جس کی وجہ سے طرفین کی کشیدگیوں سے کئی جوان جان بحق بھی ہوئے۔

دونوں طرف کی اس مذموم کاروائی کے پیچھے صرف حُبِ ریاست واقتدار کے عامل کارفرما تھے۔ ہر کوئی صرف اپنے وجود کی بقا کا متمنی تھا لہٰذا کسی دوسرے کے وجود کو برداشت کرنے کی سکت ان میں موجود نہیں تھی۔

شیعوں کے سیاسی قائدین اور شخصیتیں

شیعیان کشمیر میں دو طرح کی سیاسی شخصیتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض قائدین الحاق ہند کی مخالفت کر کے ہندوستان کو کشمیر کا غاصب جانتے ہیں لہٰذا جدوجہد تحریک آزادی کی بھرپور حمایت کر کے کشمیر سے ہندوستان کے انخلاء (آزادی) کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ریاستی سرکار میں شامل ہونا اور اس سے تعاون کرنے کو ملک سے بغاوت اور غدّاری کا نام دیتے ہیں اسی لئے وہ ہمیشہ ہر طرح کے انتخابات اور چناؤں کا مکمل بائیکاٹ کا مطالبہ کرتے آئے ہیں۔

مذکورہ سیاسی لیڈروں کے علاوہ بعض سیاسی راہنما وہ ہیں جو بظاہر ہند نواز ہیں اور مسلسل الیکشنوں میں شرکت کرتے آئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے شیعہ انفرادی طور پر کسی نہ کسی طرح سیاست سے مربوط اور وابستہ ہیں لیکن اس بحث میں ہماری مراد ان سیاسی شخصیتوں کی ہیں جو اجتماعی عنصر رکھتے ہیں اور وہ سرکاری یا غیر سرکاری حلقوں میں ایک اجتماعی قبول شدہ سیاسی شخصیت کے حامل ہیں لہٰذا اہم انفرادی عنصر رکھنے والے سیاسی افراد کا ذکر کرنے سے معذور ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ذیل کی عبارت میں ہم پہلے شیعوں کی حریت پسند شخصیتوں کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد دوسری سیاسی شخصیتوں کا ذکر کیا جائے گا۔

ا۔ مولوی محمد عباس انصاری

مولانا محمد عباس انصاری ۱۷ اگست ۱۹۳۶ء کو ایک مذہبی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سرینگر میں حاصل کی اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۹۵۰ء میں لکھنؤ گئے وہاں کچھ برس کی تعلیم کے بعد ۱۹۵۴ء میں اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے نجف اشرف روانہ ہوئے۔ عراق میں ۷ سال تعلیم اور تعلم کے مراحل گزارنے کے بعد دوبارہ کشمیر مراجعت کی۔

عراق سے آنے کے بعد ہی انہوں نے قوم کی شیرازہ بندی کرنے اور قومی اتحاد قائم کرنے کی خاطر ۱۹۶۱ء کے ابتداء میں ''انجمن سفینہ'' نامی کی ایک مذہبی اور سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ مولانا صاحب کی صدارت میں ہی انجمن سفینہ نے ایک جریدہ کو ماہنامہ ''سفینہ'' کے نام سے شائع کیا جو شیعیان کشمیر کا پہلا مذہبی و سیاسی جریدہ تھا۔ وسیع تر سیاسی اہداف کو پیش نظر انجمن سفینہ کے قیام کے ڈیڑھ سال بعد اس کا نام تبدیل کر کے ''اتحاد المسلمین جموں و کشمیر'' رکھا گیا۔

موصوف ۱۹۶۳ء میں تحریک موئے مقدس کے دوران کشمیر کے سیاسی افق پر اس وقت اُبھرے جب موئے مقدس کی بازیابی کے لئے ایک کمیٹی بنام ''موئے مقدس ایکشن کمیٹی'' کا قیام عمل لایا گیا اور مولانا ہی کو اس کا ترجمان نامزد کیا گیا۔

اسی وقت سے مولانا صاحب کا ایک طولانی سیاسی سفر شروع ہوا جو آج تک جاری و ساری ہے۔ مولانا صاحب کو موئے مقدس اپنی جگہ رکھنے کے ساتھ ہی گرفتار کر کے کٹھوعہ جیل میں نظر بند کیا گیا۔ اس سے پہلے کھلے جلسے میں ان پر جان لیوا حملہ بھی کیا گیا جس میں وہ زخمی بھی ہوئے تھے (۱)

جیل سے رہائی کے بعد ''موئے مقدس ایکشن کمیٹی'' کو نئے انداز اور وسیع تر اہداف دے کر وہ دیگر اہل سنت بزرگوں کے ساتھ ''ایکشن کمیٹی جموں و کشمیر'' کی بنیاد ڈالنے میں شامل رہے جس کا

ا۔ حجتہ السلام والمسلمین مولانا محمد عباس انصاری کا ایک اجمالی تعارف، شعبہ نشر و اشاعت، اتحاد المسلمین فروری ۲۰۰۵ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حکومت نے نوٹس لے کر انہیں دوبارہ گرفتار کرلیا۔ سرینگر میں انٹراگیشن کے مراحل سے گزارنے کے بعد انہیں ساڑھے نو ماہ تک جموں کے سنٹرل جیل میں پابند سلاسل کیا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں انہیں حق خود ارادیت کی مانگ کے جرم میں ڈیڑھ سال تک قید رکھا گیا۔

مولانا صاحب کا کشمیر کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ ''یہ مسئلہ ریاست کے لگ بھگ ڈیڑھ کروڑ عوام کا مسئلہ ہے اور اسے کشمیری عوام کی امنگوں اور خواہشات کے مطابق حل کیا جانا چاہیے جو اقوام متحدہ یا کسی بھی غیر جانبدار بین الاقوامی فورم کے تحت ہونے والے استصواب رائے کے ذریعہ ہی ممکن ہے''(۱)

کشمیر میں شراب کی تجارت اور خرید و فروخت کے خلاف تحریک شروع کرنے پر حکومت نے انھیں پھر گرفتار کیا۔ سنٹرل جیل میں حکومت ہند کے خلاف شورش کا الزام لگا کر مقدمہ کی کاروائی کی گئی مگر گواہ نہ ہونے کی وجہ سے حکومت نے مذکورہ الزام واپس لے کر انہیں آزاد کر دیا۔

مولوی محمد عباس نے ۸۷۔۱۹۸۶ء کے دوران کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی قائل اور حامی جماعتوں کو ''مسلم متحدہ محاذ'' کی شکل میں ایک مشترکہ فورم فراہم کرنے میں کلیدی رول ادا کیا۔

۱۹۸۹ء سے شروع ہونے والی رواں تحریک آزادی کے صرف چند ماہ بعد ہی ان کو بدنام زمانہ پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت ۱۴ اپریل ۱۹۹۰ء کو اپنے گھر سے گرفتار کیا گیا۔ ایک مہینے کے انٹراگیشن کے بعد جموں سنٹرل جیل میں قید کیا گیا۔ وہاں سے پھر راجستھان کی جودھپور جیل اور وہاں سے دہلی کے تہاڑ جیل اور بالآخر دہلی سے کچھ ۲۵ کلومیٹر دور مہرولی بی، ایس، الف کیمپ میں رکھا گیا۔ دو سال کی اسیری کے بعد اپریل ۱۹۹۲ء میں ان کو رہا کیا گیا (۲)

جیل سے رہائی کے بعد انہوں نے مختلف سیاسی، مذہبی، سماجی اور انسان دوست جماعتوں کو منظم اور متحد کرنے اور ''کل جماعتی حریف کانفرنس'' کی تشکیل میں کلیدی رول ادا کیا۔ مولانا صاحب حریت کانفرنس کی سات نفری مجلس عاملہ میں اتحاد المسلمین کی نمایندگی کرتے ہیں۔

۱۔ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد عباس انصاری کا ایک اجمالی تعارف، شعبہ نشر و اشاعت، اتحاد المسلمین فروری ۲۰۰۵ء
۲۔ گزشتہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۹۹۹ء میں مولوی صاحب کو پھر گرفتار کر کے جودھپور سنٹرل جیل میں ۸ ماہ تک مقید کیا گیا۔ جون سن ۲۰۰۰ء میں مولوی عباس انصاری اکثریت آراء سے حریت کانفرنس کے چیئر مین منتخب ہوئے لیکن بعض ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے ۲۱ مئی ۲۰۰۰ء میں مولوی صاحب استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گئے۔

بہر حال مولوی محمد عباس انصاری کی سیاسی و دینی خدمات کشمیری قوم بخصوص شیعوں کے لئے بہت زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا محمد عباس کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ جب بھی کوئی بین المسلمین مسئلہ سامنے آیا ہے وہ میدان میں آواز سے آواز ملا کر وسیع تر اتحاد کی حمایت کرنے نکلے اور اگر موجودہ دور میں شیعہ وسنی منافرت کشمیر میں کامیاب نہ ہوسکی تو اس میں مولوی عباس انصاری کا رول بھی کلیدی رہا ہے۔ جنہوں نے تحریک آزادی کے ساتھ غیر مشروط عملی وابستگی سے پوری شیعہ کمیونٹی کی اعتباریت کو شکوک اور شبہات کی ہواؤں سے دور رکھا اور اہل سنت برادران کے ساتھ ساتھ حق خود ارادیت کے حصول کے لئے بے بہا قربانیاں پیش کیں۔

آغا سید حسن الموسوی صفوی

آغا سید حسن الموسوی کا تعلق کشمیر کے معروف مذہبی گھرانہ یعنی بڈگام کے ''آغا گھرانہ'' سے ہے۔ ان کے والد مرحوم آغا سید مصطفیٰ الموسوی تھے

آغا سید حسن الموسوی نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی خاندان اور جامعہ باب العلم میں حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ کا رخ کیا۔ جہاں وہ چار (۴) سال تک علوم دینی کے حصول میں مشغول رہے۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایران کی انقلاب خیز سرزمین کا سفر کیا یہاں انہوں نے پانچ سال تک مختلف اساتید سے کسب فیض کیا۔ لیکن اس کے بعد جب آغا صاحب کے برادر اکبر آغا سید حسین الموسوی نے عالم شباب ہی میں دارفانی کو وداع کہا، تو آپ کو کشمیر لوٹنا پڑا۔

آغا صاحب کا سیاسی کیریئر ۱۹۷۷ء میں اس وقت شروع ہوا جب انہوں نے نوجوانی ہی میں الیکشن میں حصہ لیا تھا۔ لیکن آغا صاحب زیادہ تر ۱۹۸۹ء میں اٹھنے والی تحریک آزادی کے وقت سے ہی کشمیر کے سیاسی افق پر ظاہر ہوئے۔ وہ شیعوں کی سیاسی تنظیم ''نہضت انقلاب اسلامی'' کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حریت کانفرنس وجود میں آنے کے بعد انجمن شرعی شیعیان کے صدر نے اس میں شمولیت اختیار کی، جس سے اتحاد بین المسلمین کو مزید تقویت ملی۔

اگر چہ مولوی محمد عباس انصاری شروع ہی سے جدو جہد آزادی کی تحریکوں کے حامی اور موافق رہے ہیں لیکن پھر بھی بعض متعصب شیعہ مخالف عناصر، شیعوں کے خلاف ہندنوازی کا بے بنیاد الزام لگاتے رہے۔ حریت کانفرنس میں آغا سید حسن الموسوی کی شمولیت ان کے گمراہ کن پروپیگنڈے کے لئے ضرب کاری ثابت ہوئی۔

آغا سید حسن الموسوی اس وقت حریت کانفرنس کے مجلس شوریٰ (جنرل کونسل) کے اہم ممبر ہیں۔ حریت کانفرنس سے منسوب رہنے کی وجہ سے آغا سید حسن کو بارہا گرفتار کر کے ہفتوں اور مہینوں پابند سلاسل رکھا گیا(۱)

جولائی ۲۰۰۸ء میں شری شرائن بورڈ کو حکومت کی طرف سے دی گئی اراضی کے بعد اٹھنے والی تحریک میں آغا صاحب نے زبردست رول ادا کیا، جس کی وجہ سے ان کی سیاسی ساکھ مزید مستحکم ہوئی۔ اس دوران آغا صاحب کئی بار کرفیو کو توڑنے میں بھی کامیاب ہوئے۔

اُن دنوں کشمیر میں مختلف احتجاجی جلوسوں مثلاً پانپور چلو، سونہ وار چلو، عیدگاہ چلو، وغیرہ میں ان کے جلوس دیکھنے کے قابل تھے اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انفرادی طور پر حریت کانفرنس کے کسی بھی راہنما کے جلوس سے ان کا جلوس زیادہ پروقار اور باعظمت تھا۔ ان کے جلوسوں میں شیعہ وسنی کا کوئی امتیاز نہ تھا بلکہ سب یک آواز اور یک صدا ہو کر آغا صاحب کے شانہ بہ شانہ چل رہے تھے، جس سے شیعہ وسنی اتحاد کو مزید فروغ ملا۔ کشمیر کے بارے میں آغا صاحب کا سیاسی موقف کشمیر کی حق خودارادت ہے وہ ہندوستان سے جموں وکشمیر کی مکمل خلاصی کے خواہاں ہیں۔

ذیل کی عبارت میں اب ان سیاسی قائدین اور راہنماؤں کا ذکر کیا جائے گا جو بظاہر ہندنواز سرکار کے حامی ہیں اور کشمیر کی اسمبلی چناؤں میں بارہا شرکت کر چکے ہیں۔

۱۔ اس سلسلے میں آغا صاحب کو ایک بار آٹھ مہینوں تک جیل میں قید کیا گیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۔ مولوی افتخار حسین انصاری

مولوی افتخار حسین انصاری کشمیر کے ایک مشہور و معروف اور متدین گھرانہ میں پیدا ہوئے مولوی افتخار حسین انصاری صاحب کی ولادت ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ ان کے والد شیعوں کے برجستہ عالم دین اور بانی شیعہ ایسوسیشن جموں و کشمیر، مرحوم مولوی جواد انصاری تھے۔

مولوی افتخار حسین نے ابتدائی تعلیم کشمیر میں ہی حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کی حصولی کے لئے لکھنؤ کا رخ کیا۔ وہاں وہ مدت تک ''سلطان المدارس'' میں زیر تعلیم رہے جہاں چند سال گزارنے کے بعد انہوں نے اعلیٰ سطح کے دروس حاصل کرنے کے لئے حوزہ علمیہ نجف کا رخ کیا۔ جہاں وہ چند سال تک مشغول تحصیل رہے۔

۵۸-۱۹۵۷ء میں مولوی جواد انصاری کے انتقال کے بعد شیعہ ایسوسیشن مولوی جواد انصاری کی جانشینی اور تنظیم کی صدارت کے مسئلے پر بحران کی شکار ہوئی۔ بہر حال تنظیم کے اکثر ممبروں نے مولوی افتخار حسین انصاری کو ہی ان کی کمسنی کے باوجود تنظیم کا صدر اور مولوی جواد انصاری کا نائب مقرر کیا۔

مولوی افتخار حسین ۱۹۷۷ء میں کشمیر کے سیاسی افق پر ظاہر ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مولوی صاحب نے کشمیر کے پارلمانی الیکشن میں کشمیر کے مشہور و معروف سیاسی راہنما مرحوم شیخ محمد عبداللہ کی اہلیہ ''بیگم اکبر'' کے مدمقابل الیکشن لڑا تھا۔ اسی دوران جنتا پارٹی وجود میں آئی تھی اس لئے یہ الیکشن کشمیر میں ''جنتا الیکشن'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

اس الیکشن سے اگر چہ ایک طرف شیعوں کی سیاسی سوجھ بوجھ میں اضافہ ہوا تھا تاہم دوسری طرف اس پُر ہیجان رقابت سے شیعوں اور سنیوں کے مابین حالات کافی کشیدہ ہوگئے تھے۔

اُس وقت سے آج تک مولوی افتخار حسین انصاری مسلسل کشمیر کے اسمبلی انتخابات میں شرکت کرتے آئے ہیں جن میں کئی بار ان کی جیت بھی ہوئی ہے۔ مولانا کا حلقہ انتخابات (constituency) پٹن ہوتا ہے۔

مولوی صاحب کئی سال تک کشمیر کی وزارت سیاحت وصنعت پر بھی فائز رہے ہیں۔ موجودہ رواں تحریک آزادی کی اگر چہ مولوی صاحب نے کبھی کھل کر مخالفت نہیں کی تاہم کبھی بھی اس کی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حمایت میں کوئی بات یا بیان بھی نہیں دیا۔

مولوی صاحب اپنے سیاسی کیریئر کے وقت سے کسی خاص سیاسی پارٹی کے ساتھ وابستہ نہیں رہے بلکہ آج تک وہ متعدد پارٹیوں کے ساتھ وابستہ رہے ہیں جن میں نیشنل کانفرنس، پیپلز کانفرنس، کانگریس اور پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی (P.D.P) قابل ذکر ہیں۔

مولوی صاحب کو اپنے حامیوں میں کافی اثر ورسوخ حاصل ہے جو اُن کو جتلانے اور خوش رکھنے کے لئے جان کی بازی لگانے تک کے لئے حاضر رہتے ہیں۔

۲۔ آغا سید محمود الموسوی الصفوی

آغا سید محمود کا تعلق بھی شیعیان کشمیر کے ایک عظیم اور متدین خاندان سے ہے۔ جو صدیوں سے شیعیان کشمیر کی مختلف طرح سے خدمت رسانی میں مشغول رہ چکا ہے۔ آغا سید محمود الموسوی جو کشمیر میں "آغا محمود" کے نام سے مشہور ہیں۔ شیعوں کے محبوب مذہبی راہنما مرحوم آغا سید یوسف کے فرزند ہیں۔

آغا سید محمود کا سیاسی کیریئر ۱۹۸۷ء میں اس وقت سے شروع ہوا۔ جب سے انہوں اس وقت کے اسمبلی الیکشن میں جموں وکشمیر کی معروف سیاسی تنظیم نیشنل کانفرنس (N.C) کے منڈیٹ پر حلقہ کے انتخاب میں میں شرکت کی تھی اور اُس وقت سے مسلسل چناؤ میں شرکت کرتے آئے ہیں۔

آغا سید محمود ساڑھے دس سال تک بعض وزارتوں کے اہم عہدوں پر بھی فائز رہے۔ جن میں وزارت تعلیم جموں وکشمیر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

وزارت کے عہدے پر فائز ہو کر آغا محمود صاحب نے کشمیری قوم اور شیعوں کے لئے بعض اہم کام بھی انجام دئے جن میں شیعوں کی دیہی آبادی، منجملہ نوگام، وڈینہ، پٹن، سوناواری، بیروہ وغیرہ کی واٹر سپلائی اسکیموں کے ساتھ ساتھ کئی گاؤں میں پرائمری ہلتھ سنٹر اور سڑکوں کی تعمیر بھی شامل ہے نیز خود آغا صاحب کے بقول بائز ہائی سکنڈری نوگام اور وڑینہ ہائی اسکول دلوانے میں بھی انہی کا ہاتھ تھا(۱)

۱۔ آغا سید محمود سے گفتگو وانٹرویو تاریخ ۱۳۔۱۰۔۲۰۰۸ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آغا صاحب کے مذکورہ کام اگرچہ قابل قدر ہیں، تاہم وزیر تعلیم ہونے کے ناطے قوم کو ان سے اور زیادہ امیدیں وابستہ تھیں۔ اگر وہ اس بارے میں مزید توجہ اور کوشش کرتے تو وہ شیعوں کو تعلیمی پسماندگی سے نکالنے میں کلیدی رول ادا کر سکتے تھے۔ اور حکومت کی طرف سے دیدہ و دانستہ رکھے گئے تعلیمی محرومی سے ان کو نجات دلانے والے مسیحا ثابت ہو سکتے تھے۔

شیعوں کی آج بھی بہت ساری بستیاں ایسی ہیں جہاں ان کے بچوں کی معیاری تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہے نہ ہی ان کی بچیوں کی مروّجہ تعلیم کا کوئی انتظام ہے۔ شیعوں کے بستیوں کے زیادہ تر اسکول پرائمری یا حداکثر مڈل کلاس تک ہیں۔ آغا صاحب ان اسکولوں کی تعمیر و ترقی دے کر ملت کی مزید یاری کر سکتے تھے۔

آغا سید محمود ۱۵ سال تک نیشنل کانفرنس کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ لیکن ۲۰۰۲ء میں اس تنظیم سے علیحدگی اختیار کی۔ حال ہی میں انہوں نے (P.D.P). سیاسی تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

۳۔ آغا سید روح اللہ الموسوی

آغا سید روح اللہ موسوی کشمیر اور شیعوں کے سب سے زیادہ کم عمر اور جوان سیاست مدار ہیں۔ جن کا سن ابھی پچیس برس کے آس پاس ہے۔ ان کا تعلق شیعیان کشمیر کے ایک مذہبی اور سرشناس خانوادہ سے ہیں۔ وہ کشمیر کے ایک بے باک اور نڈر سیاسی راہنما آغا سید مہدی کے فرزند اکبر ہیں، جن کو موجودہ تحریک میں ایک نامعلوم اور نامشخص عسکری تنظیم بنام "لشکر کربلا" نے بلاسٹ کر کے جان بحق کر دیا گیا۔

آغا سید مہدی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے کشمیری قوم (بغیر کسی مذہبی امتیاز کے) ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھے گی ان کے جیسے بے باک اور نڈر راہنما کشمیر میں بہت کم دیکھنے کو ملے ہیں۔ ان کی نظر میں شیعہ و سنی کا کوئی امتیاز نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ شیعہ و سنی دونوں کے لئے ایک محبوب شخصیت کے مالک تھے۔

آغا سید مہدی نے بھی کئی بار الیکشنوں میں حصہ لیا (لیکن ووٹوں کی اکثریت حاصل کرنے کے باوجود) یہ ان کی شجاعت اور بے باکی سبب بنی کہ جس کی وجہ سے حکومت نے ووٹوں میں ہیرا پھیری

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کر کے ان کو ہار ماننے پر مجبور کردیا تھا۔

آغا سید مہدی کے خلاف حکومت کا عتاب ہی باعث بنا کہ ان کے قتل کا معما آج تک حل نہیں ہوا نہ ہی حکومت نے آج تک اس سلسلے میں کسی کو گرفتار کیا ہے اور تعجب کا مقام ہے کہ نہ پھر اس نام نہاد عسکری تنظیم یعنی ''لشکر کربلا'' کا کوئی اتہ پتہ چلا ہے۔ آغا سید مہدی سے دلی لگاؤ ہونے کی وجہ سے شیعہ وسنی دونوں نے آغا سید روح اللہ کو ان کی کم سنی کے باوجود میدان سیاست میں قدم رکھنے پر مجبور کیا تھا۔

آغا سید روح اللہ کی محبوبیت اور مقبولیت کا دائرہ عوامی حلقوں تک محدود نہیں رہا تھا بلکہ کشمیر کی مشہور ومعروف تنظیم نیشنل کانفرنس نے بھی ان کی محبوبیت اور مقبولیت مدنظر رکھ کر اپنے بڈگام کے نمائندہ کو ہٹا کر آغا سید روح اللہ کو اسے سنبھالنے کی درخواست کی۔

آغا روح اللہ موسوی کو اپنی تنظیم میں شامل کرنے کے لئے نیشنل کانفرنس نے کسی طرح کی کوئی قید وشرط بھی نہیں رکھی بلکہ آغا سید روح اللہ موسوی کو پارٹی میں شامل کرنے کے لیے ہر طرح کا تعاون دینے کے لئے حاضر تھی۔ اس طرح آغا سید روح اللہ کا سیاسی کیریئر سال پہلے ہی شروع ہوا ہے۔ ۲۰۰۲ء کے اسمبلی الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ پانچ سال تک قومی اسمبلی کے رکن رہے۔

ان پانچ سالوں میں انہوں نے اپنے حلقہ میں قوم کی نمایاں خدمات انجام دیں، جن کی تفصیلات کا یہاں محل نہیں ہے۔ بہر حال قوم اور شیعوں کو اس ابھرتے ہوئے نوعمر اور ہونہار سیاست مدار سے کافی امیدیں وابستہ ہیں۔ قوم کی نظریں ان کی فعالیت پر لگی ہوئی ہیں۔

مذکورہ افراد کے علاوہ سید عبداللہ صفوی اور زڈی بل کے شاہجہان ڈار اور دیگر حضرات بھی سیاست سے وابستہ ہیں مذکورہ دونوں افراد اسمبلی ممبر بھی رہ چکے ہیں اور بعض مفید کام بھی انجام دیئے ہیں خصوصاً شاہجہان صاحب نے زڈی بل میں میر عراقی کی زیارت کی مناسب اور خوبصورت تعمیر کی۔ اس کے علاوہ بلا تفریق مسلک انہوں نے اپنے حلقہ انتخاب میں عوامی خدمت انجام دے کر شہرت بھی حاصل کی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی صورت حال

مقدمہ

ہندوستان سے کشمیر کا الحاق ہونے کے ساتھ ہی کشمیری تہذیب اور ثقافت ہندوستانی سیاست مداروں کے عتاب اور حملوں کا نشانہ بنی۔ کشمیر کی اسلامی تہذیب جس کو رواج دینے میں سید شرف الدین عرف بلبل شاہ، میر سید علی ہمدانی اور میر شمس الدین عراقی نے سخت جانی اور روحانی تکلیفیں برداشت کی تھیں، جس کی آبیاری ہزاروں صوفیائے کرام اور عرفائے حق نے کی تھی۔ اس اسلامی ثقافت کے باقی رہتے ہوئے ہندوستان کے یہ سیاست دان جان گئے تھے کہ ان کے عزائم اسلامی ثقافت کے ہوتے ہوئے کبھی بھی پورے نہیں ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ناعاقبت اندیشوں کی طرف سے الحاق ہند کے معاہدے کے ساتھ ہی انہوں نے کشمیر کی اسلامی تہذیب اور ثقافت پر شبخوں مارنا شروع کیا۔ انہوں نے یہاں قدم قدم پر اخلاقی فساد کے مراکز قائم کئے۔ اور روشن فکری اور ترقی پسندی کے نام پر اسکولوں، کالجوں سے لے کر گھروں کی چار دیواریوں کے اندر تک ان مفاسد کی رسائی کی۔ نفسانی گھٹن کو دور کرنے کے نام پر بے شرمی کو عام کرنے لگے۔ ہنر کی آڑ میں شہواتی خواہشات کو فن لطیف کہہ کر ادب و تہذیب کا جنازہ اٹھایا۔ تعلیم کے نام پر نفس پرستی اور خود غرضی کو مقصد حیات بنایا۔

اس نامحسوس ثقافتی یلغار میں کشمیری قوم اپنا سب کچھ کھو چکی ہے حتیٰ کہ ان سے اپنی مادری زبان تک چھین لی گئی ہے۔ آج کشمیری قوم اپنے بچوں کے حوالے سے کشمیری زبان میں بات کرنے کو حقارت اور اہانت تصور کرتی ہے۔ ہندو مشینری کے کشمیری تہذیب کے خلاف کام کرنے کی بدولت یہاں شرافت، انسانیت، غیرت، حمیّت، مروّت اور ایثار جیسے اقدار کا جنازہ اُٹھ چکا ہے ان نیک اور اسلامی صفات کو رجعت پسندی کا نام دیا جاتا ہے۔

آج ہمارے کشمیری معاشرے میں ایمان دار اور پرہیز گار لوگوں کو بڑی حقیر نظروں سے دیکھا جاتا ہے اس کے برعکس بے ایمان، فریب کار اور جھوٹے شخص کو ذہین اور چالاک مانا جاتا ہے۔ آج خیانتیں رسم عام بن چکی ہیں۔ ایمان سے فرار میں زندگی کی ضمانت نظر آتی ہے۔ مایوسیوں کا بھیانک

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اندھیرا پورے اہل کشمیر پر چھایا ہوا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ دشمنان اسلام کا حملہ اور یورش کچھ ایسے حسین ولطیف اور خوبصورت پیرائے میں جاری ہے کہ جو مسلمانان کشمیر کے دل ودماغ کو بڑی سرعت کے ساتھ بری طرح متاثر کر رہا ہے۔

کشمیری مسلمانوں پر ثقافتی یلغار

ہندوستان نے آج دو قسم کے ثقافتی یلغار کو کشمیر پر جاری رکھے ہوئے ہے۔

۱۔ نظری وفکری

ہندوستان کے سیاست مداروں نے آج تک بہت ساری فلمیں اور سیریز ہندومت پر بنوائی ہیں جن سے وہ کشمیر میں ہندومت کی تبلیغ وترویج کر رہے ہیں (۱) کشمیر میں ہندومت کو رواج دینے کے لئے ان کے پاس کافی پروگرام اور پلان موجود ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژنوں کے علاوہ کشمیر میں چھ سات لاکھ ہندوستانی فوجی بھی یہاں ہندوازم کا پرچار کرنے میں نہایت سرگرم ہیں۔ نیز سابق مخلوط حکومت کے موقتی وزیر اعلیٰ جناب غلام نبی آزاد کے ذریعہ کشمیری جوانوں کو گاندھی جی کی زندگی کو نمونہ عمل قرار دینا اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے دقیق مطالعہ کی دعوت دینا بھی اسی تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۲۔ عملی (PRACTICABLE)

یہاں الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا! یہ سب ہندوستانی اور یورپی تہذیب کو رواج دینے میں دن رات کام کررہے ہیں۔ کشمیری اور اسلامی تہذیب کو مٹانے کے لئے یہاں فحاشی اور غیر اخلاقی فلمیں اور ان کی سی ڈیاں بڑی آسانی اور سستے داموں میں خرید وفروخت کی جاتی ہیں۔ بلو پرنٹ اور فحش سی ڈیز کے پھیلاؤ پر انتظامیہ کی طرف سے چشم پوشی کی جارہی ہے۔ ہندوستانی فوج کے ذریعہ جگہ جگہ چھوٹے بڑے مندروں اور عبادت خانوں کی تعمیر کو، انہی پروگراموں اور پلانوں کی ایک سوچا سمجھا منصوبہ سمجھنا چاہیے۔

یہاں جوانوں کو غلط راستوں سے باز رکھنے کے بجائے ان کی طرف جانے کے لیے حوصلہ افزائی

۱۔ مولانا شیخ غلام حسین متو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اور تشویق کی جاتی ہے۔ یہاں جوانوں (لڑکے لڑکیوں) میں اخلاقی جرائم پھیلنے کے لئے ان کے لئے الیکٹرانک میڈیا میں مختلف اسکیمیں اور سہولتیں محفوظ رکھی گئی ہیں۔ ان کی بے روزگاری سے سوء استفادہ کر کے ان کو غلط کاموں میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔

کشمیر سے اسلامی تشخص ختم کرنے کے لیے کیبلوں پر چوبیس (۲۴) گھنٹے ان کے لئے پروگرام رکھے گئے ہیں۔ کشمیریوں کے اذہان کو جذب کرنے اور ان پروگراموں کو ذہنوں میں جگہ پیدا کرنے کے طریقوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، جس کی وجہ سے ہزاروں کشمیری ایسے ہوں گے جو اپنی سادہ لوحی اور سادگی کی وجہ سے ان کیبلوں، موبائلوں، ریڈیوز کے مختلف پروگراموں سے متاثر ہونے کا احساس تک نہیں کرتے ہوں گے۔ لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار کیا ہی نہیں جا سکتا ہے۔

تعجب کا مقام ہے کہ کشمیر میں بہت ساری جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں ابھی زندگی کی ضروری چیزیں حتی پینے کا صاف اور مناسب پانی بھی دستیاب نہیں ہے لیکن اس کے برعکس کیبل اور موبائل سسٹم کافی عرصہ سے ان پسماندہ علاقوں میں سروس دے رہے ہیں۔ نو جوان پود میں ضروریات سے زیادہ فضولیات کی طرف رجحان بڑھایا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ روٹی، کپڑا، مکان جیسی بنیادی ضروریات کو بزرگوں پر چھوڑنے لگے ہیں اور تبذیری فضولیات پر بے تحاشا خرچہ کرتے ہیں۔

دشمنوں کی سازشوں کی وجہ سے یہاں کشمیری اسلامی ثقافت دم توڑ رہی ہے اور اگر آئندہ یہی حالات رہے تو یہاں ہندو مسلم کا امتیاز ختم ہو جائے گا۔ اور وہ دن دور نہیں جب ایک مسلم جوان کو ہندو جوان سے الگ کرنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن بن جائے گا۔ علاوہ از ایں مسلمان نو جوانوں کو اپنے دین و مذہب سے دور اور بے خبر رکھنے کے لئے عیسائی مشنریوں کو بھی یہاں کھلی ڈھیل دی گئی ہے اور ان کو سرکار کی جانب سے مختلف طرح کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔

شیعوں کی ثقافتی صورت حال

ہندوستان کی طرف سے تہذیبی اور ثقافتی یلغار میں شیعہ وسنی کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ وہ نہ یہاں سنی مسلم کا نفوذ چاہتا ہے نہ ہی شیعہ کا وجود برداشت کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان کے تہذیبی یلغار کی شکار یہاں کی سنی اکثریت بھی ہوئی لیکن پھر بھی اگر مجموعی طور پر دونوں کی تہذیبی حالتوں کا موازنہ کیا جائے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تو یقیناً ان کی تہذیب وثقافتی حالت شیعوں سے کافی اچھی اور بہتر ہے جس کی خاص وجہ، ان کے پاس تہذیبی یلغار کا مقابلہ کرنے والے امکانات اور اسباب کا ہونا ہے۔ جس کے برعکس شیعوں کے پاس ان وحشتناک تہذیبی اور ثقافتی حملوں کو روکنے کے وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

ایک طرف اگر ان کو اسلامی ثقافت سے بیگانہ ہونے کے لئے نئی ٹیکنالوجی اور مختلف ذرائع سے کام لیا جاتا ہے جس پر کروڑوں اور اربوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں تو دوسری طرف شیعوں کی طرف سے نوجوانوں کو اسلامی تہذیب سے آگاہ کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا جاتا ہے۔ شیعوں کے پاس نہ اس کے مؤثر ذرائع ہیں اور نہ ہی اس پر سرمایہ خرچ کرنے کی ضرورت کا احساس کیا جاتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ پندرہ لاکھ شیعہ آبادی کے باوجود ان کے پاس حتیٰ ایک منظّم اور تسلسل سے شایع ہونے والا مجلّہ (مگزین) بھی نہیں ہے (۱) دو تین سال پہلے تک تو ان میں اپنا ایک پریس (press) بھی نہیں تھا۔ اب دو تین سال پہلے مولوی افتخار حسین انصاری نے اپنا ایک ذاتی پریس کھولا ہے۔ لہٰذا اس کے سود وزیان کے مالک بھی وہی ہیں۔

آج کے پیشرفتہ دور میں جہاں دنیا میں بسنے والے لاکھوں وکروڑوں افراد کی کئی کئی اپنی ویب سائٹیں یا ویب لاگس ہیں، لیکن یہ کشمیری شیعہ ہیں جن کی ابھی تک کوئی منظّم اور (update) ویب سائٹ بھی نہیں ہے (۲) تاکہ اپنی تہذیب اور ثقافت کی ترقی و پیشرفت کے لئے کوئی قدم اٹھائیں اور دنیا میں بسنے والے اپنے ایمانی اور دینی بھائیوں کو اپنی مشکلات سے آگاہ کریں۔

پھر رہا سوال شیعوں کے اختیار میں کسی ریڈیو یا ٹیلی ویژن چینل کا ہونا؟ یہ چیزیں تو ابھی

۱۔ اگرچہ کئی مجلّے منظر عام پر کچھ مدت تک آتے رہے لیکن ان میں کوئی بھی اپنا تسلسل برقرار نہیں رکھ سکا۔ ان مجلوں میں اتحاد المسلمین کا ماہنامہ ''سفینہ''، انجمن شرعی شیعیان کا ماہنامہ ''الارشاد''، اسلامیہ پبلکیشن سینٹر کا سہ ماہہ ''دی گائڈ''، ادارہ بامن کا سہ ماہہ ''بامن'' اور مجمع اسلامی کشمیر کا سہ ماہہ ''بشارت'' قابل ذکر ہیں۔ ان سب میں سفینہ اور الارشاد شیعہ قوم کے لئے کافی مفید واقع ہوئے تھے اور مدتوں تک ان کا سلسلہ جاری رہا۔

۲۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگرچہ شیعوں کی طرف سے آج تک کچھ ویب سائٹیں کھولی گئی ہیں۔ لیکن مختلف وجوہات کی بناپر کافی عرصہ سے ان کی پھر خبر نہیں لی گئی۔ نہ ہی ان کو پھر کبھی update کیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنی اہمیت اور افادیت ہی کھو چکی ہیں۔ ایک ویب سائٹ ''امامیہ'' کے نام سے ۲۰۰۴ء میں کھولی گئی جو انتظامی اختلاف کا شکار ہوئی۔ ۵ ماہ تک اس کے ذریعہ اہم موضوعات کے حوالے سے کچھ خدمت انجام دی گئی تھی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعیان کشمیر کے لئے خواب وخیال کی باتیں ہیں۔ شیعوں کا اپنا مذہبی اور دینی اخبار بھی کوئی نہیں ہے۔ تاہم کشمیر اور جہان کی سیاسی وغیرہ خبروں کو منعکس کرنے کے لئے دو اخباروں کے مالک شیعہ ہیں جن میں ایک kashmirobserver ہے اور دوسرا ''Etelaat'' کے نام سے مولوی افتخار حسین انصاری کی طرف سے نکلتا ہے۔ اگر چہ آخر الذکر اخبار تین چار سال پہلے ہی معرض وجود میں آیا ہے لیکن بہت جلد کشمیر میں اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوا ہے۔ یہ اخبار کافی دلچسپ اور جذاب ہے اور کشمیر میں بہت جلد مقبول عام واقع ہوا ہے اس میں کبھی کبھار دینی اور مذہبی مقالات بھی چھپتے ہیں۔

شیعوں کے پاس تہذیبی اور ثقافتی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اسلام دشمن کافی حد تک اپنے اہداف ومقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں اور آج ہر طرف ہمارے معاشرے میں ہندوستانی اور فسادزدہ مغربی تہذیب کا چرچا بڑے فخریہ انداز میں کیا جارہا ہے۔ آج ہمارے سماج میں بے دینی اور بے حیائی عام ہورہی ہے۔ بے پردہ لڑکیوں اور عورتوں کو ترقی پسند درحالیکہ محجبہ اور باپردہ لڑکیوں اور عورتوں کو پسماندہ اور رجعت پسندی کا الزام لگایا جاتا ہے اس کے علاوہ مذہب کو نجی زندگی کی بعض عبادات و ادعیہ تک محدود سمجھا جانے لگا ہے معاشرتی وثقافتی طرز نیز رہن سہن کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے۔

ماضی میں شیعہ علماء، صلحا، حکماء اور تجار کی زندگیوں کی اعلیٰ مثالیں یہاں پورے مسلم معاشرے کے اندر پائی جاتی تھی لیکن آج ہمارے بعض نوجوان اپنے دین ومذہب کی آگاہی نہ رکھنے، نیز دن رات کے ہندو تہذیب (culture) کی تبلیغ کی بدولت ائمہ معصومینؑ کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے ہندوستانی فلمی اداکاروں کو اپنا نمونہ زندگی تصور کرنے لگے ہیں۔

مختصر یہ کہ شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالت بھی ان کی دیگر حالتوں سے مختلف نہیں ہے۔ وہ اس میدان میں بھی اپنے دوسرے ہم وطنوں سے کوسوں پیچھے ہیں۔

شیعوں کے تہذیبی اور رفاہی ادارے

چار فرقوں کے تنظیموں (دو انجمن شرعی شیعیان، اتحاد المسلمین، شیعہ ایسوسیشن) کے علاوہ شیعوں میں محلوں اور دیہاتی نوعیت کے مقامی تہذیبی اور بعض رفاہی اداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو طولانی کے خوف سے یہاں پر ان کا تذکرہ نہیں کیا جائے گا۔ ذیل میں ان اداروں کا ذکر کیا جارہا ہے جن میں بعض کم و

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بیش قومی سطح پر اپنی فعالیت انجام دے رہے ہیں اور چند دیگر بھی قدرے وسیع نوعیت کے حامل ادارے ہیں۔

۱۔ معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر، بمنہ سرینگر۔

۲۔ العباس ریلیف ٹرسٹ۔

۳۔ ادارہ ابوالفضل عباسؑ ماگام۔

۴۔ ادارہ امام حسین سلطان پورہ۔

۵۔ ادارہ بیت الفلاح ویلفیر سوسائٹی شالنہ پانپور۔

۶۔ ادارہ نشر علوم اہل بیتؑ۔

۷۔ ادارہ فلاح عام (وقف) علمگری بازار زڈی بل سرینگر۔

۸۔ اسلامیہ پبلیکیشن سینٹر۔

۹۔ حسینیؑ بلڈ بینک، امام حسینؑ فاونڈیشن۔

۱۰۔ حسینیؑ ریلیف کمیٹی۔

۱۱۔ المعصومین یتیم ٹرسٹ۔

۱۲۔ علی اصغرؑ ریلیف ٹرسٹ۔

۱۔ معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر

معاون کمیٹی تنظیم المکاتب۔ دراصل ایک دینی تنظیم ہے (۱) جس کا اصلی مرکز ہندوستان کے معروف شہر لکھنؤ میں ہے۔ یہ تنظیم اپریل ۱۹۸۰ء میں غلام علی گلزار کے ذریعہ کشمیر میں متعارف کرائی گئی ہے۔ یہ تنظیم دینی کاموں کے علاوہ قوم کے تہذیب وتمدن کی ترقی اور تعمیر کے لئے بھی سرگرم عمل ہے۔

اس تنظیم کے شعبہ مکاتب کے علاوہ اور دو شعبے ہیں جن کے تحت یہ تہذیبی کام انجام دیتے ہیں۔

۱۔ شیعہ نونہالان:۔ اس شعبہ کو باضابطہ طور پر نوجوانوں میں دینی بیداری، شعور کی پختگی اور اصلاح کے لئے ۱۹۸۵ء میں معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کی نگرانی میں تشکیل دیا گیا۔ اس شعبہ کے موجودہ کنوینر جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم میر ہیں۔

۱۔ اس ضمن میں اس تنظیم کی پوری تفصیل آگے درج ہے یہاں تنظیم کے تہذیبی اور ثقافتی کام مدنظر ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔شعبہ خواتین :۔ یہ شعبہ خواتین میں اصلاح مثلاً پردہ کا رواج، دینی احکام اور اس پر عمل نیز توہمات سے نجات کے لئے اگست ۱۹۸۵ء میں تشکیل دیا گیا تھا۔محترمہ حکیم زرینہ غازی اس شعبہ کی پہلی کنوینز مقرر ہوئی تھی۔ تنظیم المکاتب نے نومبر ۲۰۰۰ء تک شیعی تہذیب کے فروغ دینے کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں۔ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

ا۔دوران محرم الحرام ''یوم اطفال کربلا'' کے عنوان سے منعقدہ جلسے جن میں زیادہ تر بچوں نے خطاب کیا۔۔۴۰ جلسے

۲۔خاص مجالس ''یوم حسینؑ'' جس سے علماء ومقررین نے خطاب کیا۔۔۱۲ جلسے

۳۔شاندار محافل جن کو متبرک مواقع پر منعقد کیا گیا ہے۔جیسے کہ محفل غدیر، یوم معلم، جمعۃ الوداع، ۱۵ شعبان، دیگر تقاریب، ولادت معصومین وغیرہ۔۔۴۶ جلسے

۴۔متعدد مکاتب فکر اسلامی کے افراد پر مشتمل جلسات، جن میں مقتدر علماء اور فاضل مقررین نے جوہری اسلامی امور اور امت وعالم انسانیت کے عصری مسائل پر روشنی ڈالی۔۔۲۷ جلسے

۵۔جیّد علماء اور مصلحین کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے منعقدہ مجالس ترحیم۔۔۱۷ جلسے

۶۔میلادالنبیؐ کی مناسبت سے محافل میلاد اور مجالس ہفتہ وحدت مسلمین۔۔۱۵ جلسے

۷۔رمضان المبارک کے دوران خاص خاص مقامات پر خاص بڑی مجالس تبلیغ۔۔۱۵ جلسے

۸۔جمعہ اور متبرک ایام پر بعض منعقدہ مجالس میں تحریکی اور اصلاحی خطابات۔۔۵۲(ا) جلسے

۹۔شعبہ نونہالان کے اہتمام سے مرکزی سطح پر منعقد جلسات جن میں پنجم پاس نونہالان اور دوسرے جوانان شریک ہوئے۔۲۲ جلسے (۲)

۱۰۔شعبہ خواتین کے اہتمام سے مرکزی سطح پر منعقد جلسے، جہاں مومنات کی اہل علم شخصیات اور علمائے کرام نے خطاب کیا۔۔۱۱ جلسے

ا۔نوٹ:۔ عشرہ محرم اور سال میں مختلف علاقوں میں شعبہ تبلیغات کے پروگرام کے مطابق مجالس کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔اس کا جدول میں تفصیلی خاکہ نہیں دیا گیا ہے۔

۲۔نونہال یونٹوں اور علاقوں کی سطح پر ایسے اجلاس بالترتیب ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور مہینہ کے اعتبار سے ہوتے رہتے تھے،

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۱۔علاقوں کی سطح پر خواتین کے اجلاس اور مجالس عزا از طرف مومنات۔۵۲ جلسے (دن کے اوقات میں کڑی نظارت کے تحت)

۱۲۔قائم شدہ کتب خانے مرکز اور اضلاع میں۔۷۔

۱۳موقتی تربیتی کورسز یا تجویدی کیمپ۔۴۔ شرکاء ۱۲۵۔

۱۴۔پیش نمازی تربیتی کیمپ (۱۹۹۹ء) شرکاء۔۱۳۔

۱۵۔مناسک حج تربیتی کیمپ (۹۹، ۹۸، ۸۸، ۱۹۸۷ء) شرکاء۔۲۷۔

۱۶۔خواتین کے لئے خصوصی مجالس، جہاں فاضل معلمات نے مخصوص عورتوں کے شرعی مسائل پر درس دیئے۔۱۳۔

۱۷۔پسماندہ اور سرحدی علاقوں میں بعض حلقوں کے اندر مستحق مساکین طلباء کو وظائف اور مومنین کو ریلیف بھی دی جاتی ہے۔نیز مساجد کو آباد رکھنے کی جانب عامۃ المومنین کو متوجہ کیا جاتا ہے۔

۲۔العباس ریلیف ٹرسٹ

العباس ریلیف ٹرسٹ کا قیام عمل مارچ ۱۹۹۳ء میں لایا گیا۔اس کے بانی شیعوں کے معروف دینی و سیاسی راہنما مولانا محمد عباس انصاری ہیں۔

یہ ادارہ انسانی بنیادوں پر ریاست کے یتیم و بے سرپرست بچوں، بیوہ عورتوں، شہداء کے گھر والوں، زخمی اور مجروح افراد، اپاہج اور بیمار لوگوں اور فقیرہ و نادار افراد کی امداد کے علاوہ تعلیم و تربیت کے شعبے میں بھی خدمات انجام دینے کے لئے وجود میں لایا گیا تھا۔

ٹرسٹ نے کسی فرقہ مسلک اور عقیدے کے لحاظ و امتیاز کے بغیر سماج کے ہر فرد کے لئے رفاہی، امدادی اور تعلیمی خدمات انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا اور وقتی تقاضوں کے عین مطابق کچھ اور شعبوں میں منصوبہ بند ارتقا کے لئے کام کرنا شروع کیا (۱) جو مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ تعلیم اور تربیت۔

۱۔مدینہ پبلیک سکولز کشمیر، تعارف، خدمات اور آئندہ منصوبے، انتظامیہ مدینہ پبلک اسکولز کشمیر ص ۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔صحت عامہ اور میڈیکل ایڈ۔

۳۔نادار اور حاجت مندوں کی مالی اعانت۔

الف۔تعلیم :۔ ہر علاقہ میں ایسے انگلش میڈیم طرز کے سکول قائم کرنا، جہاں پر مروّجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی بندوبست ہوگا۔

ب:۔غریب طلباء کے لئے مفت یونیفارم اور کتابوں کا انتظام۔

ج:۔طلبہ کے لئے وظائف اور بلاسود قرضے فراہم کرنا۔

د:۔محتاج اور ذہین طلبہ کے لئے جو پیشہ وارنہ تربیت حاصل کرنا چاہتے ہوں لیکن مالی استطاعت نہ رکھتے ہوں مالی وسائل بصورت قرضہ، گرانٹ وغیرہ فراہم کرنا۔(۱)

ب۔صحت عامہ کے تحت مستحق مریضوں، اپاہج اور جسمانی طور پر ناتوان افراد کی مالی اعانت، مستحق مریضوں کے لئے خون کا انتظام اور دیگر سہولیات فراہم کرنا۔

ج۔حاجت مندوں کی مالی معاونت کے تحت، آفات ساوی سے متاثر افراد کی کمک، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی امداد کرنا۔

۳۔ادارہ ابوالفضل عباس ماگام

ادارہ ابوالفضل عباسؑ ماگام کی بنیاد اگست ۱۹۸۵ء میں ڈالی گئی۔ جب سے لے کر آج تک ''اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت'' کا نصب العین لے کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اس ادارے کا انتظام ایک نو (۹) رکنی مجلس عاملہ چلاتی ہے جس کا انتخاب مجلس عام کے ممبران ہر دو سال کے بعد کرتے ہیں۔

ادارہ ابوالفضل عباسؑ ماگام رجسٹرڈ ادارہ ہے اور اپنے نصب العین کے حصول کے لئے فرقہ پرستی، گروہ بندی اور سیاسی رسہ کشی سے بالاتر رہ کر تعمیر اور مثبت طریقہ اپناتا ہے۔ادارہ کے کئی شعبہ جات ہیں من جملہ شعبہ نشر واشاعت اور شعبہ امداد مستحقین۔

۱۔آئین، اغراض ومقاصد، وتعارف العباس ریلیف ٹرسٹ جموں وکشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ادارہ کا ایک اچھا اور مناسب کتابخانہ بھی ہے۔ جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

ادارہ مذکورہ کی بعض تبلیغی خدمات حسب ذیل ہیں

۱۔ محافل و مجالس کا انعقاد، عید میلاد النبیؐ، جشن غدیر، محفل نور، یوم مولود کعبہؑ اور یوم عباسؑ کی تقاریب ادارے کے قیام ہی سے ہر سال باقاعدہ طور پر منائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ معصومینؑ کے ایام ولادت اور ایام شہادت پر محافل و مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔

۲۔ درس قران اور درس اخلاق کے پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔

۳۔ السقاء انعامی سوالنامے:۔ نوجوانوں کو دینی مطالعہ کی طرف راغب کرانے کے لئے وقتاً فوقتاً سوالنامے جاری کئے جاتے ہیں اور صحیح جوابات دینے والوں کو انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

۴۔ مضمون نویسی کے مقابلے۔

۵۔ کوئیز پروگرام بحث و مباحثے کی مجالس۔

۶۔ مختلف بستیوں میں شبینہ تبلیغی مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

شعبہ امداد مستحقین :۔ اس شعبے کے تحت ان بیواؤں، یتیموں طالب علموں، مریضوں اور ضعیفوں کی ممکنہ امداد کی جاتی ہے جو اپنی ضرورت پوری نہیں کر پاتے ہیں۔

باب المراد بک سینٹر

عوام کی سہولت کے لئے ادارہ ابوالفضل عباسؑ نے دینی کتب فروخت کرنے کا ایک بک سینٹر قائم کیا ہے۔ اس سینٹر کی بدولت دینی کتب عام لوگوں تک پہنچتی ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی کیسٹیں اور سی ڈیز (C.D.) مومنین کو فراہم کی جاتی ہیں (۱)

ادارہ ابوالفضل عباسؑ کی طرف سے بعض کتابچے اور جزوات بھی شائع ہو چکے ہیں جن میں روشن راہیں، کل ارض کربلا، حسینی اقدام کا مقصد، مناجات، السقاء، خودسازی، شیعہ کون؟، شہادت کے بعد، نماز دین کا ستون ہے وغیرہ شامل ہیں (۲)

۱۔ ادارہ ابوالفضل عباس ماگام کشمیر، مختصر تعارف۔

۲۔ ادارہ ابوالفضل عباس ماگام کشمیر، مختصر تعارف۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۴۔ادارہ امام حسینؑ سلطان پورہ

یہ ادارہ مارچ ۱۹۹۳ء میں سلطان پورہ بارہمولہ کے بعض انقلابی اور تحریکی جوانوں کی سعی و تلاش سے معرض وجود میں آیا تھا۔جن میں فدا حسین حسینی،شبیر احمد اور مقبول احمد کلیدی حیثیت رکھتے تھے۔

اس ادارہ کے اہداف حسب ذیل تھے۔

۱۔اسلامک لائبریری کا قیام۔

۲۔نوجوان نسل کو دین کی طرف راغب کرنا۔

اس ادارہ کا اگرچہ سب سے اہم یونٹ اسلامی لائبریری کا قیام تھا۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ قوم کی بہبودی اور تعمیر و ترقی کے لئے اور بہت سارے مثبت کام بھی انجام دیتا تھا۔ جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔مختلف علاقوں میں مختلف مناسبتوں سے اسلامی سمیناروں اور کانفرنسوں کا قیام۔

اس پروگرام کے تحت کبھی کبھی اہل سنت علاقوں اور ان کے تعلیمی اداروں میں بھی ایسے سمینار منعقد کئے جاتے تھے۔

۲۔اتحاد بین المسلمین کے لئے مختلف کانفرنسوں کو منعقد کیا گیا تھا۔جن سے سوناواری کے علاقوں میں شیعہ و سنی اتحاد میں کافی مدد ملی تھی۔

۳۔انعامی مقابلہ، یہ ادارہ نوجوانوں کو دینی مطالعہ کی طرف راغب کرنے کے لئے کبھی کبھی کتابخوانی کا انعامی مقابلہ بھی منعقد کیا کرتا تھا۔

۴۔یہ ادارہ ابتدائی مرحلہ میں ہر مہینے میں پانچ سے دس صفحات تک مختلف موضوعات پر ایک مختصر مفید کتابچہ بھی شائع کرتا تھا۔

۵۔اسلامی اور دینی فرہنگ اور تہذیب کی ارتقا کے لئے مذہبی آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں اور سی ڈیز بھی فراہم کرتا تھا۔

۶۔محافل و مجالس کا انعقاد:۔شیعوں کے اعیاد اور ائمہ معصومینؑ کی وفات پر مختلف محافل اور مجالس بھی منعقد کرتا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چونکہ یہ ادارہ علاقہ سوناواری کی سطح پر فرقہ پرستی، گروہ بندی سے بالاتر رہ کر تعمیری اور مثبت طریقے سے کام کر رہا تھا تو اس ادارہ سے قوم خصوصاً علاقے کے لوگوں میں کافی امیدیں وابستہ ہوگئی تھیں اور وہ دل وجان سے اس کے پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لئے تعاون فرما ہم کر رہے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ سے اس کی انتظامیہ کمیٹی میں کافی گہرے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں جس کی وجہ اس باوقار ادارہ کی تمام سرگرمیاں مسدود ہو چکی ہیں اور عملی طور پر یہ ادارہ تعطل کا شکار ہے۔ ادارہ کی تباہی اور بربادی کی وجوہات مقامی لوگوں کے مطابق انتظامیہ کے بعض افراد کی اقتدار اور شہرت پسندی کے علاوہ ان کی انانیت بھی ہے۔

۵۔ حسینیؑ بلڈ بینک یا امام حسینؑ فاونڈیشن

۱۹۷۵ء میں حسینی بلڈ بینک قائم کرنے کا آئیڈیا سامنے آیا، جس کو چند برس بعد بعض نوجوانوں نے شمس واری اور حسینی ہال ناؤپورہ میں کئی میٹنگوں میں غور وخوص کے بعد عمل میں لایا۔ پولوویو (poloview) سرینگر میں دفتر لیا گیا۔ ابتدائی مراحل میں حکیم تنویر الصادقین، ناصر حسین مرزا، یوسف حسینی، نذیر احمد ڈار اور محمد اسماعیل (بٹر فلائی) نے برسوں تک بڑی لگن کے ساتھ کام کیا۔ آگے چند اور افراد ایکزیکٹیو میں آگئے۔ ہزاروں مریضوں کو خون کے عطیات دیئے گئے بلکہ متعدد کو دوائیوں کے لئے بھی ریلیف دیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک فنڈ قائم کیا گیا غیر ریاستی اداروں کے بھی اس میں عطیات شامل تھیں۔ خون اور ادویہ و دیگر ریلیف کو بلاتفریق مذہب ومسلک مستحقوں تک پہنچایا گیا۔ خون کے عطیات جمع کرنے کے کیمپوں میں بلاتفریق مشرب ومسلک کالج طلباء اور طالبات نے بھی شرکت کی اکثر شیعہ بستیوں میں بھی برسوں تک عطیہ خون کے کیمپ لگائے گئے۔

۱۹۸۶ء میں جب حسینیؑ بلڈ بینک کے کاموں میں سرعت آئی تو بمنہ سرینگر کے مؤمنین نے آبادی دہ زمین یا کشمیری اصطلاح میں گاس چرائی کا وسیع رقبہ امام حسینؑ ہسپتال تعمیر کرنے کے لئے وقف کر دیا۔ ۱۹۸۶ء میں ہسپتال بلڈنگ تعمیر کرنے کا اقدام کیا گیا۔ بمنہ کے لوگوں کے علاوہ شہر و دیہات کے متعدد علاقوں سے ہفتوں تک جوانوں نے آکر ہسپتال کی بنیادیں بچھانے کے لئے مزدوری کی حیثیت سے معاونت کی۔ جن میں ماگام اور بالہامہ کے نوجوان خاص طور سے قابل ذکر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہیں۔ سینکڑوں مومنین نے محرم کی مجالس کے (وازوان) نذر و نیاز میں سادگی سے پیسہ بچا کر بیشتر رقم دو برس تک عطیہ کے عنوان سے ہسپتال کو دے دی جس کی وجہ سے ہسپتال کی دو منزلہ عمارت تین برسوں میں مکمل کی گئی بعض صاحبان خیر نے پورا ایک ایک کمرہ یا پورا ''وارڈ'' تعمیر کرنے میں مالی معاونت کی۔

۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران حکیم تنویر الصادقین ادارہ سے الگ ہو گئے۔ ۱۹۹۵ء میں بعض حلقوں نے ایکزیکیٹو باڈی میں وسعت دینے کی مانگ کی بلکہ حسابات کو ملّت کے ذمہ دار افراد کے سامنے پیش کرنے کا مطالبہ۔ ۱۹۹۸ء میں زور پکڑتا گیا اس مدت میں ''حسینیؑ بلڈ بینک'' کا ٹائٹل بدل کر ''امام حسینؑ فاونڈیشن'' رکھا گیا۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران میڈیکل کالج کی بلڈنگ بھی تعمیر کی گئی۔

۲۰۰۲ء میں اخبارات میں دو کروڑ بنک قرضہ کی خبر چھپنے سے کچھ اندیشے پیدا ہو گئے۔ ملت کے بعض افراد نے مداخلت بھی کی۔ آڈٹ رپورٹ سامنے آئے جو واضح نہیں تھے۔ دو برس تک تعطل اور رسہ کشی رہی۔ متعلقہ جموں کشمیر بینک (J.K.B.) نے نوٹس پر نوٹس جاری کیا۔ جس سے نہ فقط حسینیؑ بلڈ بینک کے انتظامیہ کی بدنامی اور بے عزتی ہوئی بلکہ ادارہ امام حسینؑ کے نام پر ہونے کی وجہ سے قوم کی بھی بے عزتی ہوئی اور قوم کا سر شرم سے جھک گیا۔

آخر کار ۲۰۰۶ء میں آغا سید حسن موسوی، صدر انجمن شرعی شاخہ مصطفوی، آغا سید محمد فضل اللہ موسوی، صدر انجمن شرعی شاخہ محمدی اور مولوی محمد افتخار حسین انصاری، صدر شیعہ ایسوسیشن نیز چند دیگر حضرات نے مداخلت کی اور ایک نگران کونسل کے تحت کنٹرول سنبھالا۔ پرانی کمیٹی دستبردار ہو گئی۔ درمیانی ہنگامہ مدت میں ادارے کو بچانے کے سلسلے میں متعدد افراد نے مداخلت کی، جن میں فعال رول پروفیسر علی محمد بٹ، سید کفایت حسین رضوی، آغا سید مصطفیٰ رضوی، ڈاکٹر نذیر احمد ملک، مرزا محمد رضا وغیرہ نے کیا۔ (۱)

ان تمام حالات کے پس منظر میں بعض بیانات یا خدشات افسوسناک بھی ہیں بعض تحقیق طلب بھی ہیں۔ اس لئے راقم الحروف اس پر مزید تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

۱۔ سوئیزس حسینیؑ بلڈ بینک و رپورٹس اور بعض زعمائے ملت سے مذاکرہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۶۔ادارہ فلاح عام

یہ ادارہ حاجی غلام محی الدین وانی آف سفرنگ موزز (سازگری پورہ) سرینگر (متوفی ۲۰۰۱ء) نے قائم کیا ہے۔ادارہ کا بنیادی ہدف تییموں، مریضوں، بیواؤں اور آتش زدگان کی مالی امداد ہے۔اس ادارہ کی ۳۱ جون ۲۰۰۸ء تک لایف ممبران کی تعداد ۷۴۸ تھی۔

۲۰۰۷ء میں اس ادارہ کی خواتین لایف ممبران پر مشتمل کمیٹی کی قیادت میں ادارہ میں خواتین کا شعبہ بھی قائم کیا گیا۔اس شعبہ میں ڈاکٹر، ماہرین تعلیم اور اعلیٰ تعلیمیافتہ خواتین ہیں اس کمیٹی کی سر براہی میں ادارہ نے گلشن باغ مدین صاحب میں ایک سلائی مرکز کھولا، سلائی سکھانے کے علاوہ زیر تربیت لڑکیوں کو ابتدائی مروّجہ تعلیم دینے کے لئے ادارہ نے دوخواتین اساتذہ کو بھی رکھا ہے

کمیٹی کے ڈاکٹر صاحبان طالبات کے علاوہ محلّہ کی دیگر خواتین کا بھی علاج کرتی تھیں اور دوائیاں بھی مفت تقسیم کرتی تھیں۔تعلیم یافتہ اراکین خود بھی ہفتہ میں دوتین بار لڑکیوں کو جدید تعلیم کا درس دیتے تھے لیکن ایک مجبوری کے تحت ادارہ کو اس جگہ سے بند کر کے محلّہ کا نی کچی ڈل میں کھولنا پڑا(۱)

ادارہ مذکورہ کے مطابق خواتین شعبہ کا دوسرا مقصد بے روزگار عورتوں کو صنعت وحرفت کی تربیت دے کر آمدنی کا ذریعہ حاصل کرانا تھا اور ان کو مروّجہ تعلیم کی طرف راغب کرنا تھا (۲) ادارہ کا دفتر علمگری بازار زڈی بل میں متصل مسجد شریف حاجی عیدی میں ہے اور ادارہ کے چیئر مین خواجہ محمد صادق وانی صاحب آف سفرنگ موزز (مرحوم بانی کے فرزند) سازگری پورہ ہیں۔

۷۔ادارہ بیت الفلاح ویلفیر سوسائٹی شالنہ

اس ادارہ کی بنیاد ۲۰۰۱ء میں حوزہ علمیہ قم میں زیر تعلیم اس علاقہ کے بعض طالب علموں کے ہاتھوں پڑی ہے اور ان ہی لوگوں کی نگرانی میں یہ ادارہ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔جن میں خاص طور پر مولانا شیخ غلام حسین متو قابل ذکر ہیں۔

۱۔سالانہ رپورٹ، ادارہ فلاح عام علمگری بازار زڈی بل سرینگر جولائی ۲۰۰۸ء۔
۲۔سالانہ رپورٹ، ادارہ فلاح عام علمگری بازار زڈی بل سرینگر جولائی ۲۰۰۸ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس ادارہ کی فعالیت گرچہ ابھی کچھ علاقے کے شیعوں تک ہی محدود ہے لیکن اس کے بعض امور کا دائرہ قومی سطح پر وسیع کرنے کے ساتھ یہ ادارہ آیندہ اپنی فعالیت کو قومی سطح پر انجام دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔

ادارہ مذکور کے تین شعبہ جات ہیں

۱۔ شعبہ تعلیم و تربیت۔

۲۔ شعبہ صحت عامہ اور میڈیکل ایڈ۔

۳۔ ویلفیر اور ریلیف۔

شعبہ تعلیم کے تحت یہ ادارہ علاقے سے جہالت اور ناخواندگی کے خاتمہ کے لئے جدید طرز اور نئے تقاضوں کے مطابق ایک تعلیمی ادارے کا قیام چاہتا ہے۔ جس کے لئے انتظامیہ نے کچھ برس پہلے لاکھوں روپیے کی مالیت سے تقریباً چھ کنال زمین خریدی تھی۔

پھر ستمبر ۲۰۰۸ء میں ایک سادہ مگر پر وقار تقریب (جس میں اطراف و اکناف) کے ہزاروں لوگ شامل تھے) میں مذکورہ تعلیمی مرکز کی بنیاد رکھی گئی۔ تخمیناً ایک کروڑ روپیے کی لاگت سے بننے والی اس بلڈنگ کا کام فی الحال تیسرے طبقہ کے لئے چل رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ عنقریب ہی شروع ہونے والے اسلامی انگلش میڈیم کے نصاب اور اساتید کے بارے میں بھی متعلقہ افراد اپنی فعالیت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۲۔ شعبہ صحت عامہ کے تحت یہ ادارہ علاقے میں ایک میڈیکل ہلتھ سنٹر کا قیام بھی چاہتا ہے جہاں علاقے کے لوگوں کو طبی معاینے کرانے کے لئے بڑے بڑے ڈاکٹروں کو ہفتہ وار دعوت دی جائے گی۔

یہ ادارہ شریعت محمدی کا لحاظ کرتے ہوئے خواتین کے لئے، خصوصاً دورانِ حمل اور وضع حمل کے وقت خواتین ڈاکٹروں کا بندوبست کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ خواتین کے ابتدائی اور فوری امداد (First Aid) کے لئے شرعی قوانین کی پابندی کے لئے بعض طالبات کو فوری امداد (منجملہ انجکشن، گلکوز لگانا، پریشر چیک کرنا وغیرہ) کی تعلیم و تربیت دلانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ادارہ نے فی الحال علاقے کے لوگوں کو ہسپتال تک لے جانے کے لئے ۲۰۰۵ء سے ایک ایمبولنس کا انتظام کر رکھا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ شعبہ ویلفیر اور ریلیف کے تحت یہ ادارہ بیواؤں ، یتیموں ، بے سہارالوگوں، مریضوں، ناداروں اور حاجت مندوں کی امداد کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس ادارہ نے ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنے ، یتیم بچوں، بچیوں نیز غریب اور نادار لڑکیوں کی شادی بیاہ کے لئے ایک اسلامی قرض الحسنہ سکیم کا بھی آغاز کیا ہے جس کے تا بحال پچاس سے زائد ممبر ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ ھٰذا مستقبل میں ایک یتیم خانہ کھولنے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔

یہ ادارہ فرقہ پرستی، گروہ بندی سے بالاتر رہ کر کشمیری قوم کی خدمات، بغیر کسی مذہبی امتیاز کے انجام دیتا ہے لہٰذا اس ادارہ کے تعاون میں اہل سنت برادران کا بھی دست تعاون ہے۔ اس ادارہ نے آج تک جو بیش بہا خدمات انجام دیں ہیں طویل فہرست ہونے کی وجہ سے ہم نے ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

۸۔ ادارہ نشر علوم اہل بیتؑ

یہ ادارہ ۱۹۹۸ء میں مولانا شیخ غلام رسول نوری کی سرپرستی میں وجود میں آیا۔ اس ادارہ میں زیادہ تر وہ افراد کام کررہے ہیں جو ۹۷۔۱۹۹۶ کے دوران معاون کمیٹی تنظیم المکاتب سے مستعفی ہوئے تھے، جن میں سید کفایت حسین رضوی، فدا حسین انجینیئر (Enjineer) مرزا رفیق، حکیم مقبول، اور پروفیسر محمد ابراہیم میر قابل ذکر ہیں۔

اس ادارہ کی زیادہ تر فعالیت دین فہمی کے مختلف موضوعات پر سمیناروں اور کانفرسوں کے انعقاد پر مبنی ہے ادارہ سے مربوط تمام حضرات اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں فدا حسین انجینیئر اس ادارہ کے موجودہ کنوینر ہیں۔

۹۔ اسلامیہ پبلیکیشن سینٹر

یہ ادارہ ایران میں زیر تعلیم بعض طلاب رعلماء اور کشمیر میں چند متدین نوجوانوں نے تشکیل دیا ہے۔ اس ادارہ کی بھی زیادہ تر فعالیت دین فہمی منجملہ امام شناسی، رہبر شناسی اور ولایت فقیہ کے مختلف موضوعات پر جلسے منعقد کرنے پر تھی۔ اگرچہ اس کے علاوہ اس ادارہ نے وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر کچھ چھوٹی بڑی کتابیں بھی شائع کرائی ہیں۔ مجمع اسلامی کشمیر معرض وجود میں آنے کے بعد اس ادارہ نے اپنی فعالیت متوقف کردی ہے اور فی الحال مجمع کے پروگراموں کے ساتھ ہی اپنا تعاون جاری رکھے ہوئے ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۰۔ حسینیؑ ریلیف کمیٹی

حسینی بلڈ بینک کے ساتھ حسینی ریلیف کمیٹی بھی ریلیف کا کام کرتی رہی ہے اس کا مرکزی دفتر علمگری بازار میں ہے۔

۱۱۔ المعصومینؑ یتیم ٹرسٹ

اس ادارہ کا مرکزی دفتر نابدی پورہ زڈی بل میں ہے۔ یہ ادارہ شہر سرینگر کے ایک محدود علاقے (زڈی بل اور اس کے آس پاس کی بستیوں) میں بے سہارا (یتیم) گھرانوں کی حسب مقدور مدد کرتا ہے۔ اس ادارہ کا اصلی ہدف یتیم بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت ہے مگر ۲۰۰۸ء تک یتیم خانہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ ادارہ ان بچوں کو ان کے (یتیموں کے) گھروں میں ہی اپنا تعاون فراہم کر رہا تھا۔ لیکن یہ خوش آئندہ بات ہے کہ اس ادارہ نے علاقہ شری بھٹ، گلی کدل روڈ زڈی بل میں ۲۶ مارچ ۲۰۰۸ء کو ایک یتیم خانہ کی بنیاد ڈالی۔ جس پر یہ معلامات دریافت کرنے تک بقول ان کے پچیس (۲۵) لاکھ روپیہ کا خرچہ آچکا ہے۔ اور عنقریب ہی وہاں یتیم بچوں کو شفٹ کیا جائے گا۔ آخری اطلاعات تک یہ ادارہ ۲۵ یتیم گھرانوں کو مالی تعاون فراہم کرتا رہا ہے(۱)

۱۲۔ علی اصغرؑ ریلیف ٹرسٹ

یہ ادارہ بھی علاقہ کے حدود میں کام کرتا رہا ہے جس کا مرکز بمنہ میں رہ چکا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ گزشتہ تقریباً دو دہائیوں سے فلاحی، بیداری اور تعلیمی تحریک کے نتیجہ میں مذکورہ تہذیبی، سماجی، رفاہی اداروں کے علاوہ ایک محلّہ اور گاؤں کے حدود تک کام کرنے والے بہت سارے لوکل ادارے اور ریلیف کمیٹیاں ہیں جن کا تذکرہ ہم نے طوایل ہونے کے خوف سے نہیں کیا ہے ان اداروں میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ غلامان اہل بیت، علی پارک زڈی بل ۲۔ ادارہ اوقاف اثناعشریہ، گلشن علی، شالیمار ۳۔ شیعہ ویلفیر فرنٹ سرینگر ۴۔ حسینیؑ ویلفیر آرگنائزین حسن آباد ۵۔ ادارہ امام زمانؑ، اچھ گام بڈگام ۶۔ علی بوائز کمیٹی اچھ گام بڈگام ۷۔ فلاح کمیٹی محلّہ مدین صاحب ۸۔ حسینیؑ خدمتگار کمیٹی و بلڈ بینک کشمیر،

(۱) المعصومینؑ یتیم ٹرسٹ کی فراہم کردہ رپورٹ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۹۔ حسینیؑ انتظامیہ کمیٹی اور مکتب دعوت فکر خندہ۔ ۱۰۔ انجمن حسینیؑ ناؤپورہ، کولی پورہ سرینگر، ۱۱۔ انجمن شاہ نجفؑ فاونڈیشن، بمنہ ۱۲۔ حسینیؑ بلڈ ڈونیشن سینٹر دیورپٹن ۱۳۔ ادارہ اثناعشری اسلامی لائبریری نوگام ۱۴۔ امامیہ ہسپتال وٹرسٹ شالیمار سرینگر اسی طرح کی اور بہت ساری انجمنیں۔

تہذیبی وثقافتی مراکز

۱۔ مساجد

شیعوں کی تمام چھوٹی بڑی بستیوں میں تقریباً مساجد موجود ہیں۔ جن میں نماز پڑھنے کا رجحان شیعوں میں میانہ درجہ کا ہے۔ شیعوں کی مساجد میں نماز جماعت کا اہتمام قابل قبول حد تک نہیں ہے جس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ شیعہ پیش نماز کے لئے سخت شرائط کے قائل ہیں اور اس ضمن میں تنظیم المکاتب اور بعض اداروں کی جدو جہد کرنے سے پہلے لوگ امام جماعت کے لئے عبا وقبا اور عمامہ ضروری اور لازمی جانتے تھے۔

آج اگرچہ شیعوں کی بہت ساری مساجد میں باضابطہ نماز جماعات کا بندوبست ہے لیکن شیعوں کی مجموعی تعداد کو مدنظر رکھ کر قابل اطمینان نہیں ہے اور تقریباً بیس (۲۰) فیصد مساجد میں نماز جماعت قائم ہوتی ہے ان مساجد میں بھی حداکثر دس (۱۰) فیصد مساجد وہ ہیں جہاں صرف نماز مغربین جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ۵% مساجد وہ ہوں گی جہاں پانچوں وقت کی نماز، جماعت سے پڑھی جاتی ہے(۱) اس طرح (۱۵) فیصد مساجد وہ ہیں جہاں صرف ایک وقت (نماز مغربین) یا دو وقت کی (نماز صبح اور نماز ظہرین) جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جو یقیناً ایک المیہ ہے جس کی طرف علماء اور قوم کو توجہ دینے کی ضرورت ہے اگرچہ انفرادی طور پر شیعہ امامیہ مسلک کے لوگ دوسرے مسالک کے مقابل میں (یومیہ) نمازیں زیادہ پابندی سے پڑھتے ہیں۔

مسجدوں اور نماز جماعات میں شرکت نہ کرنے کی وجوہات

اسلام کی شدید تاکید کے باوجود کشمیری شیعوں کے اندر نماز جماعت میں شرکت نہ کرنے کی

۱۔ یہاں پر ہماری مراد پورے سال میں منظم اور مسلسل نماز جماعت ہے نہ کہ بعض مہینوں کے چونکہ معمولاً ماہ مبارک رمضان وغیرہ میں دینی طالب علموں کے ذریعہ قائم کی گئی نماز جماعت میں کسی حد تک اضافہ ہوجاتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسجدوں کی ظاہری صورت حال

اگر چہ ۱۵، ۲۰ برسوں سے شیعوں کی توجہ مسجدوں کی تعمیر اور ان کی رنگ و روغن کی طرف کافی بڑھ گئی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ابھی بھی تقریباً ۸۰% مسجدیں پرانی طرز کی ہیں جو نفسیاتی طور پر لوگوں خصوصاً نوجوان طبقہ کو اپنی طرف جذب نہیں کر پاتی ہیں۔ لہٰذا نوجوان افراد اس طرح کی مساجد میں اطمینان اور سکون کا احساس نہیں کرتے ہیں۔

۲۔ مسجدوں میں وضو خانے کی سہولت کا نہ ہونا

جدید تعمیر شدہ مساجد کو چھوڑ کر پُرانی مسجدوں میں یہ سہولیت بھی دستیاب نہیں ہے۔ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے گھروں سے ہی وضو کر کے جانا پڑتا ہے جو انسان کے لئے تساہلی اور سستی کا باعث ہے (چونکہ وضو کر لینے کے بعد انسان اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیتا ہے) شیعوں کی اکثر مسجدوں میں طہارت اور وضو کی سہولت فراہم نہ ہونا بھی مسجدوں میں نہ جانے کی ایک اہم دلیل ہے (۱)

۳۔ سردی اور گرمی کے لحاظ سے کسی طرح کا بندوبست نہ ہونا

شیعوں کی تقریباً ۸۰% مسجدوں میں سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے کوئی معقول انتظام نہیں ہے خصوصاً سردیوں سے بچنے کے لئے گرم حمام کی سہولت نہ ہونے کے برابر ہے۔

لاکھوں کی آبادی والے کشمیری شیعہ قوم کی زیادہ سے زیادہ چالیس مسجدیں ایسی ہوں گی، جہاں گرم حمام ہیں (۲) اور اگر کہیں کہیں گرم حمام بھی ہیں تو بعض جگہ وہ گرم کیے ہی نہیں جاتے۔ مسجدوں میں سردی نیز گرمیوں میں گرمی کی وجہ سے بھی بہت سارے لوگ گھروں میں ہی نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

۴۔ فقدان تبلیغ

تبلیغ کی کمی بھی مسجدوں میں نہ جانے کی ایک علت رہ چکی ہے۔ عام شیعوں کو مساجد میں نماز پڑھنے کے فضائل اور ثواب کا علم نہیں ہے اگر ان کو مسجد میں نماز پڑھنے کے اجر و پاداش سے باخبر کیا

۱۔ قریباً ۲۰ برس پہلے تنظیم المکاتب نے اس سلسلے میں زبردست مہم چلائی جس کا خاصا اثر ہوتا جا رہا ہے۔

۲۔ جو سردیوں میں مسجدوں کے لئے ضروری اور لازمی چیز ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کیا جائے تو یقیناً مسجدوں میں ان کی شرکت میں اضافہ ہوگا۔ اگرچہ اب مکاتب و مدارس کی بدولت نئی پود میں اس سلسلے کی ضروری معلومات فراہم کی جارہی ہیں۔

۵۔ ثقافتی یلغار

لوگ خصوصاً نوجوانوں کو مسجدوں سے دور رکھنے کے لئے اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے اس طرح کی باضابطہ پلاننگ کی جاتی ہے کہ ان کو مختلف ذرایع اور وسیلوں سے ایسے مراکز سے دور رکھا جائے جن میں سب سے اہم وسیلہ ٹیلی ویژن ہے۔ نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے ان کو جذب کرنے والے پروگرام خصوصاً فحش فلمیں رکھی گئی ہیں جن سے چند لمحات کے لئے دوری بھی ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ پس مساجد میں جانے اور وہاں نماز پڑھنے میں آدھے گھنٹہ کا وقفہ ان کے لئے سنگین بوجھ بن جاتا ہے۔ البتہ یہاں پر یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس ٹیلی ویژن کے منفی اور غلط اثرات دوسرے مسالک کی مساجد اور نماز جماعت پر بھی پڑے ہیں جس کی وجہ سے وہاں بھی نمازیوں کی صفوں میں معتدبہ کمی واقع ہوئی ہے۔

۶۔ پیش نماز کا لوگوں کی نفسیات سے آگاہ نہ ہونا

نماز جماعت نیز مسجدوں میں لوگوں کی عدم شرکت کی ایک وجہ امام جماعت کا لوگوں کی نفسیات سے آگاہ نہ ہونا بھی ہے۔ وہ نماز کو حد سے زیادہ طول دیتے ہیں۔ جو مامومین کے لئے بارگراں ثابت ہوتا ہے۔ وہ اگر کبھی موعظہ بھی کہتے ہیں تو مخاطبین کے وقت کا خیال کئے بغیر اسے طول دیتے ہیں۔ اس لئے لوگ اس طرح کی نماز میں شرکت اور وعظ و نصیحت کو اپنے لئے ایک طرح کی یرغمالی سمجھتے ہیں لہٰذا نہ فقط اس کی اقتداء کرنے سے باز رہتے ہیں بلکہ مسجد جانے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ اجتماعی نظم کمزور ہونے کی وجہ سے اکثر علاقوں میں نماز جماعت کے موقع پر فاتحہ خوانی کا طویل دور چلتا ہے جو آمدنی کا ذریعہ بنایا گیا ہے، مثلاً فلان کی نیت پر (۲۰ روپیہ) میں الگ فاتحہ، یہ قطعاً نازیبا اور غیر مفید طریقہ ہے۔ محبت و ایثار کا تقاضا ہے کہ پیسے جمع کر کے ایک اجتماعی فاتحہ خوانی کر دی جائے۔ جو نظم اور وقت کی قدر و قیمت کا تقاضا ہے۔ علاوہ از ایں بعض پیش نماز اور دعا گویان لمبی دعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں یہ سب چیزیں نماز جماعت میں عدم شرکت کی باعث بنتی ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۷۔امام جماعت کا خوش لہجہ اور ظاہری صفات کا پابند نہ ہونا

لوگ خصوصاً جوانوں کی نماز جماعت سے دوری کی ایک وجہ امام جماعت کا خوش لہجہ اور خوش صدا نیز تجوید کی عدم رعایت ہے ظاہرسی بات ہے کہ انسان کی اچھی آواز اور کلمات کا صحیح تلفظ دوسروں کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ لوگ خصوصاً نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ امام جماعت کے ظاہری حلیہ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ معنوی صفات من جملہ عالم، عادل، وغیرہ کے ساتھ ساتھ اس کے ظاہری لباس اور اس کے صفات کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں۔

۸۔امام جماعت کا عصری تقاضوں سے غافل ہونا

امام جماعت کا عصری اور جدید تقاضوں سے غافل رہنا بھی لوگوں کے نماز جماعت میں شرکت نہ کرنے کی ایک وجہ ہے۔لوگ خصوصاً نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ امام جماعت سے یہ امید لگائے ہوئے ہے کہ وہ ان کو نماز جماعت کے ساتھ ساتھ اہم مواقع پر یا نماز جمعہ کے خطبات میں دنیا کے نئے نئے مسائل سے بھی آگاہ کرے۔ اس لئے وہ سادہ اور رجعت پسند امام جماعت سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

۹۔امام جماعت کا ماموین سے قطع تعلق رہنا

بعض ائمہ جماعات کا ماموین سے دور رہنا بھی ان کے نماز جماعت میں عدم شرکت کا باعث بنتا ہے۔امام جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماموین خصوصاً جوان طبقہ سے دوستانہ اور عاطفی تعلقات برقرار رکھ کر ماموین کے خوشی اور غم میں برابر کا شریک رہے اور حد سے زیادہ اپنے لئے انفرادیت اور تقدس کا اظہار نہ کرے۔عالم دین کی شان وشوکت نیز پیش نماز کا مقام مدنظر رکھنے کے باوجود وہ ماموین سے ایک شفیق اور رفیق دوست کی طرح پیش آئے اور اس کی قوت جاذبہ اس کی قوت دافعہ پر غالب رہے۔

۱۰۔شیعوں میں بعض علاقوں کے اندر یہ (کچھ زیادہ) عادت ہے کہ وہ نماز جماعت کے بعد رات دیر گئے تک مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔جس کے مثبت پہلو بھی ہیں اور منفی پہلو بھی ہیں۔مثبت پہلو یہ کہ پروگرام کے تابع ہو نیز مختصر اور خاص ایام پر ہو۔منفی پہلو یہ ہے کہ طویل اور متعدد ذاکرین پر مشتمل نہ ہو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نیز لوڈ اسپیکر کو چالو نہ رکھا جائے رات گئے تک لوڈ اسپیکر کو چالو رکھنا (مراجع کے فتوی اور اصول اخلاق کی رو سے) حرمت کے علاوہ، مریضوں، بچوں اور طلباء کے لئے بھی باعث زحمت و مشقت ہوتا ہے لوگ ان چیزوں کا احساس رکھتے ہیں۔ لہٰذا نماز جماعت اور مسجدوں سے دوری کا یہ بھی ایک عامل ہے (۱)

۲۔ امام باڑے

مساجد کی طرح شیعوں کی تمام بستیوں میں چھوٹے بڑے امام باڑے پائے جاتے ہیں۔ ممبئی نجفی ہاؤس کے ایمان فاونڈیشن کی طرف سے غلام علی گلزار کے ذریعہ ۱۹۹۸ء میں کرائی گئی تحقیقات کے مطابق اُس وقت تک کشمیر میں امام بارگاہوں کی تعداد (۲۴۲) تھی جن کی تعداد میں اس کے بعد سے مزید اضافہ ہوا ہے (۱)

کشمیری شیعہ امام بارگاہوں کی تعمیر اور ان کی خوبصورتی پر خاص توجہ دیتے ہیں وہ ان کی تعمیر کے سلسلے میں کسی چیز کے دینے سے گریز نہیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے شیعوں کے امام باڑے ایک خاص شان و شوکت کے حامل ہیں اور خوبصورتی کے مختلف اقسام سے آراستہ ہیں۔

پیغام کربلا اور اصالت اسلام کی رو سے نیز دشمنوں کے سوء استفادہ کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ شیعہ مساجد کی تعمیر اور ان کی خوبصورتی کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جائے۔ اگر چہ شیعوں کے بڑے بڑے اور وسیع امام باڑوں کی تعمیر کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان میں شرعی اعتبار سے وہ محدودیت نہیں ہے جو مسجدوں میں ہے (۲) اس کے علاوہ مجالس حسینیؑ جن میں دور دور سے لوگ شرکت کرنے کے لئے آتے ہیں اور دیگر بڑے بڑے اجتماعات کے انعقاد کے لئے ایسے وسیع امام باڑوں کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔

شیعہ مجالس حسینیؑ اور دیگر اجتماعات کے علاوہ بہت سارے امام باڑوں کو دینی درسگاہوں کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں مزید برآں یہ کہ اکثر جگہوں پر شیعہ حضرات نماز عیدین بھی اس امام باڑے ہی میں قائم کی جاتی ہے۔ دیہاتوں میں بہت سارے امام باڑے (مرثیہ خوانیوں اور بعض خاص موارد کے) سال بھر بند رہتے تھے لیکن تنظیم المکاتب کے طفیل میں وہ پورے سال آباد بھی ہو گئے ہیں۔

۱۔ مذاکرہ با غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

عالیشان عمارتوں کے باوجود امام باڑوں میں جس کمی کا شدت سے احساس ہوتا ہے وہ ان میں وضوخانوں کا نہ ہونا ہے چونکہ کم از کم ۶۰ تا ۷۰ فیصد امام باڑوں میں باتھ روم نہیں ہیں جن سے شرکاء خصوصاً خواتین کو سخت مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔

شیعوں کے معروف اور بڑے امام باڑے

جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ شیعوں کے اکثر امام باڑے اچھی اور مناسب حالت میں ہیں تاہم بعض جگہوں کے امام باڑے کچھ زیادہ ہی قابل دید ہیں جن کا ذیل کی عبارت میں اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۱۔امام باڑہ زڈی بل

زڈی بل کشمیر کی شیعہ تاریخ کے وقت سے ہی شیعوں کا مرکز رہا ہے جس کی ایک خاص وجہ میر شمس الدین عراقی کا وجود ہے میر عراقی دوبارہ کشمیر تشریف لانے کے بعد یہیں پر مقیم ہوگئے تھے اور آخر وقت تک زڈی بل ہی کو انھوں نے اپنی دینی، سماجی، تہذیبی، تعلیمی اور ثقافتی فعالیت کا مرکز بنایا تھا۔انہوں نے عبادت اور ریاضت کے لئے یہیں ایک عظیم الشان اور بے نظیر خانقاہ بنوائی تھی جو آج بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

میر عراقی کی وفات کے بعد انھیں یہیں دفن کردیا گیا ان کے روضہ (آستان) نے بھی زڈی بل کو مرکز تشیع کشمیر بنانے میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔شیعوں کی کثیر تعداد شروع سے ہی یہاں آباد تھی میر عراقی کے یہاں ہونے کی وجہ سے ۹۲۴ ہجری میں ان کے ایک خاص مرید اور عقیدت مند نے امام باڑہ زڈی بل کی سنگ بنیاد رکھی تھی جس کی داستان بڑی دردناک ہے۔

چنانچہ یہ امام باڑہ تعمیر ہونے کے چند ہی سال بعد ایک دشمن اہل بیتؑ مرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں نذر آتش کردیا گیا۔لیکن مرزا حیدر کاشغری کے ہلاک ہونے کے بعد ہی شیعہ حاکم (وزیراعظم)

۱۔census ایمان فاونڈیشن۔

۲۔بہرحال مسجدوں کا تقدس امام باڑوں سے کہیں زیادہ ہے اگرچہ امام باڑے میں وہ افراد بھی داخل ہوسکتے ہیں کہ جن کے لئے شرعاً مسجدوں میں داخلہ کی ممانعت ہے، جس طرح میر سید علی ہمدانیؒ نے مسلمین کے بہت سے امور سلجھانے کے لئے خانقاہوں کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دولت چک نے پھر اسے تعمیر کروایا۔ لیکن دشمنوں کی آنکھوں میں یہ جھبنے والا شیعوں کا مرکز ۹۹۴ھ ہجری میں شمس چک کپورارری اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں پھر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوا۔ مرزا حیدر ملک اور اس کے باپ نے جہانگیر کے دور میں پھر اسے تعمیر کروایا۔ لیکن چند سال بعد ۱۰۴۵ھ ہجری میں اہل بیت پیغمبر (علیہم السلام) کے دشمنوں کے ہاتھوں پھر ویران کر دیا گیا۔

یہ امام باڑہ یوں ہی تعمیر ہوتا رہا لیکن دشمنان اہل بیتؑ نے کبھی اسے آباد نہیں رہنے دیا یہاں تک پھر متعدد بار ۱۰۹۶ھ، ۱۱۳۲ھ، ۱۱۵۸ھ، ۱۱۷۵ھ، ۱۲۱۶ھ، ۱۲۴۲ھ ہجری میں رسول اکرمؐ کے خاندان سے دشمنی رکھنے والوں کے ہاتھوں سے جلایا اور ڈھایا جاتا رہا۔ ۱۲۸۹ھ ہجری میں دشمنوں کے ہاتھوں جلائے جانے کے بعد تاریخ میں پہلی بار ایسی پست حرکت کرنے والوں کے خلاف ایک غیر مسلم حاکم مہاراجہ رنبیر سنگھ نے قانونی کاروائی کر کے ان کے کئے کی سزا دی اور امام باڑے کی نئی تعمیر کے لئے تین لاکھ روپیوں کا ریلیف شیعوں کو دیا۔

۱۹۴۵ بکرمی میں شیعوں کے دو متضاد گروہوں میں بٹ جانے کے بعد شیعوں کا یہ قومی اور ملی سرمایہ ''فرقہ قدیم'' کے حصہ میں آیا۔ اس کے بعد یہ امام باڑہ سالوں سال تک فرقہ قدیم اور امام باڑہ کے سابق متولیوں کے مابین ''غضب ومباح'' کا مرکز بنا۔

اس قومی امام باڑہ کی تولیت آج فرقہ قدیم کے مولوی افتخار حسین انصاری کے ہاتھوں میں ہے۔ البتہ اب انہوں نے چند برس پہلے اس کی پرانی عمارت کو گرا کر کے اس کی جگہ ایک شاندار اور بے نظیر امام باڑے کی تعمیر کی جس پر کم از کم دس کروڑ روپیہ کا خرچ آنے کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ امام باڑہ کی عمارت (بلڈنگ) کا کام مکمل ہو چکا ہے بس ابھی اس کی سجاوٹ اور دیگر ضرورتوں پر کام ہو رہا ہے۔

قابل ذکر ہے کہ ڈوگرہ حکومت کے آغاز تک شیعوں کا صرف یہی ایک امام باڑہ تھا دوسرے علاقوں کے شیعہ گھروں ہی میں مجالس حسینیؑ کا انعقاد کیا کرتے تھے یا کسی بڑے کمرہ کو اس کے لئے مخصوص رکھتے تھے چونکہ ہر طرف خوف اور دہشت جیسا ماحول تھا۔

۲۔ امام باڑہ حسن آباد

زڈی بل کے ساتھ ساتھ حسن آباد بھی شیعوں کی تاریخ میں خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ زڈی بل کے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بعد یہ شیعوں کی ثانوی مرکزیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں بھی شروع سے ہی شیعوں کی آبادی تھی یہاں شیعہ حاکم بنام دولت چک نے بابا حسن کے لئے ایک عظیم خانقاہ بھی تعمیر کروائی تھی جہاں پر بابا علی نجار کا جسد خاکی منتقل کروایا تھا۔

حسن آباد بھی شیعہ مخالف حملوں میں بارہا نذر آتش اور تاراج کیا گیا۔ یہاں شیعوں کی بڑی بڑی دینی وسیاسی شخصیتیں رہتی تھیں جس کی گواہی آج بھی یہاں کے مقبرہ میں قبروں پر موجود قدیمی کتبے دے رہے ہیں۔

یہاں پر اس نکتہ کو بھی بڑی شکستہ دلی اور مایوسی کے ساتھ لکھا جا رہا ہے کہ یہاں شیعوں کا ایک قومی اور ملی مقبرہ (قبرستان) ہے جہاں قوم کی عظیم شخصیتیں آرام فرما ہیں ان کی قبروں پر سنگ تراشی سے مزین بے مثال اور شاندار کتبے لگے ہیں لیکن اپنے قوم کی بے حسی اور غفلت شعاری پر کیسے نوحہ کروں کہ ہم نے ان قبروں کو اپنے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے ہم یہ بھول گئے ہیں کہ یہ قبریں اور ان پر کتبے ہماری شیعہ ثقافت کے اعلیٰ نمونے ہیں اور ہماری گزشتہ تاریخی وجود کے لئے سند بھی ہیں۔

یہ قبرستان آج بھی ویران ہے بہت ساری قبروں کے کتبے ہماری غفلت شعاری کی وجہ سے ٹوٹے پھوٹے ہیں۔ نہ قوم اور نہ ہی قوم کے رہبروں کی طرف سے اس قبرستان میں مدفون شخصیتوں کے کتبوں کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے کوئی کوشش کی گئی ہے مناسب یہ تھا کہ اس قومی ورثہ کو ہر طرف سے چار دیواری کی جاتی اور کتبوں کو محفوظ کرنے کے علاوہ ٹوٹے ہوئے کتبوں کو بھی تعمیر کیا جاتا۔

۱۔ گرمیوں میں جب آفتاب کی تمازت شدید ہو جاتی ہے تو چونکہ امام حسین (علیہ السلام) بھی سخت گرمیوں کے ایام میں ہے شہید کئے گئے تھے۔ اسی مناسبت سے ایک مجلس حسینیؑ کا انعقاد "مجلس اسد" کے نام سے کیا جاتا تھا جس کا سلسلہ چار روز (منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ) تک جاری رہتا تھا۔ موجودہ دور میں اس نوع کی مجلس چار دن کے بجائے دو دن برگزار ہوتی ہے۔ البتہ موجودہ دور میں فصل گرما میں (تین ماہ تک) باری باری گاؤں اور شہروں میں مختلف مجلسیں برگزار ہوتی ہیں۔ چار فرقہ پائے جانے کی وجہ سے ہفتہ میں کم از کم چار مقامات پر برگزار ہوتی ہیں۔ ان ہی میں سے تین فرقے (شیعہ ایسوسی ایشن زڈی بل میں، انجمن شرعی شیعیان مصطفائی ژوند پورہ میں، اتحاد المسلمین گونڈ میں) ایک ایک مجلس "مجلس اسد" کے نام سے برگزار کرتے ہیں۔

۲۔ تاریخ شیعیان کشمیر ص ۲۲۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بہرحال اس قوم کے مصائب کہاں تک بیان کئے جائیں مختصر یہ کہ حسن آباد امام باڑے کی بنیاد مرزا محمد علی نے رکھی جو ایک سرمایہ دار تاجر ہونے کے ساتھ ایک صاحب دل اور مخیّر تھے انہوں نے یہ امام باڑہ تاریخ شیعیان کشمیر کے مصنف حکیم صفدر ہمدانی صاحب کے بقول اپنے مخصوص حجام استاد ذاکر کاظم کو امام باڑہ زڈی بل میں اسد(۱) کی مجلس حسینیؑ میں مرثیہ پڑھنے کا موقع نہ دینے پر ان کے مرثیہ پڑھنے کے لیے بنایا تھا(۲)

مرحوم آغا سید احمد موسوی (بڈگام) نے اس امام باڑہ کو ۱۳۵۴ھ میں از سرنو دوبارہ تعمیر کروایا۔ ان کے بعد مرحوم آغا سید یوسف الموسوی نے بھی اس کی جدید تعمیر میں بھرپور حصّہ لیتے ہوئے ایک شاندار اور عظیم امام باڑہ تعمیر کی جو آج تک باقی ہے۔ یہ امام باڑہ تقسیم کے بعد فرقہ جدید کے قبضہ میں آیا لہٰذا اس امام باڑہ کی تولیت آج بھی انجمن شرعی شیعیان فرقہ مصطفوی کے ہاتھوں میں ہے۔

یہاں پر اسی امام باڑہ میں نماز جمعہ اور نماز عیدین بھی برگزار ہوتی ہے۔ چند برس پہلے انجمن شرعی شیعیان کے صدر آغا سید حسن الموسوی نے لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے امام باڑہ سے متصل ایک حوزہ علمیہ بھی کھولا ہے۔ جس کے مدیر مولانا آغا سید تقی الموسوی ہیں۔

۳۔ امام باڑہ بڈگام

بڈگام امام باڑہ کی سنگ بنیاد مرحوم آغا سید محمد نے ۱۳۲۵ھ میں رکھا۔ آغا صاحب کے فرزند آغا سید احمد نے پھر اسے وسعت دے کر از سرنو تعمیر کروایا۔ مگر چند سالوں کے بعد ہی مجالس حسینیؑ و دیگر اجتماعات میں لوگوں کی جوق درجوق شرکت سے یہ نیا امام باڑہ بھی ان کے لئے چھوٹا پڑ گیا جس کی وجہ سے مرحوم کے بھائی آغا سید یوسف نے اسے لاکھوں روپیہ کی مالیت سے ایک عظیم امام باڑہ کے طور پر ۱۳۷۵ ہجری قمری میں از سرنو تعمیر کروایا۔

یہ امام باڑہ چند سال قبل تک وادی کا سب سے بڑا امام باڑہ تھا۔ مرحوم آغا سید یوسف الموسوی کے بعد اس امام باڑہ کی تولیت آغا سید مصطفیٰ الموسوی کے ہاتھوں میں آئی پھر ان کے انتقال کے بعد اس امام باڑہ کا انتظام انجمن شرعی شیعیان کے موجود صدر آغا سید حسن الموسوی کے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں گرمیوں میں ایک بڑی مجلس حسینیؑ برگزار ہوتی ہے جس میں ایک لاکھ سے زائد لوگ شرکت کرتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۴۔امام باڑہ احمد پورہ

کشمیری شیعوں کی تاریخ میں احمد پورہ کا علاقہ بھی ایک خاص اہمیت کا حامل رہا ہے کشمیر میں شیعہ مذہب نشونما پانے کے بعد آہستہ آہستہ احمد پورہ بھی شیعوں خصوصاً اس علاقہ کے لوگوں کے لئے مرکز بن گیا۔

یہاں زمانہ قدیم سے انصاری خاندان کی کوشش سے شیعوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام تھا جس کی وجہ سے اس علاقے سے شیعوں کی بڑی شخصیتیں ابھری ہیں۔احمد پورہ کے مرکز تشیع بننے کی ایک وجہ یہاں سید حسین رضوی (۱) (قمی) کے اولاد اورارادتمند مبلغین کا آباد ہونا بھی ہے۔

احمد پورہ میں بیسویں صدی کے وسط تک کوئی امام باڑہ نہیں تھا یہاں زمانہ قدیم سے مجالس حسینیؑ کھلے میدان میں برگزار ہوتی تھیں ایک مجلس اوائل موسم گرما میں اور دوسری موسم خزان میں برگزار ہوتی تھی (۲)

سال ۱۹۴۸ء کے بعد مولوی محمد جواد نے یہاں ایک بڑے امام باڑے کی بنیاد ڈالی جوان کی وفات کے بعد کئی برس تک آہستہ آہستہ تعمیر ہوتا رہا۔یہ امام باڑہ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بھی نیا ہی نظر آرہا ہے اس امام باڑہ کی تولیت شیعہ ایسوسی ایشن کے ہاتھوں میں ہے۔یہاں بھی گرمیوں میں ایک عظیم مجلس حسینیؑ برگزار ہوتی ہے جس میں دسیوں ہزار عاشقان حسینیؑ شرکت کرتے ہیں۔

۵۔امام باڑہ شالنہ

شالنہ سرینگر کے جنوب میں ۱۲ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے یہاں بھی زمانہ قدیم سے شیعہ بستی آباد تھی جو آگے چل کر چند گاؤں مخصوصاً شالنہ ٹینگن (جسے رکھ شالنہ بھی کہتے ہیں) میں تقسیم ہوئی۔

یہاں زمانہ قدیم سے (پرانا اور چھوٹا) امام باڑہ موجود تھا جس میں گرمیوں میں ایک بہت بڑی دو روزہ مجلس حسینیؑ برگزار ہوتی تھی۔کشمیر کے دور دراز علاقوں سے لوگ اس مجلس میں شرکت کرتے تھے۔مولانا سید نقی شاہ واعظ (حبہ کدل) پھر ان کے فرزند سید حسین واعظ یہاں برسوں تک اس موقع پر وعظ پڑھتے رہے امام باڑہ میں جگہ کی کمی کی باعث لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی جس کی وجہ سے امام باڑہ کی توسیع ناگزیر ہوئی۔

امام باڑہ کی وسعت کی خاطر وہاں کے معروف قبیلہ ''مقدم'' نے ایک وسیع رقبہ امام باڑہ کے لئے

۱۔جن کا روضہ سید پورہ زینہ گیر میں ہے۔

۲۔تاریخ شیعیان کشمیر ص ۳۳۱۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وقف کردیا جس پر ایک امام باڑہ تعمیر کیا گیا لیکن گاؤں کی آبادی بڑھنے نیز بلڈنگوں کے جدید طرز وجود میں آنے کی وجہ سے چار سال قبل اس کی جگہ گاؤں والوں کے بے دریغ تعاون سے کم از کم ایک کروڑ روپے کی لاگت سے ایک عظیم اور بڑا امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔

۶۔امام باڑہ گانگوہ

یہ امام باڑہ پہلے ایک چھوٹا سا امام باڑہ تھا جہاں مجلس حسینیؑ یا کسی اوراجتماع کے دوران لوگوں کو کافی مشکلات پیش آتی تھیں جس کی وجہ سے یہاں کے مؤمنین نے جوش وجذبہ میں آ کر اسے وسعت دے کر دس سال پہلے از سر نو تعمیر کروایا۔اس عمارت کی بلڈنگ کافی بڑی ہے جس میں ہزاروں کا مجمع آ سکتا ہے اس میں روزانہ نماز جماعت قائم ہوتی ہے اس کے علاوہ نماز عیدین بھی یہیں پڑھی جاتی ہے۔

۷۔امام باڑہ ٹینگن

یہ امام باڑہ بھی جدید تعمیر کیا گیا ہے اس کی بلڈنگ بھی کافی بڑی ہے اس میں بھی نماز جمعہ کے علاوہ نماز عیدین کا اہتمام ہوتا ہے۔

۸۔امام باڑہ بمنہ

بمنہ بڈگام، جوفرقہ جدید کے محمدی فرقہ کا مرکز سمجھا جاتا ہے،اس میں بھی انجمن شرعی شیعیان کے محمدی فرقہ نے ۲۰۰۸ء میں ایک بہت بڑے امام باڑہ (SFT ۲۰۰+۲۰۰) کی سنگ بنیاد رکھی ہے جس پر پچیس سے تیس کروڑ روپیہ صرف ہونے کا تخمینہ لگایا جاتا ہے امام باڑہ کا کام سال ۲۰۰۸ء کی گرمیوں میں بڑی شدومد سے جاری تھا بتایا جاتا ہے کہ امام باڑہ کے علاوہ بھی اس پروجیکٹ میں کئی پروگرام ہیں۔

مذکورہ امام باڑوں کے علاوہ بھی شیعوں کے بہت سارے امام باڑے اچھی نوعیت میں ہیں جن میں علاقہ خنداہ، پیچھ گام بڈگام، سلطان پورہ، بانجی ویرہ پٹن، نوگام سونہ واری اور گامدو وغیرہ کے امام باڑے قابل ذکر ہیں لیکن فہرست کے طویل ہو جانے کی وجہ سے ان کا تذکرہ مناسب نہیں ہے۔

۳۔زیارت گاہیں (آستانے)

کشمیر میں شیعوں کی بہت ساری زیارت گاہیں ہیں جہاں علمائے دین کے مقبرے ہیں۔ان زیارت

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

گاہوں میں مجالس حسینیؑ کے علاوہ عام دنوں میں بھی لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ لوگ دور دور سے ان زیارت گاہوں کا رخ کرتے ہیں جہاں عقیدت مندی کا اظہار کرنے کے علاوہ وہ خدا سے ان جید اور بزرگ علمائے دین کا واسطہ دے کر اپنی حاجات روائی کے لئے دعا مانگتے ہیں۔

شیعوں کی غفلت شعاری کی وجہ سے ان زیارت گاہوں میں سے بعض کی ظاہری حالت مناسب نہیں ہے اگرچہ بعض پر حکومت جموں و کشمیر کے محکمہ آثار قدیمہ نے رحم کھا کر ان کی تعمیر کی ہے۔

شیعہ تہذیب اور ثقافت کو ارتقا دینے میں یہ زیارت گاہیں بہت موزون تھیں لیکن آج تک اس پر کوئی کام ہی نہیں ہوا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ نام کے علاوہ عموماً لوگوں کو ان زیارت گاہوں میں مدفون علمائے دین کی معرفت بھی نہیں ہے نہ ہی ان کی خدمات کا لوگوں کو علم ہے۔

ان علمائے دین کی معرفت اور ان کی عظمت بیان کرنے کے لئے کتنا اچھا ہوتا کہ زیارت گاہوں کے متولی ان علمائے دین کے زندگی نامے اور ان کی دین و ملّت نیز شیعہ قوم کے تئیں خدمات پر مشتمل چھوٹی بڑی کتابیں شائع کرواتے تا کہ لوگ نہ صرف دنیوی حاجات کی برطرفی کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے بلکہ ان کی عظمت و منزلت جان کر دنیوی حاجات کے ساتھ ساتھ معنوی حاجات اور اخروی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بھی وہاں جاتے۔

یہ زیارت گاہیں شیعوں کی مجموعی حالت (دینی، ثقافتی، تعلیمی، سماجی، سیاسی، معاشی و اقتصادی) کو بہتر بنانے میں کافی معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ شیعوں سے غربت اور ناداری کو ختم کرنے میں یہ زیارت گاہیں اور موقوفات کلیدی رول ادا کر سکتے ہیں۔

لیکن فی الحال موجودہ دور میں عام زیارت کے علاوہ یہاں کوئی اور کام انجام نہیں دیا جاتا ہے۔ شیعہ پارٹیشن (تقسیم) کے بعد ان زیارت گاہوں پر قوم کے فرقہ داروں کا قبضہ اور تسلط ہے اور وہی ان کے متولی بھی ہیں۔ لوگ نقدی ہدایا کے علاوہ جنس کی صورت میں بھی ان زیارت گاہوں پر ہدایا نچھاور کرتے ہیں۔ قوم کو ان زیارت گاہوں سے صحیح اور مناسب استفادہ کرنے کے لئے ایک تنظیم اور منصوبہ بند اوقاف بورڈ وجود میں لانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس طرح سے اس اوقاف بورڈ کے قیام اور نظم و حساب داری کے نتیجہ میں رؤسائے فرقہ کے لئے ان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کا جواز بھی نہ رہے گا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی معروف زیارت گاہیں (آستانے)

۱۔ آستانہ میر شمس الدین عراقی زڈی بل

زڈی بل میں موجود میر شمس الدین عراقی کے آستانے کو کشمیر میں ''مرگہ بل'' کہتے ہیں (۱) یہاں میر عراقی نے ایک شاندار خانقاہ بنوائی تھی جس کی تفصیل دوسری فصل میں گزر چکی ہے۔ میر عراقی وفات پانے کے بعد یہیں سپرد خاک ہوئے تھے۔ یہ زیارت گاہ بھی یہاں کے امام باڑہ کی تفصیل کے ساتھ کئی بار دشمنوں کے ہاتھوں نذر آتش ہوئی (۲) بلکہ اصل نشانہ ہمیشہ یہ زیارت گاہ ہی رہتی تھی۔

یہاں کی عظیم خانقاہ شیعہ دشمنوں کے آخری حملہ کے بعد سالوں سال تک ویران پڑی رہی۔ قوم کو اس قومی اور ملی ورثہ کو بچانے کا کبھی احساس بھی نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ کچھ سال پہلے حکومت جموں وکشمیر کے محکمہ آثار قدیمہ کو اس خانقاہ کی ویرانی اور شکستہ حالی نیز شیعوں کی بے حسی پر ترس آ ہی گیا تو انہوں نے اسے دوبارہ تعمیر کروایا اس کے علاوہ خانقاہ کے سامنے میر عراقی کے مقبرے پر بھی لاکھوں روپیہ کی مالیت سے ایک شاندار عمارت تعمیر کی گئی۔ اصل عمارت تعمیر ہو چکی ہے صرف کچھ جزئی کام باقی رہ گئے ہیں۔

۲۔ زیارت گاہ چاڈورہ

چاڈورہ سرینگر سے ۱۵ کلومیٹر دور سرینگر چرار شریف راستے میں واقع ہے۔ یہ گاؤں زمانہ قدیم سے وہاں کے معروف ملک خاندان کی ذاتی جاگیر تھا۔

۱۔ مرگہ اصل میں مرگ یعنی ''موت'' ہے۔ ماضی میں یہاں بار بار شیعوں کے قتل عام اور نذر آتش کی وجہ سے ظاہراً شیعوں نے اس کا نام ''مرگ بل'' رکھا ہے۔ یہ خانقاہ ہی ہمیشہ شیعہ مخالف حملوں کا مرکز رہتی تھی۔

۲۔ تکرار کے خوف سے ہم نے دوبارہ تذکرہ مناسب نہیں سمجھا۔ محققین امام باڑہ زڈی بل کی تاریخ کی طرف رجوع کر کے اس زیارت گاہ پر شیعہ مخالفوں کے حملوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اس قومی اور ملی سرمایہ کی تولیت انجمن شرعی شیعیان فرقہ مصطفوی کے ہاتھوں میں ہے، چھوٹی اور علاقاتی مجلسوں کے علاوہ یہاں گرمیوں میں ایک بڑی مجلس حسینی بھی انجمن شرعی کے اہتمام سے قائم کی جاتی ہے جس میں قریب قریب ایک لاکھ لوگوں کا مجمع شرکت کرتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بیاض حسن نیز نسخۃ الصفو یہ میں آیا ہے کہ جب مرزا حیدر کاشغری نے شیعوں کے خلاف وحشیانہ لوٹ مار شروع کی اور ان کے بڑے بڑے علمائے دین کو قتل کرنے کے بعد میر عراقی کے جنازے اور جسد خاکی کی بے حرمتی کا ارادہ کیا تو چاڈورہ کے ''ملکوں'' جو میر عراقی سے عقیدت رکھنے کے علاوہ ان کے رشتہ دار بھی تھے، کو جب مرزا حیدر کاشغری کے اس وحشیانہ ارادہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے راتوں رات سرنگ کھود کر میر عراقی کے جنازہ کو قبر سے نکال کر اپنے آبائی گاؤں چاڈورہ میں دفن کر دیا (۱) نسخہ الصفو یہ، اور بیاض حسن کے علاوہ بھی تمام شیعوں کے پاس یہ اطلاع سینہ بہ سینہ پہنچی ہے اور مذکورہ واقعہ کی تمام شیعہ تصدیق کرتے ہیں۔

پھر یہ زیارت صدیوں تک لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہی جس کی خبر میر عراقی کے خاندان والوں کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھی۔ یہاں تک کہ جب سرکار آیۃ اللہ مہدی موسوی (۲) نجف سے ۲۷ سال کے بعد قوم کی تبلیغ اور تعلیم کے لئے لوٹے تو انہوں نے مجدداً اس قبر کی نشاندہی کی۔

ان کے بعد آغا سید احمد نے ۱۳۱۷ھ ہجری میں اس قبر مطہر پر ایک چھوٹا سے روضہ تعمیر کروایا، جو ۱۴۲۷ھ تک باقی تھا۔ یہاں تک کہ انجمن شرعی شیعیان کے موجودہ صدر آغا سید حسن الموسوی نے یہاں ایک عظیم اور زبردست روضہ تعمیر کروایا، جو کشمیر میں موجود زیارت گاہوں میں فی الحال سب سے اچھا اور مناسب ہے۔

اس زیارت گاہ کے احاطہ میں مرحوم آغا سید مصطفیٰ کے فرزند مرحوم آغا سید حسین الموسوی نے زائروں کے لئے ایک مسافر خانہ بھی تعمیر کروایا ہے۔

اس قومی اور ملی زیارت گاہ کی تولیت بھی انجمن شرعی کے فرقہ مصطفوی کے ہاتھوں میں ہے انجمن شرعی کی طرف سے ہی یہاں نماز جمعہ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں گرمیوں میں ایک بہت بڑی مجلس حسینیؑ بھی برگزار ہوتی ہے جس میں دور دور سے لوگ شرکت کرنے کی غرض سے یہاں آتے ہیں۔

۱۔ نسخہ الصفو یہ، مؤلف سید باقر معرکہ دار، نیز بیاض حسن۔

۲۔ بڈگام کے موجودہ آغا خاندان کے جدّ اعلیٰ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس زیارت گاہ کو شیعہ نہایت ہی مقدس اور بابرکت جانتے ہیں اور اس کے لئے بہت ہی زیادہ عزت واحترام کے قائل ہیں لہٰذا یہاں پر ہمیشہ خصوصاً جمعہ اور اعیاد کے دنوں لوگوں کی بھیڑ رہتی ہے اور میر عراقی کو وسیلہ قرار دے کر خداوند عالم سے اپنی بخشش اور حاجت روائی کی دعا مانگتے ہیں۔

۳۔ زیارت گاہ سید حسین قمی

یہ زیارت گاہ سرینگر سے ۶۰ کلومیٹر دور سوپور کے زینہ گیر علاقے سید پورہ میں واقع ہے۔ یہ زیارت گاہ کشمیر میں رضوی سادات کے جد اعلیٰ سید حسین رضوی سے منسوب ہے جو کشمیری حاکم زین العابدین کے زمانے میں ۸۲۰ھ میں تشریف لائے تھے۔ سید حسین رضوی قمی، صاحبِ کرامات شخصیت تھے انہوں نے اسی علاقے کو اپنے تبلیغ کا مرکز بنایا تھا آپ آخر عمر تک یہیں مشغول خدمت رہے اور یہیں وفات پا کر سپرد خاک ہوئے۔

آپ کی قبر مطہر پر شیعوں نے زمانہ قدیم میں ہی ایک مختصر روضہ کی تعمیر کی تھی اور ہر آن اپنی بخشش اور حاجت روائی کے لئے حاضری دیتے تھے۔ یہاں شیعہ اقلیت میں ہیں اور اس گاؤں کے علاوہ نزدیک میں شیعوں کی کوئی اور بستی نہیں ہے۔ اگرچہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس علاقہ میں بھی شیعوں کی بہت زیادہ آبادی تھی جو مغل اور پھر افغان دور میں ظالم حکام اور شیعہ مخالف حملوں کی زد میں لمبے عرصہ تک تقیّہ میں رہ کر مذہب تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سرینگر سے دوری کے باوجود لوگ بڑے شوق اور ولولہ سے یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ یہاں گرمیوں میں انجمن اتحاد المسلمین کی طرف سے دن بھر ایک مجلس حسینؑ منعقد ہوتی ہے جس میں ہزاروں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

۴۔ زیارت گاہ گپکار

یہ زیارت گاہ کشمیر کی معروف جھیل ''ڈل'' کے کنارے پر واقع ہے یہ زیارت گاہ سید حسین سے منسوب ہے۔ زیارت گاہ کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ اس زیارت گاہ کا صحن کافی بڑا ہے جہاں نماز

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جمعہ بھی منعقد ہوتی ہے۔ گرمیوں میں یہاں پر ایک مجلس حسینیؑ بھی شیعہ ایسوسی ایشن کی طرف سے منعقد ہوتی ہے جس میں کشمیر کے کونے کونے سے لوگ شوق سے شرکت کرتے ہیں۔

موزون اور فطری خوبصورتی کی وجہ سے یہاں پر ہمیشہ لوگوں کی بھیڑ رہتی ہے سرینگر کے قریب ہونے سے بھی یہاں لوگ دوسری زیارت گاہوں کی بنسبت زیارت کے لیے زیادہ آتے ہیں۔ اگر اس زیارت گاہ کے صحن کو ہموار کر کے ایک پارک کی شکل دی جائے تو اس زیارت گاہ کی ظاہری خوبصورتی میں چار چاند لگ جائے اور اس کے علاوہ لوگوں کی شرکت میں بھی اضافہ ہوگا۔ درحال حاضر اس کا صحن یونہی پڑا ہے اور زینت دینے والی کوئی چیز اس میں شامل نہیں ہے اس قومی اور ملی سرمایہ کی تولیت شیعہ ایسوسی ایشن کے ہاتھوں میں ہے۔

۵۔ زیارت گاہ مدین صاحب

یہ زیارت گاہ سید محمد مدنی سے منسوب ہے جو سلطان سکندر کے عہد میں ۷۹۶ھ میں مدینہ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔ بادشاہ نے عقیدت کے طور پر آپ کے لئے خانہ کعبہ کی شکل والی اور اس کے برابر ایک خانقاہ بنوائی جس میں آپ عبادت اور ریاضت بجالاتے تھے۔ وفات کے بعد سید محمد مدنی کو یہیں سپرد خاک کیا گیا ہے۔ کشمیر کی بعض دیگر شیعہ زیارت گاہوں کی طرح غیر شیعوں نے اس زیارت گاہ پر بھی قبضہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ خانقاہ کے ساتھ شیعوں نے ایک مسجد بنوائی تھی مخالف گروہ نے اس کی دیواریں گرا کر اسے تباہ و ویران کر دیا۔ ۱۸۷۲ء میں جب شیعوں کا قتل عام ہوا تو لوٹ مار کی واردات یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ اس زیارت گاہ کے در و دیوار کی حالت چند برس پہلے تک افسوسناک اور پریشان کن تھی آخر کار حکومت جموں و کشمیر کے محکمہ آثار قدیمہ نے اس زیارت گاہ کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کی مرمت کی جس کی وجہ سے یہ زیارت گاہ آج کسی حد تک مناسب حالت میں ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

٦۔زیارت گاہ بڈگام

یہ زیارت گاہ بڈگام کریوہ کے بلندی پر واقع ہے اس زیارت گاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا قبرستان بھی ہے۔اس زیارت گاہ میں آغا صاحب بڈگام کے موسوی خاندان کے آباء واجداد مدفون ہیں۔جن میں سرکار آیۃ اللہ سید مہدی موسوی، آغا سید محمد موسوی، آغا سید علی موسوی، آغا سید احمد موسوی، آغا سید یوسف موسوی، آغا سید مصطفیٰ موسوی، آغا سید حسین موسوی اور آغا سید مہدی موسوی قابل ذکر ہیں۔

اس زیارت گاہ کی زیارت کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہیں جن کی وجہ سے یہاں لوگوں کی بھیڑ رہتی ہے۔اس زیارت گاہ (آستان) کی تولیت انجمن شرعی شیعیان کے ہاتھوں میں تھی جو آغا سید یوسف مرحوم کے بعد انجمن شرعی شیعیان کے فرقہ مصطفوی میں منتقل ہوئی۔

۴۔کتابخانے (لائبریریاں)

تہذیبی اور ثقافتی مراکز میں سے ایک کتابخانے (لائبریریز) ہیں۔اگر چہ چھوٹی چھوٹی لائبریریاں کئی گاؤں اور شہروں میں موجود ہیں۔لیکن بدقسمتی سے شیعیان کشمیر کا کوئی بڑا اور جامع کتابخانہ اپنی شان وشوکت کے لائق نہیں ہے خصوصاً سرینگر اور شیعوں کے بڑے بڑے شہروں میں ایک وسیع اور جامع کتابخانے کی ضرورت کا شدّت سے احساس ہورہا ہے۔ادارہ نشر علوم اہل بیتؑ نے ایک وسیع اور بڑا کتابخانہ وجود میں لانے کے لئے قدم اٹھایا تھا لیکن دس سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوسکا ہے۔شیعوں میں قومی سطح پر کوئی کتابخانہ نہ ہونے کی ایک وجہ سے شیعوں کے اندر تحقیقی کاموں کی طرف رجحان بالکل نہیں ہے اور ان میں مطالعہ کا شوق بہت کم پایا جاتا ہے (۱)

۱۔سوالنامہ نثار حسین راتھر، ڈاکٹر سید صادق، مولانا مسرور عباس، غلام علی گلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مطالعہ نہ کرنے کی وجوہات

۱۔ جہالت اور ناخواندگی

۲۔ غربت اور فقیری

کشمیر میں کتابوں کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کی خرید ایک عام انسان کے بس سے باہر ہے۔ اہل وعیال کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کی تلاش میں ان کی مالی حالت انہیں کتاب خریدنے کی اجازت ہی نہیں دیتی۔

۳۔ لٹریچر کا فراہم نہ ہونا

کشمیر میں شیعوں کے پاس کوئی لٹریچر ہی نہیں ہے جس کا وہ مطالعہ کریں۔ یہاں شیعوں کے پاس کوئی روزنامہ ہفتہ نامہ، پندرہ روزہ، ماہنامہ، سہ ماہی، یا سلسلہ وار فصل نامہ وغیرہ جیسے جرائد بھی نہیں ہیں جن کا لوگ مطالعہ کر سکیں اور اگر کبھی کبھی حوزہ علمیہ قم میں مشغول طالب علموں کی طرف سے سہ ماہی مجلّے نکلتے بھی ہیں تو وہ اپنے مقررہ وقت پر تمام جگہوں پر نہیں پہنچ پاتے ہیں۔

۴۔ تہذیبی وثقافتی یلغار

ایک طرف شیعوں کے دینی اداروں اور ذمہ دار افراد کی طرف سے ان کی دینی، سماجی، سیاسی، ثقافتی وغیرہ معلومات بڑھانے کے لئے کوئی جریدہ دستیاب نہیں ہے دوسری طرف اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے فحش میڈیا اور غلیظ لٹریچر کی اس قدر بھر مار ہے کہ اکثر لوگ فحش میڈیا کے اثر میں رہ کر اسلامی کتب کے مطالعہ کے شوق ہی محروم ہو گئے ہیں۔ تاہم ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد یہاں لوگوں میں مطالعہ کا شوق کافی حد تک بڑھ گیا تھا۔ جمہوریہ اسلامیہ ایران نے حضرت امام راحل کے دورہ زندگی میں مختلف زبانوں منجملہ اردو زبان میں میگزین نکالنے کا کام شروع کیا تھا تو لوگ ماہی بے آب کی طرح ان رسائل اور جرائد کے لئے بے قرار رہتے تھے کیونکہ ایک تو وہ رسالہ مفت میں دستیاب تھے دوسری طرف وہ رسالہ (مثلاً توحید) اپنے وقت پر تمام جگہ پہونچتے تھے(۱)

۱۔ سوالنامہ، نثار حسین راتھر، چیئرمین تحریک وحدت اسلامی، نیز سوالنامہ ڈاکٹر سید صادق رضوی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

راہِ حل

۱۔لائبریریوں کا قیام

مطالعہ کا شوق بڑھانے کے لئے لائبریریوں کا قیام ضروری ہے تا کہ وہاں ہر کوئی اطمینان سے مطالعہ کر سکے۔ان لائبریریوں میں معلومات اضافہ کرنے والی ہر قسم کی کتابیں دستیاب ہوں۔علاوہ ازاین ان کتاب خانوں کو دینی مطالعہ سے مخصوص رکھنے کے بجائے ہر طرح کی سیاسی، سماجی، تہذیبی وثقافتی ،علمی وسائنسی شعبہ سے مربوط کتابیں بھی موجود ہوں۔

۲۔کم قیمت پر لٹریچر فراہم کرنا

قوم کے زعماء اور دلسوز افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قومی اور ملی درد کا علاج کرنے کے لئے آگے آئیں اور عملی طور پر اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیں اور چھوٹے بڑے لٹریچر پر مشتمل کتب ومواد فراہم کر کے کم قیمت پر عوام کی دسترس میں قرار دیں۔دینی، ثقافتی اور ادبی مجلوں اور پمفلٹوں کا اجرا ضروری ہے زمانہ قریب میں الارشاد، سفینہ، صداقت وغیرہ کا اثر مفید تھا لیکن محدود رہا۔چند کتابچے، جریدے اگر چہ کبھی چھپتے رہے لیکن باضابطہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

۳۔مطالعہ کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا

جریدے اور مجلّے نکالنے والے حضرات لوگوں میں شوق بڑھانے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے مجلوں میں تمام مضامین پر مشتمل ایک سوالنامہ تیار کر کے پڑھنے والوں سے سوالوں کے جوابات طلب کریں پھر صحیح جوابات دینے والوں کی دامے، درہمے، قدمے وسخنے حوصلہ افزائی کریں۔

۴۔مضامین نویسی کا انعامی مقابلہ

مختلف موضوعات پر مقالہ نویسی کا انعاماتی پروگرام کرنے سے قوم میں مطالعہ کا شوق بیدار ہوسکتا ہے۔

۵۔کتاب خوانی کا انعاماتی مقابلہ۔

کوئی کتاب مشخص کر کے اس سے ایک سوالنامہ تیار کر کے انعامی مقابلہ کیا جائے۔لٹریچر میں دینی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

باتوں کے علاوہ سیاسی، سائنسی، کھیل اور صحت عامہ کی باتیں درج کرنے سے بھی جوانوں میں مطالعہ کا شوق بڑھ سکتا ہے۔

شیعوں کے معروف کتابخانے (قدیم و ماضی قریب میں قائم شدہ)

کشمیری شیعوں میں چھوٹی چھوٹی اور محدود سطح کے کتابخانے بہت سی جگہوں پر موجود ہیں لیکن علاقائی اور قومی سطح پر جو کتابخانہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب خانہ باب العلم۔

۲۔ کتاب خانہ سید باقر موسوی۔

۳۔ کتاب خانہ مولوی افتخار حسین انصاری۔

۴۔ کتاب خانہ باقر العلم کرن نگر سرینگر۔

۵۔ کتاب خانہ ابوالفضل عباس ماگام۔

۶۔ کتاب خانہ ادارہ امام حسین سلطان پورہ۔

۷۔ کتاب خانہ ''مطہری'' معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر، بمنہ سرینگر۔

اول الذکر چار کتاب خانے فرقوں کے بزرگوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جس کی وجہ سے عام لوگوں کی رسائی وہاں تک مشکل ہے (۱) معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کا کتابخانہ بھی جدید تأسیس ہے اور زیادہ تر تنظیم المکاتب سے مربوط حلقہ ہی اس سے استفادہ کر رہا ہے۔

کتاب خانہ امام حسینؑ سلطان پورہ

یہ کتاب خانہ بہت اچھی طرح اپنے فرائض انجام دے رہا تھا جس کی وجہ سے وہ قوم کی امیدوں پر بھی پورا اترنے لگا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے دو سال سے انتظامیہ کے بعض افراد کی انانیت کے باعث اس

۱۔ مشہور ہے کہ مولانا حیدر علی انصاری کی کوششوں سے انصاری خاندان کے گھرانہ میں ایک عظیم کتابخانہ موجود تھا۔ جس میں نادر اور ضخیم کتب موجود تھیں، غالباً اب بھی یہ موجود ہوگا۔ مولانا افتخار حسین انصاری اگر اس کو ذی شعور اور فرصت مند علماء کے لئے کھول دیں تو قوم کے لئے کافی فائدہ مند واقع ہوسکتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کتاب خانہ کی فعالیت بُری طرح متاثر ہوئی ہے(۱)اور فی الحال دوبارہ منظم ہونے کے آثار دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

کتاب خانہ ابوالفضل عباس ماگام

عملی طور پر صرف ابوالفضل عباسؑ ماگام ہی ایسا ایک کتابخانہ ہے جو قوم میں یہ دینی وتہذیبی فریضہ انجام دیتا ہے اس کی کچھ مختصر تفصیل یوں ہے۔

۱۔ یہ کتابخانہ ۱۹۸۵ء میں قائم کیا گیا۔

۲۔ یہ کتاب خانہ ادارہ ابوالفضلؑ کا اہم یونٹ ہے۔

۳۔ فی الوقت کشمیر کی سب سے بڑی امامیہ پبلک لائبریری ہے۔(۲)

۳۔ تفسیر قرآن، حدیث، عقائد ونظریات، فقہ تاریخ، اصول و اخلاق، علم وتحقیق وغیرہ موضوعات پر ہزاروں کتب ورسائل دستیاب ہیں۔

۴۔ سینکڑوں کتب بینی کے شائقین، ان کے بقول یہاں مستفید ہورہے ہیں۔(۳)

یہ لائبریری صبح ۱۱ بجے سے نماز مغربین تک قوم کی خدمت رسانی کے لئے کھلی رہتی ہے اس کتابخانہ میں موجودہ کتابیں حروف تہجی اور موضوعات کے لحاظ سے مرتب کرکے لاکراس میں محفوظ ہیں کتابخانہ کا ایک ملازم بھی ہے۔

شیعیان کشمیر کے معروف قلم کار اور مضمون نگار

شیعوں میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو مقالہ نویسی اور کتاب نویسی میں زبردست اور بے پناہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

۱۔ مولانا غلام احمد سلطانی صاحب۔

۲۔ ادارہ ابوالفضل عباسؑ ماگام ایک نظر میں۔

۳۔ ادارہ ابوالفضل عباسؑ ماگام ایک نظر میں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فردی طور پر کتاب یا مضمون لکھنے کے لئے کتنی بھی کوشش کرتا ہے تو چاپ اور نشر کے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی وہ کوشش پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پائی ہے، جس سے مضمون نگار کے جذبات مجروح ہونے کے علاوہ کسی موضوع پر قلم اٹھانے کی تڑپ ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح قوم کے بہت سارے افراد ضائع ہو گئے ہیں۔ جس سے قوم کو بہت بڑا نقصان پہنچا ۔بعض باصلاحیت افراد دوسروں کے لئے کام کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ قوم کے بزرگان اگر اس طرف توجہ دیں تو قوم کے اس عظیم سرمایہ کو بچایا جا سکتا ہے۔ اور ان کے مفید مشوروں سے دوسروں کے بجائے خود ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نشر واشاعت کے ذرایع ہونے سے قوم کے نوجوانوں میں بھی چھوٹے بڑے مضامین اور کتابیں لکھنے پڑھنے کا شوق پیدا ہو سکتا ہے۔ شیعوں میں قلمکاروں اور مضامین نگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے البتہ ذیل کی عبارت میں ہم بعض ان افراد کا نام ذکر کرتے ہیں جو اس وادی میں زیادہ سرگرم ہیں۔

ان میں سے ایک انجمن اتحاد المسلمین کے صدر مولانا محمد عباس انصاری ہیں۔ جنہوں نے آج تک کم از کم ۲۵ چھوٹی بڑی کتابیں اور سینکڑوں موثر اور مفید علمی مقالے تحریر کئے ہیں (۱)

دوسرے مصنف اور قلم کار غلام علی گلزار ہیں جنہوں نے ۵۳ چھوٹی بڑی کتابوں کے علاوہ سینکڑوں علمی و ادبی مضامین تحریر کئے ہیں جن میں بیشتر ۱۹۵۶ء سے آج تک مختلف جرائد اور اخبارات میں چھپ بھی چکے ہیں۔ رہبر انقلاب کے قمہ زنی کے بارے میں تاریخی فتوے کے بعد گلزار صاحب نے رہبر شناسی کے لئے ''ولایت الامر اور ولی فقیہ'' کے موضوع پر نہایت مفید کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ ۲۰۰۵ء میں جب شیعہ مخالف شدت پسندوں نے دار العلوم سوپور کے سہ ماہی رسالہ شمار نمبر ۱۲، ذی الحجہ ۱۴۲۶ تا صفر المظفر ۱۴۲۷ ہجری (سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۲) میں شیعوں کے خلاف ایک انتہائی تعصب آمیز مضمون ''منکرات محرم'' کے نام سے شایع کیا تو وادی کے تمام شیعوں میں سے صرف انہوں نے ہی دین، عقل، منطق اور صحیح اسلامی تاریخ کو مدنظر رکھ کر نہایت علمی استدلال کے ساتھ اس کا دندان شکن جواب تحریر کیا ہے۔ ۱۹۹۰، ۹۱ء کے سخت گیر حالات میں ''صلاح و فساد'' اور ''رسالت، ولایت، شفاعت'' لکھ کر بڑی جرأت کا کام کیا۔ یہ کتب تمام اسلامی مسالک میں مقبول ہیں۔

۱۔ مولانا محمد عباس انصاری، اپنی تالیفات کے آئینے میں سفینہ پبلیکیشنز۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مذکورہ افراد کے علاوہ ڈاکٹر اکبر حیدری، مسرور عباس انصاری، ڈاکٹر سید صادق رضوی، آغا سید باقر موسوی، محمد اکبر بیباک، حکیم امتیاز حسین، مولوی شیخ غلام حسین، عرفان ترابی، شبیر آذر، سید ابو الحسن، مولانا شیخ غلام حسین متو، سید ارشد موسوی، مولانا مظفر حسین بٹ وغیرہ بھی نہایت اچھے قلمکار اور باصلاحیت مضامین نگار ہیں (۱)

ادب اور شاعری

شیعوں میں علم ادب اور شاعری سے دلچسپی رکھنے والے افراد کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے لیکن ان کی حوصلہ افزائی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان کا کلام نہ کہیں سنا جاتا ہے نہ ہی اسے شایع کر کے عوام تک پہنچانے کا کوئی انتظام ہے جس کی وجہ سے ان کی صلاحیت اور شاعری نبوغ ونکھار پیدا نہیں ہو جا پا ہے۔

اکبر جے پوری اور منظور ہاشمی کے جزوی مجموعہ کلام اور جوان سال شاعر مدہوش بالہامی کے مجموعہ ''صدائے ابوذر'' کے علاوہ تقریباً آج تک کشمیر کے کسی شیعہ شاعر کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ اگر تمام شاعروں کا کلام جمع کیا جائے تو بیسوں مجموعے جمع ہو سکتے ہیں۔ ماہنامہ سفینہ میں بعض ابھرتے ہوئے شاعر مزاج نوجوانوں کا کلام شایع ہونے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی لیکن قوم کے عدم تعاون سے تقریباً دو برس کے زیادہ عرصہ سے قوم کا یہ تنہا رسالہ اور جریدہ بھی التوا میں پڑ گیا۔ قوم کے شعراء اور ادباء کی شاعری صلاحیت کا اندازہ محرم میں ان کے کہے ہوئے نوحوں اور امام حسینؑ کے تئیں نذرانہ ہائے عقیدت اور سلاموں سے لگایا جا سکتا ہے۔ جن میں بعض شعراء کے کلام کے ایک ایک لفظ میں معانی کے دریا پائے جاتے ہیں۔

اس وقت جو معروف شاعر اور ادیب قوم میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض معروف شخصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ استاد سید انیس کاظمی صاحب:۔ جو ایک عظیم پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک

۱۔ ان کے علاوہ مولانا مصطفیٰ انصاری جن کا انتقال ۱۲۷ اپریل ۲۰۰۶ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ کو ہوا بھی شیعوں کے ایک عظیم عالم دین، مصنف، مترجم مفسر قرآن، دانشور، محقق ونقاد تھے جنہوں نے کم از کم ۲۰ چھوٹی بڑی کتابوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر بہت سارے مضامین لکھے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بے بدیل ادیب وشاعر بھی ہیں۔آپ آج بھی کشمیری ''مرثیہ'' کہتے ہیں۔

کاظمی صاحب کی شاعرانہ استعداداورنبوغ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک مرثیہ کے ۱۸ چھیرے (۱) بدون نقطہ والے حروف سے لکھے ہیں۔آپ شاعر کے علاوہ کمال کے ذاکر اہل بیتؑ ہیں۔مگرافسوس کہ قوم نے دوسرے بہت سارے بے بہادانشوروں کی طرح ان کی بھی کوئی قدرنہیں کی، جس کی وجہ سے وہ اپنے گھر اور گاؤں تک ہی محدود رہے۔کاظمی صاحب کے علاوہ سید ابوالحسن ضیغم کا بھی کشمیر کے مشہورومعروف شاعروں میں شمار ہوتا ہے۔آپ بھی کشمیری زبان میں مرثیہ لکھتے ہیں، بغیر نقطہ والے حروف سے انہوں نے بھی ایک مرثیہ کے کئی چھیرے لکھے ہیں۔

مدہوش بالہامی جن کا ذکر اوپر آیا ہے ایک انقلابی اور روشن فکر شاعر ہیں اور قوم کے مختلف سماجی، دینی، تہذیبی، وغیرہ مسائل کو شاعری کے قالب میں بیان کرتے ہیں۔

مدہوش بالہامی اتحاد بین شیعہ کے علاوہ اتحاد اسلامی کے لئے بھی بڑے سرگرم رکن رہے ہیں۔انہوں نے کشمیر میں تحریک آزادی شروع ہوتے ہی نوجوانی کے باوجود کھل کر اس کا ساتھ دیا جس کی وجہ سے ان کو کئی مرتبہ جیل اور زندان کی صعوبتوں سے بھی گذرنا پڑا ہے اور اس راہ میں انھیں کافی مشکلات برداشت کرنی پڑی ہیں۔وہ شیعہ قوم کے مختلف فرقوں اور پارٹیوں میں تقسیم ہونے کے شدید مخالف ہیں اور اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کے تئیں نفرت کا اظہار کیا ہے۔فرقہ داریت کے متعلق انہوں نے فرقوں کے راہنماؤں پر ایک تنقیدی ''ماہ نامہ'' لکھا ہے جس میں انہوں نے فرقہ کے سربراہوں کو کھل کر تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا ایک مجموعہ ''صدائے ابوذر'' کے نام سے اسلامیہ پبلیکیشن سینٹر نے شایع کیا۔

مدہوش ظاہری طور پر ایک سیدھے سادھے اور درویش منش آدمی ہیں۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ شاعری میں ان کی برجستگی، بے باکی اور خیال آفرینی قابل داد ہے اس لحاظ سے وہ منفرد شخص ہیں۔

مدہوش کے علاوہ مندرجہ ذیل افراد بھی شاعری کی وادی میں طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔

مشتاق حیدری، سید طاہر صفوی، سید جواد، بشیر آثم، شوکت انصاری، سید اسد اللہ، مصطفےٰ انصاری

۱۔جس میں ہر ایک چھیر میں کم از کم بیس پچیس شعر ہوتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فاروق بڈگامی، سجود سیلانی اور شاہد بڈگامی وغیرہ مشہور شعراء ہیں، البتہ شاہد بڈگامی کی فیلڈ زیادہ تر ادبیات کربلا تک محدود ہے اور ریڈیو، ٹی وی اور کلچرک اکیڈمی کے دایرہ تک ان کو رسائی حاصل ہے۔ پروفیسر زمان آزردہ اچھے نثر نگار ہیں جن کی فیلڈ زبان و ادب اور مزاج کے اردگرد خصوصی نوعیت کی حامل ہے۔

شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی ضروریات

۱۔ مصنفوں، مضامین نگاروں، ادباء وشعراء کے کلام اور کتابوں کو چھاپنے کے وسائل اور امکانات فراہم کرنا۔ تاکہ مضمون نگاروں اور شعراء کی حوصلہ افزائی ہو اور ان میں علمی اور ثقافتی میدان میں قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا شوق و ذوق پیدا ہو۔

۲۔ قومی اور ملی پریس press۔

جس کا اختیار کسی خاص فرقہ کے بجائے قوم کے ہاتھوں میں ہو اور ذاتی منافع کے بجائے قومی مفادات کے لئے اُسے استعمال کیا جائے۔

۳۔ نوجوانوں اور جوانوں کا خالی وقت کی بھرپائی کے لئے فوری معقول اقدام، جیسے کمپیوٹر مراکز، لائبریری اور ریڈنگ روم، کھیل کود اور ورزشی مراکز کا قیام۔

۴۔ خواتین کے اوقات کو مفید و پُرکار بنانے کے لئے سلائی، کتائی، بنائی، وغیرہ سینٹروں کا قیام۔

ان سینٹروں کے قیام سے جہاں ایک طرف خواتین کا خالی وقت کام میں صرف ہوگا وہیں ان کی مالی اور معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے بھی کافی معاون اور مددگار ثابت ہو سکتے ہیں خصوصاً بے سہارا اور ناچار عورتوں کے لئے مذکورہ کاموں سے روٹی روزی کا بندوبست ہوسکتا ہے۔

۵۔ خصوصی ٹی وی چینلوں کا قیام۔ اسلام دشمن پروپیگنڈہ کی روک تھام کے لئے شیعوں کے لئے ایک ٹی وی چینل کا ہونا نہایت ضروری ہے جس میں ہر طرح کے پروگرام من جملہ سیاسی، سماجی، تفریحی مفید دینی اور اخلاقی پروگرام نشر کیے جائیں۔

۶۔ مختلف مجلسوں اور جرائد کی نشر واشاعت۔ ان جرائد میں سے بچوں، جوانوں، پڑھے لکھے طبقہ حتی خواتین کے لئے الگ الگ شمارے ہوں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی دینی صورت حال

شیعوں کی دینی صورت حال بھی ان کی دوسری حالتوں سے مختلف نہیں ہے۔ تقریباً شیعوں کی نصف آبادی زندگی کے روزمرہ مسائل سے بے خبر ہے۔ ان کے نزدیک دین کچھ مخصوص عبادتوں کے مجموعہ کا نام ہے جس پر عمل کرنے سے اسلام کا حق ادا ہو جائے گا اس طرح وہ دین اسلام کی روح اور اس کے آفاقی پیغام سے بے خبر ہیں۔

۱۹۸۰ء تک عام شیعوں میں دین، احکام اور قران کی شناخت اور بھی زیادہ کم تھی اگرچہ فرقہ قدیم اور فرقہ جدید کی نگرانی میں بعض جگہوں پر ان کے دینی مدارس (مکاتب) بھی قائم کئے گئے تھے لیکن محدود ہونے کی ساتھ ساتھ ان میں بہت زیادہ انتظامی خامیاں تھیں جس کی وجہ سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو پا رہے تھے۔ رابطہ اور تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے شیعوں کے متعدد پس ماندہ علاقے کٹ چکے تھے۔ تاہم ۱۹۸۰ء کے بعد معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کے مکاتب کی بدولت کافی حد تک بچوں کو قران و احکام سیکھنے میں مدد ملی ہے اور ان کی دینی معلومات میں بھی کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔

شیعوں میں تعلیمی معیار کم ہونے نیز معاشی حالت مناسب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے مذہبی اور اعتقادی مسائل اور مشکلات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں شروع ہونے والی تحریک آزادی میں بھی سب سے زیادہ نقصان شیعوں ہی کو اٹھانا پڑا۔ چونکہ شیعوں کے علاوہ دوسرے اسلامی فرقہ اپنے مقتدر اداروں نیز رفاہی سہولتوں سے کسی حد تک کشمیر کے نامساعد حالات کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

لیکن متضاد گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے شیعوں میں ایسا کوئی قومی ادارہ نہیں تھا جو ان نازک حالات میں ان کی پشت پناہی کرتا۔ لہٰذا شیعہ ہر میدان میں پسماندہ ہی رہے اور اندرونی اختلاف کی وجہ سے کوئی ترقی نہیں کر سکے (۱) مولانا مسرور عباس انصاری کے بقول شیعوں کی دینی و مذہبی پسماندگی کی وجہ شیعوں کی فرقہ پرستی اور ان کی گروہ بندی ہے (۲)

۱۔ جموں و کشمیر میں اہل بیت کے پیرو کاروں کی اجمالی گزارش۔

۲۔ سوالنامہ مولانا مسرور عباس انصاری۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی دینی تنظیمیں

۱۔شیعہ ایسوسی ایشن جموں و کشمیر۔

۲۔انجمن اتحادالمسلمین جموں و کشمیر۔

۳۔انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر (فرقہ مصطفوی)

۴۔انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر (فرقہ محمدی)

۵۔معاون کمیٹی تنظیم المکاتب۔

۶۔انجمن معین الاسلام۔

۷۔مجمع اسلامی کشمیر۔

۱۔آل جموں و کشمیر شیعہ ایسوسیشن (۱)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس تنظیم کی بنیاد ۱۹۲۸ء میں مرحوم مولوی محمد جواد انصاری کے ہاتھوں اس وقت ڈالی گئی۔ جب وادی کشمیر کے ۹۰ فیصد مسلمانوں پر حکومت کرنے والے ڈوگرہ شاہی راج کے خلاف کشمیر میں تحریک آزادی ابھر رہی تھی۔ مذکورہ تنظیم نے شیعوں کی طرف سے اپنے ایک الگ تشخص کی تجویز دی، جو اُن کے معاشرتی، اقتصادی اور دینی امور کے علاوہ سیاسی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کر سکے۔

اس دینی تنظیم کے صدر خود مولوی جواد انصاری ہی تھے۔ لیکن ۱۹۵۷ء میں ان کی رحلت کے بعد سے آج تک مولوی افتخار حسین انصاری مذکورہ تنظیم کے قائد اور صدر ہیں۔ حال حاضر میں کتابچہ ''تجوید قرآن کریم'' (۱) کے مطابق اس تنظیم کی سرگرمیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔دینی مجالس کا احیاء، دینی سیمینار کا اہتمام، معارف علوم اسلامی کے تحت مدارس اور اسکولوں کا قیام۔

۲۔نماز جمعہ اور جماعت کا قیام۔

۳۔شرعی عدالتیں۔

۱۔اس تنظیم کا تعارف شیعیان کشمیر کی سیاسی تنظیموں کی ضمن میں بھی گزر چکا ہے۔

۲۔مرتب شیخ ذاکری تھوینہ، سلسلہ نصاب معارف علوم اسلامی ۲۰۰۸ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۴۔ کتب اسلام کی تشہیر۔

۵۔ مساجد اور امام بارگاہوں کا قیام۔

۶۔ لائبریریوں کی تأسیس۔

۷۔ سمینار ہالوں کی تعمیرات (۱)

۲۔ انجمن اتحاد المسلمین جمّوں و کشمیر

انجمن اتحاد المسلمین (۲) اگر چہ شیعوں کی ایک دینی وسیاسی تنظیم ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کی سرگرمیوں کا زیادہ حصہ کشمیر میں جاری سیاسی جدوجہد کی نذر رہا اور اس کے قائدین اور اراکین کی زیادہ تر توجہ کا مرکز بھی سیاسی فعالیت ہی رہی ہے۔ اس کے باوجود یہ تنظیم قوم اور ملت کے تئیں اپنی مذہبی ذمہ داریوں کو نبھانے میں مصروف رہی ہے اور اپنے آئین کی رو سے وسیع تر پروگرام کے تحت تبلیغی اور مذہبی فعالیت انجام دینے کی پابند رہی ہے، چاہے فکر اسلامی کا احیاء اور اسلامی احکامات کا نفاذ اور اجراء ہو یا اسلام اور تشیع سے متعلق بے جا پروپیگنڈا اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہو۔ تنظیم منصوبہ بند طریقے کار کے ذریعے ان بنیادی مقاصد کو نجام دینے کی بہت حد تک پابند رہی ہے اس تنظیم کے قائد نے اپنی زندگی کا بیشتر وقت تبلیغ وترویج دین میں صرف کیا ہے۔

تنظیمی رپورٹ کے مطابق اس تنظیم نے بہتر اور منظم مذہبی سرگرمیوں اور خدمات کے لئے ''شعبہ مذہبیات'' کا قیام عمل میں لایا ہے۔ جس کے تحت شعبہ عزاداری، مجلس ذاکرین، تصفیہ بورڈ، دار المطالعہ اور مرکز اطلاعات وتحقیقات اسلامی کام کرتے ہیں۔ شعبہ عزاداری، مرثیہ خوانی اور مجالس کا بہتر طریقہ سے مؤثر انعقاد کرتی ہے۔

مجلس ذاکرین، کشمیری مرثیہ پڑھنے والے ذاکرین کا ایک فورم ہے جو کشمیری مرثیہ خوانی کی ترویج اور فروغ کے لئے اقدامات کے ساتھ ساتھ مجلسوں کی اصلاح، تنظیم اور بدعات کا قلع قمع کرتے ہیں۔ تصفیہ بورڈ کے ذریعے دیہات، قصبوں اور شہروں میں اختلافی قضیے اور فسادات وغیرہ

۱۔ گر چہ مذکورہ کاموں کے بظاہر خارجی آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔
۲۔ اس تنظیم کا تذکرہ ''شیعیان کشمیر کی سیاسی تنظیمیں'' کی ضمن میں بھی گزر چکا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شرعی اعتبار سے حل کئے جاتے ہیں۔اسلامک انفارمیشن اینڈ ریسرچ سینٹر جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کی سہولت سے استفادہ کرتے ہوئے اسلام اور تشیع سے متعلق اہم قوانین اور موضوعات کے بارے میں تحقیقاتی مواد فراہم کئے جانے کا اعلان کرچکی ہے اور ساتھ ہی بے جا پروپیگنڈا اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش بھی کرتی رہی ہے۔سرینگر میں باقر العلوم لائبریری کا قیام عمل میں لاکر علم دوست افراد کی اہم خدمت انجام دینے کا موقع فراہم کرچکی ہے۔

۳۔انجمن شرعی شیعیان کشمیر

انجمن شرعی شیعیان کا اجمالی تاریخی تعارف

انجمن شرعی بھی شیعوں کی ایک قدیم اور پرانی دینی تنظیم ہے جس کا نام پہلے ''انجمن موسوی'' تھا جو بانی تنظیم مرحوم آغا سید یوسف نے بدل کر انجمن شرعی شیعیان کشمیر رکھا۔انجمن کی سرپرستی اور نگرانی خود موصوف ہی کرتے تھے۔

دینی خدمات کو فروغ دیتے ہوئے آغا صاحب نے قوم میں دینی شعور پیدا کرنے کے لئے بڈگام میں ۷ا ربیع الاول ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء کو ایک حوزہ علمیہ دینی ''باب العلم'' کی بنیاد ڈالی۔اس مدرسہ کا سارا انتظام انجمن شرعی کے تحت انجام دیا جاتا تھا۔

انجمن شرعی شیعیان نے موصوف کی سرپرستی میں مزید ترقی کرکے باب العلم کے علاوہ پوری ریاست یعنی جموں وکشمیر اور لداخ میں دینی علوم کے لئے مدرسے قائم کیے(ا) مدرسین کو انجمن شرعی کی طرف سے تنخواہیں ملتی تھیں۔

شہری اور دیہاتی علاقوں میں مدرسوں کے علاوہ آغا صاحب نے انجمن شرعی کے تحت امام باڑے اور مسجدوں کی تعمیر کروائی ہے جن میں امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد قابل ذکر ہیں۔انجمن شرعی نے آگے چل کر دینی اداروں کو منظم طور پر مالی استحکام کی خاطر اوقاف میں وسعت دینے کی طرف قدم اٹھایا جن کے تحت انجمن نے زڈی بل اور بڈگام میں اوقاف کی کئی بلڈنگوں کو تعمیر کروایا جن کی

ا۔مقدمہ اول بہارستان شاہی، ڈاکٹر اکبر حیدری، ص۱۰۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دسیوں ہزاروں روپے ماہانہ آمدنی ہے۔

چند سال کے بعد انجمن شرعی نے اپنا ایک نشر واشاعت کا شعبہ قائم کیا جس کے تحت کئی چھوٹی بڑی کتابوں کو زیور طبع سے آراستہ کیا گیا مخصوصاً قوم کے لئے ایک مفید ماہانہ مجلہ ''الارشاد'' کا آغاز کیا جو کئی سالوں تک قوم کی نظروں کے سامنے اپنے مقررہ وقت پر آتا رہا۔

آغا صاحب کی سرپرستی میں انجمن شرعی شیعیان نے ان کے شریعت کدے پر شرعی عدالت بھی قائم کی تھی جس کے شرعی فیصلوں کا احترام حکومت وقت بھی کرتی تھی اور عدالت عالیہ بھی ان فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اس تنظیم کے تمام امور یہاں تک کہ صدارت وغیرہ کے لئے آغا صاحب نے باضابطہ ایک اساسی آئین مرتب کیا تھا جو آج بھی ''ایقاظ العباد'' کے نام سے موسوم ہے۔

یہاں پر اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ اگر چہ انجمن شرعی کے صدر اور سرپرست مرحوم آغا سید یوسف ہی تھے لیکن ان کی سرپرستی میں مرحوم آغا سید مصطفیٰ نے تنظیم (انجمن) کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے عملی جدو جہد کی انہوں نے اپنے سرپرست کے ایک ایک فرمان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی زندگی کے ایک ایک پل کو صرف کر دیا مختصر یہ کہ انجمن کو ایک ہمہ گیر تنظیم بنانے میں آغا سید مصطفیٰ الموسوی نے بنیادی اور کلیدی رول ادا کیا ہے۔

۱۹۸۲ء میں اس تنظیم کے صدر اور سرپرست اعلی کی وفات کے بعد یہ ہمہ گیر تنظیم صدارت کے مسئلہ پر زبردست المیہ سے دوچار ہوئی جس کا اختتام انجمن کی تقسیم بندی پر ہوا اس طرح قوم میں ایک ہی نام سے دو ''انجمن شرعی شیعیان''، تنظیمیں وجود میں آ گئیں (۱)

۴۔ انجمن شرعی شیعیان فرقہ مصطفوی

آغا سید یوسف کے انتقال کے بعد انجمن شرعی شیعیان کے اکثریتی گروہ کے صدر آغا سید مصطفیٰ منتخب ہوئے۔ ان کے دور صدارت وقیادت میں انجمن شرعی کے شعبہ جات کو عوامی خواہشات اور ضروریات کے مطابق مزید فعال اور متحرک بنانے کے لئے زبردست جدوجہد کی گئی، لیکن جموں وکشمیر کے ناساز گار حالات اور مرحوم کے دونو جوان فرزندوں کی فرقت کی وجہ سے مطلوبہ ہدف نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکا۔

۱۔ اخباروں میں ''انجمن شرعی'' کے عنوان سے کسی خبر کے آنے سے ناظرین اکثر پریشان ہو جاتے ہیں کہ کون سی ہے؟

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مرحوم آغا سید مصطفیٰ (متوفی ۲۰۰۲ء) کی رحلت کے بعد انجمن شرعی شیعیان کی اس شاخ کی ساری صدارتی اور قیادتی ذمہ داریاں آغا سید حسن الموسوی کو سنبھالنی پڑیں۔ ان کے تحت انجمن شرعی شیعیان کے مندرجہ ذیل شعبہ جات میں کام ہو رہا ہے:۔

ا۔ شعبہ تبلیغ۔ جس میں ریاست کے شیعہ آبادی والے علاقہ جات میں تبلیغی دوروں کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے علاوہ نماز جماعت کے لئے ائمہ کا تعین بھی کیا جاتا ہے انجمن شرعی کے زیر اہتمام جن علاقوں میں مرکزی نوعیت کے جمعہ اجتماعات منعقد ہوتے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

امام باڑہ بڈگام، امام باڑہ حسن آباد، امام باڑہ گامدو، جامعہ مسجد نوگام سوناواری، جامع مسجد اندرکوٹ، جامعہ مسجد ماگام، آستان عالیہ چاڈورہ، امام باڑہ وترگام، امام باڑہ سونہ پاہ، جامعہ مسجد ڈب گاندربل۔

۲۔ شعبہ تعلیم۔ انجمن کے ترجمان کے بقول شعبہ تعلیم، انجمن کا بنیادی اور کلیدی شعبہ ہے اس کے اہتمام سے ریاست کے شیعہ علاقہ جات میں تقریباً تین سو کے قریب مکاتب، اطفال قوم کو ابتدائی دینی تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں ہر مکتب سے فارغ التحصیل ہو کر قابل اور خواہشمند طلباء اور طالبات کو انجمن کے حوزہ علمیہ جامعہ باب العلم میر گنڈ اور مکتبۃ الزہرا میں داخلہ کرایا جاتا ہے اگر ان مکاتب میں معاینہ رنظم رامتحانی نگران سسٹم مؤثر ہو جائے تو نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں علاوہ ازایں، مروّجہ تعلیم کے لئے بھی انجمن نے موثر قدم اٹھایا ہے۔ (۱)

۳۔ شعبہ قضایا۔ انجمن نے عوام کے قضیہ جات اور دیگر مقدمات کو حل کرنے اور فوری انصاف کی فراہمی کے لئے شعبہ قضایا کا قیام عمل میں آیا ہے اور ایک باضابطہ شرعی عدالت قائم کی گئی ہے۔

۴۔ شعبہ عزاداری۔ عوام الناس کو عزاداری کی اہمیت اور مقاصد روشناس کرانے نیز کچھ دیگر اہم مقاصد کے لئے شعبہ عزاداری کو بھی قائم کیا گیا ہے۔

۵۔ شعبہ رفاہ عامہ۔ اس شعبہ کو منفعت عامۃ کاموں منجملہ مساجد اور امام باڑوں کی تعمیر و مرمت وغیرہ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

ا۔ جس کی تفصیل "شیعوں کے تعلیمی مراکز" میں بیان کی گئی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۶۔شعبہ نشر واشاعت ۔اس شعبہ کے تحت تقریباً ہر روز جموں وکشمیر کے شیعوں کی دینی ادبی سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کی تشہیر کی جاتی ہے اس کے علاوہ مذہبی معلومات اور شرعی مسائل پر مشتمل کتابچوں کی اشاعت بھی کی جارہی ہے۔

۷۔شعبہ سیاست ۔ریاست کے لوگوں کی ہر مبنی برحق آواز کے ساتھ ملا کر اسلام اور امت کے تحفظ و بقا کے لئے سرگرم عمل رہنا شعبہ سیاست کا ماحصل ہے اس کے علاوہ انجمن شرعی وقتاً فوقتاً حکومت کی غیر اسلامی اور عوام کش پالیسیوں کے خلاف انفرادی طور پر بھی عملی احتجاج کرتی ہے۔

انجمن شرعی آج بھی حریت کانفرنس کی ایک اہم اکائی کے طور پر خدمات انجام دے رہی ہے سیاسی شعبے کی بدولت اتحاد بین المسلمین کی راہ میں حائل رکاوٹیں بھی دور ہوتی جارہی ہیں اور مسلکی منافرت کے نام ونشان بھی مٹتے جارہے ہیں۔(۱)

۵۔انجمن شرعی شیعیان فرقہ محمدی

آغا سید یوسف صاحب کے بعد انجمن شرعی کے اس گروہ کے صدر مرحوم آغا صاحب کے فرزند اکبر آغا سید محمد فضل اللہ الموسوی مقرر ہوئے۔انجمن شرعی فرقہ مصطفوی کے شعبہ سیاست کے علاوہ سارے شعبہ جات اس انجمن شرعی میں بھی مذکورہ تفصیل اور انہی مقاصد کے لئے پائے جاتے ہیں۔لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اس انجمن شرعی میں بعض شعبے فی الحال کام نہیں کررہے ہیں یا کسی وجہ سے ان کی کارکردگی محدود ہے۔اس انجمن شرعی کے شعبہ تعلیم میں مذکورہ فرقہ مصطفوی کے انجمن شرعی شیعیان کے شعبہ تعلیم جیسی وسعت نہیں ہے جس کی ایک خاص وجہ اس انجمن شرعی کے طرفداروں کی کمی بھی ہے۔

مروّجہ اور پیشہ ورانہ تعلیم میں بھی مذکورہ انجمن کے برعکس کوئی دخل نہیں ہے۔اسی طرح شعبہ نشر و اشاعت میں بھی یہ انجمن سابق انجمن کے ہم پلہ نہیں ہے۔اس تنظیم کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس نے دینی مکاتب میں بچوں کی تعلیم کے لئے اپنا نصاب بنایا ہے۔

۱۔انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر کے دینی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی خدمات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کردہ شعبہ نشر واشاعت انجمن شرعی شیعیان ۲۰۰۷ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس کے علاوہ انجمن شرعی کے اس شاخ کے زیر اہتمام بمنہ بڈگام میں ایک وسیع اور بڑے امام باڑے کی بنیاد اگست ۲۰۰۸ء میں رکھی گئی ہے جس پر پچیس سے تیس کروڑ روپیہ خرچہ آنے کا اندیشہ ہے یہ امام باڑہ کشمیر میں موجود تمام امام باڑوں سے کافی بڑا ہے۔

مختصر یہ کہ اس انجمن کا بھی اپنا آئین نامہ ہے جس کے تحت اس انجمن کا بھی شعبہ تبلیغ، شعبہ تعلیم، شعبہ قضایا، شعبہ عزاداری، شعبہ نشر واشاعت، شعبہ معاشیات وغیرہ ہے تاہم بعض شعبے فی الحال متحرک اور فعال نہیں ہیں۔ اس کے زیر اہتمام چلنے والے مکاتب دینی کی تعداد (۴۱) ہے۔

۶۔ تحریک مکاتب امامیہ کشمیر اور تنظیم المکاتب

سال ۷۸۔۱۹۷۷ء کے دوران قوم کے ایک دانشور ''غلام علی گلزارؔ'' نے قوم کی دینی زبوں حالی دیکھ کر یہ احساس کیا کہ قوم کی مروّجہ تعلیم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ''اندھیرے کو کوسنے سے بہتر ہے شمع روشن کرنا'' کا نعرہ بلند کر کے آپ نے اکتوبر ۱۹۷۸ء میں تحریک امامیہ کی درج ذیل نصب العین کے ساتھ باضابطہ بنیاد ڈالی۔

۱۔ بچوں کو قرآن ودینیات سے روشناس کرانے کے لئے مکاتب امامیہ قائم کرنا۔

۲۔ نونہالوں اور نوجوانوں میں سوچنے، سمجھنے اور بیان کرنے کی صلاحیت کو تقویت دینا۔

۳۔ دارالمطالعہ قائم کرنا اور اجتماعی مباحثے کی مجالس منعقد کرنا۔

۴۔ مساجد کی معنوی اور مادی آبادکاری کی کوشش کرنا اور دوسرے معابد وشعائر اسلامی کے صحیح استعمال کی نشاندہی کرنا۔

۵۔ متعلقہ بستیوں میں امور خیر اور عمومی فلاح کی تحریک چلانا۔

محلہ حسن آباد (سرینگر) سمیت وادی کے چند علاقوں اور تحصیل اوڑی میں مکاتب امامیہ کی داغ بیل ڈالنے کا کام شروع کیا گیا۔ مکاتب کے قیام کے ساتھ ساتھ تحریک کے دوسرے اہداف کی جانب متعلقہ علاقہ جات کی مجموعی صورت حال اور ضرورت کو مدنظر رکھ کر اقدامات کئے جاتے رہے۔ وسط ۱۹۸۰ء تک ادارہ ''اصلاح'' کھجوا بہار سے مکاتب میں تدریس کے لئے دینیات کتب سیٹ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

منگائے گئے اوڑی کے چند مکاتب کے لئے ابتدائی مرحلہ میں ایجوکیشنل ٹرسٹ سے ماہانہ امداد حاصل کی گئی اور خصوصی فنڈ بھی اوڑی کے امور کے لئے قائم کیا گیا (۱)

فروری ۱۹۸۰ء میں انہوں نے ادارہ تنظیم المکاتب (لکھنؤ) کے بانی اور سیکرٹری جناب مولانا سید غلام عسکری (طاب ثراہ) کو مکاتب کے لئے مالی امداد اور کتب کی فراہمی اور نگرانی کے لئے ایک مفصل خط لکھا۔ اپریل ۱۹۸۰ء میں بقول غلام علی گلزآر ادارہ کے پہلے انسپکٹر مولانا سید ماہر حسین وارد کشمیر ہوئے اور مئی ۱۹۸۰ء میں تنظیم المکاتب نے باضابطہ طور پر مکاتب کی سرپرستی قبول کرلی۔ پھر اپریل ۱۹۸۱ء میں بمقام حسینی ہال ناؤپورہ سرینگر ادارہ کا ایک بھرے اجلاس میں تعارف کرایا گیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۸۱ء کو ابتدائی دور کے تحریکی معاونین کے اجلاس میں (بمقام حسن آباد) مکاتب کے الحاق و امداد کی نگرانی اور اہتمام کے لئے "معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ غلام علی گلزآر اس کے نگران سیکرٹری مقرر ہوئے اور حسب ذیل اشخاص کو ارکان کے طور پر منتخب کیا گیا۔ فدا حسین جو، سید احمد بیدار، نثار حسین راتھر، سید اعجاز حسین، سید حبیب اللہ رضوی، غلام حیدر راتھر، حکیم اشرف علی، سید علی رضوی (گنڈ) غلام محی الدین ڈار (ہانجی ویرہ) کاروان بڑھتا گیا اور مکاتب قائم ہوتے گئے۔ پہلا مدرسین تربیتی کمیپ مصطفیٰ نگر (گگرپورہ) ناربل میں قائم ہوا (۲)

ادارہ تنظیم المکاتب ہند کے زعماء علماء ۱۹۸۹ء تک برابر دینی تعلیمی کانفرنسوں میں آتے رہے۔ ۱۹۹۰ء سے نامساعد حالات کی وجہ سے ادارہ کے مرکزی زعماء وانسپکٹران ۱۹۹۷ء تک کشمیر نہ آسکے۔ اس دوران تقریباً ۳۰۰ مکاتب وادی، لہہ اور کرگل میں قائم ہو چکے تھے اور چھ سو کے قریب مدرسین نے تربیتی کورسز میں شرکت کی تھی۔ ۱۲ ہزار کے قریب بچے مکاتب میں زیر تعلیم تھے۔ یہ تعداد ۲۰۰۴ء تک ۱۹ ہزار ہوگئی تھی۔ ان برسوں کے دوران چونکہ مسلسل مکاتب کے قیام اور نگرانی کی طرف خصوصی توجہ مرکوز کی گئی اس لئے یہ تحریک "تحریک مکاتب امامیہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ ہر چند کہ نامساعد

۱۔ دستی نوٹ از غلام علی گلزآر۔

۲۔ بحوالہ "عکس تحریک" نشریہ جنوری ۱۹۹۴ صفحہ ۴۶۔۴۷)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حالات کے دوران بھی کماحقہ مکاتب کے علاوہ دوسرے اہداف کو آگے بڑھایا جا تا رہا(۱)

فروری ۱۹۸۹ء میں گلزار صاحب نے مقامی اموراور اصلاحات و بیداری مہم اگلے پروگرام کے طور پر نشریہ ''خطوط تحریک'' کے ذریعہ تحریک کے تیسرے مرحلہ کے لئے پروگرام کا اعلان کیا(۲)

مارچ ۱۹۹۴ء میں تحریکی اہداف کو مجتمع کر کے ۱۴ نکاتی پروگرام اجرا کیا گیا ''تحریک مکاتب امامیہ کشمیر'' مجالس روابط، مذاکرات اور سرکیولروں کے ذریعے ان امور کی جانب محرکات کو اجاگر کرتی رہی۔ اس دوران نونہالان اور خواتین کے جلسات مختلف علاقوں میں منعقد کئے جاتے رہے۔ طلاب کے لئے مختلف اداروں، کالجوں، ٹکنیکی انسٹیچوٹوں، ٹرینگ کورسوں کے قواعد وضوابط وطریق کار کی جانکاری پر مشتمل کتابچہ بعنوان ''مشعل راہ'' شایع کیا گیا۔ سٹوڈنٹس گائیڈنس سیل کے ذریعے علی گڑھ اور کئی دینی و مروّجہ اداروں میں سہولت اور راہنمائی کے لئے رابطے کئے گئے بعض فلاحی ذرایع کو مستحق بے روزگار نوجوانوں کے لئے کام فراہم کرنے کی جانب متوجہ کیا گیا۔ موقتی تجوید، عازمین حج، تجہیز و تکفین نیز خواتین کے لئے علیٰحدہ طور پر زنانہ کیمپ منعقد کئے جاتے رہے۔ اوڑی کے بعد کرناہ سمیت متعدد دوسری چھوٹی عقب ماندہ بستیوں میں دینی بیداری کا کام شروع کیا گیا ولایت فقیہ، کربلا شناسی اور وحدت اسلامی کے موضوعات پر کامیاب خطاباتی اور مذاکراتی جلسے منعقد کئے گئے نیز ذکر حسینؑ کے ساتھ فکر حسینؑ کی ہم آہنگی کا احساس دلایا جا تا رہا۔

معاون کمیٹی کے ارکان نے دامے، درہمے، قدمے اور سخنے سخت جانفشانی وقربانی دے کر نظم اور ڈسپلن کے ساتھ کام کیا اور سنگلاخ زمین اور مسموم فضا میں دین فہمی، اتحاد اسلامی کی اقدار اور مذہب امامیہ کی حقانیت کو واضح کرنے میں اہم کارنامہ انجام دیا۔ پس ماندہ بستیوں میں ہزاروں لوگوں کو خوف و جہالت کے ماحول سے نکالا گیا۔ غرض یہ کہ بےلوث ممبران اور قیادت کی وجہ سے اس تحریک نے یہاں بہت ترقی کی۔

۱۔ دستی نوٹ از غلام علی گلزار۔

۲۔ خطوط تحریک ص 41، محققین مرحلہ دوم کے پروگرام کا مطالعہ کرنے کے لئے مذکورہ کتاب اور دوسری نشریات کی طرف مراجعہ کر سکتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

غلام علی گلزار ۱۹۸۷ء سے تحریک کی نگرانی اور مکاتب کی شرعی نظارت کرتے رہے اور بحیثیت نگران سیکرٹری معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر مئی ۱۹۸۱ء سے وسط ۱۹۹۴ء تک پھر ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۴ء تک انتظامات چلاتے رہے۔ درمیانی عرصہ میں سید کفایت حسین رضوی اور سید احمد بیدار نے بھی نگران سیکرٹری کی حیثیت میں فرائض انجام دیئے ہیں۔

نشریہ ''خطوط تحریک'' (فروری ۱۹۸۹ء) میں تحریک کے تیسرے مرحلے کے لئے پروگرام پیش کرنے کا جو ذکر کیا گیا تھا اس کو برسوں تک نامساعد حالات کی وجہ سے عملی جامہ پہنایا نہ جاسکا۔ چنانچہ اپریل ۲۰۰۴ء میں پہلے سرکیولر کے ذریعہ پھر مئی میں تحریک مکاتب امامیہ کے جشن ''سیمین'' کے موقعہ پر اس تحریک کو شعبہ جاتی نظام میں منظّم کرنے کے حوالے سے نشاندہی کی گئی۔ مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد چند ارکان نے شعبہ جاتی نظام میں تحریک کو منظّم کرنے کی مخالفت کی جس کی وجہ سے تحریک کے تیسرے مرحلے کو آگے بڑھانا کشمیری اعتبار سے فی الوقت تعطل کا شکار ہے(۱)

یہ ادارہ اگرچہ نہایت منظّم اور قواعد وضوابط کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تنظیم کے بعض ممبران افراط وتفریط کے شکار ہوگئے ہیں (۲) لکھنؤ (ہندوستان) اور کشمیر دونوں جگہ تنظیم المکاتب کے سربراہان میں آج کل کافی اختلافات پائے جاتے ہیں، جس سے اس قومی اور ملی تنظیم کی ساکھ کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ زمانے کے تقاضوں کے حوالے سے بھی اس تنظیم میں کچھ مشکلات پائے جاتے ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے مثلاً:۔

ا۔ان مدارس میں بچوں کو وہ مسائل اور چیزیں سکھائی جاتی ہیں جو ان کی فکری سطح سے اونچی ہیں مثلاً ان بچوں کو نابالغی کے زمانہ میں بلوغ کے مسائل سکھائے جاتے ہیں چونکہ وہ بچے پنجم پاس یعنی فارغ التحصیل ہونے کے بھی نابالغ ہی ہوتے ہیں، اس طرح یہ زبردست محنت ایک طرح سے رایگاں ہوجاتی ہے(۳)

ا۔ بحوالہ نشریہ پس منظر پیش منظر دسمبر ۲۰۰۴ء تحریک مکاتب امامیہ کی تجدید" ستمبر ۲۰۰۷ء وغیرہ) خطوط تحریک، نقوش راہ، نیز دیگر نشریات۔

۲۔ توضیح مسائل کو مختلف زبانوں منجملہ اردو میں بھی ترجمہ کیا گیا تو تنظیم المکاتب کے بعض ارکان اس کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمہ دانی کے نشہ میں اپنا ہوش کھو بیٹھے اور خیال کرنے لگے کہ اب کسی عالم دین کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

۳۔ سید ظہیر جعفری، تشیع در کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔ مکاتب کا سارا درسی مواد موجودہ تقاضائے زمان کے مطابق نہیں ہے۔ اس میں اصلاح و ترمیم کی ضرورت ہے۔

۳۔ بچوں کو سبق سمجھانے کے بجائے یاد کرنے اور رٹنے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

۴۔ ان مدارس میں بچوں کی نفسیات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی ہے جس کی وجہ سے بعض بچے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی دینی مسائل سے دور بھاگتے ہیں (۱)

۵۔ دوسرے مکاتب دینی کے ساتھ ساتھ تنظیم کے مکاتب میں بھی ایک زبردست خامی یہ ہے کہ یہاں بچوں کو پڑھانے کا درسی مواد بچوں کی مادری زبان کے بجائے اردو میں ہے ظاہر ہے کہ مادری زبان میں اصل مفہوم سمجھانے کے لئے بڑی محنت و توجہ کی ضرورت ہے۔

بچے پانچ سال تک کلاسوں کی کتابوں کو زبانی رٹنے کے بعد پاس کرتے ہیں۔ مادری زبان کشمیری ہونے کی وجہ سے وہ ان کتابوں کی کم ہی چیزیں سمجھتے ہیں چونکہ بہر حال یہ ایک فطری چیز ہے کہ چھ، سات، آٹھ اور فارغ التحصیل ہوتے ہوتے زیادہ سے زیادہ ۱۲۔۱۴ سال کے بچوں سے (جنہیں کشمیری سمجھانے میں بھی محنت درکار ہے) اردو سمجھنے کی توقع رکھنا بے جا ہے (۲) مذکورہ اشکالات کے باوجود یہ ادارہ کشمیر کے دوسرے تمام اداروں میں سے سب سے زیادہ منظّم، فعّال اور مؤثر ادارہ ہے۔

۷۔ انجمن معین الاسلام جموں و کشمیر

انجمن معین الاسلام کے ترجمان کے مطابق یہ تنظیم ۱۹۱۷ء میں تأسیس ہوئی۔ جس کے بانی مرحوم آقا سید جعفر موسوی تھے۔ ۱۹۳۷ء کے بعد اس تنظیم نے مرحوم آقا سید محمد موسوی کی سرپرستی میں

۱۔ سید ظہیر جعفری، تشیع در کشمیر۔

۲۔ راقم الحروف نے اگر چہ ابتدائی تعلیم انجمن شرعی شیعیان کے زیر اہتمام چلنے والے گاؤں کے مدرسہ میں ہی حاصل کی۔ تاہم آخری چند کلاس تنظیم کے مکتب میں بھی پڑھنے کی وجہ سے مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ بہت ساری چیزوں کو اگر چہ ہم نے یاد کر کے پاس کیا تھا لیکن اردو میں ہونے کی وجہ سے ان دروس کے معنی و مفہوم سے کماحقہ کئی سال بعد آگاہ ہوئے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اپنے امور میں مزید وسعت حاصل کی۔ ابتدا میں ایک مدرسہ ''مفتاح العلوم'' کے نام سے کھولا تھا جس میں بچوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ علم طب (حکمت) کا بھی درس دیا جاتا تھا لیکن بعد میں یہ مدرسہ حوزہ علمیہ دینی میں تبدیل ہوا جس سے کئی علماء کرام فارغ التحصیل ہوئے (۱)

انجمن کے ترجمان کے مطابق یہ حوزہ علمیہ مرور زمان کے ساتھ پھر ایک دینی مدرسہ میں تبدیل ہوگیا، علاقائی سطح پر اس تنظیم کے بھی کچھ دینی مکاتب ہیں یہ تنظیم دینی فعالیت کے علاوہ اب کبھی کبھی سیاسی فعالیت بھی انجام دیتی ہے جس کے تحت مختلف مناسبات سے تنظیم کے پروگراموں کو اجرا کیا جاتا ہے۔

۸۔ مجمع اسلامی کشمیر

اس تنظیم کی بنیاد دو تین سال قبل حوزہ علمیہ قم (ایران) میں مشغول کشمیری دینی طلباء نے ریاست کشمیر میں تبلیغ دین کے لئے رکھی ہے۔ ایک سال تک یہ تنظیم قم کی حد تک فعال اور متحرک رہی چونکہ اس تنظیم کا اصلی میدان عمل کشمیر تھا اس لئے ۲۰۰۷ء میں کشمیر میں بھی اس کو حوزہ علمیہ سے فارغ التحصیل شدہ طالب علموں کے ذریعہ متعارف کرایا گیا۔

اس تنظیم کے کئی شعبے ہیں جن میں شعبہ تبلیغات، شعبہ نشر و اشاعت، شعبہ مالیات اور شعبہ سیاست خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حوزہ علمیہ میں زیر تعلیم نیز فارغ التحصیل ہوئے طالب علموں میں سے تقریباً ۹۰ فیصد طالب علم بظاہر اس تنظیم کے ممبر ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد تقریباً اسی (۸۰) تک پہنچتی ہے۔ فی الحال تنظیم کا بنیادی مرکز کشمیر میں ہے اور قم میں مجمع کا ایک شعبہ اس کی نمایندگی کر رہا ہے۔

گوکہ قم ایران میں یہ تنظیم کسی حد تک فعّال اور متحرک ہے اور مجلّہ بشارت کے چند شماروں کے علاوہ کئی چھوٹے بڑے جزوے اور کتابچے بھی شائع ہو چکے ہیں، جن میں نئی صبح کے آثار نامی کتاب خاص طور سے قابل ذکر ہے لیکن جہاں تک یہاں کشمیر میں اس کی کارگردگی کا تعلق ہے ابھی تک تین چار سمیناروں کے علاوہ اس کی کوئی فعالیت نظر نہیں آئی ہے عدم فعالیت کی بنیادی وجہ اس کے اعضاء میں عدم ہم آہنگی اور فکری اتحاد کا فقدان ہے۔

۱۔ معین الاسلام جموں وکشمیر کا مختصر تعارف۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چونکہ اس تنظیم کو کسی خاص شخص، فرقہ اور گروہ سے بالاتر قومی مفادات کو مدنظر رکھ کر تشکیل دیا گیا تھا جس کے ساتھ تقریباً کشمیر کے اسی (۸۰) علمائے کرام وابستہ تھے، اس لئے کشمیری قوم کو اس تنظیم سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ تھیں اور وہ مجمع اسلامی ہی کو موجودہ صورت حال سے نجات دھندہ تنظیم سمجھنے لگے تھے لیکن بدقسمتی سے یہ تنظیم ابھی تک قوم کی امیدوں پر پوری نہیں اُتری ہے اور نہ ہی کوئی خاص فعالیت انجام دے کر اپنے وجود کو منوالیا ہے۔ کشمیر میں اس تنظیم کو فعّال اور متحرک بنانے کے لئے اس میں موثر اقدام کی ضرورت ہے۔ حکمت عملی اور مزید لائحہ عمل پر نظر ثانی سے شاید یہ مشکل آسان ہوسکے۔

شیعیان کشمیر کے دینی مدارس (حوزہ علمیہ)

۱۔ حوزہ علمیہ جامعہ باب العلم

تانترے پورہ/احمد پورہ میں مولانا فضل علی انصاری سے پہلے ان کے آباء واجداد جو مدرسہ چلاتے تھے اس کے بعد تقریباً سوسالہ وقفہ کے بعد یہ حوزہ علمیہ وجود میں آیا ہے اس کی بنیاد اس وقت کے انجمن شرعی شیعیان کے صدر حجۃ الاسلام آغا سید یوسف مرحوم کے ہاتھوں ۱۹۵۱ء مطابق ۱۳۷۰ھ میں رکھی گئی۔

موجودہ باب العلم سے پہلے مرحوم آغا صاحب کے والد محترم آغا سید محمد اپنے گھر میں مدرسہ امامیہ کی صورت میں تشنگان علوم کو سیراب کرتے تھے۔ پھر مرحوم آغا سید احمد (۱) کے عہد میں بھی طلاب ان کے یہاں علوم علم دین حاصل کرتے رہے جس میں الحاج شیخ امان اللہ ہونزوی بحیثیت مدرس معین کئے گئے تھے۔ اسی طرح الحاج محمد جان البردزی خود بھی آغا سید محمد کے پاس تعلیم حاصل کرتے تھے اور طلاب کو اپنے گھر میں درس دیتے تھے چنانچہ مرحوم آغا سید مصطفیٰ (۲) اور مرحوم آغا سید قاسم چھترگام وغیرہ اسی مدرسہ کے تربیت یافتہ تھے (۳) مگر اس کے باوجود وہ انفرادی نوعیت کا مدرسہ تھا اور شاذ ونادر ہی کوئی طالب علم وہاں آکر تعلیم حاصل کرسکتا تھا۔ آغا سید یوسف نے باضابطہ

۱۔ مرحوم آغا سید یوسف کے برادر بزرگ۔
۲۔ سابق صدر انجمن شرعی فرقہ مصطفوی۔
۳۔ مجلہ پندرہ روزہ شیعہ لکھنو ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طور پر ایک عظیم دینی درس گاہ کی سنگ بنیاد ڈالی اور اسے جامعہ "باب العلم" کے نام سے موسوم کیا۔ مدرسہ کا نظم ونسق خود آغا صاحب ہی سنبھالتے تھے۔

یہ مدرسہ دینی طالب علموں کو اس طرح تعلیم وتربیت کررہا تھا کہ انہیں پھر مزید تعلیم کے لئے حوزہ علمیہ عراق اور قم جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ مدرسہ میں جیّد علماء کو تدریس کے لئے رکھا گیا تھا اور طالب علموں کو عربی زبان میں بات چیت کرنے کو لازم وضروری قرار دیا گیا تھا۔ آغا صاحب نے آگے چل کر جامعہ باب العلم کو حکومتِ جموں وکشمیر کے محکمہ تعلیم سے رسمیت دلوادی جس کی رو سے جامعہ باب العلم کی سند آج بھی سرکاری تعلیمی اداروں میں رسمی اور قانونی مانی جاتی ہے۔

باب العلم کے قابل فخر کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ایک سو سے زائد مولوی فاضل نوجوان قوم کو دیئے (۱) آغا سید یوسف کے ساتھ مکمل تعاون کرکے اس دینی مدرسہ کی فعالیت میں ابتدائی مرحلہ کے اندر خصوصاً مولانا حکیم جلال الدین غازی (پرنسپل) کا کارنامہ قابل تعریف ہے۔

ا۔ ان سب کے اسمائے گرامی کا لکھنا ایک طویل فہرست کا متقاضی ہے جو اس عظیم دینی درسگاہ اور فقیہ المثال مرکز ایمان سے مستفید ہوئے ہیں۔ تاہم چند اسماء گرامی کا اجمالی ذکر مناسب ہوگا۔ چنانچہ ان میں استاد علامہ آغا سید باقر، مرحوم آغا سید محمد حسین (آغا سید مصطفیٰ مرحوم کے فرزند) آغا سید محمد فضل اللہ (انجمن شرعی فرقہ محمدی کے موجودہ صدر) آغا سید احمد، آغا سید محمود، آغا سید محمد مہوارہ، آغا سید ابراہیم مہوارہ، سید احمد پاٹواو، مولوی سبحان اوڈینہ الحاج مولوی محمد طالب بیگ، مولوی سید محمد انیس کاظمی، مولوی غلام رسول گنڈ ابراہیم، مولوی غلام حسین ڈار، گونچھی پورہ، مولوی یوسف گامدو، مولوی سید حسین موسوی گرند کلان، حکیم سید جعفر گرند کلان، سید محمد رضا رضوی ریشی پورہ، مولوی محمد امین رشی پورہ، سید ابوالقاسم، سید علی اکبر، سید محمد جواد پالر، سید محمد میر گنڈ، سید مصطفیٰ سلیمان، سید حسین وترونی محمد مقبول وانی، آغا سید مرتضی، آغا سید مہدی، آغا سید حسن، (موجودہ صدر انجمن شرعی شیعیان فرقہ مصطفوی)، آغا سید عباس بڈگام، حکیم محمد مقصود غازی، حکیم شوکت حسین مہوارہ، آغا سید حسن رضوی، سید رسول رضوی، سید محمد یٰسین رضوی مہوارہ، سید محمود رضوی بڈگام، غلام حسین راتھر بڈگام، صفدر علی بلتی، الحال شگن پورہ، مولوی محمد کاظم بڈگام، غلام حسین شیخ چھتر گام، وغیرہ کے علاوہ تبت کرگل، اسکردو دراس اور اوڑی کے طلبا کی تعداد بھی خاصی تھی، جن میں سے بعض قم میں بھی زیر تعلیم ہیں اور بعض عراق سے فارغ التحصیل ہوکر اپنے اپنے علاقوں میں دین مبین کی تبلیغ میں مصروف ہیں بحوالہ، جریدہ پندرہ روزہ شیعہ لکھنو جنوری ۱۹۹۲ء۔

یہاں پر یہ کہنا بھی مناسب ہوگا کہ راقم الحروف بھی جامعہ باب العلم کا طالب علم رہ چکا ہے اور وہیں سے حوزہ علمیہ قم کے لئے قبول (داخلہ) ہوا ہے کہ جو اس وقت یہاں زیر تعلیم ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔ جامعہ علمیہ امام رضاؑ

فروری ۱۹۷۹ء میں اسلامی انقلاب ایران کی کامیابی کے بعد جمہوریہ اسلامیہ ایران کی طرف سے امتِ اسلامی کو علوم اسلامی اور دین سے آشنا اور آراستہ رکھنے کے لئے دنیا بھر میں مختلف تعلیمی اقدام کیے گئے جن میں ایک قدم حوزہ علمیہ (دینی مدارس) کی تاسیس تھی۔

کشمیر کے بعض علماء بخصوص آقا سید مقصود علی رضوی نے یہاں ایک ایسے مرکز تحصیل علم و تبلیغات کو وجود میں لانے کی کوشش کی جو کسی سیاسی یا مذہبی گروہ کے ساتھ وابستہ نہ ہو اور آزاد طریقے سے مکتب اسلام کے احیاء اور ترویج مکتب اہل بیتؑ کے لئے کام کرے۔ علماء کے اس ارادہ اور خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے میں ایرانیوں نے اس کام میں بھرپور ساتھ دیا جس کے تحت سرینگر باغوان پارہ میں ایک کرایہ کے مکان میں اس حوزہ علمیہ کا افتتاح کیا گیا۔ اس کے بعد گنڈ حسی بٹ کے لوگوں نے مدرسہ کی مستقل عمارت کے لئے ایک وسیع اراضی رقبہ مدرسہ مذکورہ کو وقف کیا۔ پھر مدرسہ بنانے میں بھی تمام شیعوں نے دل کھول کر ساتھ دیا۔

۱۹۹۰ء میں یہ مدرسہ باغوان پورہ سرینگر سے گنڈ حسی بٹ منتقل ہوا اس حوزہ علمیہ میں سینکڑوں جوان تحصیل علم کے لئے آئے اور تقریباً ۳۰ سے ۴۰ طلاب مزید تحصیل حاصل کرنے کے لئے قم اور نجف اشرف تشریف لے گئے (۱) اس میں وادی کشمیر کرگل اور لداخ کے طلاب بھی شامل تھے۔

مدرسہ میں طالب علموں کے لئے ہر قسم کی سہولت دستیاب ہے۔ تقریباً ۱۵ کنال زمین پر محیط اس مدرسہ میں طالب علموں اور اساتید کی رہنے کے لئے شاندار رہائش گاہیں ہیں۔ اس کے علاوہ طلاب کے لئے یہاں ایک خوبصورت مسجد، مناسب کلاس رومز، سیر و تفریح کے لئے ایک اچھا اور خوبصورت پارک بھی ہے۔ یہاں پر اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ کچھ مثبت اور مؤثر کام کرنے کے باوجود قوم کو جو امیدیں اس مستقل ادارہ سے وابستہ تھیں تقریباً بیس سال کے عرصہ کے بعد بھی وہ پوری نہیں ہو رہی ہیں۔

۱۔ جن میں سے تقریباً دس پندرہ مدرسہ ہذا سے ہی قبول ہو کر گئے بقیہ اکثر اپنی ذاتی خرچہ پر گئے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کروڑوں روپیوں کی لاگت سے بننے والے اس ادارے سے قوم کی توقعات اس کی موجودہ فعالیت سے کہیں زیادہ تھیں۔ فرقوں سے غیر وابستہ ہونے کی وجہ سے یہ ادارہ قوم کے لئے کافی مفید واقع ہوسکتا تھا اور قوم کی بہت ساری مشکلات کا مداوا کرسکتا تھا لیکن مختلف دلائل کی بنا پر یہ ادارہ ایک دینی مدرسہ کی سطح سے آگے نہ بڑھ سکا۔ کشمیر کے اطراف واکناف سے اس میں طلاب ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے لئے فعالیت اور کارکردگی کے کافی مواقع تھے اور اگر منظم اور منصوبہ بندی سے کام کیا جاتا تو یہ حوزہ علمیہ ایک بڑے علمی، تہذیبی، ثقافتی، دینی، اجتماعی مرکز میں تبدیل ہوسکتا تھا۔

یہ حوزہ علمیہ آج شیعوں کا دینی، تبلیغی، تہذیبی، ثقافتی شعبہ کا مرکز ہونا چاہیے تھا اور یہاں ایسا تبلیغی نظام ہونا چاہیے تھا کہ یہیں سے کشمیر کے شہروں اور دیہاتوں کے لئے مبلغین اعزام ہوتے اور شیعہ ائمہ جمعہ و جماعت، عیدین، جنازہ، عقد و نکاح، قضایا کے لئے اسی مدرسہ کی طرف رجوع کرتے نیز اس ادارہ سے ایک نہیں بلکہ کئی جریدہ اور رسائل بچوں، خواتین، نوجوانوں اور جوانوں وغیرہ، شائع ہوتے اور نشر واشاعت کا سارا کام یہیں سے انجام دیا جاتا۔ اس کے علاوہ مدرسہ سے فارغ تحصیل ہوئے طلاب میں ایک ہم آہنگی ہونی چاہیے تھی تاکہ وہ تبلیغ کے سلسلہ میں مشترکہ اہداف پر کام کرتے اور ایک دوسرے سے رابطہ کے لئے ان کے پاس وسائل ہوتے۔ مختصر یہ کہ یہ ادارہ فقط ایک مدرسہ میں محصور نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ اس مدرسہ کو آج ایک وسیع تحریک میں بدل جانا چاہیے تھا۔

لیکن اپنے تمام تر وسائل اور مالی فراوانی کے باوجود یہ ایک معمولی مدرسہ ہوکر رہ گیا جس کا عام شیعوں سے کوئی خاص رابطہ نہیں ہے۔ مدرسہ کی وسعت (۶۲ کمرے) کو پیش نظر اس مدرسہ میں کم از کم ۲۵۰ طالب علم سما سکتے تھے۔ لیکن اس وقت یہاں صرف ۳۰، ۳۵ طالب علم زیر تعلیم ہیں جن کی اکثریت کرگلی طلاب پر مشتمل ہے مدرسہ میں موجودہ طلاب کے لئے گیارہ اساتید کا انتظام رکھا گیا ہے یہ مدرسہ ایران کے سازمان مدارس اور موجودہ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ کے تعاون سے چل رہا ہے۔

کافی عرصہ سے مدرسہ کا سارا نظم وانتظام، حساب وکتاب اور دیگر تمام امور ہمیشہ مدرسہ کے موجودہ مسئول کے ہی ہاتھوں میں رہنے کی وجہ سے قوم میں اس قومی اور ملی ادارہ کو ''ارثی ملکیت'' میں تبدیل ہوجانے کے اندیشے ظاہر ہورہے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۔ جامعہ امامیہ

یہ حوزہ علمیہ ۲۰۰۰ء میں معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر کی سرپرستی میں وجود میں آیا تھا۔ تین سال کی مختصر فعالیت کے دوران اس مدرسہ کے توسط سے بعض طالب عالموں کو حوزہ علمیہ قم میں پذیرش کروائی گئی تھی۔ لیکن ۲۰۰۶ء میں یہ حوزہ علمیہ نامعلوم وجوہ کے سبب بند کردیا گیا جس سے قوم میں کافی بے چینی پھیل گئی تھی اس کے علاوہ تحریکی امور میں بھی انحطاط آنے لگا، معاون کمیٹی کی اعتباریت میں عدم اعتبار کا احساس ہونے لگا۔

۴۔ جامعۃ الزہراؑ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامی انقلاب ایران سے پہلے کشمیر کے شیعہ سماج میں بظاہر کوئی ایسی عالمہ دین یا معلّمہ نہیں گزری ہے جس نے مسجدوں، امام باڑوں، کانفرنسوں اور سمیناروں میں دین اسلام اور تشیع کی تبلیغ کی ہو۔ ہاں اگرچہ بعض علمائے کرام سے تعلق رکھنے والی خواتین اچھی خاصی پڑھی لکھی موجود تھیں لیکن شیعہ سماج میں ان کی ایک خاص عزت ومنزلت ہونے کی وجہ سے وہ بیرونِ خانہ تبلیغ کرنے کے بجائے گھروں ہی میں خواتین کو قرآن واحکام کا درس دینے پر اکتفا کرتی تھیں۔

شیعہ سماج میں خواتین عالمہ دین نہ ہونے کی وجہ سے بہت ساری خواتین جہالت اور ناخواندگی میں غرق تھیں۔ شیعہ سماج میں بہت کم خواتین تعلیم قرانی سے واقف تھیں اس لئے بچیوں کی تعلیم و تربیت کا احساس لڑکوں سے بھی زیادہ ہورہا تھا۔

لڑکیوں میں دینی تعلیم کے چراغ جلانے کے لئے پہلے سید مقصود علی رضوی نے سازمان مدارس ایران کے تعاون سے ایک حوزہ علمیہ کی بنیاد جامعۃ الزہراؑ کے نام سے رکھی۔ یہ حوزہ علمیہ پہلے کئی سال تک جامعہ امام رضاؑ کے جوار میں ہی جامعہ کے اساتید کی رہائش گاہوں میں چلتا رہا یہاں تک کہ اس کے لئے ایک اپنی اچھی بلڈنگ ''شریف آباد'' سرینگر میں خریدی گئی۔

اس دینی مدرسہ میں آج بھی تیس چالیس قوم کی بچیاں زیر تعلیم ہیں اور آج تک کم از کم بیس پچیس بچیاں اس حوزہ علمیہ سے فارغ التحصیل ہوکر اعلیٰ تعلیم کے لئے حوزہ علمیہ ایران کے جامعۃ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

الزہراؑ میں داخلہ لے چکی ہیں۔ جن میں سے بہت ساری بچیاں یہاں کا کورس بھی مکمل کر کے آج قوم کی خواتین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اس قومی اور ملی مدرسہ کے سارے انتظامات، حق نصب وعزل، حساب وکتاب بھی جامعہ علمیہ امام رضا کے مسئول سید مقصود علی رضوی کے پاس موجود ہیں اور یہ مدرسہ بھی جامعہ المصطفیٰ ایران کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔

۵۔ حوزہ علمیہ مکتبۃ الزہراؑ

یہ حوزہ علمیہ تقریباً آٹھ دس سال پہلے انجمن شرعی شیعیان کشمیر کے صدر آغا سید حسن الموسوی الصفوی کی ذاتی کوششوں سے وجود میں آیا۔

اس کے لئے حسن آباد سرینگر میں ایک اچھی اور مناسب بلڈنگ وہاں کے معروف امام باڑے کے سامنے بابا حسن نجار کی قدیم خانقاہ کی جگہ تعمیر کی گئی ہے اور مدرسہ کے مسئول استاد آغا سید تقی موسوی ہیں۔

بچیوں کو علوم دینی سے بہرہ مند کرنے کے لئے یہاں ان (سید تقی موسوی) کے علاوہ اور بھی کئی خواتین اساتذہ مقرر کی گئی ہیں۔ اس مدرسہ میں بھی دسیوں بچیوں نے آج تک تعلیم حاصل کی ہے اور آج اپنے اپنے علاقوں میں مشغول خدمت ہیں اور بعض بچیاں یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر جامعۃ الزہراؑ ایران میں بھی داخلہ لے چکی ہیں اور اعلیٰ تعلیم کی حصولی میں مشغول ہیں۔

کشمیر میں عزاداری کی تاریخ

ریاست جموں وکشمیر میں محرم الحرام کا مقدس مہینہ روایتی اسلامی طریقے سے منایا جاتا ہے۔ امام حسینؑ سے عقیدت کے بارے یہاں کے لوگوں کی بلا مبالغہ ایک منفرد حیثیت ہے۔ کشمیر میں عزاداری کی رسم اور کشمیری مرثیہ اور عزاداری کی ابتدا آٹھویں صدی ہجری میں سلطان سکندر کے عہد میں ہوئی (۱) ایام محرم میں خانقاہوں، مسجدوں اور گھریلو مجالس میں مرثیہ پڑھے جاتے تھے لیکن تعزیہ اور ذوالجناح کے جلوس نکالنے کا رواج نہیں تھا۔

۱۔ عزاداری کے جلوس اور اتحاد المسلمین ایک تاریخی مطالعہ شعبہ نشر واشاعت اتحاد المسلمین۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کاجی چک (۹۲۴ھ) کے دور میں کشمیر میں زڈی بل میں پہلا امام باڑہ تعمیر کیا گیا اور طویل عہد تشدّد گزر جانے کے ساتھ ساتھ کشمیر کے دیگر علاقوں میں بھی امام باڑے تعمیر کئے گئے۔ ان امام باڑوں میں عزادار محرم کے ایام میں حضرت امام حسینؑ کی مجالس عزا اور مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ مغل اور بخصوص افغان شہنشاہی دور میں عزاداری پر پابندی لگادی گئی اس لئے عزاداری کی رسم گزشتہ ایام کی طرح صرف چند محدود امام باڑوں اور خانقاہوں میں ہی برقرار رہی۔ جب افغان دور میں مظالم کا طوفان مزید بڑھتا گیا تو شیعیان اہل بیتؑ کے لئے اعلانیہ ماتم و گریہ کرنا ناممکن سا بن گیا تھا اور عزاداری ثابت ہونے پر اس کی سزا صرف موت تھی۔ اس لئے شیعوں نے امام حسینؑ کا ماتم کرنے کے لئے کہیں کہیں مکانوں میں تہہ خانے بنا رکھے تھے اور یہیں پر چند اشخاص ایام محرم میں جمع ہو کر مخفیانہ طور پر مرثیے پڑھتے تھے اور خاموشی سے گریہ و ماتم کرتے تھے۔ تہہ خانوں سے باہر بھی بعض افراد کو اس کی نگہبانی کرنے کے لئے معین کرتے تھے تاکہ آواز باہر نہ نکلنے پائے۔ ڈوگرہ حکومت میں انگریزوں کے طفیل میں شیعوں کو بھی مذہبی آزادی حاصل ہوئی اور وہ بھی ایام محرم میں گھریلو مجلسوں کے علاوہ امام باڑوں میں کھلم کھلا مرثیے پڑھنے اور ماتم کرنے لگے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں حکومت کی مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ جب شیعہ قوم کے بعض دانشوروں من جملہ سید حسین شاہ جلالی، اور منشی محمد اسحاق حاجی جعفر خان، سید حسین وغیرہ نے اپنے ہم قوم بھائیوں کے دوش بدوش زمانہ کی چیرہ دستیوں کے خلاف لڑنا شروع کیا تو یہاں کے اکثریتی فرقہ نے رواداری کا مثالی ثبوت دیا جس کی وجہ سے اتحاد بین المسلمین کی ایک صاف اور ہر طرح کی تعصب سے پاک فضا پیدا ہوئی جس میں شیعہ مزید آزادی سے محرم منانے لگے۔

عزاداری ہی گزشتہ ایام میں تقریباً ہماری ساری تبلیغ تھی اور اسی عزاداری کے ذریعے سے ہی ہمارے اسلاف کو متدین رکھنے اور احکامات الٰہی سے متعارف کرانے میں ان کا کافی رول رہا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ یہ امام حسینؑ کی عزاداری اور ان کی مجلسیں ہی ہیں جنہوں نے مذہب تشیع کو کشمیر میں باقی رکھا تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ مرثیے ان کے خون میں رچے بسے ہوئے ہیں جس میں کسی خدشہ کو وہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں یہاں کے شیعہ اگرچہ زندگی کے تمام میدانوں میں پسماندہ ہیں لیکن ائمہ معصومینؑ مخصوصاً حضرت امام حسینؑ کی عزاداری میں ماتم اور مجالس برگزار کرنے میں وہ بے مثال ہیں۔

کشمیری شیعہ امام حسینؑ کی عزاداری کے سلسلے میں کافی حساس ہیں اور اس کے لئے خاص تقدس اور مقام و شرف کے قائل ہیں وہ عزاداری کی راہ میں کوئی چیز خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں اور وہ امام حسینؑ کی مجالس پر اتنا پیسہ خرچ کرتے ہیں کہ یقین کے ساتھ یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ اپنی تعداد اور استطاعت کے لحاظ سے دنیا کی کوئی قوم امام حسینؑ کی عزاداری پر اتنا سرمایہ خرچ نہیں کرتی ہوگی (۱)

کشمیری شیعوں نے اگرچہ حکومت کی ہر محرومی اور امتیازی سلوک کو سر خم ہو کر تہہ دل سے قبول کیا لیکن عزاداری کے سلسلے میں وہ حکومت کے سامنے بھی خاموش تماشائی نہیں بنے رہے۔ انہوں نے حکومت کو محرم کے ایام میں کم از کم دو دنوں ریڈیو سے امام حسینؑ کے نوحے اور مرثیے نشر کرنے کے لئے مجبور کر ہی دیا۔ اس کے علاوہ کشمیر کے دار الحکومت ''سرینگر'' کے وسط شہر میں محرم کے دنوں میں دو تین مقامات سے جلوس عزا اور ذوالجناح نکالنے کی اجازت دینے پر حکومت کو مجبور کیا۔

یہاں شیعوں کی عزاداری اور مجالس صرف محرم کے دس دنوں سے ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ ان کی مجالس کا سلسلہ پورے سال خصوصاً گرمیوں کے تین چار مہینے تک باقی رہتا ہے۔

کشمیر میں مجالس حسینی کا طریقہ کار

کشمیر میں محرم کے علاوہ گرمیوں میں بھی بہت زیادہ مجالس حسینیؑ کا انعقاد کیا جاتا ہے جس کا اہتمام اکثر موجودہ فرقوں کے رؤسا کرتے ہیں۔ فرقوں کے رؤسا ہر ہفتے ایک یا کبھی کبھی دو گاؤں یا شہروں میں ان مجالس کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس طرح گرمیوں کے ہر ہفتے میں مجموعی طور پر مختلف علاقوں میں کم از کم پانچ چھ مجالس حسینیؑ برگزار ہوتی ہیں۔ ہر فرقہ کا رئیس اپنے اپنے طرفدار اور حامی گاؤں میں ان مجالس

۱۔ یعنی اگر پندرہ لاکھ کشمیری شیعہ کے مقابلے میں دنیا میں بسنے والے اور پندرہ لاکھ شیعہ قرار دیے جائیں تو کشمیری شیعہ ہی کئی گنا پیسہ دوسروں پندرہ لاکھ شیعہ کے مقابلے میں خرچ کرتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کو منعقد کرتا ہے اور کبھی ایک ہی گاؤں میں دو یا تین فرقہ والوں کے حمایتی ہونے کی وجہ سے دو یا تین بار یہ مجالس منعقد ہوتی ہے۔

ان مجالس میں شیعہ خصوصاً اس فرقہ کے طرفدار کشمیر کے کونے کونے سے شرکت کرتے ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ جس گاؤں میں یہ مجالس منعقد ہوتی ہیں وہاں کے لوگ خصوصاً مجلس برگزار کرنے والے کے طرفدار مجلس میں شرکت کرنے والے شیعوں کے لئے کئی قسم کے لذیذ کھانے تیار کئے جاتے ہیں۔ شیعہ قوم کے یہ فراخ دل مؤمنین مجلس میں شرکت کرنے والوں کا خوشی خوشی استقبال کرتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں کھلانے پلانے میں سبقت کرتے ہیں۔

یہ مجالس صبح آٹھ نو بجے سے شام ۵، ۶ بجے تک جاری رہتی ہیں۔ ان مجالس کے لئے فرقہ والوں کے مخصوص ذاکرین ہوتے ہیں دوسرے فرقہ کا کوئی ذاکر ان میں مرثیہ نہیں پڑھ سکتا ہے۔ یہ ذاکرین اپنی اپنی باری سے مرثیہ پڑھتے ہیں۔ یہاں پر یہ تذکرہ ضروری ہے کہ کشمیری شیعوں کے مرثیہ پڑھنے کا اپنا ایک منفرد انداز ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ہے۔ یہاں مجلس میں لوگ ایک گول دائرے کی شکل میں زانوئے ادب تہہ کر کے بیٹھتے ہیں اسی میں ذاکر اہل بیتؑ کھڑا ہو کر مرثیہ خوانی شروع کرتا ہے۔ ذاکر کے ذریعے پڑھے جارہے مرثیہ کو آدھے بند سے ہی لوگ ذاکر کے ساتھ اونچی آواز میں مرثیہ پڑھنا شروع کرتے ہیں جس کی آواز بہت دور تک جاتی ہے۔ ان مرثیوں اور مجلسوں میں مصائب امام حسینؑ بیان کرنے کے وقت کافی گریہ ہوتا ہے اور دسیوں آدمی کھڑے ہو کر امام حسینؑ کے غم میں سر و سینہ پیٹتے ہیں۔

دن بھر آٹھ دس ذاکروں کے باری باری مرثیہ پڑھنے کے بعد شام ۵، ۶ بجے فرقہ کا رئیس ۴۰، ۵۰ منٹ مجلس پڑھتا ہے جس کے ساتھ ہی مجلس اپنے اختتام کو پہنچتی ہے اور یہیں پر آئندہ مجلس کے زمان و مکان کا لوڈ اسپیکر پر اعلان کیا جاتا ہے۔

ا۔ یعنی مومنین کے آنے جانے، ان کے کھلانے پلانے، مجلسوں کے باہر لگے ہوئے بازاروں سے گھر والوں کے لئے تبرک لینے نیز فرقہ والے کو ہدیہ دینے پر کم از کم دس لاکھ روپیہ خرچ آتے ہیں اور اگر شرکت کرنے والوں کے ایک دن کے کام کاج کا حساب بھی کیا جائے تو اس میں مزید کئی لاکھ روپیوں اضافہ ہوں گے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس قسم کی مجالس میں ہر بڑی مجلس پر مجموعی طور سے کم از کم دس لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں (ا) ہفتہ میں پانچ چھ جگہوں پر ایسی مجالس ہونے کی وجہ سے کشمیری شیعہ ہفتہ میں کم از کم ۵۰ لاکھ روپیے عزاداری پر خرچ کرتے ہیں۔ مہینے بھر حساب کرنے سے یہ رقم ڈھائی کروڑ روپیہ تک بھی پہنچتی ہے یہاں تک کہ گرمیوں کے اواخر اور خزان کے اوائل تک یہ رقم دس کروڑ روپیوں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔

لیکن یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس دور میں ان مجالس کے طرز برگزاری سے قوم کو بہت کم فائدہ پہنچ رہا ہے۔ ان مجالس میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے اصلاح کی صورت میں یہ مجالس قوم کے لئے اجتماعی اعتبار سے بہت مفید واقع ہو سکتی ہیں ورنہ خدانخواستہ زوال سے ہمکناری کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

مجالس سے صحیح مقصد حاصل کرنے کی راہیں

مجالس حسینیؑ سے صحیح استفادہ کرنے کے ضمن میں کچھ جملات لکھنے سے پہلے مقدمتاً یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی سنجیدہ انسان دنیا کے عظیم محسن انسانیت کے یوم شہادت کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اہل وعیال پر ڈھائے گئے بے پناہ مصائب پر کیسے اعتراض کر سکتا ہے؟ لیکن امام مظلوم پر رونے والوں کو یہ سوچ لینا چاہیے کہ امام حسینؑ کی یاد میں مرثیہ پڑھنے، مجالس برگزار کرنے نیز ماتمی دستے وجلوس نکالنے پر ہی ان کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی، بیشک ائمہ معصومین (علیہم السلام) کے مصائب پر آنسو بہانا جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مطلوب مستحسن عمل بھی ہے جس کے لئے ائمہ معصومین (علیہم السلام) نے بے حد تاکید بھی کی ہے لیکن رونے رلانے سے آگے بھی قدم بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ ائمہ معصومین (علیہم السلام) کی سیرت کو اسوہ عمل بنا کر پیش کیا جائے۔

ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ ہم حسنؑ و حسینؑ، عباسؑ و قاسمؑ نہیں بن سکتے لیکن ان کے اصحاب جن پر امام زمانہؑ درود بھیجتے ہیں ان جیسا بننے میں ہمارے درمیان کونسی رکاوٹیں حائل ہیں؟ وہ تو گزرے ہوئے زمانے کی شخصیتیں تھیں، ہم موجودہ دور کی شخصیتوں من جملہ امام خمینیؒ، ولی امر مسلمین حضرت آیۃ اللہ امام خامنہ ای، (مدظلہ العالی) سید حسن نصر اللہ پر کیوں نظر نہیں ڈالتے آخر ان میں کون سی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے دنیا کو اپنا فریفتہ بنالیا ہے؟

کشمیر کے معروف دانشور مرحوم منشی اسحاق صاحب شیعوں کی اسی غفلت شعاری نیز فکر حسینیؑ کی ارتقاء کے بجائے ذکر حسینؑ پر ہی اکتفا کرنے سے دل برداشتہ ہو کر اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں ''کیا میں یہ لکھنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ اگر صاحب العصرؑ کی غیبت صغریٰ کا باعث مخالف بنے ہیں تو غیبت کبریٰ کی وجہ ہماری کمزوریاں ہیں'' (۱) وہ آگے شیعوں سے مخاطب ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ''اے شیعو! کیا تم اہل بیتؑ کے زبانی طرفدار ہو؟ تمہاری محبت مجالس کی حد تک محدود ہے؟ کیا کشمیر کے شیعوں کے واسطے اس سے بھی بدتر زمانہ آئے گا؟ (۲)''

بہر حال ان عظیم اجتماعات سے شیعہ بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں من جملہ حکومت سے اپنے محروم رکھے گئے حقوق کی بازیابی کی تحریک بھی چلا سکتے ہیں (۳) اس کے علاوہ یہ مجلسیں دینی و دنیوی معلومات پہنچانے کے لئے نہایت مفید و مناسب ذرائع ثابت ہو سکتی ہیں۔

ان مجالس سے ہم اپنی سماجی مشکلات پر بھی قابو پا سکتے ہیں مثلاً اگر مجلس میں شرکت کرنے والوں سے اپنے ہمراہ صرف ایک یا دو کلو چاول لانے کے لئے کہا جائے تو ایک مجلس میں کم از کم دس ہزار لوگوں کی شرکت کے پیش نظر سو دو سو کوئنٹل چاول جمع ہو سکتے ہیں۔ اس طرح قوم خصوصاً مجلس برگزار ہونے والے علاقوں کے غریبوں اور بے سہارا افراد کے لئے ایک سال کی روٹی روزی کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ پھر اگر فی سبیل اللہ خرچ کرنے اور صدقہ کی فضیلت بیان کر کے شرکت کرنے والوں سے صرف بیس پچیس روپے صدقہ دینے کے لئے کہا جائے تو دس ہزار والی مجلس حسینیؑ میں کم از کم دو ڈھائی لاکھ روپے جمع ہو سکتے ہیں۔ ہفتے میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ روپے جمع ہو سکتے ہیں جن سے قوم کے مستحقین کی تقدیر بدلنے کے ساتھ ساتھ قومی مفادات کی خاطر بڑے بڑے ادارے اور مراکز کھولے جا سکتے ہیں جہاں قومی سرمایہ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ہزاروں بے روزگاروں کو روزگار فراہم ہو سکتا ہے۔

۱۔ چودھویں صدی ص ۹۳۔

۲۔ چودھویں صدی ص ۹۳۔

۳۔ سیاست عین دیانت کو مطمع نظر رکھ کر ان مجالس سے بھرپور سیاسی فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت سے اپنے بازماندہ حقوق کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اگر شرکت کرنے والوں سے اپنے ہمراہ ہی اپنے کھانے پینے کا ساز وسامان ساتھ لانے کے لئے کہا جائے اور گاؤں والوں سے مہمانوں کے کھانے پینے کے خرچ کو نقدی صورت میں جمع کرنے کی سفارش کی جائے تو ان لاکھوں اور کروڑوں روپیوں سے کتنے تعلیمی سینٹر، تہذیبی وثقافتی مراکز، یتیم خانے، رفاہی وصحت عامہ من جملہ غریبوں اور لاچاروں کا علاج اور مفت دوائیں، سماجی امور جیسے غریب اور یتیم بچوں اور بچیوں کی شادی وغیرہ کے ادارے چل سکتے ہیں۔

راقم الحروف اگرچہ اس بات کا قائل نہیں ہے کہ مذکورہ امور انجام دینے کے لیے مجالس حسینیؑ کے فنڈ سے کٹوتی کی جائے بلکہ ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ تعلیم کے ساتھ غریبوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال کرنے اور دوسرے متعدد امور کو انجام دینے کے لئے ایک خاص رقم مختص ہوتی۔ یا وجوہات شرعیہ اور کفارات خصوصاً صدقہ فطرہ کی منظم جمع آوری ہوتی۔ اوقاف کے حساب وکتاب اور پھر مذکورہ امور پر ایمانداری سے خرچ کر کے ہم ان مسائل کو حل کر سکتے ہیں لیکن اب جبکہ قوم اور اس کے رہبروں نے ان امور کی طرف توجہ ہی نہیں کی، تو کم از کم ان مجالس حسینیؑ کی برکت سے وہ کام بھی ذراسی توجہ اور غریبوں کے لئے درد محسوس کر کے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں۔

اس لئے ان مجالس اور ان کے طریقہ کار میں تغیر وتحول کی اشد ضرورت ہے مرثیوں میں بھی بعض اصلاح کی ضرورت ہے جس کے لئے ماہرین وعلماء کا بورڈ بننا چاہیے لوگوں میں ذکر حسینیؑ کے ساتھ ساتھ فکر حسینیؑ کے شعور کو بھی جگانے کی شدید ضرورت ہے۔

کشمیر میں عزاداری کے جلوس

بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی سالوں میں نچہ بل فتح کدل سرینگر میں صبح سحری کے وقت عاشوار کے دن ذوالجناح کا جلوس نکالا جاتا تھا۔ بعد میں یہ مختصر سا جلوس رات کی اندھیری ہی میں کمانگر پورہ سے ہوتا ہوا امام باڑہ زڈی بل میں لایا جاتا تھا جہاں جلوس ختم ہوتا تھا۔ جلوس میں سو دو سو افراد سے زیادہ تعداد نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی عزاداری کا مظاہرہ ہوتا تھا جو حسینیؑ مشن کی ترویج کے سراسر منافی تھا۔ اس طرح جلوس کا مقصد بھی پورا نہ ہوتا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں جب عوام نے جلوس دن کے وقت نکالنا

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چاہا تو پولیس نے ذوالجناح ہی ضبط کر لیا (۱) لیکن سید حسین جلالی کی جدوجہد سے ۱۹۲۵ء میں دوبارہ ذوالجناح نکالنے کی اجازت مل گئی (۲)

گروہ بندی سے بلند شیعیان ریاست کی (سیاسی وسماجی) تنظیم نامی کتابچہ (۳) کے مطابق ۱۹۲۵ء میں کشمیر میں رونما ہونے والے سیاسی حالات کے پیش نظر یہاں مثالی اتحاد بین المسلمین دیکھنے میں آیا تھا جس کی وجہ سے ۱۹۲۵ء میں جلوس عاشورا دن کے وقت نکالا گیا جس میں بلاتفریق ملّت و مذہب لوگوں نے شرکت کی تھی اور یہ معاصر دور میں عزاداری کا سب سے بڑا جلوس تھا۔ تاہم ماہنامہ "سفینہ" میں چھپے حکیم صفدر ہمدانی صاحب کے مضمون نیز "عزاداری کے جلوس اور اتحاد المسلمین ایک تاریخی مطالعہ" ناشر شیعہ نشر واشاعت اتحاد المسلمین میں کشمیر میں اعلانیہ جلوس کی تاریخ ۱۹۲۰ء بتائی گئی ہے۔

لیکن چونکہ سید حسین جلالی خود ہی جلوس عزا کے منتظم اور متولی تھے۔ لہٰذا ۱۹۲۵ء کی تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے اور پھر اس اجازت کے لئے شیعہ کانفرنس ہند کی مدد سے موصوف نے مقدمہ بھی دائر کیا تھا۔ بہر حال دن کے وقت جلوس عزا نکالنے کے بارے میں حکیم صفدر ہمدانی صاحب یوں لکھتے ہیں۔

"سال ۲۰-۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ حسب معمول مرزا محمد علی مرحوم کے مکان سے ذوالجناح نکالا گیا جب ذوالجناح شارع عام پر لایا گیا تو میاں غلام محمد خان صاحب اور ان کے رشتہ دار مرحوم یوسف علی خان بھی سڑک پر آئے میاں صاحب نے آتے ہی نوحہ پڑھنا اور ماتم کرنا شروع کیا چونکہ یہ خلاف معمول تھا اس لئے مرحوم مرزا محمد رضا نے جو اس مختصر جلوس کے منتظم تھے خان صاحب کو ایسا کرنے سے روکنا چاہا، مگر خان صاحب نے گرج کر مرزا کو خاموش رہنے کی ہدایت کی اور ماتم کرتے رہے۔ جب نوحہ اور ماتم کا شور ہونے لگا تو لوگ اپنے مکانوں کی کھڑکیاں کھول کر تعجب اور حیرت سے دیکھنے لگے کیونکہ انہوں نے ایسا طریقہ ہی نہ دیکھا تھا اب جلوس آہستہ آہستہ جا رہا تھا اور میاں غلام

۱۔ شیعہ فیڈریشن کا تعارف ۲۰۰۶ء۔
۲۔ شیعہ فیڈریشن کا تعارف ۲۰۰۶ء۔
۳۔ شیعہ فیڈریشن کا تعارف ۲۰۰۶ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

محمد اور مرحوم یوسف علی خان نوحہ پڑھتے جاتے تھے۔ جب ذوالجناح کے آنے میں دیر ہوئی تو کمانگر پورہ والوں نے دریافت کے لئے کچھ آدمی بھیجے لیکن جو آدمی آتا تھا وہی جلوس کے ساتھ شامل ہوتا تھا اس طرح جلوس بڑھتا گیا اور طلوع آفتاب کے قریب امام باڑہ زڈی بل میں جاکر ختم ہوا۔

دوسرے سال تمام مسلمانوں کی یہی خواہش تھی کہ جلوس دن کو نکالا جائے حکومت کی ممانعت کے باوجود جلوس صبح سات بجے نکالا گیا۔ تمام شیعہ وسنی اس کثرت سے اس جلوس میں شامل ہوئے کہ اتنا بڑا جلوس آج تک دیکھنے کو نہیں ملا'' (۱) یہ جلوس شام کے سات بجے امام باڑہ زڈی بل میں ختم ہوا اس وقت سے اب تک یہ جلوس دن کو ہی نکلتا ہے اور یہ طریقہ گاؤں میں بھی رائج ہے۔

بعد میں بخشی وزارت کے دوران خاص سرینگر میں عاشورا کے دن دو جلوس نکلنے لگے ایک جلوس زیر اہتمام شیعہ ایسوسی ایشن ماتم سرای نچہ بل سے نکل کر امام باڑہ زڈی بل میں ختم ہوتا تھا اور دوسرا زیر اہتمام انجمن شرعی علمگری بازار سے نکل کر خانقاہ میر شمس الدین عراقی پر پہنچ کر رک جاتا تھا اور جب تک لوگ نماز صبح پڑھ کر فارغ ہوتے تھے تو یہ جلوس آگے جاکر امام باڑہ حسن آباد میں ختم ہوتا تھا۔

۱۹۷۵ء تک عاشورا کے دن سرینگر میں دو جلوس برآمد ہوتے تھے۔ ۱۹۷۵ء میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی ثالثی کے بعد یہ طے پایا کہ عاشورا کے دن دو جلوس نکالنے کے بجائے سرینگر میں ذوالجناح کا ایک ہی متحدہ جلوس آبی گزر سے زڈی بل تک نکالا جائے اور یہ دو انجمنیں (شیعہ ایسوسی ایشن اور انجمن شرعی شیعیان) باری باری ہر دوسرے سال کا نذر و نیاز اکٹھا کر کے حاصل کریں۔ آٹھ (۸) محرم کے جلوس کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس جلوس کا اہتمام انجمن اتحاد المسلمین جموں وکشمیر کرے گی اور مکتوباً اس بات کی اجازت دی گئی کہ اتحاد المسلمین ہی ایکسچینج روڈ پر اسٹیج بنائے گی۔ جہاں مختلف مکاتب فکر کے علماء عزاداروں سے خطاب کریں گے۔ ۱۹۸۵ء میں غلام محمد شاہ کی وزارت اعلیٰ کے دوران سرینگر کے دو بڑے عزاداری کے جلوسوں یعنی ۸ محرم کو گروہ بازار سے ڈلگیٹ تک اور دس محرم کو آبی گزر سے زڈی بل تک کے جلوسوں پر پابندی لگا دی گئی لیکن اگلے سال یہ دونوں جلوس حسب روایت نکالے گئے۔

۱۔ کشمیر میں عزاداری حضرت امام حسین، مرحوم صفدر ہمدانی، ماہنامہ سفینہ سرینگر صفر ۱۴۲۶ھ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۹۸۹ء میں ریاست میں گورنر راج کے دوران ایک بار پھر حکومت نے ان دو بڑے جلوسوں پر پابندی لگائی جو آج بیس سال گزرنے کے بعد بھی قائم ہے۔ گزشتہ کئی برسوں کے نامساعد حالات کو بہانہ بنا کر یہاں کی حکومت اور افسر شاہی نے بھی اسلام دشمن پالیسی کو بروئے کار لا کر کبھی لاء اینڈ آڈر کا مسئلہ بنا کر کبھی فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھنے کے خطرہ کا بہانہ بنا کر اور کبھی ٹرانسپورٹ میں خلل کا مفروضہ پیش کر کے نہ صرف ۸ اور ۱۰ محرم کے تاریخی جلوس پر پابندی عائد کر رکھی ہے بلکہ اگر عزادارانِ حسینؑ اسلام کے جذبے سے سرشار ہو کر سینہ کوبی کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو سرکاری فورسز ہوائی فائرنگ، ٹیئر گیس، لاٹھیوں اور بندوقوں کے بھٹوں سے ان کو نہ صرف اپنے مظالم کا نشانہ بناتی ہے بلکہ ہزاروں عزادارانِ حسینؑ کو جیلوں میں ڈال کر یزیدیت کے اسلام دشمن مشن کی پیروی کرتی ہے۔ حالانکہ ان جلوسوں کا مقصد حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرنا نہیں ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مسلم اکثریتی ریاست ہونے کے باوجود امرناتھ یاترا کے لاکھوں یاتریوں کو ہزاروں میل کے راستے طے کرنے کے لئے نہ صرف پوری حکومتی انتظامیہ نقل وحمل کی سہولیات فراہم کرتی ہے بلکہ ان کی حفاظت پر کروڑوں روپے خرچ کر کے ان کے مذہبی فریضے کی انجام دہی کو یقینی بناتی ہے۔ مگر نواسہ رسولؐ کی یاد کو یہاں کے نام نہاد مسلم حکمران اس طرح مٹانے پر تلے ہوئے ہیں کہ جیسے یہ رسول اکرمؐ کے امتی ہیں ہی نہیں! آخر یہ بھی تو کلمہ گو ہیں وحدت کلمہ کی رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے مذہبی آزادی کا حق تو سبھی کو حاصل ہے۔

گزشتہ ۲۰ سالوں میں عزاداری کے جلوسوں کو حسب روایت برقرار رکھنے کے لئے شیعوں خصوصاً انجمن اتحاد المسلمین نے زبردست کوششیں کیں بعض شیعہ من جملہ انجمن اتحاد المسلمین کے کارکنان گزشتہ دو دہائیوں سے پابندی اور روک تھام کے باوجود پرامن طریقے پر عزاداری کے جلوس نکالنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ لیکن انتظامیہ اور پولیس بے گناہ اور پرامن عزاداروں پر ٹیئر گیس، لاٹھیاں اور کبھی کبھار گولیاں برسا کر مذہبی معاملات خصوصاً عزاداری میں بے جا مداخلت کے مرتکب ہو رہے ہیں گزشتہ چھ سالوں یعنی ۲۰۰۲ء سے حکومت نے مداخلت فی الدین کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۸ اور ۱۰ محرم کو انجمن اتحاد المسلمین کی قیادت من جملہ سرپرست اعلیٰ مولانا محمد عباس انصاری کو نظر بند کرنا شروع کر دیا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۰۰۸ء میں انجمن اتحاد المسلمین نے روایات سے ہٹ کر ایک قابل تحسین اور بروقت قدم اٹھایا اور ایک عام فریق کی حیثیت سے امن عامہ کی دائرے میں جموں و کشمیر کی عدلیہ میں ایک عذر داشت دائر کی۔ سرینگر ہائی کورٹ میں دائر کی گئی رٹ پٹیشن میں انجمن اتحاد المسلمین کے صدر مولانا مسرور عباس انصاری نے حکومت سے ۸ اور ۱۰ محرم کے جلوسوں پر سے پابندی کے جواز سے مطلع کرنے کی مانگ کی ہے اور اس کے علاوہ متعلقہ حکام سے ۸ محرم الحرام اور عاشورا کے عزاداری کے جلوس نکالنے اور ۸ محرم الحرام کو پرتاب پارک کے سامنے ایکسچینج روڈ پر حسب روایت ایک اسٹیج قائم کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ چنانچہ عدالت عالیہ نے ایک حکم نامہ مورخہ ۱۴ جنوری ۲۰۰۸ء کو CHP10/2008 کے تحت پٹیشن درج کرنے کی اجازت دی اور حکومت اور اس کے متعلقہ اداروں اور محکموں کو شیعیان کشمیر کے مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کرنے اور ان کی مذہبی آزادی سلب کرنے پر جواب دہی کا نوٹس جاری کیا ہے۔

اس طرح فی الحال تا این دم سرینگر میں منظم طور پر آج ایک ہی بڑا جلوس عزا برآمد ہوتا ہے جو محرم الحرام کو اندرون کاٹھی دروازہ سے حسن آباد رعناواری تک نکلتا ہے البتہ دیہی علاقوں میں حسب روایت علم شریف اور ذوالجناح کے چھوٹے بڑے جلوس محرم کے ایام میں نکلتے ہیں۔

علمائے شیعیان کشمیر

قرآن اور احادیث نبوی کی روشنی میں شیعہ قوم کے نزدیک علمائے دین کا مقام خصوصی طور پر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ شیعہ نبی اکرمؐ کے بعد ائمہ معصومینؑ کی دینی و دنیوی مرجعیت کے قائل ہیں جو ائمہ معصومینؑ کے بعد قوم کے علماء و فقہا کی طرف منتقل ہوئی ہے جس کے لئے بارہویں امام حضرت امام مہدی (عج) نے بھی حدیث زیر میں اشارہ فرمایا ہے۔

"فامامن كان من الفقهاء صائناً لنفسه، حافظاً لدينه، مخالفاً لهواه، مطيعاً لامر مولاه، فللعوام ان يقلدو" (۱)

۱۔ مبانی فقہی حکومت اسلامی، جلد۲۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس حدیث کے علاوہ قرآن کی متعدد آیات من جملہ

﴿اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم﴾ (۱) ''خدااور رسولؐ کی پیروی کرو (اسی طرح) صاحبان امر کی'' کو مدنظر رکھ کر شیعہ، علماء خصوصاً ولی فقیہ کو اپنا دینی و دنیوی قائد و رہبر مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومین کے بعد شیعوں کے تمام انقلابوں اور تحریکوں کے علمبردار علمائے کرام ہی رہے ہیں نیز علماء ہی عالمی استعمار اور سامراج کے مد مقابل اٹھ کھڑے ہوتے رہے ہیں جن کی مثالوں سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ انگریزوں کی سامراجیت کے خلاف مرزا حسن شیرازی کا حرمت تنبا کو نوشی کا فتویٰ ہو یا بیسویں صدی عیسوی کے معمار حضرت آیۃ اللہ سید روح اللہ خمینیؒ کے ذریعہ انقلاب اسلامی ایران کی قیادت ہو۔ عراق میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی کی مرجعیت ہو یا جوان سال و بے باک اور شجاع جناب مقتدیٰ صدر کی امریکہ مخالف تحریک ہو۔

موجودہ قائد انقلاب کی عالمی سامراجی طاقتوں کے مقابلہ میں پائداری اور استقامت ہو یا ۳۳ دنوں تک عالم استعمار خصوصاً اسرائیل، امریکہ، برطانیہ کی نیندیں حرام کرنے والے حزب اللہ لبنان کے قائد جناب سید حسن نصر اللہ کی شجاعت وفداکاری ہو۔ ان تمام تحریکوں کے قائد و رہبر علمائے کرام ہی تھے اور ہیں۔

کشمیر میں بھی شیعہ مذہب کے آغاز سے ہی اس کی قیادت علمائے کرام کے ہاتھوں میں ہی رہی سید شرف الدین موسوی، میر سید علی ہمدانی یا پھر میر شمس الدین عراقی کی رہبریت اور مرجعیت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چک دور میں شیعہ بادشاہ ہونے کے باوجود لوگوں حتیٰ خود بادشاہوں کے مرجع اور دینی قائد علماء منجملہ بابا خلیل، بابا حسن وغیرہ تھے۔

مغل دور کے بعد بیسویں صدی عیسوی تک شیعوں کی جو حالت تھی اس کا ذکر بارہا اس سے پہلے کیا جا چکا ہے لیکن زمانہ کی ساری چیرہ دستیوں کے باوجود مذکورہ ادوار میں بھی کئی سرفروش علماء گزرے ہیں جنہوں نے اپنی پوری ہستی اور وجود کو خطرے میں ڈال کر یہاں مذہب تشیع کی آبیاری کی۔

۲۔ سورہ نساء آیت ۵۹۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بیسویں صدی کے آغاز میں دنیا میں رونما ہونے والی تبدیلی کی وجہ سے یہاں کشمیر میں بھی سیاسی حالات میں تبدیلی آئی ہے جس کے نتیجے میں شیعوں کو بھی اپنی دینی، سماجی، اقتصادی، تہذیبی حالات بہتر بنانے کے مواقع فراہم ہوئے ہیں اسی لئے بیسویں صدی کے آغاز میں شیعوں کا دینی علوم کی طرف کافی رجحان بڑھ گیا تھا۔ لیکن شیعہ قوم کے فرقوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے غیر وابستہ علماء کے لئے معاشرہ میں کام مشکل ہو گیا جس کے نتیجے میں کیسے کیسے عظیم اور جید علماء گوشہ نشینی کا شکار ہو گئے اور قوم ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکی۔ مذکورہ حالت تقریباً انقلاب اسلامی ایران تک جوں کی توں ثابت تھی۔ انقلاب اسلامی ایران نے جہاں دنیا کے کونے کونے میں اپنے نقوش اور اثرات چھوڑے وہاں کشمیر ''ایران صغیر'' بھلا کیسے انقلاب اور امام خمینیؒ کے آفاقی افکار سے بے بہرہ رہ سکتا تھا۔

انقلاب اسلامی سے یہاں لوگوں میں دین و مذہب کے تئیں کافی دلچسپی بڑھ گئی اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کا رجحان بھی پیدا ہوا جس کی وجہ سے انقلاب اسلامی کے بعد یہاں روز بروز دینی طلاب میں اضافہ ہوتا گیا جس کی کثرت آج ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں (۱) آج وادی میں حوزہ علمیہ قم ایران، نجف اشرف اور شام میں زیر تعلیم اور فارغ التحصیل علماء کی تعداد سو سے اوپر ہے (۲)

۱۔ اگر چہ جامعہ باب العلم میں بچوں کو اعلیٰ دینی تعلیم دی جاتی تھی اور وہ عالم دین ہونے کے بعد وہاں سے فارغ التحصیل ہوتے تھے لیکن فرقہ پرستی اور گروہ بندی کی وجہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہیں قوم کی خدمت کا موقع میسر نہیں ہوتا تھا۔

بڑی محنت اور لگن سے علم دین حاصل کرنے کے بعد بھی روزگار فراہم نہ ہونے کی وجہ سے بد قسمتی سے وہ مولویت کے بجائے کوئی اور پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتے تھے اس کے علاوہ چونکہ یہاں کشمیر کے لوگوں میں یہ غلط تاثر پایا جاتا تھا کہ عبا و قبا اور عمامہ میں ملبوس شخص ہی فقط عالم دین ہے۔ لہٰذا تعجب کا مقام ہے کہ پھر بھی لوگ ان کے پیچھے نماز کی اقتدا نہیں کرتے تھے۔

اکثر مولوی حضرات قوم کا یہ روّیہ دیکھ کر تعویذ نویسی پر مجبور ہو جاتے تھے اور اسی سے اپنی روٹی روزی کماتے تھے۔ قوم کی یہ حالت دیکھ کر والدین پھر مشکل سے ہی بچوں کو دینی مدارس میں بھیجتے تھے۔

۲۔ ان کی تفصیل بہت طولانی ہے لہٰذا فقط ان کے ناموں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے کشمیر میں شیعہ قوم کے چار بڑے رہبروں کے علاوہ جو علما اور طلاب علم آج موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں (۱) مولوی غلام رسول نوری گانگو ☜

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

(۲) آغا سید محمد عباس موسوی (۳) مولوی شیخ غلام حسین نجفی (۴) آغا سید عبدالباقی رضوی (۵) آغا سید مقصود علی رضوی (۶) آغا سید سخاوت حسین موسوی (۷) مولوی ولی محمد خندہ (۸) مولوی امجد علی ننگرو (۹) مولوی نثار حسین ننگرو (۱۰) مولوی مشتاق حسین ننگرو (۱۱) مولوی الطاف حسین میر (۱۲) مولوی غلام مصطفیٰ صوفی (۱۳) آغا سید افتخار حسین رضوی (۱۴) آغا سید ذوالفقار علی رضوی (۱۵) مولوی عاشق حسین میر (۱۶) مولوی شیخ غلام حسین متو (۱۷) مولوی محمد اشرف متو (۱۸) مولوی میر مصطفیٰ سٹھسو (۱۹) مولوی سبط محمد شبیر (۲۰) آغا سید حفیظ اللہ (۲۱) مولوی الطاف حسین (۲۲) مولوی بشیر احمد بٹ (۲۳) مولوی مظفر حسین بٹ (۲۴) مولوی تسلیم عباس (۲۵) مولوی غلام محمد چھتر گام (۲۶) آغا سید مصطفیٰ حسینی (۲۷) مولوی مسرور عباس انصاری (۲۸) مولوی ریاض احمد ڈار (۲۹) مولوی مقبول حسین جو (۳۰) آغا سید فیاض حسین رضوی (۳۱) مولوی زاہد حسین (۳۲) مولوی حکیم سجاد (۳۳) آغا سید اعجاز حسین رضوی (۳۴) آغا سید عبدالحسین الموسوی (۳۵) آغا سید محمد رضوی نابدی پورہ (۳۶) آغا شوکت حسین ننگرہ (۳۷) آغا سید عابد حسینی (۳۸) آغا سید عابد حسین رضوی (۳۹) آغا سید محمد سبطین رضوی (۴۰) مولوی ارشد حسین (۴۱) مولوی نذیر احمد ڈار (۴۲) مولوی حاتم علی (۴۳) مولوی محمد مقبول حجام (۴۴) مولوی زاہد مقبول (۴۵) مولوی نثار احمد والو (۴۶) مولوی بشیر احمد بوٹو (۴۷) آغا سید شوکت مدنی (۴۸) آغا سید مظفر حسین مدنی (۴۹) مولوی ریاض احمد بوٹو (۵۰) مولوی امداد علی بطخو (۵۱) مولوی غلام احمد سلطانی (۵۲) مولوی غلام رسول سلطان پورہ (۵۳) مولوی بشیر احمد گنائی (۵۴) مولوی مظفر حسین شاکری (۵۵) مولوی بشر احمد ڈار کاو پورہ (۵۶) مولوی نثار حسین راتھر (۵۷) مولوی یاسین حسین (۵۸) آغا سید محمد حسین صفوی (۵۹) مولوی شبیر احمد صوفی (۶۰) آغا سید مظفر حسین رضوی سیدہ پورہ زینہ گیر (۶۱) آغا سید محمد رضوی ماگام (۶۲) مولوی منظور احمد ملک (۶۳) مولوی مقبول حسین ہانجی ویرہ (۶۴) آغا سید عقیل الموسوی (۶۵) آغا سید ہادی الموسوی (۶۶) مولوی شبیر احمد سعیدی (۶۷) آغا سید لیاقت موسوی (۶۸) مولوی ریان حسین لون (۶۹) مولوی مشتاق حسین میر گنڈ (۷۰) مولوی شیخ غلام محمد ملک (۷۱) مولوی محمد عباس میر گنڈ (۷۲) مولوی محمد عباس متو شالنہ (۷۳) مولوی محمد عمران انصاری (۷۴) مولوی غلام حسن چھتر گل (۷۵) مولوی ریاض احمد بیگ (۷۶) مولوی غلام احمد وڈینہ (۷۷) مولوی محبوب الحسن (۷۸) آغا سید یوسف پاٹو او (۷۹) مولوی فردوس احمد (۸۰) مولوی بلال احمد ڈار (۸۱) آغا سید باقر رضوی (۸۲) آغا سید علی رضوی (۸۳) مولوی غلام رسول وانی (۸۴) مولوی غلام عسکری (۸۵) آغا سید مدثر حسین رضوی (۸۶) مولوی محمد شفیع ڈار (۸۷) آغا سید عجیب اوڑی (۸۸) مولوی بشیر احمد چکان (۸۹) آغا سید مرتضیٰ حسین رضوی (۹۰) مولوی غلام حسین بیروہ (اقبال) (۹۱) مولوی گوہر حسین (۹۲) آغا سید کوثر حسین (۹۳) مولوی شوکت احمد (۹۴) مولوی ولی محمد خندہ (۹۵) مولوی محمد یوسف نجفی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مذکورہ علمائے کرام کے علاوہ بھی کافی تعداد میں مولوی حضرات قوم کی خدمت رسانی میں مشغول ہیں جنہوں نے کشمیر یا ہندوستان کے کسی حوزہ علمیہ میں تعلیم حاصل کی ہے نیز تنظیم المکاتب کی طرف سے بھی بعض حضرات مولویت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ حال ہی میں بعض علمائے کرام من جملہ مولوی شیخ مہدی، مولوی سید قاسم، مولوی مصطفیٰ انصاری، مولوی مقبول حسین وکھرون، علامہ شیخ ہادی غروی، اور مولوی سید مصطفیٰ ماگام وغیرہ چند سال پہلے ہی انتقال کر چکے ہیں۔

قوم کے مجموعی حالات علمائے کرام کے سامنے ہیں اس کو پسماندگی اور محرومی سے نکالنے کی ذمہ داری بھی علماء پر ہی عائد ہوتی ہے۔ قوم کی بہبودی اور ترقی میں وہ کلیدی رول ادا کر سکتے ہیں عوام چونکہ ان کو انبیاء کا وارث سمجھتے ہیں لہٰذا عوام کو ان سے کافی امیدیں وابستہ ہیں۔

علماء ہی قوم کو ہر نوع (دینی، سماجی، تہذیبی، سیاسی) معلومات دے کر ان میں زندگی گزارنے کا شعور پیدا کر سکتے ہیں۔ خصوصاً فرقہ اور گروہ پرستی سے بھی مؤثر طریقہ سے صرف علماء ہی قوم کو نجات دلا سکتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ کشمیری علمائے کرام اپنی پسماندہ قوم کی زبوں حالی پر غور و فکر کریں، خدا اور اس کے رسولؐ کے ذریعے بنایا ہوا تبلیغ و تدریس کا ایک مکمل اجتماعی قانون ان کے ہاتھوں میں ہے اگر وہ پھر بھی قوم میں کوئی سدھار نہیں لا سکتے تو یہ ان کی کوتاہی ہے۔

یہ علمائے دین کا فرض ہے کہ وہ قوم کو سوء استفادہ کرنے والے عناصر سے آگاہ کریں اور غلط فائدہ اٹھانے والوں سے ان کو آگاہ کریں۔ یہ علماء ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسجدوں اور محرابوں سے نکل کر میدان عمل میں سامنے آئیں اور فرقہ داروں کے پاس اپنے ضمیر کو گروی رکھنے کے بجائے قوم سے اپنا وجود منوائیں۔ کیا وہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ قوم کو حیوانوں کی طرح ہنکایا جا رہا ہے کیا وہ اس تحقیر و ذلت کے بعد بھی میدان عمل میں آنے کے بجائے گوشہ نشینی کو ترجیح دیں گے؟ آخر ان کے تبلیغی فرائض کی ادائیگی کا وقت کب آئے گا؟ کیا وہ نہیں دیکھتے ہیں کہ عوام فرقہ پرستی میں ایسی محو اور غرق ہے کہ اگر امام زمانہؑ بھی ظہور فرمائیں تو بقول مرحوم منشی محمد اسحاق صاحب کے شیعیان کشمیر اپنے اپنے

ﷺ (۹۶) آغا سید حسن الموسوی دربل (۹۷) مولوی نثار حسین درگنڈ (۹۸) مولوی شوکت حسین نوری (۹۹) مولوی محمد حسین ڈل سرینگر (۱۰۰) آغا سید ارشد موسوی (۱۰۱) آغا سید سجاد مدنی (۱۰۲) بندہ حقیر غلام محمد متوگلزار۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ملاؤں سے تصدیق کرانے جائیں گے جب تک وقت نکل جائے گا!!!(۱) اس کے باوجود وہ آگے آکر قوم کی نجات کے لئے کوئی موثر قدم کیوں نہیں اٹھاتے ہیں؟ حجت ان پر تمام ہو چکی ہے اگر وہ پھر بھی آگے نہیں آئے تو کل خدا و پیغمبر (ص) کے سامنے وہ مسوؤل ہوں گے اور ان کو اپنی کوتاہیوں کا جواب دینا پڑے گا اس کے علاوہ تاریخ بھی ان کو عالم، عادل، شفیق و رفیق کے بجائے کسی اور نام سے ہی یاد کرے گی۔

شیعوں کے دینی و اعتقادی مسائل اور مشکلات

شیعوں کے دینی و اعتقادی مسائل اور مشکلات تو کافی زیادہ ہیں لیکن ان میں سے بعض اہم حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شیعوں کی معاشی بدحالی:۔ جو اُن کی دینی حالت کو بھی بُری طرح متاثر کر رہی ہے ان کا زیادہ تر وقت اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کمانے ہی میں صرف ہو جاتا ہے۔

۲۔ مبلغین کی کمی:۔ اس بارے میں یوں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً پندرہ لاکھ کی آبادی میں سو (۱۰۰) کے آس پاس علماء کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے۔ شیعوں کی آج بھی بڑی بڑی بستیاں ایسی ہیں جہاں مساجد اور امام باڑے ہونے کے باوجود کوئی عالم دین نہیں ہے۔

۳۔ علمائے کرام تک لوگوں کی رسائی کا نہ ہونا۔

شیعوں کی ایک مشکل یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت علمائے دین سے رابطہ نہیں کر پاتے ہیں خصوصاً دور دراز علاقوں میں تو یہ اور بھی مشکل ہے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ علمائے کرام ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر مشترکہ طور ایک لائحہ عمل اپناتے۔ جس کے تحت ایک ایسے دفتر کی بنیاد ڈالتے جہاں دین سے مربوط کئی شعبہ جات (من جملہ شعبہ قضایا، شعبہ سوال و جواب، شعبہ تبلیغ، شعبہ نشر و اشاعت اور شعبہ استفتاء وغیرہ) کو فعال اور متحرک کرتے۔ مجمع اسلامی اس کام کے لیے موزوں ثابت ہوسکتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس کے اعضاء میں ہم آہنگی اور ہمفکری کا سنگین فقدان ہے۔ اگر ان میں ہم فکر افراد ہی

۱۔ چودھویں صدی ص ۱۰۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

متفق ہو کر کام کرنا شروع کر دیں اور مثبت و خیر خواہانہ انداز اپنائیں تو کام بھی ہوتا رہے گا اور روز بروز رکنیت بھی بڑھتی رہے گی۔

۴۔ دوسرے اسلامی فرقوں کی طرف سے شکوک وشبہات پیدا کرنا: ۔شیعہ مذہب کے مختلف پہلوؤں خصوصاً عزاداری، توسل، شفاعت، امامت، عدالت کے بارے میں دوسرے مذاہب خصوصاً شدت پسند وہابی حلقوں کی طرف سے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وابہامات پید کرنا بھی آج کل شیعیان کشمیر کے لئے ایک چلینج ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے سوز دل رکھنے والے افراد کو آگے آنا چاہیے۔ مؤثر تبلیغ کے ذرایع ابہامات کو دور کرنا چاہیے اور ان حلقوں کو بحث ومباحثہ اور مذاکرات کی دعوت دینی چاہیے۔

۵۔ دینی، مذہبی، عقیدتی وغیرہ جرائد اور رسائل کا شائع نہ ہونا۔

۶۔ تبلیغ میں آڈیو اور ویڈیوز رایع سے استفادہ نہ کیا جانا۔

۷۔ پیغام کربلا اور فلاح ملّت کے تقاضوں کی رو سے مجالس عزا سے مناسب استفادہ نہ کیا جانا۔

قوم کے ایک دانشور مرحوم محمد اسحاق منشی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ''عزاداری میں ایسی قبیح رسمیں رائج ہوگئی ہیں اور مرثیوں میں ایسے ناشائستہ اور خلاف عقل کلام درج کئے گئے ہیں جس سے اس کی تبلیغی نوعیت سراسر کالعدم ہو چکی ہے۔ بلکہ دنیا کے سامنے جہالت کا ایک نمونہ پیش ہو رہا ہے جس سے اسلام پر حرف آتا ہے۔ ذاکرین کا رنگ ہی نرالا ہے ان کی تہذیب کے خلاف حرکتیں اور بھی شرم آور ہیں۔ علماء کبھی اس میں شرکت کرتے ہی نہیں، حقیقت میں ان رسوم کو بجالانا علماء کا کام ہے(۱) (یعنی ان کی نگرانی علماء کے ہاتھ میں ہونی چاہیے تاکہ خلاف دین کوئی چیز نہ ہو)

ڈاکٹر سید صادق رضوی کے کہنے کے مطابق یہ مجالس اب وبائی صورت اختیار کر چکی ہیں (۲) جبکہ نثار حسین راتھر کے بقول ان مجالس میں مظلومیت زیادہ اور شجاعت کا ذکر بہت کم ہوتا ہے جس کی وجہ سے مجالس کے اصلی اہداف ومقاصد حاصل نہیں ہو رہے ہیں (۳)

۱۔ چودھویں صدی ص ۸۶۔

۲۔ سوالنامہ، ڈاکٹر سید صادق رضوی۔

۳۔ سوالنامہ، نثار حسین راتھر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دینی مسائل اور مشکلات کو دور کرنے کی راہیں

۱۔ شیعوں کے تقریباً تمام محلوں اور بستیوں میں مسجدیں، امام باڑے، اور چھوٹے چھوٹے دینی مکاتب موجود ہیں کہ جہاں لوگوں کے لئے ایک مستقل امام جماعت، مبلغ اور عالم دین کی شدت سے ضرورت ہے۔

۲۔ یہاں شیعوں کے بعض دینی مراکز تجربہ کار اور تربیت یافتہ افراد کی کمی کی وجہ سے غیر منظّم اور غیر فعال ہیں ان کو منظّم اور فعال بنانے کے علاوہ فعال اور متحرک مراکز کو نقدی اور غیر نقدی امداد مثلاً دینی کتابیں، تفسیر قرآن، نہج البلاغہ، قرآن، دیگر اسلامی ترانوں کی آڈیو، ویڈیو کیسٹیں، سافٹ ویئر اور علمی جرائد اور رسائل، مذکورہ دینی و مذہبی مشکلات کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

۳۔ یہاں (کشمیر میں) ہر شخص شیعوں کی رہبری اور قیادت کا دعویدار ہے جس سے روز بروز شیعوں کے مسائل اور ان کی الجھنوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے ولی امر مسلمین حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) کی طرف سے شیعیان کشمیر کے لئے ایک خاص نمایندہ مشخص کیا جانا چاہیے جو یقیناً شیعوں کی اکثر مشکلات کو حل کرنے میں مفید واقع ہو سکتا ہے۔ یہاں کے تمام دینی مراکز اور تنظیمیں اسی محترم نمایندہ کی سرکردگی میں منظّم اور فعال طور پر کام کرنے کی تابع ہوں۔

۴۔ یہاں کے مبلغین اور علمائے دین کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ان کی مالی مشکل ہے یہاں کے لوگوں میں ابھی غیر فرقوں سے وابستہ علماء کی مدد کرنے کا شعور پیدا نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ نان شبینہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ مالی مشکلات، گھر بار اور اہل وعیال کے اخراجات سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے مبلغین اور علمائے کرام تبلیغی امور سے دوری اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ کشمیر کے تمام ائمہ جمعہ و جماعت کو ایک منظّم اور فعال ادارہ کے تحت کام کرنا ہوگا۔ ان کے معاشی اخراجات کے لئے منظّم ذرایع کا بندوبست کرنا ہوگا تاکہ وہ چین وسکون سے تبلیغ اسلام کر سکیں۔ مالی تعاون کے علاوہ مختلف تبلیغی وسائل من جملہ آڈیو، ویڈیو سافٹ ویئر بھی تبلیغی امور انجام دینے کے لئے ان کے اختیار میں دی جائیں۔ اس کے علاوہ قم اور دیگر حوزات علمیہ سے آنے والے مبلغین کو بھی اسی ادارہ کے تحت اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو شروع کرنے کی ضرورت ہے نیز خود سرانہ جگہوں کے انتخاب کے بجائے اس ادارے کے ذریعہ ہی ان کے تبلیغی مناطق مشخص ہوں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۵۔ مذکورہ اقدامات کے علاوہ حوزہ علمیہ قم میں زیادہ سے زیادہ دینی طلاب کی پذیرش (داخلہ) ہو نیز محرم، صفر اور رمضان میں ان کو اپنے اپنے مناطق میں تبلیغ کرنے کے لئے بھیجا جائے۔ یہ تمام امور شیعوں کے دینی واعتقادی مسائل کو حل کرنے میں معاون بن سکتے ہیں۔

شیعوں کی دینی و تبلیغی ضروریات

۱۔ دینی طالب علموں کو مختلف علوم من جملہ سیاسی، تہذیبی، اور دینی وغیرہ کی تعلیم و تربیت۔

۲۔ ائمہ جمعہ اور جماعت نیز مبلغین کے لئے ماہانہ مساعدہ کا بندوبست۔

۳۔ دینی مکاتب کے اساتذہ اور معلموں کی مزید حوصلہ افزائی کے لئے ان کی مالی امداد۔

۴۔ مختلف ذرائع جیسے مسجدوں میں ہر طرح کی سہولت اور وہاں تہذیبی اور ثقافتی مواقع فراہم کرنا نیز باصلاحیت و مناسب ائمہ جماعت کے ذریعہ لوگوں کو مسجدوں اور نماز جماعت میں شرکت کرنے کی دعوت دینا اور ان کی تشویق اور حوصلہ افزائی۔

۵۔ اردو اور کشمیری زبان میں مختلف رسائل اور جرائد نیز دینی کتابیں تقسیم کرکے مجالس حسینیؑ سے صحیح اور مناسب استفادہ کرنے کا شعور پیدا کرنا (ا) درج بالا احساسات اور حرکت کو اجاگر کرنے کے لئے عوامی سطح پر کچھ عرصہ تک (فرقوں سے بلند) علماء و مبلغین کے ذریعے مؤمنین کے اندر انقلابی فکر پیدا کرنا ضروری ہے جس کے لئے علماء و مفکرین کو ایثار و جذبہ قربانی کے تحت منظم ہونا چاہیے۔

شیعوں کی تعلیمی صورت حال

علم ایک ایسی لازوال دولت ہے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتی ہے قوموں کی تعمیر و ترقی اور جمود و تنزلی کا انحصار بھی علم ہی پر ہے۔ علم ہی قوموں کی تہذیبی، معاشی، سیاسی، سماجی، دینی وغیرہ پیشرفت و ترقی کا مقدمہ ہے جس قوم میں علم کا نور نہ ہو، وہ قوم مہذب اور شائستہ نہیں بن سکتی ہے۔ ایسی قوم کے افراد سے انسانی اقدار کو فروغ نہیں مل سکتا جس کے نتیجے میں ایسی قوم کے افراد میں آپسی جھگڑے، فرقہ پرستی، بدحالی اور افلاس جیسی بیماریوں کو عروج ملتا ہے۔

دنیا کی مہذب قومیں آج بڑے بڑے ہتھیاروں، فائیٹر جہازوں، توپوں، بموں اور میزائلوں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سے جنگ کرنے کے بجائے علم وسائنس کے اسلحوں سے جنگ کرر ہے ہیں۔آج وہ قوم اور ملک ترقی یافتہ نہیں مانے جاتے ہیں جس کے پاس بڑے بڑے مہلک اسلحہ، ہتھیار، بم، میزائل یا توپ خانے ہیں بلکہ آج ان قوموں کو مہذب اور ترقی یافتہ مانا جاتا ہے جو علمی اور تحقیقاتی میدانوں میں آگے ہیں اور جن کے عالمی رسائل اور جرائد میں زیادہ علمی اور تحقیقی مضامین شایع ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی ترقی اور انحطاط میں بھی علم کا ہی دخل ہے مسلمان جب علمی مدارج کے عروج پر تھے تو مشرق سے لے کر مغرب (اسپانیا) تک کی دسیوں ہزار کلومیٹر وسیع دنیا پر وہ حکمرانی کرر ہے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب دنیا کے مشہور اور معروف تعلیمی ادارے اور یونیورسٹیاں مسلمانوں کے اختیار میں تھیں جس کی وجہ سے دنیا کے کونے کونے من جملہ یورپ اور مغرب سے تشنگان علوم بغداد اور اسپانیا کی قرطبہ یونیورسٹیوں کا رخ کرتے تھے۔

اور اگر آج مسلمان دنیا میں انحطاط اور جمود کے شکار ہیں تو اکثر مفکرین کے خیال میں اس کی بنیادی وجہ صرف اور صرف علمی پسماندگی اور تعلیم سے غفلت ہے۔ مسلمانان جہاں اگر آج گزشتہ مقام اور منزلت، عزت وشرافت کے متمنی ہیں تو اس کا علاج صرف تعلیم کے حصول میں مضمر ہے جس کی طرف شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر نے بھی اشارہ کیا ہے۔

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

رہبر کے ایماء سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے
واجب ہے صحرا گرد پر تعمیل فرمان خضر
لیکن نگاہ نکتہ بین دیکھے زبوں بختی میری
"رفتم کہ خار از پاکشم' محمل نہاں شد
از یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راھم دور شد

علم کے میدان میں مسلمانان کشمیر کی حالت دنیا کے دوسرے مسلمانوں سے مختلف نہیں ہیں۔ خصوصاً شیعوں کی تعلیمی زبوں حالی تو نا قابل بیان ہے۔ جہاں دنیا کی بیشتر قوموں نے اپنی تعلیمی شرح تناسب کو ۱۰۰ فیصد تک پہنچا دیا ہے وہاں شیعہ ابھی بھی پندرہ فیصد تک بھی نہیں پہنچ سکے ہیں۔

ا۔ مولانا مسرور عباس انصاری، جموں وکشمیر میں اہل بیتؑ کے پیروکار کی اجمالی گزارش۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خصوصاً ۱۹۸۹ء میں تحریک آزادی کے آغاز سے مسلمانانِ کشمیر کو جن اہم مسائل سے دوچار ہونا پڑا ان میں سے ایک تعلیم وتربیت کا مسئلہ بھی ہے کچھ سرکاری سکول تو آتشزنی کی نذر ہوگئے۔ بعض فوجی چھاونیوں میں تبدیل کردئے گئے اوراس پر ستم ظریفی یہ کہ گرتے ہوئے تعلیمی معیار، تجربہ کار اساتید کی کمی، نقل کی وباء اور اقتصادی بدحالی نے وادی کشمیر کے بچوں کا مستقبل تاریک سے تاریک تر بنادیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے تو نجی مراکز کے علاوہ ریاست سے باہر حصول تعلیم کے مواقع موجود تھے لیکن ابتدائی سطح پر غریب عوام کے لئے کوئی سہارا نہ تھا۔ غریب والدین اپنے بچوں زیور تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتے تھے مگر حالات نے کچھ اس طرح کروٹ بدلی کہ وہ اس بنیادی انسانی حق سے بھی ناامید ہوگئے۔

یہاں بھی سب سے زیادہ نقصان شیعوں کو ہی اٹھانا پڑا چونکہ دوسری قوموں میں تو بہرحال ایسے تعلیمی اور رفاہی ادارے تھے جوان کے یتیم و بے سرپرست بچوں، بیوہ عورتوں، شہدا کے گھروں، زخمی اور مجروح افراد، فقیر و نادار افراد کی امداد کے علاوہ تعلیم وتربیت کے شعبے میں بھی ان کی خدمات انجام دے سکیں۔ لیکن بدقسمتی سے شیعوں میں کوئی ایسا وسیع اور ہمہ گیر ادارہ نہیں تھا جو تاریخ کے اس نازک موڑ پر ان کی دست گیری کرتا لہٰذا شیعوں کی ناخواندگی میں مزید اضافہ کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہے۔

ریاست جموں وکشمیر میں لوگوں کی تعلیمی شرح تناسب کچھ سال پہلے ۴۵۔۴۰ تھی۔ جس میں شیعوں کی تعلیمی شرح تناسب صرف ۱۵ فیصد بتائی گئی۔(۱) خواتین میں یہ شرح تناسب اور بھی افسوسناک ہے جن کی تعلیمی شرح تناسب صرف آٹھ سے دس تک بتائی گئی ہے۔(۲) یہاں پر اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ غلام علی گلزارؔ کی نگرانی میں کرائی گئی سنسس (census) کے مطابق شیعوں میں یہ شرح تناسب صرف چھ فی صد بتائی گئی ہے(۳) اس طرح یہاں کی عام شیعہ قوم میں پڑھے لکھے افراد کا شمار ''خود شناسی سے لے کر خدا شناسی تک'' جہالت کے سمندر میں ایک جزیرہ کے مانند ہے۔

۱۔ جموں وکشمیر میں اہل بیتؑ کے پیروکاروں کی اجمالی گزارش ناشر اتحاد المسلمین جموں وکشمیر۔
۲۔ جموں وکشمیر میں اہل بیتؑ کے پیروکاروں کی اجمالی گزارش ناشر اتحاد المسلمین جموں وکشمیر۔
۳۔ census غلام علی گلزار ۱۹۹۸ء۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعوں کی تعلیمی پسماندگی کی وجوہات

جب تک کسی قوم کو اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا احساس نہ ہو جائے تب تک وہ انھیں دور کرنے کی کوشش نہیں کرسکتی اور نہ ہی اس میں ترقی کا احساس اجاگر ہوسکتا ہے نیز نہ ہی وہ کبھی اپنی پیشرفت اور ترقی کے لئے موانع امور کو دور کرنے کے لئے عملی تدابیر سوچے گی تاکہ رو بہ ترقی ہوکر مہذب اور پیشرفتہ اقوام کے ہمدوش ہوسکے۔

غیور انسانوں کی اصلاح کا علاج اسی میں ہے کہ ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو بیان کیا جائے تاکہ وہ ان کا ازالہ کرسکیں۔شیعوں کی ناخواندگی کی کئی وجوہات اگرچہ ان کے اختیار سے خارج تھے تاہم بعض وجوہات کے وہ خود قصوروار ہیں۔ بہر حال ہماری غرض ناخواندگی کے اُن اسباب اور عوامل سے ہے جن کے ذمہ دار ہم خود ہیں اور قوم کی تعلیمی ارتقاء کے لئے جن کا ازالہ جلد از جلد لازمی ہے۔

اگرچہ ماضی میں شیعیان کشمیر کی تعلیمی پسماندگی کی علت حکومتوں اور غیر شیعوں کا تعصّب تھا تاہم جدید دور (یعنی بیسویں صدی) میں شیعوں کی ناخواندگی کی بنیادی وجوہات راقم الحروف نیز بعض دانشمندوں کی نظر میں حسب ذیل ہیں۔

ناخواندگی کے بنیادی وجوہات

ا۔ تحصیل علم کی طرف علماء کی عدم تشویق اور حوصلہ افزائی (ا)

عوامل جو بھی ہوں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ نہ فقط کشمیر بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی علماء مروّجہ تعلیم کے بجائے دینی تعلیم ہی پر زور دیتے تھے۔

بعض حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہوکر علماء کی ممانعت کو ان کی علم دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں جو سراسر ان علمائے کرام کی ذات سے ناانصافی ہے۔علماء کی ممانعت دراصل ان کی (علما کی) استعماری طاقتوں کے مختلف حربوں کی گہری شناخت پر دلالت کرتی ہے۔جو اسکولز کے قیام کے پردہ میں اسلامی معاشرہ میں اپنا نفوذ قائم کرنا چاہتے تھے اور عصری تعلیم دلانے کے بہانے اسلامی اور قومی تہذیب کو ختم کرنا چاہتے تھے۔اور ان کی جگہ اپنی فرسودہ تہذیب کو وہاں رائج کرنا چاہتے تھے جس کی

ا۔ سوالنامہ ڈاکٹر سید صادق صاحب نیز مذاکرہ سید مصطفیٰ طاہر صفوی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مثال ہماری وادی کشمیر میں بھی ملتی ہے (۱)

ہاں یہ اور بات ہے کہ علماء اگر مروّجہ تعلیم سے روکتے تھے تو اس کے بدلے انہیں دینی تعلیم کا اعلیٰ انتظام کرنا چاہیے تھا جس کے لئے گاؤں گاؤں اور شہروں شہروں تحریک چلانے کی ضرورت تھی۔ علاوہ از ایں وہ مغربی علم کے بجائے مشرقی علوم کی طرف بھی توجہ دلا سکتے تھے یا اسی طرح ممانعت کے بجائے عصری تعلیم کے دوران شیعہ بچوں کو دشمنوں کی ثقافتی یلغار اور ان کی تزویری افکار سے بچنے کے لئے کوئی چارہ جوئی کر سکتے تھے۔ جو مؤثر بھی واقع ہو سکتی تھی۔

۲۔ غربت اور ناداری

شیعوں کی ناخواندگی کی ایک وجہ ان کی غریبی بھی ہے۔ آج بھی شیعوں کے ہزاروں گھرانے اپنی مالی و معاشی مشکلات کی وجہ سے بچوں کو اسکولوں کے بجائے کارخانوں میں بھیجنے پر مجبور ہیں۔ بچوں سے کار کشی آج بھی بہت زیادہ عام اور رائج ہے جس کے پیچھے ان کی گھریلو مالی مشکلات ہیں۔ راقم الحروف نے بہت سارے ذہین اور قابل صلاحیت طالب علموں کو دیکھا ہے جو غربت اور ناداری کی چکی میں پس کر اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکے۔

۳۔ شیعوں میں تعلیم حاصل کرنے کا ماحول نہ ہونا (۲)

ایسا نہیں ہے کہ صرف غریب اور نادار لوگ ہی اپنے بچوں کو نہیں پڑھاتے ہیں بلکہ شیعوں میں تعلیمی ماحول رائج نہ ہونے کی وجہ سے بھی مالی ذرائع ہونے کے باوجود قوم کے ہزاروں بچے اسکول نہیں

۱۔ یہی کیا کم ہے کہ اس جدید نظام نے عربی و فارسی زبانوں، جو ہماری اسلامی زبانیں تھیں اور ہماری پرانی ساری کتابیں انہیں زبانوں میں ہیں، کے ساتھ ساتھ کشمیریوں سے ان کی زبان تک چھینی ہے۔ آج کشمیر میں بہت ہی کم ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو اپنی مادری زبان کو پڑھ اور لکھ سکتے ہیں۔ فارسی زبان کا جنازہ نکالنے سے ہماری گزشتہ اسلاف کی قیمتی کتابیں، کتاب خانوں کے گرد و غبار چاٹ رہی ہیں۔ جن سے اب بہت ہی کم افراد استفادہ کرنے کے لائق ہیں جبکہ ماضی میں فارسی ہماری رسمی زبان رہی ہے۔

۲۔ مذاکرہ با غلام علی گلزار: ان کا کہنا ہے کہ جب وہ ۷۷، ۱۹۷۸ء میں ایجوکیشنل ٹرسٹ کشمیر کے چیف آرگنائزر تھے انہوں نے زعماء ٹرسٹ سے گزارش کی تھی کہ کتب اور ڈریسنگ دینے سے زیادہ سکولنگ کا احساس گاؤں گاؤں جا کر اجاگر کرنا اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مفصلات میں کئی پبلک جلسے بھی منعقد کئے گئے تھے لیکن وہ سلسلہ بعد میں ماند پڑ گیا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جاتے ہیں (۱) غربت ہی ناخواندگی کی اہم وجہ نہ ہونے) پر مجھے جناب مرحوم ابو حامد منشی حسن علی (۲) کا ایک واقعہ یاد آیا ہے جو شاید ہماری خواب آلود آنکھیں کھلنے کے لئے کافی ہوگا وہ اپنی چھبیس سالہ ڈائری میں یوں نقل کرتے ہیں کہ:۔

''ایک وقت تھا کہ میں تنہا ایک کشمیری انگریزی زبان میں ماہر تھا اور پھر دھیرے دھیرے اہل ہنود (پنڈت) اس طرف راغب ہوئے۔ کس محنت و مشقت سے انہوں نے تعلیم حاصل کی اسے میں بخوبی واقف ہوں اس کی ایک عبرتناک اور قابل تحسین مثال یہاں پر درج کرتا ہوں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں مدرسہ کے دفتر میں کام کر رہا تھا کہ چوکیدار نے مجھے ایک پنڈت لڑکے کے متعلق اطلاع دی کہ وہ ہر روز بارہ بجے مدرسہ کے احاطہ سے باہر جاتا ہے چونکہ اوقات تعلیم کے دوران میں مدرسہ جانے پر پابندی عائد تھی۔ اس لئے میں نے چوکیدار کو حکم دیا کہ دوسرے دن مذکورہ طالب علم کے باہر جانے پر مجھے اطلاع دے۔ چنانچہ دوسرے دن چوکیدار کے اطلاع دینے پر میں لڑکے کے پیچھے ہولیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گلی میں ایک بوڑھا پنڈت پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے اپنی آستین میں کچھ سوکھے چاول لڑکے کو کھلا رہا ہے مجھے دیکھ کر ان دونوں نے شرم کے مارے آنکھیں نیچے کرلیں حقیقت حال دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بوڑھا پنڈت اس لڑکے کا باپ ہے غربت کی وجہ سے لڑکا کچھ کھائے پیئے بغیر مدرسہ آتا ہے اور بعد میں اس کا باپ گدائی کر کے یہ چاول اس کے واسطے لاتا ہے۔ اس طرح لڑکا اپنی تعلیم جاری رکھ سکتا ہے اور والدین بھی اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں'' (۳)

کشمیر میں پنڈتوں کے تعلیم یافتہ ہونے میں ان کی دوسری علتوں کے علاوہ ان میں تعلیمی ماحول کا ہونا بھی ایک خاص علت ہے جو شیعوں خصوصاً دیہی علاقوں میں مفقود ہے۔

۴۔ مدارس کا نہ ہونا یا کم ہونا

کشمیر میں عمومی طور پر شیعوں کے علاقے مدارس سے محروم رکھے گئے ہیں جس کی وجہ سے وہ دوسرے

۱۔ سوالنامہ نثار حسین راتھر چیئرمین تحریک وحدت اسلامی نیز سوالنامہ حکیم اشتیاق صاحب۔
۲۔ منشی محمد اسحاق مرحوم صاحب کے والد۔
۳۔ چودھویں صدی ص ۳۳۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

علاقوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے مجبور ہوتے تھے ظاہر ہے شیعہ علاقہ میں اسکول کا نہ ہونا ان کے لئے کاہلی اور سستی کا باعث بنا۔ اگر حکومت نے شیعہ علاقوں میں مدرسہ قائم بھی کیے ہیں تو ان کی سطح پانچویں یا زیادہ سے زیادہ مڈل کلاس تک ہے۔

دسیوں ہزار افراد کی شیعہ بستی والے علاقوں میں آج بھی محدود مقامات پر ہائی سکول یا ہائر سکنڈری سکول پائے جاتے ہیں (۱) ڈگری کالج کی مانگ پر ماگام کے لوگوں پر حکومت کا تشدد اور مار دھاڑ ابھی حال ہی کی بات ہے۔ یہاں کشمیر میں ہمیشہ شیعہ علاقوں کو اس سلسلے میں نظر انداز کیا گیا اسی طرح ان کے علاقوں میں گرلز سکول ابھی بھی شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں یا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جبکہ دوسری برادری میں ان کی تعداد شیعوں کے پرائمری اور مڈل اسکولوں سے بھی زیادہ ہیں۔ جو خود حکومت کی شیعوں کے ساتھ نا انصافی کی کھلی دلیل ہے۔ شیعوں کی بستی میں صرف بڈگام میں ایک ڈگری کالج ہے جو وہاں ضلع ہونے کی وجہ سے قائم کیا گیا۔

۵۔ شیعوں کی احساس کمتری

شیعوں کی ناخواندگی کی ایک علت ان میں پائی جانے والی احساس کمتری اور ناامیدی بھی ہے۔ احساس کمتری کی وجہ سے وہ اس توہم کے شکار ہوئے کہ صرف دوسرے لوگ ہی ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر اور بڑے بڑے آفیسر بن سکتے ہیں (یعنی ہم کہاں اور یہ مقام کہاں) وہ عموماً مذکورہ ڈگریوں کے متعلق سوچنا بھی اپنی لئے وقت تلفی کے مترادف سمجھتے رہے ہیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہے اور لیس للانسان الا ما سعیٰ، (سورہ نجم آیہ ۳۹) کے قانون الٰہی کے تحت ہر انسان کو اس کی محنت اور کوشش کے برابر رتبہ و مقام دیا جاتا ہے لہٰذا کوئی بھی مقام کسی خاص شخص، خاص ذات و قوم سے مخصوص نہیں ہے۔

۶۔ تحصیل علم کی اہمیت کا فقدان (۲)

بدقسمتی سے قوم میں ایسا بھی ایک بڑا طبقہ ہے جو علم کی اہمیت سے بے خبر ہے۔ ان کے نزدیک انسان

۱۔ شیعوں کے ان علاقوں میں ہائی سکول پائے جاتے ہیں وڈینہ، اٹھورہ، سید پورہ، گانگوہ، ہائیر سکنڈری بھی صرف ان علاقوں میں ہیں خندہ، بڈگام، نوگام، ہائیگام، دلنہ۔

۲۔ سوالنامہ حکیم اشتیاق حسین صاحب۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

چاہے جتنی بھی تعلیم حاصل کرلے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ان کے نزدیک علم حاصل کرنے کا سب سے بڑا ہدف اچھی نوکری حاصل کرنا ہے۔ اگر وہ نہیں ملی تو علم حاصل کرنا بیکار ہے اور ساری زحمت ضائع ہوگئی لہٰذا بہتر تھا کہ پہلے ہی اپنے کام کاج میں مشغول ہوجائے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ گروہ جہل مرکب کا شکار ہے جو کسی کی بھی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

۷۔ شیعوں کے ساتھ سرکاری اور غیر سرکاری سطح کا منفی سلوک

شیعوں کے علاقے سرکاری مدارس سے محروم رکھے گئے یا ان کی سطح پرائمری یا زیادہ سے زیادہ مڈل سکول کی حد تک تھی جس کی وجہ سے شیعہ بچوں اور بچیوں کو تعلیم جاری رکھنے کے لئے دوسرے علاقوں میں جانا پڑتا تھا جہاں غیر شیعہ بچے مختلف بہانوں اور ناروا مذہبی تہمتوں سے ان کو پریشان کیا کرتے تھے جس سے وہ روحی عذاب میں مبتلا ہوتے تھے اور کبھی کبھی مدرسہ چھوڑنے پر ہی مجبور ہوجاتے تھے۔ تمام مسلمانوں کو اپنے بچوں کے اندر انسانی اقدار کی بنیاد اور وحدت کلمہ کے جذبہ کے تحت اخلاقی برتاؤ کا حسن پیدا کرنا چاہیے شیعوں کے خلاف آج بھی کھلے عام بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

۸۔ گروہ بندی اور فرقہ پرستی (۱)

شیعوں کی ناخواندگی کی ایک خاص وجہ ان کی گروہ بندی اور فرقہ پرستی ہے چونکہ اگر وہ آپس میں متحد اور ہمدل ہوتے تو یقیناً انہیں اپنی محرومی اور درد کا احساس ہوتا جس کے نتیجے میں وہ درد کا معالجہ کرنے کی طرف جاتے لیکن گروہ بندی اور فرقہ پرستی نے ان کو یوں مشغول کر رکھا ہے کہ ان کی ساری استعداد اور طاقت مخالف فرقہ کو کمزور کرنے میں صرف ہوتی ہے۔

تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کی راہیں

شیعوں کی تعلیمی پسماندگی اور ناخواندگی کو مندرجہ ذیل اقدامات سے سدّ باب کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ شیعوں خصوصاً ان کے محروم علاقوں میں تربیت اسلامی کے لازمی اصول کے ساتھ اسکولز کا قیام عمل میں لایا جائے جو مندرجہ ذیل خصوصیات کے حامل ہوں:۔

۱۔ سوالنامہ غلام علی گلزار صاحب۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

الف :۔ان مدارس میں متدیّن ،تربیت یافتہ اور تجربہ کار اساتید ،انتظامیہ اور ماہرین تعلیمات کی خدمات حاصل کی جائیں (۱) تا کہ پیسہ مطمع نظر ہونے کے بجائے وہ دینی اور معنوی وظیفہ کے ساتھ ساتھ تعلیم کو عبادت سمجھ کر عام کریں۔

ب :۔ان مدارس میں مروّجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت پر بھی زور دیا جائے (۲) چونکہ آج والدین کو مروّجہ تعلیم کے علاوہ بچوں کی دینی تربیت کی فکرمندی اور زبردست پریشانی لاحق ہے۔ بچے مدارس کے ذریعہ جو غلط اور غیر اسلامی حرکتیں سیکھتے ہیں وہ والدین کے لئے نگران اور پریشان کن ہیں۔

ج :۔یہ مدارس بچوں کی تعلیمی معیار بڑھانے کے لئے اپنے تعلیمی نظام کو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کریں اور اس کے لئے وسائل کی تلاش کریں تا کہ بچے اور ان کے والدین دوسرے ماڈرن اور اسٹینڈرڈ مدارس کو دیکھ کر ان کے فریفتہ نہ ہوسکیں (جس طرح آج عیسائی میشنریاں اپنے اہداف کے لئے کام کر رہی ہیں)

د :۔ان مدارس میں بچوں کی ہر مہینے کی کارگردگی چیک (check) کی جاتی رہیں اور ہر طالب علم کے لئے ایک جداگانہ فائل رکھی جائے جس میں اس کی تمام ضروری رپورٹ لکھی جائے تا کہ قوّی اور بااستداد بچوں کی شناخت کر کے ان کے لئے مستقبل کی حکمت عملی اپنائی جائے (۳) جیسے کہ دوسرے تعلیمی ادارے کر رہے ہیں۔ان ذہین اور ہونہار بچوں کو دوسرے شہروں حتیٰ دوسرے ممالک بھی بھیجنے کے لئے کوششیں کی جائیں۔

ھ :۔ان مدارس میں شہداء اور دوسرے یتیم بچوں کو مفت تعلیم دی جائے۔اس کے علاوہ غریب اور نادار بچوں کو بھی رعایتی بنیادوں پر تعلیم دی جائے۔ان مدارس میں داخلہ فیس، ماہانہ فیس اور دوسرے تعلیمی اخراجات بھی ہر ممکنہ حد تک کم رکھے جائیں تا کہ قوم کے بچوں کے والدین کو اپنی طرف جذب کر سکیں۔

۱۔مولانا شیخ غلام حسین صاحب سے انٹرویو۔

۲۔سوالنامہ مولانا حجۃ الاسلام مسرور عباس انصاری صاحب ،صدر اتحاد المسلمین۔

۳۔مولانا شیخ غلام حسین متو صاحب سے انٹرویو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔ قوم کو تعلیم یافتہ بنانے کے لئے خواتین کی تعلیم اور تربیت پر بھی خصوصی توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے (۱) ایک خاتون ایک گھر بلکہ ایک سماج اور معاشرہ کو تشکیل دیتی ہے اگر وہ تعلیم یافتہ ہو تو پورے خاندان، سماج و معاشرہ کو تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے۔

۳۔ سیاسی سطح پر حکومت اور حزب اختلاف میں موجود شیعہ سیاستدانوں کی جانب سے مثبت رول اور اقدامات۔ ان سیاست دادوں کو اپنی قوم کی تعلیمی پسماندگی کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے اور اس کی بہتری کے لئے اپنے اثر ورسوخ اور اپروچ کو استعمال کرنا چاہیے۔

۴۔ علماء اور دانشوروں کی جانب سے اس سلسلے میں مخلصانہ اقدامات اور عوامی بیداری مہم شروع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

۵۔ ہر سطح اور ہر میدان میں ایک مشترکہ لائحہ عمل دیکر اس کو اس کے آخری ہدف تک پہنچانے کی سعی کی جائے۔

۶۔ اجتماعی اور سماجی سطح پر کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کی کارکردگی پر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے (۲)

۷۔ لائق و فائق اور با استعداد طالب علموں کو نیز غریب بچوں کو ملک اور بیرون ملک کے اعلیٰ سائنسی اور ٹکنیکی اداروں میں داخلہ دلوانے کی کوشش کرنے کے علاوہ حتی الامکان ان کی مالی اور اخلاقی مدد کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

۸۔ قوم کے مخیّر سرمایہ دار افراد کو مدرسے بنوانے کی تشویق دلائی جائے اس کے علاوہ قوم کا تعلیمی معیار بہتر بنانے کے لئے پڑھے لکھے افراد کو بروئے کار لایا جائے۔

شیعوں کے تعلیمی ادارے

کشمیر میں لاکھوں کی شیعہ آبادی ہونے کے باوجود ان میں تعلیمی ادارے تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں جس سے صاف ان کے علمی و تہذیبی انحطاط کا اندازہ لگایا سکتا ہے۔ کشمیر میں حسب ذیل ادارے قوم کی تعلیمی خدمات انجام دیتے میں مصروف ہیں۔

۱۔ سوالنامہ مولانا مسرور عباس صاحب، صدر اتحاد المسلمین جموں و کشمیر۔
۲۔ سوالنامہ مولانا مسرور عباس صاحب، صدر اتحاد المسلمین جموں و کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۔ ایجوکیشنل ٹرسٹ۔(۱)

۲۔ باب العلم۔

۳۔ مدینہ پبلک سکول۔

۴۔ آر۔ ایم۔ پی ہائیر سکنڈری سکول۔

ایجوکیشنل ٹرسٹ

آغا سید حسین کہ جو ڈوگرہ دور میں وزیر تھے، ان کی اکلوتی بیٹی بیگم ظفر علی صاحبہ بخشی وزارت کے دوران انسپکٹر آف گرلز سکولز تھیں۔ انہوں نے خواجہ غلام محی الدین (سفرنگ موزز) آغا مظفر علی، حکیم صفدر ہمدانی اور دوسرے متوجہ حضرات کی تائید وحمایت سے ۱۹۵۸ء میں ''ادارہ ترقی تعلیم اطفال شیعہ'' قائم کیا۔ یہ ادارہ کتب، وردی اور وظیفہ کے ذریعے غریب بچوں کی مدد کر کے مروّجہ تعلیم حاصل کرنے کی جانب کما حقہ تقریباً تین برس تک رغبت دلاتا رہا(۲) اس کی رکنیت میں مصروف کار آفسرز اور سرمایہ دار طبقہ کا غلبہ تھا اس لئے کچھ مدت کے بعد بے اثر ثابت ہو گیا

وسط ۱۹۶۸ء میں بعض قوم کے ہمدرد اہل فکر حضرات نے ملّت شیعہ کشمیر کی اقتصادی زبوں حالی اور سماجی پسماندگی کی اہم وجہ ''ناخواندگی'' کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس سلسلے میں عملی اقدام کے طور پر حاجی مرزا قاسم علی صاحب دولت آباد سرینگر کے گھر میں متعدد میٹنگوں اور مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا، تعلیم کی جانب متوجہ کرنے والے ایک ادارہ کے قیام کی تجویز سامنے آئی ۱۶ جون کو ایک اجلاس زیر صدارت حاجی علی بن حسین زیدی منعقد ہوا جس میں ایجوکیشنل ٹرسٹ کشمیر کا وجود عمل میں لایا گیا۔

شروع شروع میں ٹرسٹ کا صدر دفتر حاجی مرزا قاسم علی صاحب کے دولت خانہ ہی تھا پھر ۱۹۷۱ء میں اس کو حسینی منزل ناوپورہ منتقل کر دیا گیا۔

1.EDUCATIONAL TRUST

۲۔ جناب غلام علی گلزار صاحب سے انٹرویو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۹۸۵ء تک ٹرسٹ کی پوری توجہ تعلیم و تربیت کے ضمن میں زیادہ تر بالواسطہ طریقہ سے معاونت تک مرکوز تھی۔ جس میں نادار بچوں کو تعلیم جاری رکھنے کے لئے مالی امداد اور ٹکنیکی و اعلیٰ تعلیم کے لئے قرضہ بلاسود مہیا کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۹۸۵ء کے بعد ٹرسٹ نے اپنے تعلیمی پروگرام میں انگلش میڈیم سکولز کھولنے کا کام بھی اپنے لائحہ عمل میں شامل کرلیا۔

اسی مقصد کے پیش نظر تجرباتی طور پر میر بحری علاقے میں پہلا امامیہ پبلک سکول قائم کیا گیا جس کے نتائج حوصلہ افزا رہنے کی وجہ سے مختلف علاقوں میں مزید سترہ (۱۷) مرحلہ وار امامیہ پبلک سکول قائم کئے گئے (۱)

ایجوکیشنل ٹرسٹ کے ذریعے شائع کئے گئے کیلنڈر ۲۰۰۸ء کے مطابق ٹرسٹ ہذا نے آج تک تقریباً ۲۱۲۵۳ سے زائد طلاب کو کتب، وردیاں، فیس وغیرہ بطور امداد فراہم کیا اور آج بھی ٹرسٹ کے زیر اہتمام چلنے والے سکولوں میں ۴۸۰ سے زائد یتیم اور نادار بچوں کو مفت تعلیم دی جارہی ہے اس کے علاوہ ٹرسٹ نے ۹۱۵ طلاب کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے قرض الحسنہ فراہم کیا ہے (۲)

اس ادارہ نے اپنے آغاز سے ہی گروہ بندی سے بلند ہو کر اپنا رول نبھایا ہے لہٰذا مذکورہ علاقوں (جہاں جہاں ادارہ کے مدارس ہیں) میں شیعوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے میں ادارہ نے کافی مثبت اور مؤثر رول ادا کیا ہے۔ تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ تہذیبی اور ثقافتی کاموں میں بھی وقتاً فوقتاً حصہ لیتا رہا ہے۔ جس کے تحت پبلک جلسہ، یوم حسینؑ، عید میلاد النبیؐ جیسی اہم تقاریب کا انقاد کیا جاتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کی حوصلہ افزائی اور ان میں تعلیمی رجحان بڑھانے کے لئے ادارہ تعلیمی مظاہروں اور انعامی مقابلہ کی تقاریب بھی منعقد کراتا ہے۔

۱۔ نومبر ۲۰۰۷ء تک ایجوکیشنل ٹرسٹ کے تحت ان علاقوں میں پبلک سکول چل رہے ضلع سرینگر میں میر بحری، ڈب، شالیمار، ہارون، چک باغ حضرت بل، بالہامہ، ضلع بڈگام میں اچھ گام، چھتر گام، خندہ، اسکندر پورہ، وہاب پورہ، لبرتل، ضلع پلوامہ میں گوگنو، ضلع انت ناگ میں صوفی پورہ پہلگام، شاہو سچن (دیوسر) ضلع بارہمولہ میں وتر گام، نورکھاہ اوڑی۔

۲۔ ایجوکیشنل ٹرسٹ کا شائع کردہ کیلنڈر ۲۰۰۸ء صفحہ اول۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

نومبر ۲۰۰۷ء تک اس ادارے کے مجموعی ممبران کی تعداد ۸۷۳ تھی۔ نیز اس کے زیر تعلیم طلاب کی تعداد ۳۸۰۰ تھی، جن کو تعلیم و تربیت دینے کے لئے ادارہ نے دوسوپنتالیس (۲۴۵) اساتید کی خدمات فراہم کر رکھی ہے۔

باب العلم

ادارہ باب العلم انجمن شرعی شیعیان فرقہ مصطفوی کے شعبہ تعلیم کے زیر نظر چل رہا ہے اس ادارہ کے مختلف علاقوں میں کئی اور مدارس بھی ہیں۔ اس کا مرکزی دفتر سابق حوزہ علمیہ جامعہ باب العلم ہے۔

اس ادارے کے سکولوں میں ہزاروں بچے بغیر کسی مذہبی امتیاز کے تحصیل علم میں مشغول ہیں جن میں انجمن کے ترجمان کے بقول غریب اور یتیم بچوں کو مفت تعلیم کے علاوہ کتب اور وردیوں کے ذریعہ بھی مدد کی جاتی ہے۔

انجمن شرعی کے ذریعہ فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق اس ادارہ کے ذریعہ لائق وفائق طالب علموں کو اعلیٰ سائنسی اور ٹیکنیکی اداروں میں داخلہ دلوانے کی غرض سے حتی الامکان مالی اور اخلاقی معاونت بھی کی جاتی ہے(۱) اس ادارے نے مروّجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ طالب علموں کی دینی تعلیم من جملہ قرآن واحکام کی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہے تاکہ بچوں کو دوالگ الگ مدرسہ میں پڑھنے کے لئے نہ جانا پڑے جس سے اُس پر تعلیم کا بوجھ بھی زیادہ پڑ جاتا ہے۔ سکولوں کے نصاب میں چونکہ اردو ویسے بھی شامل ہے جس میں زیادہ تر اسلامی اقدار اجاگر کرنے والے مضامین رکھے جاتے ہیں اس لئے بحیثیت اسلامیات صرف دینیات اور قرآن مع تجوید پڑھایا جاتا ہے جس کے لئے ایک تربیت یافتہ مدرس کا بندوبست کیا گیا ہے۔ کئی سکولوں میں حوزہ علمیہ باب العلم سے تربیت یافتہ مدرسین اس کام پر معمور کیے گئے ہیں۔

اس ادارہ نے بھی شیعوں کے ان علاقوں میں (جن میں ادارہ کے مدارس ہیں) تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے میں مفید رول ادا کیا ہے۔ اس ادارہ نے مروّجہ تعلیم کے نظام کو تقریباً ڈیڑھ دہائی سے اس

۱۔ انجمن شرعی شیعیان کے شعبہ جات کی خدمات۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ اس مدرسہ کی خوش آیند بات یہ ہے کئی سالوں سے امتحانات خصوصاً دسویں کلاس کے نتائج کافی اچھے اور اطمینان بخش سامنے آئے ہیں۔

مدینہ پبلک اسکولز

مدینہ پبلک اسکولز العباس ریلیف ٹرسٹ (قائم شدہ ۱۹۹۳ء) کے شعبہ تعلیم و تربیت کے زیر نظر اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ مدینہ پبلک اسکولز کا پہلا اسکول ۱۹۹۳ء میں موضع احمد پورہ میں کھولا گیا۔ لیکن وقت کی ضرورت اور عوام الناس کی مانگ کی مدنظر اگلے سال چار اور مدرسے ضلع بارہمولہ تحصیل پٹن کے مختلف دیہات میں شروع کئے گئے ہیں۔ ان مدارس کی تعداد بڑھ کر آج آٹھ ہو چکی ہے (۱) مدینہ پبلک اسکولز کے فراہم کردہ رپورٹ کے مطابق ان میں تین ہزار سے زائد طلباء و طالبات زیور تعلیم سے آراستہ کئے جا رہے ہیں (۲) یہ مدارس ایک ہائی سکول، دو مڈل سکول اور بقیہ پرائمری سطح کے سکولوں پر مشتمل ہیں۔

فراہم کردہ رپورٹ کے مطابق ان اسکولز میں داخلہ فیس، ماہانہ فیس اور دوسرے تعلیمی اخراجات ہر ممکنہ حد تک کم رکھے گئے ہیں تا کہ سماج کے فقیر اور نادار افراد کے بچے بھی تعلیم سے بہرہ مندہ ہو سکیں ترجمان کے مطابق یتیم، غریب اور ضرورتمند بچوں کو مفت یا رعایتی بنیادوں پر تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ دیگر طبقہ جات کو بھی ماہانہ فیس، کتابوں، وردی اور دیگر صورتوں میں رعایت و امداد دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ مختلف فنڈس کا بوجھ انتظامیہ خود ہی برداشت کرتی ہے (۳)

مدینہ پبلک اسکولز میں بورڈ کلاسز کے علاوہ تمام جماعتوں کے لئے نصاب تعلیم (syllabus) بنایا گیا ہے۔ جن میں آیندہ نسل کو ترقی یافتہ اور دیندار بنانے کے لئے مروّجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینیات بھی پڑھائی جاتی ہے مدارس میں تعلیم و تدریس کا ذریعہ (Medium) انگلش کو قرار دیا گیا

۱۔ وہ حسب ذیل علاقوں میں ہیں (۱) گنڈ خواجہ قاسم (۲) نوری پورہ (۳) بالی ہیرن (۴) ہانجی ویرہ (۵) آرم پورہ، (۶) کرپال پورہ بالا (۷) احمد پورہ (۸) سید پورہ۔

۲۔ مدینہ پبلک اسکولز کشمیر۔ تعارف خدمات اور آئندہ منصوبے، انتظامیہ مدینہ پبلک اسکولز کشمیر۔

۳۔ مدینہ پبلک اسکولز کشمیر۔ تعارف خدمات اور آئندہ منصوبے، انتظامیہ مدینہ پبلک اسکولز کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے۔ ہے تاہم اردو زبان میں بھی بعض کتابیں تعلیمی نصاب میں شامل ہیں۔ ان مدارس میں بچوں کی تعلیمی قابلیت بڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی وجسمانی نشوونما پر بھی زور دیا جارہا ہے۔

یہاں تربیتی اور ثقافتی پروگراموں پر توجہ کر کے مناسب طریقے سے بچوں کو اردو اور انگریزی میں اسلامی تاریخ اور تعلیمات سے روشناس کرایا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ ہر اسلامی اور اہم تاریخی واقعہ اور مناسبت پر بچوں کو غیر نصابی پروگرام میں واقفیت بہم پہنچائی جاتی ہے۔

طلباء کی درسی اور غیر درسی معلومات بڑھانے کے لئے انہیں مرکزی انتظامیہ کی نگرانی میں ریاست کے تاریخی مقلعات، جھیلوں، باغات اور جنگلوں وغیرہ کی سیر کرائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ طلباء میں تعلیمی شوق اور رغبت دلانے کے لئے یہاں تعلیمی مظاہروں اور انعامی مقابلہ کی تقاریب بھی منعقد کی جاتیں ہیں۔

راقم الحروف نے جہاں تک ذاتی طور پر ان مدارس کے سلسلہ میں تحقیق کی ہے تو الحق والانصاف ان مدراس کو منظم اور مرتب پایا جن کی فعالیت سے دوست ودشمن سب راضی تھے اور مذکورہ علاقوں میں تعلیمی پسماندگی دور کرنے میں ان مدارس نے اچھا اور مفید رول ادا کیا ہے۔ ان مدارس کی فعالیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلے سات سال (۲۰۰۰ء) سے اس کے بچے میٹرک میں ۱۰۰ فیصد امتیازی اور اول درجے میں پاس ہو چکے ہیں. مدرسہ کی بچیوں میں دوسرے مدارس کے برعکس حجاب اسلامی کی بھرپور رعایت کی جاتی ہے۔

آر، ایم، پی ہائر سیکنڈری سکول

۱۹۸۹ء میں تحریک آزادی شروع ہونے کے بعد وادی کشمیر ایک عجیب اور پرآشوب دور سے گزر رہی تھی۔ زبردست سیاسی اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ معاشی اور سماجی حالات بھی بدل گئے ہر طرف افراتفری پھیل گئی تھی اور ایڈمنسٹریشن تقریباً مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ اس ناامنی کے لہروں میں یہاں کا تعلیمی نظام بھلا کیسے باقی رہ سکتا تھا؟ درنتیجہ کچھ سرکاری اسکول جلادیئے گئے تو بعض فوجی چھاونیوں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں تبدیل ہو گئے۔ کشمیری پنڈت جن کے پاس یقیناً اعلیٰ تعلیم موجود تھی وہ بھی وادی چھوڑ کر جموں اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں آباد ہو گئے جس کی وجہ سے کشمیر کا تعلیمی نظام اور درہم برہم ہو گیا۔

بگڑے ہوئے تعلیمی نظام کو دیکھ کر قوم کے ایک پڑھے لکھے باشعور شخص حاجی نور محمد وانی (۱) نے اس (بگڑے ہوئے تعلیمی نظام) چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے بڈگام (جہاں کشمیر کی دوسری جگہوں کی بنسبت شرح خواندگی اور بھی بہت کم تھی) میں ایک تعلیمی ادارہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ بچے اعلی معیاری تعلیم حاصل کر سکیں۔ اس طرح انہوں نے ۲ جولائی ۱۹۹۰ء میں آر، ایم، پی سکول کی بنیاد ڈالی۔ سکول کی ابتدا بڈگام قصبے کے ایک محلے ''زبرپورہ'' میں چھوٹے تین کمروں سے ہوئی۔

یہ مدرسہ ۱۹۹۳ء میں پانچویں ۱۹۹۴ء میں آٹھویں ۱۹۹۹ء میں دسویں ۲۰۰۴ء میں ہائر سیکنڈری سکول تک ترقی کرتا گیا اور اس وقت یہ سکول نرسری سے لے کر بارہویں جماعت تک کے لڑکوں کو مختلف شعبوں یعنی سائنس، کامرس، آرٹس، اور خاص کر انفارمیشن ٹیکنالوجی اور بیوٹیکنالوجی مضامین میں تعلیم مہیا کر رہا ہے۔

اس سکول سے آج تک سینکڑوں بچے فارغ التحصیل ہوئے ہیں جن میں سکول کی طرف سے فراہم کی گئی اطلاعات کے مطابق بہت سارے اچھے عہدوں پر فائز ہونے کے علاوہ کئی افراد ڈاکٹر، انجینئر اور بڑے آفیسر بھی ہیں۔ یہ سکول ایک منظم اور قابل تعریف سکول ہے۔ اس وقت اس سکول میں اس کے مسئول کے بقول ۲۸ یتیم بچے مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یتیم اور مفلوک الحال بچوں کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

۱۹۹۹ء سے لے کر ۲۰۰۷ء تک اسکول کے امتحانی نتائج بقول ان کے سو (۱۰۰) فیصد رہے ہیں۔ سکول کی کارکردگی ہی کو دیکھ کر ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء میں سکول کے (director) حاجی نور محمد وانی کو

۱۔ نور محمد وانی پالر بڈگام کے رہنے والے ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ ۱۹۷۵ء میں دسویں جماعت کا امتحان دیا۔ ۱۹۷۹ء میں بی، اے کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۰ء میں ایم، اے ریاضی کی ڈگری کشمیر یونیورسٹی میں مکمل کی اس وقت آفسر کی حیثیت سے پلاننگ ڈپارٹمنٹ میں کام کرتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

(Gandhian Award) سے نوازا گیا۔ جو نور محمد صاحب کو شیر کشمیر انٹرنیشنل کنوینشن کمپلیکس سرینگر میں ایک پروقار تقریب میں اس وقت کے ریاست جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ جناب غلام نبی آزاد کے ہاتھوں دیا گیا۔ اس سکول کے علاوہ بڈگام اور کشمیر کے دیگر علاقوں میں کچھ اور سکولز بھی کسی مذہبی امتیاز کے بغیر کشمیری قوم کی خدمات رسانی میں مشغول ہیں البتہ ان سب کی انفرادی حیثیت ہے(۱) جن میں سے ایک ''الاسماء'' کے نام سے بڈگام میں چل رہا ہے جس کے ساتھ بڈگام کا تعلیم یافتہ طبقہ وابستہ ہے۔ اس مدرسہ کے مدیر علامہ سید باقر الموسوی کے فرزند آغا سید احمد موسوی ہیں۔ ان کے علاوہ علامہ سید باقر موسوی سے عقیدت و اخلاص رکھنے والا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس کام میں ان کو تعاون فراہم کر رہا ہے جن میں استاد غلام حسین راتھر صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ میر گنڈ بڈگام میں ایک اور سکول صفوی میموریل ٹرسٹ کے تحت چل رہا ہے۔

شہر سرینگر کے ڈونی پورہ زڈی بل اور لال بازار میں سید مجاہد حسین کی طرف سے دو کافی اچھے اور منظّم مدرسے چل رہے ہیں۔ جن کی تفصیلات کافی اصرار کے باوجود انہوں نے فراہم نہیں کیں۔

ا۔ جن کی تفصیلات ہم تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ممکن نہ ہوسکی ہے۔ البتہ ان سکولز کے مسئولین سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنے سکولوں کی تفصیل راقم تک پہنچائیں تا کہ کتاب کی دوسری ایڈیشن میں ان کو شامل کیا جا سکے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعیان کشمیر کے آداب ورسومات

مقدمہ

دنیا میں رہنے والے مختلف ممالک کے لوگوں میں اپنے اپنے کچھ آداب ورسومات ہوتے ہیں جن میں بعض دینی تو بعض ان کی تہذیبی اور ثقافتی امور کا حصہ ہوتے ہیں جو نسل اندر نسل ان تک منتقل ہوتے ہیں کشمیری شیعہ قوم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ان میں بھی زندگی کے ہر پہلو میں اپنے دینی اور تہذیبی رسم ورواج پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

گھریلو زندگی

ایک کشمیری خصوصاً شیعہ شہری ہو یا دیہاتی بہترین حالت میں اس وقت ہوتا ہے جب وہ گھر میں اپنے بیوی، بچوں اور ماں باپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ گھر اس کی زندگی کا مرکز اور محور ہے جس کے اردگرد اس کا سارا معاشرتی نظام گھومتا ہے۔

عام کشمیریوں کی طرح شیعوں میں بھی ابھی باہمی زندگی (ماں باپ، بھائی، بہنوں اور ان کے بچوں کے ساتھ) گزارنے کا رواج ہے۔ ماں باپ کی کافی عزّت کی جاتی ہے اور بڑے بھائی کو باپ کا جانشین اور گھر کا ذمہ دار فرد مانا جاتا ہے سب اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو لازم جانتے ہیں۔

عورت کی حیثیت

کشمیری شیعہ قوم میں لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں جانا جاتا ہے۔ لڑکی کو بھی قرآن اور سنت کی روشنی میں اپنے حصہ کی تمام میراث دی جاتی ہے۔ شیعہ قوم میں عورتیں صرف گھریلو کام کاج

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میں مصروف رہتی ہیں تاہم شہری شیعوں کی بعض خواتین اپنی معاشی اور مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اپنے گھروں ہی میں کتائی، بنائی، شال بافی اور سلائی وغیرہ کا کام کرتی ہیں۔

گاؤں میں مالی مشکلات کی سبب خواتین اپنے گھر والوں کے ساتھ زمین داری کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سبزی اُگانے ''کیاری'' کا کام بھی عورتیں رضا کارانہ طور پر انجام دیتی ہیں۔ سرکاری اداروں میں شیعہ خواتین کی تعداد تقریباً نہ ہونے کے برابر رہے۔

آج کل پہلے کی بنسبت لڑکیوں کے پڑھانے پر بھی کافی توجہ دی جاتی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہاں عورتوں کی آزادی بہت محدود ہے۔

شیعہ طلاق کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے شیعوں میں طلاق کا واقعہ بہت کم پیش آتا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر شیعہ برسرعام مجلس عقد میں مولوی صاحب کے ذریعے صیغہ عقد پڑھوانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیز دلہن کے مہر کی وصولی کے بھی وہیں خواہاں ہوتے ہیں۔ مہر کی عام رقم گاؤں میں آج کل کم از کم ۵۰ ہزار روپیہ ہے۔ جبکہ سرینگر اور گاؤں کے سرمایہ دار لوگوں میں یہ رقم ایک لاکھ سے بھی زیادہ اوپر مقرر کی جانے لگی ہے۔

جہیز

ایک دو دھائی پہلے تک شیعہ قوم میں جہیز نام کی کوئی شئ نہیں پائی جاتی تھی حتیٰ شادی کے ولیمہ کا خرچہ بھی لڑکے والوں سے ہی وصول کیا جاتا تھا لیکن جدید دور میں دشمنوں کی ثقافتی یلغار سے یہ رسم اب ختم ہو چکی ہے۔

اگرچہ جہیز کا مطالبہ آج بھی شیعہ قوم میں کشمیر کے اندر نہیں کیا جاتا ہے تاہم رشتہ انتخاب کرنے کے وقت اکثر لڑکے والوں کی نظریں لڑکی والوں کی مالی حالت پر مرکوز رہتی ہے۔ آج کل روز بروز جہیز کی رسم میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جس سے قوم کی بہت ساری غریب اور یتیم لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہیں، تاہم گاؤں میں ابھی بھی یہ رسم اپنے حدود سے تجاوز نہیں کر چکی ہے لیکن شہروں میں جہیز کی لعنت نے بُری طرح معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں گھیر لے رکھا ہے۔ جس سے شہری علاقوں میں لڑکیوں کی شادی کی عمر میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

آج لڑکی والوں کو دولہے کے علاوہ ان کے ماں باپ، بھائیوں، بہنوں، بھابیوں اور ان سب

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کے بچوں اور دولہے کے دیگر نزدیکی رشتہ داروں کو کسی نہ کسی شکل میں کوئی نہ کوئی تحفہ دینا پڑتا ہے۔

ولیمہ کی تقریبات اور ان میں کھانے پینے کی قسمیں

شیعہ لوگ عام کشمیریوں کی طرح شادی کے دن حسب مقدور لوگوں کو کھانے کی دعوت پر بلاتے ہیں جس میں کم از کم دس (۱۰) قسم کے سالن پکائے جاتے ہیں۔ مہمانوں کے لئے ایک ایسی بڑی سینی میں کھانا رکھا جاتا ہے کہ وہ چار چار آدمی اس میں ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔

لڑکی والے بھی اپنی طاقت کے مطابق ہمسایوں اور رشتہ داروں کو دعوت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ باراتیوں کا بھی خصوصی انتظام کرتے ہیں جن کی تعداد کم سے کم ۲۰ اور زیادہ سے زیادہ سوڈیڑھ سو تک کی ہوتی ہے۔ اس میں کھانے پینے کا زبردست انتظام کیا جاتا ہے ہر چار نفری سینی پر کم از کم تین ہزار روپیہ خرچہ آتا ہے جبکہ شہری دولتمندوں میں یہ خرچہ دوگنا بھی ہوسکتا ہے نت نئے سالنوں کی بہتات ہوتی ہے اور کافی تبذیر سے کام لیا جاتا ہے۔

شادی کے دو چار دن بعد جب لڑکی والے دلہن کو کچھ دنوں کے لئے میکے لانے کے لئے لڑکے کے گھر جاتے ہیں تو وہ بھی بارات میں بلائے گئے افراد کی تعداد میں جاتے ہیں۔ جہاں لڑکے والے بھی متبادل طور پر لڑکی والوں کی ہی طرح کھانے پینے کا انتظام ان کے لئے کرتے ہیں۔ بہر حال شادی کی ان رسموں پر بے تحاشہ اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے جس سے قوم کی معاشی حالت اور بھی تباہ ہوگئی ہے۔

بچوں کی ولادت

کشمیری شیعہ قوم میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ پہلے بچے کی ولادت کے لئے لڑکی والے اسے اپنے ہی گھر بلاتے ہیں۔ ولادت کے بعد وہ مٹھائیوں اور مختلف بسکوٹوں اور پیسٹریوں سے بھری ایک سینی لے کر لڑکے والوں کو بچے کی ولادت پر مبارک بادی کے لئے جاتے ہیں جس کے ایک روز بعد جواباً وہ بھی لڑکی والوں کی مبارک بادی کے لئے آتے ہیں۔ ولادت کے ۲۰، ۲۵ دن بعد لڑکے والے لڑکی کی تندرستی کے لئے بہت ساری چیزوں من جملہ چاول، کلوچہ، تیل، روٹی، انڈے، پھل وغیرہ کے ہمراہ اس کے گھر آتے ہیں۔

بچوں کی ولادت پر ہمسایہ اور دیگر رشتہ دار خواتین بھی مبارک بادی کے لئے آتی ہیں اور ہدیہ کے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

طور پر کچھ رقم بھی بچوں کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں پھر جب ان کے یہاں ولادت ہوتی ہے تو مذکورہ رقم میں کچھ مزید اضافہ کر کے وہ ان کو لوٹا دی جاتی ہے۔

بچوں کے عقیقہ اور ختنے کرنے کی رسم

کشمیری شیعہ اپنے بچوں کا عقیقہ کرنے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں جس کو انجام دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی جاتی ہے۔ مکروہ ہونے کی وجہ سے گھر کا کوئی فرد عقیقہ کا گوشت نہیں کھاتا ہے۔

ختنہ کی رسم کشمیر میں عقیدت واحترام کے ساتھ انجام دی جاتی ہے اس میں ختنہ کی خاص دعا پڑھی جاتی ہے ہمسایہ اور رشتہ دار سب مبارک بادی کے لئے آتے ہیں اس کے علاوہ بچوں کو ہدیہ کے طور پیسے بھی دیتے ہیں۔

موت اور اس کے بعد مراسم

شیعہ مسلمانوں میں اگر کوئی مومن فوت ہو جاتا ہے تو ہمسایے، رشتہ دار اور گاؤں میں سب لوگ اس کی تشیع جنازہ کے لئے اس کے گھر میں جمع ہوتے ہیں۔ میت کے رشتہ داروں من جملہ بیٹی، بہنوں وغیرہ کو میت کے حالت احتضار میں ہی آخری دیدار کے لئے بلایا جاتا ہے۔

میت کو غسل وکفن کے بعد صحن میں لایا جاتا ہے جہاں میت کے پسماندگان کے صبر وتحمل کے لئے ذاکر حضرات امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھتے ہیں۔ جس سے صاحب عزا کو امام حسینؑ کے مصائب یاد کر کے اپنا غم بھول جانے میں بہت مدد ملتی ہے۔

تمام مومنین کی ہمراہی میں نماز جنازہ کے بعد میت کو سپرد خاک کیا جاتا ہے ہمسایہ اور گاؤں کے قرآن خوان کم از کم تین چار دنوں تک جبکہ بعض جگہوں پر پندرہ یا چالیس دنوں تک میت کی ایصال ثواب کے لئے ان کے گھر قرآنی خوانی کے لئے جاتے ہیں۔ فاتحہ (روز چہارم) تک صاحب عزا کے لئے صبح وشام ان کے ہمسایہ اور رشتہ دار کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں۔

مذکورہ قرآن خوانی کے علاوہ ہمسایہ اور گاؤں والے فاتحہ تک صبح سویرے میت کی قبر پر فاتحہ اور تلاوت قرآن پاک کے لئے جاتے ہیں جو کم از کم ۳۰ منٹ تک جاری رہتی ہے۔ فوت ہونے کے چوتھے دن میت کی ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ایک بڑی مجلس کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میت کے رشتہ دار اپنے اپنے گاؤں سے میت کی فاتحہ خوانی کے لئے ان کے گھر اور مقبرہ پر آتے ہیں۔ دور سے آنے والے چھوٹی بڑی بس بک کر کے آجاتے ہیں۔ مجموعاً اس فاتحہ کی مجلس میں ہزاروں بلکہ بعض نامور رئیس افراد کی فاتحہ خوانی میں دسیوں ہزار لوگ شرکت کرتے ہیں۔

فاتحہ خوانوں کے لئے عمومی طور پر چائے وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض سرمایہ دار دور دراز علاقوں سے آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا بھی بندوبست کرتے ہیں۔ ان فاتحہ خوانیوں میں صاحب عزا کی عورتوں کو تسلی دینے کے لئے عورتوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہوتی ہے۔ فاتحہ خوانیوں میں زن و مرد الگ الگ میت کے ایصال ثواب اور صاحب عزا کی تسلی و تشفی کے لئے مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ میت کی ایصال ثواب کے لئے پندرھویں، چالیسویں اور پہلی برسی پر بھی مجلس حسینؑ منعقد کی جاتی ہے جس میں میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور مجلس حسینؑ کے بعد مدعوین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

یہ تذکرہ بھی ضروری ہے کہ صاحب عزا کی دلجوئی کی خاطر فاتحہ (چہارم) تک ہر صبح وشام مؤمنین میت کے گھر جا کر وہاں مجلس حسینؑ برپا کرتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ فاتحہ کے بعد بھی پندرھویں یا چالیسویں دن تک رات کو صاحب عزا کے غم میں شریک ہونے کے لئے ان کے گھر جاتے ہیں۔

کشمیری شیعوں کی ایک رسم یہ بھی ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد پہلی آنے والی عید (چاہیے وہ عید قربان، فطر، غدیر، نوروز وغیرہ) کو بھی صاحب عزا کی دلجوئی اور تسلیت کے لئے سب (مردوزن) ان کے یہاں جاتے ہیں۔

شیعوں کی عید

شیعوں کی عید عام طور پر تمام مسلمانوں کی عید ہیں۔ وہ عید قربان اور عید فطر کو بڑی عزت اور احترام سے مناتے ہیں اور ان عیدوں میں بڑی خوشی کا اظہار کرنے کے علاوہ کئی کئی قسم کے کھانے پکاتے ہیں اس کے علاوہ عید قربان میں قربانی کرتے ہیں (۱)

۱۔ تاہم ان عیدوں کو مزید شاندار اور جوش وجذبہ سے منانے کے لئے مزید توجہ کی ضرورت ہے تاکہ پروپیگنڈا اور توہم کے شکار حلقے طرح طرح کی باتیں نہ بنا سکیں، جو اپنی زہر آگین بے بنیاد پروپیگنڈے سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ شیعہ عید فطر اور قربان کو نہیں مناتے ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وہ ان دونوں عیدوں میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ زن ومرد نماز عید کا انعقاد کرتے ہیں نماز کے بعد ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ چائے اور مٹھایاں آپس میں تقسیم کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کے گھروں کو مبارک بادی کے لئے جاتے ہیں خصوصاً داماد ضرور اپنے سسرال والوں کی مبارک بادی یا کشمیری اصطلاح میں ''سلامی'' کے لئے جاتا ہے۔ سسرال والے بھی ان عیدوں میں اپنے دامادوں کو اپنی بیٹیوں کے ہمراہ دعوت کرتے ہیں۔ بچوں کے لئے نئے کپڑے سلائے جانے کے علاوہ ان کو عیدی کے طور پر کچھ پیسے بھی دیئے جاتے ہیں۔

عید فطر اور عید قربان کے علاوہ شیعہ عید غدیر کو بہت زیادہ شان وشوکت سے مناتے ہیں۔ پچھلے چند سال میں نوروز (۲۱ مارچ) محرم وصفر میں آنے کی وجہ سے شیعوں نے عید غدیر کو زبردست اور شاندار انداز میں منایا تھا لیکن ایک دوسال جب سے نوروز ماہ ربیع الاول میں آنے لگا تو عید غدیر کے منانے بھی کافی فرق آیا۔

عید غدیر کے متعلق شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ وہی دن ہے جب آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا تھا اور جس دن خداوند عالم نے الیوم اکملت لکم دینکم فرما کر دین اسلام کو مکمل کردیا ہے۔ اس کے علاوہ شیعہ عید میلاد النبیؐ، شب معراج، شب برات، شب قدر اور عید مباہلہ کو بھی بڑی عزت واحترام سے مناتے ہیں۔

عید نوروز

ائمہ معصومینؑ کی ولادتوں اور شہادتوں کے علاوہ شیعیان کشمیر اپنے سنی بھائیوں سے جن آداب رسومات میں ان سے مختلف ہیں ان میں ایک عید نوروز ہے جس دن کشمیر میں سرکاری چھٹی بھی ہوتی ہے۔

عید نوروز کے متعلق شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نوروز ۲۱ مارچ ہی ۱۸ ذی الحجہ کا دن تھا جب آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے حاجیوں کے مجمع میں اپنا وصی اور جانشین بنایا۔ جس کے فوراً بعد آیہ ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینـــاً'' یعنی آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کردیا اور تمہارے دین

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اسلام کو پسندیدہ بنادیا ہے(۱) شاعر نے بھی بڑے خوبصورت انداز میں مفہوم کو الفاظ کے قالب میں یوں نظم کیا ہے۔

نوروز شده جمله جهان گشت معطر
از بوی گل لاله ونسرین وصنو بر
برتخت خلافت نشست آن شه سوار
دامـاد نبـی شیـر خدا ساقی کوثـر

نوروز کے دن صبح سویرے ہی عید فطر اور عید قربان کی طرح شیعہ اپنے اپنے اموات کی فاتحہ خوانی کے لئے ان کی قبروں پر جاتے ہیں۔اس کے بعد دوست، رفیق، رشتہ داروں کے پاس مبارک بادی اور سلامی کے لئے جاتے ہیں۔ان امور کے علاوہ تمام شادی شدہ حضرات اپنے سسرال والوں کی مبارک بادی یا سلامی کے لئے جاتے ہیں۔

نوروز کے موقعوں پر عیدین کی طرح اکثر اُ گھر کے سارے افراد نئے کپڑے خریدتے ہیں۔بچوں اور نئی نویلی دلہنوں کو عیدی بھی دی جاتی ہے۔ بچے مہینوں سے اس دن کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور ایک ایک دن اور ایک ایک پل منتظر رہتے ہیں۔

نوروز کے لئے بہت سارے اقسام کے لذیذ کھانے پکائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے کم از کم تین چار وقت کے لئے کھانا پکانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔دو تین دہائیوں پہلے نوروز کی پالک اور کشمیری مجھ کاٗ لہ (کھٹی مولی) کم از کم ایک دو ماہ تک حتیٰ شالی لگانے کے دنوں تک کم کم کھاتے تھے۔ سالنوں میں کوئی چیز ہو یا نہ ہو لیکن کشمیری ڈل میں اُگنے والے ''ندرو'' ضرور ہونے چاہیے۔چاہے وہ کتنے مہنگے ہی کیوں نہ ہوں۔

نوروز کے موقع پر قبیلہ کے بزرگوں، ہمسایوں، خصوصاً سارے دامادوں کو ضرور دعوت کی جاتی ہے۔دس بیس برس پہلے تک سال تحویل ہونے سے پہلے ایک دسترخوان بچھایا جاتا تھا جس پر کھانے پینے کی چیزیں رکھی جاتی تھیں۔شیعوں کا عقیدہ تھا کہ شاہ صاحب ''حضرت علیؑ'' اس کا تبرک کرتے ہیں۔زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عید فطر وقربان کے علاوہ اب عید غدیر کو (نوروز کے مقابلے میں) منانے کی اہمیت دی جانے لگی ہے۔

۱۔سورہ مائدہ۔۳

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ائمہ معصومینؑ کی ولادتیں اور شہادتیں

یہاں شیعہ ائمہ معصومینؑ کی ولادتوں خصوصاً پیغمبر اسلامؐ، حضرت علیؑ، حضرت امام صادقؑ اور حضرت صاحب زمانؑ کی ولادتوں کے علاوہ دوسرے ائمہؑ کی ولادتوں کو زیادہ شان وشوکت سے نہیں مناتے ہیں بلکہ ولادت کی رات گوشت خرید کر پکانے کی حد تک مناتے ہیں۔ اگرچہ انفرادی طور پر کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے جشن بھی منائے جاتے ہیں لیکن وہ زیادہ اجتماعی اور عمومی نوعیت کے حامل نہیں ہوتے ہیں۔ البتہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ، امام صادقؑ اور امام زمانؑ کی ولادتوں کے موقع پر بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

لیکن جہاں تک ائمہ معصومین (علیہم السلام) کی شہادتوں کا تعلق ہے تو شیعہ بڑے دل و جان سے ان کو مناتے ہیں اور شہادت کی شبوں کو رات دیر گئے تک مسجدوں اور امام باڑوں میں مرثیہ پڑھتے رہتے ہیں خصوصاً پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ و حضرت حسن مجتبیٰؑ اور حضرت امام حسینؑ، حضرت امام سجادؑ، حضرت امام صادقؑ اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی شہادتوں پر کشمیر کے تاریخی امام باڑوں میں بڑے بڑے اجتماعات اور مجالس حسینیؑ منعقد کی جاتی ہیں۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے موقع پر امام باڑوں سے تعزیہ اور جنازے بھی بابت تبرک نکالے جاتے ہیں۔

شیعیان کشمیر کے دینی جلوس

شیعہ محرم الحرام اور صفر کے ایام میں بہت سارے چھوٹے بڑے دینی جلوس نکالتے ہیں۔ علم مبارک کے جلوس پانچویں، چھٹی محرم الحرام سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ یہ جلوس شہری بستیوں کی نسبت دیہی آبادی میں زیادہ یعنی ہر گاؤں میں پانچویں چھٹی سے دسویں محرم تک ہر روز نکالے جاتے ہیں۔

علم مبارک کا سب سے بڑا جلوس انجمن اتحاد المسلمین کے صدر مولانا محمد عباس انصاری کی سربراہی میں وسط شہر سرینگر میں گرو بازار سے ڈلگیٹ کی مسجد تک نکالا جاتا تھا۔ لیکن ۱۹۸۹ء میں جدوجہد آزادی کے شروع ہونے کے بعد اس پر پابندی لگا دی گئی ہے جو ابھی تک جاری ہے۔ اب علم کا سب سے بڑا جلوس ۷ محرم الحرام کو کاٹھی دروازہ رعناواری سے امام باڑہ حسن آباد تک نکالا جاتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ذوالجناح کا جلوس

شیعوں کے اکثر گاؤں میں دسویں محرم الحرام کو امام حسینؑ کی یاد زندہ رکھنے کے لئے ذوالجناح کا جلوس نکالا جاتا ہے ذوالجناح کا سب سے بڑا جلوس شہر سرینگر کے وسط میں دسویں محرم کو آبی گزر سے زڈی بل امام باڑہ تک نکالا جاتا تھا، جس کی سربراہی باری باری انجمن شرعی شیعیان اور شیعہ ایسوسیشن کر رہے تھے اور وہ اس پروگرام کے نذر و نیاز کے متولی بھی تھے۔ تحریک آزادی ابھرنے کے بعد اس پر بھی مختلف بہانوں اور حیلوں سے پابندی لگادی گئی ہے اب دسویں محرم الحرام کو بڈگام، ماگام، زڈی بل میں بڑے جلوس نکلتے ہیں۔

مجالس حسینیؑ

کشمیری شیعوں کی روح اور ان کے مذہب کی جان مجالس حسینیؑ ہیں، محرم الحرام کے علاوہ پورے سال ان کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ خصوصاً گرمیوں میں ہر ہفتہ شیعوں کی پانچ، چھ بڑی مجالس مختلف گاؤں اور شہروں میں ہوتی ہے۔ جن میں کشمیر کے چپہ چپہ سے لوگ دسیوں ہزار کی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ ذکر حسینیؑ کے ساتھ اگر فکر حسینیؑ کو بھی اپنا لیا جائے تو بیشک شیعوں کی تقدیر بدل سکتی ہے اور وہ زمانہ دور نہیں ہے کہ جب وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی تقدیر رقم کریں گے۔

آستانوں کی زیارت

شیعہ اولیائے خدا کا بڑا احترام کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان (اولیائے خدا) کے روضوں پر شیعہ زائرین کی ہمیشہ بھیڑ رہتی ہے۔

بہت سارے شیعہ نوجوان اپنی شادی بیاہی کے موقع پر بھی کسی نہ کسی آستانے پر ضرور حاضری دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری خواتین بچے کی ولادت کے بعد بچوں کے پہلے بال (کشمیری میں زرہ) کاٹنے کی نذر بھی ان ہی آستانوں کے نام کرتی ہیں۔ اور پھر جب وہ دن آتا ہے تو قبیلہ کے بہت سارے لوگ بڑے جوش و جذبہ اور خوشی کے انداز میں زیارت گاہ پر جاتے ہیں اور بچے کے بال منڈواتے ہیں۔ ان آستانوں کی بہت اچھی آمدنی بھی ہے، اس وقت شیعوں کے آستانہ چاڈورہ، گپکار، زڈی بل، سید پورہ زینہ گیر بہت زیادہ مرجع خاص و عام ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

جہالت، سیاسی اور اجتماعی شعور کے فقدان کی وجہ سے صرف دو وقت کی روٹی ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے عہدوں پر کوئی بھی شیعہ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ شاز و نادر ہو۔

بعض وہ شہر جہاں مسلمان اکثریت میں ہے وہاں شیعہ اچھی استعداد و صلاحیت کے مالک ہیں لیکن چونکہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے لہٰذا وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ بظاہر یہاں کے شیعوں میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن وہ اتحاد اور ہماہنگی بھی نظر نہیں آتی جو یہاں کی ضرورت ہے۔

اقتصادی میدان میں بھی یہاں کے شیعہ بہت پیچھے ہیں اور اکثریت کا دارومدار معمولی کھیتی باڑی، مال مویشی اور سرکاری ملازمت پر ہے اور تجارت سے تو گویا ان کا خدا واسطے کا بیر ہے۔ اجتماعی، سماجی اور سیاسی اعتبار سے بھی ان کی کوئی نمائندہ انجمن یا تنظیم نہیں ہے اور تحریک آزادی سے بھی ان کا کوئی خاص لگاؤ نظر نہیں آتا۔

تقریباً ڈیڑھ سال پہلے قوم وملت کا درد رکھنے والے بعض افراد نے یہاں کے شیعوں میں سیاسی اور اجتماعی شعور پیدا کرنے کے لئے انہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور شہر جموں میں ''شیعہ فیڈریشن'' نامی ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ لیکن یہ نومولود فیڈریشن اپنے رشد و نمو سے پہلے ہی دم توڑتا ہوا نظر آرہا ہے۔

مختصر یہ کہ یہاں کے شیعہ ہر میدان میں پیچھے ہیں ذیل میں ہر شہر میں شیعوں کی صورتحال کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔

ا۔ شہر جموں

صوبہ کا مرکزی شہر اور موسم سرما میں جموں کشمیر کا دارالحکومت ۱۵۸۸۷۷۲ آبادی والا یہ شہر ۳۰۹۷ مربع کلو میٹر پر مشتمل ہے (۱) یہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور مسلمانوں کی تعداد بیس سے پچیس فیصد تک ہے یہاں کے شیعوں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے جو وادی کشمیر کرگل اور پونچھ سے آکر یہاں بس گئے ہیں۔

1- www.jammu.nic.in

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہاں تقریباً امام بارگاہیں اور مساجد ہیں جہاں شیعہ مذہبی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں البتہ ان میں اکثریت ان افراد کی ہوتی ہے جو دوسرے شہروں سے ہجرت کر کے یہاں آ کر بس گئے ہیں ورنہ خود وہاں کے رہنے والے دین و مذہب سے کوئی خاص سروکار نہیں رکھتے جس کی اہم وجہ ان کا ہندو معاشرہ میں گھل مل جانا ہے۔ اقتصادی لحاظ سے یہاں کے شیعہ قدرے بہتر ہیں البتہ دوسروں کی بنسبت پسماندہ ہیں۔ ان کا نہ تو کوئی تجارتی مرکز (trade center) ہے اور نہ کوئی قابل ذکر کمپنی وغیرہ۔ پھر رہی بات سیاست کی تو ان کی آبادی کے تناسب سے ان کا کیا رول ہوسکتا ہے؟ یہ واضح ہے۔ یہاں سے ''تسکین'' نامی ایک اردو روزنامہ بھی شایع ہوتا ہے جس کے چیف ایڈیٹر پونچھ کے ایک شیعہ جناب سید مقبول حسین کاظمی ہیں۔

۲۔ ادھم پور

صوبہ کا ایک بڑا شہر جس کا رقبہ ۴۵۵۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۴۳۵۰۹ ہے(۱) یہاں بھی ہندو اکثریت میں ہیں اور مسلمانوں کی تعداد دس سے پندرہ فیصد تک ہے۔ اس شہر میں تشیع کا وجود نہیں ہے۔

۳۔ راجوری

جموں کا ایک سرحدی علاقہ، رقبہ کے لحاظ سے ۲۶۳۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۴۸۳۲۸۴ افراد ہے(۲) یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے یعنی ۶۰ فیصد (۲) اس شہر میں بھی بظاہر کوئی شیعہ گھرانہ نہیں ہے ہاں ''پتراڑہ'' نامی ایک گاؤں میں تقریباً پندرہ شیعہ گھرانے ہیں جو پونچھ سے آ کر یہاں بسے ہیں۔

۴۔ پونچھ

پونچھ بھی ایک سرحدی علاقہ ہے جس کی مساحت ۱۶۷۴ مربع کلومیٹر اور آبادی ۳۷۲۶۱۳ ہے(۳) یہ تقریبا مسلمانوں کا شہر ہے یعنی یہاں کی مسلم آبادی ۹۲۔۹۱ فیصد ہے(۴) جن میں شیعوں کی تعداد

1.www.jammukashmir.nic.in
2.www.Rajouri.nic.in
3.www.poonch.nic.in

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تقریباً (۴۰,۰۰۰) افراد پر مشتمل ہے جو مختلف علاقوں میں بسے ہیں۔ لیکن سیاسی اعتبار سے ان میں نہ کوئی انسجام پایا جاتا ہے اور نہ کوئی سیاسی رہبر! اور چونکہ آبادی کے تناسب سے سیاست میں ان کا کوئی رول ہونا تقریباً ناممکن ہے اسی لئے جو بھی سیاسی لیڈر منتخب ہوتا ہے وہ شیعوں پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔

اقتصاد میں یہاں کے شیعہ بہت کمزور ہیں۔ بہت محدود کھیتی باڑی اور مویشی پالنے کا کام کرتے ہیں۔ جوانوں کی اکثریت سرکاری ملازمت کے تلاش میں سرگرداں رہتی ہے اور کم اعتمادی اور احساس کمتری کی وجہ سے تجارت وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔

دین و مذہب کے لحاظ سے یہاں کے شیعہ مذہبی اور دیندار ہیں۔ البتہ دیہات کی بنسبت شہر کے شیعہ مذہبی پروگراموں اور رسومات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جو شیعہ دیہاتوں میں رہتے ہیں وہ ائمہ طاہرینؑ کی ولادت وشہادت کے اوپر بھی کوئی خاص توجہ نہیں دیتے ہیں لیکن شہر کے شیعہ کم ہونے کے باوجود بڑی شان وشوکت سے تمام ایام مناتے ہیں۔ مختلف علاقوں میں شیعوں کی مساجد اور امام باڑے بھی ہیں۔ پانچ جگہ نماز جمعہ بھی قائم ہوتی ہے۔ شہر میں ایک ''خاتم الانبیاءؐ'' کے نام سے ایک پبلک لائبریری بھی ہے جس کی ایک شاخ منڈی کے ایک چھوٹے سے علاقے میں ہے۔

لڑکوں کے لئے ایک حوزہ علمیہ ''امام محمد باقرؑ'' کے نام سے اور لڑکیوں کے لئے جامعہ ''فاطمیہؑ'' بھی مشغول خدمت ہے۔

یہاں نقوی، کاظمی اور جعفری سادات کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے جو اہل سنت ہیں، اگرچہ خود کہتے ہیں کہ سید سنی نہیں ہوسکتا لیکن پھر بھی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھتے ہیں۔ عزاداری سے بالکل دو رہیں البتہ اکثر عقائد میں شیعوں جیسے ہیں اور اعمال میں آباد واجداد کے تقیہ کی وجہ سے ابھی تک سنی ہیں۔ البتہ چونکہ وہابی حضرات وسیع پیانے پر تبلیغ کررہے اور شیعوں کی طرف سے ایسا کوئی پروگرام نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے یہ سب مکمل سنی ہوجائیں۔

۵۔ ڈوڈہ

کشمیر کا ایک مرکزی شہر جس کا رقبہ ۱۱۶۹۱ مربع کلومیٹر اور آبادی ۶۹۹۱۹۲۹ ہے(۱) یہاں کی اکثریت

1.www.jammukashmir.nic.doda.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مسلمانوں کی ہے جو فیصد کے اعتبار سے ۹۲۔۵۷ تک پہنچی ہے (۱) اوران میں شیعوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے یعنی شیعہ صرف ایک چھوٹی سی بستی (تقریبا ۱۵۰ گھر) ''چندر کوٹ'' میں آباد ہیں۔ جموں وکشمیر قومی شاہراہ (National Highway) پر یہ چھوٹی بستی بہت اچھا منظر پیش کرتی ہے اور وہاں کی مسجد اور امامباڑے پر لگے ہوئے سیاہ پرچم آنے جانے والے مسافروں کی توجہ کو اپنی طرف جذب کرتے ہیں اوراس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ ایک شیعہ نشین بستی ہے۔

آبادی کے اعتبار سے یہاں کے شیعوں کا سیاست میں کوئی رول نہیں اور اقتصادی حوالے سے اکثریت متوسط طبقے کی ہے مذہب سے کافی لگاؤ رکھتے ہیں اور تمام دینی اور مذہبی رسومات جوش وخروش سے انجام دیتے ہیں۔ ایام عزا میں عاشورا کے دن یہ قومی شاہراہ (National Highway) چار گھنٹے جلوس عزا اور ماتمی دستوں کے لئے بند کردی جاتی ہے جس سے ان کا شیعی تشخص اوران کی پہچان آج تک باقی ہے۔

اسی طرح ''رام بن'' کے علاقے میں بھی شیعوں کی ایک مختصر سی تعداد ہے جن کا ایک نمائندہ ''شیعہ فیڈریشن جموں'' (۲) میں بھی ہے لیکن ان کے بارے میں دقیق معلومات ہماری دسترس میں نہیں ہے۔

۶۔ کٹھوعہ

اس شہر کی آبادی ۵۵۰۰۸۴ افراد پر مشتمل ہے اور رقبہ کے لحاظ سے ۲۶۵۱ مربع کلیومیٹر ہے (۳) اسے وادی کشمیر کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں کی اکثریت ہندوؤں کی ہے اور مسلمان بالکل اقلیت میں ہیں۔ یہاں شیعوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں اور بظاہر یہاں تشیع کا وجود نظر نہیں آتا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کی پراکندگی ان کے پس ماندہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ، سید شہاب الدین۔ نیز روزنامہ قومی آواز ۳ مارچ ۲۰۰۵ء۔

2.www.dailyexcelsior.com۔

3.www.jammukashmir.nic.in\kathua۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعیان کرگل ولداخ

لداخ رقبہ کے لحاظ سے کشمیر کا سب سے بڑا حصہ ہے جس کی مساحت تقریباً ۵۹۱۴۶ مربع کلومیٹر ہے اور یہاں کی کل آبادی تقریباً تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) افراد پر مشتمل ہے(۱) ۵۲ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ جبکہ باقی آبادی بودھ، ہندوؤں وغیرہ کو شامل ہے (۲) لداخ کے مسلمانوں کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اگرچہ بعض مسلمانوں اور بودھ مذہب کے ماننے والوں کے درمیان کچھ اختلافات اور جھگڑے ہوتے رہے ہیں جن میں سے ایک حادثہ ۲۰۰۶ء میں ہونے والا سانحہ بھی ہے جس کے اثرات ابھی تک باقی ہیں (۳)

۵۲ فیصد مسلمانوں میں اکثریت شیعوں کی ہے اور غیر شیعہ بہت کم ہیں۔ لیکن بدھشٹ افراد کی تعداد زیادہ ہے یعنی ۴۸ فیصد۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کشمیر کے وقت یہ علاقہ اس حصے کو بھی شامل تھا جسے آج شمالی پاکستان کے نام سے جانا جاتا ہے۔

آج کا لداخ جو ہندوستان کے زیر نظر ہے دو شہروں پر مشتمل ہے لداخ اور کرگل، کرگل میں شیعوں کی اکثریت ہے لیکن یہاں کے مرکزی شہر یعنی لہ میں اکثریت بدھشٹ کی ہے اور کم تعداد میں شیعہ اور سنی بھی رہتے ہیں۔

یہاں کے شیعہ مذہبی اور دیندار ہیں دین و مذہب ان کی تہذیب و ثقافت پر حاکم ہے۔ تمام مذہبی رسومات بڑی شان وشوکت سے انجام دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ کافی انقلابی اور ولایت فقیہ کے ماننے والے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے بہت سے مراکز مدارس اور دوسری جگہیں امام خمینیؒ اور شہید مطہریؒ وغیرہ سے منسوب ہیں۔ ان کی مسجدیں اور امام باڑے ہمیشہ بارونق اور آباد ہیں اور ان کی انقلابی جلوس بالخصوص روز قدس کا جلوس انسان کو ایران کی یاد دلاتا ہے۔

1.www.islamic voice.com.

2.www.islamic voice.com.

۳۔ حوزہ علمیہ قم میں زیر تعلیم ایک طالب علم بنام شمشیر علی لداخی سے انٹرویو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہاں کے شیعوں کا سیاست میں بھی کچھ اثر اور رسوخ ہے اور اب تک اپنے اتحاد و اتفاق کی وجہ سے کشمیر کی قومی اسمبلی اور ہندوستان پارلیمنٹ میں بھی اپنا نمائندہ بھیجنے میں کامیاب رہے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں اور بدھشٹ کے اختلاف کی وجہ سے اب شیعوں میں ہندوستانی پارلیمانی نمائندہ کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے لیکن اگر وہ اپنے اتحاد و یکجہتی کو باقی رکھیں تو وہ اس مشکل سے نکل سکتے ہیں۔ وہ منظر دیکھنے کے لائق تھا جب یہاں کے لوگوں نے ایک عالم دین کو پارلیمنٹ کے ممبر کے طور پر منتخب کیا اور جب وہ پارلیمنٹ میں عمامہ اور عبا و قبا پہنے ہوئے گیا تو تمام چینلز کے کیمرے اسے خصوصی طور پر فوکس کئے ہوئے تھے۔

یہاں کے شیعوں کی اکثریت ہند نواز ہے اور مسلحانہ جہاد کے خلاف ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ ایک پچھڑا ہوا پہاڑی علاقہ ہے یہاں نہ کھیتی باڑی ہو سکتی ہے اور نہ تجارت وغیرہ کا میدان فراہم ہے۔ یہاں کی مرکزی سڑک یعنی سرینگر جانے والا وسیع راستہ (Highway) برف باری اور شدید سردی کی وجہ سے تقریباً چھ مہینے بند رہتا ہے۔ اسی لئے وہاں نہ تاجر حضرات سرمایہ کاری (Investment) کرتے ہیں اور نہ وہاں کی تعمیر و ترقی کے لئے قدم اٹھاتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا گزارا سرکاری دفاتر میں ملازمت اور تھوڑی بہت تجارت کے ذریعہ ہوتا ہے البتہ پھر بھی بحمد اللہ یہاں غربت نہیں ہے بلکہ اکثریت متوسط زندگی بسر کرتی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ شیعہ آبادی، سیاسی حالات، مذہبی زندگی اور اقتصادی لحاظ سے اچھی حالت میں ہیں اب آیئے مختصر طور پر لیہہ اور کرگل دونوں شہروں میں شیعوں کے حالات پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔

۱۔ شہر لیہہ

لیہہ لداخ کا مرکزی شہر ہے یہاں کی اکثریت بدھشت ہے۔ ۱۱۲ دیہاتوں میں مسلمان صرف ۲۵ دیہاتوں میں ہیں اور ان کی آبادی صرف ۱۵ فیصد ہے (۱) اور ان میں شیعوں کی آبادی ۳/۸۵ فیصد (۲)

1.www.islámic voice.com

۲۔ تنظیم المکاتب کی ایک رپورٹ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہاں شیعوں کی ایک مسجد اور ایک امامباڑہ ہے جہاں وہ مکمل آزادی کے ساتھ مذہبی رسومات اور عبادات انجام دیتے ہیں۔ان کی ایک مذہبی اور ثقافتی انجمن بھی ہے جسے ''انجمن امامیہ'' کہا جاتا ہے مذہبی، سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے یہاں کے شیعہ تقریباً شیعیان کرگل جیسے ہیں۔

۲۔ کرگل

رقبہ کے لحاظ سے یہ شہر ۱۴۰۸۶ مربع کلومیٹر پر مشتمل اور یہاں کی آبادی ۱۴۰۰۰۰ تک ہے یہاں نوے فیصد آبادی شیعوں کی ہے اور بقیہ دس فیصد پانچ فیصد اہل سنت اور پانچ فیصد ۲ بدھشٹ ہیں (۱)

یہاں کی قدیم مساجد ایرانی اور تبتّی ساخت کی ہیں اور نئی عمارتیں عربی اور ایرانی طرز تعمیر کی ہیں (۲) اس شہر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں یہ تنہا ایک شہر ہے جہاں اکثریت شیعوں کی ہے۔

یہاں کی عوام کافی انقلابی اور مذہبی ہے امام خمینیؒ کی تصویر ہر گھر اور ہر دکان میں نظر آتی ہے یہاں کے طلاب عظام کی ایک اچھی خاصی تعداد حوزہ علامیہ قم میں تحصیل علم میں مشغول ہے اور بہت سے علماء قم سے فارغ ہو کر مختلف علاقوں اور بستیوں میں تبلیغ وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یہاں شیعہ تصوف کا ایک فرقہ بھی نوربخشیہ کے نام سے پایا جاتا ہے۔عقائد واعمال کے اعتبار سے ان میں اور بقیہ شیعوں میں کوئی فرق نہیں ہے صرف تقلید میں فرق ہے۔؟ وہ صرف سید محمد نوربخش کی تقلید کرتے ہیں اور ان کی کتاب ''فقہ الاحوط'' کے مطابق عمل کرتے ہیں اور ان کے علاوہ کسی کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے (۳) لیکن تمام علمائے تشیع کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں۔ یہاں کے شیعہ بھی دوسرے علاقوں کی طرح دو گرہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ایک گروہ ''امام خمینیؒ موریل ٹرسٹ'' کا طرفدار ہے اور دوسرا ''اسلامیہ اسکول'' کا حامی ہے البتہ ان میں بہت زیادہ اختلاف دیکھنے میں نہیں آتا

1.wikipedia.org/wiki kargil_town

2.wikipedia.org/wiki kargil_district

www.ladakh.blogspot.com

۳۔لداخ مستقبل میں۔غلام مہدی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

یہاں مجلس علمائے کرگل کے نام سے ایک کمیٹی ہے جس میں تقریباً تین ہزار علماء ہیں۔ یہاں کی مسجدیں ہمیشہ نمازیوں سے بھری رہتی ہیں اور امام باڑے ہمیشہ پُر رونق رہتے ہیں۔ عزاداری دعا و مناجات، محافل ومیلا دتمام رسومات بڑے جوش وخروش سے انجام دیتے جاتے ہیں (۱)

سیاسی لحاظ سے بھی یہاں کے شیعہ کافی مضبوط ہیں اور کشمیر اسمبلی میں ان کے ایک دو نمایندے ہوتے ہیں۔ جن میں ایک غالباً وزارت کے عہدے پر بھی فائز ہوتا ہے اور کئی دفعہ یہاں کے شیعہ ہندوستان کی پارلیمنٹ میں بھی اپنی نمائندگی میں کامیاب ہو چکے ہیں کشمیری سیاست اور تحریک آزادی وغیرہ کے اعتبار سے یہاں کے شیعوں کی اکثریت ہندوستان کی حامی ہے البتہ دوسری طرف انقلاب اسلامی اور ولایت فقیہ کی زبردست حامی ہے۔ روز قدس اور دوسرے انقلابی پروگراموں میں جو جوش وخروش یہاں دیکھنے کو ملتا ہے اس کی نظر پورے ہندوستان میں نظر نہیں آتی۔

شیعیان آزاد کشمیر

آزاد کشمیر جس کا مرکز مظفر آباد ہے ۸۹۳۲ے مربع کلومیٹر اور تقریباً چالیس لاکھ آبادی والا ایک حصہ ہے (۲) اس میں آٹھ ضلع ہیں۔ مظفر آباد، میر پور، پونچھ، باغ، کوٹلی، بمبر، سدنتی اور نیلم (۳) یہاں کی ۹۹ فیصد آبادی مسلمان ہے (۴) جن میں ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک شیعہ ہیں (۵)

آزاد کشمیر کے شیعہ مذہب سے کافی حد تک لگاؤ رکھتے ہوئے دیندار ہیں اور تمام مذہبی پیروگرام ایک خاص شان وشوکت کے ساتھ منعقد کرتے ہیں۔

برادران اہل سنت کے ساتھ بھی اتحاد واتفاق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مذہبی قومی اور سماجی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں سادات کی ایک اچھی تعداد

1.www.torismindia.com

۲۔ انکارتا انسائیکلو پیڈیا۔

3.www.azadjammukashmir.com

۴۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ۔

۵۔ محترم صادق حسین نقوی سے گفتگو (قم میں آزاد کشمیر کے ایک طالب علم)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ہے۔ جو ہیں تو شیعہ لیکن تقیہ کی وجہ سے وہ آج بھی سنی بن کر زندگی بسر کر رہے اور اپنے اصلی عقائد و احکام سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ البتہ اگر ان کی طرف خاطر خواہ توجہ دی جائے اور ان کی اقتصادی، سماجی اور مذہبی ضروریات کو پورا کرنے میں ان کی مدد کی جائے تو مذہب اہل بیتؑ کی طرف واپس آسکتے ہیں۔ ۲۰۰۶ء کے شدید زلزلے کے بعد یہاں پر مذہب کے تبلیغ کا اچھا موقع ملا ہے اسی لئے وہابیت نے بہت تیزی سے اپنا ہر وگرام شروع کر دیا تھا لیکن چونکہ یہاں صوفی تہذیب حاکم ہے اس لئے وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔

مذہب اہل بیتؑ کی تبلیغ و ترویج کا کام یہاں بہت کم ہوا ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ بچوں اور جوانوں کی ابتدائی دینی تعلیم کا بھی کوئی معقول بندوبست نہیں ہے اس لئے قرآن وغیرہ سیکھنے کے لئے اکثر ماں باپ اپنے بچوں کو اہل سنت مولویوں کے پاس بھیجتے ہیں (۱)

صرف کوٹلی میں چند ایک بچوں کے مکتب ہیں جہاں بچوں کو قرآن وغیرہ سکھایا جاتا ہے یا پھر وہ ماں باپ جو خود کسی حد تک آشنا ہیں اپنے بچوں کو گھر پر ہی تعلیم دیتے ہیں (۲)

یہاں شیعوں کی کوئی خاص ثقافتی اور مذہبی انجمن نہیں ہے جو شیعوں کو اسلام اور مذہب کی طرف راغب کرنے میں کوئی رول ادا کرے۔ سیاست میں بھی ان کا کوئی رول نہیں ہے نہ کوئی سیاسی جماعت ہے اور نہ سیاسی طور پر کوئی انسجام واتحاد۔ جبکہ شیعوں کی آبادی کے تناسب سے ان کا سیاست میں ایک اچھا خاصا رول ہونا چاہیے لیکن چونکہ کوئی سیاسی لیڈر یا جماعت نہیں ہے لہٰذا اس میدان میں بالکل پیچھے ہیں۔ البتہ وہاں کی پارلمنٹ میں دو شیعہ نمائندے ہیں جو اپنی استطاعت کے مطابق شیعوں کے لئے کام کرتے ہیں اور ان کے حقوق کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ سابقہ مجلس کا نائب اسپیکر شیعہ تھا جن کو پاکستان کے ایک علاقہ میں شہید کر دیا گیا (۳) اقتصادی لحاظ سے زراعت، مال مویشی، تجارت، سرکاری ملازم اور بیرون ملک کام کاج یہاں کے شیعوں کی درآمد کے ذرایع ہیں۔

۱۔ محترم تسلیم عباس سے گفتگو (ایران میں پاکستان کے ایک طالب علم)
۲۔ محترم زاہد حسین نقوی سے گفتگو (ایران میں آزاد کشمیر کے ایک طالب علم)
۳۔ محترم صادق حسین نقوی سے گفتگو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

وہ افراد جو کھیتی باڑی اور مال مویشیوں کے ذریعے کسب معاش کرتے ہیں ان کی حالت اچھی نہیں ہے بلکہ اقتصادی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ بہت سے دیہاتوں میں نادار اور فقیر ہیں (۱) بعض شیعہ تجارت میں کسی حد تک کامیاب ہیں البتہ شیعوں کی اکثریت سرکاری دفاتر میں ملازمت کے ذریعہ اپنی زندگی کی گاڑی چلا رہے ہیں۔ یہاں کے شیعوں کی ایک اچھی خاصی تعداد یورپی ممالک میں کام کرتی ہے اور وہاں تجارت وغیرہ کے ذریعہ کسب معاش کرتی ہے (۲) کلی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہاں اکثر شیعوں کی اقتصادی حالت مناسب ہے البتہ مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے پیچھے ہیں جس کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے اب ہم آزاد کشمیر کے آٹھ اضلاع میں شیعوں کی صورتحال پر اجمالی بحث کریں گے۔

۱۔ مظفر آباد

مظفر آباد آزاد کشمیر کا مرکز اور دار الحکومت ہے۔ رقبے کے اعتبار سے ۲۴۹۶ مربع کلیومیٹر اور آبادی کے اعتبار سے (۷۵۴۰۰۰) افراد پر مشتمل ہے (۳) یہاں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے جن میں ۲۰ سے ۲۵ فیصد شیعہ ہیں۔

پورے آزاد کشمیر میں شیعہ آبادی کا فیصد سب سے زیادہ اسی شہر میں ہے۔ یہاں کے شیعہ مذہبی اور دیندار ہیں اور اہل سنت کے ساتھ بھی ان کے اچھے روابط ہیں (۴) ان کی مسجدیں اور امامباڑے آباد ہیں لیکن اطراف کے بعض علاقوں کے کچھ ناگفتہ حالات ہیں یہاں بھی ان سادات کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے جو درحقیقت شیعہ ہیں لیکن سنی جیسے عقائد واعمال رکھتے ہیں (۵)

سیاست میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور اقتصادی لحاظ سے زیادہ تر افراد اچھی حالت میں ہیں اور ان کی آمدنی کا ذریعہ تجارت یا پھر سرکاری دفاتر میں ملازمت ہے (۶)

۱۔ گزشتہ حوالہ۔

۲۔ گزشتہ حوالہ۔

3.www.air.gov.pk

۴۔ محترم صادق حسین نقوی سے گفتگو۔

۵۔ محترم تسلیم عباس سے گفتگو۔

۶۔ محترم صادق حسین نقوی سے گفتگو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۔باغ

شہر میں ۲۵ شیعہ مسجدیں ہیں جن میں بہت سی مسجدیں امام جماعت اور عالم دین سے محروم ہیں یہاں بھی نیم شیعہ سادات کی اچھی خاصی تعداد ہے جن کی طرف علماء کی کوئی خاص توجہ نہیں ہے (۲) سیاسی حوالے سے یہ بھی بہت پیچھے ہیں اور اقتصادی میدان میں ان کی حالت مناسب ہے زیادہ تر افراد سرکاری ملازم ہیں اور بہت سے افراد خود آزاد کشمیر یا بیرون ملک تجارت میں مشغول ہیں (۳)

۳۔پونچھ

۴۶۹۰۰۰ افراد کی آبادی والا شہر جو ۸۵۵ مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے (۴) یہاں شیعوں کی آبادی پانچ فیصد سے کم ہے یعنی تقریباً (۱۵۰۰۰) افراد البتہ اکثر شیعہ پونچھ کے دیہاتوں میں رہتے ہیں اور شہر میں ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ مذہب کے دلدادہ ہیں اور تمام مذہبی پروگراموں میں جوش و خروش سے شرکت کرتے ہیں (۵) یہاں بھی دوسرے دو شہروں کی طرح نیم شیعہ سادات کرام کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے۔ یہاں شیعوں کا کوئی بھی مذہبی یا ثقافتی ادارہ نہیں ہے کل تین یا چار مسجدیں ہیں جو نمازیوں اور عالموں سے محروم ہے (۶) سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اقتصاد میں بہت بہتر ہیں کیونکہ اکثریت اچھے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں اور بیرون ملک تجارت کرنے والوں کی بھی ایک اچھی تعداد ہے (۷) لیکن ان کی ثقافتی اور مذہبی حالت اچھی نہیں ہے۔

1۔www.air.gov.pk.

۲۔محترم ظفر عباس جعفری سے گفتگو (قم میں آزاد کشمیر کے ایک طالب علم)

۳۔سابقہ حوالہ۔

4 www.air.gov.pk.

۵۔محترم زاہد حسین نقوی سے گفتگو۔

۶۔سابقہ حوالہ۔

7۔سابقہ حوالہ۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۴۔سدنتی

اس شہر کی آبادی (۲۵۲۰۰۰) افراد اور علاقہ ۵۶۱ مربع کلو میٹر ہے (۱) یہاں شیعوں کے صرف سو گھر ہیں۔ جو حال ہی میں شیعہ ہوئے ہیں (۲) بعض اہل سنت شدت پسندوں کی طرف سے ان کو بہت اذیتیں اور تکلیف پہونچائی جاتی ہے (۳) یہ لوگ امام حسینؑ کی عزاداری دوسرے علاقوں میں جا کر منعقد کرتے ہیں (۴) یہ وہی سادات ہیں جو تقیہ کی وجہ سے سنی ہو گئے تھے اور اب دوبارہ اپنے اصل مذہب کی طرف آنے کے بعد ان کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہاں شیعوں کی اپنی ایک مسجد ہے جہاں جماعت بھی ہوتی ہے اور ایک برجستہ وفعال مبلغ اس علاقہ کی مذہبی رہبری کر رہا ہے (۵) ان افراد کو شیعیت کی طرف مائل کرنے میں ایک عالم دین (کہ جو اس وقت حوزہ علیمہ قم میں تحصیل علم میں مشغول ہیں) سید جنت حسین شاہ نقوی کا ہاتھ ہے۔ یہاں کی اکثریت ان سادات کی ہے جن کا ہم بار بار تذکرہ کر چکے ہیں۔ سیاست میں فی الحال ان کا کوئی خاص رول نہیں ہے اور اقتصادی میدان میں بہت پیچھے ہیں دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے کھیتی باڑی اور کچھ دوسرے کام کاج کرتے ہیں جس کی وجہ یہاں کے لوگوں کا عصری تعلیم سے دور ہونا ہے (۶)

۵۔کوٹلی

کوٹلی کا رقبہ ۱۸۶۲ مربع کلو میٹر ہے اور یہاں کی آبادی (۶،۵۶۰۰۰) افراد پر مشتمل ہے (۷) یہاں

1.www.air.gov.pk

۲۔محترم جنت حسین نقوی سے گفتگو۔

۳۔سابقہ حوالہ۔

۴۔سابقہ حوالہ۔

۵۔سابقہ حوالہ۔

6.www.air.gov.pk

۷۔محترم زاہد حسین نقوی سے گفتگو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تقریباً ۱۵۰۰۰ شیعہ ہیں۔ جن کی اکثریت دیہاتوں میں رہتی ہے۔ شہر میں زیادہ سے زیادہ دس گھر شیعہ ہوں گے۔ اس شہر میں ''شہید عارف حسینیؒ'' کا ایک مدرسہ بھی ہے جہاں طلبہ ابتدائی اور متوسط دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں (۱)

یہاں کے شیعوں میں مذہبی رنگ، ڈھنگ اور فکر و ثقافت بخوبی نظر آتی ہے یہاں بہت سی انجمنیں اور چھوٹے چھوٹے ادارے ہیں۔ لڑکیوں کا ایک دینی مدرسہ، طالبات کی دینی تعلیم کے حوالے سے خدمت کر رہا ہے (۲) ''مرکز دینیات'' کے نام سے یہاں بہت سے ''مکتب'' بھی ہیں جنہیں بچوں کو قرآن اور دینیات کی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ شیعہ آپس میں متحد ہیں اور اہل سنت سے بھی ان کے اچھے روابط ہیں (۳) کشمیر کی پارلیمنٹ میں یہاں کا ایک شیعہ ممبر ہے لیکن عام لوگوں میں سیاست سے دلچسپی نہیں ہے (۴) اقتصادی اعتبار سے اچھی حالت میں ہیں بہت سے سرکاری ملازم بہت سے تاجر اور بہت سے افراد بیرون ملک کسب معاش میں مشغول ہیں (۵)

۶۔ نیلم

آزاد کشمیر کا ایک خوبصورت اور سیاحتی علاقہ ہے ۳۵۲۱ مربع کلومیٹر زمین اور ۱۲۶۰۰ افراد کی آبادی والا شہر ہے (۷) یہاں پر شاید کوئی بھی شیعہ نہیں ہے البتہ نیم شیعہ سادات کی ایک اچھی تعداد یہاں رہتی ہے (۸)

۲۔ سابقہ حوالہ۔

۳۔ سابقہ حوالہ۔

۴۔ سابقہ حوالہ۔

۵۔ سابقہ حوالہ۔

۶۔ سابقہ حوالہ۔

7.www.air.gov.prk

۸۔ محترم صادق حسین نقوی سے گفتگو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۷۔ بھمبر

یہاں کا رقبہ ۱۵۱۶ مربع کلو میٹر ہے اور آبادی تقریباً (۳۵۲۰۰) افراد پر مشتمل ہے (۱) یہ شہر بھی شہر نیلم کی طرح شیعت سے محروم ہے یہاں بھی نیم شیعہ سادات کی ایک قلیل تعداد ہے (۲)

۸۔ میر پور

یہ مظفر آباد کے بعد آزاد کشمیر کا سب سے اہم شہر ہے اس کا رقبہ ۱۰۱۰ مربع کلو میٹر ہے اور آبادی (۷۴۶۰۰۰) افراد پر مشتمل ہے (۳) اسے ''منی لندن'' کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد لندن کی طرف ہجرت کر گئی ہے۔ البتہ یہاں کے ساکن شیعہ بھی ایک اچھی اقتصادی حیثیت کے مالک ہیں لیکن برطانیہ سے مستقل روابط کی وجہ سے ان کا کلچر کافی بدل گیا ہے یہاں کوئی بھی مذہبی ادارہ یا ثقافتی انجمن نظر نہیں آتی۔ سیاست میں دوسرے علاقوں کی طرح یہ بھی پیچھے ہیں یہاں کے شیعوں کی اکثریت برطانیہ جا کر بس گئی ہے البتہ یہاں پر ان کی آمد و رفت جاری ہے (۴)

1.www.air.gov.prk

۲۔ محترم صادق حسین نقوی سے گفتگو۔

3.www.air.gov.pr.

۴۔ محترم صادق حسین نقوی اور محترم زاہد حسین نقوی سے گفتگو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خلاصہ کتاب

کشمیر جھیلوں، چشموں، دریاؤں، آبشاروں کوہساروں اور باغوں کا دیس ہے۔ ولر اور مانسبل یہاں کی مشہور جھیلیں ہیں۔ چشمہ ویری ناگ، چشمہ شاہی اور چشمہ اچھ بل اپنے میٹھے پانی کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہیں اسی طرح نشاط باغ، شالیمار باغ، تلپ گارڈن اور باٹنیکل باغ اپنی معطر فضاؤں کی بدولت ساری دنیا کے سیاحوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں۔ گلمرگ، سونہ مرگ، یوس مرگ، پہلگام وغیرہ ایسے صحت افزا مقامات ہیں جو خداوند عالم نے اس دنیا کے اندر صرف کشمیر کے دامن میں قرار دیئے ہیں۔

جغرافیائی اعتبار سے قدیم مورخوں اور جغرافیہ دانوں نے کشمیر کا تعین یوں کیا ہے۔

ا۔ البیرونی کا کہنا ہے کہ کشمیر کے جنوب اور مشرق میں ہندوستان ہے۔ اس کے مغرب میں ملک بولر وسوہگنن شاہ اور دور دانہ چوٹیاں بدخشان سے واکھن شاہ تک ہیں۔ شمال مشرق کی طرف ترکش کا کوٹان اور تبت ہے۔ تبت کے راستے سے بھوٹ شہر سے کشمیر تک ۹۰۰ میل کا فاصلہ ہے۔

۲۔ شرف الدین یزدی کا کہنا ہے کہ وادی کشمیر کے ہر طرف بلند و بالا پہاڑ ہیں جنوبی سرحد پر ہند، شمال پر بدخشان اور خراسان، مغرب کی سرحد پر افغانستان اور مشرق کی طرف تبت ہے۔

اہل کشمیر اپنی ایک الگ زبان، تہذیب وثقافت اور بعض منفرد رسم ورواج اور معاشرتی اقدار کے حامل افراد ہیں جن کی معلوم تاریخ کئی ہزار سال پر مشتمل ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

قدیم تاریخ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قبل از تاریخ، کشمیر کا پورا علاقہ ایک بہت بڑی جھیل تھی۔ جو چاروں طرف پہاڑوں سے گھیرا ہوا تھا۔

پھر کشمیر کس طرح وجود میں آیا؟ اور کیسے یہاں کی زمین بسنے کے قابل بنی؟ اور اسے کشمیر کیوں کہتے ہیں؟ نیز سب سے پہلے کون لوگ یہاں آباد ہوئے؟ ان سوالات کے جو جوابات تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں انہیں حرف آخر قرار نہیں دیا جا سکتا ہے کیونکہ جدید تحقیق کے نتیجے میں روز نئے نئے انکشافات سامنے آرہے ہیں۔

کشمیر جو ایک بہت بڑی جھیل تھی، سے پانی نکلنے کے بارے میں بہت سارے نظریے پائے جاتے ہیں چونکہ ان میں سے بہت سارے نظریے غیر عقلی اور غیر منطقی ہیں اور اس کو دیو مالائی قصہ ہی سمجھا جا سکتا ہے لہٰذا اختصار کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر کی وادی جو پانی سے بھری ہوئی تھی اس کے مغرب کی طرف چٹانوں کا ایک سیدھا ڈھلوانی دہانہ تھا۔ غیر مرصوص چٹانیں زلزلوں اور طوفانوں کے دباؤ سے ٹوٹتی بکھرتی ہوئی ہموار ہوتی گئی اور اس طرح جھیل کا پانی خارج ہو گیا اور یہ سرزمین خشک ہوگئی۔ یہ سفر سینکڑوں برس میں مکمل ہوا۔ اس زمانے میں اس خطے کا موسم انتہائی سرد تھا چاروں جانب برف گرتی تھی لہٰذا ایسے حالات میں انسانوں کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ یہاں مستقل بستیاں تعمیر کرتے۔ البتہ جنوب کے خانہ بدوش موسم گرما میں یہاں کچھ وقت گزارتے تھے۔

پھر قدرت مہربان ہوئی آہستہ آہستہ درجہ حرارت میں اعتدل آتا گیا اور زمین رہائش اور کاشت کرنے کے قابل ہونے لگی چنانچہ یہاں پر لوگوں نے آباد ہونا شروع کر دیا۔ مورخوں کے نزدیک کشمیر حضرت عیسیٰ مسیح سے دو ہزار سال قبل انسانی آبادی کے قابل بنا۔

اس دور سے پہلے اس خطے کا نام ''ستی سر'' تھا، آباد ہونے کے بعد اسے ''کا سمیر'' کا نام رکھا گیا۔ کا سمیر سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب وہ زمین ہے جس سے پانی خارج کیا گیا ہو'' کا'' یعنی پانی ''سمیر'' یعنی وہ زمین جس سے پانی نکالا گیا ہو۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیریوں کی اصلیت کے بارے میں بھی بہت سارے نظریات پائے جاتے ہیں ان میں بہت سارے مورّخین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کشمیری اصل میں اسرائیلی نسل سے تعلق رکھتے ہیں بتایا جاتا ہے کہ بخت نصر کے حملے سے جب بنی اسرائیل منتشر ہو کر گھومتے پھرتے کشمیر پہنچے تو انہوں نے اس نئے ملک کو ملک شام کی طرح پایا تو یہیں رہنے لگے۔

لہٰذا بتایا جاتا ہے جن مورّخوں نے کشمیر کے سفر کے دوران یہاں کے لوگوں کو دیکھا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کشمیریوں اور اسرائیلیوں کے درمیان رنگ، زبان، عادات، اور خصائل کی بہت سی مشترکہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں سر والٹر آر الیس اور سر فرانسیس نیگ ہسبنڈ کا نام سرفہرست ہے فرانیس کا کہنا ہے کہ یہاں کے مرد پرانے اسرائیلیوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

برنیر (bernier) کا کہنا ہے کہ جوں ہی آدمی پیر پنچال سے گزر کر ریاست میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں کے دیہات اسرائیلیوں جیسے لگتے ہیں۔ خیر اس بارے میں اور بھی بہت سارے نظریہ ہیں جن کی روشنی میں مورّخین کا غالب نظریہ یہ ہے کہ کشمیری دراصل یہودیوں اور آریاؤں کی ایک مخلوط نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

معتدل آب و ہوا، سرسبز و شاداب زمین، حتی ندیاں اور دلفریب قدرتی مناظر اور پر فریب فضاؤں نے جہاں اہل کشمیر کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے وہاں یہی دل لبھانے والے نظارے اس بد نصیب خطے کے رہنے والوں کے لئے غلامی اور زبوں حالی کا باعث بن گئے جس کے نتیجے میں یہ بدنصیب ملک آج تین حصوں میں بٹا ہوا ہے۔

کشمیر کا بیشتر حصہ ہندوستان کے زیر قبضہ ہے۔ جس کا دار الحکومت سرینگر ہے جسے راجہ اشوکا نے حضرت عیسیٰؑ سے ڈھائی سو سال پہلے آباد کیا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ پاکستان کے زیر قبضہ ہے کہنے کو تو اسے آزاد کشمیر کہتے ہیں، مظفر آباد اس کی راجدھانی ہے۔

کشمیر کا شمالِ مشرق کا ایک حصہ چین کے قبضہ میں ہے جو ۱۹۶۲ء کی ہندو چین جنگ میں اس کے تسلط میں آیا اور پھر کچھ رقبہ پاکستان نے بھی اسے دیدیا۔ لیکن کشمیر کے اس خطے میں لوگوں کی زیادہ آبادی نہیں ہے بلکہ یہ علاقہ زیادہ تر اسٹراٹجک کے اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۲۰۰۳ء میں کی گئی مردم شماری کے اعتبار سے ہندوستان کے زیر انتظام کشمیر کی مجموعی آبادی (۱۰،۱۴۳،۷۰۰) یعنی ایک کروڑ ایک لاکھ تنتالیس ہزار سات سو افراد تھی۔

جبکہ پاکستانی کشمیر کی مجموعی آبادی وہاں کی حکومت کے تخمینے کے مطابق ۲۰۰۷ء میں چالیس لاکھ سرسٹھ ہزار آٹھ سو چھپن (۴۰،۶۷،۸۵۶) افراد پر مشتمل ہے (البتہ یہ آبادی کشمیر کے دو بڑے اضلاع گلگت اور بلتستان کے بغیر ہے)

جموں و کشمیر کی مجموعی آبادی میں مجموعی طور پر آج تقریباً ۶۵% مسلمان ہیں۔ جس میں وادی میں ۹۵% اور جموں میں ۳۰% ہیں۔

کشمیر میں اسلام کی اشاعت

تقریباً ساتویں صدی ہجری تک اس سرزمین کشمیر میں اسلام کی اشاعت کے اسباب پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ دلپذیر خطہ اس وقت تمدنی خصوصیات، فن اور صنعت کی پیش رفت کے لحاظ سے عالمی شہرت حاصل کر چکا تھا مگر دین حق کی رونق سے مذکورہ صدی تک یہ گلشن بے بہرہ رہا۔ دراصل قدرت جب کسی چیز کی تکمیل کا ارادہ کر لیتی ہے تو اس کے لئے مخصوص اسباب و مقدمات پیدا کرتی ہے یہ چیزیں اپنے معینہ اوقات میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ساتویں صدی ہجری میں ترکستان کے ایک ولی صفت سید بزرگوار کو کشمیر آنے کا دل میں خیال آیا جس کی وجہ سے آپ نے اپنے وطن سے حرکت کی۔ اور سفر کی منزلیں طے کر کے وارد کشمیر ہوئے آپ کا نام سید عبد الرحمٰن یا شرف الدین تھا کشمیر میں بلبل شاہ کے نام سے انھوں شہرت پائی۔

سید کا ورود کشمیر، رینچن شاہ کے عہد حکومت ۷۲۳ ہجری مطابق ۱۳۲۰ء میں ہوا۔ رینچن پہلے بدھ مت کا پیرو تھا، لیکن وہ اپنے آبائی دین سے مطمئن نہیں تھا لہٰذا وہ کسی ایسے دین کی تلاش میں تھا جو اس کے دل اور اس کی روح کو چین و سکون فراہم کر سکے۔ وہ ہندو مت کا قائل ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ ہندو برہمن نچلی ذاتوں سے نفرت کرتے ہیں علاوہ ازایں ہندو مذہب کے آپس میں اصولی اختلاف کی وجہ سے وہ اس مذہب سے مطمئن نہیں ہو سکا اسے بلبل شاہ کے باطنی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فیوض کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے کشمیر میں قدم رکھ کر سب سے پہلے بادشاہ کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا جس سے وہ ان کے حلقہ مذہب میں داخل ہوگیا۔ اس کے ساتھ اراکین سلطنت نے بھی اسلام قبول کر لیا پھر اور لوگوں نے خلوص کے ساتھ دین اسلام کو اختیار کر کے تبلیغ اسلام کے دائرے کو وسیع بنا دیا۔

کشمیر کے مؤرخین نے متفقہ طور پر بلبل شاہ کو ہی کشمیر میں اسلام کا سب سے پہلا مبلغ قرار دیا ہے جو خارجی شواہد سے ہم آہنگ بھی معلوم ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس حقیقت کو اختلافی بنانے کی سر توڑ ناکام کوششیں کیں۔ ان میں بعض افراد تبلیغ دین اسلام کا سہرا بنی امیہ کے سر باندھتے ہیں اور بعض محمود غزنوی کو اس بارے میں اوّلیت کا درجہ دیتے ہیں لیکن ان دعووں کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں ہے اور بس یہ سب باتیں قیاس آرائی اور ظنیات پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں بنی امیہ کا اسلام اور محمود غزنوی کا دین ان ہی لوگوں کے لئے باعث فخر ہو سکتا ہے اور وہی افراد اس کو نمایاں طور پیش کر سکتے ہیں جو اموی مذاق اور محمود غزنوی کا مزاج رکھتے ہوں۔ حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کے لئے نہ یہ باعث فخر ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ اس طرح کے افراد کو حقیقی اسلام کے فروغ کا ذریعہ قرار دے سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ خارجی شواہد اور تاریخی اتفاق کی بنا پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ بلبل شاہ نے وادی کشمیر میں چراغ ہدایت فروزاں کیا ہے یہی وہ ذات ہے جس کے روشن کردار سے کلمہ توحید کی شعاع پھوٹ نکلی جس نے ظلمت کدہ کفر و شرک کو نورِ اسلام سے منور کر دیا اور اُس وقت سے یہاں برابر نورِ اسلام پھیلتا رہا ہے۔

رنچن شاہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا لقب ''صدر الدین'' رکھا اور اپنے مرشد کی رہائش کے لئے سرینگر میں ایک خانقاہ تعمیر کروائی جو بقول مورخ حسن کے کہ وہ کشمیر کی پہلی خانقاہ ہے۔ جس میں بلبل شاہ ۷۲۷ ہجری میں انتقال کے بعد دفن کئے گئے ہیں۔

بلبل شاہ کی وفات کے کئی سال بعد میر سید علی ہمدانی تین بار کشمیر تشریف لائے آپ نے وسیع پیمانے پر یہاں تبلیغ اسلام کا فرض نبھایا آپ کے آنے سے اشاعت اسلام میں یہاں تر و تازگی پیدا ہوئی۔ آپ نے ۸۶۷ ہجری قمری میں پکھلی (ہزارہ) میں وفات پائی اور ختلان (تاجیکستان) میں مدفون ہیں۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

میر سید علی ہمدانیؒ کے بعد ان کے فرزند میر سید محمد ہمدانیؒ نے کشمیر آکر قرب و جوار کی سیر وسیاحت کی۔ اور ساتھ ساتھ اسلام کے فرائض انجام دیئے۔ آپ ۳۰۰ سادات کرام کے ساتھ یہاں تبلیغ دین اسلام کے لئے آئے تھے۔ جبکہ ان سے پہلے میر سید علی ہمدانی ۷۰۰ علمائے کرام اور اہل ہنر پر مشتمل قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

ان تمام علماء کرام نے اسلامی مکتب فکر کی تشکیل میں بہت سارے مفید اور مؤثر کارنامہ انجام دئے۔ میر سید علی ہمدانی کے کشمیر آنے کا زمانہ وہ تھا جب ایران پر تیمور کے حملے سے اس کی خون آشام تلوار سادات پیغمبرؐ کے خون سے رنگین ہوگئی اور میر سید علی ہمدانی اور دیگر سادات، تیمور کی سادات کشی کی وجہ سے کشمیر آگئے تھے۔

کشمیر میں شیعہ مسلک کی اشاعت

کشمیر میں شیعہ مذہب کی ابتدا کب اور کن کے ہاتھوں ہوئی ہے؟ اس بارے میں مورخین میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر مورخوں (شیعہ مورخوں) کا خیال یہی ہے کہ یہاں کشمیر میں اسلام کے پہلے مبلغ دین ''شرف الدین موسوی'' عرف ''بلبل شاہ'' شیعہ مذہب ہی کے پیرو اور مبلغ تھے اور ان کے بعد سید علی ہمدانی نے بھی بلبل شاہ ہی کے مشن ہی کو آگے بڑھایا اور انہوں نے بھی مذہب تشیع کی ترویج و تبلیغ کی ہے لیکن دنیا کی دوسری بہت ساری جگہوں کی طرح یہاں کشمیر میں بھی شیعوں کی تاریخ دست برد زمانہ میں محفوظ نہ رہ سکی۔ فرقہ وارانہ فسادات نے سرکاری دہشت گردی کی ایماء پر یہاں شیعوں کی تاریخ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تابڑتوڑ کوشش کی جس کی وجہ سے غیر شیعوں نے ان دو بزرگواروں کو اپنے مذہب سے نسبت دی ہے۔

کشمیر کے شیعہ عالم دین اور محقق جناب استاد علامہ سید محمد باقر الموسوی ان دو بزرگواروں کے مذہب کے بارے میں لکھتے ہیں ''بلبل شاہ کے مرقد کے کتبہ اور میر ہمدانی کی کتاب مودۃ القربیٰ کو ملحوظ نظر رکھ کر ان دونوں بزرگوں کے امامیہ ہونے میں شک وشبہ نہیں رہتا ہے''

میر سید علی ہمدانی کے شیعہ ہونے پر اور بھی بہت سارے دلائل موجود ہیں جن کو یہاں ذکر کرنے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سید محمد مدنی نے کھل کر شیعہ مذہب کی تبلیغ کی ہے۔ آپ مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اور ۷۹۶ھ میں وارد کشمیر ہوئے آپ کی کوششوں سے مالہ موہ کے علاقہ میں شیعہ مسلک کو بہت فروغ ملا۔ آپ نے سرینگر میں سال ۸۴۹ھ میں انتقال فرمایا اور محلّہ مدین صاحب سرینگر میں مدفون ہیں۔ آپ کے مدفن کی وجہ سے ہی اس جگہ کا نام آج تک ''مدین صاحب'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں آپ کی ایک خانقاہ اور مسجد تھی دونوں کی حالت بہت خستہ تھی البتہ چند سال قبل آثار قدیمہ کشمیر نے اس خانقاہ کو قومی ورثہ میں شامل کر کے اس کی حالت کو بہتر بنادیا ہے۔

سید محمد مدنی کے بعد کشمیر کے شیعوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ۸۲۰ھ میں قم ایران سے سید حسین قمی تشریف لائے۔ آپ نے یہاں آکر موضع سید پورہ زینہ گیر سوپور میں قیام کیا۔ آپ بڑے صاحب کرامات تھے پوری زندگی وعظ و نصیحت میں بسر کر کے آپ سید پورہ میں ہی دار فانی کو وداع کر گئے۔ کشمیر میں موجود سادات رضوی کا بیشتر سلسلہ جناب سید حسین قمی رضوی کے نسل سے ہی ہے۔

میر شمس الدین عراقی

کشمیر میں اسلامی تبلیغ کے سلسلے میں تین زبردست تحریکیں اُبھریں جن میں پہلی تحریک کے نمائندہ جناب سید شرف الدین عرف بلبل شاہ تھے اور دوسری نہضت کے رہبر و پیشوا میر سید علی ہمدانی تھے لیکن تیسری تحریک جو سب سے مستحکم تھی اور بقول علامہ استاد سید باقر موسوی کے کہ یہ تحریک نتائج کے اعتبار سے ان دونوں سے زیادہ ہمہ گیر تھی، اس کے سردار اور علمبردار میر شمس الدین عراقی تھے۔

آپ کی پُر اخلاص دینی خدمات سے دین اسلام کو جو وسعت آپ کے دور میں ملی یقیناً آپ سے پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ آپ کی شب و روز کی مجاہدت اور سعی و تلاش سے ملک موسیٰ رینہ کے عہد حکومت کے دوران صرف نو سال میں چوبیس ہزار خاندان مسلمان (شیعہ اثنا عشری) ہوئے۔

میر عراقی ایران کے سولغان قصبہ کے موضع ''کن'' میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانے میں مروّجہ علوم پر کامل دسترس حاصل کی اور اس وقت جتنے علوم رائج و متداول تھے ان سب پر فائز ہو گئے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تھے۔ظاہری علوم کے علاوہ سلوک و عرفان کے مدارج اولیائے وقت کی تعلیم و تربیت میں طے کر لئے تھے۔ایک طرف علم ظاہری و باطنی کے فیوض و برکات، دوسری طرف خداداد ذہانت، بالغ نظری اور قوت اِدراک،ان سب کے حسین امتزاج کی بدولت آپ کی ذات ایک مثالی حیثیت کی حامل گئی تھی۔

میر عراقی کا کشمیر میں ورود

آپ اپنی زندگی میں دو بار کشمیر تشریف لائے۔پہلی بار آپ ۸۸۲ھ میں والی خراسان سلطان حسین بایقرا کی طرف سے بعنوان سفیر وارد کشمیر ہوئے۔

میر عراقی نے پورے آٹھ سال سفارت کے بنیادی مقاصد کو اپنی صلاحیت کے ذریعہ مکمل کئے اوراس فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی سستی یا عجلت بازی سے کام نہیں لیا۔یہی وجہ ہے کہ تاریخ نے آپ کو ایک مستعد،نکتہ رس، پر مغز اور ہوشیار سفیر کی حیثیت سے نشاندہی لی ہے۔

بہر حال پورے آٹھ سال مسلسل جدو جہد سے میر عراقی یہاں کشمیر میں مذہب تشیع کی بنیاد کو مستحکم اور استوار کر کے ۸۹۰ھ میں واپس خراسان چلے گئے۔

آپ کا دوبارہ ورود پورے بارہ سال بعد ۹۰۲ھ میں ہوا۔لیکن اس دفعہ آپ اکیلے نہیں بلکہ دوسو علماء اور بہت سارے سادات کے ہمراہ تشریف لائے۔یقیناً جو شخص جس قسم کا نظریہ پھیلانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اسی طرح کا ماحول اپنے لئے ہموار کرتا ہے۔ظالم کا ماحول ظالمانہ ہوتا ہے،اہل علم و دانشمند اور عقلاء و حکماء کے گرد و پیش اسی اوصاف کے حامل افراد ہوتے ہیں۔دوسو علماء اور دو ہزار سادات اپنے ساتھ لانے سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ تبلیغی فرائض دعوتِ فکر کے اساس پر انجام دینے کا ارادہ اور تدریسی و تفہیمی طرز عمل سے کشمیر میں اسلامی بنیاد پر مکتب تشیع کی آبیاری کا ارادہ رکھتے تھے۔اتنے سارے علماء اور سادات ساتھ لانے کا یہی مقصود تھا لہٰذا مخالفین کے اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ آپ نے زور زبردستی سے کشمیر میں اسلام کی تبلیغ کی۔

اگرچہ میر عراقی کے ورود سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے سے کشمیر میں مسلم حکمرانوں کا دور تھا لیکن میر عراقی کے آنے کے وقت یہاں مسلمانوں کی دینی،سماجی،تہذیبی و ثقافتی حالات بہت ہی ابتر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

تھے۔ مسلمانوں میں ابھی ہندو تہذیب اور ثقافت حاکم تھی معاشرہ کے اندر طرح طرح کے خرافات رائج تھے۔ مسلمان عورتیں وہیں کچھ کیا کرتی تھیں جو ہندو برہمن انھیں بتاتے تھے۔ ہندو منجمین کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیا جاتا تھا۔ ان حالات کو سدھارنے اور بہتر بنانے کے لئے گو کہ عمر نوحؑ کی ضرورت تھی مگر میر عراقی نے اپنی خداداد صلاحیت اور اپنی بے مثال مدیریت سے بہت کم عرصہ میں ان حالات پر قابو پالیا۔ ان خرافات اور بری رسومات کا قلع قمع کر کے اسلامی تہذیب کو اس کا قائم مقام قرار دیا۔

آپ تبلیغی خدمات کو انجام دیتے ہوئے دور افتادہ و پسماندہ علاقوں کی تبلیغ کے لئے اپنے ہمراہ لائے ہوئے علماء کو متعیّن کر کے روانہ کرتے تھے اور سرینگر اور اس کے اطراف میں خود سرگرم عمل رہتے تھے۔ آپ فرداً فرداً تبلیغ کے بجائے روسائے قبائل، دانشمندوں، سیاسی شخصیتوں اور بااثر و بانفوذ افراد کو دعوت دینے کے سلسلہ میں کامل یقین رکھتے تھے لہٰذا کم عرصہ میں ہی کشمیر کے اس وقت کے مشہور افراد مثل کاجی چک، غازی چک، موسیٰ رینہ وغیرہ اور مشہور گھرانہ مثل ملک خاندان چاڈورہ اور چک خاندان وغیرہ آپ کے گرویدہ بن گئے۔

آپ کی محنتوں سے بہت کم عرصہ میں شیعہ مذہب کو کشمیر کے اندر رسمی مذہب تسلیم کر لیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے سرینگر کی جامع مسجد اور دیگر مسجدوں میں خطبہ بارہ اماموں کے نام سے پڑھا جاتا تھا۔

آپ کا معمول تھا جب بھی کہیں کسی گاؤں یا محلّہ کو وعظ و ارشاد سے اسلام کے نور سے منور کرتے تھے تو مذہبی مراسم انجام دینے کے لئے ان کے مندر کو مسجد میں تبدیل کر دیتے تھے اور اپنے مریدوں میں سے کسی ایک کو وہاں کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے معین فرماتے تھے۔ لہٰذا اگر ہم آج کشمیر کے اکثر مقامات پر سادات کرام اور علمائے کرام کے روضے دیکھتے ہیں یہ سب میر عراقی کے ہمراہیوں اور شاگردوں کی تبلیغی سرگرمیوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

میر عراقی نے تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ کشمیری خصوصاً شیعہ تہذیب اور ثقافت کو وسعت دینے میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔ جن میں ہم (۱) خانقاہ زڈی بل کی تعمیر (۲) میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ کی تعمیر نو (۳) مساجد کی تعمیر (۴) غریبوں اور ضرورت مندوں کے لئے دار الطعام یا لنگر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خانے کی تشکیل (۵) بے مثال حمام کی تعمیر جو لکڑی جلائے بغیر یا قلیل لکڑی جلانے سے بہت دیر تک گرم رہتا تھا (٦) جہادی ثقافت کے احیائے نو، وغیرہ جیسے کارناموں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔

میر عراقی نے کشمیری معاشرہ کی علمی خدمات کے لیے وسیع پیمانے پر جدو جہد کی اور جہاں پر بھی اپنی تبلیغ کی آواز بلند کی، وہاں لوگوں کی تعلیم و تربیت کا فرض انجام دینے کے لئے مدارس اور درسگاہوں کی بنیاد ڈالی۔

لیکن شیعہ تاریخ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ان مدراس کی نوعیت، طور طریقہ، تعلیم وغیرہ کے متعلق معلومات کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے البتہ یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس مرد بزرگ نے تبلیغ کو اپنی زندگی کا ہدف بنایا ہو اور اپنے ساتھ ارباب کمال اور صاحبان ریاضت کا بڑا گروہ لایا ہو اس نے مدارس کی تشکیل کے سلسلہ میں کیا کچھ نہیں کیا ہوگا۔

البتہ بعض کتابوں میں خانقاہ زڈی بل کا تذکرہ مفصل طور پر ملتا ہے جس میں دار العلوم کا بھی پتہ چلتا ہے جو میر عراقی نے اس خانقاہ کے اندر کھولا تھا۔ آپ کے شاگردوں کے متعلق تاریخ نے بہت سے آثار رقم کئے ہیں جن سے ان کے ہزاروں شاگرد کا اندازہ ہوتا ہے مگر ان کی شرح حال زندگی اور دیگر فعالیت کی کوئی اطلاع دستیاب نہیں ہے۔

میر عراقی کو اپنے تبلیغی امور انجام دینے میں بہت ساری مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا جس میں رجعت پسند درباری علماء کی شدید مخالفت کے ساتھ ساتھ کشمیر کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی کا سیاسی عتاب شامل ہے۔

مذکورہ مخالفت کی وجہ سے میر عراقی کو کچھ عرصہ کے لئے وادی چھوڑ کر کشمیر کے شمالی علاقہ اسکردو (تبت خورد) کی طرف جانا پڑا لیکن مختصر عرصہ میں ہی ان کے مرید موسیٰ رینہ نے سید محمد بیہقی کی حکومت کا تختہ پلٹ کر میر عراقی کے دوبارہ واپس آنے کی راہ ہموار کی۔

آخری دم تک تعلیم و تربیت میں مصروف رہے میر عراقی نے آخر الامر ۹۳۲ھ میں اس دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال کیا۔ آپ کے مذہب کے بارے میں مورخوں مین بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض آپ کو شیعہ اثنا عشری، بعض نور بخشی، بعض شیعہ اور نور بخشی دونوں قرار دیتے ہیں۔ لیکن

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

حقیقت یہ ہے کہ کشمیریوں کی جغرافیائی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں کے لوگ ہمیشہ تصوف یا رہبانیت وغیرہ کی طرف مائل تھے جس مبلغ دین نے بھی یہاں عام تبلیغی راہوں سے تبلیغ کی تو اس کی تبلیغ صرف ایک خاص علاقہ تک محدود رہی جس کی مثال سید حسین قمی اور دیگر علماء کی ہے۔ میر عراقی یہ جان گئے تھے کہ تبلیغ کو بااثر اور پرثمر بنانے کے لئے کسی مشرب و مشائخ تصوف کا سہارا لینا ضروری ہے۔ اسی لئے وہ نوربخشی کے لباس میں مذہب امامیہ کی تبلیغ کرنے پر مجبور ہوئے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کی تبلیغ بھی محدود رہتی۔ یہ ایک قسم کی ''پوشش اور حکمت عملی'' تھی

میر عراقی کی ذاتی محنت و مشقت نیز شیعہ چک گھرانہ کی ذاتی جرأت و شجاعت سے شیعوں کو کشمیر کے اقتدار پر بھی نفوذ حاصل ہوا۔ خصوصاً ۸۲۴ھ میں میر عراقی کے مرید خاص ''کاجی چک'' کی شہرت، اثر و رسوخ اور شان و شوکت کا طوطی وادی کشمیر کے شش دانگ میں بولنے لگا لیکن شیعوں کا یہ بے پناہ نفوذ و اقتدار ان کے مخالفوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ ان کو شیعوں کی طرف سے زبردست تشویش لاحق ہوئی۔ حالات بتاتے ہیں کہ اس وقت شیعہ مخالفوں میں مجموعی حیثیت سے اتنی طاقت نہیں تھی کہ جس کے سہارے وہ شیعوں کے اثر کو مٹاتے یا محدود کرتے۔ لہٰذا ان میں سے چند افراد وفد کی صورت میں ہمایوں بادشاہ کے پاس گئے اور اس کو اپنی بے بسی اور کمزوری نیز شیعوں کے روز افزوں عروج کا ماجرا سنایا۔

ہمایوں کی طرف سے مرزا حیدر کاشغری کشمیر پر حملہ آور ہوا اور مغل فوج کی مدد سے یہاں شیعوں پر ایسے مظالم ڈھائے جن کو بیان کرنے سے قلم قاصر ہے۔ سنی مورخ حسن شاہ نے ان کا تذکرہ اس طرح اپنی تاریخ میں کیا ہے۔:-

''۹۵۵ھ میں مرزا حیدر نے تعصب اور تنگ نظری کا جھنڈا بلند کر کے اعیان شہر کے مشورے سے عامۃ الناس لوگوں کو شیعوں کی لوٹ مار کی کھلی چھوٹ دے دی۔ چنانچہ اس کے اشارے سے عوام نے ہر طرف حملہ کر کے شیعوں کو قتل کرنا شروع کیا اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ شمس الدین عراقی کی زڈی بل والی خانقاہ نذر آتش کر دی گئی۔ شمس عراقی (میر عراقی) کی لاش قبر سے نکال کر جلا دی گئی (اگرچہ چاڈورہ کے ملکوں نے ایک متصل مکان سے سرنگ بنا کر وہ لاش نکال کر چاڈورہ میں لا کر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دفن کی۔ لیکن اس ظالم کے کارندوں نے اپنے زعم ناقص میں قبر کھود کر اس کو لکڑیوں سے بھر دیا اور اس میں آگ لگا دی) اس قبر کو اہل شہر کا پیشاب خانہ بنا دیا۔ بابا علی نجار کا ایک مرید شنگلی ریشی نامی تھا جس کا ''پرسپور'' کے علاقے میں اچھا خاصہ رسوخ تھا۔ مرزا حیدر کاشغری نے اس کا سر کٹوا کر گوبر کے ساتھ نذر آتش کر دیا۔ قاضی میر علی کو جلاوطن کر کے ان کے گھر کو لوٹ لیا گیا ملا حاجی خطیب کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ مختصر یہ کہ سرکردہ شیعوں اور میر عراقی کے پیروکاروں کی ایک بڑی جماعت قتل کر دی گئی''

مرزا حیدر کاشغری نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ میر عراقی کے فرزند میر دانیال کو بھی اسکردو سے گرفتار کر کے انھیں بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔ لیکن خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں، اس کے مظالم سے تنگ آ کر جلد ہی کشمیر کے شیعہ وسنی مرزا حیدر کاشغری کے مخالف ہو گئے اور اسے ٹھکانے لگانے کے لئے اس کے خلاف محاذ جنگ کھول دیا۔ اور مرزا حیدر کاشغری جنگ سے پہلے ہی ایک قصاب کے ہاتھوں مارا گیا۔

مرزا حیدر کاشغری کے بعد پھر شیعوں کی بہبودی اور ترقی شروع ہوئی اور پھر انھوں نے حکومت میں بھی دست رسائی حاصل کی۔ یہاں تک کہ ۹۶۲ھ میں خود کشمیر کی بادشاہت ان کے ہاتھوں میں آ گئی۔

کشمیر میں شیعوں کی حکومت

کشمیر میں اگر چہ شیعہ حکومت کے بانی ''غازی خان چک'' ہیں۔ لیکن اگر صحیح تجزیہ وتحلیل کیا جائے تو حکومت کے اصلی بانی اور موسس ''کاجی چک'' ہیں۔ گر چہ وہ اپنے زمانے میں صرف وزارت عظمیٰ کی کرسی پر براجمان رہے لیکن شیعوں کی حکومت کے آثار اسی زمانے سے پیدا ہو گئے تھے۔

چک حکمران اگر چہ عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ تھے لیکن انہوں نے کبھی بھی مذہب کو سیاست میں داخل نہیں ہونے دیا۔ سلاطین چک کی رواداری اور رعایا پروری کی بنیاد پر ہی مورخوں نے انھیں عادل اور انصاف پرور کہا ہے۔ ان کی مذہبی رواداری کی نظیر اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے عہد میں شیعہ وسنی کا کوئی فساد نہیں ہوا۔ علی شاہ چک کے بارے میں تاریخی کتابوں میں آیا ہے کہ سریر مملکت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی انہوں نے کشمیر کی جامع مسجد میں ہر خاص وعام، صغیر وکبیر، زن ومرد کے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

سامنے یہ اعلان کیا کہ میں ایک ''محبّ وطن بادشاہ'' کی حیثیت سے حکومت کروں گا اور کوئی مذہبی عناصر میرے حکومتی فرائض میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ یہ واضح رہے کہ اس زمانہ میں جامع مسجد سری نگر میں شیعہ وسنی ملکر نماز جماعت قائم کرتے تھے۔ متولی/امام کے بارے میں کبھی تضاد نہ ہوتا تھا۔ کشمیر میں سارے مذہبی فتنے مغلوں کے اقتدار کے بعد کھڑا ہوئے ہیں۔

چک حکمران بڑے وطن دوست تھے یہ چک حکمران ہی تھے جنہوں نے اپنی بے مثالی شجاعت سے کشمیر کو کئی بار مغلوں کے حملوں سے بچایا تھا۔ یہ دربار تہذیب وثقافت، علم وادب کو دوست رکھنے کی وجہ سے عالموں، فاضلوں، شاعروں اور ہنرمندوں کی پناہ گاہ واقع ہوا ان کا ادبی ذوق شہرۂ آفاق تھا جس کی وجہ سے دور دراز ممالک سے شعراء اور ادباء ان کے دربار میں شرف یاب ہوتے تھے۔ چک حکمران نے علما، ادباء اور شعرا کے لئے حکومت سے وظیفے مقرر کئے تھے ان میں بعض (حسین چک اور یوسف چک) خود بھی شاعرانہ مزاج رکھتے تھے جن کا کلام آج بھی تاریخ اپنے سینہ میں محفوظ کرر کھے ہوئے ہے۔

چک حکمران، عالموں اور صوفیوں کا بھی بڑا احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تاریخ حسن (جس کے مصنف خود اہل سنت ہے) میں آیا ہے کہ ''علی چک اور یوسف شاہ چک'' پا برہنہ کشمیر کے معروف صوفی شیخ حمزہ مخدوم کی خدمت میں کسب فیض کے لئے جاتے تھے'' جس کا ثبوت آج بھی بابا داؤد خاکی کے قصیدہ غسلیہ میں موجود ہے جو انھوں نے علی شاہ چک اور یوسف شاہ چک کی تعریف وتمجید میں کہا ہے حسین شاہ نے علم ودانش کو عام کرنے کے لئے گاؤں گاؤں میں مدرسے قائم کئے تھے اور اعلی تعلیم کے لئے ایک کالج بھی کھول رکھا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک کتاب خانہ اور لڑکوں کے رہنے کے لئے ایک ہوسٹل کا بھی انتظام کیا تھا اور کالج کے اخراجات کے لئے زینہ پورہ گاؤں کی آمدنی مقرر کردی تھی۔

اسی طرح چک دور میں یوسف شاہ چک کی ملکہ حبہ خاتون نے کشمیری شاعری کی بنیاد قائم کی۔ جس پر آگے چل کر کشمیری شاعری کی شاندار عمارت کھڑی ہوئی۔ چک بادشاہ چونکہ فنون لطیفہ کے سرپرست اور حامی تھے ان کے عہد حکومت میں خوش نویسی کو بھی کافی عروج حاصل ہوا اس کے علاوہ خط نستعلیق نے بھی بہت زیادہ ترقی کی۔

لیکن شیعوں کے مخالفوں نے ان انصاف پسند اور عدل پرور حکمرانوں کو بدنام کرنے کے لئے

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ان پر بہت سارے بے بنیاد الزامات لگائے ہیں حالانکہ انہوں نے خود ہی ان کی عدل خواہی اور انسان دوستی کا یوں اعتراف کیا ہے کہ ''مذہبی رواداری کرتے ہوئے ملک میں حنفی قوانین نافذ کئے'' ''ملک کی قضاوت کی کرسی پر اہل سنت قاضی کو بٹھایا''، ''مسجد کا خطیب اہل سنت ہی رکھا''، ''عدل و انصاف سے کام لے کر اپنے بیٹے کو بھی نہیں بخشا بلکہ اس کو بھی جرم کی سزا میں تختہ دار پر لٹکا دیا وغیرہ''

حالانکہ شیعوں کی حکومت سے صرف ۵ سال پہلے مرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں ان پر ڈھائے جانے والے بے انتہا مظالم کا ذکر خود انہوں نے بھی کیا اپنی کتابوں میں کیا ہے اور ان سے بخوبی واقف ہیں۔ لیکن مبارک ہو ایسے فراخ دل رکھنے والے چک حکمرانوں پر کہ جنہوں نے ظالم حکمرانوں کی طرح مرزا حیدر کی جارحیت کا قصاص بے گناہ عوام سے نہ لیا۔ بلکہ اپنی عدالت گستری میں سب کو شامل کر کے حتیٰ اپنے مخالفوں کو بھی داد دینے پر مجبور کیا۔

چک دور میں شیعی ثقافت کا عروج

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چکوں کا دور کشمیر کی شیعہ تاریخ میں ایک سنہری موقع اور ایک یادگار دور تھا۔

اگرچہ بادشاہوں کا بیشتر وقت اندرونی سازشوں کو دبانے اور بیرونی حملہ آوروں کو ٹھکانے لگانے میں صرف ہوا لیکن اسکے باوجود اس دور میں شیعی ثقافت اور ان کے علم و ادب نے بہت ترقی کی اگرچہ اس دور میں اسلام کے اساسی اقدار اور شیعی تہذیب کو فروغ دینے کے لئے بہت سارے اقدام کئے گئے ہیں لیکن ان سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے لہٰذا ان میں سے صرف چند ہی کا تذکرہ کیا جائے گا:۔

۱۔ اس دور میں کشمیر کے پہلے امام باڑہ کی بنیاد زڈی بل میں ڈالی گئی۔

۲۔ میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ کی تعمیر نو کی گئی۔

۳۔ میر عراقی کی خانقاہ جس کو مرزا حیدر نے نذر آتش کر دیا تھا اس دور میں پھر سے تعمیر کی گئی۔

۴۔ حسن آباد میں بابا حسن کے لئے ایک نئی خانقاہ تعمیر کی گئی۔

۵۔ مرزا حیدر کاشغری نے حنفی مذہب کے علاوہ یہاں تمام مذہبوں حتی تصوف کے طریقوں کو بھی ممنوع قرار دیا تھا لیکن اس دور میں سلسلہ ہمدانیہ کا احیاء نو ہوا۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس دور میں علماء کی بھی کثرت تھی یہاں تک کہ ''تاریخ شیعیان علی'' کے مصنف اس بارے میں لکھتے ہیں کہ کشمیر کے علماء تعداد میں عراق اور ایران سے کچھ کم نہیں تھے۔

لیکن دنیا کے دیگر بہت سارے حصوں کی طرح یہاں کشمیر میں بھی شیعوں کا وجود برداشت نہیں کیا گیا۔ ایک شیعہ حکومت قائم ہوگئی تھی تو بعض مخالفین ریشہ دوانیوں میں لگ گئے۔ کبھی اندرونی بغاوتیں کرائی گئیں تو کبھی باہر کی طاقتوں کو اکسا کر کشمیر پر چڑھائی کی دعوت دی گئی۔

کشمیر کے اقتدار طلب عناصر جب داخلی سازشوں کے ذریعہ شیعہ حکمرانوں کا تخت الٹنے سے مایوس ہوئے تو مغلوں کو ایک بار پھر کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی گئی۔

کشمیری قوم میں صرف شیعیان کشمیر کو ہی یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے کبھی بھی وطن و ملک کی آزادی کے ساتھ سودے بازی نہیں کی۔ مرزا حیدر کاشغری نے اپنے عہد حکومت میں شیعیان کشمیر پر مصائب اور مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔ ان کا قتل عام کرایا لیکن ان بے پناہ اور انسانیت سوز مظالم کے باوجود شیعہ مسلمانوں نے وطن سے غدّاری نہیں کی۔ جس وقت مرزا حیدر ہمایوں کی ہدایت پر یہاں کے شیعہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا اس وقت ایران کا تاجدار ''شاہ طہماسب'' تھا جس کے پاس اکبر کا باپ ہمایوں بادشاہ بحیثیت پناہ گزین گیا تھا۔ اگر شیعیان کشمیر اس وقت ایران کے شیعہ بادشاہ سے رجوع کرتے اور اس کو اپنی بربادی اور تباہی کی داستان سناتے تو نہ ہمایوں کو ہی مدد ملتی اور نہ مغل سلطنت قائم ہو پاتی۔ اس وقت خود ہندوستان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ ایران کا بادشاہ آسانی سے ہندوستان کو فتح کر کے کشمیر کو بھی اپنے زیر نگین لا سکتا تھا۔

مگر شیعیان کشمیر نے سختیاں جھیلیں، گوناگوں مصیبتوں کو برداشت کیا لیکن وطن کا سودا نہ کیا اور نہ ہی ملک سے غدّاری کی۔ چنانچہ کشمیری امراء کی دعوت پر مغلوں نے ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں کشمیر پر حملہ کیا۔ شیعوں اور بعض گنے چنے افراد کے علاوہ عامۃ الناس مغل فوجوں کے ساتھ مل گئے۔ اہلسنت مورخوں نے مغلوں کی آنے کی تاریخ ''خیر مقدم'' جبکہ شیعوں نے ''ظلم بے حد'' سے نکالی ہے حروف ابجد سے دونوں کی تاریخ ۹۹۴ھ نکلتی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعیان کشمیر، مغل دور سے ڈوگرہ دور تک

مغلوں کے تسلط جمانے کے ساتھ ہی، جبکہ ''شیعیان کشمیر'' ملک کے دفاع میں مشغول تھے بعض متعصب امراء نے موقع سے غلط فائدہ اٹھا کر شیعوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ان کے گھر لوٹے لگے۔ سنی مورّخ حسن شاہ اس حملے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''شمسی چک کے بڑے فرزند ظفر خان نے جو ایک متعصب سنی اور ملک کا دعویٰ دار تھا دینی اور حکومتی تعصب کی بنا پر محلّہ زڈی بل کو نذر آتش کر دیا۔ زڈی بل کی خانقاہ جو دولت چک نے بنائی تھی کو جلا ڈالا اور شمس الدین عراقی کے مدفن کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا کر شیعوں کو بہت تکلیف پہنچائی۔

پھر روز بہ روز شیعوں کا قافیہ حیات تنگ ہوتا گیا۔ آئے دن ان کی کسی جماعت کو قتل کر دیا جاتا تھا حتیٰ ''تاریخ واقعات کشمیر'' کے مصنف، اعتقاد خان (ایک مغل حاکم) کے دورِ حکومت میں شیعوں کی نسل کشی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ '' چک قوم (شیعہ) کے بہت سارے لوگ اس زمانے میں مارے گئے اور جہاں کہیں بھی ان کے موجود ہونے کی خبر ملتی تھی ان کو قید کر کے قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا پھر اپنے دروازے کے سامنے انھیں جمع کر کے موت کی گھاٹ اتار دیا جاتا تھا اور چاول کے انبار سے شالی کے دانے کی طرح ان کو الگ نکال دیا جاتا تھا۔

مغلوں کا دور ۱۶۶ سال تک رہا۔ مخالف حکمرانوں اور متعصب امراء کی وجہ سے اس دور میں شیعوں کے مجموعی حالات (دینی، تہذیبی، سماجی، علمی، سیاسی) نہایت ہی خراب رہے۔

اس دور میں شیعوں کو کم از کم چھ بڑے اور وسیع حملوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۷۵۲ء میں مغل حکومت کمزور پڑنے سے احمد شاہ ابدالی نے کشمیر پر حملہ کیا اور کشمیر کو افغانستان کے ساتھ ملحق کیا یہ دور تمام اہل کشمیر کے لئے مصیبت کا دور تھا لیکن خصوصی طور پر شیعوں کی حالت مغل دور سے بھی زیادہ بدتر رہی اور اس دور میں شیعہ گمنامی میں پڑے رہے۔ ہر طرح کی فعالیت من جملہ امام حسین کی عزاداری ان کے لئے ممنوع قرار دی گئی۔ اس دور میں بھی شیعہ بارہا مخالفوں کے حملوں کے شکار ہوئے۔ افغان حکمران اتنے ظالم اور بے رحم تھے کہ ان کے متعلق کشمیر میں آج بھی یہ جملہ معروف ہے '' سر

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

بـریدن پیش این سنگدل گل چیدن است "، یعنی افغان بادشاہوں کے نزدیک ایک انسان کا سر قلم کرنا پھول چُننے جیسا تھا۔ اس دور میں شیعوں کی بڑی بڑی شخصیتوں کو قتل کرنے کے علاوہ ان کے اعضا کاٹنے، زندہ بوریوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈالنے کی رسم بھی جاری کی گئی تھی۔

لیکن ظلم وتشدد کی یہ حکومت بھی ٦٧ سال (از ۱۷۵۲ء تا ۱۸۱۹ء) سے زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکی۔ ۱۸۱۹ء میں سکھوں نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ سکھوں نے مسلمانان کشمیر پر ایسے مظالم ڈھائے کہ قلم ان کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس سے پہلے شیعہ وسنی کو لڑتے لڑتے صدیاں گزر گئی تھیں جن لڑائیوں سے شیعہ مخالفوں کو یہ فائدہ تو ہوا تھا کہ کل کے حکمران (شیعہ) طبقے کو خستہ حال بنا دیا تھا مگر جب سکھوں کی چکی میں پسنے کا وقت آیا تو دونوں چکنا چُور ہو گئے۔ ظالم ومظلوم، جارح ومجروح کے صرف حروف اصلی رہ گئے اور ان کا استعمال خود انہیں پر ہونے لگا۔ مگر ابھی تو صرف آغاز ہی ہوا تھا مسلمانوں کو اس سے کہیں زائد صبر آزما حالات سے گزرنا تھا۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ گزشتہ ادوار کی نسبت شیعوں کو اس دور میں کچھ چین وسکون میسر ہوا، چونکہ اس دور میں وہ ان ادوار کے برعکس صرف ایک بار حملہ کا شکار ہوئے۔ چونکہ شیعوں نے مغل اور افغان دور کے حملوں میں اپنا سب کچھ کھو دیا تھا، لہٰذا اس دور میں بھی کوئی قابل توجہ فعالیت انجام نہیں دے سکے۔

۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے کشمیر کو ڈوگرہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ ۷۵ لاکھ روپے میں فروخت کر دیا۔ پرداخت کئے گئے روپیوں کو وصول کرنے کے لئے ڈوگروں نے ٹیکس کے ذریعہ مسلمانوں کی رگوں میں موجود خون تک چوس لیا۔

علاوہ ازایں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ گزشتہ ادوار کے مقابلے میں سکھ دور کی طرح اس دور میں بھی شیعوں کے ساتھ مذہب کی بنا پر دست درازی نہیں کی گئی۔ ڈوگروں کا دور ایک سو سال ۱۹۴۷ء تک برقرار رہا۔ اس دور میں بھی ایک بار (۱۸۷۲ء میں) شیعوں کو اپنے مخالفین کے شدید حملے کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس دور کی اہم بات یہ ہے کہ اس حملہ کے بعد تاریخ کشمیر میں پہلی بار شیعوں پر حملے کی تحقیقات کے بعد مجرموں کو اپنے کئے کی سزا دینے کے علاوہ متاثر شدہ افراد کو معاوضہ بھی

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

دیا گیا۔ اس سے پہلے افغان دور میں شیعوں نے جب ایک بار حکمرانوں سے حملہ آوروں کی شکایت کر کے انصاف کی درخواست کی تھی تو اس ظالم نے انصاف کے بجائے خود شیعوں کے ہی اعضاء، ناک، کان، ہاتھ، کاٹنے کا حکم دیدیا۔

ڈوگرہ دور میں بعض شیعوں نے دربار میں بھی دسترسی پیدا کی اور بعض شیعہ اہم منصبوں پر فائز بھی ہوئے تھے۔ اور دوسرے ادوار کی نسبت شیعوں نے یہ دور مجموعاً آرام سے گزارا۔

شیعیان کشمیر کے موجودہ حالات

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مغل فوج کی کشمیر میں آمد شیعوں کے لئے ایک بڑے المیہ سے کم نہیں تھی چونکہ وہ اس کے تباہ کن نتائج سے آگاہ تھے اسی لئے شیعوں نے مغلوں کے کشمیر میں داخل ہونے کی تاریخ کو ''ظلم بے حد'' سے تعبیر کیا تھا۔

مغل حملہ سے شیعوں کے لئے مصیبت اور ابتلا کا دور شروع ہوا تھا بے پناہ مظالم کے سہنے کے باوجود شیعوں نے اپنی یکجہتی، بھائی چارگی اور خودداری میں سرموفرق نہیں آنے دیا تھا ان میں ایثار و فداکاری کا جذبہ تھا وہ ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنے حالات کو کسی حد تک سدھارنے کی کوشش کرتے تھے جب ہی تو وہ مغل اور افغان دور میں مٹائے جانے کی لاکھ کوششوں کے باوجود باقی رہے۔

لیکن افسوس صد افسوس :۔ بیسویں صدی عیسوی شروع ہونے سے جہاں دنیا میں علم وصنعت اور سائنس نے حیرت کن انداز میں چشم گیر ترقی کی اور دنیا کی تمام قوموں اور ملتوں نے اپنے تمام موانع اور مشکلات سے عبور کر کے روز افزون ترقی اور تعمیر کی طرف حرکت شروع کی۔

وہیں اس صدی کے آغاز ہونے کے ساتھ ہی شیعیان کشمیر نے آپسی ایک ایسی جنگ کا آغاز کیا جس کی ابتدا تو معلوم ہے لیکن خدا جانے اس کا اختتام کب ہوگا؟ اور وہ جنگ شیعوں کا دو مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے کی شکل میں تھی۔

کشمیر کے معروف محقق مرحوم حکیم صفدر ہمدانی اپنی کتاب ''تاریخ شیعیان کشمیر'' میں اس بے پایان جنگ سے دل برداشتہ ہو کر یوں گریہ کناں ہیں کہ:۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

''اگر شیعوں سے حکومت چھینی گئی تو یہ واقعہ ان کے لئے اتنا خطرناک اور مہلک ثابت نہیں ہوا جتنا کہ وہ فتنہ جس کے باعث سال ۱۹۴۵ بکری (۱۸۸۹ء) میں یہاں کے معابد اور امام باڑے شیعہ مسلمانوں کے دو مولویوں میں تقسیم کردیئے گئے۔ یہ سال بجا طور پر شیعیان کشمیر کے لئے نقطہ انحطاط اور جمود قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اسی وقت سے شیعیان کشمیر دو متضاد گروہوں میں تقسیم ہو گئے جن میں ایک فرقہ قدیم اور دوسرا فرقہ جدید کے نام سے موسوم ہوا۔ ان دونوں گروہوں میں نفرت اور عداوت پیدا کر کے دائمی پھوٹ ڈالی گئی اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان مولوی حضرات کے طفیل میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رہا جس سے آج تک قوم میں انتشار اور نفاق قائم ہے اور یہ نفاق روز بروز بڑھتا جارہا ہے''

یقیناً ایک چھوٹی جماعت کا مختلف اور متضاد ٹولیوں میں بکھرنا خودکشی کے مترادف تھا۔ اس تفرقہ نے اب دائمی صورت اختیار کرلی ہے جو شیعوں کے لئے سونامی طوفان کی تباہی اور زہر ہلاہل سے بھی زیادہ مضر اور مہلک ہے۔

شیعیان کشمیر آج کم از کم چار بڑے گروہوں اور فرقوں میں تقسیم اور متفرق ہیں۔ ہر گروہ اور فرقہ کا سرپرست اور راہنما عالم دین ہے۔ کشمیر میں ان فرقہ کے طرفداروں کو (۱) افتخاری (۲) عباسی (۳) محمدی (۴) مصطفوی کے ناموں سے جانا جاتا ہے۔

جہاں بعض راہنماؤں نے ولی فقیہ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے تحریم قمہ زنی پر لبیک کہہ کر اپنے ماننے والوں سے اسے ترک کرنے کی تلقین کی تو وہیں بعض نے کھل کر اس سے انکار کیا۔ کوئی آج عید کا اعلان کرتا ہے تو کوئی کل۔ اگرچہ یہ ایک فقہی مسئلہ ہے اور اس میں زور زبردستی یا سمجھوتہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن اب جبکہ ان کے پاس رویت ہلال کے کوئی قدیم یا جدید وسائل نہیں ہیں تو ایسی صورت میں وہ ایک مشترکہ فیصلہ اتخاذ کرسکتے ہیں۔

گروہوں کا یہ اختلاف قوم کے بزرگوں ہی تک محدود ہوتا تو بھی اس کے زیادہ نقصانات نہیں ہوتے، لیکن کیا کریں فرقہ کے پیروکاروں میں یہ اختلاف اور زیادہ پایا جاتا ہے کبھی کبھی اس اختلاف اور تفرقہ نے قتل و غارت اور کبھی بیٹی و بہوؤں کی طلاق کی جیسی صورت حال بھی اختیار لیتی ہے۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

اس باہمی اختلاف اور تفرقہ نے شیعوں کی کمر توڑ دی ہے۔ وہ ترقی اور تعمیر کے بجائے زوال اور تباہی کی طرف چلے گئے ہیں اور زندگی کے ہر میدان (دینی، سیاسی، سماجی، ثقافتی) میں اپنے رقیبوں سے کوسوں پیچھے رہے ہیں۔

یہاں شیعوں کی دینی اور مذہبی صورت حال جاننے کے لئے یہی کافی ہے کہ شیعوں کی قابل توجہ تعداد آج بھی اپنے ابتدائی اور روزمرہ کے مسائل سے بے خبر ہے۔ گاؤں اور دور دراز دیہاتوں میں حالات اور بھی زیادہ خراب ہیں۔

دینی مکاتب نہ ہونے کے برابر تھے جس کی وجہ سے لوگوں میں دینی مسائل سے ناآگاہی بہت زیادہ تھی، یہاں تک کہ جناب غلام علی گلزار نے شیعہ بچوں کو ابتدائی احکام اور قرآنی تعلیم دینے کے لئے مکاتب امامیہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر تنظیم المکاتب لکھنؤ (ہندوستان) کو کشمیر میں مکاتب کھولنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ تعاون فراہم کیا۔ تنظیم المکاتب کے ذریعہ سے کھولے گئے مکاتب کی وجہ سے کسی حد تک قوم کو فائدہ پہنچا۔ لیکن چونکہ وہ مکاتب ابتدائی اور صرف چند کلاسوں تک محدود ہیں اسلئے ناکافی ہیں اور اس میں مزید سعی وتلاش کی ضرورت ہے۔

یہاں پر یہ تذکرہ لازم ہے کہ ان مکاتب سے پہلے کشمیر کے فرقہ سربراہوں کے توسط سے بھی کئی علاقوں میں چھوٹے بڑے دینی مکاتب قائم کئے گئے تھے لیکن وہ نظم ، نگرانی اور نصاب سے عاری تھے اس لئے قوم کو ان مکاتب سے بہت زیادہ فائدہ نہیں پہنچ رہا تھا۔

شیعیان کشمیر علمی معاملے میں بھی اپنے رقیبوں سے پیچھے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ فی صد افراد ان میں تعلیم یافتہ ہیں جبکہ عورتوں میں یہ تعلیمی پسماندگی اور زیادہ ہے یہاں تک ان میں صرف دس فیصد کے قریب خواتین پڑھی لکھی ہیں۔

شیعوں کا فرقوں اور مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جانے کی ایک بڑی وجہ ان کی ناخواندگی اور جہالت ہے اگرچہ چند برسوں سے بعض فرقہ کے سربراہوں نے بھی بعض علاقوں میں مروجہ تعلیم کے لئے مدرسہ کھولے ہیں اور بہت حد تک ان علاقوں میں بچوں کو نور علم سے منور کیا جارہا ہے لیکن وہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

مدارس کشمیر کے تقریباً چار پانچ سو متعلقہ گاؤں اور شہروں کے لئے ناکافی ہیں چونکہ وہ صرف بیس، پچیس جگہوں تک ہی محدود ہیں۔ ان مدارس کے علاوہ بھی بعض مدارس ان چار شیعہ فرقوں سے غیر وابستہ افراد کی طرف سے کھولے گئے ہیں۔

شیعوں کی تعلیمی پسماندگی کی وجوہات حسب ذیل ہیں

(۱)۔حکومت کی پالیسی (۲) اقتصادی پسماندگی اور ناداری (۳) قوم کے اندر علمی ذوق کا نہ ہونا (۴) خدشات اور احساس کمتری (۵) مناسب و معقول مدارس اور دیگر سہولتوں کی کمی (۶) گروہ بندی اور فرقہ پرستی۔

شیعیان کشمیر کی ثقافتی حالات

ماضی کے مقابلے میں آج شیعوں کی تہذیبی اور ثقافتی حالت بھی بہت زیادہ مختلف نہیں ہے۔ایک طرف اسلام دشمنوں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو تہس نہس کرنے کے لئے اندرون اور بیرون ریاست سے کشمیر پر ثقافتی یلغار کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔دوسروں طرف غیر شیعہ شدت پسند گروہ نے بھی شیعوں کے خلاف مختلف ذرائع سے اپنے پروپیگنڈے کو تیز تر کردیا ہے آج نئی پود کے ذہنوں میں اپنے مذہب کے تیئں شک وشبہات پیدا کئے جارہے ہیں۔

ان تمام تہذیبی و ثقافتی حملوں کا دفاع کرنے کے لئے شیعوں کے پاس وسائل تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہاں شیعوں کا اپنا نہ کوئی قومی سطح کا روزنامہ، ماہنامہ، سہ ماہہ یا فصلنامہ وغیرہ ہے اور نہ ہی کوئی اپنا قومی پریس (press) ہے۔ارتباطی ذرائع خصوصاً انٹرنیٹ اتنے عام اور آسانی کے باوجود پندرہ لاکھ شیعوں کی کوئی دینی ودنیوی ویب سائٹ (website) جس پر شیعیان کشمیر کے متعلق معلومات ہوں، اس کا بھی وجودنہیں ہے۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینلز کا اپنا انتظام تو ابھی ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے۔

کشمیر کے شیعوں میں مطالعہ کا شوق تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے لہٰذا کتابیں بھی اس قدر نہیں چھپتی ہیں۔شیعوں کے پاس ان کے شایان شان اور لائق ایک بھی بڑا کتابخانہ نہیں ہے۔ کشمیر میں

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

آج ''کتابخانہ ادارہ ابوالفضل عباسؑ ماگام'' سب سے بڑا کتابخانہ مانا جاتا ہے حالانکہ اس کی وسعت زیادہ سے زیادہ ایک ڈسٹرکٹ کی سطح تک ہے اس لئے قومی کتابخانہ کی ضرورت آج بھی اپنی جگہ باقی ہے۔ ادارہ امام حسینؑ سلطان پورہ بھی کسی حد تک مؤثر تھا لیکن وہ انتظامیہ کی رسہ کشی کا شکار ہوگیا ہے۔ تہذیب و ثقافتی وسائل نہ ہونے اور پھر کام نہ کرنے کی وجہ سے شیعوں کی ثقافتی صورت حال افسوس ناک ہے۔

شیعوں کی سیاسی صورت حال

علم انسان کو زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے اور اسے سماج اور معاشرے میں اپنے حقوق سے آشنا کر کے اس کو حقوق کی بازیابی کی طرف متحرک کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان علم کے نور سے عاری ہو تو اسے اپنے حقوق کا احساس تک نہیں ہوتا ہے وہ محرومی کو اپنی تقدیر سمجھ کر چشم بستہ قبول کرتا ہے یہی حال ہماری وادی کے شیعوں کا ہے۔ ناخواندگی کی وادیوں میں رہ کر وہ اپنی ایک الگ دنیا تصور کرتے ہیں اور سیاست اور سیاست مداروں کی دنیا الگ ہے۔ ان میں سیاسی شعور نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہاں اگر ان کا فرقہ سربراہ یا ان کا کوئی رشتہ دار الیکشن کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو وہ اسے جتانے کے لیے اپنی جان کی بازی تک لگا دیتے ہیں۔ اس کی کامیابی کے لئے منتیں مانگتے اور نذر و نیاز بھی کرتے ہیں۔

شیعوں میں کوئی قومی سیاسی پلیٹ فارم نہ ہونے کی وجہ سے وہ الیکشن میں ووٹ ڈالنے کے لئے اپنے سرپرست کے حکم کے انتظار میں رہتے ہیں جس کو ووٹ دینے کا حکم ملا اسے آنکھیں بند کر کے اپنا ووٹ دے دیتے ہیں اگر چہ اس کے کامیاب ہونے کے بجائے ہارنے کے صد در صد شواہد و قرائن پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض شیعوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ سیاست کو فقط الیکشن کی حد تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔

تقریباً پندرہ لاکھ شیعوں کے لئے کشمیر کی اسمبلی میں بھی کوئی نشست (کرسی) مخصوص نہیں ہے۔ موجودہ صورت حال میں اگر چہ شیعوں کے ایک دو افراد الیکشن جیت بھی جاتے ہیں تو اس جیت میں ضرور کشمیر کی کسی بڑی سیاسی تنظیم کی مصلحت یا ان کی اپنی ضرورت شامل ہوتی ہے حالانکہ اگر وہ متحد اور

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

متفق ہو جائیں تو کم از کم چھ، سات نشستیں ان کے اختیار میں آسکتی ہیں۔

یہاں پر اس خوش آیند بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ کشمیر میں آج شیعہ اور سنیوں میں گزشتہ صدیوں کے برعکس نہایت اچھے اور خوشگوار تعلقات ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے اجتماعات میں جانے کے علاوہ، نماز میں بھی ایک دوسرے کی اقتدا کرتے ہیں اور تحریک آزادی کے سلسلہ میں دونوں شانہ بشانہ لڑکر کشمیر کی آزادی کے متلاشی ہیں۔ اگرچہ ایک ایسا گروہ بھی پایا جاتا ہے جو اس اتحاد ملی اور انسجام اسلامی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اس لئے شیعہ وسنی دونوں کو محتاط رہنے کے علاوہ ایسے ہر عمل سے کہ جو کسی کے دل آزاری کا سبب بنے، سے باز رہنا وقت کی ضرورت ہے۔

شیعوں نے آج تک اتحاد بین المسلمین کی تمام تحاریک کا دل کھول کر ساتھ دیا ہے۔ موجودہ تحریک آزادی میں بھی شیعوں نے اپنے اقلیتی تناسب کے اعتبار سے آزادی کی راہ میں سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ ان کے سینکڑوں جوان اپنے سنی مسلمان بھائیوں کی تنظیموں میں شامل ہونے کے علاوہ ان کی اپنی بھی چند بڑی عسکری تنظیمیں تھیں جن میں ہزاروں سرفروش جوان، قوم کی آزادی کے لئے شامل ہوئے تھے۔ اس تحریک میں عام شیعوں کے علاوہ سینکڑوں مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا اور ایک کثیر تعداد آج بھی ہندوستان کی سخت جیلوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سارے افراد خصوصاً نوجوان آج بھی لاپتہ ہیں جن کے انتظار میں صبح وشام ان کی ماؤں کی پرنم آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔

شیعیان کشمیر کی اقتصادی صورت حال

۱۹۴۷ء کے بعد سے کشمیر کی مجموعی اقتصادی حالت خراب ہو چکی ہے اگرچہ کشمیر کے پاس پانی کے بڑے بڑے ذخائر ہیں اور اگر حکومت چاہتی تو ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنالجی کی بدولت کشمیر کی تمام زمین کو آباد اور زرخیز کر کے یہاں کے لوگوں کو غذائی اشیاء کی ضرورت کے لحاظ سے خود کفیل بنا سکتی تھی۔ لیکن حکومت اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی ہے۔

کشمیر کے سیاسی اتار چڑھاؤ حالات میں شیعیان کشمیر دوسرے مذاہب کی بہ نسبت زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی مجموعی اقتصادی حالت مناسب نہیں ہے۔ کم از کم ۲۵% شیعہ،

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

غریبی اور فقیری کی سطح سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ اس حالت سے نکلنے کے لئے ان کے پاس وسائل اور امکانات نہیں ہیں۔

ماضی میں شیعیان کشمیر کے بیشتر مشاغل شالبافی، رفوگری، قالین بافی، نقاشی اور دیگر گھریلو دستکاریوں اور زمین داری پر مشتمل تھے۔ لیکن آجکل شیعیان کشمیر کو ان چیزوں کی طرف بھی کوئی دلچسپی اور رغبت نہیں رہی۔ اس طرح یہ سنتی اور وراثتی پیشے ان کے ہاتھوں سے نکل کر دوسروں کے ہاتھوں لگ گئے ہیں جس سے شیعوں کے اقتصادی ڈھانچہ کو بہت بڑا دھچکا لگا ہے۔

شیعوں کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ان کے اوقاف اور ان کی دیگر مذہبی آمدنی بہت حد تک کارآمد ثابت ہوسکتی تھی۔ لیکن ان کے اوقاف بھی فرقہ سربراہوں کے ہاتھوں میں ہیں اور ان کی تمام آمدنی بھی ان ہی کے پاس جمع ہوتی ہے۔ اے کاش شیعوں کے یہ قومی اور ملی اوقاف آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ شیعوں کی سال بھر کی تمام شرعی اور مذہبی رقومات من جملہ نذر و نیاز خصوصاً زکوات فطرہ وغیرہ ایک جگہ جمع ہوتے تو ان کے سماجی و فلاحی، دینی، ثقافتی اداروں کے قیام کے علاوہ، شیعوں سے غربت و فقیری کو جڑ سے اکھاڑا جاسکتا تھا۔

سرکاری اداروں میں شیعوں کی نوکریاں ان کی آبادی کے تناسب سے نہایت ہی کم ہیں۔ اسی طرح کشمیر کے اہم اور اعلیٰ عہدوں پر ان کا وجود تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ غربت اور فلاکت کی وجہ سے شیعیان کشمیر بخصوص دیہی آبادی میں بچوں سے کام کروانا بہت رائج ہے۔ حتیٰ کہ بعض اضلاع میں بچوں سے محنت مزدوری کرانے کی شرح ۴۲% تک ہے۔

قابل ذکر بات ہے کہ اس غربت اور فلاکت کے باوجود شیعیان کشمیر ''امام حسینؑ کی مجالس'' پر یقین کے ساتھ اپنی آبادی کے اعتبار سے، دنیا کے دیگر ممالک میں رہنے والے شیعوں سے سب سے زیادہ پیسے خرچ کرتے ہیں۔ یہاں محرم اور صفر میں عام مجلسوں کے علاوہ گرمیوں میں بھی پورے تین مہینے مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ ہر فرقہ ہفتہ میں کم از کم ایک جگہ مجلس حسینیؑ کا اہتمام کرتا ہے جس میں دُور دُور سے اس کے طرفدار شرکت کرنے آتے ہیں۔ مجلس صبح ۹ بجے سے ۶ بجے شام تک برگزار رہتی ہے جس میں مرثیہ خواں (ذاکر حضرات) اپنی اپنی نوبت پر مرثیہ پڑھتے ہیں۔ آخر میں فرقہ کا سربراہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۵۰۔۴۰ منٹ وعظ و نصیحت کرنے کے لئے مجلس پڑھتا ہے۔ امام حسینؑ سے قلبی عقیدت ہونے کی وجہ سے لوگ مفلوک الحالی کے باوجود مجالس پر وافر مقدار میں پیسہ خرچ کرتے ہیں۔

چنانچہ جس جگہ یہ مجلسیں منعقد ہوتی ہے وہاں کے مقامی لوگ مجلس میں شرکت کرنے والوں کے لیے طرح طرح کے غذاؤں کا اہتمام کر کے رکھتے ہیں (مجموعی ضروریات کو سمیٹ کر) کم از کم ایک مجلس پر دس لاکھ روپیہ کا خرچہ آتا ہے۔ یوں شیعیان کشمیر امام حسینؑ کی مجلسوں پر ایک ہفتہ میں چالیس سے پچاس لاکھ اور مہینے میں کم از کم دو کروڑ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔

شیعیان کشمیر امام باڑوں کو تعمیر کرنے میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں اور ہر گاؤں، دیہاتوں اور شہروں میں کئی کئی عالیشان امام باڑے موجود ہیں۔

یہ حالات اس قوم کے ہیں جو ایک وقت تخت و تاج کی مالک تھی جس کی اپنی ایک پہچان، تہذیب، ثقافت کے مالک اور اپنی ایک روشن تاریخ تھی۔ راقم نے ان چند صفات میں شیعوں کے ہزاروں پوشیدہ اور نہفتہ مسائل میں سے نہایت ہی اختصار کے ساتھ چند ایک کو اس امید کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ شاید شیعوں میں اب بھی ذمہ داری اور مسئولیت کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ متفق ہو کر اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں۔ (چھٹی فصل میں اکثر مسائل کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے)

اگر اس کتاب سے شیعیان کشمیر کو اپنی گزشتہ عظمت اور موجودہ ذلت و نا تفاقی کا ذرہ بھر احساس پیدا ہو گیا اور اپنے اسلاف کے کارنامے پڑھ کر ان کے مردہ قالب میں نئی حرارت اور تازہ زندگی کی لہر دوڑنے لگے، تو میں اپنے آپ کو نہایت ہی خوش نصیب تصور کروں گا کہ میری محنت رائیگان نہیں ہوئی۔

والعاقبة للمتقين

غلام محمد گلزار

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

فہرست منابع وماٴخذ

۱۔ قران الکریم۔

۲۔ ترجمہ قرآن، علامہ ذیشان حیدر جوادی۔

۳۔ صحیح بخاری۔

۴۔ صحیح مسلم۔

۵۔ نھایہ، ابن اثیر۔

۶۔ تاریخ طبری، محمد ابن جریر طبری۔

۷۔ فہرست ابن ندیم، ابن ندیم، چاپ سوم امیر گرجی۔

۸۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید۔

۹۔ صواعق المحرقہ، ابن حجر ھیثمی۔

۱۰۔ تفسیر کبیر، فخر رازی۔

۱۱۔ تفسیر کشاف، زمخشری۔

۱۲۔ درالمنثور، جلال الدین سیوطی۔

۱۳۔ سیرہ ابن ہشام، ابن ہشام۔

۱۴۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی۔

۱۵۔ شرح المقاصد، تفتازانی، انتشارات رضی۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۱۶۔لسان العرب، ابن منظور، ابی الفضل جمال الدین، قم نشر ادب الحوزہ، سال نشر ۱۴۰۵ھ،۱۳۶۳ش، ج۸۔

۱۷۔مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمٰن ابن محمد ابن خلدون، ، ترجمہ محمد پروین گنابادی، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب تہران ۱۳۵۲ شمسی ج۱۔

۱۸۔تاج العروس، زبیدی، سید محمد مرتضی، انتشارات اشراق العربی، دار الہدایہ ۱۴۰۴ھ ج۲۱۔

۱۹۔الملل و النحل، محمد بن عبد الکریم شہرستانی، بیروت دار المعرفہ، ج۱۔

۲۰۔القاموس المحیط، فیروز آبادی، مجد الدین، مکتبہ تجاریہ کبری، شرکت فن الطباعہ، جلد۳۔

۲۱۔لغت نامہ دہ خدا، علی اکبر دہ خدا، مادہ حرف ک، مؤسسہ انتشاات دانشگاہ تہران چاپ دور ج ۱۰۔

۲۲۔تاریخ سید علی، سید علی ماگرے، ناشر شعبہ تحقیق و اشاعت ناظم لائبریز جموں و کشمیر ۱۹۹۳ء۔

۲۳۔تاریخ ملک حیدر چاڈورہ، ملک حیدر۔

۲۴۔تاریخ حسن مؤلف پیرزادہ غلام حسن کھویہامی معروف بہ حسن شاہ، ناشر محکمہ تحقیق و اشاعت حکومت جموں و کشمیر سرینگر۔

۲۵۔تاریخ حسن، حسن شاہ، ترجمہ کشمیری، مترجم، احمد، شمس الدین، ناشر جموں اینڈ کشمیر اکاڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر ج ۴،۳،۲،۱ سال ۲۰۰۲ء۔

۲۶۔بہارستان شاہی، مجہول المؤلف، تنظیم و ترتیب، ڈاکبر حیدری، ناشر انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر، سال ۱۹۸۲ عیسوی۔

۲۷۔تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ، ترجمہ عبد الحی خواجہ، ناشر شیخ غلام اینڈ سنز لمیٹڈ انار کلی لاہور۔

۲۸۔تحفۃ الاحباب، محمد علی کشمیری، مترجم، آخوندزادہ، محمد رضا، شاہ اینڈ سنز چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور۔

۲۹۔مجالس المومنین، ، قاضی نور اللہ شوشتری، انتشارات کتابفروشی اسلامیہ، تہران ۱۳۷۷ھ۔ش۔

۳۰۔واقعات کشمیر، ددمری، محمد اعظم، مترجم، احمد، شمس الدین، جموں اینڈ کشمیر اسلامک سینٹر سرینگر کشمیر۔

۳۱۔تاریخ رشیدی، مرزا حیدر دوغلت، ترجمہ و تصحیح قلی غفاری فرد، عباس، تہران انتشارات مکتوب ۱۳۸۳ھ، ش۔

۳۲۔تاریخ مکمل کشمیر، محمد الدین فوق، ناشر کشمیر بک ڈپو سرینگر کشمیر ۲۰۰۳ء۔

۳۳۔نگارستان کشمیر، قاضی ظہور الحسن، ناشر شیخ محمد عثمان اینڈ تاجران کتب، سرینگر کشمیر۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۳۴۔ میر سید علی ہمدانی، ڈاکٹر سیدہ اشرف، ناشر شیخ محمد عثمان اینڈ تاجران کتب، سرینگر کشمیر ۲۰۰۷ء۔

۳۵۔ دعوات صوفیہ امامیہ، سید علی ہمدانی، ترجمہ خورشید عالم انجمن فلاح و بہبود سرمون کراچی، پاکستان۔

۳۶۔ شیعہ در ہند، سید اطہر حسین رضوی، دفتر تبلیغات اسلامی، حوزہ علمیہ قم ایران، چاپ اول ۱۳۷۶ھ۔

۳۷۔ تاریخ اقوام کشمیر، فوق، محمد الدین، گلشن پبلشرز، مدینہ چوک گاوکدل سرینگر کشمیر ج ۱، ۲۰۰۲ء۔

۳۸۔ تاریخ شیعیان کشمیر، حکیم صفدر ہمدانی، امام حسین ریسرچ اینڈ پبلشنگ سینٹر سرینگر کشمیر۔

۳۹۔ تاریخ بلتستان، غلام حسین سہروردی، ویری ناگ پبلشرز آزاد کشمیر، پاکستان ۱۹۹۲ء۔

۴۰۔ کشمیر گزشتہ، حال، آیندہ، سید حمید ناصری، انتشارات ذکر تہران ۱۳۷۹ش۔

۴۱۔ تاریخ تحریک اسلامی جموں و کشمیر، عاشق کاشمیری، ناشر ادارہ معارف لاہور پاکستان ج ۲، ۱۔

۴۲۔ کشمیر بہشت زخم خوردہ، الطاف حسین، ترجمہ فریدون دولتشاہی، انتشارات اطلاعات ۱۳۷۲ھ، ش۔

۴۳۔ مطالعہ کشمیر، پروفیسر ایم نذیر احمد، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائد اعظم لاہور۔

۴۴۔ آئینہ کشمیر، شفیق، محمد یوسف، غیر مطبوعہ۔

۴۵۔ قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی، شایع کردہ محکمہ لائبریریز ریسرچ و پبلیکیشن جموں و کشمیر ۲۰۰۲ء۔

۴۶۔ کاچو سکندر، سکندر خان، قدیم لداخ، کاچو پبلشر لہہ لداخ۔

۴۷۔ مجموعہ رسائل، ترجمہ، غلام عباس، وغریبی، اعجاز حسین، زیر نظر شیخ سکندر حسین کراچی، محمود آباد ۱۹۹۹ء۔

۴۸۔ اختر درخشان، سید محمد باقر موسوی، اکرم حسین پریس پرہلا گھاٹ بنارس ہند۔

۴۹۔ عالمی اور کشمیر، عباس احمد آزاد، کشمیر لٹریچر اینڈ کلچرل سوسائٹی و نیشنل تھنکرز فورم پاکستان۔

۵۰۔ تشیع و شیعیان از دیدگاہ علماء و احادیث اہل سنت، ضیاء میر دیلمی۔

۵۱۔ مختصر تاریخ کشمیر، محمد امین پنڈت، گلشن پبلشرز، سرینگر کشمیر، ناشر شیخ محمد عثمان اینڈ تاجران کتب، سرینگر کشمیر۔

۵۲۔ معارف صوفیہ، جواد انوربخش نتشارات خانقاہ نعمت الہی (لندن) اردو بہشت ۱۳۶۲ھ، ش۔

۵۳۔ وجیز تاریخ، مؤلف غلام نبی شاہ، فارسی مرتبہ ڈاکٹر محمد یوسف، ناشر شالیمار آرٹ پرس ریڈ کراس سرینگر کشمیر۔ فروری ۲۰۰۶ء۔

۵۴۔ وجیز تاریخ، مؤلف غلام نبی شاہ، ترجمہ اردو، مترجم ڈاکٹر محمد یوسف، ناشر شالیمار آرٹ پرس

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ریڈکراس سرینگر کشمیر۔ فروری ۲۰۰۷ء۔

۵۵۔ سید علی موسوی، کحل الجواہر، ناشر مطبع اسلامی لاہور ۱۲۶۴ھ، ہجری۔

۵۶۔ کشمیر عہد بہ عہد ڈاکٹر ایم ایس، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ، چوک انارکلی لاہور ۱۹۹۵ عیسوی۔

۵۷۔ تاریخ شیعیان علی، سید علی حسنین رضوی، عباس بک ایجنسی رستم نگر لکھنؤ انڈیا ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۱ء۔

۵۸۔ محبوب ملت، شائع کردہ انجمن شرعی شیعیان کشمیر جموں وکشمیر، اگست ۲۰۰۳ء۔

۵۹۔ نسخۃ الصفویہ۔ سید باقر معرکہ دار۔ زڈی بل سرینگر، غیر مطبوعہ۔

کتابچے اور تنظیمی رپورٹیں

۶۰ گروہ بندی سے بلند شیعیان ریاست کی (سیاسی وسماجی) تنظیم، ناشر، جموں کشمیر شیعہ فیڈریشن، سرینگر، جنوری ۲۰۰۶ء میلادی۔

۶۱۔ گزارش اجمالی از وضعیت پیروان اہل بیت در جموں وکشمیر، اتحاد المسلمین جموں کشمیر سرینگر۔

۶۲۔ ماہنامہ سفینہ، صفر ۱۴۲۶ھ ہجری، ناشر سفینہ پبلیکیشنز، العباس بلڈنگ میڈیکل کالج روڈ کرنگر سرینگر۔

۶۳۔ ماہنامہ سفینہ، جون، جولائی ۲۰۰۶ء مطابق جمادی الاول و الثانی ۱۴۲۷ھ ہجری، ناشر سفینہ پبلیکیشنز، العباس بلڈنگ میڈیکل کالج روڈ کرنگر سرینگر۔

۶۴۔ غروب آفتاب، ناشر، ادارہ العلمیہ الشہیدین، نابدی پورہ، زڈی بل سرینگر کشمیر، ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ ق، فروری ۲۰۰۲ء میلادی۔

۶۵۔ حجۃ الاسلام والمسلمین مولوی عباس انصاری کا ایک اجمالی تعارف، ناشر اتحاد المسلمین جموں وکشمیر سرینگر۔

۶۶۔ پیام عمل، ناشر شیعہ فیڈریشن، جموں وکشمیر۔

۶۷۔ چودہویں صدی، ناشر شیعہ فیڈریشن جموں وکشمیر۔

۶۸۔ غلام علی گلزار کی اسلامی وانقلابی فعالیت۔

۶۹۔ شیعیان کشمیر کے متعلق ایک اجمالی رپورٹ، مرتبہ شعبہ نشرواشاعت انجمن اتحاد المسلمین جموں وکشمیر۔

۷۰۔ پمفلٹ اغراض ومقاصد، نشریہ انجمن بہبودی شیعیان کشمیر۔ (اوائل ۱۹۳۳ء)

۷۱۔ پیشکش آل جموں اینڈ کشمیر نیشنل فیڈریشن آف شیعیاز۔

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

۷۲۔ تحریک وحدت اسلامی کا تنظیمی رپورٹ۔

۷۳۔ تاریخ حریت کشمیر، رشید تانترے، نشریہ ۱۹۷۶ء۔

۷۴۔ مدینہ پبلک اسکولز کشمیر، تعارف، خدمات اور آئندہ منصوبے۔

۷۵۔ آئین نامہ العباس ریلیف ٹرسٹ جموں و کشمیر۔

۷۶۔ پمفلٹ ادارہ ابوالفضل عباس ماگام کا مختصر تعارف۔

۷۷۔ سوئیزرس حسینیؑ بلڈ بینک اور رپورٹس۔

۷۸۔ پمفلٹ ادارہ فلاح عام علمگری بازار زڈی بل سرینگر۔ جولائی ۲۰۰۸ء۔

۷۸۔ بیاض حسن از سید حسن معرکہ دار زڈی بل سرینگر۔

۸۰۔ پمفلٹ ادارہ ابوالفضل ماگام ایک نظر میں۔

۸۱۔ انجمن شرعی شیعیان کشمیر جموں و کشمیر کے دینی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی خدمات کا ایک اجمالی خاکہ، پیش کردہ شعبہ نشر واشاعت انجمن شرعی شیعیان کشمیر ۲۰۰۷ء۔

۸۲۔ پمفلٹ ''خطوط تحریک''

۸۳۔ معین الاسلام جموں و کشمیر کا مختصر تعارف۔

۸۴۔ مجلّہ پندرہ روزہ ''شیعہ''، لکھنوٗ ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء۔

۸۵۔ عزاداری کے جلوس اور اتحاد المسلمین، ایک تاریخی مطالعہ، شائع کردہ انجمن اتحاد المسلمین۔

۸۶۔ مولانا محمد عباس انصاری اپنی تألیفات کے آئینے میں، ناشر سفینہ پبلکشنز۔

۸۷۔ آئین تحفظ الاسلام ۱۹۶۸ء۔

۸۸۔ نشریہ ضبط تولید ۱۹۷۷ء، مجریہ تحریک اصلاح معاشرہ وتحفظ اسلام۔

۸۹۔ آر۔ ایم۔ پی ہائر سکنڈری سکول کا تعارف۔

۹۰۔ تنظیم المکاتب کی طرف سے انجام دی گئی census رپورٹ۔

پایان نامہ (تحقیقی مقالے)

۹۱۔ تاریخ شیعہ در کشمیر ہندوستان، سید محمد موسوی، تحقیقی مقالہ (M.A.THESIS) مدرسہ عالی فقہ

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

ومعارف اسلامی، قم ۱۳۸۴ ہجری قمری۔
۹۲۔ تاریخ نوربخشیہ در کشمیر و بلتستان، غلام حسین جوہری، از آغاز تا پایان قرن بیستم (M.A.THESIS) مدرسہ عالی فقہ ومعارف اسلامی، قم ۱۳۸۵ ہجری شمسی۔
۹۳۔ کشمیر میں انقلاب اسلامی کے اثرات، سید اعجاز حسین رضوی (M.A.THESIS) مدرسہ عالی فقہ ومعارف اسلامی، قم ۱۳۸۵ ہجری۔

سوالنامہ اور انٹرویوز

۹۴۔ مولانا مسرور عباس انصاری، صدر انجمن اتحاد المسلمین جاموو کشمیر۔
۹۵۔ مولانا شیخ غلام حسین متو، معروف مبلغ دین شیعیان کشمیر۔
۹۶۔ مولانا مقبول حسین جو، مدرس جامعہ علمیہ امام رضاؑ، گنڈ حسی بٹ۔
۹۷۔ غلام علی گلزار، سابقہ نگران سکریٹری معاون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر۔
۹۸۔ مولانا سید ظہیر عباس جعفری۔
۹۹۔ مولانا سید سجاد حسین۔
۱۰۰۔ ڈاکٹر سید صادق رضوی۔
۱۰۱۔ نثار حسین راتھر، صدر تحریک وحدت اسلامی۔
۱۰۲۔ حکیم اشتیاق حسین۔
۱۰۳۔ سید انیس کاظمی۔
۱۰۴۔ مولانا غلام احمد سلطانی۔

روزنامہ

۱۰۵۔ روزنامہ آفتاب سرینگر۔
۱۰۶۔ جمہوری اسلامی، یران۔

107.http://www.bbcurdu.com

108.http://www.jammukashmir.nic.in/kathua

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

109.http://www.jammukashmir.nic.in/doda

110.http://www.dailyexcelsior.com

111.http://www.jammukashmir.nic.in

112.http://www.rajouri.nic.in

113.http://www.poonch.nic.in1

114.http://www.jammu.nic.in

115.http://www.mha.nic.in/ove.htm

116.http://www.bharat-rasshak.com

117.http://www.islamicvoice.com

118.http://www.wikipedia.org/wiki.kargil_town

119http://www.air.gov.pk

120http://www.azadjammukashmir.com

121.http://www.ladakh.blogspot.com

122.www.torismindia.com

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

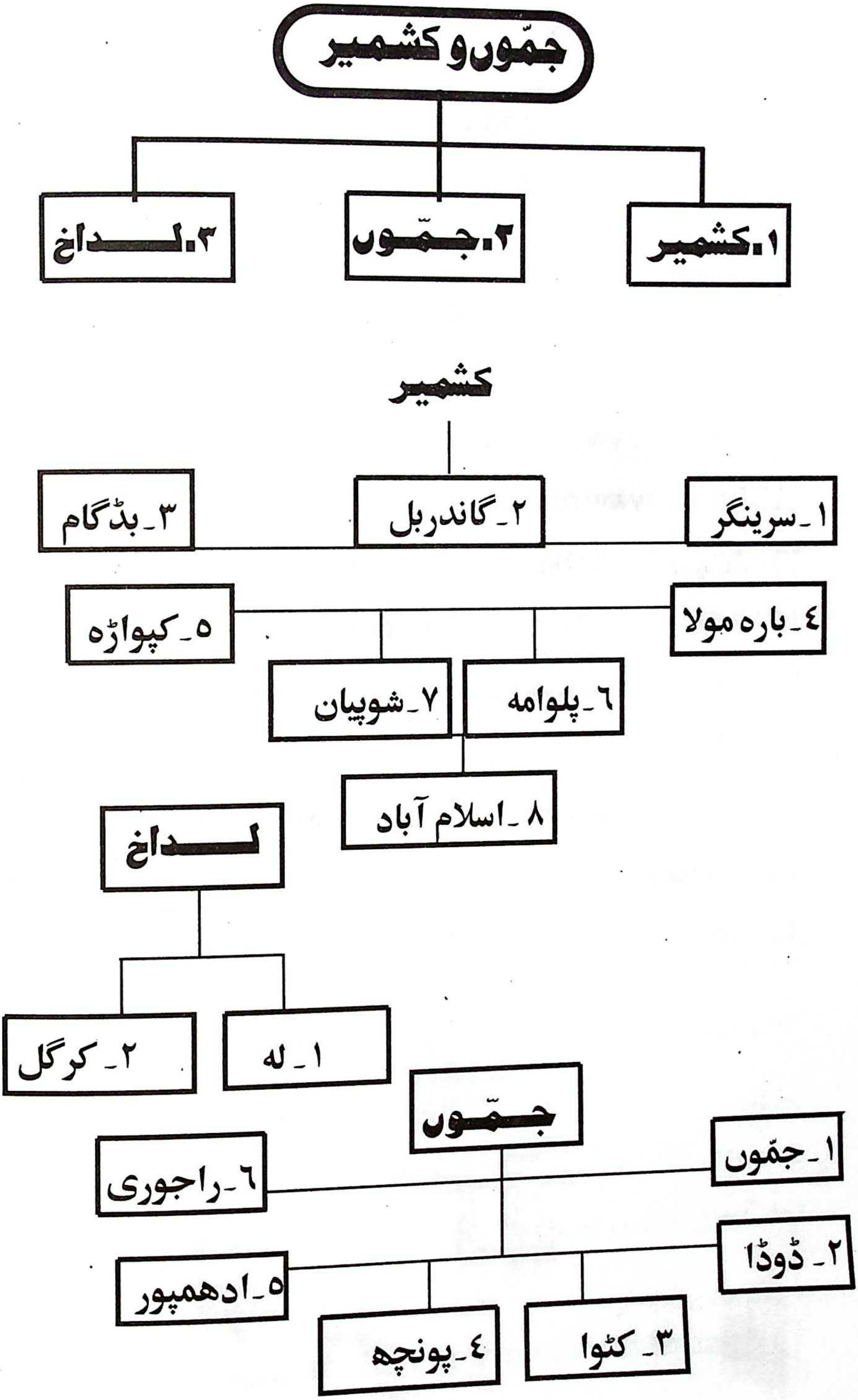

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کی مجموعی آبادی

چون لاکھ چھتر ہزار نو سو ستر افراد

5,476,970

کشمیر کے علاقوں میں آبادی

سرینگر :	1,202,447
بڈگام:	629,309
بارہ مولا:	1,169,780
اسلام آباد:	1,172,434
پلوامہ:	652,607
کپواڑہ:	650,393

شیعیان کشمیر

سرینگر :	324,660	(27%)
بڈگام:	226,552	(36%)
بارہ مولا:	386,028	(33%)
اسلام آباد:	23,448	(2%)
پلوامہ:	13,052	(2%)
کپواڑہ:	1,302	(0.2%)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

کشمیر کے مختلف ضلعوں میں شیعوں کا شرح تناسب

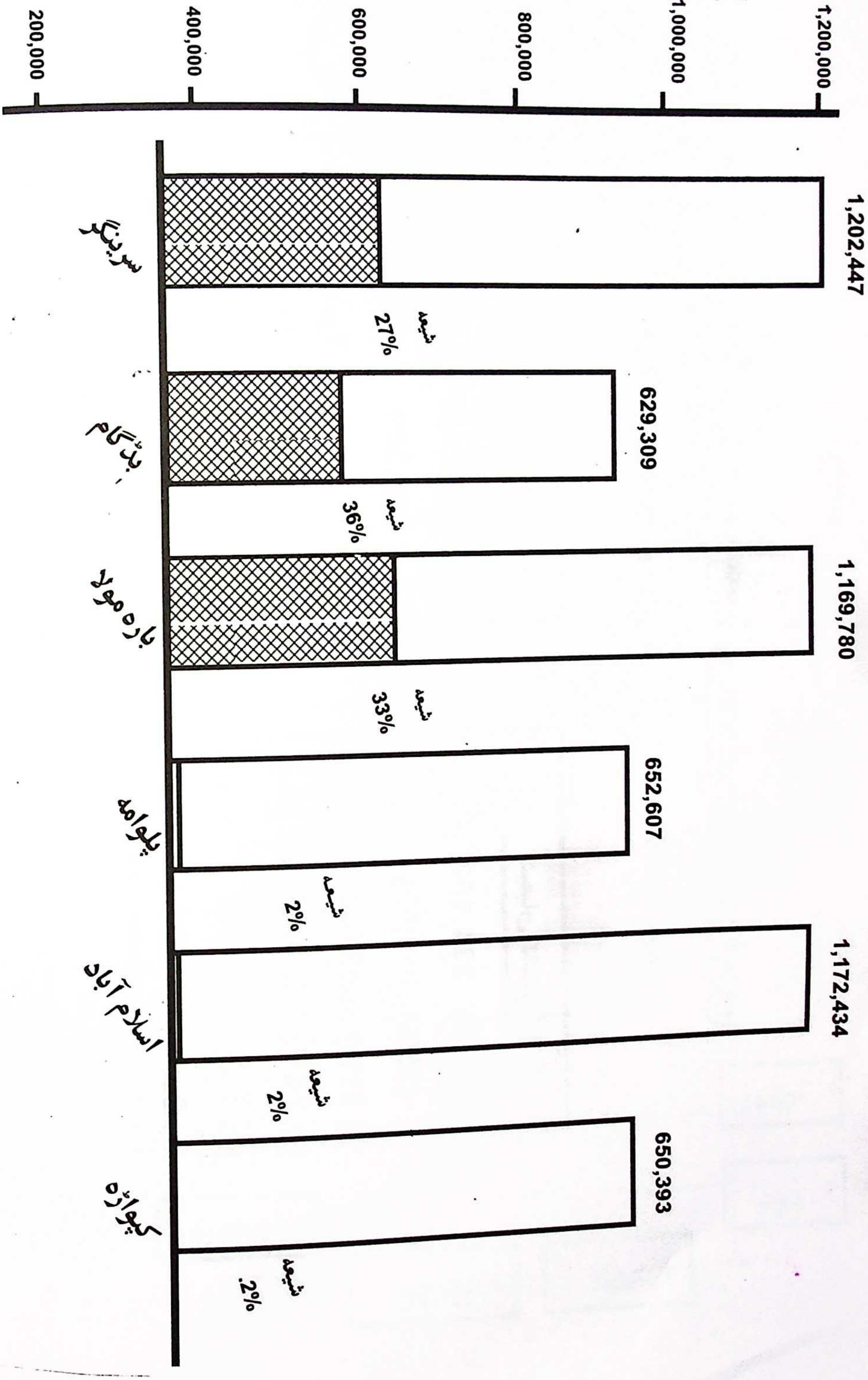

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

شیعیان

کشمیر: 975,042

کرگل : 108,808

پونچھ : 30,057

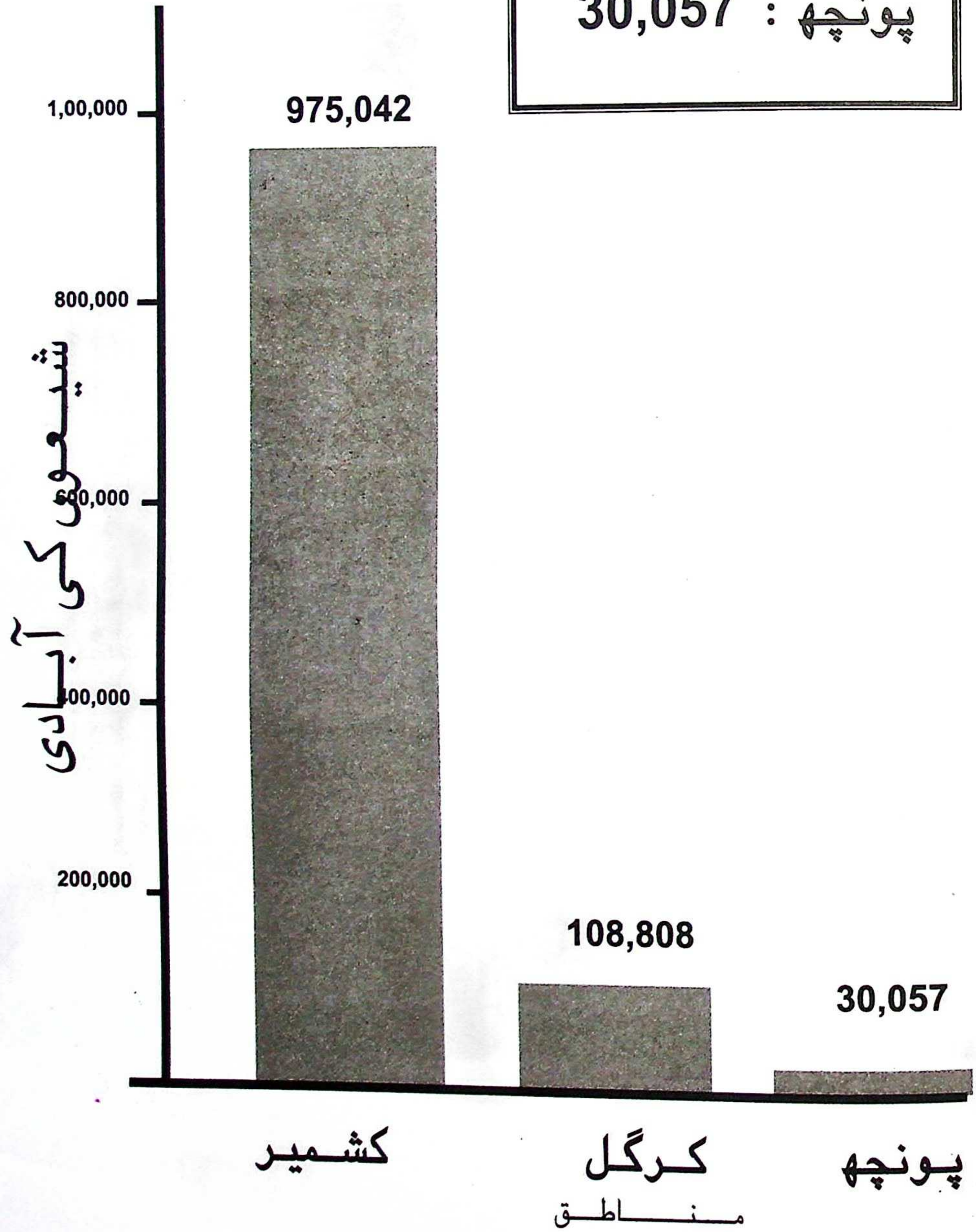

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پتھری مسجد (مسجد سنگی سرینگر)

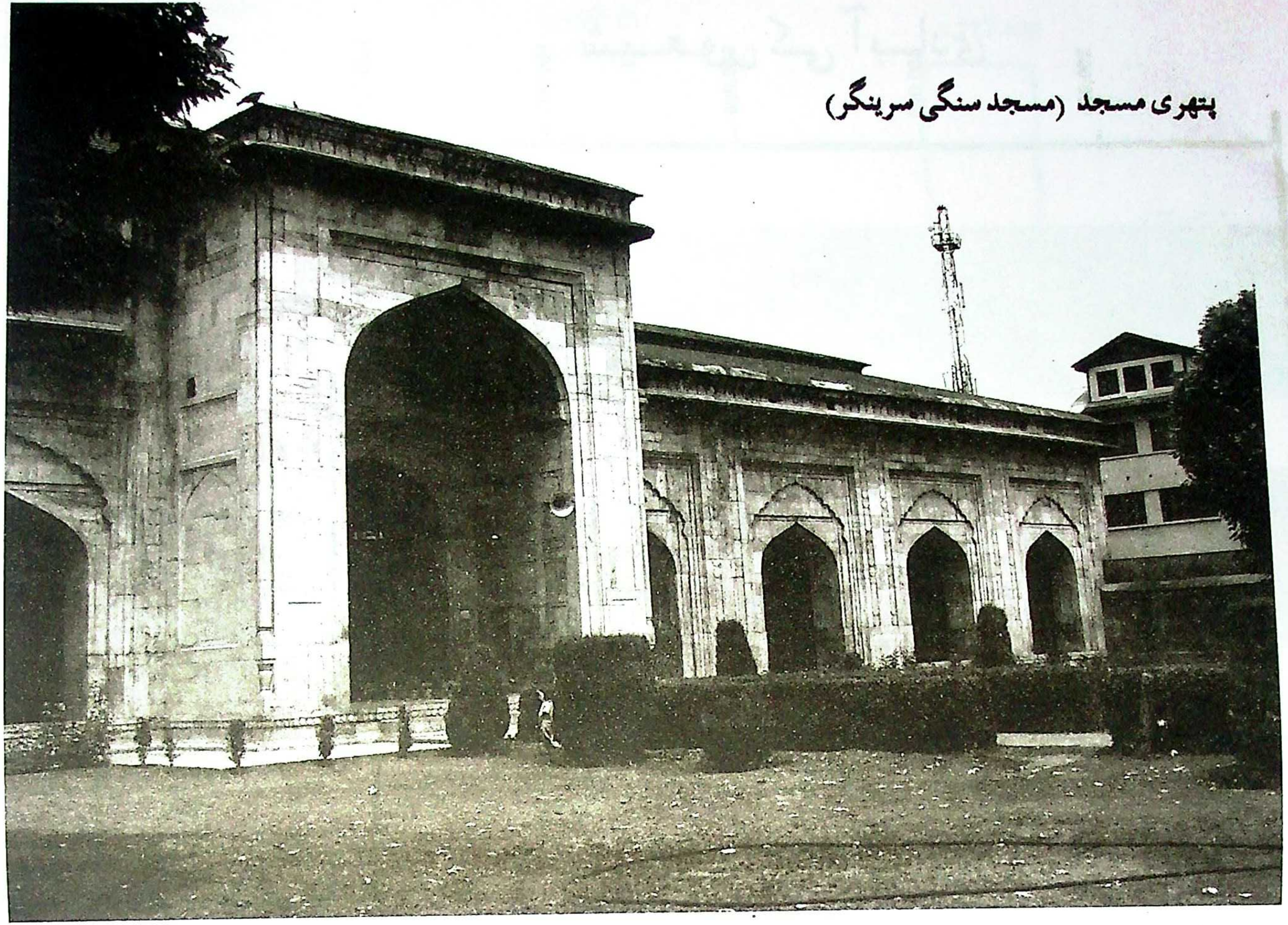

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

پتھر کی مسجد (مسجد سنگی سرینگر)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

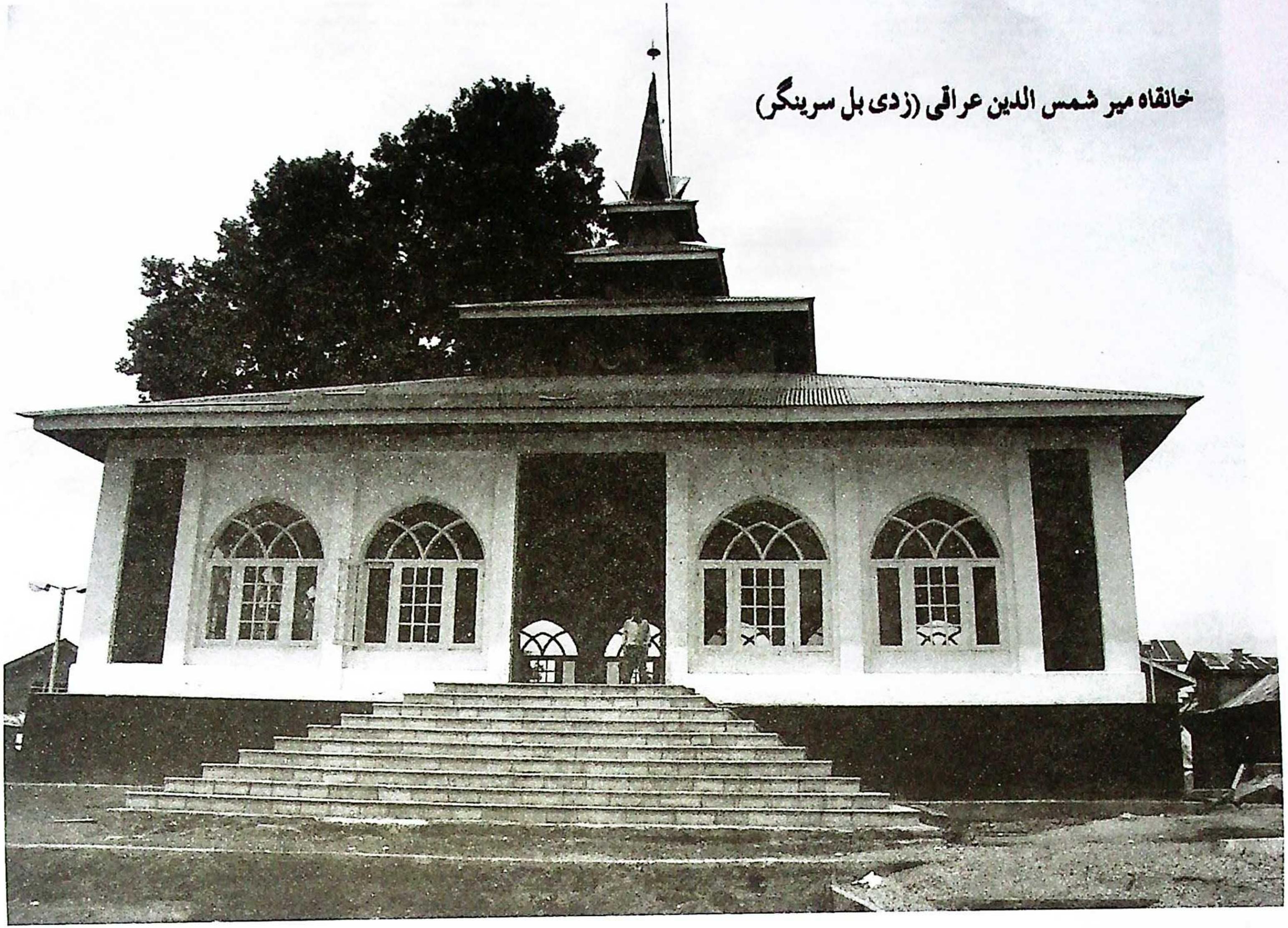

خانقاہ میر شمس الدین عراقی (زدی بل سرینگر)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

خانقاہ سید محمد مدنی (سرینگر)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

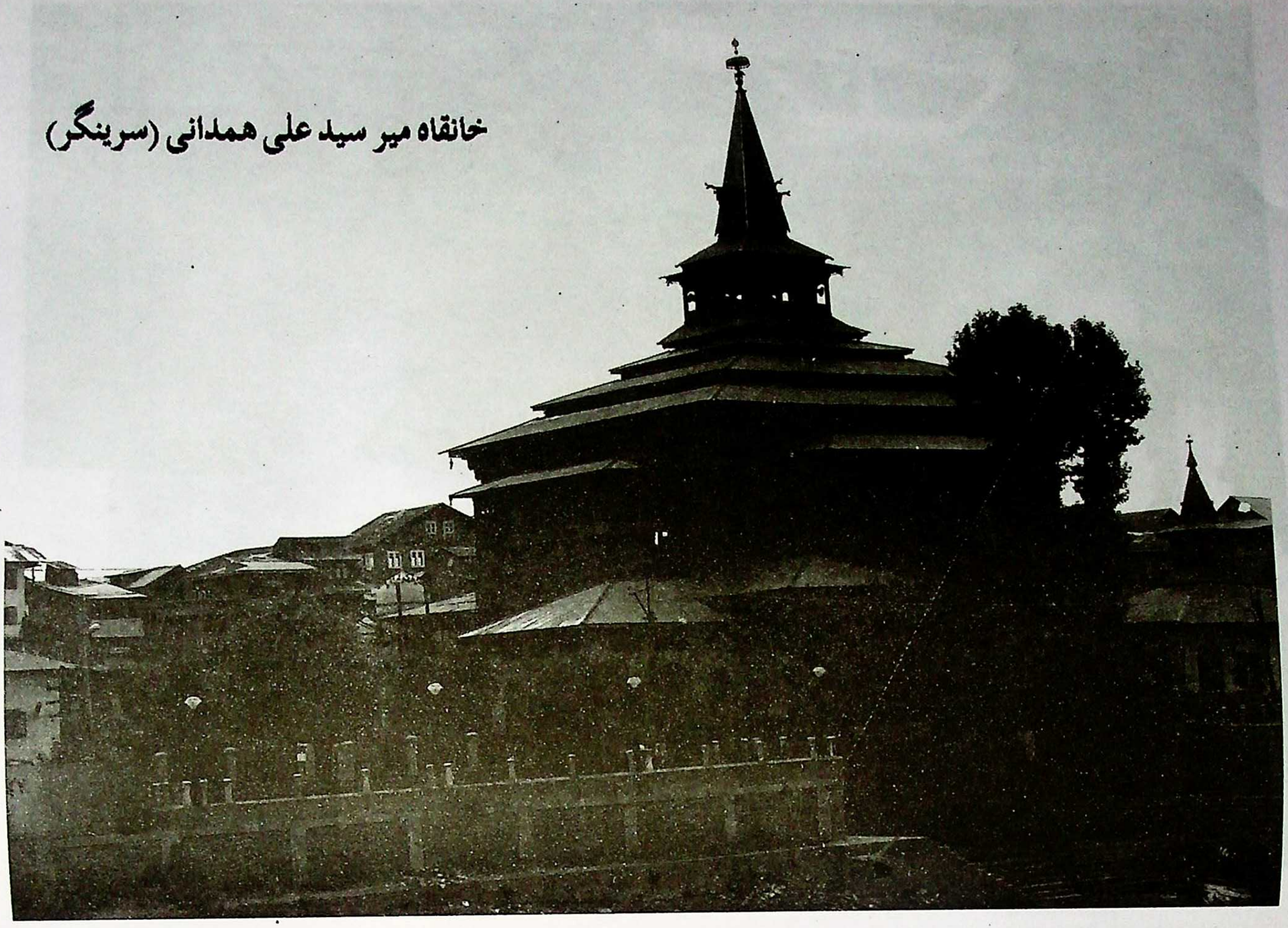

خانقاہ میر سید علی ہمدانی (سرینگر)

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

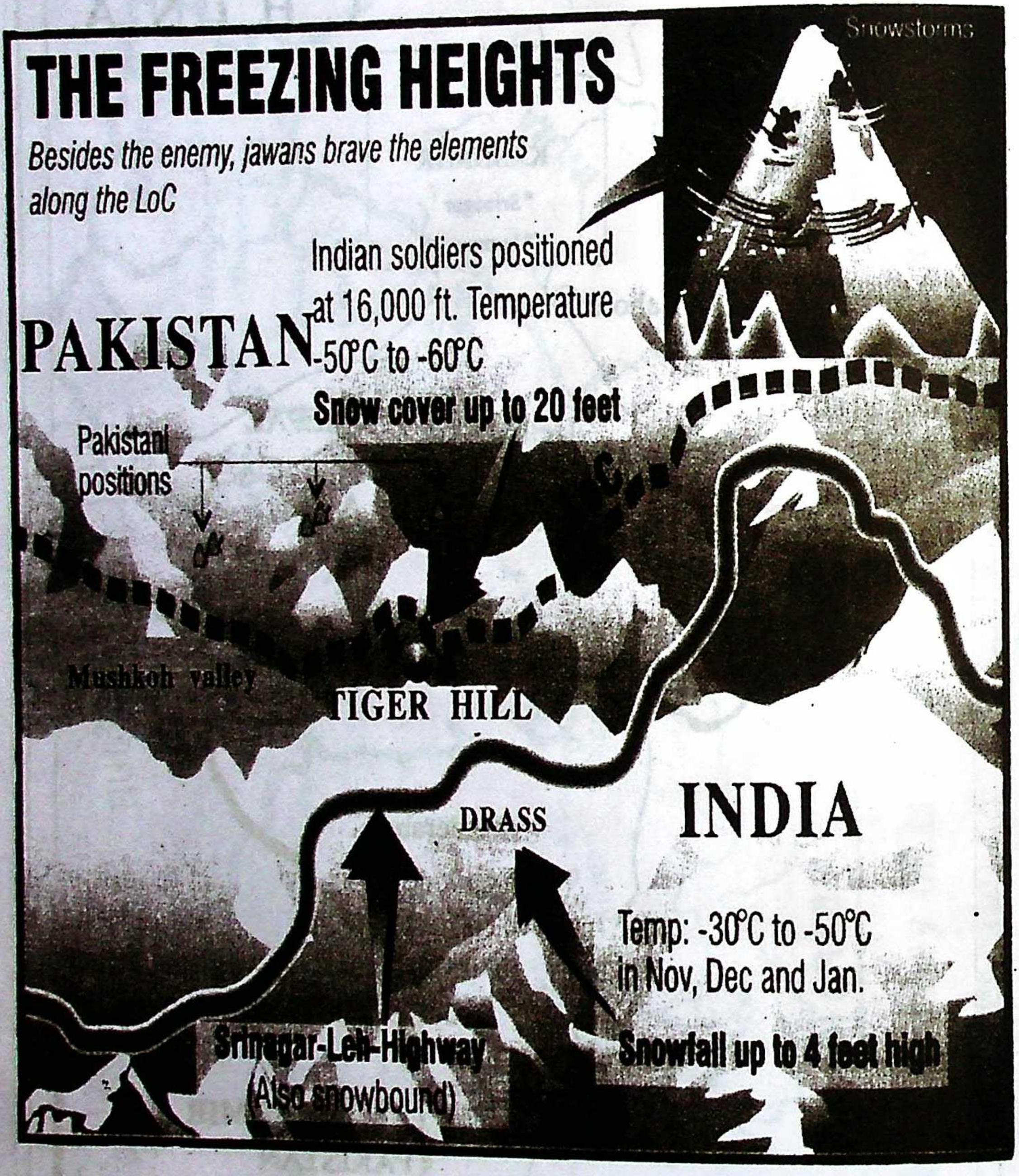

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

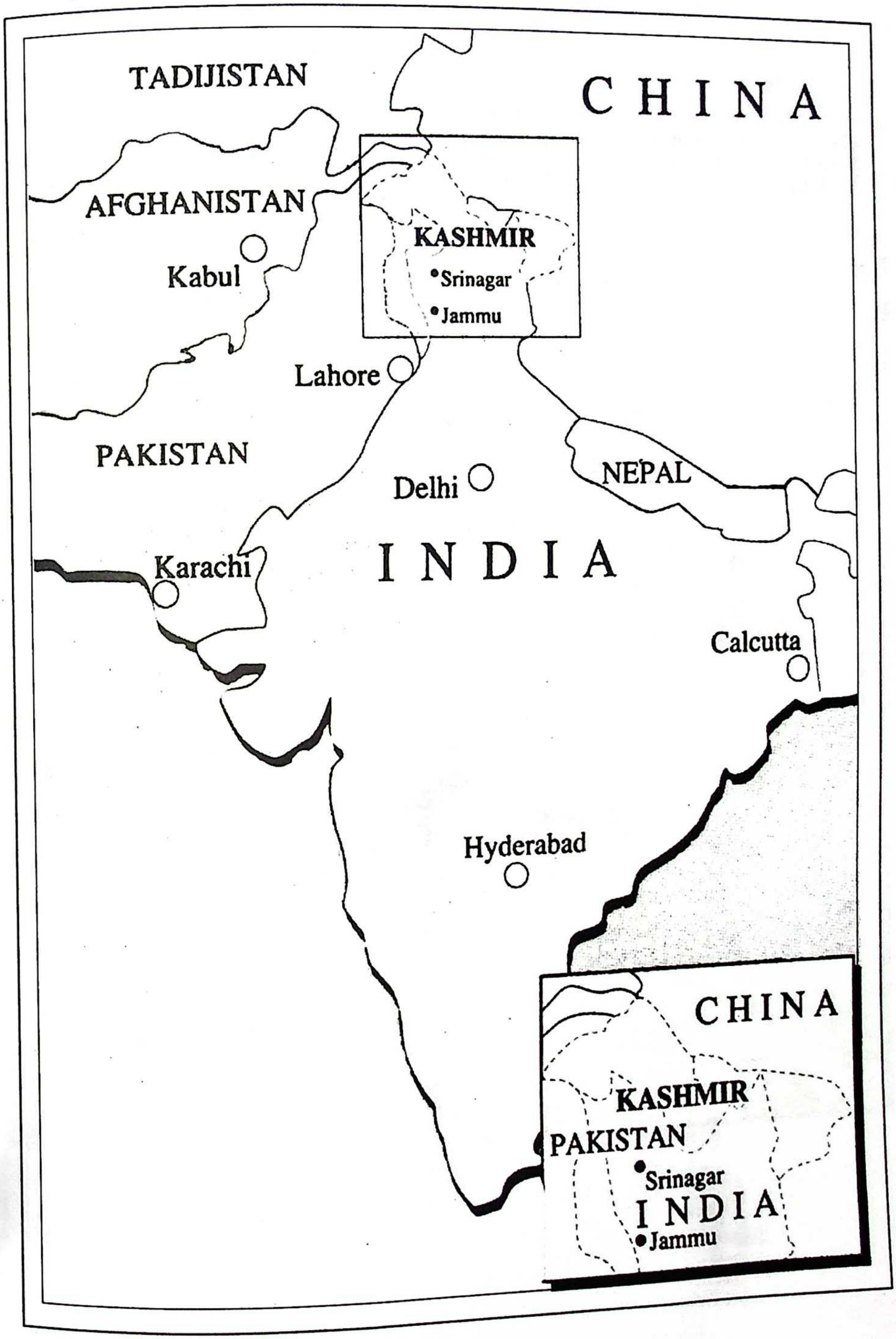

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

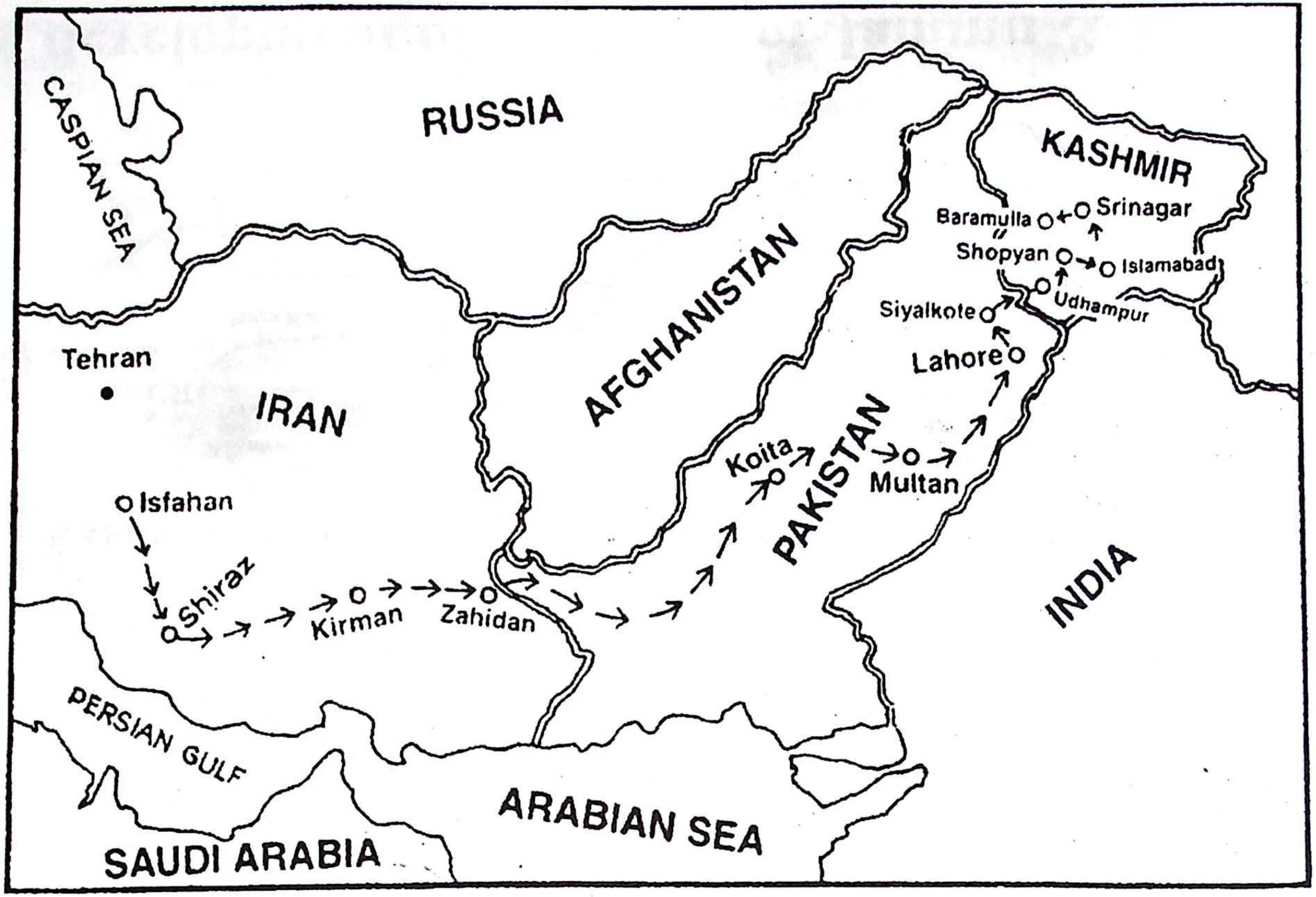

The Journey of Hazrat Syed from Isfahan to Kashmir A practical Proof of Self Sacrifice and Jehad.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

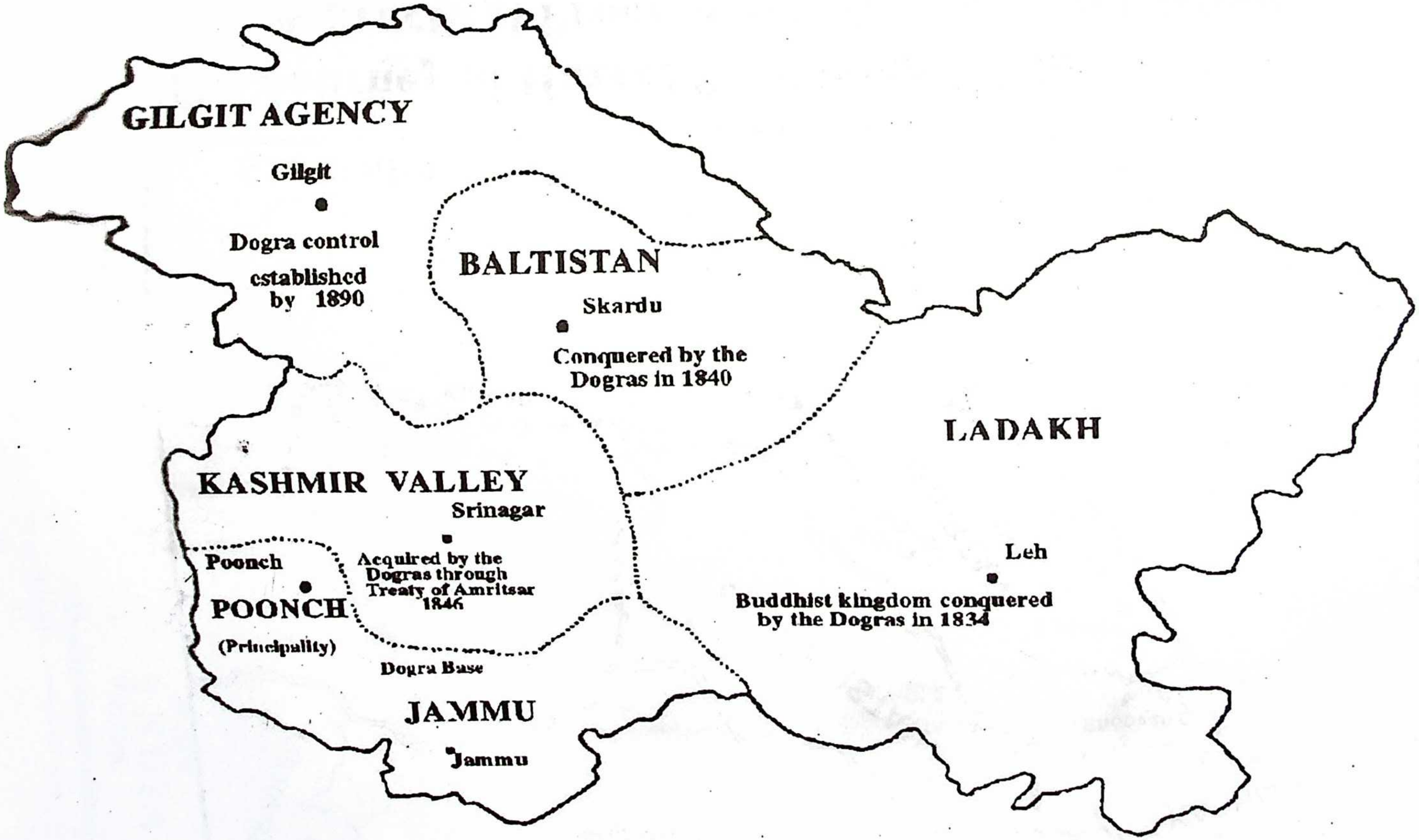

The development of the State of Jammu & Kashmir

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

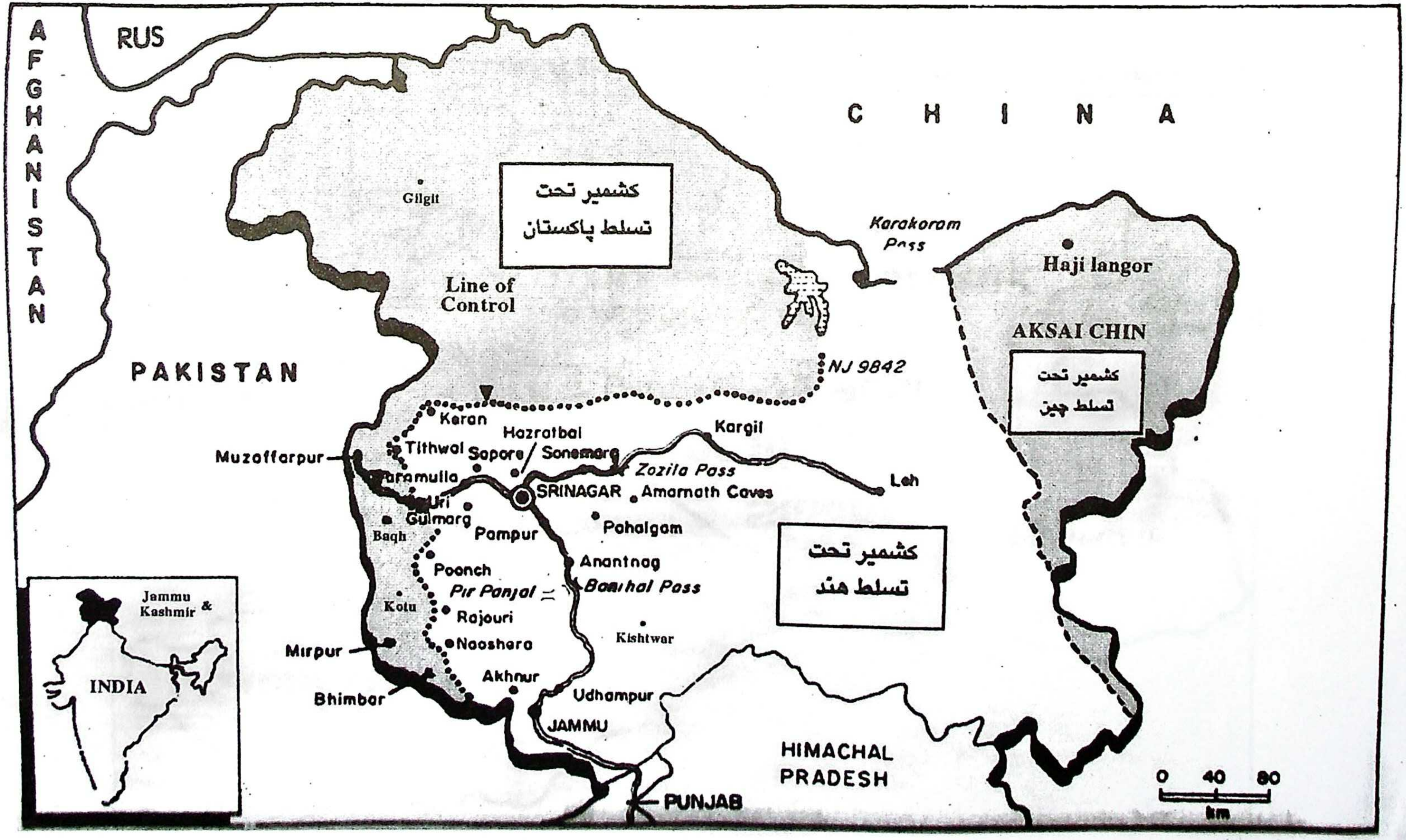

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitized by eGangotri.

Kashmir Treasures Collection, Srinagar